تکمیل الایضاح
شرح اُردو
نور الایضاح
تصنیف
شیخ حسن بن علی الشرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ
شرح اُردو:
مولانا ابوالکلام وسیم صاحب (فاضل دیوبند)
مکتبہ رحمانیہ
اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور
MAKTABA-E-REHMANIA

تکمیل الایضاح

شرح اُردو

نور الایضاح

تصنیف

شیخ حسن بن علی الشرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ

شرح اُردو: مولانا ابوالکلام وسیم صاحب (فاضل دیوبند)

پسند فرمودہ: حضرت مولانا وحید الزمان کیرانوی

و

حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اُردو بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب ـــــ تکمیل الایضاح شرح نور الایضاح

نام شارح ـــــ مولانا ابو الکلام وسیم صاحب (فاضل دیوبند)

مطبع ـــــ علی اعجاز پرنٹرز

ناشر ـــــ مکتبہ رحمانیہ

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرمادیں۔ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

فہرست

تقریظ

حضرت الاستاذ صدر المدرسین استاد حدیث مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری

ایک باکمال انسان کی تعریف اسکے انتہائی کمال پر کی جاتی ہے بلکہ نگاہ خرد بیں اس کے کمال کے مظاہر میں کچھ جھول بھی تلاش کرتی ہے جبکہ یہ مظہر اس کے اعلیٰ کمالات کے معیار کے مطابق نہ ہو اگر معمولی معمار نے الٹا سیدھا مکان چن کر کھڑا کر دیا تو اس بے ہنگم تعمیر میں عمارتی خوبیاں کوئی اور کاہے کو تلاش کرے گا۔ عمارت کی زیبائی فن تعمیر کی رعنائی تاج محل میں ڈھونڈھی جائے گی یا دنیا کی کسی مشہور تاریخی عمارت میں۔

کہنا یہ ہے کہ بچے کا بڑا کمال تو یہی ہے کہ اس نے چلنے کی ہمت کی اس پر وہ بڑوں کی واہ واہ کا منتظر اور مستحق ہے لیکن بڑے اگر دوڑتے ہیں بھاگتے ہیں بڑھتے ہیں اور جھپٹتے ہیں تو اس تیز رفتاری بلکہ برق رفتاری پر نہ کوئی داد دیتا نہ کوئی تحسین کرتا ہے۔

مولوی ابو الکلام وسیم متعلم دورہ حدیث دار العلوم دیوبند جن کی ابھی فراغت بھی نہیں ہوئی فقہ کی پہلی بنیادی کتاب نور الایضاح کی سینکڑوں صفحات میں شرح تیار کر دیں اور یہ کارنامہ برائے نام نہیں بلکہ سجا سجایا ہوا، قرینہ سے جمایا ہوا۔ اور پھر ان کی اس اولوالعزمی پر بے اختیار داد نہ دینا بڑا ظلم ہوگا۔

مجھے تو حیرت ہے کہ انھوں نے اتنے لمبے چوڑے طویل وعریض کام کی ہمت ہی کیسے کی، یہ سب برکت ہے دار العلوم کے ساتھ نسبت وانتساب کی۔

سبحان اللہ! کہ طالب علمی ہی کے دور میں ایسا باعث فخر و قابل صد ناز ش کام ان سے بن آیا جس کی ہمت کم از کم مجھ جیسا زبوں ہمت نہیں کر سکتا۔

نور الایضاح فقہ کی ایک معروف کتاب ہے اور ضرورت اور روز مرہ کے مسائل کو اس رسالہ میں بڑی خوبی سے جمع کیا گیا ہے اردو میں اس پر کوئی حاشیہ یا شرح نہ تھی، عزیز موصوف نے اپنے اس کارنامے سے اس کمی کو پورا کر دیا۔

احقر نے جستہ جستہ مطالعہ کیا تو الحمد للہ سرمہ نظر افروز اور قبیل مصفی پایا خدا تعالیٰ عزیز موصوف کے علم وعمل میں برکت تمام پیدا فرمائے اور ان کو ان کارناموں کی توفیق ارزانی ہو جو مادر علمی دار العلوم کے لئے فخر وافتخار نازش وامتیاز کا موجب ہوں۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

انظر شاہ ۳۰/۴/۱۴۰۱ھ

رائے گرامی فضیلۃ الاستاذ مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی استاذ ادب دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز محترم مولوی ابوالکلام وسیم صاحب فاضل دیوبند سے میں صرف متعارف ہی نہیں بلکہ ان کی ذہانت علمی کاوش اور ذوق تصنیف سے بخوبی واقف ہوں۔

عزیز موصوف نے اپنے طالب علمی کے زمانہ میں جسکو زیادہ عرصہ نہیں ہوا اپنی درسی مصروفیات کے باوجود عربی کی بعض وقیع کتابوں کے تراجم اور درس نظامی کی متعدد شروح وحواشی کا کام جس برق رفتاری سے انجام دیا اس کی مثال میرے نزدیک موجودہ ماحول میں مشکل ہی سے ملتی ہے۔

ان کے علمی اور تصنیفی پروگرام سے مجھے دلچسپی رہی اور انھوں نے میری بہت سی ترمیمات اور مشوروں کو قبول کرتے ہوئے ان کی روشنی میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنی تصنیفی خدمت کو جاری رکھا اور آج خدا کے فضل وکرم سے ان کی متعدد کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آرہی ہیں۔

ایسے نوجوان، محنت کش اور باصلاحیت افراد کی علمی حلقوں میں حوصلہ افزائی کی جائے تو بلاشبہ یہ اہل علم اور ارباب مذاہب کے حلقوں میں نمایاں خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے حوصلوں کو بلندی اور ان کی علمی کاوش کو حسن قبول عطا فرمائے

آمین!

وحید الزماں

خادم دار العلوم دیوبند

۱۸/۶/۱۴۰۴ھ

نوٹ: ۔ طلبائے عزیز ذہن میں رکھیں کہ آنے والی عربی عبارتوں میں زیر تشدید کے نیچے اور زبر تشدید کے اوپر دیا گیا ہے جیسے "ٍّ ًّ" پرانی کتابوں میں یہ زیر حرف کے نیچے اور زبر حرف کے اوپر آتا ہے۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العالمینَ والصَّلٰوۃُ والسَّلامُ علیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خاتَمِ النَّبِیّینَ وَعلیٰ آلِہٖ الطّاھرینَ وَصحابَتِہٖ اجمَعِینَ.

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو دونوں جہان کا پالن ہار ہے اور صلوٰۃ وسلام ہو ہمارے سردار محمدؐ پر جو نبیوں کے خاتم ہیں اور آپ کی پاک اولاد اور آپ کے تمام صحابہؓ کرام پر۔

تشریح ومطالب:۔ متقدمین سے لے کر متأخرین تک یہ قاعدہ اور یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ وہ اپنی کتاب شروع کرنے سے قبل اصل مقصود اور اصل کتاب کے لکھنے اور اسے لوگوں کے سامنے پیش کرنے سے پہلے چند باتیں اپنے قارئین کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ اولاً حمد باری کا ذکر کرتے ہیں، اس لئے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کل امر ذی بال لم یبدأ بحمد اللہ فھو اقطع وابتر۔ یعنی ہر کام جو بلا اسم باری کے شروع کیا تو وہ دم کٹا اور ادھورا رہ جائے گا۔ اب اُس کے ذکر کرنے اور لکھنے کی چند وجہیں ہو سکتی ہیں اولاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے مدد طلب کر رہا ہو (۲) برکت کیلئے ذکر کیا ہو (۳) مصاحبت کے لئے لکھا ہو۔ اس کے علاوہ بھی چند اغراض ہیں۔ لیکن مصاحبت کے علاوہ میں کچھ خرابیاں ہیں اور کچھ اسقام سے خالی نہیں، اس لئے کہ اگر استعانت کے لئے مان لیا جائے گویا کہ اسم باری کو ایک چیز کے حصول میں آلۂ کار بنایا گیا۔ اور جب ایک دنیا کا رہنے والا انسان اس بات کو اپنے لئے کسر شان سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس کے نام سے اور اسے وسیلہ بنا کر کوئی چیز اور مرتبہ حاصل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بالا و برتر ہے اسلئے اس میں سوء ادبی ہے۔ اور اگر صرف برکت کے لئے استعمال کیا گیا تو یہ بھی خرابی سے خالی نہیں اس لئے کہ ذکر باری سے مقصود صرف برکت ہی نہیں اور صرف اسمیں منحصر نہیں۔ ذکر باری دوسرے ناموں سے بھی ہو سکتا ہے مگر اس کے استعمال کی وجہ یہ ہے کہ یہ جملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام خطوط میں موجود ہے اس وجہ سے اس کے ذکر کرنے میں ایک طرح سے سنت نبوی پر عمل ہو جاتا ہے۔

بسم اللہ کے بؔ میں آٹھ احتمالات ہیں (۱) یہ کہ فعل ہو (۲) اسم ہو، لیکن فعل اور اسم دونوں کی دو قسمیں ہیں (۳) یا تو اسم خاص ہو گا یا (۴) عام۔ اسی طرح فعل یا تو خاص ہو گا یا عام۔ اب اگر اسے مان لیا جائے تو خاص ماننا پڑے گا یا عام۔ اسی طرح اسم مانا جائے تو اس صورت میں بھی یا تو خاص ماننا پڑے گا یا عام۔ اب اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ فعل کی صورت میں دو قسمیں ہوں گی اور اسم ماننے کی صورت میں بھی دو قسمیں ہونگی۔ اب یہ چار قسمیں ہو گئیں اسے مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ لفظ زید ہے اسے بول کر یا تو خاص ذات زید مراد ہو گی یا عام اس لئے ہو سکتا ہے کہ زید نام کے کئی افراد ہوں اور وہ ان میں سے کسی کو خاص نہیں کر رہا ہے۔ فعل کی مثال یوں ہو گی کہ لفظ ضرب ہے اسے بول کر یا تو خاص فرد مراد لی جائے گی یا عام اسے جو بھی مانا جائے لیکن پھر بھی اس میں دو احتمال باقی رہ جاتا ہے کہ اسے مقدم مانا جائے یا مؤخر۔

لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ یہاں کیا مانا جائے۔ یہاں پر بہتر یہ ہے کہ فعل تسلیم کر لیا جائے اس لئے کہ اسم ماننے کی صورت میں ایک خرابی یہ ہو گی کہ اسم کا عمل مصدر کے ذریعہ ہوتا ہے اور جو عمل اسم مصدر کرتا ہے وہ بطریق افعال کے

ہوتا ہے اس لئے زیادہ لائق ومناسب اور آسانی وسہولت اسی بات میں ہے کہ اسے فعل مان لیا جائے۔ اب اس بات کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ خاص اور عام سے کیا مراد ہے۔ پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ ہر انسان کا مقصد اور ارادہ الگ الگ ہوتا ہے اور ایک وقت میں وہ صرف ایک ہی کام انجام نہیں دیتا ہے اس لئے جو شخص سفر کر رہا ہوگا وہ تو اس طرح نیت کرے گا کہ باسم اللہ اسافر۔ یا پڑھنے والا نیت کرے گا اقرأ تو یہاں پر یہ خاص ہو گیا یعنی صرف ایک فعل خاص کے لئے بسم اللہ کر رہا ہے اور عام یہ ہیکہ مطلق نیت کرتا ہو۔ بسم اللہ کے بعد کسی خاص چیز کی نیت وارادہ نہ کرے۔ اب رہی یہ بات کہ تقدیم وتاخیر سے کیا مراد ہے اس کے جاننے سے پہلے ایک مقدمہ سامنے رکھئے تاکہ اس کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ تقدیم کے بارے میں تو معلوم ہی ہوگا یہاں کسی کے مؤخر کرنے کے بارے میں چند وجہیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ جسے اولاً ذکر کرنا مناسب تھا اس کو مؤخر کرنے سے تخصیص کا ارادہ ہوتا ہے جسے بلاغت کی اصطلاح میں قصر سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن اس تخصیص کی چند وجہیں ہیں جن کی بنا پر یہ کام کیا جاتا ہے ایک قصر افراد ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اور لوگ بھی شریک تھے مگر ایک کو صرف مراد لیا گیا ہے۔ اس وقت یہ بات نکلے گی کہ کفار مکہ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے اس وقت اپنے معبودوں کا ذکر کرتے اور ان کے نام سے شروع کرتے اس لئے یہاں پر مراد ایک ذات ہوگی اور کفار مکہ کے عقیدے سے نکلنا ہوگا اور ان کے اس عقیدے پر رد مقصود ہوگا۔ اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں پر قصر قلب ہو کہ مخاطب تو کچھ سمجھ رہا ہے مگر متکلم کچھ اور مراد لے رہا ہے اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ کفار مکہ تو خیال کرتے تھے ان کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو چکی تھی کہ یہ مسلمان اللہ کے نام سے کسی کام کو شروع نہیں کرتے لیکن باسم کے بعد جب اللہ کو ذکر کیا تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ ان کا یہ کہنا غلط ہے لیکن یہ توضیح عقل کو لگتی نہیں ہے، اس لئے کہ مؤخر ذکر کرنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ قصر قلب ہی ہو اور اس لئے بھی کہ کفار مکہ صرف ایک بت کو نہیں ذکر کرتے تھے بلکہ ان کے بہت سے معبود تھے اور ہر بت الگ الگ کام کیلئے تھا لہٰذا قصر قلب مراد لینا صحیح اور مناسب نہ ہوگا۔ تیسری توضیح یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہاں مراد قصر تعیین ہو کہ کس کو ذکر کیا جائے اور کس کا نام لیا جائے، آیا ذکر اللہ سے شروع کیا جائے یا غیر اللہ سے لیکن یہ توضیح مسلمان سے بعید بلکہ ابعد ہے اس لئے کہ مسلمان کو کبھی اس معاملے میں شک ہو ہی نہیں سکتا۔ اس بیان سے اب یہ بات واضح طور پر کھل کر سامنے آگئی کہ یہاں پر قصر افراد مراد ہے هٰکذا اخذت من حاشیة نور الایضاح۔ شیخ الادب

فائدہ:۔ ان تمام توضیحات وتصریحات کی ضرورت صرف اس وجہ سے پیش آئی کہ جب مقصود ذکر اللہ ہے اور اسے مؤخر کیا گیا۔ اگر اللہ کو مقدم کر دیا جاتا تو ان توضیحات کی ضرورت ہرگز پیش نہ آتی۔

الحمد للہ الخ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ ہر مصنف چند چیزوں کو اوّلاً ذکر کرتا ہے، اولاً ہم نے اسم باری تعالیٰ کو بیان کر دیا اب یہاں حمد خدا کو مصنف نے ذکر کیا ہے اس کے بعد نعت رسول کو ذکر کریں گے۔ الحمد بلا عطف کے ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ ایک الگ برکت کا ذریعہ ہے اور بسم اللہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے ۔ الحمد پر الف لام کئی طرح کا ہو سکتا ہے، جیسا کہ الف لام کی کئی قسمیں ہیں (۱) الف لام جنس کا بھی ہو سکتا ہے اس وقت یہ معنی ہوں گے کہ تمام جنس حمد اس میں شامل ہیں اور یہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ یہاں پر مقصود حمد ہے اور

یہی اس مقام کے مناسب بھی ہے (۲) الف لام استغراق کا ہو، اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ تمام تعریفیں خواہ اس کا تعلق ذات خالق سے ہو یا مخلوق سے، سب اسی خدا کی مانی جائے گی، اس لئے کہ حقیقت اور اصل کے اعتبار سے تمام اچھائیوں اور برائیوں اور خوبیوں کا پیدا کرنیوالا اور بنانے والا وہی ہے اور اصل ہونے کی وجہ اسی کی طرف حمد منسوب کردی گئی (۳) ایک احتمال یہ بھی ہے کہ الف لام معہود ذہنی ہو، اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ جو حمد متکلم کے ذہن میں ہے وہ مراد ہے۔ اب یہاں ایک بات جان لینا ضروری ہے وہ یہ کہ مصنفؒ نے یہاں حمد کو ذکر کیا حالانکہ شکر کو بھی بیان کر سکتے تھے لیکن اسے چھوڑ دیا آخر کیا وجہ ہے اب اسے جاننے کے لئے پہلے ان دونوں کی تعریفیں جان لینی ضروری ہوں گی۔

حمد۔ حمد کسی کی تعریف زبان سے بطور تعظیم کی جائے بعد کسی احسان کے، یعنی زبان سے کسی کی تعریف کرنا خواہ اس نے اس کے ساتھ کوئی احسان کیا ہو، یا کوئی احسان نہ کیا ہو۔ **مختصر المعانی ، تفسیر مدارك**.

شکر:۔ کسی کی تعریف اس کے احسان کی وجہ سے خواہ زبان سے ہو یا اعضاء سے یا جوارح سے۔ مختصراً یوں سمجھ لیجئے کہ اگر کسی کی تعریف اسکے احسان کی وجہ سے بیان کی جائے خواہ کسی بھی طرح ہو تو اسے شکر کہیں گے، یہیں پر بطور خاص یہ بات یاد رکھئے کہ شکر تو خدا کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور شکریہ انسان کے لئے، اور اگر کسی کی تعریف اس کے بڑے ہونے کی وجہ سے بیان کی جائے خواہ اس نے اس کے ساتھ کوئی احسان کیا ہو یا نہ کیا ہو، مگر حمد زبان سے ہوگی دوسرے اعضاء سے حمد کا تعلق نہ ہوگا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی تعریف تعظیماً بیان کی جاتی ہے، اس جگہ یہ اعتراض ہرگز نہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان سب پر ہے اس لئے شکر کا لفظ استعمال کیا جانا چاہئے اس لئے کہ میں پہلے یہ بیان کرچکا ہوں کہ حمد کا تعلق دل سے ہے اور شکر کا تعلق احسان سے ہے، دوسرے حمد کو اس وجہ سے بھی بیان کیا تاکہ قرآن پاک سے مشابہت ہو جائے اس لئے کہ قرآن پاک میں ہے **الحمد لله رب العالمين**

ربّ:۔ اس کی اصل رابب تھی الف کو حذف کردیا گیا اور باء کو باء میں ادغام کردیا رب ہو گیا۔ رب اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کے معنی ہوں گے پالنے والا، پرورش کرنے والا، اور اسی طرح اسے مصدر بھی مان سکتے ہیں لیکن اس صورت میں معنی یہ ہونگے پالنا، پرورش کرنا۔ اسے بلا اضافت کے جس وقت استعمال کیا جائے گا اس وقت ذات باری مراد لی جائے گی اور جس وقت اضافت کے ساتھ استعمال کیا جائیگا اس وقت کسی اور کو مراد لیا جاسکتا ہے جیسے **رب المال، رب الدار**۔ لیکن حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے **لايقل احدكم ربي وليقل سيدي ومولاني** (بخاری و مسلم) نیز اس جگہ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا **انه ربي احسن مثواني** اسلئے کہ اس زمانہ میں درست اور جائز تھا، جس طرح دوسروں کو سجدہ کرنا لیکن شریعت مطہرہ نے اس سے روک دیا۔ **هكذا اخذت من العلامة**

عالمین:۔ عالم کی جمع ہے اور عالم ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ دوسری چیز کو جانا اور پہچانا جائے دنیا کو عالم اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کے ذریعہ خالق دنیا کو جانا جاتا ہے، لیکن یہاں پر ایک بات بطور خاص جان لینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا وہ یہ کہ جمع کی کئی قسمیں ہیں، شیخ الادبؒ نے حاشیہ میں اسے بیان کیا ہے ہم انہیں سے یہاں نقل کرتے ہیں (۱) اسم جمع۔ اور اسم جمع اسے کہیں گے جو ایک جماعت پر بولا جائے جیسے قوم۔ کہ اس میں ہر طرح کے لوگ شامل ہیں مگر ایک ہی

لفظ سے تمام افراد کو بیان کیا جاتا ہے اور جس طرح جمع کو استعمال کیا جاتا ہے اور اسی کے تحت اس میں اس کے تمام افراد شامل ہو جاتے ہیں، اس طرح جمع لانے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ الگ الگ ذکر کرنے سے انسان بچ جاتا ہے اور تطویل سے چھٹکارا پا جاتا ہے (۲) مطلق جمع۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی شئی کو یا ایک ہی اسم دو بار ذکر کرنا تھا اور اس صورت میں عطف کرنا پڑتا اس لئے ایک ہی میں بیان کر دیا جاتا ہے جیسے عمرین، حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ۔ شیخین حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کو (۳) اسم جنس مفرد۔ وہ ہے جو افراد پر بلا ماہیت کے دلالت کرے، یعنی جمع ذکر کرے مگر یہ نہ بتائے کہ کم ہے یا زیادہ جیسے پانی، مٹی، تیل (۴) اسم جنس جمعی۔ وہ یہ ہے کہ جمع ذکر بھی کرے اور اسکی تعداد کو بھی بتائے کہ کس مقدار میں ہے ان اقسام اربعہ کے ذہن نشین کر لینے کے بعد اب یہ دیکھئے کہ عالمین کس قسم میں ہے اسلئے کہ اس کے جمع کے بارے میں کافی اختلاف ہے مگر ان اقسام کے بعد کوئی خلجان باقی نہیں رہ جاتی جو سمجھ میں نہ آئے۔ ابن مبارک وغیرہ کا یہ کہنا ہے کہ یہ اسم جمع خاص ہے اور خاص اس طور پر ہے کہ یہ ذی عقل کی جمع ہے لیکن اس کا مفرد نہیں آتا۔

والصلوٰۃ:۔ ہم نے ابھی ذکر کیا تھا کہ حمد کے بعد مصنفؒ نعت رسول کو بیان کریں گے حمد خدا کے بعد اسی کے ساتھ بطریق عطف صلاۃ کو ذکر کیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا تو احسان سب پر عام ہے خواہ وہ کافر ہو یا مسلم کسی کی کوئی تخصیص نہیں ہے اور منعم حقیقی وہی ہے، اس لئے اس کو پہلے بیان کیا، لیکن قاصد کا بھی انسان احسان مند ہوتا ہے اور اللہ کے احکامات جو بندوں پر اتارے گئے اور جس کے ذریعہ بندوں تک وہ احکام پہنچے وہ حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے اس لئے منعم حقیقی کے بعد ان کا ذکر کیا گیا۔ اہل لغت نے صلوٰۃ کے مختلف معانی ذکر کئے ہیں اور یہ اپنے اندر کئی معنی رکھتا ہے لیکن ہر ایک میں فرق ہے اس لئے کوئی پریشانی نہیں۔ صلاۃ کی نسبت جب ذات باری کی طرف ہو جاوے تو اس وقت رحمت کے معنی ہوں گے اگر یہ ملائکہ کی طرف منسوب ہو تو اس وقت اس کے معنی استغفار کے ہوں گے۔ لیکن اگر اہل ایمان کی طرف کی جائے تو اس وقت معنی دعا کے ہوں گے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ پوری زندگی میں درود بھیجنا فرض ہے ہر مجلس میں جب نام نامی آئے ایک مرتبہ درود بھیجنا واجب ہے اور ہر بار درود پڑھنا مستحب ہے درود نہ پڑھنے والوں کو حضور ﷺ نے بخیلوں میں شمار کیا ہے نیز ایک مرتبہ آپ مسجد نبوی میں منبر پر خطبہ دے رہے تھے حضرت جبرئیلؑ آئے اور کہا کہ وہ شخص ہلاک ہو جس کے سامنے حضور اکرم ﷺ کا نام نامی آئے اور وہ درود نہ پڑھے، آپ نے اس پر کہا آمین۔ اور ظاہر بات یہ ہے کہ اس سے بڑا بد نصیب کون ہوگا جس کیلئے حضور بد دعا کریں۔

والسّلام:۔ یہ معنی میں تحیۃ کے بھی ہو سکتا ہے اور سلامت کے بھی۔ بعض حضرات نے صلوٰۃ اور سلام میں فرق بیان کیا ہے کہ نبی و رسل کیلئے علیہ الصلاۃ استعمال کیا جائے گا اور فرشتوں کے لئے علیہ السلام۔

سیدنا:۔ اسکی اصل سیود ہے واؤ اور یا ایک جگہ جمع ہو گئے، اس کا سکون دوسرے کو دیدیا اور واؤ کو یا کر دیا اور یاء کو یاء میں ادغام کر دیا سید ہو گیا۔ سید کے لغوی معنی آتے ہیں سردار کے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قوموا لسیّد کم اس لئے کہ حضرت سعد بن معاذ اس قوم کے رئیس اور سردار تھے اور آپ نے بھی ایک موقع پر ارشاد فرمایا انا سید ولد آدم ولا فخر۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً تمام انسانوں کے سردار ہیں

اسلئے ہر اعتبار سے آپ کیلئے سید کا لفظ استعمال کرنا صحیح ہے اور سید کا لفظ ہر بڑے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے خواہ رتبہ کے اعتبار سے بڑا ہو یا بزرگی کے اعتبار سے بڑا ہو لیکن سید حضور پاک ﷺ کے خاندان والوں کو کہا جاتا ہے۔

محمد:۔ حضور اکرم ﷺ ابھی شکم مادر ہی میں تھے کہ فرشتہ نے ان کی ماں سے خواب میں آکر کہا کہ جو بچہ تمہارے پیٹ میں ہے اس کا نام احمد رکھنا لیکن جب عبد المطلب نے سنا تو انھوں نے محمد نام رکھا۔ جب لوگوں نے ان سے سوال کیا تو کہنے لگے کہ میرا پوتا دنیا بھر کی ستائش و تعریف کا شایان قرار پائے لیکن قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم۔ اس لئے مصنفؒ دوسرے ناموں کو چھوڑ کر اس جگہ محمد لائے تاکہ قرآن کے مطابق ہو جائے ویسے کتب سابقہ میں احمد موجود ہے اور قرآن نے بھی کتب سابقہ کو بیان کر کے احمد کا ذکر کیا ہے چنانچہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم کو اس بات کی خبر دی تھی یاتی من بعدہ اسمہ احمد پ ۲۸۔ حضور کے اسمائے مبارکہ کی تعداد بعض حضرات نے تین سو لکھی ہے اور بعض نے ۹۹ر خیر جو بھی ہوں مگر یہ دونوں اسمائے مبارکہ الہامی ہیں اور ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان دونوں اسماء کو عرب میں پہلے کسی نے نہیں رکھا تھا (ابن قیمؒ)۔

خاتم النبیین:۔ آپ ﷺ کے من جملہ کمالات میں سے ایک کمال خاتم النبی ہونا ہے کہ آپ کے بعد اب کوئی نبی و رسول نہیں آئے گا جیسا کہ خود حضور پاک ﷺ کا ارشاد گرامی موجود ہے جو اس کی طرف اشارہ کرتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا لانبی بعدی اور یہ حضور کی ایک ایسی صفت ہے جو تمام صفات پر بھاری ہے اس لئے کہ نبی و رسول کے بعد شریعت پوری نہیں ہوتی تھی اس لئے یکے بعد دیگرے نبی و رسول آتے رہے۔ مگر حضور کو ایک ایسی شریعت دے کر بھیجا گیا کہ اس کے بعد کسی دوسری کتاب و شریعت کی ضرورت باقی نہ رہی اس لئے مصنف نے اسی صفت کو اختیار کیا۔ یہ صفت کسی اور نبی کے ساتھ نہیں یہ صرف آپ کیلئے مخصوص ہے نیز یہاں پر نبی کو ذکر کیا رسول کو نہیں حالانکہ آپ جس طرح نبی تھے اسی طرح رسول بھی تھے پھر آخر نبی کو ذکر کرنے کی کیا وجہ تھی؟ اس کے جواب سے پہلے ایک بات جان لینی ضروری ہے کہ نبی و رسل میں کچھ فرق بھی ہے یا دونوں ایک ہیں۔ بعض حضرات نے ان کے اندر یہ فرق کیا ہے کہ رسول وہ ہے جو صاحب شریعت ہو اور اس کے پاس کتاب ہو اور نبی وہ ہے جس کے پاس نہ کتاب ہو اور نہ نئی شریعت بلکہ وہ دوسرے رسول کی شریعت لے کر آیا ہو، بلاشبہہ نبی کے پاس وحی آتی ہیں لیکن وہ پہلی شریعت کی تبلیغ کرتا ہے نئی شریعت نہیں لاتا۔ یہاں پر مصنفؒ نے صفت نبی کو اس وجہ سے ذکر کیا ہے کہ یہ مقام نعت رسول میں ہیں اور درود و سلام کا تذکرہ کر رہے ہیں اور قرآن میں جہاں بھی صلاۃ کا ذکر کیا گیا وہاں صفت نبی ہے چنانچہ ارشاد باری ہے ان الله وملئکته یصلون علی النبی ،یا ایها الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما (سورہ جمعہ) مصنف قرآن کی اتباع کرتے ہوئے نبی کو ذکر کر رہے ہیں۔ نبی نباء سے ماخوذ ہے اور اسکے معنی خبر دینے کے ہیں، اور نبی مخبر یا خبیر کے معنی میں ہے جیسے قتیل کے معنی قاتل اور مقتول دونوں آتے ہیں۔

آل:۔ اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ آل کا اطلاق کن لوگوں پر کیا جائے؟ (۱) حضرت جابر بن عبد اللہ اور ابو سفیان ثوری اور بعض شوافع تو یہ کہتے ہیں کہ آل میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو حضور پاک ﷺ کی اتباع کرتے ہیں اور آپ کے پیرو کار ہیں (۲) حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آل میں صرف بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب

شامل ہیں (۳) حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ صرف بنو ہاشم اس سے مراد ہیں (۴) بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس میں صرف ازواج مطہرات، آپ کی صاحبزادیاں اور آپ کے داماد شامل ہیں، اور بعض لوگ تو اس طرف بھی گئے ہیں کہ آپ کے خدام اور اولاد کی اولاد بھی داخل ہیں (نوادر) مگر اس چوتھے قول کے قائل کا پتہ نہ چل سکا۔ یہاں پر آل سے مراد تمام مسلمان ہیں اس لئے کہ یہ مقام دعاء ہے مصنفؒ نے آل کو اس جگہ اس وجہ سے ذکر کیا کہ حضور پاک نے درود میں خود لفظ آل کو بیان فرمایا ہے **اللهم صل علیٰ محمد وعلیٰ آلِ محمد الخ** لہذا حدیث شریف سے مطابقت کے لئے اس جگہ ذکر کر دیا تا کہ حدیث کے مطابق ہو جائے۔

الطاهرين :۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ جیسا کہ حدیث شریف سے اس کا پتہ لگ سکتا ہے کہ آپ کی آل متقی ہے امراض باطنیہ اور ظاہریہ سے اس لئے کہ آپ کی آل وہی جماعت ہوگی جو شرک سے پاک ہوگی اور ظاہر ہے شرک سے بچنا اور اس سے پرہیز کرنا یہ امراض باطنی سے پاک ہونے کی دلیل ہے۔ اور فرقہ باطلہ پر رد بھی مقصود ہے جو ان کی عصمت کے قائل ہیں کہ ان لوگوں کا وہم وگمان غلط ہے اور اس کا صحت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ واللہ اعلم

وصاحبته :۔ اولاً آل کو ذکر کیا جس میں تمام امت محمدیہ (**علیه الف الف تحية وسلام**) آگئی تھی اور اس میں صحابہ کرام بھی شامل ہوگئے تھے، مگر حضرات صحابہ کا ایک الگ مقام و مرتبہ ہے اس لئے ان کا ذکر بطور خاص کر دیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کہہ کر ان کو تمام لوگوں سے ممتاز کر دیا ہے۔ لہذا مصنفؒ نے بھی ان کو بطور خاص بیان کر دیا صحابیؓ صاحب کی جمع ہے لغۃً ساتھی کو کہتے ہیں مگر اصطلاح میں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جاتا ہے۔ صحابہ کی تعریف میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ جو حضور ﷺ کے ساتھ ایک مدت تک رہا ہو۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ صحبت نصیب ہوگئی ہو لیکن اسکی جامع تعریف یہ ہے کہ بحالت ایمان حضور ﷺ کی صحبت ورفاقت نصیب ہوئی ہو اور بحالت ایمان خاتمہ ہوا ہو۔

اجمعين :۔ صحابتہ میں تمام صحابہ شامل ہوگئے تھے اس کے باوجود اجمعین لائے اس وجہ سے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے شہید کئے جانے کے بعد سے لوگ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے تھے چنانچہ بنو امیہ کا دور خلافت میں حضرت علیؓ کو برسر منبر برا بھلا کہا جاتا اور حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے **اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم** اس لئے اجمعین لا کر ان لوگوں کی تردید کر دی جیسا کہ آج بھی لوگ اس قسم کے امراض میں مبتلا ہیں۔

قَالَ العَبْدُ الفَقِيرُ اِلیٰ مولاهُ الغَنِيِّ ابُو الاِخْلاصِ حَسَنُ الْوَفَائي الشرنبلاليُّ الْحَنَفي اِنَّهُ اِلْتَمَسَ مِنِّي بعضُ الاَخِلاَّءِ (عَامَلَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاهُمْ بِلُطفِهِ الْخفي) اَنْ اَعْمَلَ مُقَدِّمَةً في العِبَاداتِ تقربُ علیٰ المُبْتَدِي مَا تَشَتَّتَ مِنَ الْمَسَائِلِ في الْمُطَوَّلاَتِ.

ترجمہ:۔ بندۂ فقیر ابو الاخلاص حسن الوفائی حنفی خدائے بے نیاز کے دربار میں عرض پرداز ہے کہ کچھ دوستوں نے فرمائش کی (خدا ہماری اور ان کی بابت اپنی پوشیدہ مہربانیوں کو کام میں لائے) کہ میں چھوٹا سا رسالہ عبادات کے متعلق لکھوں (اور وہ رسالہ اس طرح کا ہو) کہ جو بڑی بڑی کتابوں میں پھیلے ہوئے مسائل ہیں وہ مبتدی کے ذہن نشین ہو جائیں۔

تشریح و مطالب :۔ یہاں سے مصنفؒ وجہ تصنیف بیان کر رہے ہیں کہ آخر کیا وجہ پیش آگئی کہ میں

نے اس قدر مختصر کتاب لکھنی شروع کی اور کتاب بھی عبادات میں۔ جب کہ اس موضوع پر بڑی بڑی کتابیں موجود تھیں اور مزید اس پر قلم فرسائی کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں ضرورت بعض دیگر موضوع پر تھی، کہ اسے منظر عام پر لایا جاتا لیکن دوستوں کی خواہش تھی اور ان کی دل شکنی بھی نہیں کرنی تھی اس لئے میں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور ساتھ ہی اللہ سے درخواست کی کہ اس کتاب کو پوری کرادے، نیز مصنف نے ایک بات بطور خاص بیان کی ہے تاکہ اس کتاب کے سمجھنے میں دشواری نہ ہو کہ یہ کتاب کس مسلک کی ہے اس لئے کہ اس میں جو مسائل بیان کئے جائیں گے وہ مطابق مسلک حنفی ہوں گے۔ اسی طرح اپنے نام اور کنیت کو بھی بیان کردیا، اس سے چند باتیں اخذ کی جاتی ہیں اول یہ کہ آدمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ جو کام انجام دے رہا ہے وہ کیوں؟ اور انسان کے لئے ایک مقصد کا ہونا ضروری ہے جس کے پیش نظر وہ منصوبے بنائے (۲) اگر کسی موضوع پر بہت سی کتابیں ہوں تو ضروری نہیں کہ اب اس موضوع پر کام نہ کیا جائے (۳) جائز ومباح امور میں دوستوں کی دل داری کی جائے، حتی الامکان ان کی دل شکنی نہ کی جائے، (۴) اگر کوئی کتاب تصنیف کی جائے تو اس میں نام اور جس مسلک پر لکھی جائے واضح کردیا جائے، تاکہ قاری کو پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے (۵) اگرچہ اس پر قادر ہو مگر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جائے تاکہ بآسانی ختم ہو جائے۔

فَاسْتَعَنْتُ بِاللّٰهِ تَعَالیٰ وَاَجَبْتُهُ طَالِبًا لِلثَّوابِ وَلاَ اَذْكُرُ اِلاَّ مَاجَزَمَ بِصِحَّتِهٖ اَهْلُ التَّرجِيْحِ مِنْ غَيْرِ اِطْنَابٍ (وَسَمَّيْتُهُ) نُوْرَ الاِيْضَاحِ وَنَجَاةَ الاَرْوَاحِ وَاللّٰهُ اَسْأَلُ اَنْ يَّنْفَعَ بِهٖ عِبَادَهُ وَيُدِيْمَ بِهِ الاِفَادَةَ.

ترجمہ:۔ تو میں نے خدائے تعالیٰ سے مدد طلب کی اور ثواب کے تلاش وجستجو میں دوستوں کی خواہش پوری کرنے کو منظور کرلیا میں اس کتاب میں بلا طوالت کے ان ہی اقوال کو بیان کروں گا جس کی صحت پر اہل ترجیح نے وثوق وجزم کیا ہے اور میں نے اس کتاب کا نام نور الایضاح اور نجات الارواح تجویز کیا ہے اور اللہ سے درخواست ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اس کتاب سے فائدہ پہونچائے اور اس کے فائدے کو دائم وقائم اور جاری وساری رکھے۔

تشریح ومطالب:۔ اس جگہ سے مصنفؒ بطور خاص ایک بات کو ذکر کر رہے ہیں اور وہ یہ کہ عام طور سے لوگ اس بات کا خیال نہیں رکھ پاتے کہ کس کے قول کو ذکر کریں اور کن لوگوں کے اقوال کو ترک کردیں اور اس سے صحیح وسقیم دونوں اقوال آجاتے ہیں اور کتاب بھی طویل ہو جاتی ہے اور پڑھنے والا بھی الجھن میں پڑ جاتا ہے اور اس کے درمیان کوئی فرق نہیں کرپاتا۔ اس لئے مصنفؒ نے الاماجزم الخ سے اس بات کو واضح کردیا کہ اس کتاب میں وہی باتیں اور انہی مسائل کو لایا جائے گا جس کے صحت پر اہل ترجیح نے اعتبار کیا ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے۔ فقہ کے ماہرین کو سات طبقوں میں تقسیم کردیا گیا ہے پانچویں طبقہ کو اہل ترجیح کہا جاتا ہے اور وہ وہ حضرات ہیں جو ایک روایت کو دوسری روایت پر اس طرح ترجیح دیتے ہیں کہ یہ قول درایت کی رو سے اولیٰ یا اصح ہے یا روایت کی رو سے اوضح۔ یا قیاس کے زیادہ مناسب ہے یا عوام الناس کے آسان اور سہل۔ اہل ترجیح میں سے علامہ ابن الہمام صاحب فتح القدیر، ابوالحسن صاحب قدوری وغیرہ شمار کئے جاتے ہیں۔ مصنفؒ نے یہاں اہل ترجیح کا ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ اگر اس کتاب میں کوئی ایسا مسئلہ نظر آجائے کہ جو روایت کی رو سے خلاف ہو تو اس وقت اعتراض نہ کیا جائے اس لئے کہ یہ مسئلہ اہل ترجیح کی

نظر میں روایت سے زیادہ درایت کی رو سے قوی تھا اس لئے یہاں وہی ذکر کر دیا گیا، اسی طرح اگر کوئی مسئلہ ایسا آجائے جو قیاس کے خلاف ہو اس وقت ہرگز یہ خیال نہ کیا جائے کہ غلط ہے بلکہ اہل ترجیح کے نزدیک عوام کیلئے زیادہ آسان تھا اگرچہ قیاس کے خلاف تھا اس لئے آسان کو وہاں پر بیان کر دیا لیکن یہاں پر یہ سوال ہرگز نہ کیا جائے کہ اہل ترجیح روایت کو کیوں ترک کر کے درایت پر عمل کرنے کو کہتے ہیں، جبکہ درایت روایت کے خلاف ہے۔ اہل ترجیح اس وجہ سے ایسا کرتے ہیں کہ دونوں صحیح ہے مگر ایک صورت مشکل ہے اور ایک آسان اس لئے وہ آسان صورت کو اختیار کرنے اور اس پر عمل کو کہتے ہیں نہ کہ اس بات کے کرنے کو کہتے ہیں جس کی شریعت میں اجازت نہیں ہے مصنف اس سے قاری کو متنبہ کرنا چاہ رہے ہیں اور اس بات کو بتا دینا مناسب خیال کر رہے ہیں اس لئے کہ اس کتاب کا مقصد ایک یہ بھی ہے کہ مبتدی طلبہ آسانی سے مسائل کا استحضار کر لیں اگر اسے نہ ذکر کرتے تو طلبہ اس جگہ پہونچ کر مشکلات کا سامنا کرتے۔ واللہ اعلم

ماہرین کے سات طبقے یہ ہیں (۱) **مجتہد مطلق یامجتہد فی الشرع**۔ ایسا فقیہ جو بلا تقلید کے محض قرآن پاک اور احادیث مقدسہ اور اجماع کی روشنی میں قواعد اور اصول اساسی کو خود مرتب و مدون کرے اور فروعی احکام کو ان کے ذریعہ مستنبط کرے۔ جیسے امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ۔ (۲) **مجتہد فی المذهب یامجتہد منتسب**۔ ایسا فقیہ جس نے کسی **مجتہد فی الشرع** کے اصول لے کر احکام کا استنباط کیا ہو جیسے امام ابو یوسفؒ، امام زفرؒ۔ یہ اصول میں عموماً امام ابو حنیفہؒ کے تابع رہے ہیں لیکن فروعی احکام میں خود مجتہد رہے ہیں (۳) **مجتہد فی المسائل یامجتہد فی المذهب**۔ ایسا فقیہ جو اپنے امام کے اصول لے کر صرف ایسے مسائل میں استنباط کرے جن کے متعلق کوئی روایت ان سے ثابت نہیں ایسے حضرات کسی ایسے مسئلے میں جس میں امام کی طرف سے کوئی تصریح ہو مخالفت نہیں کرتے خواہ یہ مسئلہ اصولی ہو یا فروعی، ان کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ ایسے مسائل میں جن میں امام سے کوئی روایت نہ ہو امام کے اصول و قواعد کو سامنے رکھ کر استنباط کریں مثلاً طحاوی، کرخی، شمس الائمہ حلوانی، شمس الائمہ سرخسی، فخر الاسلام بزدوی، قاضی خاں جیسے حضرات اسی درجہ کے ہیں (۴) **اصحاب التخریج**۔ وہ فقیہ جو محتمل اقوال اور ایسے مسائل کی تفصیل اور دلائل پیش کر سکیں جو چند احتمالات اور مختلف پہلو رکھتے ہوں جیسے ابو بکر رازیؒ (۵) **اہل ترجیح** اسکا تذکرہ پہلے کر چکا ہوں (۶) **مفتی**۔ یعنی ایسا عالم جو قوی، ضعیف، ظاہر روایت یا شاذ اور نادر میں امتیاز کر سکے جیسے صاحب کنز الدقائق، صاحب نقایہ، صاحب نور الایضاح، یا مصنف در مختار وغیرہ (۷) ایسے مقلد جو رطب ویابس صحیح و سقیم وغیرہ میں کچھ بھی امتیاز نہ کر سکیں، انکا مبلغ علم صرف اتنا ہو کہ مسائل حاضرہ کے متعلق نقول پیش کر سکیں جیسے دور حاضر کے مفتی صاحبان۔ (نور الایضاح، بحوالہ ردالمختار)

سمیتہ نور الایضاح الخ۔ علم ایک نور ہے اور اس پر عمل کرنے سے انسان فلاح یاب ہو سکتا ہے اس لئے مصنف نے اس کتاب کا نام نور الایضاح کے ساتھ ساتھ نجات الارواح رکھا، مصنف نے جس کی دعاء بارگاہ ایزدی میں کی تھی وہ بحمد للہ بارگاہ خداوندی میں مقبول ہو گئی اس لئے نور الایضاح ایک مقبول ترین کتاب درسیات میں مانی جاتی ہے اور ہر مدرسہ میں اسکی تعلیم دی جاتی ہے، بارگاہ صمدی میں احقر بھی تمنا لئے ہوئے عرض کرتا ہے کہ میری یہ کاوش بھی قبولیت کی نگاہ میں دیکھی جائے لوگ اس سے خوب استفادہ کریں، ساتھ ہی ساتھ نجات کا بھی ذریعہ بنے۔ آمین! یارب العالمین۔

کِتَابُ الطَّہَارَۃِ

پاکی کے مسائل کا بیان

متقدمین کے یہاں ایک طریقہ اور قاعدہ رہا ہے کہ جب وہ کسی کتاب کو لکھتے ہیں تو اس میں عنوان کے طور پر چند چیزوں کو ذکر کرتے تھے۔ باب، فصل، کتاب۔ جہاں لفظ باب استعمال کرتے ہیں اسکے اندر متحد الانواع مسائل ذکر کرتے ہیں جیسے باب الوضوء اور جہاں لفظ فصل لکھتے ہیں وہاں متحد الصنف مسائل لاتے ہیں اور جہاں کتاب کا تذکرہ کرتے ہیں وہاں مختلف الانواع مسائل لاتے ہیں لیکن کبھی کبھی باب کتاب کی جگہ استعمال کرتے ہیں (تقریر بخاری حضرت مدنیؒ) کتاب اور کتابت دونوں کے معنی جمع کرنے کے آتے ہیں کتاب کو کتاب اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اسمیں بہت سی باتیں جمع ہوتی ہیں، کتاب کے اندر ہر طرح کا مسئلہ ذکر کیا جاتا ہے، طہارت اگر "طاء" کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس صورت میں آلہ طہارت مراد ہوگا یعنی جس سے پاکی حاصل کی جائے، اور اگر فتحہ کیساتھ ہے تو اس صورت میں مصدر ہوگا اور اسکے معنی ہوں گے پاک ہونا، پاکی۔ اور اگر فتحہ کیساتھ ہے تو اس صورت میں وہ پانی ہوگا جو وضوء کرنے کے بعد بچ جائے۔ (مراقی الفلاح) اصطلاح میں طہارت کے معنی حدث اکبر اور حدث اصغر سے پاک ہونا۔

مصنفؒ نے مقدمہ میں کہا تھا کہ یہ رسالہ عبادات کے بیان میں لکھا گیا ہے، اور یہاں پر طہارت کو بیان کر رہے ہیں حالانکہ طہارت کہاں عبادت کہاں؟ آخر مصنفؒ نے ایسا کیوں کیا؟ اسکے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں ایک یہ کہ نماز ایک عظیم الشان عبادت ہے اور اس تک رسائی یوں نہیں ہو سکتی، اسی لئے قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم الآیۃ۔ یعنی جب نماز ادا کرنے کا ارادہ کرو تو اپنے چہرے کو دھوؤ الخ صرف یہ نہیں فرمایا گیا کہ نماز یوں ہی پڑھ لو اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ عبادت کے لئے طہارت ضروری ہے اس لئے پہلے طہارت ذکر کریں گے پھر بعد میں عبادت کا بیان کریں گے، نیز ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طہارت ایمان کا نصف (یا جزو) ہے (مسلم شریف) امام غزالیؒ نے اس حدیث کی تشریح اس طور پر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ طہارت کو نصف ایمان اسلئے کہا گیا کہ ایمان کے ہر درجہ میں نصف طہارت ہے (معارف مدنیہ جلد دوم) ابھی ایک بات باقی رہ گئی وہ یہ کہ اس کتاب الطہارت کے ذیل میں مختلف قسم کی طہارتوں کا ذکر کریں گے اس لئے ضروری تھا کہ اسکی جمع طہارات لاتے حالانکہ مصنفؒ نے لفظ طہارت کو ذکر کیا ہے جو مفرد ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مصدر ہے اور مصدر تثنیہ اور جمع نہیں ہوا کرتا اور یہ اسم جنس ہوا کرتا ہے اور اسم جنس تمام کو علی الاطلاق شامل ہوا کرتا ہے اسی لئے یہاں پر جمع نہیں لائے۔ اسکا ایک جواب اور اس طرح دیا جاسکتا ہے کہ مصنفؒ نے شروع ہی میں کتاب کا ذکر کر دیا ہے جس سے یہ بات خود ہی واضح ہو جاتی ہے کہ پاکی کی مختلف قسمیں بیان کی جائیں گی لیکن پہلا جواب زیادہ مناسب اور صحیح ہے صاحب شرح وقایہ نے اسی کو لیا ہے۔

اَلْمِيَاهُ الَّتِي يَجُوْزُ بِهَا التَّطْهِيْرُ سَبْعَةُ مِيَاهٍ مَاءُ السَّمَاءِ وَمَاءُ الْبَحْرِ وَمَاءُ النَّهْرِ وَمَاءُ الْبِئْرِ وَمَاءٌ ذَابَ مِنَ الثَّلْجِ وَمَاءُ الْبَرْدِ وَمَاءُ الْعَيْنِ.

ترجمہ:۔ وہ پانی جس سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے وہ پانی سات قسم کا ہے (۱) آسمان کا پانی (۲) دریا کا پانی (۳) نہر کا پانی (۴) کنویں کا پانی (۵) برف سے پگھلا ہوا پانی (۶) اولے کا پانی (۷) چشمہ کا پانی۔

تشریح و مطالب:۔ (ح-۱) آسمان کا پانی اس وجہ سے پاک ہے کہ قرآن کریم میں اس کے بارے میں صراحت موجود ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وانزلنا من السماء ماءً طهوراً الخ اس آیت سے بارش کا پانی پاک ہو گیا اور اس میں کسی قسم کا اشکال نہ رہا، سمندر کا پانی بھی پاک ہے اور اسے اس وجہ سے بیان کیا کہ اس پانی میں کڑواپن ہوتا ہے اور اسکے مزے میں بھی ایک قسم کا تغیر ہوتا ہے اسی لئے صحابہ کرامؓ نے اس کے بارے میں سوال کیا اس لئے کہ اس میں جو جانور رہتے ہیں ان میں بعض ناجائز اور حرام ہیں اسی طرح اس میں باہر سے بھی گندگی ڈالی جاتی ہے اس لئے اس میں شک پیدا ہو گیا نیز ایک حدیث میں اس کو نار کہا گیا ہے اس لئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا هو الطهور ماء ہ یعنی اس کا پانی پاک ہے۔ ترمذی

ماء ذاب من الثلج:۔ میں الثلج کی قید اس وجہ سے لگائی کہ اس پانی سے وضوء جائز نہیں جو نمک سے نکلا ہو اور نمک سے پانی نکلتا ہے اس لئے اس کو بطور قید کے ذکر کر دیا تاکہ اب احتمال باقی نہ رہ جائے میاہ ماء کی جمع ہے اصل میں مواہ تھا اور امواہ جمع قلت ہے۔ پانی کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ وہ ایک جوہر ہے جو لطیف و شفاف اور سیال ہو۔

ثُمَّ الْمِيَاهُ عَلٰى خَمْسَةِ اَقْسَامٍ طَاهِرٌ مُطَهِّرٌ غَيْرُ مَكْرُوْهٍ وَهُوَ الْمَاءُ الْمُطْلَقُ وَطَاهِرٌ مُطَهِّرٌ مَكْرُوْهٌ وَهُوَ مَا شَرِبَ مِنْهُ الْهِرَّةُ وَنَحْوُهَا وَكَانَ قَلِيْلاً وَطَاهِرٌ غَيْرُ مُطَهِّرٍ وَهُوَ مَا اسْتُعْمِلَ لِرَفْعِ حَدَثٍ اَوْ لِقُرْبَةٍ كَالْوُضُوْءِ عَلَى الْوُضُوْءِ بِنِيَّتِهٖ وَيَصِيْرُ الْمَاءُ مُسْتَعْمَلاً بِمُجَرَّدِ انْفِصَالِهٖ عَنِ الْجَسَدِ.

ترجمہ:۔ پھر پانی کی پانچ قسمیں ہیں (۱) پاک ہو پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ کراہت سے خالی ہو اور وہ ماء مطلق ہے (۲) پاک ہو پاک کرنے کی اہلیت رکھتا ہو لیکن اس پانی میں کراہت ہو اور وہ ایسا پانی ہے کہ جسے بلی نے پی لیا ہو یا بلی جیسے دوسری جانور نے اور وہ پانی تھوڑا رہا ہو (۳) خود پاک ہو مگر دوسرے کو پاک کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور وہ ایسا پانی ہے جس کو حدث کے رفع کرنے یا قربت و ثواب کے قصد سے استعمال کیا گیا ہو جیسے وضوء پر وضوء ثواب کی

(حاشیہ ۱-) جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ نماز کے لئے طہارت ضروری ہے تو اب یہ بتلا دینا ضروری تھا کہ کن کن چیزوں سے طہارت حاصل کی جا سکتی ہے لہٰذا مصنفؒ نے سب سے پہلے ان چیزوں کا ذکر کیا جس سے طہارت حاصل کی جا سکتی ہے اس پر ایک اشکال پڑتا ہے کہ پانی کے علاوہ مٹی سے طہارت حاصل کی جا سکتی ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ فان لم تجدوا ماءً فتيمموا صعيداً طيباً۔ اس لئے مصنف کو مٹی کا بھی ذکر کرنا چاہئے تھا؟ اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں پہلے پانی کا ذکر ہے بعد میں مٹی کا اسلئے پہلے پانی کے احکام بیان کرتے ہیں بعد میں مٹی کا بیان کریں گے۔ مصنفؒ نے ماء العین کہا ہے یعنی پانی کو اضافت کے ساتھ ذکر کیا ہے تو یہاں پر کون سی اضافت مراد ہے آیا تعریف کے لئے ہے یا تقیید کیلئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر تعریف کیلئے ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ تقیید کے لئے ہوگی تو اسے پانی نہیں کہا جا سکتا بلکہ ماء گلاب کی طرح خاص کرنا پڑے گا۔ (حاشیہ نور الایضاح)

نیت سے۔ اور پانی مستعمل ہو جاتا ہے بدن سے جدا ہوتے ہی۔

تشریح و مطالب :۔ ثم المیاہ الخ اب یہاں سے مصنفؒ پانی کے اقسام باعتبار طہارت، نجاست اور کراہت کے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ مطلق پانی سے مراد وہ پانی ہے کہ جب صرف پانی کہا جائے تو اول مرحلہ میں ذہن اسی کی طرف جائے اس لئے دیگر پانیوں کو اضافت تقییدی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے جیسے سونف کا پانی، گلاب کا پانی (مراقی الفلاح) بلی کا جھوٹا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ گھر میں ہر وقت آتی جاتی رہتی ہے اگر اس کے جھوٹے کو ناپاک قرار دے دیا جائے تو اس سے بہت نقصان ہوں گے اس کے بارے میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک سور ہرۃ طاہر لیکن مکروہ ہے۔ بعض امام کا قول یہ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور امام کرخی کا مسلک یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے اور یہی مناسب بھی ہے لیکن امام مالک تو تمام درندوں کا جھوٹا پاک قرار دیتے ہیں الا خنزیر۔ اور امام شافعیؒ سوائے کتے اور خنزیر کے اور تمام کے جھوٹے کو پاک قرار دیتے ہیں اور سور ہرۃ کو بلا کراہت پاک مانتے ہیں، لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس وقت مکروہ ہوگا جب دوسرا پانی موجود ہو اور اگر سامنے چوہا کھا کر پانی میں منھ ڈالدے اس وقت نجس ہو جائے گا (معارف مدنیہ) (۱) بلی جیسے جانور سے مراد مرغی، شکاری پرندے، سانپ، چوہا اور ایسے حرام جانور جن میں بہتا خون ہو مگر ان سے بچنا مشکل ہے۔ ہاں رہے وہ جن میں بہتا خون نہیں ہے جیسے مکھی، مکڑی، مچھر وغیرہ تو ان کا جھوٹا ناپاک نہیں بلکہ اگر وہ مر بھی جائیں تب بھی پانی ناپاک نہیں ہوتا (ایضاح الاصباح) بحوالہ ط۔م۔ مگر یہ خیال رہے کہ یہ احکام گھریلو بلی کے بارے میں ہیں جنگلی بلی کا جھوٹا ناپاک ہے۔

کان قلیلاً :۔ یہ قید اس وجہ سے لگائی کہ اگر ماء کثیر ہو تو اس میں کوئی نقصان نہیں آتا، اس کے بارے میں ظاہر مذہب یہ ہے کہ جس کو دیکھنے والا قلیل سمجھے اس کی تفصیل آگے آرہی ہے وہاں بیان کی جائے گی۔

طاہرٌ غیر مطہر یعنی بنفس ذاته تو وہ پاک ہے مگر اس کے اندر اب اس بات کی اہلیت باقی نہیں رہی کہ اس سے پاکی حاصل کی جاسکے اور اسکی وجہ جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب مسلم یا مؤمن وضو کرتا ہے اور اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو ہر خطا اس سے نکل جاتی ہے پانی ہی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطروں کے ساتھ، اسیطرح اور اعضاء کے لئے ارشاد فرمایا ترمذی۔ اسی طرح نسائی کی ایک حدیث میں آتا ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم ہاتھ دھوتے ہو تو اسکے ساتھ ہی ساتھ ناخون سے بھی خطایا نکل جاتے ہیں اسی طرح اور اعضاء کے بارے میں فرمایا چنانچہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی طرف ایک واقعہ منسوب کیا جاتا ہے اور آپ کے کشفی حالات کو بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی وضو کر رہا تھا آپ نے اس سے فرمایا کہ والدین کی نافرمانی چھوڑ دو اس لئے کہ امام صاحب دیکھ رہے تھے کہ تمام گناہ وضو سے نکل رہے ہیں مگر والدین کی نافرمانی باقی ہے اور اس کا گناہ اپنی جگہ بر قرار ہے ان باتوں کے جان لینے کے بعد اب اس کے غیر مطہر ہونے کی وجہ سمجھ میں آگئی ہوگی۔

دفع حدث وبنیته :۔ کی قید اس وجہ سے لگانے کی ضرورت پیش آئی نیز ایک بات جان لینی ضروری ہے اور وہ یہ کہ لگاتار وضو کرنا مکروہ ہے لیکن اگر مجلس بدل گئی ہو تو اس صورت میں کراہت سے بچ جائیگا (حاشیہ نور الایضاح)

ویصیر الماء مستعملاً الخ یہاں سے مصنفؒ صرف ماء مستعمل کی تعریف کر رہے ہیں کہ پانی کب غیر مطہر ہو گا آیا ایک جگہ سے جدا ہونے کی وجہ سے یا بدن سے الگ ہو جانے کے وقت۔ چونکہ بعض حضرات اسی کے قائل تھے کہ ایک جگہ سے منتقل ہونے کے بعد پانی مستعمل کہلاتا ہے۔ لیکن حضرت مصنف ان لوگوں کی تردید کرتے ہیں کہ نہیں پانی اس وقت مستعمل کہلائے گا جب بدن سے جدا ہو جائے، یہاں پر ایک بات اور جان لینی ضروری ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر بنیت وضو یا بنیت ازالہ حدث کیا ہے اسوقت وہ پانی مستعمل کہلائے گا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک بھی اگر ازالہ حدث کی نیت سے کیا ہے تو پانی مستعمل کہلائے گا۔

وَلاَ یَجُوْزُ بِمَاءِ شَجَرٍ اَوْ ثَمَرٍ وَلَوْ خَرَجَ بِنَفْسِہٖ مِنْ غَیْرِ عَصْرٍ فِی الْاَظْھَرِ وَلاَ بِمَاءٍ زَالَ طَبْعُہٗ بِالطَّبْخِ اَوْ بِغَلَبَۃِ غَیْرِہٖ عَلَیْہِ وَالْغَلَبَۃُ فِیْ مُخَالَطَۃِ الْجَامِدَاتِ بِاِخْرَاجِ الْمَاءِ عَنْ رِقَّتِہٖ وَسَیَلاَنِہٖ وَلاَ یَضُرُّ تَغْیِیْرُ اَوْصَافِہٖ کُلِّھَا بِجَامِدٍ کَزَعْفَرانٍ وَفَاکِھَۃٍ وَوَرَقِ شَجَرٍ وَالْغَلَبَۃُ فِی الْمَائِعَاتِ بِظُھُوْرِ وَصْفٍ وَاحِدٍ مِنْ مَائِعٍ لَہٗ وَصْفَانِ فَقَطْ کَاللَّبَنِ لَہُ اللَّوْنُ وَالطَّعْمُ وَلاَ رَائِحَۃَ لَہٗ وَبِظُھُوْرِ وَصْفَیْنِ مِنْ مَائِعٍ لَہٗ ثَلاَثَۃٌ کَالْخَلِّ وَالْغَلَبَۃُ فِی الْمَائِعِ الَّذِیْ لاَوَصْفَ لَہٗ کَالْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ وَمَاءِ الْوَرْدِ الْمُنْقَطِعِ الرَّائِحَۃِ تَکُوْنُ بِالْوَزْنِ فَاِنْ اخْتَلَطَ رِطْلاَنِ مِنَ الْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ بِرِطْلٍ مِنَ الْمُطْلَقِ لاَیَجُوْزُ بِہِ الْوُضُوْءُ وَبِعَکْسِہٖ جَازَ۔

ترجمہ:۔ درخت اور پھل کے پانی سے وضو جائز نہیں ہے اگرچہ بلا نچوڑے نکلا ہو، ظاہر روایت کی رو سے اور اس پانی سے بھی وضو جائز نہیں ہے کہ جس کی ماہیت اصلی پکانے کی وجہ سے ختم ہو گئی ہو یا کسی دوسری چیز کے اس کے اوپر غالب آجانے کی وجہ سے۔ منجمد چیزوں کے ملنے میں غالب آنے کا مطلب یہ ہے کہ پانی کا رقت و سیلان بدل جائے اور جامد چیزوں کے ملنے کی وجہ سے اس کے تمام اوصاف کا بدل جانا کوئی مضر نہیں جیسے زعفران، پھل، درخت کا پتہ اور بہنے والی چیزوں میں غلبہ کی صورت یہ ہوگی کہ اگر اس کے دو اوصاف ہیں تو ایک وصف پانی میں ظاہر ہو جائے جیسے دودھ کہ اس میں رنگ اور مزہ دونوں ہوتا ہے لیکن اس میں بو نہیں پائی جاتی، اور جس میں تین اوصاف ہوں اس میں دو کے بدل جانے سے غلبہ تسلیم کر لیا جاتا ہے جیسے سرکہ اور جس بہنے والی چیز میں کوئی وصف ہی نہ ہو جیسے استعمال شدہ پانی اور عرق گلاب جس کی خوشبو ختم ہو گئی ہو اس میں غلبہ کا اعتبار وزن سے ہو گا تو اگر استعمال شدہ پانی کا دو رطل ایک رطل ماء مطلق میں مل جائے تو اس پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہو گا ہاں اگر اسکے برخلاف ہو تو درست ہو گا۔

تشریح و مطالب:۔ اب یہاں سے مصنفؒ ان پانیوں کا ذکر اور ان کے احکامات کو بیان کر رہے ہیں جو اضافت تقییدی کے ساتھ موسوم ہیں گویا کہ جو احکامات یہاں سے بیان کر رہے ہیں وہ پانی کی تیسری قسم ہے اس لئے درخت سے نکلے ہوئے کو کوئی پانی نہیں کہتا بلکہ اس کو عرق اور رس کہا جاتا ہے۔

فی الاظھر:۔ کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس کے خلاف بھی ایک قول ہے لیکن وہ درست اور قابل عمل نہیں ہے، درخت کا پانی جیسے کیلے کے درخت سے پانی نکلتا ہے، پھل کا پانی جیسے تربوز۔ پانی کی طبیعت اصلیہ یہ ہے جسے مراقی الفلاح نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے رقیق ہونا، بہنا، سیراب کرنا اور اگانا۔ پکانے کی صورت میں

اس وقت اس کے اندر اگانے کی صلاحیت رہ جاتی ہے نہ سیراب کرنے کی اسی طرح اس کے اندر رقت نہیں رہ جاتی نیز بالطبخ کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر اس میں چنا وغیرہ کو بھگو دیا جائے تو اس پانی سے وضو کرنا اور حدث کو زائل کرنا جائز و درست ہوگا اور اسکے پاک ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں رہتا۔ اس لئے کہ صرف بھگونے کی وجہ سے اس کا اثر اس میں نہیں آتا اور جب اس کا رس پانی میں پکا دیا جاتا ہے تو وہ پکنے کی وجہ سے اس کے اثرات پانی میں آجاتے ہیں لیکن اگر پکانے میں یہ نیت ہو کہ پانی میں نکھار پیدا ہو جائے جیسے بیری کی پتی ڈال کر میت کے لئے پانی پکایا جاتا ہے تو اس صورت میں کوئی اشکال نہیں ہے اس لئے کہ اس سے مقصود پانی کی طہارت ہوتی ہے نہ کہ بیری کے پتی کے۔ اور چنا وغیرہ میں جو پکایا جاتا ہے وہاں اصل مقصود چنا اور دال ہوتی ہے دوسری بات یہ ہے کہ پکانے کی وجہ سے اس چیز کے تمام اجزاء پانی میں آجاتے ہیں اور صرف پانی میں کسی چیز کے ڈال دینے سے یہ بات نہیں ہوتی۔

والغلبة الخ :۔ اب یہاں سے ان صورتوں کو بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ جو بلا پکائے ہوئے پیش آجاتی ہیں اور اسکے ملنے کی وجہ سے پانی کا اثر بدل جاتا ہے لیکن یہ غلبہ صرف ایک طرح کا نہیں ہے بلکہ اسکے مختلف اقسام ہیں اسلئے اب یہاں انکی ہر اقسام کو الگ الگ ذکر کر رہے ہیں۔ اگر پانی میں کوئی جامد چیز مل گئی ہو جس کی وجہ سے اب پانی میں تغیر واقع ہو گیا ہو اس کی رقت باقی نہ رہی ہو مثلاً اگر اسے کپڑے میں ڈال کر چھانا جائے تو وہ اس سے نہ نکلے۔ اسی طرح اگر اسے کسی عضو پر ڈالا جائے تو وہ وہاں سے دوسری جگہ نہ جائے بلکہ وہ وہیں پر رکا رہے لیکن اگر ان دونوں اوصاف میں کوئی فرق نہیں آیا ہے تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہی سمجھا جائیگا کہ شئی قلیل کی ملاوٹ ہوئی ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ **هکذا فی الجوهرة**

والغلبة فی المائعات الخ :۔ اب یہاں سے ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں جو از قبیل مائعات ہیں لیکن مائعات کی کئی قسمیں ہیں لہذا ہر ایک کو الگ الگ بیان کر رہے ہیں۔ بعض وہ ہیں جن میں دو وصف ہے اس میں ایک وصف کے بدل جانے سے پانی کا حکم بدل جائے گا جیسے دودھ کہ اس میں صرف رنگ یعنی سفید ہوتا ہے اور مزہ ہوتا ہے اور ایک وہ ہے کہ اس کے تین اوصاف ہیں رنگ، مزہ، بو۔ جیسے سرکہ کہ اس میں یہ تینوں اوصاف پائے جاتے ہیں اب اگر سرکہ کے دو وصف پانی میں غالب آگئے تو پانی پانی نہ رہا بلکہ اب مقید ہو جائیگا اس لئے کہ ملنے والی شئی زیادہ ہو گی اور اکثر کا حکم کل پر لگا دیا جاتا ہے لیکن بعض چیزیں وہ ہوتی ہیں کہ جن میں ان اوصاف میں سے کوئی وصف پایا ہی نہیں جاتا اس میں غلبہ کا اعتبار پیمائش اور ناپ تول کے ذریعہ کیا جائیگا جیسے استعمال شدہ پانی کہ اس میں نہ مزہ ہے نہ رنگ ہے اور نہ بو ہے یعنی اس میں کوئی تغیر نظر نہیں آرہا ہے تو اب اس میں کثرت اور قلت کا اعتبار کیا جائے گا مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ اگر دو کلو ماء مستعمل ایک کلو ماء مطلق میں مل گیا تو اس سے وضو کرنا یا حدث کا زائل کرنا درست نہ ہوگا لیکن اگر بجائے ماء مستعمل دو کلو ہونے کے ایک کلو ہو اور ماء مطلق دو کلو تو وضو وغیرہ کرنا صحیح ہوگا۔

اسے یوں سمجھ لیجئے کہ جو چیز مل رہی ہے اس کی چند ہی صورتیں ہوں گی وہ یا تو منجمد ہو گی یا بہتی ہوئی ہو گی پھر اگر وہ تر ہے تو اس کی چند صورتیں ہوں گی یا تو اس کے اوصاف تین ہوں گے یا دو ہوں گے یا کوئی ایک وصف ہو گا یا کوئی وصف ہی نہیں ہوگا۔ اب اگر کوئی شئی منجمد مل جائے تو اس صورت میں صرف رقت اور سیلان کا اعتبار کیا جائے گا اگر

ان دونوں میں کوئی فرق اور تغیر نہیں آیا ہے تو اس سے وضو کرنا جائز ہے ورنہ جائز نہ ہوگا ہاں اگر ملنے والی چیز جامد نہیں ہے بلکہ بہنے والی ہے تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اگر اس کے تین وصف ہیں تو دو وصف اور اگر اس کے دو وصف ہیں یا ایک وصف ہے تو اگر صرف ایک وصف پانی میں سرایت کر گیا تو وضو جائز نہیں اور اگر وہ ملنے والی چیز اس قسم کی ہے کہ اس میں کوئی وصف ہی نہیں ہے تو ایسی صورت میں اجزاء کا اعتبار کیا جائے گا اور اگر ملنے والے اجزاء کم ہیں تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ هكذا في ايضاح الاصباح لمولانا محمد میاںؒ

وَالرَّابِعُ مَاءٌ نجسٌ وَهُوَ الَّذِیْ حَلَّتْ فِیْهِ نَجَاسَةٌ وكَانَ رَاكِدًا قَلِیْلاً وَالْقَلِیْلُ مَادُوْنَ عَشْرٍ فِی عَشْرٍ فَینجسُ وَاِنْ لَمْ یَظْهَرْ اثرُهَا والاثرُ طعمٌ او لونٌ او ریحٌ والْخَامسُ ماءٌ مشكوكٌ فی طَهُوْرِیَّتِهِ وَهُوَ مَا شَرِبَ مِنْه حِمارٌ اَوْ بَغْلٌ.

ترجمہ:۔ چوتھا ناپاک پانی وہ پانی ہے جس میں نجاست سرایت کر گئی ہو اور وہ ٹھہرا ہوا کم پانی ہو اور قلیل وہ پانی ہے جو دہ دردہ سے کم ہو تو یہ پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ اس میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہوا ہو یا پانی بہنے والا ہو اور اس میں ناپاکی کا اثر ظاہر ہو گیا ہو اور اثر سے مراد رنگ مزہ بو ہے۔ پانچویں وہ پانی جسکے پاک ہونے میں شک ہو گیا ہو اور وہ ہے کہ جسے گدھے یا خچر نے پی لیا ہو۔

تشریح و مطالب:۔ اب یہاں سے مصنفؒ چوتھی قسم بیان کر رہے ہیں راکدا کیساتھ قلیلاً کی قید لگادی اس لئے کہ ماء راکد کی دو قسمیں ہیں قلیل اور کثیر، یہاں پر جو قسم بیان کرنا چاہ رہے ہیں وہ قلیل ہے اس لئے یہ شرط لگادی۔ مقدار قلیل اور کثیر میں مختلف اقوال ہیں امام شافعیؒ قلتین کے علاوہ سب کو قلیل کہتے ہیں امام مالکؒ کے نزدیک قلیل اور کثیر میں کوئی فرق وامتیاز نہیں ہے امام ابو حنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ دیکھنے والا جس کو قلیل سمجھے وہ قلیل اور جسے کثیر گمان کرے وہ کثیر جیسا کہ امام اعظمؒ کی یہ عادت ہے کہ رائے مبتلا بہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔ دہ دردہ میں تحدید کرنے کا قول امام اعظمؒ کا نہیں ہے بلکہ امام محمدؒ کی طرف منسوب ہے جب اس کے بارے میں ان سے سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا كصحن مسجد هذا (معارف مدنیہ) لیکن اس میں پریشانی تھی تمام لوگ ایک طرح کے نہیں ہوتے اس لئے آسانی کے پیش نظر ایک قاعدہ بنا کر ایک اندازہ کر لیا گیا اور اسے دہ دردہ میں مقید کر دیا گیا۔ چونکہ مصنفؒ نے شروع میں بیان کر دیا ہے کہ انہی اقوال کو ذکر کروں گا جسے اہل ترجیح نے تسلیم کیا ہے اور اہل ترجیح کا ایک کام یہ بھی ہے کہ یہ بتائیں کہ عوام الناس کو آسانی کس میں ہے چونکہ آسانی اس میں تھی اس لئے اس کو ذکر کر دیا۔ اب حوض یا تالاب کی چند صورتیں ہیں یاد کر لیجئے تاکہ آسانی ہو اگر مربع ہو تو کم از کم دس ذرع لمبا دس ذرع چوڑا ہونا چاہئے لیکن اگر گول ہو تو اس کا دائرہ بیالیس ذرع ہونا چاہئے لیکن اگر سہ کونہ ہو تو اس صورت میں ہر جانب سے ساڑھے پندرہ گز ہونا چاہئے اور اگر ان صورتوں کے علاوہ اس کی صورت مستطیل کی ہیں تو اس وقت صرف یہ دیکھا جائے گا کہ ہر چہار جانب سے ملا کر دہ دردہ ہوتا ہے یا نہیں اگر ہو جاتا ہے تو کثیر ہے۔ شرح نقایہ، نور الاصباح

یہ تمام صورتیں اس کے چوڑائی اور لمبائی کی تھیں لیکن گہرائی کی صرف یہ مقدار ہونی چاہئے کہ چلو بھرتے وقت زمین نہ کھل جائے۔ مراقی

او جاریاالخ :۔ لیکن اگر ٹھہرا ہوا پانی نہیں ہے بلکہ وہ ماء جاری ہے تو اس صورت میں جب تک نجاست کا اثر اس میں نہ ظاہر ہو جائے وہ ناپاک نہیں ہو سکتا۔

والخامس :۔ مصنفؒ نے اس میں ماء مشکوک کا ذکر کیا ہے لیکن اس لفظ مشکوک کو ابو طاہر والیاسؒ نے پسند نہیں کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ شریعت کے کسی احکام میں شک نہیں۔ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ احتیاط کیا ہے اگر پانی ہو تو اسے استعمال نہ کرے اور اگر پانی نہ ہو تو اسے استعمال کرے اور تیمم کرلے۔ حاشیہ نور الایضاح

(فصل) وَالْماءُ الْقَلِيْلُ اِذَا شَرِبَ مِنْهُ حَيَوانٌ يَكُونُ عَلىٰ اَربَعَةِ اَقْسامٍ وَيُسَمّىٰ سُؤراً الاَوَّلُ طَاهِرٌ مُطَهِّرٌ وَهُوَ مَاشَرِبَ مِنْهُ آدَمِيٌّ اَوْ فَرَسٌ اَوْ مَايُوكَلُ لَحمُه والثّانِي نَجسٌ لَايَجُوْزُ اسْتِعْمَالُهُ وَهُوَ مَاشَرِبَ مِنْه الكَلْبُ اَوِ الْخِنزِيْرُ اَوْ شَيٌّ مِنْ سِباعِ الْبَهَائِمِ كالْفَهْدِ وَالذِّئْبِ .

ترجمہ:۔ فصل۔ جھوٹا پانی۔ ماء قلیل سے جب کسی جاندار نے پی لیا ہو تو اس پانی کی چار قسمیں ہونگی (۱) پاک ہو پاک کرنے والا ہو، اور وہ ایسا پانی ہے جسے کسی انسان نے پی لیا ہو یا گھوڑے نے پی لیا ہو یا اس جانور نے پی لیا ہو جس کا گوشت کھایا جاتا ہے (۲) دوسری قسم وہ ہے کہ ایسا پانی ہو جو ناپاک ہو کہ اس کا استعمال جائز نہ ہو اور وہ ایسا پانی ہے کہ جس کو کتے یا خزیر یا درندوں نے پی لیا ہو جیسے چیتا، بھیڑیا۔

تشریح و مطالب :۔ اب تک مصنفؒ پانی کے اقسام بیان کررہے تھے اب یہاں سے یہ بیان کررہے ہیں کہ پانی پاک تھا مگر وہ کون کون جانور ہیں کہ اگر وہ اس سے پانی پی لیں تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

مصنفؒ نے قلیل کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ اگر پانی زیادہ ہو (جیسا کہ اس کی مقدار ہم ابھی مع اختلاف بیان کر چکے ہیں) تو اس صورت میں ناپاک ہونے کا کیا سوال۔ اس لئے کہ کسی کے پینے سے اوصاف میں کیا تبدیلی ہوگی۔ آدمی کو مطلق ذکر اس وجہ سے کیا کہ انسان خواہ وہ مسلم ہو یا کافر جنبی ہو یا طاہر، عورت حیض کی حالت میں ہو یا حالت طہر میں، آدمی بڑا ہو یا چھوٹا ہر ایک کا جھوٹا پاک ہے۔ ہاں اگر کوئی انسان ایسی چیز کا استعمال کرتا ہے جو مسلمانوں کے نزدیک ناجائز اور حرام ہے تو اس کا جھوٹا اس وقت ناپاک ہوگا جب کہ اس شئی ممنوعہ کے بعد فوراً پانی پیا ہو (مراقی الفلاح) ظاہر روایت میں گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے امام ابو حنیفہؒ سے اس کے بارے میں چار اقوال منقول ہیں (۱) گھوڑے کے جھوٹے کے علاوہ سے وضو کرنا بہتر اور مناسب ہے (۲) اس کا جھوٹا استعمال کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس کا گوشت کھانا مکروہ ہے (۳) حمار کی طرح مشکوک ہے (۴) پاک ہے اسکا گوشت حلال ہے اسکا جھوٹا بھی پاک ہے۔ اس لئے کہ لعاب خون سے بنتا ہے اور گوشت بھی خون سے بنتا ہے اور پانی پینے کے وقت پانی میں لعاب ہی ملتا ہے اس لئے جب اس کا گوشت پاک ہے تو لعاب بھی پاک ہوگا۔ کتے اور خنزیر کا جھوٹا ناپاک ہے کتے کے جھوٹے کے بارے میں امام مالکؒ کے چار اقوال ہیں (۱) مطلقاً پاک ہے (۲) مطلقاً نجس ہے (۳) جس کتے کا پالنا جائز ہے اس کا جھوٹا بھی پاک ہے اور جس کا پالنا ناجائز ہے اس کا جھوٹا بھی ناپاک ہے (۴) کلب حضر کا جھوٹا نجس اور کلب بدوی کا طاہر۔ (معارف مدنیہ) امام شافعیؒ کتے کو نجس العین مانتے ہیں اس لئے اسکا جھوٹا بھی ناپاک۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ کتا نجس العین تو نہیں ہے لیکن اس کا جھوٹا طاہر بھی نہیں ہے بلکہ وہ نجس شمار کرتے ہیں۔

وَالثَّالِثُ مَكْرُوْهٌ اسْتِعْمَالُه مَعَ وُجُوْدِ غَيْرِهٖ وَهُوَ سُوْرُ الْهِرَّةِ وَالدَّجَاجَةِ الْمُخلَاةِ وَسِبَاعِ الطَّيْرِ كَالصَّقْرِ وَالشَّاهِيْنِ وَالْحِدَاةِ وَسَوَاكِنِ الْبُيُوْتِ كَالْفَارَةِ لَا الْعَقْرَبِ وَالرَّابِعُ مَشْكُوْكٌ فِيْ طُهُوْرِيَّتِهٖ وَهُوَ سُوْرُ الْبَغْلِ وَالْحِمَارِ فَاِنْ لَمْ يَجِدْ غَيْرَه تَوَضَّأَ بِهٖ وَتَيَمَّمَ ثُمَّ صَلّٰى.

ترجمہ:۔ تیسرے وہ کہ دوسرے پانی کے پائے جانے کے وقت اس کا استعمال کرنا مکروہ ہے اور وہ بلی یا کھلی پھرنے والی مرغی یا شکاری پرندوں مثلاً باز، شاہین، چیل یا گھروں میں رہنے والے جانور مثلاً چوہا نہ کہ بچھو۔ چوتھا وہ کہ اس کے مطہر ہونے کے بارے میں شک ہے اور وہ خچر اور گدھے کا جھوٹا ہے تو اگر اس کے علاوہ اور پانی نہ ملے تو اس سے وضوء کرلے پھر تیمم کرے اس کے بعد نماز ادا کرے۔

تشریح و مطالب:۔ بلی کے جھوٹے کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ پاک ہے لیکن مکروہ ہے امام طحاویؒ کا مسلک یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہے۔ امام کرخیؒ فرماتے ہیں کہ مکروہ تنزیہی ہے، امام مالک تمام سباع کے جھوٹے کو پاک قرار دیتے ہیں۔ امام شافعیؒ سور ہرہ کو بلا کراہت پاک قرار دیتے ہیں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس وقت مکروہ ہے جب دوسرا پانی موجود ہے لیکن اگر سامنے چوہا کھا کر پانی میں منہ ڈالدے تو اس صورت میں پانی نجس ہو جائے گا ہاں اگر دوسرا پانی موجود نہیں ہے تو اس وقت بلا کراہت سور ہرہ پاک ہے (معارف مدنیہ) لیکن اس سے مراد صرف گھریلو بلی ہے کیونکہ ہر وقت گھر میں آتی رہتی ہے رہا جنگلی بلی کا سوال تو اس کا جھوٹا ناپاک ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انما هي من الطوافين عليكم والطوافات اسلئے کہ اسے گھر میں آنے سے روکنا مشکل ہے اسلئے نجاست کے بجائے مکروہ قرار دے دیا گیا۔

چہارم ماء مشکوک۔ اس میں پہلے وضوء اس وجہ سے کیا جائے گا کہ اس کے ناپاک ہونے پر یقین کامل نہیں ہے اس لئے پہلے وضو کیا جائیگا، تیمم اس وقت کے لئے ہے جب پانی نہ مل رہا ہو جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے فان لم تجدوا ماء فتيمموا صعيداً طيبا.

(فصل) لو اختلطَ اوان اَكثَرُها طاهرٌ تَحَرّٰى لِلتَّوَضُّوءِ والشُّربِ وَاِنْ كَانَ اَكثَرُهَا نَجساً لَايَتَحَرّٰى اِلاّ لِلشُّربِ وَفِي الثِّيَابِ الْمُخْتَلِفَةِ يَتَحَرّٰى سَوَاءٌ كَانَ اَكثَرُهَا طَاهِراً اَوْنَجساً.

ترجمہ:۔ اگر برتن آپس میں مل جائیں اور زیادہ تعداد پاک برتنوں کی ہو تو تحری کرے گا وضو اور پینے کیلئے۔ لیکن اگر اکثریت ناپاک برتنوں کی ہو تو صرف پینے کے لئے تحری کرے گا۔ اور ملے جلے کپڑوں میں تحری کریگا۔ اور ملے جلے کپڑوں میں تحری کرے اس بات کو بس پشت ڈال کر زیادہ تعداد طاہر کی ہے یا نجس کی۔

تشریح و مطالب:۔ اس فصل میں مصنفؒ یہ بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ اگر کچھ برتن رکھے ہوئے تھے اور کتے نے آکر اس میں منہ ڈال دیا تو اس صورت میں دو حال سے خالی نہیں ہوگا یا تو وہ برتن کثیر ہونگے یا قلیل اگر قلیل ہیں تو سوچ بچار کر نکال لے اور اس سے صرف وضو اور پانی پی سکتا ہے لیکن اگر ان برتنوں کی تعداد زیادہ ہو تو اس صورت میں صرف پینے کے لئے تحری کرے گا کیونکہ پانی کا قائم مقام مٹی موجود ہے لہذا مٹی سے تیمم

کرلے گا لیکن بغیر پیاس بجھائے چھٹکارا نہیں ہے اس لئے اس میں تحری کرے گا لیکن اگر یہی صورت کپڑوں میں پیش آجائے تو وہاں پر قلیل اور کثیر کی رعایت نہیں کی جائے گی اس لئے کہ ستر واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(فصل) تُنْزَحُ الْبِئْرُ الصَّغِيْرَةُ بِوُقُوْعِ نَجَاسَةٍ وَاِنْ قَلَّتْ مِنْ غَيْرِ الْاَرْوَاثِ كَقَطْرَةِ دَمٍ اَوْ خَمْرٍ وَبِوُقُوْعِ خِنْزِيْرٍ وَلَوْ خَرَجَ حَيًّا وَلَمْ يُصِبْ فَمُهُ الْمَاءَ وَبِمَوْتِ كَلْبٍ اَوْ شَاةٍ اَوْ آدَمِيٍّ فِيْهَا وَبِانْتِفَاخِ حَيَوَانٍ وَلَوْ صَغِيْراً وَمِائَتَا دَلْوٍ لَوْلَمْ يُمْكِنْ نَزْحُهَا۔

ترجمہ:۔ چھوٹے کنویں میں سے مینگنی کے علاوہ ہر نجاست کے گر جانے سے تمام پانی نکالا جائے گا مثلاً خون یا شراب کا ایک قطرہ۔ اور خنزیر کے گر جانے کی وجہ سے اگر چہ وہ زندہ ہی کیوں نہ نکل آئے اور اگر چہ اس کا منہ پانی تک نہ پہونچا ہو یا کتے یا بکری یا آدمی کے اس کنویں کے اندر مر جانے کی وجہ سے اور کسی جاندار کے پھول جانے کی وجہ سے اگر چہ وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو ان صورتوں میں دو سو ڈول نکالے جائیں گے اگر اس کنویں کا تمام پانی نکالنا ممکن نہ ہو۔

تشریح و مطالب:۔ کنواں چھوٹا ہو اور جو نجاست گر رہی ہے وہ مینگنی کے علاوہ ہو۔ مینگنی کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر گرنے والی چیز غیر جاندار ہے تو اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں جو پاک ہو۔ قلیل کی قید اس وجہ سے لگانی پڑی کہ ماء قلیل میں جو بھی نجاست گر جائے خواہ اس کا اثر ظاہر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ہر صورت میں وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے جیسا کہ ابھی گزرا لیکن یہاں پر لید کو اس وجہ سے الگ کر دیا کہ اس سے بچنا عموماً ممکن نہیں ہے اس لئے عموم بلویٰ کی وجہ سے اسے مستثنیٰ کر دیا لیکن اسے کب کثیر کہا جائے گا اس کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ ہر ڈول میں ایک مینگنی آئے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ دو اور بعض کی رائے یہ ہے کہ تین، مگر امام صاحب کا صحیح مسلک یہ ہے کہ رائے مبتلی بہ پر چھوڑ دیا جائے گا اگر وہ اسے کثیر سمجھ رہا ہے تو کثیر ہے ورنہ قلیل۔ چونکہ عام طور پر جنگل میں پانی کی پریشانی ہوتی ہے اور وہاں پر جانور ہوتے ہیں اور یہ بات بھی عام طور پر دیکھی جاتی ہیکہ ان کنوؤں میں مَن وغیرہ نہیں ہوتا اسوجہ سے اس میں گرنے کا امکان ہے اور وہاں پانی کی پریشانی ہوتی ہے اور شریعت مطہرہ انسان کو پریشانی میں مبتلا کرنا نہیں چاہتی اس لئے بھی اسے الگ کر دیا اب اگر گرنے والی چیز بے جان نہیں بلکہ گرنے والی چیز جاندار ہے تو اب دو چیزوں کا اعتبار کیا جائے اا ایک یہ کہ دیکھا جائے گا کہ وہ جاندار جو اس کے اندر گرا ہے وہ کس حالت میں نکلا ہے زندہ نکل گیا ہے یا مر گیا ہے یا مرنے کے ساتھ ہی پھول بھی گیا ہے۔ لیکن زندہ نکلنے کی صورت میں بھی یہ دیکھا جائیگا کہ اس کا بدن پاک ہے یا ناپاک۔ خنزیر چونکہ سرے سے ناپاک ہے اسلئے اسکے گرنے سے ہی پانی ناپاک ہو جائے گا ولو خرج حیاً کی قید اس وجہ سے لگائی کہ گرنے میں اکثر اعتبار اسکا کیا جاتا ہے کہ اسکا منہ پانی میں چلا گیا ہوگا۔ لیکن یہ نجس العین ہے خنزیر کا بدن ہی ناپاک ہے، لہذ العاب کا اعتبار تو بعد میں کیا جائیگا۔

سوال:۔ کتے کے گرنے سے تمام پانی کے نکالنے کا حکم کیوں لگایا؟

جواب:۔ اس لئے کہ ظاہر روایت کے بموجب یہ نجس العین نہیں ہے اور یہ زندہ نکل گیا ہے نیز عام طور پر ہر جانور منہ کو پانی میں نہیں ڈالتا اور اس کا لعاب نہیں ملتا اس لئے جب وہ زندہ نکل آیا تو ہو سکتا ہے کہ اس کا منہ پانی میں

نہ گیا ہو اس لئے اس میں تخفیف کردی گئی۔ یہ تو وہ جانور تھے جو حلال نہیں تھے لیکن اگر بکری گر جائے یا اسی طرح آدمی گر جائے تو اگر چہ اس کا منہ پانی میں کیوں نہ ڈوب گیا ہو اس کے باوجود ناپاک نہیں ہوگا، بکری تو اس طور پر کہ اس کا لعاب پاک ہے اس لئے کہ اس کا گوشت حلال ہے لیکن انسان کا گوشت تو حلال نہیں ہے لیکن وہ ایک معظم مخلوق ہے اور اس کا گوشت اس کی شرافت کی وجہ سے حلال نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ صورت نہیں ہے بلکہ اس میں وہ پھول بھی گیا ہے تو اس صورت میں تمام پانی نکالا جائے گا مگر ہر ایک کنواں ایسا نہیں ہوتا کہ اس کا تمام پانی نکال دیا جائے بلکہ بعض کنویں ایسے ہوتے ہیں کہ وہ خشک نہیں ہوسکتے لہٰذا اس کے لئے ایک مقدار متعین کرنی پڑی۔ اور وہ دوسو ڈول ہے اور ڈول میں اس ڈول کا اعتبار کیا جائے گا جو عام طور پر اس کنویں پر استعمال کیا جاتا ہے مرنے کی صورت میر تمام پانی نکالا جائے گا خواہ کنواں چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانۂ خلافت میں زمزم میں ایک حبشی گر کر مر گیا ابن زبیرؓ نے صحابہ کرام کی موجودگی میں اس کے پانی کو نکالنے کا حکم دیا تین دن تک پانی نکالا جاتا رہا مگر اس کا پانی ختم نہ ہوا دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ کعبہ کی جانب سے ایک سوت آرہا ہے جو بند نہیں ہوتا، تین دن تک پانی نکالتے نکالتے عاجز ہوگئے بالآخر اس کو چھوڑ دیا۔ ظاہر بات ہے کہ بیر زمزم میں پانی بہت تھا اس کے باوجود کسی صحابی نے نہیں ٹوکا اس لئے کہ ان کے نزدیک پانی ناپاک ہوگیا تھا۔ (معارف مدنیہ)

وَاِنْ مَاتَ فِيْهَا دَجَاجَةٌ اَوْ هِرَّةٌ اَوْ نَحْوُهُمَا لَزِمَ نَزْحُ اَرْبَعِيْنَ دَلْواً وَاِنْ مَاتَ فِيْهَا فَارَةٌ اَوْ نَحْوُهَا لَزِمَ نَزْحُ عِشْرِيْنَ دَلْواً وَكَانَ ذَالِكَ طَهَارَةً لِلْبِئْرِ وَالدَّلْوِ وَالرِّشَاءِ وَيَدِ الْمُسْتَقِيْ وَلَا تَنْجَسُ الْبِئْرُ بِالْبَعْرِ وَالرَّوْثِ وَالْخِثْيِ اِلَّا اَنْ يَّسْتَكْثِرَهُ النَّاظِرُ اَوْ اَنْ لَايَخْلُوَ دَلْوٌ عَنْ بَعْرَةٍ.

ترجمہ:۔ اور اگر اس میں مرغی یا بلی یا اس جیسا جانور مر جائے تو چالیس ڈول نکالا جائے گا اور اگر اس میں چوہیا اس جیسا جانور مر گیا تو بیس ڈول نکالا جائیگا اور یہ نکالنے سے کنویں، ڈول اور رسی اور نکالنے والے کے ہاتھ کی پاکی مان لی جائے گی اور کنواں مینگنی، لید، گوبر کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا مگر جب دیکھنے والا کثیر سمجھے یا یہ کہ کوئی ڈول اس سے خالی نہ آئے۔

تشریح ومطالب:۔ چونکہ گرنے والے جانور برابر درجہ کے نہیں ہوتے اس لئے ہر ایک کا حکم الگ الگ بیان کر رہے ہیں لیکن اگر گرنے والے زیادہ ہیں مثلاً ایک چوہے کے گرنے سے بیس ڈول نکالا جائے گا تو اگر ایک سے زائد گر جائیں تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر چار چوہے گر گئے ہوں تو یہ چار مل کر ایک مرغی کے حکم میں ہو جائیں گے اور ایک مرغی کے گرنے سے چالیس ڈول نکالا جاتا ہے لہٰذا اب چالیس ڈول نکالا جائے گا، پھر چار سے نو تک ایک مرغی کا حکم رہے گا اور دس چوہے ایک بکری یا ایک کتے کے حکم میں ہو جائیں گے اور بجائے چالیس کے دوسو ڈول نکالنا واجب ہوگا لیکن امام محمدؒ تین چوہے کو ایک مرغی کے حکم میں مانتے ہیں اور چھ چوہوں کو ایک بکری کا (مراقی) لیکن اگر کوئی جانور ایسا ہو جو نہ چوہے کی طرح ہو اور نہ بلی کی طرح بلکہ چوہے سے بڑا اور بلی سے چھوٹا ہو تو اسکا حکم چوہے کا حکم ہوگا اور بیس ڈول نکالا جائے گا اسی طرح اگر کوئی جانور بلی سے بڑا ہے لیکن بکری سے چھوٹا ہے تو اسے بلی کے حکم میں رکھ کر چالیس ڈول نکالا جائے گا۔ ھکذا اخذت من مراقی الفلاح

وکان ذلک:۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ بات

آجائے کہ جب اول دفعہ کنویں کی دیوار اور نکالنے والے کے ہاتھ میں بھی وہی پانی لگا ہے تو کیا اس مقدار کے نکال لینے کے بعد ان سب کو دوبارہ پاک کیا جائے گا، یا کنویں کی طرح یہ سب بھی پاک ہو جائیں گے؟ اسی کا جواب دیا کہ دوبارہ پاک کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ کنویں کے ساتھ ہی ساتھ سب پاک ہو جائیں گے۔

وَلَا يَفْسُدُ الْمَاءُ بِخُرْءِ حَمَامٍ وَعُصْفُوْرٍ وَلَا بِمَوْتِ مَالَادَمَ لَهُ فِيْهِ كَسَمَكٍ وَضِفْدَعٍ وَحَيوانِ الْمَاءِ وَبَقٍ وذُبَابٍ وَزُنْبُوْرٍ وَعَقْرَبٍ وَلَا بِوُقُوْعِ آدَمِيٍ وَلَا بِوُقُوْعِ مَايُؤْكَلُ لَحْمُهُ اِذَا خَرَجَ حَيًّا وَلَمْ يَكُنْ عَلٰى بَدَنِهٖ نَجَاسَةٌ وَلَا بِوُقُوْعِ بَغْلٍ وَحِمَارٍ وَسِبَاعِ طَيْرٍ وَوَحْشٍ فِى الصَّحِيْحِ وَاِنْ وَصَلَ لُعَابُ الْوَاقِعِ اِلَى الْمَاءِ اَخَذَ حُكْمَهُ وَوُجُوْدُ حَيْوَانٍ مَيِّتٍ فِيْهَا يُنَجِّسُهَا مِنْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَمُنْتَفِخٍ مِنْ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَلَيَالِيْهَا اِنْ لَمْ يُعْلَمْ وَقْتُ وُقُوْعِهٖ.

ترجمہ:۔ اور پانی خراب نہیں ہوتا کبوتر اور گوریا کے بیٹ سے اور نہ ایسے جانور کے مر جانے کی وجہ سے کہ جس میں دم مسفوح نہ ہو جیسے مچھلی، مینڈک اور پانی کے جانور پسو، مکھی، بھڑ، بچھو اور نہ آدمی کے گرنے کی وجہ سے اور نہ مایؤکل لحمہ کے گرنے کی وجہ سے اس صورت میں جبکہ زندہ نکل گئے ہوں اور ساتھ ہی ان کے بدن پر کوئی نجاست ظاہری نہ ہو اور اسی طرح خچر، گدھا، شکاری پرندوں اور وحشی جانوروں کے گر جانے کی وجہ سے صحیح قول کے بموجب اور اگر گرنے والے جانور کا لعاب پانی میں پہونچ گیا ہے تو اب اس کے لعاب کا حکم ہوگا۔ کسی مردار حیوان کا کنویں میں پایا جانا اس کو تین دن اور تین رات سے ناپاک قرار دیتا ہے اگر گرنے کا وقت معلوم نہ ہو اگر وہ پھٹ پھول گیا ہو ورنہ ایک دن سے کنویں کی ناپاکی کا حکم ہوگا۔

تشریح ومطالب:۔ کبوتر کے بیٹ کر دینے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا اس پر امت کا اجماع ہے اس لئے کہ کبوتر مسجدوں میں رہتا ہے اور وہاں پر بیٹ کرتا ہے لیکن اسکو کوئی ناپاک قرار نہیں دیتا ایک حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ جس وقت بغرض ہجرت مکہ سے تشریف لے جا رہے تھے اس وقت غار پر کبوتر نے اپنا ٹھکانا بنا رکھا تھا جس سے کفار کو یہ دھوکہ ہوا کہ اگر یہاں پر آپ ﷺ ہوتے تو کبوتر کیوں ہوتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اب اس کا ٹھکانا مسجد کو بنا دیا اور اب مسجدوں میں کبوتر خوب رہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف اس طرح ہے انها اوكرت علىٰ باب الغار حتى سلمت فجازاها الله المسجد.ماواها۔ نیز صحابہ کرام میں عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایک دفعہ اپنی انگلی سے اس بیٹ کو صاف کیا۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے کنکری سے ایک پرندے کے بیٹ کو صاف کیا اور بلا دھوئے ہوئے ویسے ہی نماز ادا کی۔ (مراقی الفلاح)

اس فصل میں ایک بات اور ذکر کی وہ یہ کہ جس جانور میں بہتا ہوا خون نہ ہو خواہ وہ بحری ہو یا برّی اس کے مر جانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ ولم یکن علیٰ بدنہٖ نجاسۃ کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر اس کے بدن پر نجاست ہو تو اس صورت میں پانی ناپاک ہو جائے گا۔ فی الصحیح کہہ کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اس میں دو قول ہے ایک یہ کہ خچر، گدھے وغیرہ کے گرنے سے پانی نکالا جائیگا مگر قول صحیح یہی ہے کہ ناپاک نہیں ہوتا۔

ووجود حیوان میت فیھا الخ:۔ حیوان کی قید اس وجہ سے لگائی کہ اگر غیر حیوان گر گیا تو اس صورت میں

اسی وقت سے ناپاک ہو گا جب سے وہ پایا گیا ہے۔ حیوان سے مراد وہ ہے جس کے اندر خون ہو، یہ اس صورت میں ہے جب کہ گرنے کا وقت نا معلوم ہو کہ کب گرا ہے اب جبکہ وہ کنویں کے اندر ملا تو دو حال سے خالی نہیں ہو گا یا تو صرف مرا ہوا ملا ہو گا، یا اس کے ساتھ ہی ساتھ پھول اور پھٹ بھی گیا ہو گا اس صورت میں کیا کیا جائے؟ تو اسکے بارے میں امام اعظمؒ کا قول یہ ہے کہ اگر معلوم نہ ہو اور صرف مرا ہوا ملا ہے تو اس صورت میں ایک دن اور ایک رات کی نماز قضا کر لی جائے گی اور اس سے جو کپڑے وغیرہ پاک کئے گئے ہیں سب دوبارہ پاک کئے جائیں گے لیکن اگر کسی نے وضو علی الوضو کیا تھا یا کپڑا پاک تھا اور اسے یوں ہی دھو لیا تھا تو اس صورت میں اعادہ کی ضرورت نہیں لیکن آئندہ کیلئے یہ کپڑے ضرور پاک کرلے (مراقی)

لیکن اگر پھول اور پھٹ گیا ہو تو اس صورت میں تین دن اور تین رات کی نمازیں لوٹائے گا اسلئے کہ پھولنا اور پھٹنا تقریباً اتنے ہی دیر میں ہوتا ہے۔ لیکن صاحبین اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں کہ اس وقت سے لوٹائے گا جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ کب گرا ہے۔

فیھا:۔ یہ قید اتفاقی ہے احترازی نہیں مطلب یہ ہے کہ اگر باہر مار کر کنویں میں ڈالدیا گیا تو اس صورت میں بھی وہی حکم ہو گا۔ (مراقی الفلاح)

فَصْلٌ فِي الاِسْتِنْجَاءِ

يَلْزَمُ الرَّجُلَ الاِسْتِبْرَاءُ حَتّٰى يَزُولَ اَثَرُ الْبَوْلِ وَيَطْمَئِنَّ قَلْبُهٗ عَلٰى حَسْبِ عَادَتِهٖ اِمَّا بِالْمَشْيِ اَوِ التَّنَحْنُحِ وَالاِضْطِجَاعِ اَوْ غَيْرِهٖ وَلَا يَجُوْزُ لَهُ الشُّرُوْعُ فِي الْوُضُوْءِ حَتّٰى يَطْمَئِنَّ بِزَوَالِ رَشْحِ الْبَوْلِ.

ترجمہ:۔ پاکی حاصل کرنے کا طریقہ:۔ آدمی پر صفائی یہاں تک ضروری ہے کہ پیشاب کا اثر زائل ہو جائے اور اسکا دل مطمئن ہو جائے اس کی عادت کے مطابق خواہ یہ مطمئن ہونا چلنے کی وجہ سے ہو یا کھنکھارنے کی صورت میں ہو یا لیٹ کر اطمینان حاصل ہو، بلا اسکے وضو کرنا جائز نہیں تا آنکہ پیشاب کے قطروں کے ختم ہو جانے کا یقین کامل ہو جائے۔

تشریح ومطالب:۔ مصنفؒ نے اس سے قبل ان پانیوں کا تذکرہ اور ان کے احکامات کو بیان کر دیا اور یہ بتلا دیا کہ کن کن پانیوں سے پاکی حاصل کی جاسکتی ہے اور کس کا کیا حکم ہے اس کے بعد ان باتوں کو بتا رہے ہیں کہ آدمی خود کس وقت وضو کرے، سب سے پہلے پیشاب کو اس وجہ سے بیان کیا کہ یہ نجس ہے اور انسان کو ہر وقت پیش آتا ہے۔ اور پائخانہ میں یہ بات نہیں ہے پیشاب میں ٹپکنا ہوتا ہے اور انسان کے شب وروز کی زندگی میں یہ عمل روز پیش آتا ہے خون کی بھی یہی حالت ہے مگر عادت انسان میں سے نہیں ہے بلکہ وہ ایک عارض میں سے ہے اس لئے یہاں پر پیشاب کو مقدم کیا اس کے لئے تین الفاظ کو استعمال کیا جاتا ہے ایک استنجاء دوسرا استبراء سوم استنقاء اب ہر ایک کی تعریف معلوم کر لینی ضروری ہے۔ استنجاء اسے کہتے ہیں کہ جس میں نجاست کو پتھر اور پانی سے ختم کیا گیا ہو (۲) استبراء اس کو کہتے ہیں کہ آدمی چل کر یا کسی اور طرح سے قطرات کو زائل کرے اور اسکو اس بات کا یقین ہو جائے کہ اب قطرات ختم ہو گئے ہیں (۳) استنقاء اس صورت کو کہا جاتا ہے کہ آدمی استنجاء

کرتے وقت پتھر سے اپنے عضو مخصوص کو ملے یا ہاتھ سے دبا کر اسے نچوڑے تا کہ ظن غالب حاصل ہو جائے کہ اب قطرات ختم ہو گئے۔ اخذت من حاشیۃ شیخ الادبؒ۔ یہاں پر مصنفؒ نے لفظ الرجل کو ذکر کیا ہے اس لئے کہ عورت کو ان صورتوں کی ضرورت نہیں وہ اس سے بری اور ان کی عادت نہیں ہے نیز ان کو قطرات بھی نہیں آتے۔

علی حسب عادته :۔ کی قید بڑھا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ان وجہوں کو جنھیں ہم نے بیان کیا ہے ضروری نہیں کہ اس کے بعد زائل ہو جائے بلکہ اگر کسی کی عادت اس کے علاوہ ہے تو اس صورت میں بھی اسے پاکی حاصل ہو جائے گی نیز یہ باتیں حدیث میں مذکور بھی نہیں کہ انہی پر عمل کیا جائے بلکہ یہ تجربہ کی باتیں ہیں ہو سکتا ہے کہ کسی کا تجربہ اس کے برعکس ہو۔ **واللہ اعلم**۔

البول :۔ کی قید اتفاقی ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ اس کا اثر باقی رہ جائے جب تک دل کو یقین کامل نہ ہو جائے اس وقت تک وضو جائز نہیں ہے اس لئے کہ اگر تری بھی باقی رہ گئی تو اس سے بھی وضو درست نہیں ہوتا اور وضو کا مقصد طہارت ظاہری ہے تا کہ اس کے بعد طہارت باطنی حاصل ہو اور قطرات کی صورت میں یا شک کی صورت میں طہارت ظاہری بھی حاصل نہیں ہوتا تو طہارت باطنی تو بعد کی چیز ہے **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب** اور ایک یہ بھی ہے کہ وضو اس شخص کے لئے ہے جو حدث اکبر سے پاک ہو اس لئے کہ وضو کے ذریعہ سے حدث اصغر سے پاکی حاصل کی جاتی ہے اور پیشاب کے قطرات کی صورت میں حدث اصغر ہے تو اصغر کہاں سے حاصل ہو جائے گی۔

وَالاِسْتِنْجَاءُ سُنَّةٌ مِنْ نَجسٍ يَخْرُجُ مِنَ السَّبِيْلَيْنِ مَالَمْ يَتَجَاوَزِ الْمَخْرَجَ وَاِنْ تَجَاوَزَ وَكَانَ قَدْرَ الدِّرْهَمِ وَجَبَ اِزَالَتُهُ بِالْمَاءِ وَاِنْ زَادَ عَلَى الدِّرْهَمِ اِفْتَرَضَ غَسْلُهُ وَيَفْتَرِضُ غَسْلُ مَا فِي الْمَخْرَجِ عِنْدَ الاِغْتِسَالِ مِنَ الْجَنَابَةِ وَالْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ وَاِنْ كَانَ مَافِي الْمَخْرَجِ قَلِيْلاً وَاَنْ يَسْتَنْجِيَ بِحَجَرٍ مُنَقٍ وَنحوِهٖ۔

ترجمہ :۔ اور استنجاء کرنا سنت ہے ہر اس نجاست سے جو سبیلین سے نکلے جبتک کہ مخرج سے آگے نہ بڑھے اور اگر مخرج سے آگے نکل گیا اور اسکی مقدار ایک درہم ہو گئی تو اس صورت میں اسکا ختم کرنا واجب ہو جائے گا اور اگر اسکی مقدار ایک درہم سے زیادہ ہو گئی تو اب اسکا دھونا فرض ہو گیا جنابت، حیض، نفاس کے غسل کے وقت اس ناپاکی کا دھونا بھی فرض ہے جو ابھی مخرج میں ہے اگرچہ اسکی مقدار کم ہی کیوں نہ ہو اور صاف کرنیوالے پتھر اور اس جیسے سے استنجاء کرنا سنت ہے۔

اولاً اس بات کا جان لینا ضروری ہے کہ استنجاء کی کتنی قسمیں ہیں اس عبارت کو دیکھنے کے بعد یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ استنجاء کی تین قسمیں ہیں اوّل وہ ہے جو کہ سنت ہے، دوم وہ ہے جو واجب ہے، سوم وہ ہے جو فرض ہے اب اسکی تفصیل اس طرح ہو گی کہ اگر وہ چیز جو نکلی ہے اپنے مخرج ہی میں ہے اس سے باہر نہیں ہوئی اندر ہی رہ گئی تو اس صورت میں استنجاء کرنا سنت ہو گا لیکن اگر مخرج سے باہر آگئی تو اسکی مقدار کیا؟ ہے آیا ایک درہم ہے یا ایک درہم سے زائد ہے اگر ایک درہم ہے تو اس صورت میں استنجاء واجب ہے لیکن اگر ایک درہم کی مقدار سے زائد ہو گیا تو اسوقت استنجا فرض ہو گا۔ واجب اور فرض کی صورت میں ڈھیلا نا کافی ہو گا۔ استنجاء کی بڑی تاکید آئی ہے چنانچہ حدیث شریف میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ آپ نے فرمایا **استنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه۔**

الاستنجاء سنة :۔ فرما کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ استنجاء مرد اور عورت دونوں کے سنت ہونے میں برابر ہے لیکن اس بات میں ذرا سا فرق ہے کہ عورت ڈھیلا استعمال کرے یا نہ کرے شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ عورت قبل میں ڈھیلا استعمال نہ کرے پتھر یا اس کے مثل جو چیز بے ضرر ہو اور اس میں جذب کی صلاحیت ہو تو اس سے استنجاء کر سکتی ہے ہاں گوبر لید وغیرہ سے نہ کرے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ گوبر دیا گیا تو آپ نے اسے پھینک دیا اسی طرح ہڈی سے بھی ممنوع ہے کیونکہ یہ جناتوں کی غذا ہے، پتھر کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

وَالغسلُ بالمَاءِ اَحبُّ وَالافضلُ الجمعُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالْحجرِ فَيمسحُ ثُمَّ يَغسِلُ وَيَجُوزُ اَنْ يَقتصِرَ عَلىٰ الْمَاءِ اَوِ الْحجرِ والسُّنَّةُ اِنقاءُ المَحلِّ وَالعَدَدُ فِي الاَحْجَارِ مَندُوبٌ لاَسُنَّةٌ مُؤكَّدَةٌ فَيستنجي بثَلاثَةِ اَحْجَارٍ نَدبًا اِنْ حَصَلَ التَّنظِيفُ بِمَا دُونَهَا.

ترجمہ :۔ پانی سے دھونا بہتر ہے، پانی اور پتھر کا جمع کرنا افضل ہے پہلے پونچھ لے پھر دھولے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک ہی کر لے، سنت تو یہ ہے کہ مقام نجاست کو صاف کرے۔ اور پتھروں میں تعداد مستحب ہے نہ کہ سنت مؤکدہ۔ استحباب پر عمل کرتے ہوئے تین پتھروں کو استعمال کرلے اگرچہ اس سے کم میں نجاست ختم ہو جائے۔

تشریح و مطالب :۔ اب یہاں سے ان صورتوں کو بیان کر رہے ہیں کہ اگر ان دونوں کو یکجا کر دیا گیا تو کیا اس سے کوئی حرج ہوگا یا بہتر ہوگا اور کس طرح جمع کیا جاوے استعمال میں کون مقدم اور کون مؤخر ہو اس کا طریقہ بتایا کہ پہلے پتھر کو استعمال کرے پھر پانی کو جس طرح ماء مشکوک میں کہا گیا تھا۔

والعدد فی الاحجار الخ :۔ یہاں سے یہ بتایا جا رہا ہے کہ پتھروں کے استعمال میں عدد واجب نہیں ہے جیسا کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تین پتھروں کا استعمال کرنا واجب ہے اس سے کم میں پاکی حاصل نہیں ہو سکتی لیکن امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، داؤد ظاہری فرماتے ہیں کہ تثلیث واجب نہیں ہے اصل مقصود طہارت ہے اگر وہ اس سے کم میں حاصل ہو جائے تب بھی صحیح ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ تین ڈھیلے کو استعمال کرے۔

مندوب لاسنة مؤكدة :۔ کہہ کر ان لوگوں کی بھی رد کر دی جو یہ فرماتے ہیں کہ سنت مؤکدہ ہے دونوں کے جمع کرنے میں افضلیت اس وجہ سے ہے کہ اس میں مقصود مبالغہ فی التنظیف ہے اور یہ ایک اچھی عادت ہے، جیسا کہ قرآن نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے وفیهم رجالٌ يحبون ان يتطهروا والله يحب المتطهرين اور ان لوگوں کی عادت دونوں کو جمع کرنا تھی۔

وَكَيفِيَةُ الاِستِنجَاءِ اَنْ يَمسَحَ بِالْحجرِ الاوّلِ مِنْ جِهَةِ الْمُقَدَّمِ اِلىٰ خَلْفٍ وَبالثَّانِي مِنْ خَلْفٍ اِلىٰ قُدَّامٍ وَبالثَّالِثِ مِنْ قُدَّامٍ اِلىٰ خَلْفٍ اِذَا كَانَتِ الْخُصْيَةُ مُدلاّتٍ وَاِنْ كَانَتْ غَيرَ مُدلاّةٍ يَبتَدِئُ مِنْ خَلْفٍ اِلىٰ قُدَّامٍ وَالْمَرأَةُ تَبتَدِئُ مِنْ قُدَّامٍ اِلىٰ خَلْفٍ خَشيَةَ تَلوِيثِ فَرجِهَا ثُمَّ يَغسِلُ يَدَهُ اَوّلاً بالْمَاءِ ثُمَّ يَدلُكُ الْمَحلَّ بالْمَاءِ بِبَاطِنِ اِصبَعٍ اَوْاِصبَعَيْنِ اَوْثَلاثٍ اِنِ احتَاجَ وَيُصعِّدُ الرَّجُلُ اِصبَعَهُ الْوُسطىٰ عَلىٰ غَيرِهَا فِي اِبتِدَاءِ الاِستِنجَاءِ ثُمَّ يُصعِّدُ بِنصرَهُ وَلاَ يَقتصِرُ عَلىٰ اِصبَعٍ وَاحِدَةٍ وَالْمَرأَةُ تُصعِّدُ بِنصرَهَا وَاَوسَطَ اَصَابِعِهَا مَعًا

اِبْتِداءً خَشْيَةَ حُصُوْلِ اللَّذَّةِ وَيُبَالِغُ فِي التَّنْظِيْفِ حَتّٰى الرَّائِحَةَ الْكَرِيْهَةَ وَفِي اِرْخَاءِ الْمَقْعَدَةِ اِنْ لَمْ يَكُنْ صَائِمًا فَإِذَا فَرَغَ غَسَلَ يَدَهُ ثَانِياً وَنَشَفَ مَقْعَدَتَهُ قَبْلَ الْقِيَامِ اِنْ كَانَ صَائِمًا.

ترجمہ:۔ اور استنجاء کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے پتھر سے پونچھتا ہوا آگے سے پیچھے لے جائے اور دوسرے سے پیچھے کی طرف سے آگے لائے اور تیسرے میں آگے سے پیچھے لے جائے اگر خصیے ڈھیلے ہوں اور اگر وہ ڈھیلے نہ ہوں تو پیچھے سے آگے لائے۔ اور عورت تلویث فرج کے خوف سے آگے سے پیچھے لے جائے پھر اپنے ہاتھ کو اوّلاً پانی سے دھولے پھر مقام نجاست کو پانی سے ملے اور انگلیوں کے باطن سے ایک انگلی سے یا دو تین سے اگر ضرورت ہو۔ اور مرد اپنی بیچ کی انگلی کو اٹھائے رکھے ابتداءً استنجاء میں پھر اس کے پاس کی انگلی اور صرف ایک انگلی پر اکتفانہ کرے۔ اور عورت حصول لذت کے خطرہ سے بچنے کے لئے کنارے اور آس پاس والی انگلی کو ساتھ کرلے اور پاکی حاصل کرنے میں مبالغہ کرے تاکہ بدبو ختم ہو جائے اسی طرح مقعد کے ڈھیلا کرنے میں مگر روزہ دار نہ ہو جب ان مراحل سے گذر جائے تو پھر اپنے ہاتھ کو دھولے اور کھڑے ہونے سے پہلے اپنے مقعد کو خشک کرلے اگر روزہ دار ہو۔

تشریح و مطالب:۔ اب یہاں سے یہ بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ ان ڈھیلوں اور پانیوں کا استعمال کس طرح کیا جائے اور اس کے استعمال کے اندر کیا مرد اور عورت برابر ہیں یا ان کے درمیان کسی قسم کا فرق ہے انہی چیزوں کو یہاں پر بیان کر رہے ہیں لیکن ایک بات کا خیال رہے کہ استنجاء دائیں ہاتھ سے نہ کی جائے۔ اس میں انگلیوں کا ذکر آیا ہے اسلئے ضروری ہے کہ اوّلاً جان لیا جائے کہ کس انگلی کو عربی میں کیا کہا جاتا ہے انگوٹھا کو ابہام، شہادت کی انگلی کو <u>مسبّحہ یاسبابہ</u>، <u>بیچ</u> کی انگلی کو وسطیٰ اس کے برابر والی انگلی کو بنصر اور کنوا انگلی کو خنصر۔ ایضاح الاصباح

<u>حتی ینقطع الخ</u>:۔ اس لئے کہ بدبو بھی ناپاکی کا اثر ہے اس لئے اس کو بھی ختم کرنا ضروری ہے۔

ونشف مقعده الخ:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر توقف کر لیا اور اتنی دیر تک رکا رہا کہ اب وہ خشک ہو گیا تو صحیح ہے، روزہ دار ہونے کی قید اس وجہ سے لگائی پڑی کہ ہو سکتا ہے کہ اس طرف سے کچھ پانی چلا جائے جس کی وجہ سے روزہ میں فرق آجائے جس طرح روزہ کی حالت میں غلغلہ کرنا مستحب نہیں ہے اسلئے کہ ہو سکتا ہے کہ جب منھ میں پانی ڈالتا تو کچھ قطرات منھ میں چلے جاتے مقعد کے ڈھیل کرنے سے مقصد یہ ہے کہ کمال نظافت حاصل ہو جائے۔

فَصْلٌ لَايَجُوْزُ كَشْفُ الْعَوْرَةِ لِلْاِسْتِنْجَاءِ وَاِنْ تَجَاوَزَتِ النَّجَاسَةُ مَخْرَجَهَا وَزَادَ الْمُتَجَاوِزُ عَلٰى قَدْرِ الدِّرْهَمِ لَاتَصِحُّ مَعَهُ الصَّلَاةُ اِذَا وَجَدَ مَا يُزِيْلُهُ وَيَحْتَالُ لِاِزَالَتِهِ مِنْ غَيْرِ كَشْفِ الْعَوْرَةِ عِنْدَ مَنْ يَرَاهُ.

ترجمہ:۔ استنجا کے لئے ستر کو کھولنا جائز نہیں ہے اور اگر نجاست اپنے مخرج سے آگے بڑھ گئی ہو اور یہ بڑھتی ہوئی نجاست ایک درہم کے مقدار ہو اس صورت میں نماز درست نہیں ہو گی جبکہ ان اشیاء کو پا رہا ہو جس سے نجاست کو دور کر سکتا ہے ایسے شخص کے سامنے جو اسے دیکھ رہا ہے اور بلا ستر کھولے نجاست کو دور کرے۔

تشریح و مطالب:۔ اس سے قبل مصنفؒ نے ان چیزوں کو بیان کیا کہ استنجاء کس طرح کیا جائے اب یہاں سے ان صورتوں کو بیان کر رہے ہیں کہ استنجاء کس طرح اور کہاں کیا جائے اگر گھر ہے اور وہاں

پر بیت الخلاء بنا ہوا ہے پردہ کا انتظام ہے تو اسکے متعلق کوئی بات نہیں یہ ان جگہوں اور مواقع کا بیان ہے کہ جہاں پر پردہ کا معقول انتظام نہ ہو اب اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ جہاں پردہ نہیں ہے اور نہ وہاں کسی کا گزر ہوتا ہے تو اس جگہ بھی کشف عورت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یہ تھا کہ جب آپ قضائے حاجت کا ارادہ کرتے تو اس وقت کپڑوں کو اٹھاتے جب زمین سے قریب ہو جاتے۔ (ترمذی)

کشف ستر حرام ہے اسلئے اسے نہیں کھولا جائے گا اب یہاں پر ایک بات ذہن نشین کر لیجئے کہ مرد کے لئے کہاں سے کہاں تک ستر واجب ہے اور عورت کے لئے کہاں تک۔ مرد کے لئے مابین السرة الی الرکبة ہے اور عورت کے لئے تمام اعضا مگر ہاتھ پیر اور چہرہ اس سے خارج ہیں۔ لیکن باندی کا حکم اس سے الگ ہے باندی کی پیٹھ اور پیٹ ستر ہے اس کے علاوہ من السرة الی الرکبة بھی ہے۔

زاد المتجاوز الخ:۔ زیادتی کی قید اسوجہ سے لگائی کہ اگر مخرج میں نجاست ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہے جس مقدار میں بھی ہو اور اگر وہ نجاست جو باہر آگئی ہے ایک درہم سے کم ہو تو نماز درست ہو جائے گی اگر یہ صورت پیش آجائے کہ کچھ نجاست مخرج میں ہو اور کچھ باہر تو کیا مخرج کی نجاست کو اس نجاست کے ساتھ ملا کر حکم لگایا جائے گا یا دونوں کا الگ الگ، امام محمدؒ تو فرماتے ہیں کہ دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا جائیگا مثلاً نصف درہم کے مقدار نجاست باہر ہے اور نصف کے مقدار اندر مخرج میں تو امام محمدؒ حکم لگائیں گے کہ نماز صحیح نہیں ہوگی۔ لیکن امام ابو یوسفؒ اور امام اعظمؒ کے نزدیک حکم صرف باہر والی نجاست پر لگایا جائے گا مخرج والی نجاست کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اسلئے کہ ان حضرات کے نزدیک مخرج داخل کے حکم میں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مخرج کا حکم ظاہر کا ہے اسلئے انکے یہاں دونوں کو ملا کر ایک کر دیا جائے گا۔ (مولانا اعزاز علیؒ)

لاتصح معه الصلاة الخ:۔ یعنی اگر نجاست ایک درہم ہے تو اس صورت میں نماز درست نہیں ہوگی بلکہ اس کا دھونا ضروری ہوگا لیکن دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے ایک یہ کہ وہ اس چیز کے پر قادر ہو کہ جس سے اس کو زائل کرے لیکن اگر اسے وہ چیز نہ مل سکی کہ جس سے وہ اسے ختم کرتا تو اس صورت میں اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور مایزیل بہ پر قادر ہونے کے وقت نماز کا اعادہ نہیں ہوگا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اسکو ایسی جگہ مل جائے کہ جہاں وہ اسے دور کرے لیکن اگر کوئی ایسی خالی جگہ اسے میسر نہ ہوئی تو اب وہ لوگوں کے سامنے کشف ستر نہیں کرے گا اس لئے کہ کشف ستر حرام ہے (حاشیہ نور الایضاح مولانا اعزاز علیؒ) پائخانہ اور پیشاب کے وقت اپنے ستر کو دیکھنا یہ سب باتیں خلاف ادب ہیں، ستر یا پائخانہ کو دیکھنے میں یہ ضرر ہے کہ اس سے نسیان پیدا ہوتا ہے اسی طرح زیادہ دیر تک بیٹھنے سے بواسیر کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ هٰکذا رأیت فی مراقی الفلاح.

وَيُكْرَهُ الاِسْتِنْجَاءُ بِعَظْمٍ وَطَعَامٍ لِآدَمِيٍّ اَوْ بَهِيْمَةٍ وَآجُرٍّ وَخَزَفٍ وَفَحْمٍ وَزُجَاجٍ وَجَصٍّ وَشَيْئٍ مُحْتَرَمٍ كَخِرْقَةِ دِيْبَاجٍ وَقُطْنٍ وَبِالْيَدِ الْيُمْنٰى اِلَّا مِنْ عُذْرٍ وَيَدْخُلُ الْخَلَاءَ بِرِجْلِهِ الْيُسْرٰى وَيَسْتَعِيْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ قَبْلَ دُخُوْلِهِ وَيَجْلِسُ مُعْتَمِداً عَلٰى يَسَارِهِ وَلَا يَتَكَلَّمُ اِلَّا لِضَرُوْرَةٍ.

ترجمہ:۔ اور ہڈی اور آدمی یا چوپائے کے کھانے، پکی اینٹ، ٹھیکرے، کوئلے، کانچ، گچ اور قابل قدر اشیاء

سے استنجاء مکروہ ہے جیسے ریشم کے ٹکڑے اور روئی کے کپڑے سے اور دائیں ہاتھ سے مگر عذر کی بناء پر اور بائیں پیر کو بیت الخلاء میں پہلے داخل کرے اور داخل ہونے سے قبل شیطان رجیم سے پناہ طلب کرلے اور اپنے بائیں پیر پر ٹیک لگا کر بیٹھے اور بلا ضرورت کسی سے گفتگو نہ کرے۔

تشریح و مطالب :۔ اب یہاں سے مصنفؒ ان چیزوں کو بیان کررہے ہیں جن سے استنجاء کرنا مکروہ ہے **بعظم** اس لئے کہ حدیث میں بھی ہے **عن عبد الله بن مسعودٍ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى ان يستطيب احدكم بعظم او روث**۔ نسائی شریف۔ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ جنات کی غذا ہے اور ظاہر بات ہے کہ کسی کے غذا سے استنجاء کرنا کیسے صحیح ہوگا۔ اور اس حدیث کے پیش نظر یہ بات بھی کھل کر سامنے آگئی کہ مکروہ تحریمی ہے۔

طعام :۔ یہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت کبریٰ ہے اس لئے اس سے استنجاء کرنا اہانت اور اضاعت نعمۃ اللہ ہے۔

باليداليمنىٰ الخ:۔ اسلئے کہ حدیث پاک میں ہے کہ **قال النبي ﷺ اذا بال احدكم فلا يأخد ذكره بيمينه** نسائی۔ اس لئے اسے مکروہ قرار دیا گیا، نیز انسان اسی ہاتھ سے کھانا کھاتا ہے اور پھر اسی ہاتھ سے اگر گندی چیزوں کو چھوئے تو اس کی طبیعت بھی گوارہ نہیں کرتی۔ لیکن اگر کوئی عذر ہو تو کرسکتا ہے اس وقت کراہیت باقی نہیں رہے گی جیسے بائیں ہاتھ میں پھوڑا نکلا ہوا ہے اب اگر دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے تو پھر اس کو حرج لاحق ہو جائیگا۔

ويدخل الخلاء :۔ اب جبکہ یہ بات واضح ہوگئی کہ کن کن چیزوں سے استنجاء کرسکتا ہے تو اب یہ بتلادینا ضروری تھا کہ اس جگہ کس طرح سے جایا جائے اور اس جگہ کس طرح داخل ہوا جائے۔ بائیں پیر سے داخل ہونے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے نیز اس میں جانے سے پہلے دعاء پڑھ لی جائے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا چنانچہ حدیث میں آتا ہے **ان النبي ﷺ كان اذا دخل الخلاء قال اللهم انى اعوذبك من الخبث والخبائث** ۔ ترمذی۔ یہ دعا دخول سے قبل پڑھی جائے گی امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر دخول کے وقت نہ پڑھا ہو تو جلوس کے بعد پڑھ سکتا ہے۔ اس جگہ تعوذ کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان مقامات نجاست میں شیطان موجود ہوتے ہیں اس لئے وہاں جانے سے قبل پناہ طلب کرلی جائے کہ وہ کوئی نقصان نہ پہونچا سکے۔ دوسرے یہ کہ انسانی طبائع میں انفصالی مادہ بہت زیادہ ہے، اہل شر کی تھوڑی سی مصاحبت بھی شر پیدا کرتی ہے شیاطین سے ایسے مواقع میں متاثر ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے آپ نے دعا بتلائی تاکہ ان کے اثرات سے محفوظ ہوسکیں (معارف مدنیہ)

وَيُكْرَهُ تَحْرِيمًا اِسْتِقْبَالُ القِبْلَةِ وَاسْتِدْبَارُهَا وَلَوْ فِى الْبُنْيَانِ وَاِسْتِقْبَالُ عَيْنِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَمَهَبِّ الرِّيحِ وَيُكْرَهُ اَنْ يَّبُوْلَ اَوْ يَتَغَوَّطَ فِى الْمَاءِ وَالظِّلِّ وَالْجُحْرِ وَالطَّرِيْقِ وَتَحْتَ شَجَرَةٍ مُثْمِرَةٍ وَالْبَوْلُ قَائِمًا اِلَّا مِنْ عُذْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ بِرِجْلِهِ الْيُمْنىٰ ثُمَّ يَقُوْلُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَذْهَبَ عَنِّى الْاَذىٰ وَعَافَانِى.

ترجمہ :۔ اور اس حالت میں مکروہ تحریمی ہے قبلہ کی طرف رخ اور پیٹھ کرنا اگرچہ گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔ اور شمس و قمر کی طرف رخ کرنا اور ہوا کی طرف منھ کرنا اور مکروہ ہے پانی اور سائے میں پائخانہ اور پیشاب کرنا اور سوراخ اور

راستہ میں اور پھل دار درخت کے نیچے اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے مگر کسی عذر کی بناء پر اور بیت الخلاء سے پہلے دلیاں پاؤں نکالے اسکے بعد یہ دعاء پڑھے، تمام تعریفیں اللہ کے لئے جس نے مجھ سے گندگی کو دور فرمایا اور نجات دلادی۔

تشریح و مطالب :۔ ابھی تک ان صورتوں کو بتلارہے تھے جو پیش آنے کے قبل کے تھے اب یہاں سے یہ بتلارہے ہیں کہ کس طرح بیٹھے اس کا رخ کس طرف ہو اور کہاں کہاں مباح اور درست ہے اور کہاں مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔

استقبال القبلة الخ :۔ اس کے بارے میں حدیث میں اس طرح آتا ہے عن ابی ایوب الانصاری قالؓ رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اتیتم الغائط فلاتستقبلوا القبلة ولاتستدبروها ولکن شرقوا او غربوا (ترمذی) لیکن ائمہ کے اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ یہ کن کن جگہوں پر ہے اور کیا کیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک استقبال اور استدبار دونوں مکروہ تحریمی۔ داؤد ظاہری کے نزدیک دونوں مباح۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک فضا میں یہ دونوں ممنوع اور بنیان میں دونوں مباح۔ امام محمد کی ایک روایت ہے کہ استدبار مطلقاً جائز ہے اور استقبال مطلقاً ناجائز اور ایک روایت میں امام صاحب کے مطابق ہے۔ مصنفؒ یہاں استدبار بنیان وغیرہ لاکر ان ہی لوگوں پر رد کرنا چاہ رہے ہیں۔

استقبال عین الشمس :۔ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر گھر میں ہو تو مکروہ نہیں ہے اور اسی طرح جب یہ دونوں چھپے ہوئے ہوں۔ پانی میں پیشاب کرنے سے اس وجہ سے روکا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لایبولن احدکم فی الماء الراکد. اسی طرح سائے میں پیشاب کرنے سے لوگوں کو تکلیف ہوگی اور اذیت مسلم حرام ہے اس لئے اس سے منع کیا گیا لیکن یہ اس سائے کا حکم ہے کہ لوگ وہاں پر بیٹھتے ہوں اگر لوگ وہاں پر نہیں بیٹھتے تب بھی خلاف اولیٰ ہے۔

والجحر :۔ اس لئے کہ سوراخ میں پیشاب کرنے سے ہو سکتا ہے کہ اس کے اندر کوئی جانور ہو اور جب پیشاب اس تک پہنچے تو وہ نکل کر کاٹ لے، نیز سوراخوں کے اندر جنات بھی رہتے ہیں اسلئے اس سے منع کیا گیا کہ اس نادانستہ حرکت کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑے۔

طریق :۔ راستہ کے جس جانب بھی ہو مکروہ ہے۔

والبول قائماًالامن عذر :۔ یعنی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر کوئی معذوری ہو تو اس صورت میں کھڑا ہو کر کر سکتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(فَصْلٌ) فِی الوُضُوْءِ: اَرْکَانُ الوُضُوْءِ اربَعَةٌ وَهِیَ فَرائِضُهُ الاوّلُ غَسْلُ الْوَجْهِ وَحَدُّهُ طُوْلاً مِنْ مَبْدأِ سَطْحِ الْجَبْهَةِ اِلیٰ اَسفَلِ الذَّقَنِ وَحَدُّهُ عَرْضاً بَیْنَ شَحْمَتَیِ الأُذُنَیْنِ والثَّانی غَسْلُ یَدَیْهِ مَعَ مِرفَقَیْهِ والثَّالِثُ غَسْلُ رِجلَیْهِ مَعَ کَعبَیْهِ وَالرَّابِعُ مَسْحُ رُبُعِ رأسِهِ وَسَبَبُهُ اِستِباحَةُ مَالاَ یَحِلُّ اِلاَّ بِهٖ وَهُوَ حُکْمُهُ الدُّنْیَوِیُّ وَحُکْمُهُ الأُخرَوِیُّ الثَّوابُ فِی الآخِرَةِ.

ترجمہ :۔ وضو کے رکن کا بیان۔ وضو کے چار رکن ہیں اور وہی اسکے فرائض ہیں پہلا چہرے کا دھونا اور اس کی حد طول میں پیشانی کے سطح کے شروع ہونے کی جگہ سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور لمبائی میں اس کی مقدار

دونوں کانوں کے لو کے درمیان کا حصہ، دوسرا رکن ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا، اور تیسرا رکن پیروں کا ٹخنوں سمیت دھونا اور چوتھا رکن چوتھائی سر کا مسح کرنا، اور وضو کا سبب ان چیزوں کا اپنے لئے مباح کر لینا ہے جو اسکے علاوہ سے مباح نہیں ہو سکتے تھے اور یہ تو دنیاوی حکم ہے اور آخرت کے اعتبار سے ثواب ہے۔

تشریح ومطالب:۔ اب جب کہ مصنفؒ ان تمام چیزوں کے احکامات کو بیان کر چکے جن سے پاکی حاصل کی جاسکتی ہے تو اب وضو کو بیان کر رہے ہیں، وضو کے فرائض چار ہیں، جیسا کہ قرآن کی آیت اس کی طرف اشارہ کرتی ہے ارشاد باری ہے اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین. لیکن قرآن میں صرف فاغسلوا وجوھکم تھا اس میں سوال پیدا ہو سکتا تھا اس لئے اس کو واضح طور پر بیان کر دیا۔

ربع راسه:۔ کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ قرآن میں تو صرف مسح رأس کا ذکر ہے لیکن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے ربع سر کا مسح فرمایا چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سباطۃ قوم فبال وتوضا ومسح علی ناصیتہ اور ناصیہ ربع رأس کو کہا جاتا ہے، مسح رأس کے بارے میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں، مسح کو فرض سبھی حضرات مانتے ہیں لیکن اس کی مقدار میں اختلاف کرتے ہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک بال پر بھی مسح کر لیا تو کافی ہو جاتا ہے اور فرضیت ختم ہو جائے گی، اسی طرح امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ پورے سر کا مسح فرض ہے بغیر اس کے فرض ساقط نہیں ہوگا، لیکن امام ابو حنیفہؒ بین بین ہیں اور وہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ تو مصنفؒ نے ربع رأس کی قید لگا کر انہی اقوال کی تردید کی ہے۔ ایک سوال ہے کہ سر میں مسح کیوں فرض ہوا غسل کیوں نہیں ہوا؟ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وضو میں چار اعضاء کی تطہیر کا حکم ہے ان میں سے دو مرکز ہیں اور دو وسیلہ ہیں، سر قوت علمیہ کا مرکز ہے اور چہرہ اسکے عملہ میں سے ہے اسی طرح سے رِجل قوت عملیہ کا مرکز ہے اور ہاتھ اس کا وسیلہ ہے، سر اور پیر چونکہ مرکز ہیں اس لئے ان دونوں میں تخفیف کر دی گئی اس لئے کہ رعایا کے مقابلے میں بادشاہ کو سہولت و آسانی زیادہ دی جاتی ہے (۲) اس جگہ پانی پہنچانا مضر ہوتا ہے اس لئے اس میں مسح کرنے کا حکم دیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب

وسببه الخ:۔ اس لئے کہ آدمی جب تک بے وضو تھا اس وقت تک قرآن پاک کو نہیں چھو سکتا ہے لیکن جب باوضوء ہو گیا تو اب اسے ہاتھ لگا سکتا ہے اور اسی طرح وہ نماز نہیں ادا کر سکتا تھا اب اس کی وجہ سے وہ فریضۂ نماز کو ادا کر سکتا ہے اور اس کی وجہ سے جو آخرت میں ثواب ہے وہ الگ الگ ہے۔

وَشَرْطُ وُجُوْبِهِ الْعَقْلُ وَالْبُلُوْغُ وَالْاِسْلَامُ وَقُدْرَةٌ عَلٰى اِسْتِعْمَالِ الْمَاءِ الْكَافِيْ وَوُجُوْدُ الْحَدَثِ وَعَدَمُ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ وَضِيْقُ الْوَقْتِ وَشُرُوْطُ صِحَّتِهٖ ثَلَاثَةٌ عُمُوْمُ الْبَشَرَةِ بِالْمَاءِ الطَّهُوْرِ وَانْقِطَاعُ مَايُنَافِيْهِ مِنْ حَيْضٍ وَنِفَاسٍ وَحَدَثٍ وَزَوَالُ مَا يَمْنَعُ وُصُوْلَ الْمَاءِ اِلَى الْجَسَدِ كَشَمْعٍ وَشَحْمٍ.

ترجمہ:۔ اور اسکے واجب ہونے کی شرط عاقل، بالغ اور مسلمان ہونا ہے، اور قدرت کا رکھنا ہے اس قدر پانی کے استعمال پر جو کافی ہو اور حدث کا پایا جانا اور حیض و نفاس اور وقت کے تنگی کا نہ ہونا۔ اور اس کے صحیح ہونے کی شرطیں

تین ہیں جو اعضاء دھوئے جاتے ہیں ان پر پاک پانی کا پہنچ جانا، اور حیض اور نفاس اور حدث کا ختم ہو جانا اور اس کے منافی ہے اور اس چیز کا علیحدہ ہو جانا جو پانی کے پہونچنے کے منافی ہے جیسے موم اور چربی۔

تشریح و مطالب:۔ اب مصنفؒ یہاں سے یہ بتلانا چاہ رہے ہیں کہ یہ تمام چیزیں کب ہوں گی چاروں اعضاء کا دھونا کب واجب ہوگا، وہ کون کون سی صورتیں ہیں جن میں وضو واجب نہیں ہوتا، یہاں پر ایک سوال اٹھتاہے کہ وضو کو مقدم کیوں کیا غسل کو پہلے بیان کیوں نہیں کیا؟ اکا ایک جواب یہ ہے کہ ایک جزء ہے اور جزء کل سے مقدم ہوا کرتا ہے لہٰذا یہاں جزء کو مقدم کردیا کل پر اور یہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ اسکا دوسرا جواب یہ ہے کہ وضوء کی حاجت زیادہ ہوتی ہے بمقابلہ غسل کے اسلئے جس کی ضرورت زیادہ تھی اسے مقدم کردیا۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)

عاقل:۔ اس کی قید لگا کر ان لوگوں کو خارج کردیا جو دیوانے اور پاگل ہیں اس لئے کہ وضوء کیا جاتا ہے نماز کیلئے اور نماز دیوانے پر واجب نہیں اسی طرح دیوانے پاگل پر وضو بھی واجب نہیں ہوگی۔

بالغ:۔ اس قید کے ذکر کردینے کے بعد وہ لوگ نکل گئے جو ابھی تک بالغ نہیں ہوئے اس لئے کہ ان پر نماز بھی واجب نہیں۔

الاسلام:۔ اس قید سے وہ تمام لوگ نکل گئے جو عاقل بھی ہیں بالغ بھی ہیں لیکن مسلمان نہیں ہیں، اس لئے کہ جہاں فرضیت وضوء کی آیت ہے وہاں ارشاد باری ہے یا ایھا الذین آمنوا جس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مسلمان ہی کیلئے ہے اس لئے کہ وضوء ظاہری طہارت ہے اور ظاہری طہارت بدون باطنی طہارت کے کہاں حاصل ہوگی جب مسلمان لاالٰہ الا اللہ پڑھ لیتا ہے تو اس وقت اسے باطنی طہارت حاصل ہوتی ہے اور کافر کو ابھی یہ حاصل نہیں ہوئی۔

قدرۃ علی:۔ اسی طرح اگر پانی موجود ہے مگر اسکے استعمال کرنے پر قادر نہ ہو مثلاً پانی تو موجود ہے مگر اس قدر بیمار ہے کہ پانی اس کیلئے مضر ہے ڈاکٹر نے منع کر رکھا ہے یا یہ کہ پانی تو سامنے موجود ہے مگر دشمن سے خطرہ ہے اگر وہاں گیا تو حملہ کردیگا یا یہ کہ سفر میں ہے دوسرے کے پاس پانی ہے مگر وہ اس قدر گراں دے رہا ہے کہ اسکے بس کی بات نہیں کہ یہ اسے خرید کر اسے استعمال کرے تو ان تمام صورتوں میں اسے قدرت نہیں ہے لہٰذا اسکے اوپر وضوء واجب نہیں ہوگا۔

وجود الحدث:۔ اس نے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر آدمی باوضو ہے تو اس پر وضو واجب نہیں ہاں مستحب ضرور ہے، یہاں حدث سے مراد حدث اصغر ہے۔

وعدم الحیض:۔ یہاں تک تو مسائل سب مشترک تھے اب یہاں سے دو مسئلے ایسے ذکر کر رہے ہیں جو صرف عورتوں کے لئے خاص ہیں یعنی اگر عورت کو حیض آرہا ہو تو یا نفاس آرہا ہو تو اس پر وضو کرنا واجب نہیں اس لئے کہ اس پر اس صورت میں نماز نہیں، اسلئے اس پر وضو واجب نہیں ہوگی۔

وشروط صحتہ:۔ شرط اسے کہتے ہیں جو عدم کو لازم کردے وضو کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں اول دھوئے جانے والے اعضاء پر پاک پانی پہونچنا، اگر جو اعضاء وضو میں دھلے جاتے ہیں وہاں پانی نہیں پہونچا، یا پہونچایا لیکن پاک پانی نہیں تھا تو دونوں صورتوں میں وضو نہیں ہوگا، دوم ان چیزوں کا نہ پایا جانا جو وضو کے وجوب کے منافی ہیں

جیسا کہ ابھی گزر چکا۔ سوم ان چیزوں کا بدن سے جدا ہونا کہ جسکے وجود کی صورت میں پانی ظاہر جلد تک نہ پہونچ سکے۔

(فصلٌ). يَجِبُ غَسْلُ ظَاهِرِ اللِّحْيَةِ الكَثَّةِ فِي اَصَحِّ مَا يُفْتَى بِهِ وَيَجِبُ اِيْصَالُ الْمَاءِ اِلَى بُشْرَةِ اللِّحْيَةِ الْخَفِيفَةِ وَلاَ يَجِبُ اِيْصَالُ الْمَاءِ اِلَى الْمُسْتَرْسِلِ مِنَ الشَّعْرِ عَنْ دَائِرَةِ الوَجْهِ وَلاَ اِلَى مَا انْكَتَمَ مِنَ الشَّفَتَيْنِ عِنْدَ الاِنْضِمَامِ وَلَوْ انْضَمَّتِ الاَصَابِعُ اَوْ طَالَ الظُّفُرُ فَغَطَّى الاَنْمِلَةَ اَوْ كَانَ فِيهِ مَايَمْنَعُ الْمَاءَ كَعَجِيْنٍ وَجَبَ غَسْلُ مَا تَحْتَهُ وَلاَ يَمْنَعُ الدَّرَنُ وَخُرءُ الْبَرَاغِيْثِ وَنَحْوُهَا وَيَجِبُ تَحْرِيْكُ الْخَاتَمِ الضَّيِّقِ وَلَوْ ضَرَّهُ غَسْلُ شُقُوقِ رِجْلَيْهِ جَازَ اِمْرَارُ الْمَاءِ عَلَى الدَّوَاءِ الَّذِى وَضَعَهُ فِيْهَا وَلاَيُعَادُ الْمَسْحُ وَلاَ الغَسْلُ عَلَى مَوْضِعِ الشَّعْرِ بَعْدَ حَلْقِهِ وَلاَ الْغَسْلُ بَعْدَ قَصِّ ظُفُرِهِ وَشَارِبِه.

ترجمہ:۔ گھنی داڑھی کے ظاہری حصہ کو دھونا واجب ہے صحیح قول کے بموجب جس پر فتویٰ ہے اور ہلکی داڑھی کے چمڑے تک پہونچانا واجب ہے، اور جو بال چہرے سے لٹکے ہوتے ہیں وہاں پہونچانا واجب نہیں ہے اور نہ وہاں کہ جو چھپ جاتا ہے دونوں ہونٹوں کے ملانے کے وقت، اور اگر انگلیاں مل گئی ہوں یا ناخن بڑے ہوگئے ہوں اور ان سے انگلیاں چھپ گئی ہوں یا ہاتھ میں کوئی ایسی چیز لگی ہوئی ہے جو پانی کو نہیں پہونچنے دیتی جیسے آٹا، تو اسکے نیچے کا دھونا واجب ہے، مچھر کی بیٹ اور میل مانع نہیں اور اس جیسا، اور انگوٹھی کے چھلہ کا ہلانا واجب ہے اگر تنگ ہو، اور اگر پیر کے پھٹن پر دھونا مضر ہو تو صرف پانی کا اس دوا پر سے گزار لینا جائز ہے اور نہ ہی مسح دوبارہ کیا جائے گا اور نہ دوبارہ دھویا جائے گا، بال کی جگہ کو جب اسے بنوالیا ہو اور اسی طرح نہیں لوٹایا جائے گا دھونے کو جبکہ ناخن اور مونچھ کو کٹوالیا ہو۔

تشریح و مطالب:۔ اب یہاں سے ایک ایسے مسئلہ کو بیان کر رہے ہیں جو ذرا سا اختلافی نظر آتا ہے، یعنی قرآن نے تو کہہ دیا فاغسلوا وجوہکم لیکن انسان کے چہرے پر بال نکل جاتے ہیں جسے ہم داڑھی کہتے ہیں تو کیا بال نکلنے کے بعد اب دونوں کو دھویا جائے یا صرف ایک کو اگر بال کو بھی بھگویا جائے تو کہاں تک اور کس مقدار میں؟ اب اسی مسئلہ کو یہاں سے بیان کر رہے ہیں۔ داڑھی کی دو قسمیں ہیں ایک داڑھی وہ ہے جو خوب گھنی ہوتی ہے، پانی اس میں نہیں جاسکتا، اس میں پانی پہونچانا اور اسکے نیچے کا تر کرنا دشوار اور مشکل کام ہے انسان اس سے حرج میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ داڑھی کی ایک قسم وہ ہے جس میں کم بال ہوتے ہیں جسے ہم خشخشی کہتے ہیں اسکے اندر پانی کا پہونچانا کوئی دشوار کام نہیں ہوتا اور انسان اس سے حرج میں نہیں پڑتا بآسانی اسے کرسکتا ہے تو اس آخری والی قسم میں کوئی اختلاف نہیں ہے، بالاتفاق اسے دھویا جائے گا لیکن اگر پہلی قسم ہے تو اس میں دھونے کے مقدار میں اختلاف ہے کہاں تک دھویا جائے گا آیا اس بال کو دھویا جائے گا جو چمڑے سے قریب ہے یا اس بال کو جو لٹکے ہوتے ہیں۔

مصنفؒ فی اصح الخ لاکر اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ ظاہر لحیہ کو دھویا جائے گا، اس سے اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے، آگے مصنفؒ خود ہی اس بات کو بیان کر رہے ہیں کہ لٹکے ہوئے بال کا دھونا واجب نہیں ہے، اسی طرح ان جگہوں کا دھونا جو عادۃً جب انسان دونوں ہونٹوں کو ملاتا ہے تو بند ہو جاتے ہیں اس لئے کہ وہ خارج کے حکم میں نہیں ہیں، بلکہ داخل کے حکم میں ہیں اور اس طرح اگر دو انگلیاں اس طور پر مل گئیں کہ

وہاں خود سے پانی نہیں پہونچ سکتا جب تک کہ انسان خود وہاں نہ پہونچائے تو اس صورت میں وہاں پانی پہونچانا واجب ہے، اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ دو انگلیاں آپس میں اس طرح مل گئی ہیں کہ وہاں پانی کسی طرح نہیں پہونچ سکتا۔ اگر یہ بات ہے تو اس صورت میں پانی کا پہنچانا اس جگہ سے ساقط ہو جائے گا اور وہ داخل کے حکم میں ہو جائیں گی جس طرح بعض لوگوں کو اس طرح ہو جاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ خلقی نہ ہو بلکہ گوشت وغیرہ کے زیادہ ہو جانے کی بناء پر ہو۔ ھکذا فهمت من الشيخ الاستاذ معراج الحق.

ولا يمنع الدرن :۔ یہاں سے ایک اشکال کو دفع کرنا چاہ رہے ہیں کہ انہوں نے پہلے یہ بیان کیا تھا کہ اعضاء پر کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کی بناء پر وہاں تک پانی نہ پہونچ سکتا ہو اب اس قاعدے میں میل بھی آ رہا تھا اس لئے الدرن لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ میل اس میں شامل نہیں ہے اس لئے کہ یہ انسان کی خلقی چیز ہے اور عام طور سے ہوتی ہے اس لئے اس سے بچنا ممکن نہیں۔

تحريك الخاتم الضيق :۔ ضیق کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر انگوٹھی کشادہ ہے اور اس میں پانی بلا ہلائے ہوئے عام طور پر چلا جاتا ہے تو اسکا ہلانا واجب نہیں ہے لیکن اگر یہ بات نہیں ہے بلکہ وہ تنگ ہے اس میں پانی بلا ہلائے نہیں پہونچ سکتا تو اب اسکا ہلانا واجب ہو جائے گا، اگر اس نے اسے نہیں ہلایا اور وہ جگہ خشک رہ گئی تو وضوء نہیں ہوگا

ولو ضره :۔ یہاں سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر آدمی کے پیر میں پھٹن ہو اور وہ اس پر دوا رکھے ہوئے ہے تو کیا اس دوا کے نیچے پانی کا پہنچانا ضروری ہے یا صرف اوپر سے گزار لینا کافی ہوگا مصنفؒ نے اس مسئلہ کو صاف کر دیا کہ صرف اسکے اوپر سے گزار لینا کافی ہے نیچے پہنچانا واجب نہیں۔

ولا يعاد :۔ یہاں سے ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اس سے پہلے غسل کیا یا وضو کیا اسکے بعد بال بنوالیا یا ناخن کو کٹوالیا تو کیا پھر وہ ان چیزوں کو لوٹائے گا یا نہیں؟ مصنفؒ اسی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اس کے ذمہ سے فرضیت ساقط ہو گئی اور اب نہیں لوٹائے گا اگر چہ غسل جنابت اور وضو حدث ہی کیوں نہ ہو واللہ اعلم بالصواب۔ (حاشیہ شیخ الادبؒ)

(فصلٌ.) يَسُنُّ فِى الْوُضُوءِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَيْئاً غَسْلُ الْيَدَيْنِ اِلَى الرُّسْغَيْنِ وَالتَّسْمِيَةُ اِبْتِدَاءً وَالسِّوَاكُ فِى اِبْتِدَائِهِ وَلَوْ بِالاِصْبَعِ عِنْدَ فَقْدِهِ وَالْمَضْمَضَةُ ثَلَاثاً وَلَوْ بِغُرْفَةٍ وَالاِسْتِنْشَاقُ بِثَلَاثِ غُرْفَاتٍ وَالْمُبَالَغَةُ فِى الْمَضْمَضَةِ وَالاِسْتِنْشَاقِ لِغَيْرِ الصَّائِمِ وَتَخْلِيلُ اللِّحْيَةِ الْكَثَّةِ بِكَفٍّ مَاءٍ مِنْ اَسْفَلِهَا وَتَخْلِيلُ الاَصَابِعِ وَتَثْلِيْثُ الْغَسْلِ وَاسْتِيْعَابُ الرَّأسِ بِالْمَسْحِ مَرَّةً وَمَسْحُ الاُذُنَيْنِ وَلَوْ بِمَاءِ الرَّأسِ وَالدَّلْكُ وَالْوِلَاءُ وَالنِّيَّةُ وَالتَّرْتِيْبُ كَمَا نَصَّ اللّٰهُ تَعَالىٰ فِى كِتَابِهِ وَالْبِدَاءَةُ بِالْمَيَامِنِ وَرُؤُسِ الاَصَابِعِ وَمُقَدَّمِ الرَّأسِ وَمَسْحُ الرَّقَبَةِ لَا الْحُلْقُوْمِ وَقِيْلَ اِنَّ الاَرْبَعَةَ الاَخِيْرَةَ مُسْتَحَبَّةٌ.

ترجمہ :۔ سنن وضو کا بیان۔ وضو میں اٹھارہ چیزیں سنت ہیں، ہاتھ کا گٹوں تک دھونا، شروع میں بسم اللہ پڑھنا، شروع میں مسواک کرنا، مسواک کے گم ہو جانے کے وقت انگلی سے ہی مسواک کر لینا، تین مرتبہ کلی کرنا، اگر چہ

ایک ہی چلو سے کیوں نہ ہو، اور ناک میں پانی ڈالنا تین چلو سے، اور کلی کرنے اور ناک میں پانی میں مبالغہ کرنا اگر روزہ سے نہ ہو اور گھنی داڑھی کا ایک چلو پانی سے اس کے نیچے کی جانب سے خلال کرنا، اور انگلیوں کا خلال کرنا، اور ہر ہر عضو کا تین تین مرتبہ دھونا اور ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرنا اور کانوں کا مسح کرنا، اگرچہ سر ہی کے پانی سے کیوں نہ ہو اور ملنا اور پے در پے کرنا، اور نیت کرنا، اور اس ترتیب سے وضو کرنا جیسا کہ نص وارد ہوا ہے کتاب اللہ میں، اور دائیں سے شروع کرنا اور انگلیوں کے سروں کی طرف سے شروع کرنا اور سر کے اگلے حصے سے ابتداء کرنا اور گردن کا مسح کرنا نہ کہ حلق کا اور کہا گیا ہے اخیر کی چاروں چیزیں مستحب میں سے ہیں۔

تشریح و مطالب: ابھی تک مصنفؒ فرائض وضو اور واجبات وضو کو بیان کر رہے تھے اب جب کہ اس کو بیان کر چکے تو سنن وضو کو بیان کر رہے ہیں لہٰذا یہ پہلے جان لینا ضروری ہے کہ سنت کسے کہتے ہیں، سنت کے معنی لغت میں طریقہ، روش، عادت کے ہیں خواہ وہ صحیح ہوں یا غلط (حاشیہ مولانا اعزاز علیؒ) لیکن اصطلاح شرع میں سنت اس روش کو کہا جاتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے قول یا فعل سے ثابت ہو اور اس کے چھوڑنے پر عذاب کی دھمکی نہ دی گئی ہو خواہ وہ فعل عبادات سے تعلق رکھتا ہو خواہ عادات سے، لیکن سنت کی دو قسمیں ہیں (۱) سنت ہدیٰ (۲) سنت زائدہ۔ سنت ہدیٰ وہ فعل ہے جسکا عبادات سے تعلق ہو اور بجز ایک دو مرتبہ کے اس پر ہمیشگی رہی ہو۔ سنت زائدہ وہ تمام طبعی اور عادی افعال ہیں اور نیز عبادات جن پر **بالمعنی المذکور** ہمیشگی حضور ﷺ سے مذکور نہ ہو۔ **(ایضاح الاصباح مولانا محمد میاںؒ)**

تنبیہ:۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے افعال اور اقوال سنت ہی کا مرتبہ رکھتے ہیں، بشرطیکہ وہ اجتہادی امور نہ ہوں (مولانا محمد میاں) سنت مؤکدہ اور واجب عمل کے لحاظ سے دونوں برابر کا درجہ رکھتے ہیں لیکن ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ واجب کے ترک پر عذاب کی وعید ہوتی ہے اور سنت کے ترک پر یہ بات نہیں مگر عتاب کا خطرہ یقینی ہے حتی کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو میری سنت کو چھوڑے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ (نور الاصباح)

الرسغين:۔ یہ اس وقت کا بیان کر رہے ہیں کہ جب شروع کرے ورنہ بعد میں تو پورا کہنیوں تک دھویا جائے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص بیدار ہو تو اسکو اپنے ہاتھوں کو دھو لینا چاہئے۔ الحدیث۔ اس لئے کہ یہ ایک طرح سے آلہ کا کام دیتا ہے اس لئے پہلے اسے صاف ہونا چاہئے جس طرح جب کھانا نکالا جاتا ہے تو پہلے چمچے کو دھو لیا جاتا ہے۔

والتسمية:۔ مصنفؒ نے اس میں ابتداء کی قید اس وجہ سے لگائی کہ حدیث میں آتا ہے **کل امر ذی بال لم یبدأ ببسم الله فهو اقطع او کما قال**۔ جیسا کہ اس پر پہلے روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ تسمیہ عند الوضوء میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ واجب ہے یا سنت؟ اہل ظاہر اور علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر کے نزدیک تسمیہ عند الوضوء واجب ہے اور ان کی دلیل ترمذی کی وہ حدیث ہے کہ **لا وضوء لمن لم یذکر اسم الله علیه**۔ لیکن جمہور حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اسکے خلاف ہیں، امام اسحٰقؒ فرماتے ہیں کہ اگر بھول کر یا یہ تاویل کر کے کہ نفی کمال مراد ہے تسمیہ چھوڑ دیا تو وضو ہو جائے گا لیکن اگر عمداً بلا تاویل چھوڑ دیا تو وضو نہیں ہوگا، لیکن جمہور کے نزدیک تسمیہ عند الوضو سنت ہے۔ معارف مدنیہ

والسواك في ابتدائه :۔ ابتداءً کہ قید اس وجہ سے لگایا کہ شوافع کے نزدیک مسواک عند الصلوٰۃ مسنون ہے، مسواک کے بارے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لولا ان اشق علیٰ امتی لامرتهم بالسواك عند كل صلوٰة. (ابوداؤد) اس لئے مسواک سنت قرار دیا گیا اور مسواک اس لئے بھی کر لینی چاہئے کہ انسان ایک بڑے دربار میں جانا چاہ رہا ہے تو جس طرح اس نے اپنے ہاتھ اور پیر کو دھویا ہے اسی طرح سے اسے اپنا منہ بھی صاف کر لینا چاہئے تاکہ منہ سے بدبو وغیرہ نہ آئے اس وجہ سے مصنفؒ نے گم ہونے کے وقت فرمایا کہ اپنی انگلی سے اس کو ادا کرے، اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ قال النبی صلی الله علیه وسلم السواك مطهرة للفم ومرضاة للرب. (نسائی) کہ رب کی خوشنودی کا ذریعہ مسواک ہے نیز بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے اس کا ثواب ستر گنا زیادہ ہو جاتا ہے اس نماز کے مقابل جو بلا مسواک کے پڑھی جائے وغیر ذالک۔

لغیر الصائم :۔ اس کی قید اس وجہ سے لگائی کیونکہ جب روزہ کی حالت میں مضمضہ کرے گا تو ہو سکتا ہے کہ غفلت میں مضمضہ کرتے وقت بلا ارادہ اسکے اندر پانی چلا جائے، اسلئے احتیاط کی حالت پر عمل کرتے ہوئے اس سے روک دیا گیا، امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک مضمضہ الگ الگ چلو سے کیا جائیگا لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک ایک ہی چلو سے سنت ہے۔

استیعاب الراس الخ :۔ امام مالکؒ کے نزدیک تو پورے سر کا مسح فرض ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک ربع سر کا مگر ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے ایک مرتبہ اس طرح مسح کیا جائے گا کہ دونوں ہاتھ میں پانی لے کر ہر ہاتھ کی تین تین انگلیاں سر پر رکھے ابہام اور مسبحہ کو بچائے رکھے پھر آگے سے سر کے پیچھے لے جائے پھر اپنی ہتھیلی کو سر پر رکھ کر آگے لائے پھر ان دونوں انگلیوں میں سے کانوں کا مسح کرے۔ (از حاشیه شیخ الادبؒ)

والنية :۔ نیت کے معنی لغت میں ارادہ کے ہوتے ہیں یعنی دل سے کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرنا، اور اصطلاح میں قلب کو متوجہ کرنا۔ وضو میں نیت اس وقت کی جاتی ہے جب استنجاء سے فارغ ہو جائے تاکہ تمام چیزیں قربت میں داخل ہو جائیں، اور وضو میں نیت یہ کرے کہ اس سے دفع حدث ہو جائے اور اس سے نماز پڑھ سکے دل سے وضو کرنے کی نیت کرے، زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے لیکن اگر دل میں نیت کر کے زبان سے بھی کہہ دے تو بہتر ہے۔ (از حاشیہ)

الترتیب :۔ ترتیب یہ ہے کہ پہلے چہرے کو دھوئے پھر اپنے ہاتھ کو پھر اپنے سر کا مسح کرے کما في الآية الكريمة والبداءة بالميامن. دائیں طرف سے شروع کرنا سنت ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نعل مبارک اور کنگھی کرنے میں بھی داہنے کو ترجیح دیتے تھے اسلئے وضو میں بھی سنت ہے۔

فصلٌ. مِنْ آدَابِ الْوُضُوْءِ اَرْبَعَةَ عَشَرَ شَيْئاً اَلْجُلُوْسُ فِيْ مَكَانٍ مُرْتَفِعٍ وَاسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ وَعَدَمُ الْاِسْتِعَانَةِ بِغَيْرِهٖ وَعَدَمُ التَّكَلُّمِ بِكَلَامِ النَّاسِ وَالْجَمْعُ بَيْنَ نِيَّةِ الْقَلْبِ وَفِعْلِ اللِّسَانِ وَالدُّعَاءُ بِالْمَاثُوْرَةِ وَالتَّسْمِيَةُ عِنْدَ كُلِّ عُضْوٍ وَاِدْخَالُ خِنْصِرِهٖ فِيْ صِمَاخِ اُذُنَيْهِ وَتَحْرِيْكُ خَاتَمِهِ الْوَاسِعِ وَالْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ بِالْيَدِ الْيُمْنٰى وَالْاِمْتِخَاطُ بِالْيُسْرٰى وَالتَّوَضُّوْءُ قَبْلَ دُخُوْلِ الْوَقْتِ لِغَيْرِ الْمَعْذُوْرِ وَالْاِتْيَانُ بِالشَّهَادَتَيْنِ بَعْدَهٗ وَاَنْ يَّشْرَبَ مِنْ فَضْلِ الْوُضُوْءِ قَائِماً وَاَنْ يَّقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ.

ترجمہ:۔ وضو کے آداب۔ وضو کے آداب چودہ ہیں۔ کسی اونچی جگہ پر بیٹھنا، قبلہ کی طرف رخ کرنا، کسی کی مدد نہ طلب کرنا، لوگوں جیسی باتیں نہ کرنا، دل سے ارادہ اور زبان سے تکلم کرنا، اور دعائے مسنونہ کا پڑھنا، اور ہر عضو کے دھونے کے وقت بسم اللہ پڑھنا، اور اپنی خنصر کو کان کے سوراخ میں ڈالنا، اور کشادہ انگوٹھی کو حرکت دینا، اور ناک اور منھ میں داہنے ہاتھ سے پانی ڈالنا، اور بائیں ہاتھ سے ناک کو صاف کرنا، اور وقت کے آنے سے قبل غیر معذور کے لئے وضو کرنا، اور وضو کے بعد شہادتین کا پڑھنا، اور کھڑے ہو کر بچے ہوئے پانی کا پینا، اور پیتے وقت یہ کہنا اے اللہ مجھے ان لوگوں میں کردے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں اور پاکیزگی والے ہیں۔

تشریح و مطالب:۔ سنن کو شمار کرانے کے بعد اب آداب کو بیان کر رہے ہیں۔ پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ ادب کسے کہتے ہیں، اس کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں بعض لوگوں نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے کہ کسی چیز کو اسکے مقام میں رکھنے کو ادب کہتے ہیں، بعض کا کہنا یہ ہے کہ اچھی خصلتوں کو ادب کہا جاتا ہے بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ ورع کو ادب کہا جائے، ہدایہ کی شرح میں اسکی تعریف یوں کی گئی ہے کہ جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کیا ہو اور اس پر ہمیشگی نہ کی ہو اس کا حکم یہ ہوگا کہ اسکے کرنے پر ثواب ہوگا اور نہ کرنے پر کوئی ملامت نہ ہوگی اور سنت وہ ہے کہ جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مداومت فرمائی ہو مگر کبھی ایک کبھی دو مرتبہ بلا عذر کے ترک کر دیا ہو۔ اس کا حکم یہ ہوگا کہ اسکے کرنے پر ثواب ہوگا اور ترک پر ملامت کی جائے گی مگر سزا نہیں ہوگی۔ (ھکذا فی مراقی الفلاح وحاشیہ شیخ الادبؒ، نور الاصباح)

<u>الجلوس</u> :۔ اونچی جگہ بیٹھنے سے ایک بات یہ حاصل ہوگی کہ آدمی ماء مستعمل کے چھینٹے سے بچ جائے گا۔

وعدم الاستعانة :۔ استعانت کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ آدمی خود کچھ نہ کرے دوسرے لوگ اسکے اعضاء کو صاف کریں، دوسری صورت یہ ہے کہ دھو تو خود رہا ہو مگر پانی اس پر دوسرے لوگ ڈال رہے ہوں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ پر پانی ڈالا گیا اور آپ نے خود دھویا، یہ صورت مکروہ کی نہیں اسلئے کہ ایسا نبی کریم ﷺ نے بھی کیا ہے، <u>لہٰذا</u> استعانت سے مراد یہاں پر وہی ہے کہ مکمل طور پر دوسرے سے کرائے۔ واللہ اعلم بالصواب

وعدم التکلم الخ :۔ کی قید بڑھا کر اس بات کو واضح کر دیا کہ عام لوگوں کی بات نہ کی جائے بلکہ اسکے اندر جو دعائیں مسنون ہیں وہ پڑھی جائیں تاکہ ثواب زیادہ ہو اس لئے کہ یہ اب تیاری کر رہا ہے محبوب سے بات کرنے کی تو اس کو چاہئے کہ خوب اچھی طرح۔ سے پہلے ہی سے سنت پر عمل کرے، نیز حدیث میں آتا ہے کہ جب انسان وضو کرتا ہے اس وقت اسکے گناہ نکلتے ہیں اور ظاہری بات ہے کہ ایک طرف اسے پاک کیا جاتا ہے اور دوسری اس کی زبان سے ایسے کلمات نکلیں جو اس وقت کے مناسب نہ ہوں یہ کیسا ادب ہوگا۔

والجمع بین نیة القلب الخ :۔ نیت در حقیقت ارادۂ قلبی کا نام ہے اس کیلئے زبان سے کہنا یا کچھ رٹے ہوئے کلمات ادا کرنا کسی چیز میں بھی ضروری نہیں، نیت کا مقصد صرف یہی ہے کہ جس کام کو کیا جارہا ہے اسکا ارادہ دل سے کر لیا جائے، البتہ اگر دلی ارادہ کیساتھ زبان سے بھی اسکے مناسب الفاظ ادا کر دیئے جائیں تو بہتر ہے۔ واللہ اعلم (ماخوذ از ایضاح)

الدعاء بالماثورة :۔ دعاء ماثورہ سے مراد وہ دعا ہے کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوں اور اسی طرح صحابہ اور تابعین سے۔ (شیخ الادب)

والتسمية :۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہر عضو کے دھونے کے وقت دعا پڑھی جائے اسی طرح بسم اللہ بھی ہر عضو کے دھوئے جانے کے وقت پڑھی جائے، چنانچہ جب مضمضہ کرے تو اس وقت یہ دعا پڑھے بسم الله اللهم اعنی علی تلاوة القرآن وشكرك وذكرك وحسن عبادتك. اسی طرح جب استنشاق کرے تو اس وقت یہ دعا پڑھے بسم الله اللهم ارحنی رائحة الجنة ولاترحنی رائحة النار اور جس وقت چہرہ دھونے لگے اس وقت یہ دعا کرے بسم الله اللهم بيض وجهی يوم تبيض وجوه وتسود وجوه اور جس وقت دایاں ہاتھ دھوئے اس وقت یہ دعاء پڑھے بسم الله اللهم اعطنی كتابی بيمينی وحاسبنی حسابا يسيراً اور جس وقت بایاں ہاتھ دھوئے اس وقت یہ دعاء زبان سے ادا کرے بسم الله اللهم لاتعطنی كتابی بشمالی ولامن وراء ظهری اور جس وقت سر کا مسح کرنے لگے اس وقت کی یہ دعا ہے بسم الله اللهم اظلنی تحت ظل عرشك يوم لاظل الاظل عرشك اور جس وقت کانوں کا مسح کرے اس وقت یہ دعاء پڑھنی چاہئے بسم الله اللهم اجعلنی من الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه اور جس وقت گردن کا مسح کرے اس وقت یہ دعاء پڑھے بسم الله اللهم اعتق رقبتی من النار اور جس وقت دایاں پیر دھلے اسوقت بسم الله اللهم ثبت قدمی علی الصراط يوم تزل الاقدام پڑھے اور جس وقت بایاں پیر دھلے اسوقت بسم الله اللهم اجعل ذنبی مغفوراً وسعی مشكوراً وتجارتی لن تجور پڑھے۔ هكذا فی مراقی الفلاح وطحطاوی علی مراقی الفلاح، واخذت هذه الادعياء من حاشية شيخ الادب۔

لغير العذر الخ :۔ کہہ کر ایک بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر کسی کو ایسی بیماری ہے کہ جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جیسے نکسیر، سلسل البول تو وہ وقت کے اندر وضو کرے اور اس کا وضو اسی وقت تک رہے گا ایک وضو سے دو وقت کی نمازیں نہیں پڑھ سکتا، ان کے اوقات میں دوسری نمازیں پڑھ سکتا ہے ہاں امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا وہ وضو اسی نماز کے لئے مخصوص ہے اگر اس وقت دوسری نماز ادا کرنا چاہے تو دوبارہ وضو کرے گا، لیکن امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ اس وقت میں جس قدر چاہے پڑھ سکتا ہے۔

(فصل) وَيُكْرَهُ لِلْمُتَوَضِّى سِتَّةُ اَشْيَاءَ الاِسْرَافُ فِى الْمَاءِ وَالتَّقْتِيْرُ فِيْهِ وَضَرْبُ الْوَجْهِ بِهِ وَالتَّكَلُّمُ بِكَلاَمِ النَّاسِ وَالاِسْتِعَانَةُ بِغَيْرِهِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ وَتَثْلِيْثُ الْمَسْحِ بِمَاءٍ جَدِيْدٍ.

ترجمہ:۔ وضو کے مکروہات۔ وضو کرنے والے کیلئے چھ چیزیں مکروہ ہیں پانی زیادہ خرچ کرنا، اور پانی خرچ کرنے میں کمی کرنا، اور پانی سے چہرے پر مارنا، اور دنیاوی بات چیت کرنا، اور بلا عذر کسی سے مدد لینا، اور سر کا تین مرتبہ نئے پانی سے مسح کرنا۔

تشریح ومطالب :۔ اب یہاں سے ان صورتوں کو بیان کر رہے ہیں کہ کون کون سے افعال ایسے ہیں کہ جنکا کرنا مکروہ ہے۔

الاسراف :۔ اسراف کہتے ہیں کسی چیز کو اس کے حد سے زیادہ خرچ کرنا، مثلاً اگر انسان ایک لوٹے پانی میں سنت

کے مطابق وضو کر سکتا ہے اسکے باوجود وہ دو لوٹا خرچ کرتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو سعدؓ سے ارشاد فرمایاماھٰذا السرف یا سعد اے ابو سعد یہ فضول خرچی کیوں؟ حضرت سعدؓ نے کہا اے اللہ کے نبی کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایاہاں وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے اگرچہ نہر کے کنارے ہی کیوں نہ ہو۔

ایک قاعدہ ہر وقت مد نظر رکھئے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ مکروہ کی دو قسمیں ہیں ایک مکروہ تحریمی، دوسری قسم مکروہ تنزیہی ہے۔ جب فقہاء مکروہ مطلقاً ذکر کرتے ہیں اس وقت مکروہ تحریمی مراد لیتے ہیں مکروہ تنزیہی کا نہ کرنا بہتر ہوتا ہے بمقابل کرنے کے۔ (حاشیہ شیخ الادبؒ)

اسراف سے مراد یہاں پر یہ ہے کہ عدد مسنون سے زیادہ دھوئے نیز اگر وقف کا مال ہے جیسے مدرسوں وغیرہ کا ہوتا ہے تو اگر اس میں اسراف کرے گا تو حرام ہوگا۔ (شیخ الادبؒ) بہرحال اگر خود مالک ہے اور اپنی ملکیت سے خرچ کرتا ہے تو بھی کراہت سے خارج نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (وسیم)

فصلٌ. اَلْوَضُوْءُ عَلٰی ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ الاوّلُ فَرْضٌ عَلَی الْمُحْدِثِ لِلصَّلٰوةِ وَلَوْ کَانَتْ نَفْلاً وَلِصَلٰوةِ الْجَنَازَةِ وَسَجْدَةِ التِّلَاوَةِ وَلِمَسِّ الْقُرْآنِ وَلَوْ آیَةً وَالثَّانِیْ وَاجِبٌ لِلطَّوَافِ بِالْکَعْبَةِ وَالثَّالِثُ مَنْدُوْبٌ لِلنَّوْمِ عَلٰی طَهَارَةٍ وَاِذَا اسْتَیْقَظَ مِنْهُ وَلِلْمُدَاوَمَةِ عَلَیْهِ وَلِلْوُضُوْءِ عَلَی الْوُضُوْءِ وَبَعْدَ غِیْبَةٍ وَکِذْبٍ وَنَمِیْمَةٍ وَکُلِّ خَطِیْئَةٍ وَاِنْشَادِ شِعْرٍ وَقَهْقَهَةٍ خَارِجَ الصَّلٰوةِ.

ترجمہ:۔ اور وضو کی تین قسمیں ہیں اول وہ ہے جو فرض ہے محدث پر نماز کے واسطے اگرچہ نفل ہی کیوں نہ ہو اور نماز جنازہ کیلئے اور سجدہ تلاوت کیلئے اور قرآن کو چھونے کیلئے اگرچہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو۔ دوسری قسم وضو واجب ہے طواف کعبہ کیلئے۔ اور تیسری قسم مستحب ہے، پاکی کی حالت پر سونے کیلئے اور جب نیند سے بیدار ہو، اور ہمیشہ باوضو رہنے کیلئے اور وضو علی الوضو اور غیبت اور جھوٹ اور چغلخوری اور ہر گناہ اور برے شعر اور نماز کے باہر قہقہہ لگانے کے بعد۔

تشریح و مطالب:۔ یہاں پر عدد حصر کیلئے نہیں ہے اس لئے کہ اس کے علاوہ وضو کی اور قسمیں بھی ہو سکتی ہیں ایک حرام اور ایک مکروہ۔ مکروہ جیسے وضو پر وضو کرنا اور درمیان میں کوئی عبادت بھی نہ ہو نیز مجلس بھی نہ بدلی ہو۔ حرام جیسے وقف کے مال میں بے جا تصرف کرنا، مسجد اور مدرسہ کے مال میں اسراف کرنا، یعنی اسکے پانی کو حاجت سے زیادہ خرچ کرنا۔ ھٰکذا فھمت من حاشیہ شیخ الادبؒ وطحطاوی

فرض:۔ یہاں فرض سے مراد وہ ہے جو نص قطعی سے ثابت ہو جیسا کہ قرآن پاک سے وضو ثابت ہے، لیکن اسکی مقدار اجتہادی ہے۔ مراقی، حاشیہ شیخ الادبؒ ۱۲ محدث کے اوپر وضو اس وجہ سے فرض ہے کہ نماز بلا طہارت کے نہیں ہوتی۔

سجدة التلاوة:۔ اسلئے کہ یہ بھی نماز کے مشابہ ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنا ہے پھر اگر بلا طہارت کے ہو تو یہ ایک طرح سے بے ادبی ہے اسلئے اسکے سامنے سر رکھنے سے پہلے پاک ہو جانا ضروری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ولمس القرآن:۔ اس لئے کہ محبوب کا کلام ہے اور جس طرح سے اس کے سامنے بلاوضوء کے جانا جائز نہیں اسی طرح اسکے کلام کو بھی ہاتھ لگانا درست نہیں، نیز ایک بات کا خیال رہے کہ اسی حکم میں قرآن کا ترجمہ بھی شامل

ہے۔(مراقی الفلاح وایضاح الایضاح) چنانچہ خود قرآن پاک کی آیت بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے لایمسہ الا المطھرون اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ اس حصہ کو مس کر سکتا ہے یا نہیں کہ جہاں پر لکھا ہوا نہیں ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ مکروہ ہے اور ایک قول کے بموجب حرام۔ مراقی

بعد غیبۃ :۔ اس کی تعریف یہ ہے کہ اگر اسکے سامنے وہ بات کہی جائے جو اسکے عدم موجودگی میں کہی گئی ہے تو وہ اسکو پسند نہ کرتا اور وہ بات اسے ناگوار گزرتی۔ مولانا محمد میاں نیز صاحب درمختار نے ایک بات اور لکھی ہے کہ اگر کوئی کسی کی حرکت نقل کرتا ہے تو یہ بھی غیبت میں داخل ہے لیکن حرکت سے مراد وہ حرکت ہوگی جو مذاق کے لئے نقل کی جائے اس لئے کہ اچھی حرکت کا نقل کرنا مذموم نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

خارج الصلوٰۃ :۔ یہ [illegible] اس وجہ سے لگانی پڑی کہ قہقہہ اگر نماز میں لگایا گیا ہے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور وضو اور نماز دونوں لوٹانی پڑتی ہے۔

وَغَسْلِ مَيِّتٍ وَحَمْلِهِ وَلِوَقْتِ كُلِّ صَلوٰةٍ وَقَبْلَ غُسْلِ الْجَنَابَةِ وَلِلْجُنُبِ عِنْدَ اَكْلٍ وَشُرْبٍ وَنَوْمٍ وَوَطْئٍ وَلِغَضَبٍ وَقُرْآنٍ وَحَدِيْثٍ وَرِوَايَتِهٖ وَدِرَاسَةِ عِلْمٍ وَاَذَانٍ وَاِقَامَةٍ وَخُطْبَةٍ وَزِيَارَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُقُوْفٍ بِعَرَفَةَ وَلِلسَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاَكْلِ لَحْمِ جَزُوْرٍ وَلِلْخُرُوْجِ مِنْ خِلَافِ الْعُلَمَاءِ كَمَا اِذَا مَسَّ اِمْرَأَةً.

ترجمہ:۔ اور میت کو غسل دینا اور اس کا اٹھانا اور ہر نماز کے وقت کیلئے اور غسل جنابت سے پہلے اور جنبی کو کھانے، پینے، سونے اور وطی کیلئے، اور غصہ آنے کے وقت، اور قرآن پڑھنے اور حدیث پڑھنے کیلئے اور روایت حدیث اور علم پڑھنے کیلئے، اور اذان کیلئے اور اقامت کے واسطے اور خطبہ دینے کیلئے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت اور عرفہ میں ٹھہرنے کیلئے اور صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کیلئے، اور اونٹ کے گوشت کھانے کے بعد اور علماء کے اختلاف سے نکلنے کیلئے جیسے مَس امرأۃ.

غسل میت :۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ جب باوضو ہو کر غسل دیا ہو، ورنہ تو نماز کیلئے وضو کرنا ہی پڑیگا۔ (طحطاوی)

لغضب :۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غصہ شیطان کا اثر ہے، اور شیطان آگ سے ہے اور آگ کو پانی بجھا دیتا ہے تو جب غصہ آئے تو چاہئے کہ وضو کرے۔

قرآن :۔ اس سے قبل اس کے متعلق روشنی ڈالی جاچکی ہے، یہاں پر یہ مراد ہے کہ قرآن کو مس نہیں کر رہا ہے بلکہ حفظ کر رہا ہے یا قرآن تو کھلا ہوا ہے دیکھ کر پڑھ رہا ہے مگر اسے مس نہیں کرتا۔ واللہ اعلم بالصواب

دراسۃ علم :۔ یعنی دینی علوم کے پڑھنے اور پڑھانے کے وقت وضو کر لینا مستحب ہے اور باعث برکت ہے اس لئے کہ علم ایک نور ہے اور وضو سے بھی ایک نور حاصل ہوتا ہے اس لئے وضو کر لینا چاہئے۔

وزیارۃ :۔ اس لئے کہ وہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے جارہا ہے اور آپ کے مزار اقدس پر حاضر ہوگا اور بلا وضو کے جانا خلاف ادب ہے۔

واکل لحم :۔ اس لئے یہاں پر خاص طور سے بیان کیا کہ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک جو

جمیع مماست النار ہے وہی لحوم ابل کا بھی ہے لیکن امام احمد، اسحٰق، ابن خزیمہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔ اور کچھ صحابہ کرام کا بھی اس پر عمل رہا ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک صرف مستحب ہے۔

فصلٌ. يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ اِثْنَا عَشَرَ شَيْئاً مَا خَرَجَ مِنَ السَّبِيْلَيْنِ اِلاَّ رِيْحَ الْقُبُلِ فِي الاَصَحِّ وَيَنْقُضُهُ وِلاَدَةٌ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةِ دَمٍ وَنِجَاسَةٌ سَائِلَةٌ مِنْ غَيْرِهِمَا كَدَمٍ وَقَيْحٍ وَقَئِيِ طَعَامٍ اَوْ مَاءٍ اَوْ عَلَقٍ اَوْ مِرَّةٍ اِذَا مَلأَ الْفَمَ وَهُوَ مَالاَ يَنْطَبِقُ عَلَيْهِ الْفَمُ اِلاَّ بِتَكَلُّفٍ عَلَى الاَصَحِّ وَيَجْمَعُ مُتَفَرِّقُ الْقَئِيِ اِذَا اتَّحَدَ سَبَبُهُ وَدَمٌ غَلَبَ عَلَى الْبُزَاقِ اَوْ سَاوَاهُ.

ترجمہ :۔ وضو کو توڑنے والی بارہ چیزیں ہیں۔ جو کچھ بھی سبیلین سے نکلے مگر اصح مذہب کے مطابق وہ ہوا ناقض نہیں جو پیشاب کی راہ سے نکلے، اور وضوٹوٹ جاتا ہے ولادت کی وجہ سے اگرچہ خون نظر نہ آیا ہو اور ایسی نجاست جو ان دونوں کے علاوہ ہو اور بدن سے بہتے نکلے مثلاً خون، پیپ، کھانے، پانی، یا خون بستہ، یا پت کی قئی، جبکہ منہ بھر کر آئے یعنی اس مقدار میں ہوں کہ بلا تکلف منہ بند نہ کر سکے اصح مذہب کے بموجب اور جب سبب ایک ہو تو مختلف قئی کو جمع کیا جائے گا اور ایسے خون سے کہ وہ غالب آگیا ہو تھوک پر یا اسکے برابر ہو۔

تشریح و مطالب :۔ ابھی تک مصنفؒ ان چیزوں کو بیان کر رہے تھے کہ جن سے وضو مکمل ہوتا ہے لیکن اس کا بھی جان لینا ضروری ہے کہ وہ کون کون وجوہات ہیں جن سے وضو ختم ہو جاتا ہے۔

ینقض :۔ اگر نقض کی اضافت اجسام کی طرف کی جائے تو اس وقت اس سے مراد اس کی بناوٹ کا خراب ہونا ہوگا، جیسے نقض الحائط اس سے مراد یہ ہوگا کہ دیوار تھی اور اب ختم ہوگئی۔ اور اگر اس کی اضافت معانی کی طرف ہو جیسے وضو تو اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ جس چیز کیلئے اسے کیا گیا تھا اب اس سے وہ فائدہ نہ رہا جیسے وضو کہ اسے نماز کیلئے کیا گیا تھا لیکن جب وضو ختم ہوگیا تو اب نماز نہیں ادا کر سکتا۔ (ماخوذ از حاشیہ)

ماخرج من السبیلین :۔ ہر وہ چیز جو پائخانہ اور پیشاب کے راستے سے نکلے وہ ناقض وضو ہے، خواہ وہ عادتاً ہو جیسے پائخانہ اور پیشاب، یا عادتاً نہ ہو بلکہ کبھی پیش آگیا ہو جیسے کیڑے وغیرہ کا نکلنا۔

الا ریح القبل :۔ اس لئے کہ یہ ریح نہیں ہے بلکہ اختلاج ہے لیکن دبر کی ریح مقام نجس سے ہو کر گزرتی ہے اس وجہ سے وہ ناقض ہے اسی وجہ سے وضوٹوٹ جاتا ہے ورنہ فی نفسہٖ اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ مگر حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ناقض ہے اور ان کا قیاس دبر پر ہے اور وہ دونوں کو ایک حکم میں مانتے ہیں۔ (حاشیہ)

ولادۃالخ :۔ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد جب نفاس ختم ہو جائے اسوقت عورت غسل کرے اور یہ غسل بالاتفاق سب کے نزدیک واجب ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خون نہ آئے تو کیا کیا جائے؟ کیا بچہ پیدا ہونے کے بعد غسل کرلے یا بلا غسل کے پاک سمجھی جائے گی اس میں اختلاف ہے امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ احتیاطاً غسل واجب ہے لہٰذا غسل کر لینا چاہئے۔ لیکن امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ ولادت ناقض وضو نہیں ہے اس لئے غسل واجب نہیں ہوگا۔ اخذت من مراقی الفلاح

ونجاسۃ سائلۃ :۔ بہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ سے نکلا ہے وہاں سے چل کر کسی ایسی جگہ آگیا جس کا وضو

میں دھلا جانا فرض یا واجب یا کم از کم مستحب ہے اس وقت وضوٹوٹ جائے گا لیکن اگر وہ ایسی جگہ ہے جس کا وضو میں دھلا جانا مستحب بھی نہیں ہے جیسے آنکھ کہ اس میں خون آگیا مگر اس کا وضو میں دھلا جانا مستحب بھی نہیں ہے اس لئے وضو نہیں ٹوٹے گا لیکن یہ بات غیر سبیلین کی ہے اگر یہ بات سبیلین سے پیش آجائے تو وضوٹوٹ جائے گا چنانچہ اگر عضو کے سرے پر آگیا تب بھی وضو ختم ہو جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

ودم غلب علی البزاق :۔ اگر خون ناک سے نکلا اور اس جگہ تک آگیا کہ جہاں تک پانی پہنچایا جاتا ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا، لیکن اگر خون منہ سے نکلا تو دو حال سے خالی نہ ہو گا ایک وہ کہ تھوک اس خون کی وجہ سے بدل گیا یعنی خون غالب آگیا مثلاً تھوک کا رنگ زیادہ سرخ ہو جائے تو اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ خون غالب آگیا یا خون اور تھوک برابر ہو گا مثلاً جب تھوک سرخ ہو جائے تو کہا جائے گا کہ خون اور تھوک برابر ہو گیا، ان دونوں صورتوں میں وضوٹوٹ جائے گا، لیکن یہ یاد رہے کہ یہ تمام باتیں اس وقت ہوں گی جب خون مسوڑھوں سے نکلا ہو لیکن اگر مسوڑھوں سے نہیں بلکہ اوپر سے خون آیا ہے تو وضوٹوٹ جائے گا اسوقت غلبہ اور برابر ہونے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ مراقی الفلاح

وَنَوْمٌ لَمْ تَتَمَكَّنْ فِيهِ الْمَقْعَدَةُ مِنَ الْاَرْضِ وَارْتِفَاعُ مَقْعَدَةِ نَائِمٍ قَبْلَ اِنْتِبَاهِهٖ وَاِنْ لَمْ يَسْقُطْ فِي الظَّاهِرِ وَاِغْمَاءٌ وَجُنُوْنٌ وَسُكْرٌ وَقَهْقَهَةُ بَالِغٍ يَقْضَانَ فِيْ صَلٰوةِ ذَاتِ رُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ وَلَوْ تَعَمَّدَ الْخُرُوْجَ بِهَا مِنَ الصَّلٰوةِ وَمَسُّ فَرْجٍ بِذَكَرٍ مُنْتَصِبٍ بِلاَ حَائِلٍ.

ترجمہ :۔ اور ناقض وضو میں سے ہے ایسا سونا کہ مقعد زمین پر نہ ٹکا ہو اور سونے والے کی مقعد بیدار ہونے سے قبل اٹھ گئی ہو اگر چہ سونے والا زمین پر گرا نہ ہو ظاہر مذہب کے اعتبار سے اور بیہوشی کا طاری ہو جانا، جنون کا ہو جانا، اور نشہ میں دھت ہو جانا، اور بالغ کا بیدار کا قہقہہ لگانا ایسی نماز میں جو رکوع و سجود والی ہو اگر چہ اس سے ارادہ نماز سے نکلنے ہی کا کیوں نہ کیا ہو، چھونا فرج کا منتشر ذکر سے بلا کسی حائل کے۔

تشریح و مطالب :۔ **نوم** :۔ جو شخص سو رہا ہے یا تو وہ لیٹا ہو گا یا نہیں، اگر وہ لیٹا ہوا ہے تو اس صورت میں بالاتفاق وضوٹوٹ جاتا ہے لیکن وہ لیٹا ہوا نہیں ہے بلکہ ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا ہے اور اس طرح سے ٹیک لگائے ہوئے ہے کہ اگر سے ہٹا دیا جائے تو وہ گر جائے گا تو اس وقت یہ دیکھا جائے گا کہ اس کی مقعد زمین سے اٹھی تو نہیں ہے اگر اٹھی ہوئی ہے تو بالاتفاق وضوٹوٹ جائے گا، لیکن اٹھی ہوئی نہیں ہے تو اس صورت میں بھی صاحب قدوری اور صاحب طحطاوی کے نزدیک وضوٹوٹ جائے گا، مگر صحیح مذہب یہ ہے کہ وضو نہیں ٹوٹے گا اب ایک بات یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی نماز پڑھ رہا تھا اور رکوع یا سجدہ یا قیام کی حالت میں وہ سو گیا تو کیا وضوٹوٹ جائے گا یا نہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے سب یہی فرماتے ہیں کہ ٹوٹے گا، لیکن اگر کسی کی یہی حالت نماز کے باہر ہے کہ وہ سجدے میں گیا ہوا ہے یعنی سجدہ کی طرح اپنی پیشانی کو زمین پر رکھے ہوئے ہے تو کیا یہ ناقض وضو ہے یا نہیں؟ تو اسمیں صحیح مذہب یہ ہے کہ یہ ناقض وضو نہیں ہے، لیکن سونے کی ہیئت یہ ہونی چاہئے کہ اپنی رانوں سے پیٹ کو اٹھائے ہوئے ہو اور ہاتھ کو پہلو سے ملائے ہوئے ہو لیکن اگر یہ صورت نہیں ہے تو یہ ناقض ہو جائیگا، اگر کوئی بیمار ہے اور وہ لیٹ کر نماز ادا کر رہا ہے اور اسی حالت میں سو گیا تو صحیح مذہب یہ

ہے کہ وضو ختم ہو جائے گا، اور اونگھ کی دو صورت ہے ایک یہ کہ اسکے پاس اگر کوئی کچھ کہے اور وہ اسے سن لے تو اس صورت میں وضو نہیں ٹوٹے گا لیکن اگر وہ اسکی بات نہیں سنتا تو اسکا وضو ٹوٹ جائے گا۔ **هٰكذا فهمت من حاشيه شيخ الادب۔**

اغماء :۔ پہلے اس کی تعریف جان لینی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جس میں قوئی کام نہ کرے عقل زائل ہو جائے۔ جنون ایک مرض ہے اس میں عقل تو ختم ہو جاتی ہے مگر قوئی زائل ہو جاتے ہیں۔ سکر اس کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں ویسے سکر اس حالت کو کہتے ہیں کہ اس میں آدمی یہ نہ جان سکے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے یہی وجہ ہے کہ آدمی نشہ کی حالت میں یہ نہیں سمجھتا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اس لئے اسے ام الخبائث کہا گیا ہے، نشہ کی حالت میں کب وضو ٹوٹے گا اس میں دو قول ہیں ایک قول صدر الشہید اور بعض مشائخ کا ہے کہ جب وہ مرد اور عورت میں فرق نہ کر سکے۔ اور ایک قول شمس الائمہ حلوائی کا ہے کہ اس کی چال میں ہلنا پایا جائے۔ اور زیادہ صحیح یہی ہے۔ **شبلي علي الكنز حاشيه شيخ الادبؒ**

في صلوٰة ذات ركوع وسجود :۔ کہہ کر نماز جنازہ کو نکالدیا اسلئے کہ نہ اس میں رکوع ہے اور نہ سجدہ۔

قهقهة :۔ اگر ایک ایسا آدمی نماز پڑھ رہا ہے جو عاقل اور بالغ ہے اور بیداری کی حالت میں ہے اب اگر اس صورت میں قہقہہ لگا کر ہنس دیا اور وہ نماز جنازہ کے علاوہ ہے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا نیز نماز بھی فاسد ہو جائے گی، ہنسنے کے لئے عربی میں تین لفظ استعمال کئے جاتے ہیں (۱) **قهقهه** اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ اس قدر زور سے ہنسے کہ اسکے بغل کے لوگ اسے سن لیں (۲) **ضحك** اسکے بغل کے لوگ آواز نہ سن سکیں اس صورت میں صرف نماز فاسد ہوگی (۳) **تبسم** اس میں نہ آواز ہوتی ہے اور نہ ہی دانت ظاہر ہوتے ہیں اس میں نہ وضو ٹوٹے گا اور نہ ہی نماز فاسد ہوگی۔

بالغ :۔ اسکی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر لڑکا نابالغ قہقہہ لگائے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

يقظان :۔ س قید سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر نماز کی حالت میں سو گیا اور سونے کی حالت میں قہقہہ لگایا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

ومس الخ :۔ مس ذکر کے بارے میں اختلاف ہے، امام شافعیؒ، احمدؒ، اسحٰقؒ کے نزدیک ناقض وضو ہے، نیز صحابہؓ میں حضرت عمر بن خطابؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، ابو ایوب انصاریؓ، زید بن خالدؓ، ابو ہریرہؓ وغیرہ کا مسلک یہی ہے امام مالکؒ کا بھی ایک قول یہی ہے لیکن امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک مطلقاً ناقض وضو نہیں، نیز صحابہ میں حضرت علیؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، عمار بن یاسرؓ، عمران بن حصینؓ، سعد بن وقاصؓ، ابن عباسؓ رضی اللہ عنہم کا قول یہی ہے۔ لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک ایک شرط ہے کہ باطن کف سے ہو اور بلا پردہ مس ہو اس صورت میں ناقض ہوگا اگر اسکے خلاف ہے تو نہیں۔ تلخیص معارف مدنیہ۔

فصلٌ. عَشرَةُ اَشيَاءَ لَاتَنقِضُ الوُضُوءَ ظُهُورُ دَمٍ لَم يَسِل عَن مَحَلِّهٖ وَسُقُوطُ لَحمٍ مِن غَيرِ سَيَلَانِ دَمٍ كَالعِرقِ المَدَنِيِّ الَّذِي يُقَالُ لَهٗ رِشتَه وَخُرُوجُ دُودَةٍ مِن جُرحٍ وَاُذُنٍ وَاَنفٍ وَمَسُّ ذَكَرٍ وَمَسُّ اِمرَاَةٍ وَقَيءٌ لَايَملَاُ الفَمَ وَقَيءُ بَلغَمٍ وَلَو كَثِيرًا وَتَمَايُلُ نَائِمٍ اِحتَمَلَ زَوَالَ مَقعَدَتِهٖ وَنَومُ مُتَمَكِّنٍ وَلَو مُستَندًا اِلٰى شَيءٍ لَو اُزِيلَ سَقَطَ عَلَى الظَّاهِرِ فِيهِمَا وَنَومُ مُصَلٍّ وَلَو رَاكِعًا اَو سَاجِدًا عَلٰى جِهَةِ السُّنَّةِ وَاللّٰهُ المُوَفِّقُ.

ترجمہ :۔ دس چیزیں ایسی ہیں کہ ان سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ خون کا نکل کر اپنی جگہ سے نہ بہنا، اور بغیر خون

کے بہے ہوئے گوشت کا کٹ کر گرنا، جیسے عرق مدنی جسے رشتہ کہا جاتا ہے اور کیڑے کا زخم سے، کان سے، ناک سے، نکلنا اور مس ذکر اور مس مرأۃ سے اور ایسی قئی جو منھ بھر کر نہ ہو، اور بلغم کی قئی سے اگرچہ بہت زیادہ ہو اور سونے والے کا جھکنا کہ اسکے مقعد کے ہٹ جانے کا احتمال ہو اور اس طرح سونا کہ اس کی سرین زمین پر ٹکی ہوئی ہو اگرچہ وہ کسی ایسی چیز سے ٹیک لگائے ہوئے ہو کہ اگر اسے ہٹا دیا جائے تو وہ گر جائے ظاہر مذہب پر ان دونوں مسئلوں میں، اور نماز پڑھنے والے کا رکوع یا سجدے کی حالت میں، سنت کے طریقہ پر۔ واللہ الموفق

تشریح و مطالب :۔ خروج دم :۔ یعنی خون نکلا ظاہر ہوا مگر جہاں ظاہر ہوا وہیں ہے ابھی آگے نہیں بڑھا اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

عرق مدنی :۔ یہ ایک بیماری ہے جسے اردو میں نارو کہتے ہیں اسمیں صرف گوشت کٹ کر گرتا ہے خون نہیں نکلتا۔

خروج دودۃ :۔ اس لئے کہ جو نجاست کیڑے میں ہوتی ہے وہ مقدار میں کم ہوتی ہے لیکن اگر یہی کیڑا دبر سے نکلا ہو تو ناقض وضو ہو جائے گا۔

ومس ذکر وامراۃ :۔ مس ذکر کی تفصیل گذر چکی۔ مس امراۃ سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ اجنبیہ ہی کیوں نہ ہو چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے عن عائشۃؓ قالت ان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیصلی وانی لمعترضۃ بین یدیہ اعتراض الجنازۃ حتی اذا اراد ان یوتر مسنی برجلہ. اسی طرح ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ میں سوتی رہتی تھی حضور ﷺ میرے پیر کو دباتے میں اسکو سکوڑ لیتی۔ (نسائی) اس سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ مس امراۃ ناقض وضو نہیں۔

علیٰ جھۃ السنۃ :۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حالت نہ بدلی ہو بلکہ جس طرح رکوع اور سجدہ کی حالت میں رہا جاتا ہے اسی طرح رہے اور اس کی علامت ہے کہ رکوع کی حالت میں سنت کے طریقہ سے زیادہ جھک جائے اگر مسنون صورت میں نہ رہے گا بلکہ اس کی ہیئت بدل گئی ہو گی تو وضو ٹوٹ جائے گا، مطلب یہ ہے کہ نیند کے ہوتے ہوئے اعضاء میں چستی باقی رہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (مراقی الفلاح وایضاح)

فَصلٌ مَایُوْجِبُ الاِغْتِسَالَ: یَفتَرِضُ الْغُسْلُ بِوَاحِدٍ مِنْ سَبْعَةِ اَشْیَاءَ خُرُوْجُ الْمَنِیِّ اِلیٰ ظَاهِرِ الْجَسَدِ اِذَا انْفَصَلَ عَنْ مَقَرِّهٖ بِشَهْوَةٍ مِنْ غَیْرِ جِمَاعٍ وَتَوَارِیْ حَشْفَةٍ وَقَدْرُهَا مِنْ مَقْطُوْعِهَا فِیْ اَحَدِ سَبِیْلَیْ آدَمِیٍّ حَیٍّ وَاِنْزَالُ الْمَنِیِّ بِوَطْئِ مَیْتَةٍ اَوْ بَهِیْمَةٍ وَ وُجُوْدُ مَاءٍ رَقِیْقٍ بَعْدَ النَّوْمِ اِذَا لَمْ یَکُنْ ذَکَرُهٗ مُنْتَشِراً قَبْلَ النَّوْمِ وَوُجُوْدُ بَلَلٍ ظَنَّهٗ مَنِیاً بَعْدَ اِفَاقَتِهٖ مِنْ سُکْرٍ وَاِغْمَاءٍ.

ترجمہ :۔ فصل ان چیزوں کے بیان میں جن سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ سات چیزوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے کے وقت غسل فرض ہو جاتا ہے، منی کا ظاہر بدن کی طرف نکلنا جب کہ اپنے مقر سے شہوت کی وجہ سے بلا جماع کے نکلی ہو، اور حشفہ کا چھپ جانا، اور اسکی مقدار حشفہ کٹے ہوئے شخص کی زندہ انسان کے سبیلین میں چھپ جانا اور منی کا وطی کی وجہ سے نکلنا، مردار سے ہو یا چوپائے سے، اور سونے کے بعد پتلے پانی کا پایا جانا جب کہ اس کا ذکر سونے

سے قبل منتشر نہ ہوا ہو، اور نشہ اور بے ہوشی سے افاقہ کے بعد ایسی تری کا پایا جانا کہ وہ منی معلوم ہوتی ہو۔

تشریح و مطالب :۔ ابھی تک وضو کے احکامات کو بیان کر رہے تھے اب غسل کے احکامات کو بیان کر رہے ہیں چنانچہ سب سے پہلے ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں کہ کن کن وجوہات کی بناء پر غسل واجب ہوتا ہے۔

الغسل :۔ الاغتسال اسکو کہتے ہیں کہ آدمی اپنے پورے بدن کو دھوئے، نیز اس پانی کو بھی کہا جاتا ہے جس سے غسل کیا جاتا ہے لیکن غسل زیادہ تر اس معنی میں مشہور ہے کہ آدمی اپنے پورے بدن کو دھوئے جنابت کی وجہ سے، عورت دھوئے جنابت اور حیض کی بناء پر۔

خروج المنی :۔ خروج کے وقت شہوت کا ہونا ضروری نہیں بلکہ جب منی اپنی اصل جگہ سے ہٹتی ہے تو اس وقت شہوت ہونی چاہئے (ایضاح الاصباح) منی کی تعریف یہ ہے **ماء ابیض ثخین ینکسر الذکر بخروجه**. وہ سفید سخت پانی ہے اس کے خارج ہونے کے بعد انسان کا عضو تناسل ڈھیلا پڑ جاتا ہے لیکن عورت کی منی رقیق ہوتی ہے نیز اس کا رنگ پیلا ہوتا ہے، اب اگر عورت غسل کر رہی تھی کہ منی نکل آئی اور شہوت بھی نہیں تھی تو اب اس کا رنگ دیکھا جائے گا اگر وہ اصفر ہوگا تو دوبارہ غسل کرے گی ورنہ نہیں۔ **طحاوی علی مراقی الفلاح، حاشیہ شیخ الادبؒ**

غیر جماع الخ :۔ یہ شرط لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر انزال ہو گیا ذکر کی وجہ سے یا کسی عورت کی طرف دیکھنے کی وجہ سے یا سو رہا تھا کہ احتلام ہو گیا ان تمام صورتوں میں جماع نہیں پایا جاتا مگر خروج منی پائی جاتی ہے، نیز شہوت کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر کسی کو منی نکل گئی اس وجہ سے کہ اس نے بھاری بوجھ اٹھایا تھا یا کسی اونچی جگہ سے گر گیا اس بنا پر خروج منی پایا گیا تو ان تمام صورتوں میں نہ جماع پایا گیا نہ شہوت اس لئے غسل فرض نہیں ہوگا اس بارے میں ذرا سا اختلاف ہے کہ شہوت کا اعتبار کس وقت کیا جائے گا امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت منی اپنی جگہ سے چلی ہے اس وقت کی شہوت کا اعتبار کیا جائے گا یعنی جب منی اپنے مقام اصلی سے چلی اس وقت اگر شہوت نہ ہو تو غسل فرض نہیں لیکن امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ خروج کے وقت کی شہوت معتبر ہے نہ کہ جدائیگی کے وقت کی اور فتویٰ بھی امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے۔ **مراقی الفلاح**

تواری حشفة :۔ حشفہ کی تعریف قاموس میں یہ کی ہے **مافوق الختان** اور مراد ذکر کا سرا ہے یعنی اگر حشفہ قبل یا دبر میں چھپ گیا یا جس کے حشفہ نہیں ہے تو حشفہ کی مقدار ہو اس وقت غسل فرض ہو جائے گا جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے **اذا التقی الختان وغابت الحشفة وجب الغسل انزل او لم ینزل**. یعنی مراد یہ ہے کہ کم مقدار کا بھی چلا جانا غسل کو فرض کر دیتا ہے۔ آدمی کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر یہ صورت بہائم کے ساتھ پیش آئے تو غسل واجب نہ ہوگا اسی طرح حی کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر مردے کے ساتھ یہ صورت پیش آ گئی تب بھی غسل فرض نہ ہوگا۔

انزال المنی :۔ یعنی اگر کسی جانور نما انسان نے جانور سے اپنی خواہش پوری کر لی تو صرف حشفہ کے داخل ہونے کی وجہ سے غسل واجب نہ ہوگا بلکہ انزال بھی شرط ہے۔ **(ایضاح الاصباح)**

وجود ماء رقیق :۔ یعنی ایک انسان سویا اور جب سو کر بیدار ہوا تو اس نے اپنے کپڑے پر تری کو پایا، اب کیا کرے آیا وہ غسل کرے یا نہ کرے، صاحب بحر الرائق نے اس کی بارہ قسمیں بیان کی ہیں ہم ان کو یہاں ذکر کر رہے ہیں خوب غور سے سمجھ لو تاکہ پریشانی نہ ہو۔

بیدار ہونے والے کو اس بات کا یقین ہو گا کہ یہ منی ہے۔ یا یہ یقین ہو گا کہ یہ مذی ہے، یا یہ یقین ہو گا کہ یہ ودی ہے، یا یہ ہو گا کہ اس کو شک واقع ہو گیا ہو گا کہ منی ہے یا مذی یا یہ کہ منی ہے یا ودی یا اس میں شک ہو گیا کہ مذی ہے یا ودی، یہ چھ صورتیں ہو گئیں اور تمام صورتوں میں یا تو اس کو احتلام کا خیال ہو گا یا نہیں، اس طور پر بارہ صورتیں ہو گئیں، اب یہ دیکھئے کہ کس کا کیا حکم ہے جب اس پر یقین کامل ہو گیا کہ یہ منی ہے چاہے اسے احتلام کا خیال ہو یا نہ ہو باتفاق غسل فرض ہو جائے گا اب اگر اسے اس بات پر یقین ہو گیا کہ مذی ہے اور اسے احتلام بھی یاد ہے تو اس پر غسل فرض ہے، اور اگر اسے اس بات پر یقین ہو گیا کہ یہ ودی ہے تو باتفاق غسل واجب نہیں لیکن امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر منی اور مذی میں اس کو شک ہو گیا تو اس پر غسل نہیں جب تک کہ منی پر یقین نہ ہو جائے اور طرفین کے یہاں واجب ہے ایک بات یاد رہے کہ یقین سے مراد غلبۂ ظن ہے۔

اب ہر ایک کی تعریف جان لینی ضروری ہے، منی کی تعریف تو معلوم ہو چکی، مذی اس پتلی قسم کی رطوبت کو کہتے ہیں جو شہوت کے وقت خارج ہوتی ہے اسکی رنگت سپید ہوتی ہے اور اس میں اور منی میں فرق یہ ہے کہ مذی کے خروج کے وقت کوئی شہوت یا لذت حاصل نہیں ہوتی اور منی میں حاصل ہوتی ہے (ب) منی کا خروج قوت اور جست کے ساتھ ہوتا ہے اسکے خروج کے بعد انتشار ختم ہو جاتا ہے مذی میں یہ سب باتیں نہیں ہوتیں علاوہ ازیں منی کی رنگت زیادہ صاف ہوتی ہے اور کچے چھوارے کی سی بو اس میں آتی ہے۔

ودی بھورے رنگ کی ہوتی ہے جو پیشاب کے بعد اور کبھی اس سے پیشتر خارج ہوتی ہے اور پیشاب سے گاڑھی ہوتی ہے **هٰكذا سمعت من الاستاذ**۔ اسی طرح احتلام، احتلام حُلم سے ماخوذ ہے حلم کے معنی ہیں خواب اور احتلام یعنی خواب دیکھنا، اور اصطلاح میں اس خواب کو کہتے ہیں جس کا نتیجہ انزال ہوتا ہے، اس قسم کے خواب شیطانی اثر سے ہوتے ہیں اس لئے انبیاء کرام اس سے محفوظ رہتے ہیں۔ (ایضاح الاصباح)

وَبِحَيْضٍ وَنِفَاسٍ وَلَوْ حَصَلَتِ الْاَشْيَاءُ الْمَذْكُوْرَةُ قَبْلَ الْاِسْلَامِ فِي الْاَصَحِّ وَيُفْتَرَضُ تَغْسِيْلُ الْمَيِّتِ كِفَايَةً.

ترجمہ:۔ حیض، نفاس اگرچہ یہ اشیاء قبل اسلام پیدا ہو گئے ہوں اصح مذہب کے بموجب میت کو غسل دینا بطور فرض کفایہ ہے۔

تشریح و مطالب:۔ یعنی حیض، اور نفاس جب ختم ہو جائے اس وقت غسل کرنا واجب ہو گا، وجوب کیلئے شرط انقطاع ہے نہ کہ خروج۔

قبل الاسلام الخ :۔ ایک آدمی پہلے کافر تھا اب اسے دولت ایمانی نصیب ہو گئی تو اسکے غسل کے بارے میں علماء کے دو قول ملتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس پر غسل واجب نہیں اس لئے کہ احکام شریعت کا مخاطب نہیں اور یہ ایسا

ہی ہے کہ جیسا کہ ایک عورت کافر تھی پھر اسے حیض ختم ہی ہوا تھا کہ مسلمان ہو گئی تو اس پر غسل واجب نہیں اور ایک روایت یہ ہے کہ اس پر غسل واجب ہو گا، اس لئے کہ اس پر نماز فرض ہو گئی اور وہ ابھی تک ناپاک ہے اور نماز کے لئے پاک ہونا ضروری ہے یعنی غسل نماز کیلئے کرے گا زیلعیؒ، شہاب الدینؒ، احمد شعبیؒ فرماتے ہیں کہ غسل فرض ہو گا اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول وان کنتم جنبا فاطھروا اب اس کو شامل ہے اور اب مخاطب ہو گیا۔

المیت :۔ یہاں پر مطلق ذکر کیا لیکن یہ مقید ہے کہ میت مسلمان ہو لیکن شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا جیسا کہ شہداء بدر کو حضور ﷺ نے ویسے ہی دفن کرا دیا اور نہ ان کا کپڑا اتارا جائے گا اس کی تفصیل آگے آرہی ہے اسی طرح اگر خنثیٰ مشکل ہو تو اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ تیمم کر دیا جائے دوسرا غسل دیا جائے، لیکن پہلا اولیٰ ہے۔ مولانا اعزاز علیؒ

فصلٌ. عَشَرَةُ اَشْيَاءَ لاَيُغْتَسَلُ مِنْهَا مَذِيٌّ وَوَدِيٌّ وَاحْتِلَامٌ بِلاَ بَلَلٍ وَوِلاَدَةٌ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةِ دَمٍ بَعْدَهَا فِي الصَّحِيْحِ وَاِيْلاَجٌ بِخِرْقَةٍ مَانِعَةٍ مِنْ وُجُوْدِ اللَّذَّةِ وَحُقْنَةٌ وَاِدْخَالُ اِصْبَعٍ وَنَحْوِهٖ فِي اَحَدِ السَّبِيْلَيْنِ وَوَطْءُ بَهِيْمَةٍ اَوْمَيْتَةٍ مِنْ غَيْرِ اِنْزَالٍ وَاِصَابَةُ بِكْرٍ لَمْ تَزَلْ بُكَارَتُهَا مِنْ غَيْرِ اِنْزَالٍ.

ترجمہ:۔ دس چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے غسل واجب نہیں ہوتا، مذی اور ودی اور احتلام بلا تری کے اور ولادت جسکے بعد خون نہ دکھائی دے صحیح مذہب کے بموجب اور کسی ایسے کپڑے کے ساتھ ادخال کرنا جو حصول لذت سے مانع ہو، حقنہ کرانے سے، اور انگلی یا اس چیز کے مثل ہو سبیلین میں داخل کرنے سے اور چوپائے یا مردے سے وطی کرنا بغیر انزال کے، کسی باکرہ عورت سے ایسا جماع کرنا جو اسکے بکارت کو زائل نہ کرسکے بشرطیکہ انزال نہ ہو۔

تشریح و مطالب :۔ مصنفؒ اس فصل میں ایسی دس چیزوں کا ذکر کر رہے ہیں کہ جن کی وجہ سے انسان پر غسل واجب نہیں ہوتا، مذی ودی احتلام ان سب کی تعریفیں گزر چکیں۔

ایلاج الخ :۔ یعنی ذکر پر اس طرح سے کپڑا لپیٹ لیا ہو کہ اب اس کے بعد لذت حاصل ہی نہیں ہوسکتی حالانکہ جماع سے ایک لذت حاصل ہوتی ہے تو اس صورت میں اس پر غسل واجب نہیں ہوگا۔

اصابۃ :۔ یعنی کسی ایسی لڑکی سے جماع کیا کہ ابھی تک اسکا پردہ بکارت ختم نہیں ہوا تھا لیکن اسکے باوجود وہ زائل نہیں ہوا اور ساتھ ہی ساتھ اسے انزال بھی نہیں ہوا تو اس وقت اس جماع کرنے والے پر غسل واجب نہیں ہوگا، لیکن اگر انزال ہو گیا تو پھر اس صورت میں اس پر غسل واجب ہو جائے گا۔

فی الصحیح :۔ کہہ کر اس بات کیطرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ولادت کے بغیر رویت دم میں دو قول ہیں ایک واجب ہے امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ غسل واجب ہوگا کیونکہ کچھ نہ کچھ خون کا اثر پیدائش کے وقت ضرور ہوگا۔

فصلٌ يُفْتَرَضُ فِي الْاِغْتِسَالِ اَحَدَ عَشَرَ شَيْئاً غَسْلُ الْفَمِ وَالْاَنْفِ وَالْبَدَنِ مَرَّةً وَدَاخِلِ قُلْفَةٍ لاَعُسْرَ فِي فَسْخِهَا وَسُرَّةٍ وَثَقْبٍ غَيْرِ مُنْضَمٍّ وَدَاخِلِ الْمَضْفُوْرِ مِنْ شَعْرِ الرَّجُلِ مُطْلَقاً لاَ الْمَضْفُوْرُ مِنْ شَعْرِ الْمَرْاَةِ اِنْ سَرَى الْمَاءُ فِي اُصُوْلِهٖ وَبَشْرَةِ اللِّحْيَةِ وَبَشْرَةِ الشَّارِبِ وَالْحَاجِبِ وَالْفَرْجِ الْخَارِجِ.

ترجمہ:۔ غسل میں گیارہ چیزیں فرض ہیں۔ اندر سے منھ کا اور ناک کا اور پورے بدن کا ایک مرتبہ دھونا،

قلفہ کے اندرونی حصہ کادھونا جس کے کھولنے میں دقت ودشواری اور تکلیف نہ ہو، ناف کا اور اس کا جوجڑ گیا ہو، بلا قید کے مرد کو اپنے جوڑے کے اندر کا دھونا، عورت کے گندھے ہوئے بالوں کا دھونا فرض نہیں ہے اگر پانی اسکے جڑوں تک پہونچ جائے، داڑھی کے نیچے کا، مونچھوں اور بھوؤں کا دھونا اور فرج خارج کا دھونا۔

تشریح ومطالب :۔ اب یہاں سے ان چیزوں کو بیان کررہے ہیں کہ غسل میں جو فرض ہیں۔ ویسے تو پانی کا پہونچانا پورے بدن پر فرض ہے یعنی جو ظاہر بدن کا حکم رکھتی ہو۔

الفم والانف :۔ اسکی تخصیص اس وجہ سے بیان کردی کہ حضرت امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اس بات کے قائل ہیں کہ منھ اور ناک میں پانی ڈالنا مسنون ہے اس سے اسی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے، اب اگر بدن پر کوئی ایسی چیز لگی ہے کہ جس سے بدن کا وہ حصہ نہیں تر ہو تا کہ جہاں پردہ ہے جیسے چربی، موم وغیرہ تو اسکا ختم ضروری ہے اگر اسی طرح غسل کرلیا تو غسل نہ ہوگا، لیکن اگر کوئی ایسی چیز ہے کہ وہ لگی ہوئی تو ہے مگر پانی وہاں تک پہونچ جاتا ہے جیسے زنگ وغیرہ تو غسل صحیح ہو جائے گا، اسی طرح ناخن کے اندر کی میل بھی ضروری نہیں کہ اسے نکالے اسی طرح اگر مچھر کی بٹ لگ جائے تب بھی اس کا نکالنا ضروری نہیں۔

لاعسر :۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے ختنہ نہیں کرایا ہے اب وہ غسل کرتا ہے تو کیا کرے، دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ بلا کسی پریشانی کے اس چمڑے کو ہٹا سکتا ہو گا تو اس صورت میں اس کے اندر پانی لے جائے لیکن اگر اس کے ہٹانے میں دشواری ہے تو اب تنگی میں نہ پڑے بس اسے اسی حالت پر چھوڑ دے۔ قلفہ اس کھال کو کہا جاتا ہے جس کی مقدار ختنہ میں کاٹی جاتی ہے۔

ثقفِ غیر منضم :۔ جیسے عورتیں اپنی ناک اور اپنے کان میں سوراخ کرالیتی ہیں تو اگر وہ سوراخ بند نہ ہوئے ہوں تو اس میں پانی پہنچایا جائے۔

داخل المضفور :۔ اس کی دو صورتیں ہیں یا تو مرد نے بالوں کو گوندھوالیا ہوگا یا عورت نے، اگر مرد نے ایسا کیا ہے تو بہر صورت خواہ پانی بلا کھولے پہونچ جائے اس کا کھولنا ضروری ہے اس لئے کہ اس میں کوئی پریشانی نہیں اس لئے کہ مرد کا مینڈھی باندھنا زینت کیلئے نہیں، ہاں اگر عورت نے بالوں کو گوندھ لیا ہے تو اب اس کا کھولنا ضروری ہے لیکن اسکے اندر پانی کا چلا جانا ضروری ہے بال کا تر ہونا ضروری نہیں اس لئے کہ کھولنے کی صورت میں اسے حرج لاحق ہو جائے گا اور عورت کا بال زینت کیلئے ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے کہ جس میں حضرت ام سلمہؓ نے بیان کیا ہے قلت یا رسول اللہ انی امرأۃ اشد ضفر رأسی أفانقضہ لغسل الجنابۃ قال انما یکفیك ان تحثی علی رأسك ثلاث حثیات من ماء ثم تفیضی علی سائر جسدك الماء فتطھرین.

الفرج الخارج :۔ اس سے مراد وہ جگہ ہے کہ جس کا استنجاء میں دھونا ضروری نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

فصلٌ. یُسَنُّ فِی الاِغْتِسَالِ اِثْنَا عَشَرَ شَیْئاً الاِبْتِدَاءُ بِالتَّسْمِیَۃِ وَالنِّیَّۃُ وَغَسْلُ الْیَدَیْنِ اِلَی الرُّسْغَیْنِ وَغَسْلُ نَجَاسَۃٍ لَوْ کَانَتْ بِانْفِرَادِھَا وَغَسْلُ فَرْجِہٖ ثُمَّ یَتَوَضَّأُ کَوُضُوْئِہٖ لِلصَّلٰوۃِ فَیُثَلِّثُ الْغَسْلَ وَیَمْسَحُ الرَّأْسَ وَلٰکِنَّہٗ یُؤَخِّرُ غَسْلَ الرِّجْلَیْنِ اِنْ کَانَ یَقِفُ فِیْ مَحَلٍّ یَجْتَمِعُ فِیْہِ الْمَاءُ ثُمَّ یُفِیْضُ الْمَاءَ عَلٰی بَدَنِہٖ ثَلَاثاً وَلَوْ

انغمس فی الماء الجاری او مافی حکمہ ومکث فقد اکمل السنۃ ویبتدیٔ فی صب الماء براسہ ویغسل بعدھامنکبہ الایمن ثم الایسر ویدلک جسدہ ویوالی غسلہ۔

ترجمہ:۔ غسل میں بارہ چیزیں سنت ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرنا، اور نیت کرنا، گٹوں تک دونوں ہاتھوں کو دھونا، اور نجاست کا دھونا اگر وہ بدن پر لگی ہوئی ہو، اور اپنے فرج کا دھونا، پھر نماز ادا کرنے کی طرح وضو کرنا، پس اس میں ہر اعضاء کا تین تین بار دھونا اور سر کا مسح کرنا، لیکن پیر دھلنے کو مؤخر کیا جائے گا اگر غسل کرنے والا کسی ایسی جگہ ہے کہ جہاں پانی جمع ہو جاتا ہے پھر اپنے بدن پر تین مرتبہ پانی ڈالے، اور اگر گھس گیا بہتے ہوئے پانی میں یا جو اس کے حکم میں ہے اور اس میں ٹھہرا رہا تو اس سے سنت ادا ہو گئی، اور پانی ڈالنے کو اپنے سر سے شروع کرے اور اسکے بعد پہلے دائیں مونڈھے اور پھر بائیں مونڈھے کو دھوئے، اور اپنے بدن کو ملے اور لگاتار غسل کرے۔

تشریح و مطالب:۔ غسل کے فرائض اور واجبات کو بیان کرنے کے بعد اب اس کے سنن کو بیان کر رہے ہیں کہ اس میں سنت کیا ہے۔

الابتداء بالتسمیۃ:۔ اسلئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ کل امر ذی بال الخ. اسکی پوری تفصیل گزر چکی

نیۃ:۔ اسلئے کہ نیت سے قرب حاصل ہوتا ہے اس میں بھی وہی تفصیل ہوگی جو اوپر گزر چکی وہاں دیکھ لیا جائے۔

وغسل الیدین الی الرسغین:۔ اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کی تفصیل اس طرح ہے عن عائشۃؓ زوج النبی صلی اللہ علبہ وسلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا غسل من الجنابۃ بدأ فغسل یدیہ ثم یتوضا کما یتوضا للصلوٰۃ ثم یدخل اصابعہ فی الماء فیخلل بھا اصول الشعر ثم یصب علیٰ رأسہ ثلاث غرف بیدہ ثم یفیض الماء علی جسدہ کلہ. (بخاری) حضرت عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ حضور پاک ﷺ جب غسل جنابت کیا کرتے تھے تو پہلے ہاتھوں کو دھوتے تھے پھر نماز کی طرح وضو کرتے تھے پھر اپنی انگلیوں کو پانی میں کر کے بال میں خلال کرتے تھے پھر اپنے سر مبارک پر تین مرتبہ اپنے دست مبارک سے پانی ڈالتے پھر اپنے پورے جسد مبارک پر تین مرتبہ پانی ڈالتے تھے، اسی حدیث کو پیش نظر رکھ کر مصنفؒ نے ان مسائل کا استخراج کیا ہے۔

وغسل نجاسۃ:۔ یہ عبارت بظاہر زائد معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ نجاست کا دھونا تو ضروری ہے پھر اس کو سنت میں شمار کرانے کی کیا ضرورت تھی اسکا جواب یہ ہے کہ یہاں پر غسل سے پہلے نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ وضو سے قبل کا بیان ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بدن پر پانی ڈالنے کے بعد نجاست کے پھیلنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اس صورت میں پریشانی ہو جاتی ہے اس لئے پہلے اس کو دھو لیا جائے، اب اس صورت میں یہ عبارت زائد نہیں ہوگی بلکہ اس سے یہ فوائد حاصل ہو جائیں گے اور یہاں پر اسی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (شیخ الادبؒ)

کوضوئہ للصلوٰۃ الخ:۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جس طرح نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے اس صورت میں سر پر مسح کیا جاتا ہے لیکن اس وقت جو وضوء کیا جا رہا ہے اسمیں اختلاف ہے بعض حضرات تو کہتے ہیں کہ یہاں پر غسل پایا جاتا ہے لہٰذا مسح کی ضرورت نہیں لیکن اصح مذہب یہ ہے کہ مسح کیا جائے گا

اور اس عبارت سے اسی اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔

ولکنه یؤخر الخ :۔ لیکن حضرت عائشہؓ کی حدیث میں کوئی تخصیص نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ پہلے پیر مبارک کو دھولیا کرتے تھے، لیکن حضرت میمونہؓ حضور ﷺ کے غسل کی حالت بیان کرتی ہیں توضا رسول الله صلی الله علیه وسلم وضوئه للصلوٰة غیر رجلیه. (بخاری) لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ غسل رجلین بعد میں فرماتے تھے، لیکن دونوں کے درمیان تطبیق بھی دیا جاسکتا ہے بایں طور کہ حضرت عائشہؓ جو واقعہ بیان کررہی ہیں وہ ایسی جگہ ہے جہاں پانی جمع نہیں ہوتا تھا، اور حضرت میمونہؓ کا واقعہ اس جگہ کا ہے کہ جہاں پانی جمع ہوجاتا تھا، لہٰذا اب دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہے گا اور اسی تطبیق کی طرف مصنفؒ بھی یجتمع فیه سے اشارہ کررہے ہیں۔

ولو انغمس :۔ یعنی اتنی دیر تک اسمیں رہا کہ جتنی دیر میں وضو اور غسل کیا جاسکتا ہے، (طحطاوی) اسی طرح اگر بارش ہورہی تھی اور یہ شخص اس میں کھڑا ہوگیا اور پانی تمام بدن پر پہونچ گیا تو اس کا غسل ہوجائے گا اس لئے کہ پورے بدن پر پانی چلا گیا۔ ومافی حکمه سے مراد وہ پانی ہے جو دہ دردہ ہو اسلئے کہ اگر جنبی اس سے کم پانی میں داخل ہوگیا تو پانی ناپاک ہوجائے گا۔ والله اعلم

ویبتدی صب الماء براسه :۔ جیسا کہ ابھی حدیث میں آیا کہ دھویا تو حضور ﷺ نے دست مبارک کو لیکن جب پانی کے بہانے کا وقت آیا تو پہلے سر پر ڈالا۔

ویغسل بعدها الخ :۔ یعنی پانی کس طرح ڈالے اسکا طریقہ یہ ہوگا کہ پہلے اپنے دائیں کندھے پر تین مرتبہ پانی ڈالے پھر اسی طرح بائیں پر تین مرتبہ ڈالے پھر اسکے بعد سر پر تین مرتبہ ڈالے پھر سارے بدن پر تین مرتبہ اور بعض حضرات نے کہا کہ سر سے شروع کرے۔ (ماخوذ از حاشیہ) جیسا کہ یہی طریقہ نبی کریم ﷺ کا معلوم ہوتا ہے۔ کذا فی المراقی

فَصْلٌ وَآدَابُ الاِغْتِسَالِ هِیَ آدَابُ الْوُضُوْءِ اِلاَّ اَنَّهُ لاَیَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ لاَنَّهُ یَکُوْنُ غَالِباً مَعْ کَشْفِ الْعَوْرَةِ وَکُرِهَ فِیْهِ مَاکُرِهَ فِی الْوُضُوْءِ.

توجمه :۔ غسل کے آداب وہی ہیں جو وضو کے آداب ہیں مگر غسل کی حالت میں قبلہ رخ نہیں ہوگا اس لئے کہ اکثر وہ کشف عورت کی حالت میں ہوتا ہے اور اس میں بھی وہ چیزیں مکروہ ہیں جو وضو میں مکروہ ہیں۔

تشریح و مطالب :۔ اس فصل میں ان چیزوں کو بیان کررہے ہیں کہ جن کا غسل میں کرنا آداب میں شامل ہے۔ الا انه لایستقبل القبلة کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کردیا اور تو آداب میں وہی ہیں جو وضو میں ہیں اور وضو میں استقبال قبلہ آداب میں سے ہے لیکن غسل میں چونکہ آدمی کشف ستر کی حالت میں ہوتا ہے اس لئے ایسا کرنا ادب میں نہیں ہے۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ یہ چیزیں آداب میں داخل ہیں (۱) کلام نہ کرنا (۲) زبان سے دعاء وغیرہ کا نہ پڑھنا (۳) خالی اور تنہا مکان میں جہاں کسی کے آنے کا احتمال نہ ہو اس جگہ بھی لنگی باندھ لینا، اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے ان الله حیی ستیر یحب الحیاء والستر فاذا اغتسل احدکم فلیستتر. ابوداؤد، اور اگر کسی کے سامنے غسل کررہا ہے تو

اس صورت میں ستر فرض ہے، غسل سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت نماز ادا کرلینی چاہئے۔ مراقی الفلاح

فصلٌ یُسَنُّ الاِغْتِسَالُ لِاَرْبَعَةِ اَشْیاءَ صَلٰوۃِ الْجُمُعَۃِ وَصَلٰوۃِ العِیْدَیْنِ وَلِلاِحْرَامِ وَلِلْحَاجِّ فِیْ عَرَفَۃَ بَعْدَ الزَّوَالِ وَیَنْدُبُ الاِغْتِسَالُ فِیْ سِتَّۃَ عَشَرَ شَیْئاً لِمَنْ اَسْلَمَ طَاھِراً وَلِمَنْ بَلَغَ بِالسِّنِّ وَلِمَنْ اَفَاقَ مِنْ جُنُوْنٍ وَعِنْدَ حِجَامَۃٍ وَغَسْلِ مَیِّتٍ وَفِیْ لَیْلَۃِ بَرَاءَۃٍ وَلَیْلَۃِ الْقَدْرِ اِذَا رَاٰھَا وَلِدُخُوْلِ مَدِیْنَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلِلْوُقُوْفِ بِمُزْدَلِفَۃَ غَدَاۃَ یَوْمِ النَّحْرِ وَعِنْدَ دُخُوْلِ مَکَّۃَ وَلِطَوَافِ الزِّیَارَۃِ وَلِصَلٰوۃِ کُسُوْفٍ وَاِسْتِسْقَاءٍ وَفَزَعٍ وَظُلْمَۃٍ وَرِیْحٍ شَدِیْدَۃٍ.

ترجمہ:۔ چار چیزوں کے لئے غسل مسنون ہے جمعہ کی نماز کیلئے اور عیدین کی نماز کیلئے اور احرام باندھنے کیلئے اور میدان عرفہ میں حاجی کیلئے زوال کے بعد، اور سولہ چیزوں میں غسل مستحب ہے اس شخص کے لئے جو طہارت کی حالت میں مسلمان ہوا تھا اور اس کے لئے جو بالغ ہوا اور جس کو جنون سے افاقہ ہوا پچھنے لگوانے کے بعد اور میت کے غسل کے بعد اور شب براءت اور شب قدر کو جب دیکھے، اور مدینۃ النبی ﷺ میں داخل ہونے کیلئے اور مزدلفہ میں ٹھہرنے کیلئے یوم النحر کی صبح کو اور مکہ میں داخل ہونے کے وقت اور طواف زیارت کیلئے، صلوٰۃ کسوف اور استسقاء کیلئے اور گھبراہٹ کے وقت اور دن میں تاریکی کے وقت اور سخت ہوا کے چلنے کے وقت۔

تشریح و مطالب:۔ ابھی تک ان چیزوں کو بیان کر رہے تھے جن سے غسل واجب یا فرض ہو جاتا تھا اب ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں کہ جس کیلئے غسل سنت یا صرف مستحب ہے۔

صلوٰۃ الجمعۃ الخ:۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ غسل یوم جمعہ کیلئے ہے یا صلوٰۃ جمعہ کیلئے؟ امام حسن اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یوم جمعہ کیلئے ہے اس لئے کہ سید الانام نے ارشاد فرمایا سید الایام یوم الجمعۃ، اس لئے اور دنوں کے مقابل میں اسے فضیلت ہے لہٰذا نیت غسل یوم جمعہ کیلئے ہوگی لیکن امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مشروعیت غسل صلوٰۃ جمعہ کیلئے ہے اور اسی کی طرف مصنفؒ نے اشارہ کیا ہے اس لئے کہ یہ اور وقتوں کے مقابل میں افضل ہے اور اس لئے بھی کہ طہارت جمعہ کیلئے ضروری ہے اس لئے سنت جمعہ کی نماز کیلئے ہوگا، بظاہر اس اختلاف سے کوئی ثمرہ ظاہر نہیں ہوتا لیکن اس کا فائدہ اسوقت ظاہر ہوگا کہ ایک آدمی نے غسل کیا پھر اسے حدث اصغر پیش آگیا اب حدث اصغر کے بعد وہ وضو کرے گا لہٰذا اب وہ غسل سے نماز جمعہ کو نہیں ادا کر رہا ہے بلکہ درمیان میں وضو کر رہا ہے اور امام حسن وغیرہ کے نزدیک جو صورت بھی ہو جائے وہ غسل جمعہ کے دن کیلئے ہے یہی اختلاف صلوٰۃ عیدین میں بھی ہے جو ابھی گزر چکا۔

وللحاج بعد الزوال:۔ حاجی کی قید اس وجہ سے لگائی پڑی کہ غیر حاجی پر عرفہ میں غسل کرنا سنت نہیں ہے، نیز بعد الزوال کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ دونوں زمانوں کے درمیان فصل ہو جانے پر غسل کرنا مسنون نہیں ہے۔ (مولانا اعزاز علیؒ)

ظاھراً:۔ یہ قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر کسی کو دولت ایمانی نصیب ہوئی لیکن اس نے طہارت کی حالت میں اسلام قبول نہیں کیا بلکہ وہ غیر طاہر تھا تو اس صورت میں تو اس پر غسل واجب ہوگا سنت اس وقت ہے جب طہارت کی حالت میں اسلام قبول کیا ہو۔

بلغ بالسن الخ :۔ یہ قید لگا کر اس بات سے احتراز کیا ہے کہ اگر کوئی احتلام کی وجہ سے بالغ ہو گیا یا جماع کیا اور حمل قرار پایا، یا لڑکی کمسن تھی اور اسے حیض آ گیا تو ان صورتوں میں غسل واجب ہو جائے گا، لیکن اگر سن بلوغ کو نہیں پہونچا تو اس صورت میں غسل سنت ہو گا، سن بلوغ قول مفتی بہ کے مطابق پندرہ سال ہے اگر چہ کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی ہو، اور اگر علامت پہلے ظاہر ہو گئی تو اسی وقت سے بالغ مانا جائے گا۔ (مراقی)

لیلة البرأة الخ :۔ شعبان کی پندرہویں رات کو کہا جاتا ہے برأة کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں بندوں کو گناہوں سے بری کر دیتے ہیں اور معافی کا پروانہ تحریر کر دیتے ہیں اس مناسبت سے اس کو لیلة البرأة کہا جاتا ہے۔

بَابُ التَّيَمُّمِ

يَصِحُّ بِشُرُوْطٍ ثَمَانِيَةٍ الاَوَّلُ النِّيَّةُ وَحَقِيْقَتُهَا عَقْدُ الْقَلْبِ عَلَى الْفِعْلِ وَوَقْتُهَا عِنْدَ ضَرْبِ يَدِهٖ عَلٰى مَا يَتَيَمَّمُ بِهٖ وَشُرُوْطُ صِحَّةِ النِّيَّةِ ثَلاثَةٌ الاِسْلامُ وَالتَّمْيِيْزُ وَالْعِلْمُ بِمَا يَنْوِيْهِ وَيُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ نِيَّةِ التَّيَمُّمِ لِلصَّلٰوةِ بِهٖ اَحَدُ ثَلاثَةِ اَشْيَاءَ اِمَّا نِيَّةُ الطَّهَارَةِ اَوْ اِسْتِبَاحَةُ الصَّلٰوةِ اَوْ نِيَّةُ عِبَادَةٍ مَقْصُوْدَةٍ لاتَصِحُّ بِدُوْنِ طَهَارَةٍ فَلا يُصَلّٰى بِهٖ اِذَا نَوَى التَّيَمُّمَ فَقَطْ اَوْ نَوَاهُ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَلَمْ يَكُنْ جُنُباً.

ترجمہ :۔ تیمم کرنے کا باب۔ تیمم کے صحیح ہونے کیلئے آٹھ شرطیں ہیں پہلی شرط نیت ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ کسی فعل کے کرنے پر دل کو پختہ کر لینا، اور نیت کا وقت یہ ہے کہ جس وقت اس چیز پر ہاتھ مارے جس سے تیمم کر رہا ہے اور نیت کے صحیح ہونے کے واسطے تین شرطیں ہیں، مسلمان ہونا اور تمیز ہونا اور جس کی نیت کر رہا ہے اس کا جاننا اور نماز کیلئے تیمم کے صحیح ہونے کی تین شرطوں میں سے کسی ایک کا پایا جانا ضروری ہے یا تو طہارت کی نیت کیا ہو یا نماز جائز ہونے کی نیت کی ہو یا عبادت مقصودہ کی نیت کی ہو، کہ بغیر طہارت کے صحیح نہ ہوتی ہو تو اگر صرف تیمم کی نیت کی ہے تو نماز نہیں پڑھ سکتا، یا قرآن پڑھنے کی نیت کی ہے اور وہ جنبی نہیں تھا۔

تشریح و مطالب :۔ مصنفؒ نے سب سے پہلے وضو من الماء کو بیان کیا جو اولیٰ ہے یعنی پانی سے طہارت حاصل کرنا، اب اگر وہ نہ ملے تو اسکے قائم مقام مٹی ہے اس لئے اسکو پہلے اور اس کے نائب کو بعد میں بیان کیا اس لئے کہ کلام پاک میں موجود ہے فان لم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً۔ کہ اگر پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے طہارت حاصل کرو۔ لیکن ایک اشکال رہ جاتا ہے کہ مسح خفین کو کیوں مؤخر کیا حالانکہ وہ پانی سے کیا جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تیمم کا ثبوت قرآن سے ہے اور مسح خفین کا ثبوت روایت سے ہے لہٰذا اسکو مقدم رکھا جائے گا جسکا ثبوت قرآن سے ہو۔

التیمم :۔ تیمم کے معنی لغت میں قصد و ارادہ کرنا ہے لیکن شریعت کی اصطلاح میں یہ تعریف ہو گی کہ چہرے اور ہاتھ پاؤں پر پاک مٹی سے مسح کرنا، تیمم اس امت کی خصوصیات میں سے ہے اس سے قبل کی امتوں میں تیمم نہیں ہے یہ ایک طرح سے ایک رخصت ہے اور ہر وقت رخصت پر ہی عمل نہیں کیا جاتا بلکہ رخصت پر کبھی کبھی عمل کیا جاتا ہے اس لئے پانی کی موجودگی میں تیمم نہیں کیا جائے گا لیکن اس کے صحیح ہونے کے لئے کچھ شرطیں بھی ہیں، جب وہ شرطیں

موجود ہوں گی اس وقت تیمم کر سکتا ہے۔

النیۃ :۔ اس کیلئے کوئی مخصوص الفاظ متعین نہیں ہیں کہ انہی کو پڑھا جائے اور اگر اسے نہ پڑھا جائے تو نیت صحیح نہ ہو گی، بلکہ جو کام کرنے کا ارادہ کر رہا ہے اسکی نیت جن الفاظ میں چاہے کرے، نیت کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ جو کام کرنا چاہ رہا ہے اسے الفاظ سے کہہ دے اگر زبان سے ادا کر دیا تو دونوں ایک جگہ جمع ہو گئے یعنی ارادہ قلب اور اس کی ادائیگی زبان سے بہتر ہے اگر دل سے نیت نہیں کی بلکہ زبان سے رٹے ہوئے کلمات بلا سوچے سمجھے ادا کر دیئے تو نماز نہ ہو گی اور اگر زبان سے نہیں کہا بلکہ صرف دل سے نیت کر لی اور ارادہ پختہ جمالیا تو نماز ہو جائے گی (تلخیص ایضاح الاصباح) تیمم میں اس وقت کی نیت کا اعتبار ہو گا جب وہ ہاتھ اس چیز پر مار رہا ہے جس سے تیمم کر رہا ہے اس کے پہلے کا اعتبار نہ ہو گا لیکن نیت یوں نہیں صحیح ہو گی بلکہ اسکے صحیح ہونے کیلئے بھی تین شرطیں ہیں اول یہ کہ مسلمان ہو اس لئے کہ تیمم جن چیزوں سے کیا جاتا ہے اس کے مکلف کفار بحالت کفر نہیں ہوتے اس لئے اسلام کی شرط لگادی۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اتنی سمجھ اور ہوش ہو کہ جو وہ کہہ رہا ہے اس کو سمجھے یعنی اگر دیوانہ اور پاگل ہے یا نشہ کی حالت میں ہے اور اگر اس کو یہ خبر نہیں ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں تو اس کا تیمم صحیح نہیں ہو گا۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اسے اس بات کا علم بھی ہو کہ میں کس لئے تیمم کر رہا ہوں اس لئے کہ تیمم میں ایک عمل کو متعین کرنا ضروری ہے، اور اس لئے بھی کہ تیمم کی چند صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ ایسے کام کیلئے تیمم کیا جائے کہ جن افعال کیلئے وضو نہ فرض ہے اور نہ واجب بلکہ صرف مستحب ہے جیسے حفظ کلام پاک پڑھنے کیلئے، دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے، روایت حدیث کیلئے، سلام کرنے کیلئے، یا سلام اور اذان کا جواب دینے کیلئے۔ دوسری قسم ہے کہ اس کے لئے وضو تو ضروری ہے مگر وہ کوئی عبادت مقصودہ نہیں جیسے کلام پاک کے مس کرنے کیلئے یہ دو صورتیں ایسی ہیں کہ اگر ان کی نیت سے تیمم کیا گیا تو اس سے نماز ادا نہیں کی جا سکتی، نماز اس تیمم سے ادا کی جا سکتی ہے کہ جس تیمم کے کرنے کے وقت یہ نیت کی ہو کہ میں اس سے طہارت حاصل کر رہا ہوں یعنی اس سے مقصود یہ ہو کہ وضو یا غسل جیسی طہارت حاصل ہو جائے اگرچہ اس سے یہ نیت نہ کی ہو کہ میں نماز ادا کروں گا اور دوسری صورت یہ ہے کہ نماز ہی کی نیت سے تیمم کیا، ظاہر بات ہے کہ اس صورت میں کسی تاویل کی کیا ضرورت۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اس سے نیت عبادت مقصودہ ہو اور ایسی عبادت ہو کہ بغیر طہارت کے ادا ہی نہ ہو یعنی جو بذات خود فرض ہے جیسے نماز کا ادا کرنا وغیر ذالک۔

ولم یکن جنبا الخ :۔ اس قید کے لگانے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ اگر وہ جنبی ہو گا تو اسکی نیت اس سے طہارت ہو گی، اور جو تیمم طہارت کی نیت سے کیا جائے اس سے نماز ادا کی جا سکتی ہے لیکن اگر کوئی مسجد میں سو رہا تھا اور اس حالت میں اس کو احتلام ہو گیا، اب اس نے وہاں پر تیمم کیا تو اس تیمم سے وہ نماز ادا نہیں کر سکتا اس لئے کہ اسکی نیت اس سے مسجد سے باہر آنا تھا نہ کہ طہارت اس طرح کہ اس سے نماز ادا کر سکے۔ واللہ اعلم بالصواب

الثَّانِي اَلْعُذْرُ الْمُبِيحُ لِلتَّيَمُّمِ كَبُعْدِهِ مِيلاً عَنْ مَاءٍ وَلَوْ فِي الْمِصْرِ وَحُصُولُ مَرَضٍ وَبَرْدٍ يُخَافُ مِنْهُ التَّلَفُ اَوِ الْمَرَضُ وَخَوْفِ عَدُوٍّ وَعَطَشٍ وَاحْتِيَاجٍ لِعَجْنٍ لَا لِطَبْخِ مَرَقٍ وَلِفَقْدِ آلَةٍ وَخَوْفِ فَوْتِ صَلٰوةِ جَنَازَةٍ اَوْ عِيدٍ وَلَوْ بِنَاءً وَلَيْسَ مِنَ الْعُذْرِ خَوْفُ الْجُمُعَةِ وَالْوَقْتِ.

ترجمہ:۔ ایسا عذر جو تیمم کو مباح کرنے والا ہو جیسے اس شخص کا پانی سے ایک میل دور ہونا، اگرچہ شہر ہی میں کیوں نہ ہو، یا مرض یا ایسی ٹھنڈک کہ اس سے عضو کے تلف ہو جانے کا خطرہ ہو یا مرض کے بڑھ جانے کا یا دشمن یا پیاس کا خطرہ ہو، یا آٹا کے گوندھنے کی ضرورت ہو شوربا پکانے کی نہیں اور آلہ نہ ہونے کے وقت، اور نماز جنازہ کے چھوٹ جانے کا خطرہ یا عید کی اگرچہ بنا کے طریقہ پر ہی ہوں اور جمعہ کی نماز اور وقتیہ نماز فوت ہو جانا عذر نہیں ہے۔

تشریح و مطالب:۔ **میلاً:۔** مطلقاً استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگرچہ شہر میں ہونے کے ساتھ پانی ایک میل ہو تو اس شہری کیلئے بھی تیمم جائز ہوگا، ہاں میل کی مقدار میں علماء کا اختلاف ہے چنانچہ صاحب مراقی الفلاح نے میل کی مقدار چار ہزار قدم بیان کی ہے اور ایک قدم کی مقدار ڈیڑھ ہاتھ بیان کیا ہے لہٰذا اس تعریف کی بناء پر ہر ایک میل چھ ہزار ہاتھ لمبا ہوگا لیکن صحیح تعریف یہ ہے کہ آدمی کو اس بات کا غالب گمان ہو جائے کہ پانی تقریباً تین میل دور ہے۔

حصول مرض الخ:۔ مریض کی چار صورتیں ہیں، ایک وہ ہے کہ جس کو نفس پانی سے تکلیف ہوتی ہے، یا نفس پانی سے تو نہیں لیکن وضو کرنے میں جو حرکت ہوتی ہے اس سے اسے تکلیف ہوتی ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ نہ اسے پانی کے استعمال سے تکلیف ہوتی ہے اور نہ حرکت کرنے سے لیکن وہ بذات خود پانی کے استعمال پر قادر نہیں ہے نیز یہ صورت دو حال سے خالی نہیں، یا تو اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہوگا جو اسے وضو کرا دے، اگر کوئی موجود نہیں ہے تو اس صورت میں بلا کسی اختلاف کے تیمم کر لینا جائز ہوگا اور اگر کوئی اس کے پاس موجود ہے اس وقت بھی دو صورتیں ہوں گی یا تو وہ اس کا آدمی ہوگا جیسے اس کا لڑکا یا اس کا غلام یا اس کا خادم یا یہ لوگ نہیں ہوں گے، پس اگر اس کے لوگ ہیں تو اس صورت مین مشائخ کا اختلاف ہے اور اگر وہ لوگ نہیں ہیں کہ جن کے اوپر اس مریض کی اطاعت ضروری ہو اور یہ لوگ بلا مزدوری کے اس کی خدمت نہ کرنے کو تیار ہوں تو اس صورت میں تیمم جائز ہوگا۔ لیکن یہ صرف ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے صاحبین فرماتے ہیں کہ اس کیلئے تیمم جائز نہیں ہوگا۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ ایسا مریض ہے کہ نہ وضو پر قادر ہے نہ تیمم پر ہی نہ خود ہی کر سکتا ہے اور نہ دوسرے کے کرانے سے تو اس صورت میں بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ نماز ہی نہیں پڑھے گا لیکن امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ وہ نماز پڑھے گا لیکن بعد میں جب قادر ہو جائے گا لیکن امام محمدؒ کا اس بارے میں قول مضطرب ہے۔

وبرد:۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ اگر اسے گرم پانی مل جائے یا وہ پانی کے گرم کرنے پر قادر ہو نیز گرم پانی کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہ ہو تو وہ گرم پانی سے وضو کرے گا۔

وخوف عدو:۔ عدو مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ دشمن چاہے جانور ہو جیسے شیر، بھیڑیا یا کوئی اور درندہ یا آدمی ہو کہ وہ اگر پانی کے پاس جاتا ہے تو وہ اسے مار دیگا، اسی طریقے سے اگر اسے اس بات کا خوف ہو کہ اگر میں پانی لینے چلا گیا تو کوئی شخص میرے مال کو اٹھا لے جائے گا تو اس صورت میں بھی اس کیلئے تیمم کرنا جائز ہوگا۔ لیکن اگر مال ایسا ہو کہ اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے اور پانی پر کوئی خطرہ نہ ہو تو اس صورت میں اس کیلئے تیمم جائز نہ ہوگا۔

وعطش:۔ اسے بھی مطلق ذکر کیا اس لئے کہ اگر ایک قافلہ ہے جو سفر طے کر رہا ہے اور پانی کے ملنے کی کوئی

امید نہیں ہے تو اس صورت میں پورے قافلہ کی رعایت کی جائے گی، لیکن اگر یہ امید ہے کہ اگلی منزل پہ پانی مل جائے گا تو اس کیلئے تیمم جائز نہ ہوگا۔

(ف) :۔ اگر ایک انسان ایسا ہے کہ اسکے پاس پانی موجود ہے لیکن وہ دوسرے کو نہیں دے رہا ہے حالانکہ دوسرا پیاسا ہے تو اس صورت میں اس سے زبردستی لے سکتا ہے، اگر پانی والے نے اس سے قتال کیا اور پانی والا مارا گیا تو اس صورت میں قصاص واجب نہ ہوگا، لیکن اگر پانی والے نے اسے مار دیا تو اس کا ضامن ہوگا۔ ماخوذ از طحطاوی و شیخ الادب

لالطبخ مرق :۔ گوشت کو بھون کر بھی کھایا جاسکتا ہے اس لئے اگر گوشت پکانے کیلئے پانی رکھے ہو اور تیمم کر رہا ہو تو تیمم جائز نہ ہوگا لیکن اگر اسکے پاس صرف اتنا پانی ہے کہ اس سے آٹا گوندھا جاسکتا ہے تو اس سے آٹا ہی گوندھے گا اس لئے کہ آٹا بلا گوندھے نہیں پکایا جاسکتا اس لئے اس صورت میں تیمم کرے گا۔

لفقد آلۃ :۔ اس لئے کہ کوئیں سے پانی بلا کسی آلے کے نکالا نہیں جاسکتا، خواہ رسی نہ ہو یا ڈول نہ ہو یا اور کوئی صورت ہو، بہرحال اگر پانی نکالنے کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو اس صورت میں اس کے لئے تیمم جائز ہوگا۔

وخوف الخ :۔ صلوٰۃ جنازہ اور عید کو اس وجہ سے مخصوص کیا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان دونوں نمازوں کا اعادہ نہیں ہے لیکن یہ صورت اس شخص کیلئے ہے جو جنازے کا ولی نہ ہو اس لئے کہ عموماً اس کا انتظار کیا جاتا ہے لیکن ظاہر روایت یہ ہے کہ اس کیلئے بھی تیمم جائز ہوگا لیکن تیمم اس وقت جائز ہوگا جب اسے اس بات پر یقین ہو کہ اگر میں وضو کرنے چلا جاؤں گا تو جماعت کے کسی جز میں شرکت نہ کرسکوں گا، لیکن اگر اسے اس بات کا اندیشہ نہ ہو بلکہ اسے امید ہو کہ سلام پھیرنے سے قبل آجاؤں گا تو اس کیلئے تیمم جائز نہ ہوگا۔

ولو بناءً :۔ بناء کا مطلب یہ ہے کہ کچھ رکعتیں پڑھ چکا تھا اور درمیان میں کچھ ایسی صورت پیش آگئی کہ جس سے وضو ٹوٹ گیا اور ایسی صورت ہو کہ نماز کے اعادے کی ضرورت نہ ہو بلکہ جب دوبارہ پڑھنے لگے تو وہیں سے شروع کرے جہاں سے پڑھ چکا تھا۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص امام کے ساتھ نماز میں شریک تھا اور اس کا وضو درمیان میں ٹوٹ گیا، لیکن اس وضو ٹوٹنے سے نماز نہ ٹوٹتی ہو، اب اگر عید یا جنازے کی نماز میں یہی صورت پیش آگئی اور اسکو یہ گمان ہے کہ اگر میں وضو کرنے کیلئے جاؤں تو نماز ختم ہو جائے گی تو اگرچہ بنا کی شکل ممکن ہوسکتی ہے مثلاً وہ وضو کے بعد آکر چھوٹی ہوئی رکعتیں تنہا پڑھ لے اس کے باوجود امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ وہ تیمم کرلے اور آنے جانے کی زحمت سے بچ جائے اس لئے کہ اسوقت ہجوم زائد ہوتا ہے اگر وہ بلا زحمت اور بلا کسی تکلیف اور پریشانی کے وضو کرسکتا ہے تو اس صورت میں امام صاحب بھی یہی فرماتے ہیں کہ اس کیلئے تیمم جائز نہ ہوگا۔ (مراقی الفلاح، طحطاوی و ایضاح الاصباح)

ولیس الخ :۔ اس لئے کہ یہاں پر اگر جمعہ کی نماز چھوٹ جائے تو ظہر کی پڑھ سکتا ہے اسی طرح وقتیہ نماز کی قضا کرسکتا ہے۔

وَالثَّالِثُ اَنْ یَّکُوْنَ التَّیَمُّمُ بِطَاهِرٍ مِنْ جِنْسِ الْاَرْضِ کَالتُّرَابِ وَالْحَجَرِ وَالرَّمْلِ لَا الْحَطَبِ وَالْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ وَالرَّابِعُ اِسْتِیْعَابُ الْمَحَلِّ بِالْمَسْحِ وَالْخَامِسُ اَنْ یَّمْسَحَ بِجَمِیْعِ الْیَدِ اَوْ بِاَکْثَرِهَا حَتّٰی لَوْ مَسَحَ

بِاِصْبَعَیْنِ لَایَجُوْزُ وَلَوْ کَرَّرَ حَتّٰی اسْتَوْعَبَ بِخِلَافِ مَسْحِ الرَّأْسِ وَالسَّادِسُ اَنْ یَّکُوْنَ بِضَرْبَتَیْنِ بِبَاطِنِ الْکَفَّیْنِ وَلَوْ فِیْ مَکَانٍ وَاحِدٍ وَیَقُوْمُ مَقَامَ الضَّرْبَتَیْنِ اِصَابَۃُ التُّرَابِ بِجَسَدِہٖ اِذَا مَسَحَہٗ بِنِیَّۃِ التَّیَمُّمِ وَالسَّابِعُ اِنْقِطَاعُ مَا یُنَافِیْہِ مِنْ حَیْضٍ اَوْ نِفَاسٍ اَوْ حَدَثٍ وَالثَّامِنُ زَوَالُ مَا یَمْنَعُ الْمَسْحَ کَشَمْعٍ وَشَحْمٍ

ترجمہ:۔ تیسری شرط یہ ہے کہ تیمم کسی پاک چیز سے ہو اور وہ جنس ارض سے ہو جیسے مٹی، پتھر، بالونہ کہ لکڑی، چاندی، سونا۔ چوتھی شرط مسح کی جگہ پر پورا مسح کرنا، پانچویں شرط تمام ہاتھ یا اسکے اکثر سے مسح کرنا یہاں تک کہ اگر دو انگلیوں سے کیا تو مسح جائز نہ ہوگا اگرچہ کئی مرتبہ کر کے تمام عضو پر مسح کرے، سر کا مسح اسکے خلاف ہے۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ دو ضرب ہاتھ کے باطن سے ہوں، اگرچہ ایک ہی جگہ کیوں نہ ہو اور مٹی کا بدن پر ہونا قائم مقام دو ضربوں کے ہو جاتا ہے جب کہ بنیت تیمم اس پر ہاتھ پھیرا ہو۔ ساتویں شرط حیض نفاس یا حدث کا ختم ہو جانا جو تیمم کے منافی ہوں۔ آٹھویں شرط ان چیزوں کا ختم ہو جانا جو مسح کو روکتی ہوں جیسے موم، چربی۔

تشریح و مطالب:۔

طاہر:۔ اسلئے کہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے **فان لم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً**. طاہر اسے کہیں گے کہ اس پر نجاست نہ لگی ہو۔

من جنس الارض:۔ ہر وہ چیز جو جلانے سے خاک ہو جائے اور راکھ ہو جائے یا آگ میں ڈالنے کے بعد پگھل جائے یا زمین میں ڈال دینے کے بعد سڑ جائے تو وہ جنس ارض سے نہیں ہے جس طرح سونا، چاندی، لوہا، رانگا وغیرہ کہ اگر انکو آگ میں ڈالا جائے تو یہ پگھل جاتے ہیں، اسی طرح لکڑی وغیرہ کہ یہ جل کر راکھ ہو جاتے ہیں لہٰذا جب یہ جنس ارض سے نہیں تو ان سے تیمم بھی نہیں، لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف ریت اور مٹی سے تیمم کر سکتا ہے اسکے علاوہ سے نہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک ہر اس چیز سے جو زمین کے جنس سے ہو تیمم جائز ہے۔ قدوری ہدایہ وغیرہ

استیعاب:۔ یعنی جن جن جگہوں پر ہاتھ پھیرنا چاہئے وہاں پوری طرح پھیرے تاکہ بال کے برابر جگہ باقی نہ رہے چنانچہ اگر انگلیوں میں انگوٹھی ہو تو اس کو ہلا لیا جائے اسی طرح انگلیوں کا خلال کر لیا جائے، چہرے پر مسح کیا جائے، بعض علماء کا قول یہ ہے کہ اکثر چہرے کا مسح کر لینا کافی ہے۔

ولو:۔ اگر کسی نے دو انگلیوں سے مسح کیا اور پورے ہاتھ پر کیا تب بھی مسح نہیں ہوگا، اس لئے کہ مسح میں پورے ہاتھ کا ہونا یا اکثر کا ہونا شرط ہے اور یہاں شرط مفقود ہو رہی ہے لہٰذا صحیح نہیں ہوگا۔

بخلاف:۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ سر کے مسح میں تو اگر دو انگلیوں سے مسح کر لیا تب بھی صحیح ہو جائے گا لیکن تیمم میں صحیح نہیں ہوگا۔

ان یکون الخ:۔ دو ضرب کی قید اس وجہ سے لگائی کہ حدیث شریف میں آتا ہے **التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للذراعین**. (حاکم، دار قطنی)

اصاب الخ:۔ یعنی مٹی میں ہاتھ مارنا ضروری نہیں بلکہ اگر مٹی بدن پر لگی ہوئی ہو اور اس پر تیمم کی نیت سے ہاتھ پھیر لے تو تیمم صحیح ہو جائے گا۔

کشمع :۔ اسلئے کہ اگر موم یا چربی وغیرہ بدن پر ہے تو اس صورت میں جب مسح کرے گا تو بدن پر نہیں ہوگا بلکہ وہ ان چیزوں پر ہوگا حالانکہ بدن پر ہونا چاہئے۔

وَسَبَبُهٗ وَشُرُوْطُ وُجُوْبِهٖ كَمَا ذُكِرَ فِي الْوُضُوْءِ وَرُكْنَاهُ مَسْحُ الْيَدَيْنِ وَالْوَجْهِ وَسُنَنُ التَّيَمُّمِ سَبْعَةٌ التَّسْمِيَةُ فِيْ اَوَّلِهٖ وَالتَّرْتِيْبُ وَالْمُوَالَاةُ وَاِقْبَالُ الْيَدَيْنِ بَعْدَ وَضْعِهِمَا فِي التُّرَابِ وَاِدْبَارُهُمَا وَنَفْضُهُمَا وَتَفْرِيْجُ الْاَصَابِعِ وَنُدِبَ تَاخِيْرُ التَّيَمُّمِ لِمَنْ يَّرْجُوْ الْمَاءَ قَبْلَ خُرُوْجِ الْوَقْتِ وَيَجِبُ التَّاخِيْرُ بِالْوَعْدِ بِالْمَاءِ وَلَوْ خَافَ الْقَضَاءَ وَيَجِبُ التَّاخِيْرُ بِالْوَعْدِ بِالثَّوْبِ اَوِ السِّقَاءِ مَالَمْ يَخَفِ الْقَضَاءَ وَيَجِبُ طَلَبُ الْمَاءِ اِلٰى مِقْدَارِ اَرْبَعِمَائَةِ خُطْوَةٍ اِنْ ظَنَّ قُرْبَهٗ مَعَ الْاَمْنِ وَاِلَّا فَلَا وَيَجِبُ طَلَبُهٗ مِمَّنْ هُوَ مَعَهٗ اِنْ كَانَ فِيْ مَحَلٍّ لَاتَشُحُّ بِهِ النُّفُوْسُ وَاِنْ لَمْ يُعْطِهٖ اِلَّا بِثَمَنِ مِثْلِهٖ لَزِمَهٗ شِرَاؤُهٗ بِهٖ اِنْ كَانَ مَعَهٗ فَاضِلًا عَنْ نَفَقَتِهٖ۔

ترجمہ :۔ تیمم کے واجبات اور اسکے شرائط وہی ہیں جو وضو میں گذر چکے اور تیمم کے رکن ہاتھوں اور چہرے کا مسح کرنا ہے اور تیمم کی سات سنتیں ہیں اسکے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا، ترتیب سے تیمم کرنا، پے در پے کرنا، مٹی میں ہاتھوں کو رکھنے کے بعد آگے کیطرف کھینچنا اور پیچھے کو جانا، اور ہاتھوں کو جھاڑنا، انگلیوں کا کھولنا، اور وقت نکلنے سے پہلے جسے پانی کی امید ہو اسے تیمم کو مؤخر کرنا، اور پانی کے وعدے پر تیمم کا مؤخر کرنا واجب ہے اگرچہ قضاء کا خوف ہو اور کپڑے اور پانی کے وعدے پر مؤخر کرنا جبتک کہ قضا ہونے کا خطرہ نہ ہو اور اگر امن ہو اور ظن غالب ہو تو چار سو قدم تک پانی کا تلاش کرنا واجب ہے، اگر امن نہ ہو تو نہیں، اگر ایسی جگہ ہو جہاں لوگ پانی میں بخل نہ کرتے ہوں وہاں جسکے پاس پانی ہے اس سے طلب کرنا واجب ہے اور اگر وہ ثمن مثل سے دینے پر تیار ہے تو اس سے خریدنا لازم ہے بشرطیکہ اسکے پاس نفقہ سے زیادہ خرچہ ہو۔

تشریح ومطالب :۔ وجوبہ :۔ آٹھ چیزیں ہیں عاقل ہونا، بالغ ہونا، مسلمان ہونا، حدث کا پایا جانا، حیض ونفاس کا نہ ہونا، ضیق وقت کا نہ ہونا، جس سے تیمم جائز ہے اس پر قادر ہونا۔ ماخوذ از حاشیہ

تاخیر الخ :۔ یعنی وہ شخص کہ اسکے پاس پانی نہیں ہے لیکن اسے امید ہے کہ پانی مل جائیگا تو اس صورت میں مؤخر کریگا۔

الوقت :۔ یہاں پر وقت سے کیا مراد ہے کیا وقت مستحب یا جواز کا آخری وقت؟ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہاں مستحب وقت مراد ہے، یعنی وقت استحباب تک مؤخر کرے اور بعض لوگ کا کہنا یہ ہے کہ وقت جواز مراد ہے لیکن قول اول زیادہ صحیح ہے۔

ویجب الخ :۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے وعدہ کیا کہ میں پانی لاکر دونگا لیکن اس میں دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ یا تو پانی اسکے پاس موجود ہو یا اس سے ایک میل کی دوری سے کم ہو ورنہ واجب نہیں ہوگا کہ انتظار کرے۔

بالثوب الخ :۔ یعنی کوئی ایسا شخص ہے کہ اس کے پاس کپڑا موجود ہے اب اس سے ایک آدمی نے وعدہ کیا کہ میں تمہیں کپڑا لاکر دوں گا اسی طرح اگر کسی نے وعدہ کیا کہ میں ڈول یا رسی لاکر دونگا تو اب اس وقت تک انتظار کرے گا جب تک کہ قضاء ہو جانے کا خوف نہ ہو، لیکن اگر یہ صورت پیش آگئی کہ اس وعدہ کرنے والے نے اس قدر تاخیر کردی کہ اب اگر یہ مزید انتظار کرتا ہے تو نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے تو اب نماز کو تیمم کر کے ادا کرے گا لیکن یہ مذہب

امام ابو حنیفہؒ کا ہے صاحبین فرماتے ہیں کہ انتظار کرے گا اگر چہ قضا ہو جانے کا خوف ہو۔

طلب الخ :۔اسے مطلق لاکر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ چاہے تو خود تلاش کرے اور اگر اس کے خادم وغیرہ نے تلاش کیا تب بھی صحیح ہو جائے گا، پانی کا تلاش کرنا اسوقت ہو گا جب اس کو کوئی خطرہ نہ ہو وہ مامون وبے خطر ہو پانی کی تلاش میں اس جانب کا اعتبار ہو گا کہ جس جانب اس کا ظن ہے اگر ہر جانب ہے اور ایک میل سے کم میں ہو تو ہر جانب تلاش کرنا ہو گا۔ شیخ الادبؒ

الابثمن الخ :۔ قیمتاً خریدنے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ اتنا پانی اسی قیمت میں ملتا ہے جس قیمت میں یہ دے رہا ہے یا قیمت میں زیادہ زیادتی نہیں ہے بلکہ کم ہی گراں ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ قیمت دوگنی ہے اب اس صورت میں اس پر خریدنا واجب نہیں ہے ہاں دو صورتوں میں تیمم نہیں کرے گا، دوگنی قیمت کی صورت میں اس وجہ سے نہیں خریدے گا کہ اس صورت میں نقصان ہے اور حرمة مال المسلم کحرمة نفسه تو یہاں مال زائد خرچ ہو رہا ہے اور اس کا قائم مقام بھی موجود ہے اس لئے نہیں خریدے گا۔(ماخوذ) لیکن خریدنے کیلئے ضروری ہے کہ وہ قیمت اسکے پاس موجود بھی ہو قرض وغیرہ نہ لینی پڑے (۲) اسکے کرایہ سامان کے اٹھانے کی مزدوری سے زائد ہو ورنہ اگر یہ صورتیں نہیں ہیں تو پانی خریدے گا۔(مراقی الفلاح)

ويُصَلِّي بِالتَّيَمُّمِ الْوَاحِدِ مَاشَاءَ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ وَصَحَّ تَقْدِيمُهُ عَلَى الوَقْتِ وَلَوْ كَانَ اَكْثَرُ الْبَدَنِ اَوْ اَكْثَرُهُ جَرِيْحاً تَيَمَّمَ وَاِنْ كَانَ اَكْثَرُهُ صَحِيْحاً غَسَلَهُ وَمَسَحَ الْجَرِيْحَ وَلاَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْغُسْلِ وَالتَّيَمُّمِ وَيَنْقُضُهُ نَاقِضُ الْوُضُوْءِ وَالْقُدْرَةُ عَلَى اِسْتِعْمَالِ الْمَاءِ الْكَافِي وَمَقْطُوْعُ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ اِذَا كَانَ بِوَجْهِهٖ جَرَاحَةٌ يُصَلِّي بِغَيْرِ طَهَارَةٍ وَلَايُعِيْدُ.

ترجمه :۔اور ایک ہی تیمم سے جس قدر چاہے فرائض ونوافل ادا کرے اور تیمم کا وقت سے پہلے کرنا صحیح ہے، اور اگر بدن کا اکثر یا آدھا حصہ زخمی ہو تو تیمم کر سکتا ہے، اور اگر نصف حصہ سے زائد صحیح ہو تو اس کو دھو ڈالے اور زخمی حصہ کا مسح کرے اور دھونے اور تیمم کرنے کو جمع نہ کرے اور تیمم کو وہ چیزیں توڑ دیتی ہیں جو وضو کو توڑ دیتی ہیں اور اس وضو کے پانی پر قادر ہونا جو اس کیلئے کافی ہو اور جسکے دونوں ہاتھ پیر کٹے ہوئے ہوں اور اسکے چہرے پر زخم لگے ہوئے ہوں تو وہ بلا طہارت کے پڑھے اور نہیں لوٹائے گا۔

ماشاء الخ :۔یہ کہہ کر اس مسئلہ کیطرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک تیمم سے ایک فرض نماز ادا کر سکتا ہے اب اگر اسی وقت میں دوسری فرض ادا کرنی ہے تو دوسرا تیمم کرے گا اسلئے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تیمم تو طہارت ضروریہ ہے اور جب ایک نماز ادا کرلی تو اب ضرورت پوری ہو گئی لیکن وقت کے اندر ایک تیمم سے کئی نفل کی اجازت دیتے ہیں لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ قرآن کی آیت جس میں تیمم کو بتایا گیا ہے وہ مطلق ہے لہٰذا اسکو مقید کیوں کریں، نیز حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے الصعید وضوء المسلم مالم یجد الماء.

تقدیم الخ :۔اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ مقدم کر سکتا ہے۔ قدوری، حاشیہ

(ف) بہتر یہی ہے کہ ہر نماز کیلئے تیمم کرے تاکہ کوئی اختلاف نہ رہے۔

اکثر البدن الخ :۔ علماء نے کثرت کا اعتبار شمار کے لحاظ سے کیا ہے چنانچہ اگر سر چہرہ اور ہاتھوں پر پھوڑیاں یا زخم ہوں اور پیروں پر نہ ہو تو وضو کے اعضاء میں سے اکثر زخمی ہوں تو تیمم جائز ہوگا اور بعض علماء نے ہر عضو کے لحاظ سے کثرت کا اعتبار کیا ہے، انکے خیال کے مطابق تیمم اس وقت جائز ہوگا جب کہ چاروں اعضاء میں سے ہر ایک کا اکثر زخمی ہو۔ ایضاح الاصباح، مراقی الفلاح، حاشیہ

الکافی :۔ یعنی اس قدر پانی موجود ہو کہ اس سے ہر عضو کو ایک مرتبہ دھویا جاسکتا ہو۔

(ف) ایک آدمی مسافر تھا اور اسکے پاس پانی بھی موجود تھا مگر اسکو خیال نہیں تھا، اب اس نے تیمم کیا اور نماز ادا کرلی ابھی وقت ختم نہیں ہوا تھا کہ اسے وہ پانی یاد آگیا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ نماز کا اعادہ نہیں کرے گا، امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ وہ نماز کا اعادہ کرے گا۔ قدوری

بَابُ المَسْحِ علی الخُفَّین

صَحَّ الْمَسْحُ عَلَی الخُفَّیْنِ فِی الْحَدَثِ الاَصْغَرِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَلَوْ کَانَا مِنْ شَیْئٍ ثَخِیْنٍ غَیْرِ الْجِلْدِ سَوَاءٌ کَانَ لَهُمَا نَعْلٌ مِنْ جِلْدٍ اَوْ لاَ وَیُشْتَرَطُ لِجَوَازِ الْمَسْحِ عَلَی الخُفَّیْنِ سَبْعَةُ شَرَائِطَ اَلاَوَّلُ لُبْسُهُمَا بَعْدَ غَسْلِ الرِّجْلَیْنِ وَلَوْ قَبْلَ کَمَالِ الْوُضُوْءِ اِذَا اَتَمَّهٗ قَبْلَ حُصُوْلِ نَاقِضٍ لِلْوُضُوْءِ وَالثَّانِیْ سَتْرُهُمَا لِلْکَعْبَیْنِ وَالثَّالِثُ اِمْکَانُ مُتَابَعَةِ الْمَشْیِ فِیْهِمَا فَلاَ یَجُوْزُ عَلٰی خُفٍّ مِنْ زُجَاجٍ اَوْ خَشَبٍ اَوْ حَدِیْدٍ وَالرَّابِعُ خُلُوُّ کُلٍّ مِنْهُمَا عَنْ خَرْقٍ قَدْرَ ثَلاَثِ اَصَابِعَ مِنْ اَصْغَرِ اَصَابِعِ الْقَدَمِ.

ترجمہ:۔ حدث اصغر میں موزوں پر مسح مردوں اور عورتوں کے لئے جائز ہے اگرچہ وہ دونوں موزے چمڑے کے علاوہ کسی گاڑھے چیز کے ہوں خواہ ان موزوں کے تلے چمڑے کے ہوں یا نہ ہوں اور موزوں پر مسح جائز ہونے کیلئے سات شرطیں ہیں۔ پہلی شرط، دونوں موزوں کو پیروں کو دھلنے کے بعد پہنا ہو اگرچہ پورا وضو کرنے سے پہلے ہوا ہو، بشرطیکہ ناقض وضو سے وضو کو پورا کرلیا ہو۔ دوسری شرط دونوں موزوں کا ٹخنوں کو چھپانا۔ تیسری شرط ان دونوں کو پہن کر چلنا ممکن ہو تو کانچ کے موزے، لکڑی کے موزے، لوہے کے موزے، پر جائز نہ ہوگا۔ چوتھی شرط ان دونوں کا پیر کی تین چھوٹی انگلیوں سے کم پھٹا ہوا ہونا۔

تشریح و مطالب :۔ جیسا کہ پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ طہارت میں اصل پانی ہے اس لئے کہ وہی اولی ہے لیکن پانی نہ ہونے کی صورت میں اس کا قائم مقام تیمم ہے اور ان دونوں کا ثبوت نص قرآنی سے ہے۔ موزے پر مسح کرنا عزیمت ہے اسکا ثبوت قرآن سے نہیں لیکن حدیث پاک سے اس کا ثبوت متواتر ملتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ سباطة قوم فبال وتوضأ ومسح علی الناصیة والخفین . موزے پر مسح کا ثبوت اس قدر احادیث کثیرہ سے ہے کہ جس کا تواتراً ثبوت ہو جاتا ہے۔

صحَّ سے مراد یہ ہے کہ اگر مسح نہ کیا تب بھی جائز ہو جائے گا۔

الاصغر موزے پر مسح اسوقت جائز ہوگا جبکہ حدث اصغر ہو یعنی جس سے وضو کرنا ضروری ہو جاتا ہو اس لئے کہ اگر کسی کو حدث اکبر یعنی غسل کی ضرورت پیش آجائے تو وہ موزوں پر مسح نہیں کرسکتا۔

ولو کان الخ اس عبارت سے ایک اشکال کا جواب دے رہے ہیں کہ مسح صرف چمڑے کے موزے پر درست نہیں بلکہ اس کے علاوہ ہر اس موزے پر جو کہ آنے والے شرائط پر پورا اترتا ہو جائز ہے اسی طریقہ سے جورب پر جب وہ منعل یا مجلد ہو یا موٹا ہو اس وقت جائز ہوگا۔

مجلد اس موزے کو کہیں گے کہ جس کے اوپر اور نیچے چمڑا لگا ہوا ہو، اور منعل اس موزے کو کہیں گے جس کے نیچے صرف چمڑا لگا ہوا ہو امام ابو حنیفہؒ فرمایا کرتے تھے موزہ پنڈلی تک ہو اور ساتھ ہی پیر بلا باندھے رکا ہوا ہو اور اسکے نیچے کی چیزیں دکھائی نہ دیتی ہوں لیکن امام ابو حنیفہؒ نے اپنی وفات سے تین دن قبل یا سات دن قبل رجوع کرلیا ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔ موزے کی تین قسمیں ہوں گی ایک یہ کہ موزہ پتلا ہو ساتھ ہی منعل بھی نہ ہو تو بالاتفاق اس پر مسح کرنا جائز نہ ہوگا دوسری قسم وہ ہوگی کہ دونوں موٹے ہوں اور منعل بھی نہ ہوں تو اسمیں علماء کا اختلاف ہے۔

بعدغسل الرجلین :۔ یہاں پر مطلق ذکر کرکے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر پیروں پر زخم ہو اور اس پر مسح کرلیا ہو اور اسکے بعد موزے کو پہنا ہے تب بھی مسح جائز ہو جائیگا لیکن اگر ایک ہی پیر میں ہو تو مسح جائز نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ جامع بین المسح والغسل ہے، یعنی شرط یہ ہے کہ پیر کو دھونے کے بعد پہنا ہو، یہ ضروری نہیں کہ وضو مکمل طور پر کرلیا ہو ہاں شرط یہ ہے کہ وضو پورا ہونے سے پہلے کوئی ایسی صورت نہ پیش آئی ہو جو ناقض وضو ہو۔

سترھما :۔ یعنی ٹخنوں کو وہ موزہ چھپائے ہوئے ہو، نیز وہ بندھا ہوا نہ ہو خود ہی سے رکا ہوا ہو۔

متابعة :۔ یعنی وہ موزہ ایسا ہو کہ عادت کے اعتبار سے تین چار میل چل سکے۔

خلوٌ الخ :۔ یعنی موزہ اس قدر پھٹا ہوا نہ ہو کہ جو پیر کی تین انگلیوں سے زائد ہو اگر تین انگلیوں سے زائد پھٹا ہے تو اس پر مسح جائز نہ ہوگا باقی رہی یہ بات کہ ایک موزہ اگر چند جگہ سے پھٹا ہوا ہے تو تمام کو ملا کر دیکھا جائے گا اگر اس کی مقدار تین انگلیوں کے برابر ہو جاتی ہے تو مسح جائز نہ ہوگا ہاں یہ بات ضرور ہے کہ سلائی کے سوراخوں کا اعتبار نہ ہوگا۔

وَالْخَامِسُ اِسْتِمْسَاكُهُمَا عَلَى الرِّجْلَيْنِ مِنْ غَيْرِ شَدٍّ وَالسَّادِسُ مَنْعُهُمَا وُصُوْلَ الْمَاءِ اِلَى الْجَسَدِ وَالسَّابِعُ اَنْ يَبْقٰى مِنْ مُقَدَّمِ الْقَدَمِ قَدْرُ ثَلَاثِ اَصَابِعَ مِنْ اَصْغَرِ اَصَابِعِ الْيَدِ فَلَوْ كَانَ فَاقِدًا مُقَدَّمَ قَدَمِهٖ لَايَمْسَحُ عَلٰى خُفِّهٖ وَلَوْ كَانَ عَقِبُ الْقَدَمِ مَوْجُوْدًا وَيَمْسَحُ الْمُقِيْمُ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَالْمُسَافِرُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ بِلَيَالِيْهَا وَابْتِدَاءُ الْمُدَّةِ مِنْ وَقْتِ الْحَدَثِ بَعْدَ لُبْسِ الْخُفَّيْنِ وَاِنْ مَسَحَ مُقِيْمٌ ثُمَّ سَافَرَ قَبْلَ تَمَامِ مُدَّتِهٖ اَتَمَّ مُدَّةَ الْمُسَافِرِ وَاِنْ اَقَامَ الْمُسَافِرُ بَعْدَ مَا يَمْسَحُ يَوْمًا وَلَيْلَةً نَزَعَ وَاِلَّا يُتِمُّ يَوْمًا وَلَيْلَةً.

ترجمہ :۔ پانچویں شرط بلا باندھے ہوئے ان دونوں کا پیر پر رکا ہوا ہونا۔ چھٹی شرط پانی کے اندر پہنچنے سے مانع ہونا۔ ساتویں شرط پیر کے اگلے حصے کا بقدر ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے صحیح وسلامت ہونا۔ تو اگر اس کے پیر کا اگلا حصہ موجود نہ ہو تو موزے پر مسح نہیں کرسکتا اگرچہ اس کی پنڈلی موجود ہو۔ اور مقیم مسح کرے ایک دن اور ایک رات

اور مسافر مسح کرے تین دن اور تین رات، اور اس کے مدت کی ابتداء پہننے کے بعد حدث کے پیش آنے کے وقت سے شمار کیا جائے گا اگر مقیم نے مسح کیا اور مدت کے ختم ہونے سے قبل سفر شروع کیا تو مسافر کی مدت کو پوری کرے۔ اور اگر مسافر نے اقامت اختیار کرلی اور وہ ایک دن اور رات پورا کرچکا تھا تو موزوں کو نکال دے اور اگر یہ صورت نہیں ہے تو ایک دن اور رات پوری کرلے۔

تشریح و مطالب:۔ **من غیر شد** :اس سے اس بات کیطرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر موزہ ایسا ہے کہ وہ بغیر روکے ہوئے نہیں رکتا تو اس پر مسح نہیں کرسکتا، اگرچہ اس میں تمام شرائط موجود ہوں۔

ان یبقی :۔اگر ٹخنوں کے اوپر کٹا ہوا ہے تو اس سے کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح اگر مقدم رجل سے کٹا ہے مگر وہ تین انگلیوں کے مقدار نہیں ہے بلکہ اس سے کم ہے تو مسح جائز ہو جائیگا۔

یوماً :۔اسے مطلق ذکر کرکے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس میں لیلۃ ماضیہ اور لیلۃ مستقبلہ دونوں شامل ہیں مثلاً اگر موزوں کو سنیچر کے دن طلوع آفتاب کے بعد پہنا تو اس صورت میں اس کے لئے جائز ہوگا کہ اتوار کی صبح تک اسے پہنے رکھے حالانکہ یہ رات جو درمیان میں آتی ہے یہ سنیچر کے دن کے تابع نہیں بلکہ یہ اتوار کی رات ہے اس لئے کہ شریعت میں رات دن پر مقدم ہوتی ہے۔شیخ الادبؒ

من وقت الحدث الخ :۔اس مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ امام صاحب اس بات کے قائل ہیں اور امام ابو حنیفہ کا مسلک یہی ہے کہ وقت حدث سے مدت کو شمار کیا جائے گا مثلاً ایک شخص نے ظہر کے وقت مسح کیا اور اس سے ظہر اور عصر کی نماز ادا کی پھر مغرب کے وقت جاکر اسے حدث پیش آیا اب امام ابو حنیفہؒ کہیں گے کہ اس وقت جب حدث لاحق ہوا ہے دوسرے دن اسی وقت تک مسح کرے گا اور صحیح مذہب بھی یہی ہے۔ہاں امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ جسوقت پہنا ہے اس وقت سے شمار کیا جائے گا اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت مسح کیا ہے اسوقت سے شمار کیا جائیگا۔

ویمسح المقیم الخ :۔اس کی چار صورتیں ہوں گی ایک یہ کہ یا تو مسافر رہا ہوگا اور اب مقیم ہوگیا ہوگا یا مقیم رہا ہوگا اور اب مسافرت اختیار کرلی ہوگی۔اب ان دونوں صورتوں میں یا تو مقیم نے اقامت کی مدت سے قبل سفر شروع کردیا ہوگا یا مسافر نے مدت سے قبل۔ لیکن صاحب نور الایضاح نے اور اسی طرح صاحب قدوری وغیرہ نے تین ہی صورتوں کا تذکرہ کیا ہے لیکن اس صورت کا تذکرہ نہیں کیا ہے اور اگر مقیم نے ایک دن اور رات کے پورا کرنے کے بعد سفر کیا ہو اس لئے کہ یہ ظاہر ہے کہ جب اس کی مدت پوری ہوگئی تو اس صورت میں موزے کا نکالنا واجب ہوگا۔ یہ صورت ظاہر تھی لہٰذا ظاہر کی وجہ سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔تنقیح الضروری

وَفَرْضُ الْمَسْحِ قَدْرُ ثَلَاثِ اَصَابِعَ مِنْ اَصْغَرِ اَصَابِعِ الْيَدِ عَلٰى ظَاهِرِ مُقَدَّمِ كُلِّ رِجْلٍ وَسُنَّتُهٗ مَدُّ الْاَصَابِعِ مُفَرَّجَةً مِنْ رُؤُوسِ اَصَابِعِ الْقَدَمِ اِلَى السَّاقِ وَيَنْقُضُ مَسْحَ الْخُفِّ اَرْبَعَةُ اَشْيَاءَ كُلُّ شَيْءٍ يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ وَنَزْعُ خُفٍّ وَلَوْ بِخُرُوْجِ اَكْثَرِ الْقَدَمِ اِلٰى سَاقِ الْخُفِّ وَاِصَابَةُ الْمَاءِ اَكْثَرَ اِحْدَى الْقَدَمَيْنِ فِى الْخُفِّ عَلَى الصَّحِيْحِ وَمَضِىُّ الْمُدَّةِ اِنْ لَمْ يَخَفْ ذَهَابَ رِجْلِهٖ مِنَ الْبَرْدِ وَبَعْدَ الثَّلَاثَةِ الْاَخِيْرَةِ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فَقَطْ وَلَا

يَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلىٰ عَمَامَةٍ وَقَلَنْسُوَةٍ وَبُرْقَعٍ وَقُفَّازَيْنِ.

ترجمہ:۔ اور مسح میں فرض ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر پیر کے اگلے حصہ کے اوپر ہے اور مسح کی سنت کھلی ہوئی انگلیوں کا پیر کے اگلے حصہ سے پنڈلی کی طرف لے جانا ہے، مسح علی الخفین کو چار چیزیں توڑ دیتی ہیں ہر وہ چیز جو ناقض وضو ہو اور موزے کا نکل جانا اگرچہ موزے کے اکثر حصہ کا پنڈلی کی طرف نکل آنے سے ہو، دونوں پیروں میں سے کسی ایک کو زیادہ پانی لگ جانا صحیح مذہب کے اعتبار سے، اور مدت کا ختم ہو جانا اگر سردی کی وجہ سے اس کے پیر کو خطرہ نہ ہو اور ان تین اخیر کے بعد صرف اپنے پیر کو دھولے گا اور پگڑی پر ٹوپی پر برقعہ اور دستانے پر مسح جائز نہیں۔

تشریح و مطالب:۔ **قدر ثلث**:۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ دو ہی انگلیوں سے کیوں نہ ہو اور اس میں ہاتھ کی انگلیوں کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ چھٹن کی طرح پیر کی انگلیوں کا اعتبار ہوگا، نیز اس مقدار میں چھوٹی انگلیوں کا اعتبار ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب.

کل رجل:۔ لفظ کل سے یہ بتلا رہے ہیں کہ اس مقدار کا ہر ایک پیر میں اعتبار ہوگا لہٰذا اگر ایک پر دو سے کرلیا اور دوسرے پیر پر چار سے تو اگرچہ مجموعی اعتبار سے چھ ہو گئے مگر اس کا اعتبار نہیں ہوگا اس لئے کہ ہر ایک پیر میں تین ضروری ہے، زیلعی علی الکنز. شیخ الادب

مدالاصابع:۔ یعنی فرض تو صرف اس مقدار میں ہے، ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر پیر کے اوپر اور مقدم حصہ پر پھیر دے لیکن سنت یہ ہے کہ تین چھوٹی انگلیوں کو کشادہ کر کے پیر کی انگلیوں کے سرے سے پنڈلی کی طرف لے جائے ہاں صرف ایک مرتبہ اس طرح کرلینا سنت ہے ویسے مسح بھیگے ہوئے کپڑوں کو اس کے اوپر سے گزار لینے میں ہو جائیگا۔ واللہ اعلم

اربعۃ:۔ مصنفؒ نے صرف چار ہی کو شمار کرایا ہے حالانکہ دو اور صورتیں ہیں کہ جن کی وجہ سے مسح علی الخف ناقض ہو جاتا ہے۔ ایک تین انگلی سے زیادہ پھٹا ہوا ہونا، نیز معذور کیلئے وقت کا نکل جانا، لیکن مصنف نے ان کو شمار نہیں کرایا۔ خرق کثیر کو تو اسلئے کہ وہ نزع کے حکم میں ہے اور معذور کے وقت کا نکل جانا گویا کہ مدت کا ختم ہو جانا ہے۔ واللہ اعلم

الخف:۔ یہاں لفظ واحد لا کر یہ بتلانا مقصود ہے کہ جب ایک موزے کا نکل جانا ناقض مسح ہو تو دونوں کا نکل جانا بدرجہ اولیٰ ہوگا اس لئے کہ اگر ایک پیر کو دھوتا ہے اور ایک پر مسح کرتا ہے تو یہ جمع بین المسح والغسل ہو جائے گا حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ اس کی تفصیل گذر چکی ہے ھکذا فی شرح الوقایہ وحاشیہ شیخ الادب.

اصابۃ: اس لئے کہ جب ایک پیر کو پانی بھی لگ گیا اور کچھ خشک ہے تو غسل اور مسح ہو گیا لہٰذا اب اسے اتار کر اس حصہ کو بھی دھوئے۔

وان لم یخف: یعنی مدت کے ختم ہونے سے موزے پر مسح کرنا جائز نہیں، لیکن اگر اس بات کا خوف ہے اور اس قدر سردی ہے کہ اگر پیر کو موزے سے نکالے گا تو پیر کو نقصان ہوگا خواہ کل ہو یا بعض اس صورت میں اس کو مسح کرنا جائز ہوگا لیکن اس کے لئے کوئی مدت نہیں ہوگی بلکہ جب وہ اس بات سے مامون ہو جائے کہ اب خطرہ نہیں

ہے اسوقت دھولے۔ (طحاوی)

فقط :۔اس لئے کہ اگر وہ باوضو ہے تو اس صورت میں اگر وہ پیروں کو دھولے تو اس کے لئے کافی ہو جائے گا تمام اعضاء کا دوبارہ دھونا ضروری نہیں۔

عمامة : مطلق نہیں بلکہ اگر اس قدر پتلا ہے کہ تری بالوں تک پہنچ جاتی ہے تو کافی ہے اسی طرح اگر پیشانی اور بالوں پر مقدار مسح کر لیا تو اب صرف مسح کافی ہو جائے گا۔

قلنسوة : ٹوپی پر مسح اس وجہ سے جائز نہیں کہ اسکے اتارنے اور رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔

برقع : ہر وہ چیز جس سے عورت پردہ کرے یعنی اپنے اعضاء کو چھپائے خواہ وہ چادر سے ہو یا کسی اور کپڑے سے اسے برقع کہا جائے گا۔

فصلٌ. اِذَا افْتَصَدَ اَوْ جُرِحَ اَوْ كُسِرَ عُضْوُهٗ فَشَدَّهٗ بِخِرْقَةٍ اَوْ جَبِيْرَةٍ وَكَانَ لَايَسْتَطِيْعُ غَسْلَ الْعُضْوِ وَلَايَسْتَطِيْعُ مَسْحَهٗ وَجَبَ الْمَسْحُ عَلٰى اَكْثَرِ مَاشُدَّ بِهِ الْعُضْوُ وَكَفٰى الْمَسْحُ عَلٰى مَاظَهَرَ مِنَ الْجَسَدِ بَيْنَ عِصَابَةِ الْمُفْتَصِدِ وَالْمَسْحُ كَالْغَسْلِ فَلَا يَتَوَقَّتُ بِمُدَّةٍ وَلَا يُشْتَرَطُ شَدُّ الْجَبِيْرَةِ عَلٰى طُهْرٍ وَيَجُوْزُ مَسْحُ جَبِيْرَةِ اِحْدَى الرِّجْلَيْنِ مَعَ غَسْلِ الْاُخْرٰى وَلَايَبْطُلُ الْمَسْحُ بِسُقُوْطِهَا قَبْلَ الْبُرْءِ وَيَجُوْزُ تَبْدِيْلُهَا بِغَيْرِهَا وَلَا يَجِبُ اِعَادَةُ الْمَسْحِ عَلَيْهَا وَالْاَفْضَلُ اِعَادَتُهٗ وَاِذَا رَمِدَ وَاُمِرَ اَنْ لَا يَغْسِلَ عَيْنَهٗ اَوْ انْكَسَرَ ظُفُرُهٗ وَجَعَلَ عَلَيْهِ دَوَاءً وَعَلَكًا اَوْ جِلْدَةَ مَرَارَةٍ وَضَرَّهٗ نَزْعُهٗ جَازَ لَهُ الْمَسْحُ وَاِنْ ضَرَّهُ الْمَسْحُ تَرَكَهٗ وَلَا يَفْتَقِرُ اِلَى النِّيَّةِ فِيْ مَسْحِ الْخُفِّ وَالْجَبِيْرَةِ وَالرَّاْسِ.

ترجمه :۔ فصل جب فصد کھلوائی ہو یا زخم آ گیا ہو یا کوئی عضو ٹوٹ گیا ہو تو اسے خرقے یا پھاہے سے باندھ لیا ہو اور اس عضو کے دھونے پر قادر نہ ہو اور نہ اسکے مسح ہی پر قادر ہو تو اس صورت میں اس عضو کے اس حصہ پر مسح واجب ہے جو زخم سے خالی ہو اور مسح کافی ہو جائے گا اس جگہ پر جو جسم پر فصد کے علاوہ جگہ ہے اور مسح کرنا دھونے کی طرح ہے، پس کسی مدت کے ساتھ موقت نہ ہوگا اور پٹی کا طہارت کی حالت پر باندھنا ضروری نہیں، اور جائز ہے ایک پیر کی پٹی پر مسح کرنا باوجود دوسرے پیر کے دھونے کے اور مسح باطل نہیں ہوتا بلا ٹھیک ہوئے پٹی کے گر جانے سے، اور پٹی کا بدلنا جائز ہے اور مسح کا اس پر اعادہ ضروری نہیں لیکن افضل اعادہ ہے اور جب آشوب چشم ہو اور اس سے یہ بات کہی گئی ہو کہ وہ نہ دھوئے یا اس کا ناخن ٹوٹ گیا اور دوا اور علک یا اس پر جھلی رکھی گئی ہو اور اس کا اتارنا نقصان دہ ہو تو ان تمام صورتوں میں مسح جائز ہے اور اگر اسکو یہ بھی نقصان دہ ہو تو مسح کو بھی چھوڑ دے اور نیت کی ضرورت نہیں ہے موزے پر مسح کرنے اور پٹی اور سر کے مسح کرنے میں۔

تشریح و مطالب :۔ ابھی تک مصنفؒ ایک خاص قسم کا مسح بیان کر رہے تھے اب یہاں سے اس چیز کو بیان کر رہے ہیں، کہ جو ایک عام ہے یہ جان لینا ضروری ہے کہ **مسح علی الخفین** اور **مسح علی الجبیرہ** میں کیا فرق ہے۔ مصنفؒ نے ان دونوں کے درمیان چھ قسم کا فرق بیان کیا ہے (۱) موزے کا طہارت پر پہننا ضروری ہوتا ہے لیکن پٹی کا طہارت پر باندھنا ضروری نہیں، دوسرا فرق یہ ہے کہ **مسح علی الخفین** ایک وقت متعین کے لئے ہوتا ہے لیکن **مسح علی الجبیرہ** کسی وقت متعین کے لئے نہیں ہوتا جب تک کہ زخم ٹھیک نہ

ہو جائے خواہ دو دن میں ہو یا چار دن یا اس سے بھی زائد میں، تیسرا فرق یہ ہے کہ اگر موزہ نکل جائے اگرچہ وقت ہی کے اندر کیوں نہ ہو اسی وقت مسح ختم ہو جاتا ہے لیکن اگر پٹی بلا زخم کے ٹھیک ہوئے گر جائے تو مسح ختم نہیں ہوتا۔

چوتھا فرق یہ ہے کہ اگر زخم ٹھیک ہونے کے بعد پٹی گر جائے تو صرف وہی جگہ دھوئی جائے گی جہاں پہ پٹی تھی لیکن انقضائے مدت کے بعد مسح علی الخفین میں یہ صورت باقی نہیں رہتی بلکہ تمام اعضاء کو دھویا جاتا ہے۔ پانچواں فرق یہ ہے کہ پٹی پر مسح کرنے میں حدث اصغر اور اکبر دونوں برابر ہیں لیکن مسح علی الخفین اسی وقت کر سکتا ہے جبکہ حدث اصغر ہو حدث اکبر میں موزے کو اتارا جائے گا۔

چھٹا فرق۔ پوری پٹی پر مسح کیا جائے گا بخلاف موزے کے کہ اس پر صرف تین انگلیوں کے مقدار کر لینا کافی ہوتا ہے جبیرے کا استیعاب ظاہر روایت پر ہے۔

جبیرہ کی تعریف صاحب مراقی الفلاح نے یہ کی ہے کہ جبیرہ اس لکڑی کو کہتے ہیں جو ہڈی کے ٹوٹ جانے کے بعد اس پر رکھ کر اس کو بٹھانے کے لئے باندھا جاتا ہے، جسے آج کی اصطلاح میں پلاسٹر کہا جاتا ہے۔

وجب المسح :۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ پٹی باندھنے کے بعد جو اعضاء خالی رہ گئے ہیں جہاں پر پانی پہونچانے میں دشواری ہوتی ہے تو وہاں پر صرف مسح کر لینا کافی ہوگا لیکن اگر مسح کی صورت میں بھی نقصان ہو تو مسح بھی نہیں کیا جائے گا، اسی طریقہ سے زخمی حصہ کے علاوہ وہ عضو جو پٹی کے نیچے آگیا ہو اور وہ صحیح سلامت ہو لیکن پانی پہونچانے میں یا پٹی کے کھولنے میں حرج واقع ہو تو صرف مسح کر لینا کافی ہوگا۔ لیکن اگر مسح کر لینے میں بھی دشواری ہو تو مسح بھی نہیں کیا جائے گا۔

علك :۔ ایک قسم کا گوند ہے۔

الی النیۃ الخ :۔ پٹی پر مسح کرنے میں نیت کی ضرورت اس وجہ سے نہیں ہے کہ یہ دھونے کا قائم مقام نہیں ہے بلکہ اسوقت فرض یہی ہے چنانچہ مصنفؒ نے بھی کالغسل کہہ کر اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بَابُ الحَیْضِ وَالنِّفَاسِ وَالاستحاضَةِ

یَخْرُجُ مِنَ الْفَرجِ حیضٌ ونِفاسٌ واسْتِحَاضةٌ فَالْحَیْضُ دَمٌ یَنْفُضُہٗ رَحْمٌ بَالِغَةٍ لَا دَاءَ بِھَا وَلَاحَمْلَ وَلَمْ تَبْلُغْ سِنَّ الاِیَاسِ وَاَقَلُّ الحَیْضِ ثَلٰثَةُ اَیَّامٍ وَاَوْسَطُہٗ خَمْسَةٌ وَاَکْثَرُہٗ عَشْرَةٌ وَالنِّفَاسُ ھُوَالدَّمُ الخَارِجُ عَقَبَ الْوِلَادَةِ وَاَکْثَرُہٗ اَرْبَعُوْنَ یَوْماً وَلَاحَدَّ لِاَقَلِّہٖ وَالاِسْتِحَاضَةُ دَمٌ نَقَصَ عَنْ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ اَوْ زَادَ عَلٰی عَشْرَةٍ فِی الْحَیْضِ وَعَلٰی اَرْبَعِیْنَ فِی النِّفَاسِ وَاَقَلُّ الطُّھْرِ الْفَاصِلِ بَیْنَ الْحَیْضَتَیْنِ خَمْسَةَ عَشَرَ یَوْماً وَلَاحَدَّ لِاَکْثَرِہٖ اِلَّا لِمَنْ بَلَغَتْ مُسْتَحَاضَةً۔

ترجمہ :۔ حیض، نفاس، استحاضہ کا بیان۔ فرج سے نکلنے والا خون حیض، استحاضہ، نفاس ہے پس حیض وہ خون ہے جس کو بالغ عورت کا رحم خارج کرے نہ مرض کی وجہ سے ہو، اور نہ حمل ہو، اور نہ سن ایاس کو پہونچی ہو۔ اور حیض کی اقل مدت تین یوم ہے اور اس کا اوسط پانچ دن ہے اور اکثر مدت چالیس دن ہے۔ اور نفاس وہ خون ہے جو بچے

کے پیدا ہونے کے بعد آتا ہے اور اس کی اکثر مدت چالیس دن ہے اور کم کی کوئی مقدار نہیں ہے اور استحاضہ وہ خون ہے جو تین دن سے کم آئے حیض میں، یا دس دن سے زیادہ اور چالیس دن نفاس میں اور طہر کی اقل مدت جو دو حیضوں کے درمیان فاصل بن رہا ہو پندرہ دن ہے، اور اس کے اکثر کی کوئی تعداد نہیں مگر جو کہ حالت استحاضہ میں بالغ ہوئی ہو۔

تشریح و مطالب :۔ ابھی تک مصنف ؒ ان چیزوں کو بیان کر رہے تھے جو مرد و عورت کے لئے برابر تھے اب یہاں سے ایک خاص قسم کو بیان کر رہے ہیں جو صرف عورت کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ ویسے ایک خون تو وہ ہوتا ہے جو کسی خاص جگہ سے نہیں نکلتا لیکن یہاں پر اس خون کا ذکر کر رہے ہیں جو ایک خاص جگہ سے نکلتا ہے مصنف نے یہاں پر صرف تین ہی صورتوں کو بیان کیا ہے لیکن بعض حضرات نے چار قسم بیان کی ہے تین تو یہی ہیں اور چوتھا خون ضائع کو بیان کیا ہے۔

ضائع :۔ اس خون کو کہتے ہیں جو عورت کو بالغ ہونے سے قبل آئے اور ضائع اسے اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یا تو اس پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا یا اس وجہ سے کہ اگر یہ خون کپڑے میں لگ جائے تو اس سے کوئی حرج نہیں ہوتا۔ حیض شریعت کی اصطلاح میں اس خون کو کہا جاتا ہے جو بالغ عورت کے رحم سے آئے مصنف نے رحم کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر وہ خون رحم کے علاوہ سے نکلے تو اسے حیض نہیں کہا جائے گا۔

بالغة :۔ اگر لڑکی کو سات سال سے خون آنے لگے تو اسے حیض کا خون شمار کیا جائے گا، اس لئے کہ اگر اس سے کم میں خون آنا شروع ہو جائے تو اسے حیض کا خون نہیں کہا جائے گا بلکہ وہ کسی مرض کی بنا پر ہوگا اور اس خون کا حکم حیض کے خون کا حکم نہ ہوگا۔

لاداء :۔ اگر عورت کو خون کسی مرض کی بنا پر آتا ہے تو اسے حیض کا خون نہیں شمار کیا جائے گا۔

ولاحبل :۔ مصنف نے یہ قید اس وجہ سے لگائی کہ قدرتاً یہ بات پائی جاتی ہے کہ جب عورت کو حمل ٹھہر جاتا ہے تو خون آنا بند ہو جاتا ہے اور یہی خون اس بچے کو پیٹ میں جانے لگتا ہے اس لئے اگر کوئی عورت حاملہ ہو اور اسے خون آنے لگے تو وہ رحم سے نہ ہوگا بلکہ کسی اور سبب سے ہوگا حالانکہ حیض میں رحم سے آنا شرط ہے۔

الایاس :۔ صاحب مراقی الفلاح نے لکھا ہے کہ ایاس کی مدت پچپن سال ہے اور اس کے بعد عورت کو حیض کا خون آنا بند ہو جاتا ہے لیکن صاحب عنایہ نے ساٹھ سال لکھا ہے لیکن اکثر لوگوں نے پچپن کو ترجیح دی ہے مگر اس زمانے میں فتویٰ پچاس پر ہے (شیخ الادب ؒ)

ثلاثة ایام :۔ یعنی حیض کی اقل مدت تین دن ہے اگر اس سے کم خون آیا تو حیض میں شمار نہ ہوگا لیکن امام ابو یوسف ؒ کے نزدیک دو یوم اور تیسرے یوم کا اکثر حصہ اقل مدت ہے لیکن امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اقل مدت ایک دن ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک حیض کی اکثر مدت پندرہ یوم ہے۔

واکثرہ عشرة :۔ اس سے امام شافعیؒ کے اس قول کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ جو امام شافعیؒ فرماتے ہیں وہ حنفیہ کا مسلک نہیں۔ اور دس یوم کی دلیل حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول ہے کہ جس میں آپ ؐ نے ارشاد فرمایا

اقل الحيض للجارية البكر والثيّب ثلاثة ايام ولياليها واكثره عشرة ايام.

والنفاس الخ:۔ نفاس کے معنی لغۃً ولادت کے ہیں اور شریعت میں نفاس اس خون کو کہا جاتا ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہے اس کی اکثر مدت چالیس دن ہے اور اقل مدت کی کوئی حد نہیں ہے مثلاً ایک عورت کے بچہ پیدا ہوا اور اسے صرف دو دن خون آکر بند ہو گیا تو اسے نفاس ہی کہیں گے نہ کہ حیض کی طرح کہ اگر تین دن سے کم ہو تو اسے حیض میں شمار نہ کریں۔ اسی طرح اگر اس کو چالیس دن سے زائد خون آجائے تو وہ خون جو چالیس دن کے بعد آرہا ہے اسے نفاس میں شمار کیا جائے گا لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک اس کی اکثر مدت ساٹھ یوم ہے (شرح وقایہ)

واقل الخ:۔ یعنی دو حیضوں کے درمیان کم از کم پندرہ یوم کا فاصلہ ہونا چاہئے اس کے بعد جو خون آئے وہ حیض ہوگا اس کا فائدہ اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ کوئی عورت ایسی ہو کہ اس کو ان ایام میں بھی خون آتا ہو تو ہر ماہ میں پندرہ یوم طہر کا شمار کیا جائے گا۔ واللہ اعلم

والالمن:۔ یعنی پہلی مرتبہ میں جو خون آیا تو اس کا سلسلہ منقطع ہوا ہی نہیں حتی کہ دس دن یا بصورت نفاس چالیس دن گذر گئے تو اس صورت میں طہر اور حیض کی مدت متعین کر دی جائے، یعنی پندرہ دن طہر کے اور دس دن حیض کے پھر پندرہ دن طہر کے۔ اور اگر ولادت ہوئی ہے تو اس صورت میں نفاس کے چالیس دن مانے جائیں گے اسکے بعد جو خون آئے گا اسکو استحاضہ مانا جائے گا، البتہ اگر کوئی بالغہ تھی اسکو حیض آتا تھا پھر استحاضہ شروع ہوا تو اگر حیض کے دن مقرر تھے مثلاً اسکو پانچ دن حیض آیا کرتا تھا تو اب پانچ یوم حیض کے مانے جائیں گے، باقی استحاضہ کے۔ (ماخوذ ایضاح الاصباح)

وَيَحْرُمُ بِالْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ ثَمَانِيَةُ اَشْيَاءَ الصَّلٰوةُ وَالصَّوْمُ وَقِراءةُ آيَةٍ مِنَ الْقُرآنِ وَمَسُّهَا بِلاَ غِلاَفٍ وَدُخُولُ مَسْجِدٍ وَالطَّوافُ وَالْجِمَاعُ وَالاِسْتِمْتَاعُ بِمَا تَحْتَ السُّرَّةِ اِلٰى تَحْتَ الرُّكْبَةِ وَاِذَا انْقَطَعَ الدَّمُ لاَكْثَرِ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ حَلَّ الْوَطْئُ بِلاَ غُسْلٍ وَلاَيَحِلُّ اِنِ انْقَطَعَ الدَّمُ لِدُوْنِهٖ لِتَمَامِ عَادَتِهَا اِلاَّ اَنْ تَغْتَسِلَ اَوْ تَتَيَمَّمَ وَتُصَلِّيَ اَوْ تَصِيْرَ الصَّلٰوةُ دَيْناً فِى ذِمَّتِهَا وَذَالِكَ بِاَنْ تَجِدَ بَعْدَ الاِنْقِطَاعِ مِنَ الْوَقْتِ الَّذِىْ انْقَطَعَ الدَّمُ فِيْهِ زَمَناً يَسَعُ الْغُسْلَ وَالتَّحْرِيْمَةَ فَمَا فَوْقَهُمَا وَلَمْ تَغْتَسِلْ وَلَمْ تَتَيَمَّمْ حَتّٰى خَرَجَ الْوَقْتُ وَتَقْضِى الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ الصَّوْمَ دُوْنَ الصَّلٰوةِ.

ترجمہ:۔ اور حیض اور نفاس کے سبب آٹھ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں، نماز روزہ اور قرآن کی ایک آیت کا پڑھنا، اور کلام پاک کا بلا جزدان کے چھونا اور مسجد میں داخل ہونا اور طواف کرنا اور جماع کرنا، اور ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنے کے نیچے تک لذت حاصل کرنا اور حیض اور نفاس کے زائد مدت کے ختم ہو جانے پر بلا غسل کے جماع کرنا اور اگر خون اسکی عادت کے ختم ہونے سے قبل ہی رک گیا ہے تو جماع کرنا جائز نہیں، یہاں تک کہ وہ غسل کرلے یا تیمم کرے اور نماز ادا کرے یا نماز اسکے ذمہ قرض ہو جائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ خون کے ختم ہونے کے بعد اسے اس قدر وقت ملا ہو کہ اس میں غسل کر سکتی ہو یا تحریمہ کر سکتی ہو یا ان دونوں سے زائد کی گنجائش ہو اور اس نے غسل نہیں کیا اور تیمم نہیں کیا یہاں تک کہ وقت چلا گیا اور حیض و نفاس والی عورت صرف روزے کی قضا کرے گی نماز کی نہیں۔

تشریح و مطالب :۔ وقرائۃ آیۃ. اس جگہ کچھ تفصیل ہے مگر مختصراً ذکر کیا جارہا ہے وہ یہ کہ حائضہ اور نفساء کا تلاوت کلام پاک کرنا حرام ہے جس طرح اس شخص کیلئے حرام ہے جو حالت جنابت میں ہو اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے لاتقرأ الحائض والا الجنب شیئاً من القرآن (ترمذی) امام کرخیؒ فرماتے ہیں کہ ایک آیت اور اس سے کم سب برابر ہے اور دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا اور یہی قول مختار بھی ہے لیکن امام طحاوی حنفیؒ کے نزدیک ایک آیت سے کم تلاوت حلال ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن ایک بات کا خیال رہے کہ قرأت کا قصد نہ ہو بہر حال اگر ذکر اور ثناء کی نیت سے پڑھا ہے جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم یا الحمد للہ رب العالمین تو کوئی مضائقہ نہیں۔

صلوٰۃ :۔ اس میں تو سب متفق ہیں کہ حائضہ اور نفسا کے اوپر نماز نہیں ہے لیکن اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں کہ اس پر نماز واجب ہوتی ہے یا نہیں؟ بعض مشائخ ارشاد فرماتے ہیں کہ واجب تو ہوئی ہے جس طرح اوروں پر واجب ہوئی ہے مگر ان سے ساقط ہو جاتی ہے لیکن اکثر کا قول ہے کہ واجب ہی نہیں ہوئی۔ ماخوذ عمدہ

وَمَسّھا :۔ جس طرح اسکے لئے پڑھنا جائز نہیں اسی طرح اس کا چھونا بھی جائز نہیں اس لئے کہ قرآن میں ارشاد باری ہے لایمسہ الا المطھرون اور اس وقت وہ طاہر نہیں ہوتی۔

الا بغلاف :۔ یعنی اگر کسی ایسی چیز سے جو اس کے بدن سے لگی ہوئی نہیں ہے اس سے مس کرنا جائز ہے اس سے ایک بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر آگ لگ جائے یا اسی طرح اور کوئی بات پیش آجائے تو اس وقت اسے ضرر سے بچانے کے لئے کسی چیز سے چھو سکتی ہے اسی طرح اگر قلم کے ذریعہ بلا مس کئے ہوئے اسکے اوراق کو الٹا جائے تو درست ہے (شیخ الادبؒ)

دخول مسجد :۔ یعنی اس حالت میں مسجد کے اندر جانا جائز نہیں دخول ہی کے حکم میں گذرنا، ٹھہرنا وغیرہ بھی ہے مگر عید گاہ کا یہ حکم نہیں بلکہ اسمیں جاسکتی ہے اب اگر کوئی بھول کر مسجد کے اندر چلا گیا اسکو اس بات کا خیال نہیں تھا کہ میں جنابت کی حالت میں تھا تو اگر جلدی سے بھاگ آیا تو بھی جائز ہے اور اگر خروج پر قادر نہ ہو تو تیمم کرلے اور اب اس کو اس میں نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ (طحطاوی، حاشیہ شیخ الادبؒ)

والجماع :۔ اس لئے کہ قرآن میں آتا ہے یسئلونك عن المحیض قل ھو اذیً فاعتزلوا النساء الخ اس آیت پاک سے جماع کرنا حرام ثابت ہوا اسی طرح نفاس کی حالت میں بھی جماع کرنا حرام ہے جس طرح جماع حرام ہے اسی طرح استمتاع بھی حرام ہے، لیکن استمتاع کرنا صرف مابین السرہ الی الرکبہ ہے خواہ شہوت سے خواہ بلا شہوت کے ہو اسکے علاوہ سے جائز ہے چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لك مافوق الازار (ابوداؤد) یعنی آپ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے اوپر جو چاہو کر سکتے ہو۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ صرف جماع حرام ہے اسکے علاوہ تفخیذ اور بوسہ لینا اور ملامست مافوق الازار سب حلال ہے (شرح وقایہ)

واذا انقطع الخ :۔ خون کے بند ہونے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) دس دن پورے ہوگئے ہوں (۲) یا اس کی عادت کے مطابق یعنی اس کی عادت ہر ماہ میں یہ تھی کہ صرف پانچ دن اس کو حیض آتا تھا اور اب پانچ دن پورے

ہو گئے (۳) یا یہ دونوں صورتیں نہیں ہیں بلکہ یوں ہی بند ہو گیا ہو اب اگر دس دن گذرنے کے بعد بند ہوا ہے تو اس صورت میں بلا غسل کے اس سے جماع کرنا جائز ہے لیکن اگر اس کی عادت کے مطابق خون آنا بند ہو گیا تو اب جب تک کہ وہ غسل نہ کرے یا تیمم نہ کرے اس وقت تک اس سے جماع نہیں کر سکتا۔ یا یہ کہ ایک وقت نماز کا گذر جائے اور نماز میں اتنے وقت کا اعتبار کیا جائے گا کہ وہ اس وقت کے اندر غسل کر لے اور تحریمہ باندھ لے یا اس سے زائد وقت ملا ہو۔ حاصل یہ ہے کہ یا تو وہ غسل کرے یا اس کے اوپر ایک نماز کا وقت گذر جائے اور تیسری صورت میں وہ اگر چہ غسل کرلے پھر بھی اس سے جماع نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ ابھی نہ مدت ہی پوری ہوئی ہے اور نہ عادت ہی، لہٰذا ابھی خون کے آنے کا اعتبار کیا جائے گا اور اس سے جماع نہیں کیا جائے گا۔ (ماخوذ فتح القدیر)

الوقت :۔ یہاں پر مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس وقت سے مراد اوقات خمسہ ہیں، اس لئے کہ اگر کسی عورت کا خون زوال سے قبل بند ہو گیا تو اب اس سے وطی نہیں کر سکتا جب تک کہ ظہر کا مکمل وقت نہ گذر جائے اس لئے کہ قبل الزوال کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور وہ وقت مہمل ہے۔ اسطرح اگر کسی عورت کا خون اس وقت بند ہوا جبکہ فجر کے وقت میں تحریمہ یا غسل کے مقدار وقت نہیں تھا تو اب جب تک ظہر کا وقت نہ گزر جائے اس سے جماع نہیں کیا جائے گا۔ (ماخوذ طحطاوی، شیخ الادبؒ بتصرف)

وتقضی الحائض والنفساء الخ :۔ یعنی وہ عورت جس کو خون آتا ہے اگر وہ خون حیض یا نفاس کا ہے اور اسی حالت میں رمضان کا مہینہ آ گیا تو روزہ نہیں رکھ سکتی، جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا، لیکن ان روزوں کی قضا واجب ہوگی اور وہ نماز جو ان ایام میں گذر گئی اسکی قضاء نہیں ہوگی۔

وَيَحْرُمُ بِالْجِنَابَةِ خَمْسَةُ اَشْيَاءَ الصَّلٰوةُ وَقِرَاءَةُ آيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ وَمَسُّهَا اِلاَّ بِغِلاَفٍ وَدُخُوْلُ مَسْجِدٍ وَالطَّوَافُ وَيَحْرُمُ عَلَى الْمُحْدِثِ ثَلاَثَةُ اَشْيَاءَ الصَّلٰوةُ وَالطَّوَافُ وَمَسُّ الْمُصْحَفِ اِلاَّ بِغِلاَفٍ وَدَمُ الاِسْتِحَاضَةِ كَرُعَافٍ دَائِمٍ لاَيَمْنَعُ صَلاَةً وَلاَصَوْماً وَلاَ وَطْئاً وَتَتَوَضَّأُ الْمُسْتَحَاضَةُ وَمَنْ بِهٖ عُذْرٌ كَسَلَسِ الْبَوْلِ وَاسْتِطْلاَقِ بَطْنٍ لِوَقْتِ كُلِّ فَرْضٍ وَيُصَلُّوْنَ بِهٖ مَاشَاءُوا مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ وَيَبْطُلُ وُضُوْءُ الْمَعْذُوْرِيْنَ بِخُرُوْجِ الْوَقْتِ فَقَطْ وَلاَ يَصِيْرُ مَعْذُوْراً حَتّٰى يَسْتَوْعِبَهُ الْعُذْرُ وَقْتاً كَامِلاً لَيْسَ فِيْهِ اِنْقِطَاعٌ بِقَدْرِ الْوُضُوْءِ وَالصَّلٰوةِ وَهٰذَا شَرْطُ ثُبُوْتِهٖ وَشَرْطُ دَوَامِهٖ وُجُوْدُهٗ فِىْ كُلِّ وَقْتٍ بَعْدَ ذَالِكَ وَلَوْ مَرَّةً وَشَرْطُ اِنْقِطَاعِهٖ وَخُرُوْجِ صَاحِبِهٖ عَنْ كَوْنِهٖ مَعْذُوْراً خُلُوُّ وَقْتٍ كَامِلٍ عَنْهُ.

ترجمہ:۔ جنابت کی وجہ سے پانچ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں نماز، قرآن پاک کی کسی آیت کا پڑھنا، بلا غلاف کے قرآن پاک کا چھونا اور مسجد میں داخل ہونا اور طواف کرنا۔ اور محدث پر تین چیزوں کا کرنا حرام ہے نماز پڑھنا، اور طواف کرنا اور بلا غلاف کے قرآن پاک چھونا۔ اور دم استحاضہ اس رعاف کی طرح ہے جو ہمیشہ آتا رہتا ہے اس کی وجہ سے نہ نماز نہ روزہ اور نہ وطی کرنا ممنوع ہے، اور مستحاضہ اور ہر وہ شخص جسے عذر ہو جیسے سلسل بول کا مریض یا پیٹ کا چلنا یہ ہر وقت فرض نماز کے لئے وضو کریں گے اور اس سے جس قدر فرائض اور نوافل ادا کرنا چاہیں کرسکتے ہیں او

رمعذوروں کا وضو صرف وقت کے نکلنے سے ختم ہو جاتا ہے اور معذور نہیں سمجھا جائیگا جب تک پورے وقت نہ ہو بایں طور کہ وہ بقدر وضو یا نماز بھی ختم نہ ہوتا ہو اور اس تمام وقت میں وضو اور نماز کی مقدار خون کا انقطاع نہ ہو یہ ثبوت عذر کی شرط ہے اور دوام عذر کی شرط یہ ہے کہ اسکے بعد ہر وقت میں پایا جائے اگرچہ ایک ہی بار کیوں نہ ہو اور اس کے انقطاع اور صاحب عذر کے نکلنے کی شرط اس کا نماز کے ایک پورے وقت کا اس سے خالی ہو جانا ہے۔

تشریح و مطالب :۔ ابھی تک حیض و نفاس کا حکم بیان کر رہے تھے اب یہاں سے جنبی کا حکم بیان کر رہے ہیں چنانچہ جنبی کے لئے بھی نماز حالت جنابت میں حرام ہے۔

آیۃ من القرآن :۔ ایک آیت کو پڑھنے کے بارے میں تمام لوگ متفق ہیں کہ حرام ہے، لیکن ایک آیت سے کم کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں اسکی تفصیل ما قبل میں گذر چکی ہے، نیز من القرآن کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ جب قرآن کی ایک آیت جہاں کہیں بھی ہو خواہ وہ زبانی پڑھ رہا ہو جب وہ جائز نہیں تو قرآن سے پڑھنا یعنی مس کر کے تو یہ بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگا۔ یا یہ کہ قرأت کیا ہے اور دعاء کیا ہے اسکی تفصیل میں بیان کر چکا ہوں۔

مسها بغلاف :۔ یعنی اگر کسی وجہ سے غلاف کے ساتھ مس کر رہا ہے تو جائز ہے، اب غلاف کسے کہا جائے اسکے بارہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض حضرات تو غلاف کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ قرآن کے مختلف اجزاء کو جس سے روکا جاتا ہے وہ غلاف ہے۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ غلاف اس کو کہتے ہیں جو قرآن پاک کے اوپر ہوتا ہے اور قرآن کے ہدیہ کے وقت بلا اس کا ذکر کئے ہوئے اس میں شامل ہو جاتا ہے اور یہی قول صاحب ہدایہ نے بھی اختیار کیا ہے۔

ودخول مسجد :۔ دخول کو مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس دخول میں گذرنا ٹھہرنا سب شامل ہے یعنی جس طرح دخول حرام ہے اسی طرح مرور اور مکث بھی حرام ہے مسجد کا ذکر کر کے مدرسہ عیدگاہ نماز جنازہ کے پڑھنے کی جگہ کو خارج کرنا مقصود ہے۔

ودم الاستحاضة :۔ یہ ایک ایسا خون ہے جو رحم سے نہیں آتا اور اسکی پہچان یہ ہوتی ہے کہ اس میں بو نہیں ہوتی، نیز یہ کبھی حیض سے کم آتا ہے یعنی تین دن سے کم میں بند ہو جاتا ہے اور کبھی دس دن سے زیادہ آتا رہتا ہے لہٰذا اس کا حکم نکسیر کا حکم ہوگا کہ جس طرح اس میں خون آنے سے وضوء ختم نہیں ہوتا اسی طرح اس میں بھی ہوگا۔

لایمنع الصلوٰۃ :۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے **عن عائشةؓ قالت جاء ت فاطمة بنت ابی حبیش الی النبی صلی الله علیه وسلم فقالت یا رسول الله انی امراء ة استحاض فلا اطهر افادع الصلوٰۃ قال لا انما ذلك عرق ولیست بحیضة** (ترمذی) جب یہ ایک طرح کا خون ہے تو صرف حیض اور نفاس کی حالت میں عورت سے نماز روزہ ساقط ہو جاتا ہے اور اس سے وطی نہیں کی جاسکتی لیکن اسکا حکم ایسا نہیں ہے لہٰذا یہ نماز ادا کرے گی روزہ بھی رکھے گی، نیز اس حالت میں اس سے جماع بھی کیا جائے گا۔

وتتوضأ :۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے **عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال فی المستحاضة تدع الصلوٰۃ ایام اقرائها التی کانت تحیض فیها ثم تغتسل وتتوضا عند کل صلاة وتصوم**

وتصلی (ترمذی) جمہور فقہاء اور ائمہ اربعہ کا مسلک یہ ہے کہ مستحاضہ پر غسل صرف ایک مرتبہ واجب ہوتا ہے جب وہ حیض سے پاک ہوتی ہے، پھر اس کے بعد ان میں آپس میں اختلاف ہے کہ وضوء مستحاضہ پر کس وقت واجب ہوتا ہے مالکیہ کے نزدیک تو دم استحاضہ سے وضوء ٹوٹتا ہی نہیں کیونکہ یہ معتاد نہیں ہے ان کے نزدیک وضوء کا حکم جو بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ استحبابی ہے، ائمہ ثلثہ کے نزدیک مستحاضہ پر استحاضہ سے بھی وضوواجب ہوتا ہے پھر اس کے لئے وضو ضروری ہے حنفیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ ایک وقت کی نماز کے لئے ایک وضو کافی ہے اس وقت کے اندر جو چاہے فرائض اور نوافل پڑھ سکتی ہے (معارف مدنیہ)

سلس :۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ سلسل اگر لام کے فتحہ کے ساتھ ہو تو اس سے مراد صرف نکلنا ہے لیکن اگر بکسر اللام ہو تو اس سے مراد وہ ہوگا جس کو یہ مرض لاحق ہے، یہ بیماری دو وجہ سے ہوتی ہے یا تو مثانہ کمزور ہوتا ہے جس کی بناء پر ہر وقت قطرات آتے رہتے ہیں، یا سردی کی بنا پر ہوتا ہے (مراقی)

بوقت :۔ لاکر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ جب تک نماز کا وقت باقی رہتا ہے اس وقت تک اس کا وضو رہتا ہے، لیکن اگر کوئی دوسرا حدث پیش آگیا تو اس وقت میں اسکا وضو ختم ہو جائے گا۔ ماشاء من الفرائض والنوافل کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ حنفیہ کا مسلک یہی ہے اور امام شافعیؒ پر رد مقصود ہے جیسا کہ ابھی یہ اختلاف گذر چکا ہے۔

بخروج الوقت :۔ یہ قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہی ہے کہ خروج وقت سے وضو ختم ہو جاتا ہے لیکن معذور کے وضو کے ختم ہونے کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے امام محمدؒ کا بھی یہی مسلک ہے کہ خروج وقت سے وضو باطل ہو جاتا ہے امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ خروج وقت سے نہیں بلکہ دخول وقت سے وضو ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ خروج اور دخول دونوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن اس ثمرہ کا اختلاف اس وقت ظاہر ہوگا کہ جب کسی نے وضو کیا اور سورج نکل چکا تھا یعنی فجر کا وقت ختم ہو چکا تھا اب اس وضوء سے اگر درمیان میں اور کوئی حدث پیش نہ آیا تو امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک اس وضو سے ظہر کی نماز ادا کر سکتا ہے اس لئے کہ ان حضرات کے نزدیک خروج سے وضو ختم ہو جاتا ہے اور ابھی وقت ختم نہیں ہوا ہے لیکن امام ابو یوسفؒ اور زفرؒ کے نزدیک اس وضو سے ظہر کی نماز نہیں ادا کر سکتا، اس لئے کہ امام زفرؒ کے نزدیک دخول وقت سے وضو ختم ہو جاتا ہے اور اب ظہر کا وقت داخل ہو گیا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس وجہ سے نہیں پڑھ سکتا کہ ان کے یہاں دونوں سے وضو ختم ہو جاتا ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ اس معذور نے فجر کے وقت وضو کیا تو اب اس سے امام زفرؒ کے نزدیک ظہر تک جو چاہے پڑھ سکتا ہے اس لئے کہ انکے یہاں دخول وقت سے وضو ختم ہو جاتا ہے اور ابھی ظہر کا وقت داخل نہیں ہوا۔ لیکن امام ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک فجر کا وقت ختم ہوتے ہی وضوء ختم ہو جائے گا اسباب پہلے بیان کئے جا چکے ہیں۔

ولایستوعب معذوراً :۔ اب ایک سوال یہ ہے کہ کسی کو معذور کب شمار کیا جائے گا مصنفؒ نے فرمایا کہ اسکا عذر اس طرح کا ہو کہ پورے وقت میں گھرا ہوا ہو اس میں اس قدر بھی کمی نہ ہوئی ہو کہ وہ اس وقت میں وضو کرے اور نماز ادا کر لے۔

الصلوٰۃ :۔ یہاں پر صلوٰۃ کو مطلق ذکر کیا ہے لیکن اس سے مراد فرض نماز کا وقت ہے۔

بَابُ الانجاس والطَّهارةِ عَنها

تَنقَسِمُ النَّجَاسَةُ اِلیٰ قِسمَینِ غَلِیظَۃٍ وَخَفِیفَۃٍ فَالغَلِیظَۃُ کَالخَمرِ وَالدَّمِ المَسفُوحِ وَلَحمِ المَیتَۃِ وَاِھَابِھَا وَبَولِ مَالایُؤکَلُ وَنَجوالکَلبِ وَرَجِیعِ السِّبَاعِ وَلُعَابِھَا وَخَرءِ الدَّجَاجِ وَالبَطِّ وَالاَوزِّ وَمَا یَنقُضُ الوُضُوءَ بِخُرُوجِہٖ مِن بَدَنِ الاِنسَانِ.

ترجمہ:۔ ناپاکیاں اور ان سے پاکی۔ نجاست کی دو قسمیں ہوتی ہیں غلیظہ اور خفیفہ۔ تو غلیظہ جیسے شراب او ر بہنے والا خون، مردار کا گوشت اور اس کا چمڑا اور حرام جانوروں کا پیشاب، اور کتے کا پاخانہ اور درندوں کا پاخانہ اور اس کا لعاب، مرغی اور بط اور مرغابی کی بیٹ اور ہر وہ چیز جو انسان کے بدن سے نکلنے کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

تشریح ومطالب:۔ ابھی تک مصنفؒ نجاست حکمی کو بیان کر رہے تھے، اب یہاں سے نجاست حقیقی کو بیان کرنا چاہ رہے ہیں، لیکن ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ جب یہاں سے نجاست حقیقی کو بیان کر رہے تھے تو ان کو چاہئے تھا کہ اس جگہ حقیقی کی قید لگادیتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے نجاست حکمیہ کو بیان کر دیا لہٰذا اب جو رہا وہ نجاست حقیقی ہی رہا لہٰذا اب اسکو مقید کرنے کی ضرورت نہ رہی اور بظاہر جو اشکال پڑ رہا تھا اب وہ رفع ہو گیا، لہٰذا اب کوئی اشکال باقی نہ رہا۔

الطھارۃ:۔ لاکر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس باب میں صرف نجاستوں ہی کا بیان نہیں ہے بلکہ اس کی طہارت کا بھی ذکر ہے، اگر لفظ طہارت نہ لاتے اور اس میں اسکے احکام کو بیان کرتے تو یہ اشکال ہو سکتا تھا کہ باب کسی اور کا قائم کیا اور بیان کچھ اور کر رہے ہیں۔

قسمین:۔ یہاں پر صرف دو قسموں کا ذکر کیا حالانکہ عقلاً تین قسمیں ممکن ہیں اور وہ تیسری قسم وہ ہوگی جو دونوں کے بین بین ہوگی لیکن چونکہ اس میں ایک طرح کی پریشانی ہے اور ہر انسان کے بس کی بات نہیں کہ ان دونوں قسموں سے اسکو ممتاز کر سکے اس لئے صرف دو قسموں کو بیان کیا۔ واللہ اعلم بالصواب

غلیظۃ:۔ غلیظہ کی تعریف امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ غلیظہ وہ ہے جسکی نجاست کا ثبوت قرآن سے ہو اور اسکے معارض کوئی دوسری آیت نہ ہو جیسے خون وغیرہ اور نجاست خفیفہ کی تعریف ان کے نزدیک یہ ہے کہ ایک نص تو اسکے طہارت پر دلالت کرتی ہو اور دوسری آیت سے اس کی نجاست معلوم ہو رہی ہو جیسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ استنزھوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منہ لیکن دوسری جگہ عرنیین کے بارے میں جو واقعہ پیش آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پاک ہے یعنی بول مایؤکل لحمہ، تو امام صاحب یہ فرمائیں گے کہ حرمت والی روایت کو لی جائیگی۔ ماخوذ

الخمر:۔ تمام وہ نشہ آور چیزیں جو پی جاتی ہیں وہ حرام ہیں اس کے باوجود یہاں تخصیص کی کیا ضرورت پیش آئی مطلق ذکر کرنا چاہئے تھا اس کا جواب یہ ہے کہ اسکے علاوہ جو مشروبات ہیں جیسے طلاء، نقیع زبیب وغیرہ اس میں تین روایتیں ہیں ایک روایت ہے کہ مغلظہ ہے دوسری روایت میں ہے کہ مخففہ ہے، تیسری روایت میں ہے کہ طاہر ہے اور

شراب کی حرمت نص قطعی سے ہے اس وجہ سے اسکو تخصیص کے ساتھ بیان کر دیا کہ اسمیں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

المسفوح :۔ یہ قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر خون نکلا مگر اپنی جگہ سے ہٹا نہیں تو یہ اس حکم میں نہیں ہوگا لیکن اگر بہہ کر جم گیا تو اسکا حکم سائل کا حکم ہوگا، نیز یہاں پر مقید ذکر کیا حالانکہ اس میں شہید کا خون شامل نہیں ہے اس لئے کہ ان کا خون طاہر ہے۔ (شامی بتغیر)

لحم المیتة :۔ اسے مطلق ذکر کیا ہے مگر اس سے مراد وہ جانور ہے کہ جن کے اندر خون نہ ہو، جیسے مچھلی وغیرہ اس لئے کہ ان کا کھانا جائز ہے اور اسکے معارض کوئی حدیث نہیں ہے۔

بول مالا یؤکل لحمه :۔ اس سے مراد ہر چھوٹا اور بڑا جانور ہے اسی وجہ سے مطلق ذکر کیا ہے لیکن اس میں اختلاف ہے۔

وماینقض الخ :۔ یعنی ہر وہ چیز جو بدن انسانی سے نکلے اور وہ نجاست حقیقیہ ہو، لیکن علماء نے ریح کو اس میں شمار نہیں کیا ہے اسی طرح سے اس میں نیند اور قہقہہ بھی شامل نہیں ہیں اس لئے کہ ان کی صفت طہارت نہیں آتی، اسی طرح سے وہ قے جو منہ بھر کر نہ ہو اس لئے کہ جب منہ بھر کر نہ ہوگی تو وہ ناقض وضو نہ ہوگی لیکن بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ مائعات نجس ہیں اور جامدات پاک۔ واللہ اعلم

وَاَمَّا الْخَفِیْفَةُ فَکَبَوْلِ الْفَرَسِ وَکَذَا بَوْلُ مَایُؤْکَلُ لَحْمُہٗ وَخُرْءُ طَیْرٍ لَایُؤْکَلُ وَعُفِیَ قَدْرُ الدِّرْهَمِ مِنَ الْمُغَلَّظَةِ وَمَا دُوْنَ رُبْعِ الثَّوْبِ اَوِ الْبَدَنِ وَعُفِیَ رَشَاشُ بَوْلٍ کَرُؤُوْسِ الْاِبَرِ وَلَوِ ابْتَلَّ فِرَاشٌ اَوْ تُرَابٌ نَجِسَانِ مِنْ عَرَقِ نَائِمٍ اَوْ بَلَلِ قَدَمٍ وَظَهَرَ اَثَرُ النَّجَاسَةِ فِی الْبَدَنِ وَالْقَدَمِ تَنَجَّسَا وَاِلَّا فَلَا کَمَا لَایَنْجَسُ ثَوْبٌ جَافٌّ طَاهِرٌ لُفَّ فِیْ ثَوْبٍ نَجِسٍ رَطْبٍ لَایَنْعَصِرُ الرَّطْبُ لَوْ عُصِرَ وَلَا یَنْجَسُ ثَوْبٌ رَطْبٌ بِنَشْرِہٖ عَلٰی اَرْضٍ نَجِسَةٍ یَابِسَةٍ فَتَنَدَّتْ مِنْهُ وَلَا بِرِیْحٍ هَبَّتْ عَلٰی نَجَاسَةٍ فَاَصَابَتِ الثَّوْبَ اِلَّا اَنْ یَّظْهَرَ اَثَرُهَا فِیْهِ.

ترجمه :۔ بہر حال خفیفہ تو وہ ہے جیسے گھوڑے کا پیشاب اسی طرح اس جانور کا پیشاب جس کا گوشت کھایا جاتا ہے اور مردار پرندوں کی بیٹ۔ اور نجاست غلیظہ ایک درہم کے مقدار معاف ہے اور وہ جو چوتھائی کپڑے اور چوتھائی بدن کے برابر ہو، اور پیشاب کی باریک چھینٹیں جو سوئی کے سرے کے برابر ہوں اور اگر ناپاک بستر یا ناپاک مٹی سونے والے کے پسینہ یا پیر کی تری سے تر ہو جائے اور نجاست کا اثر بدن اور پیر میں ظاہر ہو جائے تو دونوں ناپاک ہو جائیں گے ورنہ ناپاک نہیں ہوں گے جیسے سوکھا ہوا کپڑا ناپاک گیلے کپڑے میں باندھ دیا جائے کہ اگر اسے نچوڑا جائے تو وہ نہ نچڑے، اور تر کپڑے کو نجس زمین پر پھیلا دینے سے اور وہ اس سے نمناک ہو جائے نجس نہیں ہوتا، اور نہ اس ہوا سے جو کسی ناپاک جگہ سے ہو کر آئی ہو اور کپڑے پر لگ گئی ہو مگر یہ کہ اس کا اثر کپڑے پر نمایاں ہو گیا ہو۔

تشریح ومطالب :۔

کبول الفرس :۔ اسکو خاص طور پر ذکر کرنے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی اور مصنفؒ نے یہاں پر اس وجہ سے بیان کیا کہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس کا گوشت نہ کھایا جائے لیکن یہ گوشت کھانے کی ممانعت اسکے ناپاک ہونے کی بناء پر نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ جنگ میں کام

آتا ہے، لہٰذا ذہن اس طرف جاسکتا تھا اور اشکال پڑ سکتا ہے کہ اس وجہ سے خاص طور پر ذکر کر کے اس اشکال کو دفع کر دیا۔

بول مایؤ کل لحمہ :۔ بول کا لفظ لاکر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ بکری، اونٹ، گائے وغیرہ کی لید نجاست مغلظہ ہے یہ صرف ان کے پیشاب کا حکم ہے ان کے لید اور مینگنیوں کا نہیں نیز اس بات کی طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے اس لئے کہ مینگنیوں کے بارے میں اختلاف ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک، وہ نجاست مغلظہ ہیں اور صاحبین کے نزدیک خفیفہ، تو بول کا لفظ لاکر اس طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وعفی :۔ اس سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر اس حالت میں نماز ادا کر دی تو صحیح ہو جائے گی، لیکن صحیح ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ مکروہ نہ ہو، لہٰذا اس حالت میں نماز پڑھنے سے نماز ادا ہو جائے گی مگر مکروہ ہو گی اب ایک بات اسکے اندر اور ہے وہ یہ کہ اگر ایک درہم سے کم ہو تو کیا ہو گا آیا اس صورت میں بھی مکروہ ہو گی یا نہیں؟ تو اس کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ نماز شروع کر دی ہے تو اگر اب وقت میں گنجائش ہے تو افضل ہے کہ اب اسکو دھو ڈالے اور پھر جا کر نماز ادا کرے اور اگر اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں نماز چھوڑ کر چلا جاتا ہوں تو یہ جماعت ختم ہو جائے گی اور مجھے یہ جماعت نہ مل سکے گی تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اسے پانی مل رہا ہے یا نہیں اب اگر پانی مل رہا ہے تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ اسے دوسری جگہ جماعت مل سکتی ہے یا نہیں، اگر دوسری جگہ جماعت نہ ملنے کی امید ہو تو اسی حالت میں نماز ادا کرلے گا۔ (ماخوذ بحر الرائق ، وھٰکذا قال شیخ الادبؒ)

قدر الدرھم :۔ نجاست دو طرح کی ہو گی ایک متجسدہ ہو گی تو اس میں ایک درہم کی مقدار بیس قیراط ہو گی یعنی وزن کیا جائے گا لیکن اگر نجاست مائعہ ہے تو اس میں اعتبار وزن کا نہیں ہو گا بلکہ ایک درہم ہتھیلی کی گہرائی کی مقدار ہو گی یعنی جو ہاتھ میں گڑھا ہوتا ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)

وما دون الخ :۔ یعنی اگر نجاست ربع ثوب سے کم ہو تو وہ معاف ہے مگر ربع سے کیا مراد ہو گا؟ اس میں مختلف اقوال ہیں، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ جس جگہ پر نجاست لگی ہوئی ہے اس کا ربع مراد لیا جائے گا مثلاً اگر آستین میں نجاست لگی ہے تو آستین کا ربع مراد لیا جائے گا، اسی طرح اگر ہاتھ میں لگی ہے تو ہاتھ کا ربع مراد لیا جائے گا نا کہ پورے جسم اور پورے کپڑے کا ربع۔ بعض حضرات نے کہا کہ ربع کا اعتبار پورے کپڑے اور پورے بدن پر کیا جائے گا یعنی اگر دامن میں نجاست لگی ہے تو اب صرف دامن کا ربع مراد نہیں ہو گا بلکہ پورے کپڑے کا ربع مراد ہو گا، بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ اس کپڑے کا ربع مراد ہو گا کہ اس میں نماز جائز ہو جائے لیکن قول مفتی بہ یہی ہے کہ اس جگہ اور اس حصہ کا ربع مراد ہو گا۔ واللہ اعلم بالصواب (کذا فی الدر المختار)

رؤوس الابر :۔ اس سے مراد اقل کو بتلانا ہے کہ اسی قدر کم مقدار میں ہو تو معاف ہے اب اگر سوئی کے برابر پیشاب لگا تھا کہ پانی کا چھینٹا اس پر لگ گیا اور وہ پھیل گیا تو اس صورت میں اس کا دھونا ضروری نہیں ہے، اس مقدار میں اس کے اندر کوئی فرق نہیں ہے کہ اس کا پیشاب ہو یا دوسرے کا۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)

ولو ابتل الخ :۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی سو گیا اور ایسے بستر یا ایسی زمین پر سویا کہ وہ ناپاک تھی اور سوکھ

بھی گئی تھی لیکن اسکے سونے کے بعد اسکے جسم سے پسینہ نکلا اور اس سے وہ ناپاکی تر ہو گئی، اب یہ بات بھی ظاہر ہے کہ اسکا اثر اسکے جسم پر پڑا ہو گا، اب اسکو کہا جائے گا کہ تیرا بدن ناپاک ہو گیا، لیکن یہ شرط ہے کہ ناپاکی کا اثر ظاہر ہو گیا ہو۔ نوم کی تاکید احترازی نہیں ہے بلکہ اگر سویا نہیں تھا صرف اس جگہ پر بیٹھ گیا تھا تو اس صورت میں بھی ناپاک ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا۔

والا فلا :۔ یعنی اگر یہ صورت نہیں ہے اور نجاست کا اثر نمایاں نہیں ہوا ہے تو ناپاکی کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

کمالاینجس :۔ اسکی چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ پاک کپڑا اور ناپاک دونوں بھیگے ہوئے تھے اور اگر ان دونوں کو نچوڑا جاتا تو اس سے قطرات نکلتے تو اس صورت میں بالاتفاق طاہر بھی نجس ہو جائے گا، لیکن اگر یہ صورت نہیں ہے بلکہ ان میں کوئی ایسا نہیں ہے تو اس صورت میں طاہر نجس نہ ہو گا، یہ صورت بھی اتفاقی ہی ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ صرف طاہر اس صورت میں ہے کہ اگر اس کو نچوڑا جائے تو اس سے قطرے نکلیں تو اس صورت میں طاہر ناپاک ہو جائے گا، یا صرف ثوب نجس ہی اس صورت میں ہے کہ اگر اسکو نچوڑا جائے تو اس سے قطرات نکلیں تو بھی ثوب طاہر نجس ہو جائے گا۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ بحذف واضافة)

وَيَطْهُرُ مُتَنَجِّسٌ بِنَجَاسَةٍ مَرْئِيَّةٍ بِزَوَالِ عَيْنِهَا وَلَوْ بِمَرَّةٍ عَلَى الصَّحِيْحِ وَلَا يَضُرُّ بَقَاءُ أَثَرٍ شَقَّ زَوَالُهُ وَغَيْرُ الْمَرْئِيَّةِ بِغَسْلِهَا ثَلَاثًا وَالْعَصْرِ كُلَّ مَرَّةٍ وَتَطْهُرُ النَّجَاسَةُ عَنِ الثَّوْبِ وَالْبَدَنِ بِالْمَاءِ وَبِكُلِّ مَائِعٍ مُزِيْلٍ كَالْخَلِّ وَمَاءِ الْوَرْدِ وَيَطْهُرُ الْخُفُّ وَنَحْوُهُ بِالدَّلْكِ مِنْ نَجَاسَةٍ لَهَا جِرْمٌ وَلَوْ كَانَتْ رَطْبَةً وَيَطْهُرُ السَّيْفُ وَنَحْوُهُ بِالْمَسْحِ وَإِذَا ذَهَبَ أَثَرُ النَّجَاسَةِ عَنِ الْأَرْضِ وَجَفَّتْ جَازَتِ الصَّلٰوةُ عَلَيْهَا دُوْنَ التَّيَمُّمِ مِنْهَا وَيَطْهُرُ مَا بِهَا مِنْ شَجَرٍ وَكَلَأٍ قَائِمٍ بِجَفَافِهِ وَتَطْهُرُ نَجَاسَةٌ اسْتَحَالَتْ عَيْنُهَا كَأَنْ صَارَتْ مِلْحًا أَوِ احْتَرَقَتْ بِالنَّارِ وَيَطْهُرُ الْمَنِيُّ الْجَافُّ بِفَرْكِهِ عَنِ الثَّوْبِ وَالْبَدَنِ وَيَطْهُرُ الرَّطْبُ بِغَسْلِهِ.

ترجمہ :۔ اور نجاست مرئیہ پاک ہو جاتی ہے اس نجاست کے جرم کے زائل ہو جانے سے، اگرچہ ایک ہی مرتبہ سے کیوں نہ ہو صحیح مذہب کے بموجب، اور اس نجاست کے اثر کے باقی رہ جانے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا جس کے ختم کرنے میں پریشانی ہو۔ اور نجاست غیر مرئیہ پاک ہو جاتی ہے تین مرتبہ دھو دینے سے اور ہر مرتبہ نچوڑ دینے سے اور بدن اور کپڑے سے نجاست ختم ہو جاتی ہے پانی اور ہر اس چیز کے ذریعہ سے جس کے اندر زائل کرنے کی صلاحیت ہو جیسے سرکہ اور عرق گلاب۔ موزہ اور اسکے مثل پاک ہو جاتا ہے صرف رگڑ دینے کی وجہ سے ایسی نجاست سے جو ذی جرم ہو اگرچہ وہ تر ہی کیوں نہ ہو، تلوار اور اس جیسی چیزیں پونچھ دینے سے پاک ہو جاتی ہیں اور جب زمین سے نجاست کا اثر ختم ہو جائے اور نجاست خشک ہو جائے تو اس پر صرف نماز جائز ہے تیمم نہیں، وہ چیزیں جو زمین میں لگی ہوئی ہیں جیسے درخت، گھاس وہ صرف خشک ہو جانے کی وجہ سے پاک ہو جاتی ہیں اور وہ نجاست جس کی ذات ہی بدل گئی ہو جیسے نمک ہو جانا، آگ کا اس کو جلا دینا اور خشک منی کپڑے اور بدن سے کھرچ دینے کی وجہ سے پاک ہو جاتی ہے اور تر منی دھو دینے کی وجہ سے۔

تشریح و مطالب :۔

یطھر :۔ یہاں پر مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ وہ نجاست خواہ بدن پر ہو یا کپڑے پر یا کسی اور چیز پر سب پاک ہو جائے گا۔

نجاسة مرئية :۔ مرئیہ کا ذکر اس وجہ سے کیا اس لئے کہ نجاست کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو بدن پر دکھائی دے اور وہ جو دکھائی نہ دے، تو یہاں پر جس نجاست سے طہارت حاصل کرنے کا مسئلہ ذکر کر رہے ہیں نجاست مرئیہ کی ہے نجاست غیر مرئیہ کی نہیں۔

بزوال عينها :۔ زوال کا لفظ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس میں اصل اسکے عین کا زوال ہے، نیز زوال کا لفظ لا کر اس طرف بھی اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ جس طرح سے بھی ہو اس میں صرف دھونا ہی ضروری نہیں ہے بلکہ اگر وہ کسی اور طرح سے بھی ختم ہو جائے تب بھی صحیح ہے۔

على الصحيح :۔ لا کر اس طرف اشارہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے جیسا کہ امام ابو جعفرؒ فرماتے ہیں کہ عین کے زائل ہونے کے بعد دو مرتبہ دھونا ضروری ہے، اور فخر الاسلام فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ ضروری ہے۔ (مراقي الفلاح مع حذف واضافة)

شق زواله :۔ مشقت کی تعریف یہ ہے کہ وہ صرف پانی سے ختم نہ ہو بلکہ اس کو ختم کرنے کیلئے دوسری چیزوں کی ضرورت ہو جیسے صابون، اشنان، ابالا ہوا پانی۔ مطلب یہ ہے کہ اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں مگر صرف دھونے سے اس کا اثر نہ جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

غير المرئية :۔ یعنی وہ نجاست جو لگی تو ہے مگر نظر نہیں آتی وہ صرف تین مرتبہ دھو دینے سے پاک ہو جاتی ہے اور ہر مرتبہ اسے نچوڑ دیا جائے، اور صاحب قدوری نے ایک لفظ کا اضافہ کیا ہے حتی يغلب عل ظن الغاسل انه قد طهر. یعنی اس میں اصل یہ ہے کہ صرف اس کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ اب نجاست ختم ہو گئی ہے اور تین مرتبہ دھونے کا حکم اس وجہ سے دیا گیا ہے کہ بار بار دھونے سے وہ ختم ہی ہو گئی ہو گی۔ (كذا في الجواهر)

وتطهر النجاسة :۔ یہاں پر نجاست سے مراد نجاست حقیقیہ ہے اور نجاست کو مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ نجاست میں نجاست مرئیہ اور غیر مرئیہ دونوں شامل ہیں اسی طرح یہاں پر ماء کو مطلق ذکر کیا اور اس میں صحیح قول کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ نجاست ماء مستعمل سے بھی زائل ہو جاتی ہے۔ (شيخ الادبؒ)

بكل مائع مزيل :۔ مزیل کی قید سے اسطرف اشارہ ہے کہ اسکے اندر نجاست کے زائل کرنے کی صلاحیت ہو نیز اس سے تیل، گھی، دودھ وغیرہ کو نکالنا بھی مقصود ہے کہ ان کے اندر زائل کرنے کی صلاحیت موجود نہیں ہوتی، یہاں پر مزیل کو لائے حالانکہ اس کی جگہ پر طاہر کو لا سکتے تھے لیکن نہیں لائے اس لئے کہ اس میں اختلاف ہے (بحر الرائق مع حذف اجزاء) لیکن اشیاء مزیلہ کا خود طاہر ہونا ضروری ہے اس لئے کہ اگر وہ خود طاہر نہیں ہو گا تو دوسری کو کس طرح طاہر کر سکتا ہے۔ (كما في شرح الوقايه، وعمدة الرعايه)

ويطهر الخف :۔ اگر جوتے یا موزے کو نجاست لگ جائے اور وہ ذی جرم ہو تو صرف اسے رگڑ لینے سے صاف ہو جائے گا اسے دھونے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر وہ نجاست جسم والی نہ ہو تو دھونا ضروری ہے بلا دھوئے پاک

نہیں ہوگا، نیز اگر جسم والی ہے اور تر ہے تب بھی اس کا دھونا ضروری ہے، لیکن امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ اگر اس کو رگڑ دیا جائے تو پاک ہو جائے گا اور امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ صرف دھونے سے پاک ہوگا اسکے علاوہ سے نہیں۔ حنفیہ کی دلیل وہ حدیث ہے جسے ابوداؤد وغیرہ نے نقل کیا ہے قال علیه الصلوٰة والسلام اذا جاء احدکم المسجد فلینظر فان کان علی نعلیه قذراً او اذیً فلیمسه ولیصل فیها. (او کما قال ﷺ)

ونحوہ :۔ اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو صیقل کی گئی ہوں یعنی اسکے اندر نجاست اثر انداز نہ ہو سکتی ہو۔

واذاذهب الخ :۔ یہاں پر الارض لاکر اس بات کیطرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر نجاست کپڑے اور بدن پر لگ جائے اور خشک ہو جائے تو اسکے لئے دھونا ضروری ہے، وہ صرف خشک ہو جانے کیوجہ سے پاک نہیں ہو سکتے۔

جفاف :۔ مطلق فرماکر اس طرف توجہ دلانا ہے کہ جس طرح بھی سوکھا ہو یہ ضروری نہیں کہ سورج کی حرارت ہی سے خشک ہونا چاہئے جیساکہ بعض فقہاء مثلاً صاحب قدوری وغیرہ نے الشمس کی قید لگائی ہے۔

دون التیمم :۔ یعنی اس زمین پر صرف نماز ادا کر سکتا ہے، تیمم نہیں کر سکتا اس لئے کہ تیمم کیلئے صعیداً طیبا فرمایا گیا ہے اور صعید طیب وہ ہے جو پہلے سے پاک ہو، اور یہ پہلے سے پاک نہیں لیکن اگر وہ جگہ دیکھنے میں پاک لگ رہی ہے مگر اس پر ناک کو رکھا تو اس جگہ سے بو آنے لگی تو اس صورت میں وہاں نماز بھی درست نہ ہوگی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زکوٰة الارض یبسها اور خشک ہونے میں یہ بات شامل ہے کہ مکمل طور پر خشک ہو جائے اور جب یہاں پر بو آرہی ہے تو اس لئے معلوم ہوا کہ ابھی زمین خشک نہیں ہوئی ہے۔ واللہ اعلم

قائم :۔ یہ قید احترازی ہے یعنی اگر درخت کھڑا ہے اور اسی طرح گھاس کھڑی ہے اور اس پر نجاست لگ گئی تو وہ اگر اسی حالت میں خشک ہوگئی تو بلا دھوئے ہوئے پاک ہے لیکن اگر اس درخت کو کاٹ دیا گیا یا گھاس کو اس جگہ سے اکھاڑ دیا گیا تو اب اس کا دھویا جانا ضروری ہے بلا دھوئے پاک نہیں۔

یطهر المنی :۔ مصنفؒ نے یہاں پر منی کو مطلق لاکر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس حکم میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں یعنی جس طرح مرد کی منی خشک ہو جانے پر اسکو رگڑ دینے کپڑا پاک ہو جاتا ہے یہی حکم عورت کی منی کا بھی ہوگا، چنانچہ منی کے خشک ہو جانے کے بعد اسکو رگڑ دینے سے پاک ہو جانے کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حدیث مروی ہے کہ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا فاغسلیه ان کان رطباً وافرکیه ان کان یابساً.

(ف) یہی حکم تمام حیوانات کی منی کا ہے۔ (وهٰذا هوا لمعتمد علی ما فی در المختار وحواشیه)

بفرکه :۔ لاکر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اسکے لئے رگڑنا ضروری ہے، منی پاک نہیں ہے جیساکہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ منی پاک ہے اسلئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کپڑا پانچ چیزوں کی وجہ سے دھویا جائے اور اس میں منی کو بھی شمار کرایا، لہٰذا اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ منی ناپاک ہے۔ (وفیه بحث طویل فلیراجع الی المطولات)

الرطب :۔ یعنی رگڑ دینے کا حکم تو اس منی کے بارے میں ہے جو خشک ہوگئی ہو لیکن اگر خشک نہ ہوئی تو اس کا

دھویا جانا ضروری ہے، جیسا کہ امام مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کنت اغتسل الجنابة ای المني من النبي صلى الله عليه وسلم. اخرجه مسلم واصحاب السنن. والله اعلم بالصواب

فصل. يَطْهُرُ جِلْدُ الْمَيْتَةِ بِالدِّبَاغَةِ الْحَقِيْقِيَّةِ كَالْقَرْظِ وَبِالْحُكْمِيَّةِ كَالتَّتْرِيْبِ وَالتَّشْمِيْسِ اِلاَّ جِلْدَ الْخِنْزِيْرِ وَالْآدَمِيِّ وَتُطَهِّرُ الذَّكَاةُ الشَّرْعِيَّةُ جِلْدَ غَيْرِ الْمَاكُوْلِ دُوْنَ لَحْمِهِ عَلٰى اَصَحِّ مَايُفْتٰى بِهٖ وَكُلُّ شَيْئٍ لَايَسْرِيْ فِيْهِ الدَّمُ لَايَنْجَسُ بِالْمَوْتِ كَالشَّعْرِ وَالرِّيْشِ الْمَجْزُوْزِ وَالْقَرْنِ وَالْحَافِرِ وَالْعَظْمِ مَالَمْ يَكُنْ بِهٖ دَسَمٌ وَالْعَصَبُ نَجِسٌ فِي الصَّحِيْحِ وَنَافِجَةُ الْمِسْكِ طَاهِرَةٌ كَالْمِسْكِ وَاَكْلُهٗ حَلَالٌ وَالزَّبَادُ طَاهِرٌ تَصِحُّ صَلٰوةُ مُتَطَيِّبٍ بِهٖ.

ترجمہ:۔ فصل۔ مردار کی کھال دباغت حقیقیہ سے پاک ہو جاتی ہے جیسے کیکر کے پتوں سے، اور حکمی دباغت سے جیسے مٹی مل دینے سے، دھوپ میں سکھا دینے سے، مگر آدمی اور خنزیر کا چمڑا پاک نہیں ہوتا، اور ناپاک جانوروں کا چمڑا شرعی طریقہ سے ذبح کرنے پر پاک ہو جاتا ہے اسکا گوشت نہیں، صحیح قول کے بموجب جس پر فتویٰ ہے، اور جانور کا ہر وہ عضو جس میں خون سرایت نہیں کرتا وہ مرنے کی وجہ سے نجس نہیں ہوتا، جیسے بال اور وہ پر جو الگ کر لیا گیا ہو اور سینگ اور ہڈی اگر اس پر چکناہٹ نہ ہو، اور پٹھہ نجس ہے صحیح قول کے بموجب اور مشک کا نافہ مشک کی طرح پاک ہے اور اسکا کھانا حلال ہے، اور زباد پاک ہے جو اس کو لگا کر نماز ادا کرتا ہے تو صحیح ہے۔

تشریح و مطالب:۔

الدباغة:۔ دباغت کی تعریف یہ ہے کہ چمڑے سے بدبو کو زائل کر دیا جائے اور رطوبت نجسیہ کو دور کر دیا جائے، خواہ کسی بھی ذریعہ سے ہو اور دباغت کا دینے والا کوئی بھی ہو مسلم ہو یا کافر، لڑکا یا بالغ کی شرط نہیں۔ (ھٰکذا فی سراج الوھاج)

قرظ:۔ کا ترجمہ عام طور پر لوگ کیکر کی پتیاں کرتے ہیں یعنی ورق السلم اور صاحب مراقی الفلاح نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے لیکن علامہ احمد طحطاوی نے اس کا ترجمہ بیج کا کیا ہے اور فرمایا ہے کہ کیکر کی پتیاں دباغت کے کام نہیں آتیں۔ (ماخوذ از ایضاح الاصباح بتغیر)

الاجلد الخنزیر:۔ یہاں پر خنزیر کو مقدم کیا اور آدمی کو مؤخر کیا اس لئے کہ یہاں پر نجاست کا بیان چل رہا ہے لہٰذا اس کا ذکر مقدم ہی ہونا چاہیے (شیخ الادبؒ) اس لئے کہ ان سے دباغت کے بعد بھی نفع اٹھانا جائز نہیں، دباغت تو ان کھالوں کو دے کر پاک کیا جا سکتا تھا جو گندی قسم کی رطوبت لگنے کی وجہ سے ناپاک ہو اور جس چیز کی ذات میں ناپاکی ہو اسکو کہاں سے پاک کیا جا سکتا ہے مثلاً کسی چیز پر پائخانہ لگ جائے تو اسے دھو کر پاک کیا جا سکتا ہے لیکن پائخانہ کو دھو کر پاک نہیں کیا جا سکتا۔ یہی مثال خنزیر کے چمڑے کی ہے کہ وہ خود ناپاک ہے لہٰذا اسے پاک نہیں کیا جا سکتا، رہا انسان کا چمڑا تو یہ نجاست کی وجہ سے ناپاک نہیں ہے بلکہ کرامت کی وجہ سے ہے، اس پر دباغت دینا بھی اہانت ہے۔ امام محمدؒ نے ہاتھی کو اس بارے میں خنزیر کی طرح شمار کیا ہے کہ اس کا چمڑا دباغت دینے کے بعد بھی پاک نہیں ہو سکتا، لیکن حضرات شیخین کا فتویٰ یہ ہے کہ دباغت کے بعد پاک ہو جاتا ہے۔ (ماخوذ بتصرف نور الایضاح)

الذکاة الشرعیة:۔ شرعیہ کی قید لگا کر یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس سے مجوسی کا ذبح کیا ہوا اسی طرح اگر بسم اللہ

کو جان کر چھوڑ دیا جائے وہ اس میں شامل نہیں ہوں گے اس لئے کہ یہ شرعی طریقہ کے مطابق ذبح نہیں کیا گیا ہے۔
دباغت کی دو قسمیں ہیں ایک دباغت حقیقیہ دوسرا دباغت حکمیہ۔ دباغت حقیقیہ اسے کہتے ہیں کہ کھال کی رطوبت دوا کے ذریعہ ختم کرنا، یعنی دھوپ میں کھال کو رکھ دیا جائے اور اس کی وجہ سے بدبو ختم ہو جائے، یا اسی طرح مٹی میں ملا دیا جائے اور اس پر مٹی مل کر دھوپ میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ اس کی بدبو دور ہو جائے۔

والعصب نجس فی الصحیح :۔ **فی الصحیح** کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ایک قول اسکے خلاف بھی ہے یعنی پٹھے کی ہڈی پاک ہے لیکن صحیح قول یہی ہے کہ وہ ناپاک ہے۔

زباد :۔ یہ ایک قسم کا مادہ ہے جو جنگلی بلیوں کی دم کے نیچے پائخانہ کے مقام پر جمع ہوتا ہے اور نہایت خوشبو دار ہوتا ہے۔ (شیخ الادبؒ)

❀❀❀❀❀

کِتَابُ الصَّلٰوۃِ

يُشْتَرَطُ لِفَرْضِيَّتِهَا ثَلَاثَةُ اَشْيَاءَ الاِسْلَامُ وَالْبُلُوْغُ وَالْعَقْلُ وَتُؤْمَرُ بِهَا الاَوْلَادُ لِسَبْعِ سِنِيْنَ وَتُضْرَبُ عَلَيْهَا لِعَشْرٍ بِيَدٍ لَابِخَشَبَةٍ وَاَسْبَابُهَا اَوْ قَاتُهَا وَتَجِبُ بِاَوَّلِ الْوَقْتِ وُجُوْباً مُوَسَّعاً وَالاَوْقَاتُ خَمْسَةٌ وَقْتُ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ الصَّادِقِ اِلٰى قُبَيْلِ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَوَقْتُ الظُّهْرِ مِنْ زَوَالِ الشَّمْسِ اِلٰى اَنْ يَّصِيْرَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ اَوْ مِثْلَهُ سِوَى ظِلِّ الاِسْتِوَاءِ وَاخْتَارَ الثَّانِيَ الطَّحَاوِيُ وَهُوَ قَوْلُ الصَّاحِبَيْنِ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مِنْ اِبْتِدَاءِ الزِّيَادَةِ عَلَى الْمِثْلِ اَوِ الْمِثْلَيْنِ اِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَالْمَغْرِبِ مِنْهُ اِلٰى غُرُوْبِ الشَّفَقِ الاَحْمَرِ عَلَى الْمُفْتٰى بِهِ وَالْعِشَاءِ وَالْوِتْرِ مِنْهُ اِلَى الصُّبْحِ وَلَا يُقَدَّمُ الْوِتْرُ عَلَى الْعِشَاءِ لِلتَّرْتِيْبِ اللاَّزِمِ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ وَقْتَهُمَا لَمْ يَجِبَا عَلَيْهِ.

ترجمہ :۔ کتاب الصلوٰۃ۔ نماز کے فرض ہونے کیلئے تین چیزیں شرط ہیں، اسلام کا ہونا، اور بالغ کا ہونا، اور عاقل کا ہونا، اور سات سال کے لڑکوں کو اسکے ادا کرنے کا حکم دیا جائے اور دس سال کے ہو جانے پر پٹائی کی جائے گی مگر ہاتھ سے نہ کہ لکڑی سے اور نماز کے فرض ہونے کے اسباب اسکے اوقات ہیں اور اس کی ادائیگی اول وقت میں واجب ہو جاتی ہے، لیکن آخر وقت تک اس میں گنجائش باقی رہتی ہے اور اوقات نماز پانچ ہیں، صبح کا وقت طلوع صادق سے لے کر سورج کے نکلنے سے کچھ پہلے تک ہے، اور ظہر کا وقت آفتاب کے ڈھلنے سے لے کر ہر چیز کے سایۂ اصلی کے علاوہ جب اس کا سایہ اسکے ایک مثل ہو جائے یا دو مثل ہو جائے، قول ثانی کو امام طحاوی نے پسند کیا ہے اور یہی صاحبین کا بھی قول ہے، اور عصر کا وقت ایک مثل یا دو مثل پر زیادتی سے لے کر غروب آفتاب تک، مغرب کا وقت غروب آفتاب سے لے کر شفق احمر کے ختم ہونے تک اس کے بموجب جس پر فتویٰ ہے اور عشاء اور وتر کا وقت مغرب کے ختم ہونے سے لے کر صبح تک، اور وتر کو عشاء پر مقدم نہیں کیا جائے گا اس ترتیب کی بناء پر جو لازم ہے اور جس نے ان دونوں کے وقت نہیں پایا ان کے اوپر واجب نہیں۔

تشریح و مطالب :۔ الصلوٰۃ :۔ جیسا کہ میں نے طہارت کے شروع میں بیان کر دیا تھا کہ اصل مقصود نماز ہے لیکن نماز کے لئے طہارت شرط ہے جب اسے بیان کر چکے تو اب اصل منشاء کو یہاں

سے بیان کر رہے ہیں۔ صلوٰۃ کے معنی لغۃً دعا کے ہیں لیکن شریعت کی اصطلاح میں ارکان مخصوصہ کو کہا جاتا ہے نماز کے اندر یہ اسرار و حکم ہیں کہ بندہ اپنے منعم حقیقی کا شکر ادا کرے اور نماز کے اندر یہ بات کمال کے درجہ کو پہونچی ہوئی ہے اس لئے تمام عبادات میں اسکو مقدم کیا۔ یہ نماز شب معراج میں فرض ہوئی اور یہ اس امت کی ایک امتیازی خصوصیت ہے اس لئے کہ اس سے قبل جو امتیں تھیں ان میں پانچ وقت کی نماز فرض نہیں تھی، بلکہ کسی میں ایک وقت کی کسی میں دو وقت کی اور کسی میں تین وقت کی نماز تھی۔ (مراقی الفلاح مع حذف)

یشترط :۔ شرط وہ ہے جو شئی سے خارج ہوتا ہے مگر کسی کا پایا جانا اس پر موقوف ہوتا ہے اگر وہ نہ پایا گیا تو اس چیز کا وجود ممکن نہیں ہوگا۔

لفرضیتها :۔ فرض کی دو قسمیں ہیں ایک فرض کفایہ دوسرا فرض عین۔ فرض کفایہ تو وہ ہے کہ تمام لوگوں پر فرض ہے لیکن پورے بستی میں ایک نے اسے ادا کر دیا تو سب کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا جیسے نماز جنازہ، اعتکاف رمضان، جہاد وغیرہ کہ اگر ایک آدمی ادا کرلے تو سب سے ساقط ہو جاتا ہے (فتح القدیر) فرض عین وہ ہے جو ہر ہر فرد پر فرض ہے ایک کے ادا کرنے سے سب کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا جیسے ایمان، نماز پنجگانہ وغیرہ۔

الاسلام :۔ یعنی نماز اس پر فرض ہوتی ہے جو مسلمان ہو یہ قید بڑھا کر کافر وغیرہ کو خارج کرنا مقصود ہے۔

البلوغ :۔ بالغ ہونے کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقۃً دوسرا حکماً۔ حقیقتاً یہ ہے کہ اس کے اندر علامت بلوغیت نمایاں ہوں اب اگر لڑکا ہے تو اس کو احتلام ہو، انزال ہو اسی طرح سے اگر وطی کرلے تو اس سے حمل قرار پاجائے اور کوئی ایسی علامت ہو جس سے یہ جان لیا جائے کہ وہ اب بالغ ہو گیا اور اگر وہ لڑکی ہے تو اس کو اس وقت بالغ کہا جائے گا جب اس کو حیض آنے لگے احتلام ہونے لگے، اگر اس سے جماع کیا جائے تو حمل ٹھہر جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی علامت نہ پائی جائے مگر اس کی عمر اس حد کو پہونچ گئی ہو کہ اب اسے بالغ کہا جاتا ہو اس عمر میں ائمہ کا کچھ اختلاف ہے چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ لڑکے کیلئے اٹھارہ سال اور لڑکی کیلئے سترہ سال یعنی اگر اس عمر کو دونوں پہونچ جائیں تو اب بلا کسی علامت کے انہیں بالغ قرار دیا جائے گا اور ان کے اوپر احکامات لازم کر دیئے جائیں گے لیکن امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر دو کا پندرہ سال ہونا ضروری ہے جسے ماقبل میں بیان کیا جا چکا ہے اور ایک روایت میں امام اعظمؒ کا بھی یہی قول ہے اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

والعقل :۔ یہ قید لگا کر دیوانہ، پاگل وغیرہ کو نکال دیا کہ ان دونوں پر نماز فرض نہیں اور اس لئے کہ یہ مقام ہوتا ہے سنبھلنے کا اور ان لوگوں کو کسی بات کی خبر نہیں ہوتی کہ میں کیا کر رہا ہوں۔

وتؤمر بها الاولاد الخ :۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروا اولادکم بالصلوٰۃ وهم ابناء سبع سنین واضربوهم علیها وهم ابنا عشر سنین الخ (ابو داؤد) اس لئے کہ یہ ایک عظیم الشان فرض ہے لہٰذا پہلے سے اس کی عادت پڑنی چاہئے تاکہ فرض ہونے کے بعد اس میں تساہل و کاہلی نہ ہو اور ابھی سے نماز کی عادت پڑ جائے۔ (مرقات)

بید :۔ اس قید سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہ تو تنبیہ ہے سزا نہیں۔
واسبابھا :۔ جو چیز خارج ہو اور موقوف علیہ ہو اسکو سبب کہتے ہیں جیسے یہاں پر وقت کہ یہ نماز کے اندر داخل نہیں ہے لیکن ایک سبب ہے کہ اگر وقت نہ آئے تو نماز فرض نہیں ہوگی۔
موسعاً :۔ یہ قید اسوجہ سے لگانے کی ضرورت پیش آئی کہ جب نماز اول میں واجب ہو جاتی ہے تو اسی وقت ادا کر لینی چاہئے اس میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے لیکن یہ لفظ لاکر اس طرف اشارہ کر دیا کہ آخر وقت تک گنجائش رہتی ہے اگرچہ اخیر وقت میں ادا کر لیا تب بھی ادا ہی مانی جائے گی اور اس میں تاخیر کرنے سے گنہگار نہیں ہوگا، البتہ اگر وقت نکل گیا تو گنہ گار ہوگا۔
وقت الصبح :۔ مصنفؒ نے اوقات صلوٰۃ بیان کرنے میں فجر کے وقت کو پہلے بیان کیا حالانکہ تقاضہ تو یہ تھا کہ پہلے ظہر کے وقت کو بیان کرتے، اس لئے کہ اس حدیث سے جس میں حضرت جبرئیل نے حضور ﷺ کی امامت کی وہ ظہر کی تھی اس لئے اس کو مقدم کرنا چاہئے تھی، اسکا ایک جواب تو یہ ہے کہ اسوقت کے اول اور آخر میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اس لئے اسکو پہلے بیان کیا تاکہ اولاً ہی اختلاف نہ بیان کرنا پڑے۔ (ماخوذ حاشیہ) اس کا دوسرا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ یہ نمازوں کی سب سے پہلی نماز ہے اس لئے کہ انسان جب بیدار ہوتا ہے اس وقت سب سے پہلے اسی نماز کو ادا کرتا ہے (عمدۃ الرعایہ علی حاشیہ شرح وقایہ) اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ نیند چونکہ موت کی بہن ہے تو جب دوبارہ زندہ ہوتا ہے اس لئے اس کے شکر میں سب سے پہلے گردن اسی کے سامنے ٹیکتا ہے۔
الصادق :۔ یہ قید اس وجہ سے بڑھانے کی ضرورت پیش آئی کہ ایک صبح کاذب ہے لہٰذا صادق کو لاکر کاذب کی نفی کر دی۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ فجر صادق وہ سفیدی ہے جو مشرق میں آسمان پر شمالاً و جنوباً پھیلی ہوئی نظر آئے، اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ روشنی پھیلتی رہتی ہے اس میں کمی نہیں آتی اور جو روشنی آسمان پر اس سے قبل نظر آئے مگر وہ بعد میں ختم ہو جائے اس کا اعتبار نہیں۔ صبح صادق سے اس وجہ سے نماز کا وقت شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب کے پہلے تک رہتا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے حضور ﷺ کو پہلے دن عین طلوع فجر کے وقت نماز پڑھائی اور دوسرے دن جب خوب سفیدی ہو گئی اور قریب تھا کہ اب سورج نکل آئے پھر آخر میں فرمایا مابین ھٰذین الوقتین وقت لك ولامتك. (ماخوذ تنقیح الضروری)
زوال الشمس :۔ زوال کو معلوم کرنے کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں، لیکن صحیح تر روایت یہ ہے کہ کسی ایسی جگہ جو بالکل برابر ہے بایں طور کہ اگر اس جگہ پانی گرا دیا جائے تو ہر چہار جانب برابر پھیلے اس جگہ ایک لکڑی گاڑ دی جائے اور اس وقت جہاں پر سایہ ہے اس جگہ ایک نشان لگا دیا جائے اب اگر اس نشان کی جگہ سے سایہ کم ہونے لگے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ابھی زوال نہیں ہوا ہے اور اگر اس جگہ سے بڑھ جائے تو جان لینا چاہئے کہ زوال ہو چکا ہے، لیکن اگر اسی جگہ رکا ہوا ہے تو اب یہی وقت زوال ہے (بحر الرائق) ظہر کے اول وقت میں کسی کا اختلاف نہیں، ہاں آخر وقت میں اختلاف ہے امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جب کسی چیز کا سایہ، سایۂ اصلی کے علاوہ اسکے دو مثل ہو جائے تو اب ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے لیکن امامِ ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب سایہ اسکے ایک مثل ہو جائے اس وقت ظہر

کاوقت ختم ہو جاتا ہے (سایۂ اصلی اس سایہ کو کہتے ہیں جو زوال کے وقت تھا) لیکن احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ ایک ہی مثل پر پڑھ لیا جائے تا کہ ابہام ختم ہو جائے۔ اور دونوں اقوال پر عمل ہو جائے۔ (کذا فی المبسوط و مراقی الفلاح)

وقت العصر :۔ عصر کے اول وقت میں وہی اختلاف ہے جو ظہر کے اخیر وقت میں ہے جن کے نزدیک جب ظہر کا وقت ختم ہو جائے گا عصر کا وقت شروع ہو جائے گا۔

الی غروب الشمس :۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من ادرک رکعة من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرک العصر۔ حضرت حسن بن زیاد کا مسلک یہ ہے کہ جب سورج زرد پڑ جائے اس وقت عصر کی نماز کا وقت باقی نہیں رہتا (مراقی الفلاح) اکثر علماء نے اس وقت کو مکروہ کہا ہے اور وقت ناقص میں شمار کیا ہے اس کی تفصیل اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

الشفق الاحمر علی المفتیٰ به :۔ مغرب کے اول وقت میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، سب کے سب یہی فرماتے ہیں کہ غروب آفتاب سے شروع ہو جاتا ہے اور شفق تک باقی رہتا ہے البتہ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہو گیا ہے کہ غروب شفق کس کو کہتے ہیں، حضرات صاحبین تو فرماتے ہیں کہ شفق سے مراد شفق احمر ہے لیکن امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ شفق سے مراد ابیض ہے، یہی مسلک حضرت ابو بکرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت معاذؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت ابوہریرہؓ کا ہے لیکن صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے الشفق الحمرة اور اسی کے قائل تھے حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، عبادہ بن الصامتؓ۔ (تنقیح الضروری) مصنفؒ نے المفتی به لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

والعشاء :۔ یعنی عشاء کا وقت بھی اس اختلاف کی طرح ہے جن کے نزدیک جب مغرب کا وقت ہو جائے گا عشاء کا وقت شروع ہو جائے گا اور اس کا آخر وقت صبح سے کچھ پہلے تک ہے جیسا کہ حدیث جبرئیل سے اس کا پتہ چلتا ہے اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ (مراقی الفلاح علی نور الاصباح، وقایہ) اور وتر کا وقت عشاء کے بعد شروع ہوتا ہے۔ (وقایہ)

ولایقدم الوتر الخ :۔ حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ وتر سنت مؤکدہ ہے اور عشاء کے تابع ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے (عمدۃ الرعایہ) اور صاحب در مختار کا کہنا ہے کہ دونوں فرض ہیں مگر فرق یہ ہے کہ نماز عشاء فرض قطعی ہے اور نماز وتر فرض عملی نہ کہ اعتقادی۔ (شامی وغیرہ)

للترتیب اللازم :۔ یہاں سے ایک سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں اس کو عشاء پر مقدم نہیں کیا جا سکتا حالانکہ جو وقت عشاء کا ہے وہی وقت وتر کا بھی ہے؟ اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس کا وقت عشاء کے بعد ہے اس لئے کہ وہ اسکے تابع ہے اس کا فائدہ اس وقت ظاہر ہو گا کہ جب کسی نے نماز عشاء ادا کر لی اور اسے اس بات کا پتہ بعد میں چلا کہ میں بغیر وضو کے تھا اور وتر کی نماز وضو سے ادا کی تو صاحبین کے نزدیک اسے بھی لوٹائے گا لیکن امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں لوٹائے گا۔ ماخوذ عن الحاشیة

ومن لم یجد الخ :۔ یہ مسئلہ اس ملک کیلئے ہے کہ جہاں پر سورج غروب ہوتے ہی نکل آتا ہو اس لئے کہ

نماز کیلئے وقت کا پایا جانا ضروری ہے اور یہاں پر وقت پایا ہی نہیں گیا۔

وَلاَ يُجْمَعُ بَيْنَ فَرْضَيْنِ فِي وَقْتٍ بِعُذْرٍ اِلاَّ فِي عَرَفَةَ لِلْحَاجِّ بِشَرْطِ الإِمَامِ الاَعْظَمِ وَالإِحْرَامِ فَيَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالعَصْرِ جَمْعَ تَقْدِيْمٍ وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِمُزْدَلْفَةَ وَلَمْ يَجُزِ الْمَغْرِبُ فِي طَرِيْقِ مُزْدَلْفَةَ وَيَسْتَحِبُّ الإِسْفَارُ بِالْفَجْرِ لِلرِّجَالِ وَالإِبْرَادُ بِالظُّهْرِ فِي الصَّيْفِ وَتَعْجِيْلُهُ فِي الشِّتَاءِ اِلاَّ فِي يَوْمِ غَيْمٍ فَيُؤَخِّرُ فِيْهِ وَتَاخِيْرُ الْعِشَاءِ اِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَتَعْجِيْلُهُ فِي الْغَيْمِ وَتَاخِيْرُ الْوِتْرِ اِلَى آخِرِ اللَّيْلِ لِمَنْ يَثِقُ بِالاِنْتِبَاهِ.

ترجمہ:۔ اور کسی عذر کی بنا پر دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع نہیں کیا جائے گا مگر حاجی کیلئے عرفہ میں، امام اعظم اور احرام کی شرط کے ساتھ، تو جمع تقدیم کے طور پر ظہر اور عصر کو جمع کیا جائے گا اور مغرب اور عشاء کو ایک وقت کے اندر مزدلفہ میں جمع کیا جائے گا، اور اس دن مغرب کی نماز مزدلفہ کے راستہ میں جائز نہ ہوگی، اور مردوں کے لئے فجر میں اسفار مستحب ہے اور گرمی کے موسم میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا، اور سردی کے موسم میں جلدی کرنا مگر بدلی کے دنوں کے علاوہ مغرب میں جلدی کرنا، اور عشاء کا ثلث رات تک مؤخر کرنا اور بدلی کے دن جلدی کرنا اور جن کو بیدار ہونے پر اعتبار ہو اس کو وتر کا آخری رات میں پڑھنا۔

تشریح و مطالب:۔ ولا یجمع بعذر لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ جب عذر کی بناء پر جائز نہیں ہے تو بلا عذر کے بدرجہ اولی جائز نہیں ہوگا، اور اگر ایسا کیا تو سخت گنہ گار ہوگا اور دوسری نماز ادا نہیں ہوگی، اس لئے کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے اور بلا وقت کے نماز واجب نہیں ہوتی اور یہاں پر مراد یہ ہے کہ دو ادا نمازیں ایک وقت میں پڑھنا چاہ رہا ہو، اگر ایک قضا اور ایک ادا ہے تو اس صورت میں کوئی مضائقہ نہیں۔

جمع کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں جمع حقیقی اور جمع صوری۔ جمع حقیقی تو یہ ہے کہ عصر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھ لے یہ قطعاً جائز نہیں، اور جمع صوری یہ ہے کہ ظہر کو اسکے آخر وقت میں ادا کیا جائے اور عصر کو اول وقت میں تو اس طرح پڑھنا درست ہے لیکن اگر بلا کسی عذر کے پڑھا ہے تو خلاف اولیٰ ہوگا۔

الا بعرفة للحاج:۔ یعنی میدان عرفات میں حاجیوں کے لئے ضروری ہے کہ عصر کو ظہر کے وقت میں ادا کرلیں البتہ شرط یہ ہے کہ یا تو امام ہو یا کوئی اس کا نائب، اور ایک شرط یہ بھی ہے کہ حالت احرام میں ہو، اگر یہ شرطیں نہیں پائی جائیں گی تو پھر جمع بین الصلوٰتین نہیں کیا جائے گا اسیطرح اگر عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہے تو بھی جمع بین الصلوٰتین نہیں کرے گا۔

لم یجز:۔ یعنی اسکو مغرب اور عشاء کو جمع کرنا چاہئے اگر جمع نہیں کیا تو اسکی نماز جائز نہیں ہوگی اسکا اعادہ ضروری ہوگا۔

فی طریق:۔ یہ قید احترازی نہیں ہے اس لئے کہ اگر مزدلفہ میں پہونچ کر الگ الگ پڑھا تب بھی جائز نہیں۔

ویستحب:۔ ابھی تک اوقات اوصلیہ کا بیان کر رہے تھے اب یہاں سے ان اوقات کو بیان کر رہے ہیں جو مستحب ہیں۔

الاسفار بالفجر للرجال:۔ یعنی نماز فجر کو تاخیر سے پڑھنا کہ روشنی پھیل جائے اولیٰ ہے (عمدہ) ہاں بہت

زیادہ تاخیر کرنا مناسب نہیں ایسے وقت میں نماز شروع کردینی چاہئے کہ اگر کسی وجہ سے نماز باطل ہو جائے تو اسکو آسانی سکون واطمینان کے ساتھ ادا کرسکے، علماء نے اس کی مقدار چالیس آیت لکھی ہے اسی طرح اگر غسل کی بھی ضرورت پڑ جائے تو مسنون طریقہ پر ادا کی جاسکے، فجر میں تاخیر کی وجہ وہ حدیث ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر. (ترمذی) ہاں مزدلفہ میں مرد اور عورت دونوں اندھیرے میں نماز ادا کریں گے۔

الرجال :۔ کی قید احترازی ہے اسلئے کہ عورت اسفار نہیں کرے گی بلکہ وہ جلدی کرے گی اسلئے کہ اس کیلئے اسی میں زیادہ پردہ ہے، درمختار وغیرہ اور اسفار کی وجہ یہ ہے کہ لوگ زیادہ جمع ہوجائیں اور جماعت کثیر ہو جائے۔ مراقی

الابراد بالظهر :۔ یعنی نماز ظہر کو گرمی کے موسم میں تاخیر سے ادا کی جائے لیکن زیادہ تر تاخیر نہ کی جائے، صاحب درمختار نے فرمایا ہے کہ تاخیر کا مطلب یہ ہے کہ سایہ میں چل سکے۔ علامہ حموی نے ایک بات لکھی ہے کہ ظہر میں مکروہ وقت کہ جس میں ائمہ کا اختلاف ہے بہتر یہ ہے کہ مثل میں پڑھ لیا جائے تاکہ دونوں قولوں پر عمل ہو جائے، موسم گرما میں ظہر کے اندر تاخیر اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ابردوا بالظهر فان شدة الحر من فيح جهنم. لانه عليه السلام كان يعجل الظهر بالبرد. اس لئے گرمی میں تاخیر کی جائے گی۔

الا في يوم غيم :۔ بدلی کے دن اس وجہ سے تاخیر نہیں کی جائے گی کہ ہو سکتا ہے کہ یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کب وقت ختم ہو گیا۔

وتاخير العصر :۔ یہاں پر مطلق لاکر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ گرمی اور سردی دونوں موسموں میں تاخیر کی جائے گی اسلئے کہ لانه عليه السلام كان يؤخر العصر مادامت الشمس بيضاء نقية. ہاں اس قدر تاخیر نہ کی جائے کہ وقت مکروہ داخل ہو جائے اسکی علامت علماء نے مختلف بتلائی ہے بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اگر سورج پر نظر کی جائے تو آنکھیں چکاچوند نہ ہوں یہ سورج میں تبدیلی ہے اس سے پہلے پڑھ لینی چاہئے اب اگر اسکے بعد پڑھے گا تو وقت مکروہ آجائے گا (بحر الرائق) اس میں تاخیر اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ اسکے بعد نماز مکروہ ہے لہٰذا اس سے قبل نوافل پڑھ لی جائیں اولاً اس کا موقع دیا گیا۔ درمختار

وتاخير العشاء الىٰ ثلث الليل :۔ یہاں پر مطلق لاکر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ گرمی اور سردی دونوں موسموں میں یہی حکم ہے نیز اس سے ایک بات اور ثابت ہو گئی کہ نصف رات تک مستحب نہیں ہے بلکہ مباح ہے، اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ نصف رات کے بعد عشاء کی نماز پڑھنی مکروہ ہے، بعض حضرات اس طرف گئے ہیں کہ ثلث رات کے بعد وقت مکروہ شروع ہو جاتا ہے (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ) اس کے مؤخر کرنے میں ایک حکمت یہ ہے کہ انسان اسکے بعد گفتگو نہ کرے اس لئے کہ جب صبح کو بیدار ہوا تھا اس وقت فجر کی نماز ادا کی تھی اور اب عشاء کی نماز پڑھ کر پھر سو رہا ہے، مگر عشاء کے بعد دینی تذکرہ اور مطالعہ کرنا مکروہ نہیں ہے۔

لمن يثق :۔ یعنی جس کو امید ہو کہ میں بیدار ہو جاؤں گا ورنہ پڑھ کر سونا چاہئے۔

فَصلٌ . ثَلاثَةُ اَوقَاتٍ لایَصِحُّ فِیهَا شَیئٌ مِنَ الفَرائِضِ وَالوَاجِبَاتِ الَّتِی لَزِمَت فِی الذِّمَّةِ قَبلَ دُخُولِهَا عِندَ طُلُوعِ الشَّمسِ اِلیٰ اَن تَرتَفِعَ وَعِندَ اِستِوائِهَا اِلیٰ اَن تَزُولَ وَعِندَ اِصفِرارِهَا اِلیٰ اَن تَغرُبَ وَیَصِحُّ اَدَاءُ مَاوَجَبَ فِیهَا مَعَ الکَرَاهَةِ کَجَنَازَةٍ حَضَرَت وَسَجدَةِ آیَةٍ تُلِیَت فِیهَا کَمَا صَحَّ عَصرُ الیَومِ عِندَ الغُرُوبِ مَعَ الکَرَاهَةِ.

ترجمہ:۔ تین وقت ایسے ہیں کہ جس میں کوئی فرض اور واجب جو ان اوقات کے آنے سے پہلے ذمہ میں واجب ہو چکا تھا صحیح نہیں تھا، آفتاب کے طلوع ہونے کے وقت جب تک کہ بلند نہ ہو جائے، آفتاب کے ٹھہر جانے کے وقت یہاں تک کہ ڈھل جائے، اور اس کے زرد پڑ جانے کے وقت یہاں تک کہ غروب ہو جائے، اور صحیح ہے اس نماز کا ادا کرنا جو اس وقت واجب ہوتی ہو جیسے کہ جب جنازہ آئے اور سجدۂ تلاوت جو اسی وقت کیا گیا ہے ایسے ہی جیسے اس دن کے عصر کی نماز کہ کراہت کے ساتھ صحیح ہے۔

تشریح ومطالب:۔ ابھی تک ان اوقات کو بیان کر رہے تھے کہ جن میں نماز کا ادا کرنا واجب تھا اس میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں تھی، اب یہاں سے ان اوقات کو بیان کر رہے ہیں، کہ ان میں نماز ادا کرنی صحیح نہیں ہے، خواہ وہ نماز از قبیل فرض ہو یا واجب جو ان اوقات کے آنے سے قبل ذمہ میں واجب ہو گئے تھے اور اس کی وجہ اور ان تین ہی اوقات میں ان کا حصر اس حدیث کی بناء پر ہے جس کو عقبہ بن عامرؓ نے روایت کی ہے قال **ثلاث اوقات نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نصلى فيها وان نقبر فيها موتانا عند طلوع الشمس حتى ترتفع، وعند زوالها حتى تزول، وحين تضيف للغروب حتى تغرب. رواه مسلم** اگر کسی نے ان اوقات میں نماز پڑھ لی تو نماز صحیح نہیں ہوگی اس وجہ سے ان اوقات کو مکروہ کہنا درست نہیں۔ لیکن شراح نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ لغوی اعتبار سے اسے مکروہ کہہ دیا گیا ہے، اس کا ایک جواب یہ بھی دیا جا سکتا ہے کہ مکروہ جب فقہاء مطلقاً ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہے، ان اوقات میں دفن کرنا مکروہ نہیں بلکہ نماز جنازہ مکروہ ہے۔ (عمدۃ الوقایہ)

عندطلوع:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک سورج اونچائی پر نہ آجائے اس وقت تک صحیح نہیں، اب طلوع کب مانا جائے گا اس کے بارے میں بعض علماء نے کہا ہے کہ ایک نیزہ کی مقدار بعض حضرات نے کہا ہے کہ دو نیزہ کی مقدار، ایک قول یہ بھی ہے کہ جب تک انسان سورج پر نظر جما سکتا ہو۔ صاحب در مختار نے ایک مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی عام آدمی اس وقت نماز ادا کر رہا ہو تو اسے روکا نہ جائے اس لئے کہ ہو سکتا ہے بعد میں وہ سستی کی بناء پر جو اس وقت پڑھ رہا تھا وہ بھی نہ پڑھے، نیز اس لئے بھی نہ منع کیا جائے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اس لئے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت پڑھ سکتا ہے لہٰذا ان کے قول کے بموجب اس کی نماز ادا ہو جائے گی۔ **واللہ اعلم بالصواب**

وعنداستوائها:۔ یہاں پر استوائها لا کر اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ زوال کے وقت نماز درست ہے ہاں جس وقت سورج رکا ہوا ہو اس وقت نماز نہ پڑھی جائے (شامی) عوام میں مشہور ہے کہ زوال کے وقت نماز مکروہ ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ علماء کا اس بارے میں متفقہ فیصلہ ہے کہ ان تینوں وقتوں میں جہاں کہیں بھی نماز ادا کی جائے صحیح نہیں ہوگی، یہ مسئلہ کسی خاص جگہ کیلئے نہیں ہے خواہ مکہ ہو یا مدینہ۔ (شامی)

وَيصح اداء ماوجب :۔ یعنی ان اوقات کے اندر جو فرض ہو جائے اسکا ادا کرنا درست ہے مگر ایسا کرنا مکروہ ہے جیسے جنازہ کی نماز کہ ان اوقات میں پڑھنی مکروہ ہے اسی طرح وہ سجدہ کی آیت جو ان ہی اوقات میں تلاوت کی گئی ہے اگر وہ آیت دوسرے وقت میں تلاوت کی گئی ہے تو صحیح نہیں اس لئے کہ اس پر سجدہ کا وجوب اس وقت نہیں ہوا ہے بلکہ یہ تو پہلے واجب ہو چکا ہے، اسی طرح سے اس دن کی نماز عصر کہ اگر اس کو غروب آفتاب کے وقت ادا کیا گیا تو صحیح ہو جائے گی اسکی تفصیل اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ وسیم غفرلہ

لیکن اگر آج کے عصر کی نماز نہیں مثلاً جمعہ کے دن اس کی عصر چھوٹ گئی تھی اور اب وہ سنیچر کو اس کو ادا کرنا چاہ رہا ہے تو یہ صحیح نہیں اس لئے اس کا صحیح وقت میں ادا کرنا ضروری ہے۔

وَالاَوْقَاتُ الثَّلاَثَةُ يَكْرَهُ فِيهَا النَّافِلَةُ كَرَاهَةَ تَحْرِيمٍ وَلَوْ كَانَ لَهَا سَبَبٌ كَالْمَنْذُوْرِ وَرَكْعَتَيِ الطَّوَافِ وَيَكْرَهُ التَّنَفُّلُ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ بِاَكْثَرَ مِنْ سُنَّتِهٖ وَبَعْدَ صَلٰوتِهٖ وَبَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَقَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ وَعِنْدَ خُرُوْجِ الْخَطِيْبِ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلٰوةِ وَعِنْدَ الاِقَامَةِ اِلاَّ سُنَّةَ الْفَجْرِ وَقَبْلَ الْعِيْدِ وَلَوْ فِي الْمَنْزِلِ وَبَعْدَهٗ فِي الْمَسْجِدِ وَبَيْنَ الْجَمْعَيْنِ فِيْ عَرَفَةَ وَمُزْدَلِفَةَ وَعِنْدَ ضِيْقِ وَقْتِ الْمَكْتُوْبَةِ وَمُدَافَعَةِ الاَخْبَثَيْنِ وَحُضُوْرِ طَعَامٍ تَتُوقُهٗ نَفْسُهٗ وَمَايَشْغَلُ الْبَالَ وَيُخِلُّ بِالْخُشُوْعِ.

ترجمہ :۔ اور تین اوقات ایسے ہیں کہ ان میں نفل نماز بھی مکروہ ہے اگر چہ اسکے لئے سبب ہو جیسے نذر، اور طواف کی دو رکعتیں، اور نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے طلوع فجر کے بعد فجر کی سنتوں کے سوا، اور عصر کی نماز کے بعد مکروہ ہے مغرب کی نماز سے قبل مکروہ ہے، اور خطیب کے نکلنے کے وقت مکروہ ہے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جائے اور اقامت کہی جانے کے وقت مکروہ ہے مگر فجر کی سنت، اور نماز عید سے قبل مکروہ ہے اگر چہ گھر ہی میں ہوں اور اس کے بعد مسجد میں مکروہ ہے، اور مزدلفہ میں اور عرفات میں دونوں نمازوں کے جمع کرنے کے درمیان مکروہ ہے، اور فرض نماز کے وقت کے تنگ ہونے کے وقت اور بول وبراز کے مدافعت کے وقت اور کھانا حاضر ہونے کے وقت جس کی طرف اسکی طبیعت مائل ہو، اور ہر وہ چیز جو دل کو مشغول کردے اور اس کی وجہ سے خشوع میں حرج ہو۔

تشریح ومطالب :۔ اب یہاں سے ان اوقات کو بیان کر رہے ہیں کہ جن میں نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے۔

ولو کان لها :۔ چاہے سبب اس وقت پایا گیا ہو جیسے کسی نے نذر مانی کہ میں دو رکعت نماز ادا کروں گا اب اگر اس نے نیت کی تھی کہ ان ہی اوقات ثلاثہ میں ادا کروں گا تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر اس نے مطلق نیت کی تھی تو اس وقت وہ نماز ادا کرنی مکروہ ہوگی، اسی طرح طواف بیت اللہ کے بعد دو رکعت واجب ہے وہ بھی ان اوقات ثلثہ میں نہیں ادا کی جاسکتی، اگرچہ طواف انہی اوقات میں کیا ہو، اسی طرح سے تحیۃ المسجد وغیرہ بھی کہ ان کا سبب مسجد میں داخل ہونا ہے اور سبب بھی اس وقت موجود ہے مگر وقت مکروہ کی بنا پر نہیں پڑھے گا۔

ویکرہ التنفل :۔ یعنی ان اوقات میں نفل نماز نہیں پڑھی جائے گی مگر فجر کی سنت اس کے علاوہ ہے اس لئے کہ وہ اس وقت پڑھی جائے گی اس میں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اسے رکعت ثانیہ کے رکوع کے ملنے کی امید ہو۔

دوسرا قول یہ ہے کہ تشہد کے ملنے کی امید ہو، لیکن شامی نے قول اول کو ترجیح دی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر رکعت ثانیہ کے رکوع کے ملنے کی امید ہو تو سنت کی نیت باندھ لے ورنہ نہیں۔(شامی)

اب اگر ایک شخص نے نفل کی نیت باندھی اور ابھی طلوع فجر نہیں ہوا تھا پھر نماز ہی کے درمیان طلوع فجر ہو گیا تو اب کیا ہو گا؟ اسمیں بھی دو قول ہے ایک یہ کہ ختم کر دے دوسرا یہ ہے کہ پوری کر لے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔(ماخوذ از حاشیہ)

وبعدصلوٰۃالعصر :۔اس کو مطلق ذکر کر کے اس طرف اشارہ کیا کہ نماز کے بعد مطلقاً مکروہ ہے خواہ سورج میں کوئی تغیر آیا ہو یا نہ، اور اسی لئے عصر کی نماز دیر میں پڑھی جاتی ہے۔

وعندخروج الخطیب :۔اس سے مراد ہے وہ جگہ کہ جہاں سے نکل کر امام خطبہ دینے کیلئے آتا ہے لیکن اگر وہ وہاں سے نہ آئے بلکہ مسجد ہی میں موجود ہو تو اس وقت نماز پڑھنی مکروہ ہو گی جب امام خطبہ کیلئے منبر پر چڑھ جائے۔

وعندالاقامۃ :۔اور جس وقت اقامت کہی جائے اس وقت نفل اور سنت پڑھنی مکروہ مگر فجر کی سنت پڑھی جاسکتی ہے جب اس کو اس بات کی امید ہو کہ فجر کی جماعت مل جائے گی، اس کی تفصیلی بحث **باب ادراك الفریضة** میں آرہی ہے وہاں پہونچ کر تفصیل معلوم ہو جائے گی۔

وقبل العید :۔یعنی عید کی نماز سے پہلے کوئی بھی نماز پڑھنی مکروہ ہے اگر چہ گھر ہی میں کیوں نہ ہو ہاں عید کے بعد عید گاہ میں تو نہیں گھر پر پڑھ سکتا ہے یہی علماء کا مختار مسلک ہے۔ **المسجد** سے مراد عید گاہ ہے۔(مراقی) اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حدیث شریف میں آتا ہے کہ **لانه صلی الله علیه وسلم لایصلی قبل العید شیئاً فاذا رجع الیٰ منزله صلیٰ رکعتین**.

وبین الجمعین :۔یعنی عرفہ میں جو نماز تقدیم کیساتھ پڑھی جاتی ہے اسکے درمیان کوئی نفل پڑھنی مکروہ ہے، اسی طریقہ سے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کے درمیان کوئی نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے اگر چہ مغرب کی سنت ہی کیوں نہ ہو اسلئے کہ کسی نماز کے درمیان میں پڑھنے کیوجہ سے جمع بین الصلوٰتین باقی نہیں رہے گی اور مقصود یہاں پر جمع ہی ہے۔

وعندضیق :۔یعنی اگر کسی نماز کو اخیر وقت میں پڑھ رہا ہے مثلاً ظہر کی نماز دو مثل کے ختم ہونے کے بعد پڑھ رہا ہے تو اب اس وقت سنت کا پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ سنت پڑھنے کی صورت میں فرض نماز قضا ہو جائے گی لیکن فجر میں یہ بات نہیں ہے فجر میں اقامت کے بعد بھی اسکی سنت پڑھ سکتا ہے۔

ومدافعة الاخبثین :۔یعنی جب پیشاب اور پاخانہ کی ضرورت ہو تو اس وقت نفل اور فرض دونوں کا پڑھنا مکروہ ہے۔(در مختار)

وحضور طعام :۔یعنی اگر کھانا حاضر ہو اور دل بھی چاہ رہا ہو مطلب یہ ہے کہ بھوک شدت سے لگی ہو کہ اگر کھانا نہیں کھاتا تو طبیعت اسی طرف مائل رہے گی تو اس وقت نماز کا پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر کوئی خواہش و ضرورت نہ ہو تو اس صورت میں بلا کسی کراہت کے نماز پڑھنی درست ہے۔

ومایشغل البال :۔یہاں سے ایک قاعدہ کلیہ بیان کر رہے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کی طرف دل لگا ہوا ہو اس

سے خشوع و خضوع کے اندر خلل پڑتا ہو تو پہلے اس کا ختم کرنا ضروری ہے اس لئے کہ نماز سکون کی طالب ہے اور اس صورت میں اسے سکون حاصل نہیں ہوتا لہٰذا اس صورت میں نماز مکروہ ہوگی۔

بَابُ الاَذَانِ

سَنَّ الاَذَانُ وَالاِقَامَةُ سُنَّةً مُؤكَّدَةً لِلفَرائِضِ وَلَوْ مُنْفَرِداً اَداءً اَوْ قَضاءً سَفَراً اَوْ حَضَراً لِلرِّجَالِ وَكُرِهَا لِلنِّسَاءِ وَيُكَبِّرُ فِيْ اَوَّلِهِ اَربَعاً وَيُثَنِّي تَكبِيْرَ آخِرِهِ كَبَاقِي اَلفَاظِهِ وَلاَ تَرْجِيْعَ فِي الشَّهَادَتَيْنِ وَالاِقَامَةُ مِثْلُهُ وَيَزِيْدُ بَعْدَ فَلاَحِ الفَجْرِ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ وَبَعْدَ فَلاَحِ الاِقَامَةِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ مَرَّتَيْنِ وَيَتَمَهَّلُ فِي الاَذَانِ وَيُسْرِعُ فِي الاِقَامَةِ وَلاَيُجْزِئُ بِالْفَارِسِيَّةِ وَاِنْ عُلِمَ اَنَّهُ اَذَانٌ فِي الاَظْهَرِ.

ترجمہ:۔ اذان اور اقامت فرض نماز کیلئے سنت مؤکدہ ہے اگرچہ تنہا ہی کیوں نہ ہو خواہ ادا ہو یا قضا، سفر میں ہو یا حضر میں اور عورتوں کے لئے دونوں مکروہ ہے، اور اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہے گا اور دو مرتبہ اخیر میں اللہ اکبر کہے گا باقی الفاظ کی طرح، اور شہادتین میں ترجیع نہیں ہے اور اقامت مثل اذان کے ہے، اور فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم دو مرتبہ کہے اور اقامت میں حی علی الفلاح کے بعد قد قامت الصلوٰۃ دو مرتبہ کہے اور اذان میں ٹھہر ٹھہر کر کہے اور اقامت میں جلدی جلدی کہے، اور اذان فارسی میں جائز نہیں اگرچہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہ ظہر کی اذان ہے۔

تشریح و مطالب:۔ اذان کے معنی لغت میں اعلان کرنے کے آتے ہیں لیکن اصطلاح شریعت میں مخصوص اعلان کو کہا جاتا ہے جس سے مسلمانوں کو اس بات کی اطلاع دی جاتی ہے کہ اب نماز کا وقت آگیا اور اس اعلان سے اور کوئی بات نہیں سمجھی جاتی۔ (در مختار، شامی)

سن:۔ اذان اور اقامت پانچوں نمازوں اور جمعہ کے لئے سنت ہے لیکن یہ سنت قویہ ہے جو کہ واجب کے قریب ہے اسوجہ سے بعض علماء نے اسے واجب قرار دیا ہے۔

للفرائض:۔ یہ قید احترازی ہے اس سے اس بات کیطرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ عید کی نماز اور کسوف و خسوف کیلئے اسی طریقہ سے استسقاء کیلئے اور تراویح و وتر کیلئے اذان سنت نہیں ہے، نیز فرائض کو مطلق ذکر کر کے یہ بھی بتلا دینا ہے کہ فرض پڑھنے والا اگر تنہا ہی کیوں نہ ہو اسی طریقہ سے مسافر یا مقیم، اسی طریقہ سے ادا یا قضا سب کیلئے سنت ہے۔

للرجال:۔ یعنی یہ اذان صرف مردوں کے لئے سنت ہے اس سے عورتوں کو خارج کرنا مقصود ہے کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے نیز عورتوں کے لئے اقامت بھی مکروہ ہے جیساکہ حضرت انسؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے نیز عورتوں کو آواز بلند کرنا حرام ہے اور اذان اور اقامت کی صورت میں آواز بلند ہوتی ہے (شامی) نیز جس طرح مرد بالغ کو اذان دینا سنت ہے اسی طرح بچوں کے لئے بھی مسنون ہے کہ وہ اذان اور اقامت کہیں اور نماز ادا کریں (شامی) لیکن یہ بات یاد رہے کہ بچوں سے اذان کہلوانی مکروہ ہے اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے اگر کہیں یہ صورت پیش

آجائے کہ عورتیں جماعت کر کے نماز پڑھنی چاہیں تو بغیر اذان اور بلا تکبیر کے پڑھیں گی۔(عالمگیری).

فی اوله :۔ یعنی شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہے اور اخیر میں تمام کلمات کی طرح اللہ اکبر صرف دو ہی مرتبہ کہے گا اذان میں کلمات کو دو دو مرتبہ کہنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ سامعین کے دل میں نماز کی شان بیٹھ جائے۔(مراقی الفلاح) لیکن لا الہ الا اللہ کو ایک مرتبہ کہے گا اس لئے کہ ذات باری ایک ہے اور اس کا اثبات اسمیں کیا گیا ہے اس لئے اسے ایک ہی مرتبہ کہا جائے گا۔

ولا ترجیع :۔ ترجیع کے معنی لغۃً لوٹانے کے ہیں لیکن اصطلاح شرع میں ترجیع اسے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ شہادتین کو آہستہ سے کہے اور دوسری مرتبہ زور سے کہے اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ دو مرتبہ شہادتین کو آہستہ سے کہے اور دو مرتبہ بلند آواز سے گویا کہ شہادتین آٹھ مرتبہ ہو گئی۔

والاقامة :۔ اس لئے کہ اقامت اذان کے مثل ہے حساً معنیً صفتاً لیکن آگے استثناء کر دیا کہ اس میں لحن نہیں ہوگا اسی طریقہ سے اس میں ایک زیادتی بھی ہو گی، فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم دو مرتبہ کہنا مسنون ہے اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مؤذن حضرت بلالؓ کو اسکے کہنے کا حکم دیا تھا (مشکوٰۃ) کیونکہ یہ وقت غفلت اور نیند کا ہوتا ہے، اور اس کلمہ میں نماز کی طرف ترغیب ہوتی ہے اور نماز کے مقابل نیند کو حقیر بتلایا جاتا ہے اور دوسری نمازوں میں غفلت کا وقت نہیں ہوتا۔

یتمهل :۔ یعنی اذان میں آہستہ کہے اسی مقدار وقفہ کرے کہ سننے والے ان کلمات کا جواب دے سکیں، لیکن اگر ترتیل اذان میں ترک کر دی جائے تو مکروہ ہے اور اس صورت میں اذان کا اعادہ کر لینا مستحب ہے (درمختار) اور یہ اس وجہ سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدر (ترمذی شریف)

ولا یجزئ :۔ یہاں صرف فارسی ہی زبان مراد نہیں بلکہ ہر وہ زبان جو عربی کے علاوہ ہو اس میں اذان دینا جائز نہیں اگرچہ سننے والے اس بات کو جان لیں کہ یہ اذان کی آواز ہے اس لئے کہ جس فرشتہ نے اذان کی ترکیب بتلائی تھی وہ عربی الفاظ میں تھے۔

وَيَسْتَحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُؤَذِّنُ صَالِحاً عَالِماً بِالسُّنَّةِ وَاَوْقَاتِ الصَّلٰوةِ وَعَلٰى وُضُوْءٍ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ اِلاَّ اَنْ يَّكُوْنَ رَاكِباً وَاَنْ يَّجْعَلَ اِصْبَعَيْهِ فِي اُذُنَيْهِ وَاَنْ يُّحَوِّلَ وَجْهَهُ يَمِيْناً بِالصَّلٰوةِ وَيَسَاراً بِالْفَلاَحِ وَيَسْتَدِيْرُ فِيْ صَوْمَعَتِهِ وَيَفْصِلُ بَيْنَ الاَذَانِ وَالاِقَامَةِ بِقَدْرِ مَايَحْضُرُ الْمُلاَزِمُوْنَ لِلصَّلٰوةِ مَعَ مُرَاعَاتِ الْوَقْتِ الْمُسْتَحَبِّ وَفِي الْمَغْرِبِ بِسَكْتَةٍ قَدْرَ قِرَاءَةِ ثَلاَثِ آيَاتٍ قِصَارٍ اَوْ ثَلٰثِ خُطُوَاتٍ وَيُثَوِّبُ كَقَوْلِهِ بَعْدَ الاَذَانِ الصَّلٰوةُ الصَّلٰوةُ يَا مُصَلِّيْنَ.

ترجمه :۔ اور مستحب ہے کہ مؤذن صالح ہو، سنت اور نماز کے اوقات سے واقف ہو، نیز سنت ہے کہ وہ وضو سے ہو قبلہ کے رخ ہو مگر جب کہ وہ سوار ہو (اگر سوار ہو گا تو اس صورت میں قبلہ رخ مستحب نہیں) اور یہ کہ اپنی انگلیوں کو اپنے کان میں کئے ہوئے ہو اور یہ کہ اپنے چہرے کو دائیں جانب گھمائے حی علی الصلوٰۃ پر اور بائیں جانب حی علی الفلاح پر اور اپنی کوٹھری میں گھوم جائے اور اذان و اقامت کے درمیان اس مقدار فصل کر دے کہ نماز کی پابندی کرنے

والے لوگ حاضر ہو جائیں وقت مستحب کی رعایت کرتے ہوئے اور مغرب میں وقفہ کرے تین چھوٹی آیتوں کے تلاوت کے مقدار یا تین قدم چلنے کے مقدار، اور تثویب کرے جیسے اذان کے بعد الصلوٰۃ، الصلوٰۃ یا مصلین۔

تشریح و مطالب :۔ یستحب :۔ یعنی مؤذن کا صالح و متقی ہونا بہتر ہے اس لئے کہ ایسے لوگ امین فی الدین ہوا کرتے ہیں اسی طریقہ سے مؤذن ایسا ہو کہ وہ اذان اور نماز کا وقت بھی جانتا ہو تا کہ عبادت صحیح طریقہ پر ہو اسی طریقہ سے وہ باوضو ہو اسی طریقہ سے قبلہ کی طرف رخ ہو، کیونکہ غیر قبلہ کی جانب رخ کر کے اذان دینا مکروہ ہے (در مختار) لیکن اگر غیر قبلہ کی طرف رخ کر کے اذان دیدی گئی تو اذان کا اعادہ ضروری نہیں۔

الاان یکون :۔ یعنی اگر وہ سوار ہو تو جس طرف اس کو سہولت ہو رخ کر کے اذان دیدے۔

وان یجعل اصبعیہ :۔ یعنی اذان دینے کے وقت مؤذن کو چاہئے کہ وہ اپنی انگلی کو کان میں داخل کرلے جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم فرمایا اجعل اصبعیك فی اذنیك فانه ارفع لصوتك (ابن ماجہ) حی علی الصلوٰۃ کے وقت دائیں طرف چہرہ پھیر دے، اور حی علی الفلاح کے وقت بائیں طرف اس لئے کہ ان دونوں کلمات میں قوم کو خطاب کرنا ہوتا ہے ہاں چہرہ کے علاوہ سینے کو نہیں پھیرنا چاہئے۔

ویستدیر :۔ یعنی اپنی کوٹھری میں اگر گنجائش ہو تو گھوم جائے لیکن اس بات کا خیال رہے کہ اس کا پیر نہ اٹھے اور دائیں بائیں گھوم کر روشن دانوں کے ذریعہ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہے۔

ویفصل بین الاذان الخ :۔ اذان اور تکبیر کے درمیان اس قدر فصل ہونا چاہئے کہ جو لوگ برابر پابندی سے نماز پڑھنے آتے ہیں وہ اتنی دیر میں آجائیں لیکن اس قدر فصل نہیں کیا جائے گا کہ اوقات مستحبہ ختم ہو جائیں اگر کسی نے اذان کے بعد فوراً تکبیر کہہ دی تو ایسا کرنا صحیح تو ہو جائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہوگا اسلئے کہ اذان کا مقصود لوگوں کو اس بات کی اطلاع دینی ہے کہ نماز کا وقت آگیا ہے اب وہ لوگ باوضوء ہو کر مسجد میں آجائیں اور فوراً اقامت کہہ دینے کی صورت میں یہ بات حاصل نہیں ہوگی اب اگر نماز ایسی ہے کہ اس سے قبل سنت یا نفل نماز پڑھی جاتی ہے تو اس صورت میں وہ نماز پڑھ لی جائے گی اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ بین کل اذانین صلوٰۃ قاله ثلاثا وقال فی الثالثة لمن شاء فان لم یصل یفصل بینهما بجلسة خفیفة. بہرحال مغرب میں تو اس میں بھی دونوں کے درمیان وقفہ کیا جائے گا لیکن اس وقفہ کی مقدار میں ائمہ کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس مقدار ٹھہرا جائے کہ تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت اور ایک روایت ہے کہ تین قدم چلنے کی مقدار اذان اور اقامت کے درمیان فصل ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک اس مقدار فصل کیا جائیگا کہ جتنی دیر امام دو خطبوں کے درمیان بیٹھتا ہے (ماخوذ من حاشیہ شیخ الادبؒ).

ویثوب :۔ تثویب کے معنی ایک اطلاع کے بعد دوبارہ اطلاع دینا، مطلب یہ ہے کہ جب اذان بذات خود اعلان ہے تو اسکے بعد نمازیوں کو جماعت کی تیاری کی اطلاع دی جاسکتی ہے یہ صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مقدس وقت میں نہ تھی مگر چونکہ عموماً لوگوں میں سستی پیدا ہوگئی اس لئے یہ صورت جائز قرار دی گئی اس کا حاصل یہی ہے کہ جماعت کے تیار ہونے کی اطلاع مناسب طریقہ پر دی جائے، اب اس بارے میں علماء کا

اختلاف ہے کہ کیا تمام نمازوں میں تثویب کی جائے یا صرف فجر میں نیز اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ کیا تمام لوگوں کے لئے تثویب کی جائے یا خواص کے لئے علامہ شامی، صاحب در مختار، اور صاحب نور الایضاح کے قول سے یہ بات صراحتاً معلوم ہوتی ہے کہ ہر نماز کیلئے تثویب کی جاسکتی ہے، اور امام ابویوسفؒ کا بھی یہی مسلک ہے (عینی) البتہ امام ابویوسفؒ نے عوام الناس کے لئے تثویب کو صحیح نہیں قرار دیا بلکہ خواص کیلئے جیسے قاضی اور مدرس، امیر، مفتی (شامی) لیکن متقدمین کے نزدیک فجر کے علاوہ میں مکروہ ہے۔

وَيُكْرَهُ التَّلْحِيْنُ وَاِقَامَةُ الْمُحْدِثِ وَاَذَانُهٗ وَاَذَانُ الْجُنُبِ وَصَبِيٍّ لَا يَعْقِلُ وَمَجْنُوْنٍ وَسَكْرَانَ وَامْرَأَةٍ وَفَاسِقٍ وَقَاعِدٍ وَالْكَلَامُ فِيْ خِلَالِ الْاَذَانِ وَفِي الْاِقَامَةِ وَيَسْتَحِبُّ اِعَادَتَهٗ دُوْنَ الْاِقَامَةِ وَيُكْرَهَانِ لِظُهْرِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِي الْمِصْرِ وَيُؤَذِّنُ لِلْفَائِتَةِ وَيُقِيْمُ وَكَذَا لِاُوْلَى الْفَوَائِتِ وَكُرِهَ تَرْكُ الْاِقَامَةِ دُوْنَ الْاَذَانِ فِي الْبَوَاقِيْ اِنِ اتَّحَدَ مَجْلِسُ الْقَضَاءِ وَاِذَا سَمِعَ الْمَسْنُوْنَ مِنْهُ اَمْسَكَ وَقَالَ مِثْلَهٗ وَحَوْقَلَ فِي الْحَيْعَلَتَيْنِ وَقَالَ صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ اَوْ مَاشَاءَ اللّٰهُ عِنْدَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ ثُمَّ دَعَا بِالْوَسِيْلَةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَهٗ۔

ترجمہ:۔ اور مکروہ ہے تلحین اور محدث کی اذان واقامت اور ایسے بچے کی جو عقل والا نہ ہو اور مجنون کی اور نشہ آور کی اور عورت کی اور فاسق کی اور بیٹھے ہوئے کی اور اذان اور اقامت کے درمیان بات کرنا، اور مستحب ہے اذان کا لوٹانا نہ کہ اقامت کا اور مکروہ ہے ظہر کی اذان جمعہ کے دن شہر میں اور اذان دی جائے فوت شدہ نماز کیلئے اور اقامت کہی جائے اسی طریقہ سے وہ نمازیں جو پہلے فوت ہو چکی تھیں اور مکروہ ہے باقی میں اقامت کا چھوڑ دینا نہ کہ اذان کا اگر قضا کرنے کی مجلس ایک ہو اور جب مسنون اذان سنے تو رک جائے اور اسی کے مثل دہرائی جائے اور لاحول پڑھے حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح میں اور جس وقت مؤذن الصلوٰۃ خیر من النوم کہے اس وقت صدقت وبررت یا ماشاء اللہ کہے، پھر وسیلہ کی دعا مانگے پس کہے اے اللہ اس کامل پکارنے کے مالک اور اس ابدی اور دائمی نماز کے رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور آپکو اسی مقام محمود پر پہونچا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔

تشریح و مطالب:۔

تلحین:۔ ابن مبارک نے اس کی تشریح گانے کے ساتھ کی ہے یعنی اذان میں اسکے الفاظ کو بنانے کیلئے اصل سے بگاڑ دے لیکن اگر بلا کسی تکلف کے آواز ٹھیک ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ماخوذ از حاشیہ۔

تلحین یا لحن کے دو معنی آتے ہیں ایک تو یہ کہ آواز اچھی بنائی جائے حروف کو صحیح ادا کیا جائے جیسا کہ قاری صاحبان کرتے ہیں یہ شکل اذان وقراءت وغیرہ میں بہتر ہے دوسرے معنی وہ ہیں جو یہاں مراد ہیں یعنی گانے کا انداز اختیار کر لینا یعنی جس طرح گویے کچھ لفظوں کو بہت زیادہ کھینچتے ہیں کسی کو گھٹا دیتے ہیں یہ تلحیں مکروہ اور ناجائز ہے مثلاً اللہ اکبر میں الف یا باء کو کھینچ دیا جائے یا زیر، زبر، پیش کھینچ کر پڑھا جائے (ماخوذ نور الاصباح) علامہ عینی شارح کنز فرماتے ہیں کہ اس سے مراد گانا ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ اعراب میں غلطی کرنا ہے۔ صاحب در مختار فرماتے

ہیں کہ اذان کا اسی طور سے دینا کہ کلمات بدل جائیں اس صورت میں مکروہ ہے اور اس کا سننا درست نہیں جیسا کہ قرآن پاک کو اگر گا کر پڑھا جائے تو اس کا یہ فعل اور اس کا یہ سننا دونوں مکروہ ہیں علامہ حلوانیؒ کے نزدیک حیعلتین میں مد کے ساتھ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا لیکن اولیٰ ترک کردینا ہے اگر اذان اس طور سے دی جائے کہ اس میں تغیر کلمات نہ ہو بلکہ عمدہ آواز سے پڑھی جائے تو افضل ہے۔

واذان الجنب:۔ جنابت کی حالت میں اذان دینا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ جس طرف وہ لوگوں کو خود بلا رہا ہے اس کو وہ خود قبول نہیں کرتا لہٰذا جب اذان مکروہ ہے تو تکبیر بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہوگی۔ ھٰکذا فی الوقایۃ (الشامی)

صبی:۔ لڑکے کی اذان مکروہ ہے لیکن اس کے ساتھ ایک قید ہے کہ اگر وہ عاقل نہ ہو یعنی غیر عاقل بچے کی اذان مکروہ ہے اور عاقل بچے کی اذان درست ہے، لیکن بعض علماء نابالغ بچے کی اذان کو مکروہ بتلاتے ہیں۔ (مراقی الفلاح)

مجنون:۔ یعنی مجنون کی اذان مکروہ ہے اور اسی طرح نشہ والے کی بھی اذان مکروہ ہے اس لئے کہ یہ دونوں بلا فہم کے اذان دیتے ہیں تو گویا یہ ایسے ہی ہوا کہ جیسے پرندوں کی اذان اور پرندوں کے اذان کا اعتبار نہیں ہوتا اور ان تمام کی اذان دی ہوئی کا لوٹانا مستحب ہے، اور بعض علماء کا قول ہے کہ اعادہ کرنا واجب ہے۔ (شرح وقایہ، عمدۃ الرعایہ، فتاویٰ عالمگیری)

وامرأۃ:۔ عورت کا اذان دینا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ اس کی اذان دینے کی صورت میں فتنہ کا اندیشہ ہے (عمدۃ الرعایہ وغیرہ)

فاسق:۔ اس لئے کہ فاسق کا قول امور دینیہ میں معتبر نہیں اور اذان بھی امور دینیہ میں سے ہے اس لئے اس میں بھی اس کی اذان معتبر نہیں ہوگی۔ (مراقی الفلاح)

وقاعد:۔ بیٹھ کر اذان دینا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ جس فرشتہ نے اذان کا طریقہ بتلایا تھا وہ بیٹھ کر نہیں تھا بلکہ کھڑے ہو کر تھا اسلئے یہ مکروہ ہے لیکن اگر صرف اپنے لئے اذان دے رہا ہے تو اب مکروہ نہیں ہوگی۔ (عالمگیری)

والکلام:۔ اذان اور اقامت کے درمیان بات چیت کرنا مکروہ ہے اسی طرح اگر اذان اور اقامت کے درمیان سلام کا جواب دیا جائے تو یہ بھی مکروہ ہے۔

ویکرھان:۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کو جمعہ کی نماز نہیں ملی اب وہ ظہر کی نماز ادا کرنا چاہ رہا ہے اور شہر میں ہے کہ جہاں جمعہ کی نماز صحیح ہے تو اب اذان اور اقامت کہہ کر ظہر کی نماز نہیں ادا کرے گا اس لئے کہ جب جمعہ کی نماز ہوگی تو اب ظہر کیلئے اذان کہنا بے فائدہ ہے اور اگر تنہا نماز پڑھنی ہے تو اس صورت میں بھی اذان و تکبیر کہنا مکروہ ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ) لیکن اگر ایسی جگہ ہے جہاں نماز صحیح نہیں تو اس جگہ اذان و تکبیر میں کوئی کراہت نہیں اسی طرح اگر جمعہ کے دن کوئی قضا نماز ادا کر رہا ہے تو اس قضاء کے لئے بھی اذان مکروہ ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ ہدایہ)

ویؤذن:۔ اسے مطلق لائے تاکہ یہ اس قضا کو بھی شامل ہو جائے جو گھر میں ادا کی جا رہی ہے اور اسکو بھی شامل ہو جائے جو مسجد میں ادا کی جا رہی ہے، اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کی کئی نمازیں فوت ہو گئیں اب وہ اسے قضا کرنا چاہ رہا ہے تو اب پہلی نماز کیلئے اذان اور تکبیر دونوں کہے گا لیکن بقیہ میں تکبیر کافی ہوگی اذان کا کہنا ضروری نہیں لیکن اگر تکبیر

کو ترک کر دیا تو مکروہ ہے جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خندق کی کھدائی میں چند نمازیں قضا ہو گئی تھیں تو آپ نے جب ان نمازوں کو قضا کیا (کذا فی فتح القدیر) اذان اور اقامت قضا نماز میں ہو گی خوہ تنہا پڑھے یا جماعت سے۔ (ہدایہ)

ان اتحد :۔ یعنی اگر مجلس متحد نہ ہو تو اس صورت میں اذان اور اقامت دونوں کہی جائیگی اور انکا ترک کرنا مکروہ ہو گا

واذاسمع :۔ یعنی جب مسنون طریقہ پر اذان دی جائے تو اس وقت تمام کاموں سے رک جانا چاہئے خواہ وہ تلاوت کر رہا ہو یا تسبیحات پڑھ رہا ہو اس کا ترک کر دینا ضروری ہے نیز ہر وہ چیز جس سے جواب کے دینے میں حرج واقع ہو ترک کر دینا چاہئے لیکن اگر دور ہو یا اسی طریقہ سے بہرہ ہو تو اسکا رکنا ضروری نہیں اب اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ اذان کا جواب دینا کیسا ہے بعض حضرات نے کہا کہ واجب ہے اور بعض نے کہا کہ مستحب ہے، چنانچہ صاحب در مختار سے دونوں قول منقول ہیں۔

وقال مثله :۔ یعنی جس طریقے سے مؤذن اذان دے رہا ہے وہی الفاظ سننے والا لوٹائے لیکن حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح پر لاحول پڑھے صاحب عمدۃ المفتی نے اپنی کتاب (ماشاء اللہ کان) میں دو طرح کی روایتیں ذکر کی ہیں ایک روایت میں آپ نے فرمایا فقولوا مثل مایقول اور دوسری روایت میں وارد ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا قال حی علی الصلوٰۃ الخ تو ان دونوں روایات کے پیش نظر بعض فقہاء نے کہا کہ حدیث ثانی حدیث اول سے واضح اور صریح ہے نیز ان حضرات کی رائے یہ بھی ہے کہ ان کلمات کی ادائیگی میں ایک قسم کی اختصار ہو گی۔ اس کے برخلاف بعض علمائے احناف کی رائے یہ ہے کہ دونوں حدیثوں کو جمع کیا جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اذان کے کلمات کو کہے اور اسکے بعد لاحول پڑھے تا کہ دونوں روایات پر عمل ہو جائے۔ (شامی)

وقال صدقت :۔ یعنی جب فجر کی اذان میں مؤذن الصلوٰۃ خیر من النوم کو کہے تو اس وقت صدقت یا بررت کہے یا ماشاء اللہ کہے۔

ثم الخ :۔ یعنی ان کلمات کے کہنے کے بعد مؤذن اور سامع دونوں دعا پڑھیں اس لئے کہ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من قال حین یسمع النداء اللھم الخ حلت له شفاعتی اسی طرح حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اذان کو سنو تو اسکے مثل تم بھی جواب دو پھر اسکے بعد جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمتیں نازل فرماتا ہے اور پھر اسکے بعد دعا بالوسیلہ مانگو پس جو شخص میرے دعا بالوسیلہ مانگے گا بروز قیامت اسکے لئے میری شفاعت واجب ہو گی۔

بَابُ شُرُوْطِ الصَّلٰوةِ وَاَرْکَانِهَا

لَابُدَّ لِصِحَّةِ الصَّلٰوةِ مِنْ سَبْعَةٍ وَعِشْرِیْنَ شَیْئاً اَلطَّهَارَةُ مِنَ الْحَدَثِ وَطَهَارَةُ الْجَسَدِ وَالثَّوْبِ وَالْمَکَانِ مِنْ نَجَسٍ غَیْرِ مَعْفُوٍّ عَنْهُ حَتّٰی مَوْضِعَ الْقَدَمَیْنِ وَالْیَدَیْنِ وَالرُّکْبَتَیْنِ وَالْجَبْهَةِ عَلَی الْاَصَحِّ وَسَتْرُ الْعَوْرَةِ وَلَا یَضُرُّ نَظْرُهَا مِنْ جَیْبِهٖ وَاَسْفَلِ ذَیْلِهٖ.

ترجمہ:۔ نماز کی شرطیں اور اسکے ارکان۔ نماز کے صحیح ہونے کیلئے ستائیس چیزیں ضروری ہیں حدث سے پاک ہونا، اور بدن اور کپڑے کا پاک ہونا، اور مکان کا ایسی نجاست سے پاک ہونا جو معاف نہیں ہے، یہاں تک کہ دونوں قدم اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں کی جگہ کا پاک ہونا صحیح مذہب کے مطابق، اور ستر کا ڈھکنا، اور مصلی کا اپنے گریبان اور دامن کے نیچے سے دیکھنا کوئی نقصان دہ چیز نہیں ہے۔

تشریح و مطالب:۔ ابھی تک نماز کے اسباب کو بیان کر رہے تھے اب یہاں سے نماز کے شرائط کو بیان کر رہے ہیں۔ وسیم

شروط:۔ شرط کی جمع ہے اسکے لغوی معنی علامت ہیں اور اصطلاحاً شرط اس کو کہتے ہیں جس کے پائے جانے پر دوسری چیز کا پایا جانا موقوف ہو نیز وہ اس چیز کی جزء نہ بن رہی ہو جیسے نماز کیلئے طہارت کہ نماز طہارت پر موقوف ہے لیکن طہارت نماز کی جزء نہیں۔ شرط کی کل تین قسمیں ہیں (۱) شرط عقلی (۲) شرط شرعی جیسے نماز کیلئے طہارت (۳) شرط جعلی جیسے طلاق کو عورت کے مکان میں داخل ہونے پر موقوف کرنا کہ اگر تو اس مکان میں چلی گئی تو تجھ کو طلاق۔

شرط کی باعتبار شریعت کے چار قسمیں ہیں (۱) شرط انعقاد، جیسے نیت، تحریمہ، وقت، جمعہ کیلئے خطبہ (۲) شرط انعقاد مع الدوام جیسے طہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ، یعنی شروع میں بھی طہارت ہو اور اخیر نماز تک طاہر رہے اسی طرح ستر عورت اور استقبال بھی ہے کہ ان دونوں کا بھی اول نماز سے لیکر اختتام نماز تک ہونا ضروری ہے (۳) شرط بقاء یعنی اس کا پایا جانا نماز کے اندر ضروری ہو اب اس کی دو قسمیں ہیں ایک عدمی اور وجودی، وجودی کی مثال جیسے نماز کے اندر قرأت کلام پاک اگرچہ قرأت رکن بھی ہے لیکن وہ فی نفسہا تو رکن ہے لیکن غیر کے لئے شرط بھی ہے، (۴) شرط خروج، جیسے قعدۂ اخیرہ کہ نماز سے نکلنے کیلئے قعدۂ اخیرہ کی مقدار بیٹھنا ضروری ہے، اسکا اختلاف آگے آرہا ہے۔ (از حاشیہ شیخ الادبؒ مع اضافہ، وسیم غفرلہٗ)

ارکانھا:۔ رکن وہ چیز ہے جو دوسری چیز کی حقیقت کا جزء بنے یعنی اس سے اور اس جیسی چیز سے ملکر اسکی حقیقت بنتی ہو مثلاً رکوع کہ نماز کا رکن ہے اور نماز کے اندر داخل ہے اور رکن اور شرط میں یہی فرق بھی ہے۔

لابدّ:۔ یعنی نماز کی صحت کے لئے آگے جو چیزیں بیان کی جارہی ہیں ان کا پایا جانا ضروری ہے اگر یہ چیزیں نہیں پائی جائیں گی تو نماز صحیح نہیں ہوگی لہٰذا ان چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

سبعة وعشرین:۔ مصنفؒ نے یہاں پر ستائیس چیزوں کو بیان کیا حالانکہ دوسرے فقہاء نے اس سے کم کی تعداد شمار کرائی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں نے خاص خاص چیزوں کو شمار کرادیا ہے اور مصنفؒ نے ابتداء سے لیکر انتہا تک شمار کرلیا ہے لیکن انہی ستائیس چیزوں میں انحصار نہیں بلکہ اس سے زیادہ بھی ہوسکتا ہے۔

شیئاً:۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ رکن اور شرط دونوں کو شامل ہیں یعنی یہ جو ستائیس چیزیں بیان کی جارہی ہیں ان کا رکن اور شرط دونوں میں پایا جانا ضروری ہے۔

الطھارة:۔ یعنی اس مقدار نجاست کا نہ ہونا جس کی موجودگی میں نماز صحیح نہیں ہوتی نیز حدث اصغر اور اکبر

دونوں سے پاک ہونا ضروری ہے نیز اس میں حیض ونفاس بھی شامل ہے۔
الجسد :۔ یہاں پر بدن نہیں فرمایا بلکہ جسد کا لفظ استعال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ تمام جسم شامل ہے اس لئے کہ بدن سے ہاتھ اور پیر خارج ہے۔
والمکان :۔ یعنی جس جگہ نماز پڑھ رہا ہے جیسے پیروں کی جگہ ہاتھوں کی جگہ اور سجدہ کرنے کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے۔
علی الاصح :۔اسلئے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ کیا پیشانی کی جگہ بھی پاک ہو یا اس جگہ نجاست ہو تو نماز صحیح ہوگی
ستر العورۃ :۔ ستر کا چھپانا بہر حال ضروری ہے خواہ وہ تنہائی کی جگہ میں ہو یا لوگوں کے درمیان اسی طریقہ سے وہ اندھیرے کمرے میں ہو اور اسکے پاس پاک کپڑہ موجود ہو بالاتفاق نماز صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ ستر جس طرح سے حق العباد ہے اسی طریقہ سے حق اللہ بھی ہے۔ایک اشکال: لیکن باری تعالیٰ جس طریقہ سے ننگے کو دیکھتا ہے اسی طریقہ سے چھپے ہوئے کو بھی دیکھتا ہے تو پھر اس ستر سے فائدہ کیا ہوا؟ جواب :بتقاضۂ ادب عقل اس بات کو چاہتی ہے کہ ادب کے ساتھ اسکے پاس جایا جائے اس لئے کہ یہ مقام ادب ہوتا ہے۔
ولا یضرہٗ :۔ مثلاً ایک شخص کا کرتہ گھٹنوں کے نیچے تک ہے اور وہ صرف کرتہ ہی پہنے ہوئے ہو اور کوئی دوسرا کپڑا نہیں ہے اب اگر اس صورت میں وہ گریبان سے اندر کو دیکھتا ہے اور اس سے ستر نظر آتی ہے یا اسی طریقہ سے نیچے سے جھانک لیا اور اسے شرمگاہ نظر آگئی تو اس سے نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔
واستقبال القبلۃ :۔ قبلہ کے لغوی معنی جہت، سمت، رخ کے ہیں اور استقبال کے معنی رخ کرنا،اور اصطلاح شرع میں قبلہ وہ خاص جہت اور سمت ہے جس کی طرف نماز پڑھی جاتی ہے جو زمین سے لیکر ساتویں آسمان تک مانی گئی ہے، اس کو محراب بھی کہتے ہیں اور خاص وہ تعمیر جس کی طرف رخ کیا جاتا ہے کعبہ کہلاتی ہے اور اسکے ارد گرد احاطہ کا نام مسجد حرام ہے اور اس شہر کا نام جس میں کعبہ ہے مکہ ہے (ماخوذ از ایضاح الاصباح) لہٰذا مکی کے لئے فرض ہے کہ عین کعبہ کا رخ کرے یعنی اس کی صورت یہ ہوگی کہ وہ نماز کی حالت میں خانۂ کعبہ کا مشاہدہ کرنے والا ہے تو عین کعبہ کی طرف رخ کرے گا اور جسے مشاہدہ نہیں تو اس کی جانب جہت کرنا فرض ہے خواہ مکہ کا رہنے والا ہو یا مکہ کے باہر کا کسی بھی ملک اور دیش کا۔ خانۂ کعبہ کی تعمیر یا محراب قبلہ نہیں نہ وہ مسجود ہے اگر اس کی طرف رخ کی نیت کرلے گا تو نماز نہ ہوگی اور اگر اس کو سجدہ کی نیت کرلے گا تو شرک ہوگا، قبلہ وہ جگہ یا وہ فضا ہے جو اس تعمیر سے محدود ہے لہٰذا اگر تعمیر خدا نخواستہ منہدم بھی ہو جائے تب بھی قبلہ بدستور باقی رہے گا مگر سجدہ صرف اللہ ہی کا ہے اس جگہ یا فضا کا بھی نہیں لیکن وہ جگہ یا فضا صرف اس لئے معین کی گئی کہ مسلمانوں میں اختلافی شان نہ پیدا ہو اور نظم وترتیب باقی رہے، مسلمان اخوت کا حامل ہے مساوات اتحاد کا پیکر، اگر اس کی عبادات کیلئے ایک رخ نہ معین کر دیا جاتا تو اختلاف اور شقاق کی اس قدر بھیانک شکل پیدا ہوتی ایک ہی مسجد میں کسی کا رخ کسی طرف ہوتا اور کسی کا کسی طرف اور پھر وہ امام کو اپنی طرف کھینچتا اور یہ اپنی طرف، گذشتہ زمانے میں ہر قبیلہ کا بت جدا تھا تو اسلام میں ہر قبیلہ کا قبلہ جدا ہوتا، لیکن معاذ اللہ ایسا

نہیں ہوا بلکہ اسلام نے ایک امتیازی شان پیدا کردی۔ (ماخوذ از ایضاح الاصباح بحوالہٗ مراقی الفلاح)

وَاِسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ فَلِلْمَكِّيِّ الْمُشَاهِدِ فَرْضُهُ اِصَابَةُ عَيْنِهَا وَلِغَيْرِ الْمُشَاهِدِ جِهَتُهَا وَلَوْ بِمَكَّةَ عَلَى الصَّحِيْحِ وَالْوَقْتُ وَاِعْتِقَادُ دُخُوْلِهِ وَالنِّيَّةُ وَالتَّحْرِيْمَةُ بِلاَ فَاصِلٍ وَالْاِتْيَانُ بِالتَّحْرِيْمَةِ قَائِماً قَبْلَ اِنْحِنَائِهِ لِلرُّكُوْعِ وَعَدَمُ تَاخِيْرِ النِّيَّةِ عَنِ التَّحْرِيْمَةِ وَالنُّطْقُ بِالتَّحْرِيْمَةِ بِحَيْثُ يُسْمِعُ نَفْسَهُ عَلَى الْاَصَحِّ.

ترجمہ:۔ قبلہ کی طرف رخ کرنا پس مکی کیلئے خانہ کعبہ کا دیکھنا ضروری ہے اور غیر مکی کیلئے اس کی طرف رخ کرنا اگرچہ مکہ ہی میں ہو صحیح قول کے مطابق اور وقت کا ہونا اور وقت کے داخل ہونے کا اعتقاد ہونا اور نیت کا کرنا اور تحریمہ کا بلا کسی فصل کے کہنا اور تحریمہ کا رکوع میں جانے سے پہلے اور نیت کا تحریمہ سے مؤخر نہ کرنا اور تحریمہ کا کہنا بایں طور کہ خود بھی سن لے صحیح قول کے بموجب۔

تشریح و مطالب:۔ **علی الصحیح:۔** اس کے کہنے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے لیکن صحیح قول یہی ہے کہ جو شخص مکہ کا رہنے والا ہے اور وہ ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہے کہ جہاں قبلہ کا رخ کرنا اور خانہ کعبہ کو دیکھنا ممکن ہو وہاں پر خانہ کعبہ کا دیکھنا تو ضروری ہے لیکن اگر گھر میں نماز پڑھ رہا ہے اور وہ مکی ہے تو اس صورت میں جہت قبلہ کافی ہے۔

والوقت:۔ یعنی نماز اس وقت صحیح ہوگی جب کہ نماز پڑھنے والا نماز کے اندر نماز پڑھ رہا ہو اور اگر وہ وقت کے دخول سے پہلے نماز پڑھ رہا ہے تو اس صورت میں اس کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

اعتقاد:۔ یعنی اگر نماز پڑھنے والا اس بات کا اعتقاد کرلے کہ میں وقت کے داخل ہونے سے پہلے نماز پڑھ رہا ہوں تو اس صورت میں نماز صحیح نہ ہوگی اسلئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ **انما الاعمال بالنیات** (بخاری شریف) اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کو اس بات کا یقین ہو کہ وقت داخل ہو گیا ہے اب اگر اس نے یقین کے بدون شک اور تردد کی حالت میں نماز پڑھ لی اور فی الواقع وقت ہو گیا تھا مگر چونکہ اسکو یقین نہ تھا اس وجہ سے اسکی نماز نہ ہوگی۔

والنیة:۔ نیت کے معنی شریعت میں ارادے کے ہیں یعنی نماز پڑھنے والا اس نماز کا ارادہ کرے جسکو وہ پڑھنا چاہ رہا ہے یہ بات یاد رہے کہ نیت کے سلسلہ میں صرف اسقدر کافی ہے کہ وہ اپنے خیال اور دھیان کو جما کر ارادہ کرلے کسی خاص الفاظ کو زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ بعض علماء نے اس کو بدعت لکھا ہے، البتہ متأخرین نے اسکو جائز اور بعض نے اس کو مستحسن کہا ہے تاکہ دل اور زبان دونوں میں موافقت ہو جائے۔ تفصیل کیلئے مراقی الفلاح، طحطاوی ملاحظہ کریں۔

التحریمة:۔ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ تحریمہ شرط ہے یا رکن؟ بعض کتب احناف میں اس کو شرط فرمایا گیا ہے اور صاحب مراقی الفلاح نے بھی اسی کو ذکر کیا ہے، لیکن امام محمدؒ کے نزدیک یہ رکن ہے کیونکہ اس کو ان فرائض میں شمار کیا جاتا ہے جو قیام کی حالت میں ہوتا ہے جیسے قرأت۔ تحریمہ کی صحت کے لئے پندرہ چیزیں شرط ہیں لیکن صاحب نور الایضاح نے صرف سات کا ذکر کیا ہے پندرہ یہ ہیں تحریمہ کا بلا فصل کے کہنا، تحریمہ کا قیام کی حالت میں کہنا، تحریمہ سے نیت کو مؤخر کرنا، تحریمہ کو اسی طور سے ادا کیا جائے کہ وہ خود سنے، اتباع کی نیت کرنا، فرض

کی تعیین کرنا، اگر قادر ہو تو تحریمہ کا عربی زبان میں ادا کرنا، اور اللہ اکبر کے الف اور باء کو بلا مد کے کہنا، واجب کا متعین کرنا، تکبیر تحریمہ کا پورے جملہ کے ساتھ کہنا، تکبیر تحریمہ کو خالص ذکر اللہ سے کرنا، تکبیر تحریمہ کا بسم اللہ سے نہ شروع کرنا، ذات باری کی بزرگی کی وجہ سے ھاء کو حذف نہ کرنا۔

(ف) اسے تکبیر تحریمہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کے کہہ لینے کے بعد جو چیزیں حلال تھیں وہ اب اس کے اوپر حرام ہو گئیں، اس کیلئے اس سے قبل بات کرنی جائز تھی کھانا کھانا جائز تھا مگر اس تکبیر کی وجہ سے سب کی سب حرام ہو گئیں۔ واللہ اعلم بالصواب (وسیم غفرلہ)

بلا فاصل :۔ یعنی نیت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل نہ ہونا چاہئے، اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ نماز سے قبل نیت کرے اور اسکے بعد وضوء کرے تو اس وضوء کو فصل نہیں کہا جائے گا، اور ایک صورت یہ ہے کہ تکبیر اور نیت کے درمیان کوئی ایسا کام نہ کرے کہ جسے فصل کہا جائے جیسے کھانا وغیرہ کھانا۔ واللہ اعلم بالصواب (وسیم غفرلہ)

قائما :۔ یعنی تکبیر تحریمہ کا حالت قیام میں پایا جانا چاہئے اب اگر کسی نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا اور تکبیر تحریمہ کو بلا قیام کے کہہ کر چلا گیا تو یہ درست نہ ہوگا، مطلب یہ ہے کہ رکوع میں جھکنے سے پہلے سیدھے کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کا ادا کرنا شرط ہے اگر رکوع میں جانے کے بعد تکبیر کہی تو اس صورت میں نماز نہ ہوگی۔

قبل انحنائه :۔ صاحب برہانؒ نے فرمایا کہ اگر امام کو حالت رکوع میں پایا اور اس نے اپنی گردن اور کمر کو جھکا کر اللہ اکبر کہا تو اب اگر وہ حالت قیام کے زیادہ قریب ہے اور اس صورت کا پتہ اس طرح لگے گا کہ اس کا ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہونچا ہو تو اس صورت میں اس کی نماز صحیح ہو جائے گی، لیکن اگر قیام کے قریب نہیں ہے بلکہ رکوع کے قریب ہے تو اس کی نماز نہ ہوگی، اب اگر اس نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا اور رکوع میں چلا گیا لیکن صرف تکبیر تحریمہ کو کہا تکبیر رکوع چھوڑ دیا تو اس صورت میں اس کی نماز ہو جائے گی اس لئے کہ رکوع کی تکبیر سنت ہے اور سنت کے چھوڑنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

یہاں پر بظاہر ایک اعتراض ہوتا ہے لیکن تکبیر تحریمہ کیلئے قیام کو شرط قرار دیا ہے حالانکہ نفل میں قعود کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہی جاتی ہے اور نماز صحیح ہو جاتی ہے اسی طرح معذور کی بھی نماز جب کہ وہ تکبیر تحریمہ کو حالت قعود میں کہے تو صحیح ہو جاتی ہے پھر یہاں قیام کی شرط کیوں بڑھائی؟ جواب قیام کی دو قسمیں ہیں ایک قیام حقیقی، دوسری قیام حکمی۔ اب جو قیام فرائض اور واجبات میں ہے اس سے مراد قیام حقیقی ہے اور جو قیام معذور پر اور نوافل میں ہے اس میں ان کیلئے ایک طرح سے رخصت ہے لہٰذا وہ قیام حکمی ہے وہاں قیام حقیقی مراد نہیں۔ ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ

النطق بالتحريمة :۔ یعنی تکبیر تحریمہ کے الفاظ کو اس طرح ادا کرے کہ خود تکبیر تحریمہ کہنے والا ان الفاظ کو سن لے، لیکن گونگے پر حرکت دینا ضروری نہیں ہے اسی طرح جو بہرہ ہے وہ اس زور سے کہے کہ اگر وہ بہرہ نہ ہوتا تو اس کو سن لیتا۔ مراقی الفلاح

على الاصح :۔ اکثر مشائخ کا قول یہ ہے کہ جہر کرے بایں طور کہ خود وہ سن لے، اور جہر کی تعریف یہ کرتے

ہیں کہ وہ یہ ہے کہ دوسرے اس آواز کو سن لیں اور مخافة یہ ہے کہ صرف وہ خود سن لے۔ (ماخوذ حاشیہ اعزاز علیؒ)

وَنِيَّةُ الْمُتَابَعَةِ لِلْمُقْتَدِيْ وَتَعْيِيْنُ الْفَرْضِ وَتَعْيِيْنُ الْوَاجِبِ وَلَا يُشْتَرَطُ التَّعْيِيْنُ فِي النَّفْلِ وَالْقِيَامُ فِي غَيْرِ النَّفْلِ وَالْقِرَاءَةُ وَلَوْ آيَةً فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَرْضِ وَكُلِّ النَّفْلِ وَالْوِتْرِ وَلَمْ يَتَعَيَّنْ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ لِصِحَّةِ الصَّلٰوةِ وَلَا يَقْرَأُ الْمُؤْتَمُّ بَلْ يَسْتَمِعُ وَيَنْصِتُ وَإِنْ قَرَأَ كُرِهَ تَحْرِيْماً.

ترجمہ:۔ اور مقتدی کیلئے امام کی متابعت کی نیت کرنا، اور فرض کا متعین کرنا، اور واجب کا متعین کرنا، اور نفل میں تعیین کرنا شرط نہیں ہے، اور نفل کے علاوہ میں قیام کرنا، اور قرأت کرنی اگرچہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو، فرض کی دو رکعتوں میں اور نفل اور وتر کی ہر رکعت میں، اور نماز کے صحیح ہونے کیلئے قرآن میں سے کوئی چیز مخصوص نہیں، اور مقتدی صرف خاموش رہے اور سنے اور اگر مقتدی نے قرأت کی تو مکروہ ہے۔

تشریح و مطالب:۔ یعنی اگر کوئی شخص امام کی اقتداء کر رہا ہے اور اسکے پیچھے نماز ادا کر رہا ہے تو اب اسکے لئے یہ ضروری ہے کہ اس بات کی نیت کرے کہ میں امام کی اقتداء کر رہا ہوں اب اگر کسی نے امام کی اقتداء کی اور وہ نیت کرتے وقت یہ خیال کر رہا تھا کہ امام زید ہے لیکن جب اس نے دیکھا تو وہ زید نہیں تھا تو اس صورت میں اس کی نماز درست ہو جائے گی لیکن اگر اس نے نیت کرتے وقت یہ کہہ دیا کہ میں عمر کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہوں تو اب اگر وہ امام عمر نہیں ہے تو اس کی نماز درست نہ ہوگی اس لئے کہ اس نے امام کو متعین کر دیا تھا۔

وتعیین الفرض:۔ اگر وہ فرض نماز پڑھ رہا ہے تو اسکو چاہئے کہ یہ بھی متعین کرلے کہ کون سی نماز ہے فرض میں ظہر ہے یا عصر، مغرب ہے یا عشاء، لہٰذا نماز شروع کرنے سے قبل یہ متعین کرنا ضروری ہے۔

الواجب:۔ اس کو یہاں پر مطلق ذکر کر کے اس بات کیطرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اسمیں ادا اور قضاء اسی طرح سے نذر اور وہ نفل نماز جسے شروع کر کے فاسد کر دیا تھا اور عیدین اور وتر سب شامل ہیں سب میں متعین کرنا ضروری ہے۔

ولایشترط:۔ لیکن اگر نفل نماز پڑھ رہا ہے تو اس میں نیت کرنی ضروری نہیں ہے لیکن یہاں نفل سے مراد سنت نہیں، لیکن احتیاط کی صورت یہ ہے کہ ان میں نیت کرلی جائے۔

والقیام:۔ یہاں پر اسے مطلق ذکر کیا حالانکہ یہ اس شخص کیلئے ہے جو معذور نہ ہو اسکی تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

والقراۃ:۔ یعنی نماز میں قرأت کرنا فرض ہے اگرچہ ایک ہی آیت ہو، اب اس آیت کی مقدار کیا ہوگی تو اس میں مختلف اقوال ہیں اس لئے کہ بعض آیتیں وہ ہیں کہ جن میں صرف ایک کلمہ ہے جیسے قٓ وغیرہ یا بعض آیتیں وہ ہیں جو دو کلموں سے مرکب ہیں جیسے حٰمٓ اور بعض آیتیں وہ ہیں جو صرف تین کلمہ سے مرکب ہیں جیسے عسق لیکن صحیح قول یہ ہے کہ مدھامتان، یاثم انظر جیسی آیتیں اگر پڑھ لے تو نماز درست ہو جائے گی یہی ظاہر روایت میں ہے۔

ولم یتعین:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی آیت کو اس طرح نہ خاص کیا جائے کہ اگر یہ آیت اس نماز میں نہ پڑھی گئی تو نماز نہ ہوگی تو ایسا کرنا درست نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اسے ایک ہی سورت یاد ہے اور وہ اسی کو ہر نماز میں پڑھتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ولا یقرأ:۔ یعنی مقتدی جب امام قرأت کر رہا ہو تو وہ کوئی سورت نہیں پڑھے گا اس لئے کہ ارشاد باری ہے واذا قرئ القرآن الخ تو یہاں پر امام قرأت کر رہا ہے اس لئے وہ قرأت نہیں کرے گا، نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے یکفیك قراءۃ الامام جهر ام خافت. اگرچہ قرأت نماز میں فرض ہے لیکن اس صورت میں چونکہ ایک دوسرے کی اقتداء کر رہا ہے اور امام اسکا وکیل ہے اور یہ بات بھی ہے کہ وکیل کا کہنا مؤکل کیلئے کافی ہو جاتا ہے، لہٰذا عقلی اور نقلی دونوں دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مقتدی قرأت نہیں کرے گا اس لئے کہ مقتدی نے اگر قرأت کرلی تو ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا۔

وَالرُّكُوْعُ وَالسُّجُوْدُ عَلٰى مَا يَجِدُ حَجْمَهٗ وَتَسْتَقِرُّ عَلَيْهِ جَبْهَتُهٗ وَلَوْعَلٰى كَفِّهٖ اَوْ طَرْفِ ثَوْبِهٖ اِنْ طَهُرَ مَحَلُّ وَضْعِهٖ وَسَجَدَ وُجُوْبًا بِمَا صَلُبَ مِنْ اَنْفِهٖ وَجَبْهَتِهٖ وَلَا يَصِحُّ الْاِقْتِصَارُ عَلَى الْاَنْفِ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ بِالْجَبْهَةِ وَعَدَمُ اِرْتِفَاعِ مَحَلِّ السُّجُوْدِ عَنْ مَوْضِعِ الْقَدَمَيْنِ بِاَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ ذِرَاعٍ وَاِنْ زَادَ عَلٰى نِصْفِ ذِرَاعٍ لَمْ يَجُزِ السُّجُوْدُ اِلَّا لِزَحْمَةٍ سَجَدَ فِيْهَا عَلٰى ظَهْرِ مُصَلٍّ صَلٰوتَهٗ وَوَضْعُ الْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ فِي الصَّحِيْحِ وَوَضْعُ شَيْءٍ مِنْ اَصَابِعِ الرِّجْلَيْنِ حَالَةَ السُّجُوْدِ عَلَى الْاَرْضِ وَلَا يَكْفِيْ وَضْعُ ظَاهِرِ الْقَدَمِ.

ترجمہ:۔ رکوع اور سجدہ ایسی چیز پر کرنا کہ جس میں حجم ہو اور اس پر اس کی پیشانی ٹک جاتی ہو اگرچہ ہتھیلی پر ہو یا اسکے کپڑے کے کنارے پر ہو اگر اسکے رکھنے کی جگہ پاک ہو اور بطورِ وجوب کے ناک کے اس حصہ سے جو سخت ہے، اور پیشانی سے سجدہ کرے اور صرف ناک پر اقتصار کرنا جائز نہیں مگر جب پیشانی سے معذور ہو، اور سجدے کی جگہ کا قدموں کی جگہ سے اٹھا ہوا ہونا جو نصف ذراع سے زیادہ ہو اور اگر نصف ذراع سے زیادہ ہے تو سجدہ صحیح نہیں ہوگا مگر جب بھیڑ ہو تو اس میں نماز پڑھنے والے کی پشت پر جو اپنی نماز پڑھ رہا ہے اگر کرے تو جائز ہے اور ہاتھ اور گھٹنوں کا رکھنا صحیح مذہب میں، اور پیر کی کچھ انگلیوں کا سجدہ کی حالت میں زمین پر رکھنا اور صرف ظاہر قدم کا رکھنا کافی نہ ہوگا۔

تشریح ومطالب:۔ والرکوع:۔ رکوع کے معنی جھکنے کے آتے ہیں لیکن اصطلاح شرع میں ایک خاص قسم کے جھکنے کو کہتے ہیں۔ رکوع نماز میں فرض ہے اس لئے کہ اس کا ثبوت کلام پاک سے ہے چنانچہ ارشاد باری ہے وارکعوا مع الراکعین. اسی طریقہ سے سجدہ بھی فرض ہے اس لئے کہ کلام پاک میں واسجدوا آیا ہے۔ سجدہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمین پر پیشانی کو رکھ دیا جائے اور دونوں ہاتھوں اور ایک گھٹنہ اور پیروں میں سے چند انگلیوں کو زمین پر رکھ دیا جائے اور سجدہ میں تمام وکمال یہ ہے کہ جملہ امور واجبہ کا بھی خیال رکھا جائے بایں طور کہ دونوں ہتھیلی اور دونوں گھٹنہ اور دونوں پیر کی انگلیاں اور پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھ دیا جائے (مراقی الفلاح) اور سنت مؤکدہ یہ ہے کہ پیشانی اور ناک کا بانسہ دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف موڑ کر زمین پر رکھے اگر ان میں سے کوئی چیز بھی بلا عذر کے ترک ہوئی تو نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ماخوذ از ایضاح الاصباح

تستقرعلیہ جبهته:۔ یعنی سجدے میں پیشانی اور ناک کا بانسہ زمین پر رکھنا واجب ہے اگر ناک کا بانسہ زمین پر نہ رکھا گیا تو نماز صحیح نہ ہوگی اور مکروہ تحریمی ہوگی اور اگر پیشانی زمین پر نہ رکھی گئی تو صرف ناک کے بانسے سے سجدہ

نہ ہو گا نماز فاسد ہو گی البتہ اگر پیشانی میں زخم وغیرہ ہے تو صرف ناک کے بانسے پر سجدہ کر لینا کافی ہو گا۔

وعدم ارتفاع :۔ یعنی سجدہ اگر ایسی جگہ کر رہا ہے جو قدموں سے نصف ذراع سے زیادہ اونچا ہو تو نماز صحیح نہ ہو گی بلکہ نصف ذراع سے نیچے ہونا چاہئے۔

الالزحمة :۔ یعنی اگر بھیڑ ہے اور اسے کہیں سجدہ کرنے کی جگہ نہیں ہے تو نمازی کی پیٹھ پر سجدہ کر سکتا ہے لیکن اسکے لئے شرط یہ ہے کہ جسکی پیٹھ پر سجدہ کر رہا ہے اس کی بھی وہی نماز ہو جو نماز یہ پڑھ رہا ہے اگر اُسکی نماز اِسکی نماز کے علاوہ ہے تو یہ سجدہ صحیح نہ ہو گا مثلاً ایک شخص ظہر کی نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا عصر کی تو اس صورت میں اس کا سجدہ کرنا صحیح نہ ہو گا۔(مراقی الفلاح)

ووضع الیدین :۔ اس لئے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امرتُ ان اسجد علی سبعة اعظم علی الجبهة والیدین والرکبتین واطراف القدمین. (بخاری ومسلم)

وَتَقْدِيمُ الرُّكُوْعِ عَلَى السُّجُوْدِ وَالرَّفْعُ مِنَ السُّجُوْدِ اِلٰى قُرْبِ الْقُعُوْدِ عَلَى الْاَصَحِّ وَالْعَوْدُ اِلَى السُّجُوْدِ وَالْقُعُوْدِ الْاَخِيْرِ قَدْرَ التَّشَهُّدِ وَتَاخِيْرُهُ عَنِ الْاَرْكَانِ وَاَدَاؤُهَا مُسْتَيْقِظاً وَمَعْرِفَةُ كَيْفِيَّةِ الصَّلٰوةِ وَمَا فِيْهَا مِنَ الْخِصَالِ الْمَفْرُوْضَةِ عَلٰى وَجْهٍ يُمَيِّزُهَا مِنَ الْخِصَالِ الْمَسْنُوْنَةِ اَوِ اعْتِقَادُ اَنَّهَا فَرْضٌ حَتّٰى لَا يَتَنَفَّلَ بِمَفْرُوْضٍ وَالْاَرْكَانُ مِنَ الْمَذْكُوْرَاتِ اَرْبَعَةُ الْقِيَامُ وَالْقِرَاءَةُ وَالرُّكُوْعُ وَالسُّجُوْدُ وَقِيْلَ الْقُعُوْدُ الْاَخِيْرُ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ وَبَاقِيْهَا شَرَائِطُ بَعْضُهَا شَرْطٌ لِصِحَّةِ الشُّرُوْعِ فِي الصَّلٰوةِ وَهُوَ مَا كَانَ خَارِجَهَا وَغَيْرُهُ شَرْطٌ لِدَوَامِ صِحَّتِهَا.

ترجمہ:۔ اور رکوع کو سجدہ پر مقدم کرنا اور سجدے سے قعود کے قریب اٹھنا صحیح مذہب کے بموجب اور سجدے سے لوٹنا اور تشہد کے مقدار قعدۂ اخیرہ کرنا اور ارکان کا مؤخر کرنا اور ارکان کا ادا کرنا بیداری کی حالت میں اور نماز کی کیفیت اور فرض کا جاننا بایں طور کہ وہ سنتوں کی تمیز کر سکے یا اس بات کا اعتقاد کرے کہ وہ فرض ہے تاکہ فرض چیزوں کو نفل کی نیت سے ادا نہ کرلے اور وہ تمام فرض جو ذکر کئے گئے ہیں ان میں چار رکن ہیں (۱) قیام کرنا (۲) قرأت کرنی (۳) رکوع (۴) اور سجدہ کرنا اور بعض لوگوں نے کہا کہ قعدۂ اخیرہ تشہد کی مقدار اور باقی شرائط ہیں، بعض ان میں سے نماز کے شروع کے صحیح کرنے کیلئے شرط ہیں اور وہ وہ ہیں جو اسکے باہر ہیں اور اسکے علاوہ نماز کی درستگی کو باقی رکھنے کیلئے شرط ہیں۔

تشریح ومطالب :۔

تقدیم الرکوع علی السجود :۔ رکوع کے صحیح ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ سجدہ سے قبل ہو۔

علی الاصح :۔ یعنی اٹھنا ضروری ہے کہ اس کو بیٹھا ہوا کہا جا سکے یا بیٹھے کے قریب کہا جا سکے اس قدر تو اٹھنا فرض ہے اگر اتنا نہیں اٹھا تو نماز نہ ہو گی باقی واجب یہ ہے کہ وہ سجدہ سے سر اٹھا کر اطمینان کے ساتھ سیدھا بیٹھے، پھر دوسرے سجدہ میں جائے اگر ایسا نہیں کیا تو نماز مکروہ تحریمی ہو گی۔(مراقی)

والقعود :۔ یعنی قعدہ اخیرہ بھی فرض ہے اس پر تو تمام علماء کا اجماع ہے لیکن قعدہ کس مقدار ہے اس میں ائمہ کا اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک تشہد کے مقدار ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے حین علمه التشهد اذا قلت

هٰذا او فعلت هٰذا فقد قضيت صلوٰتك ان شئت ان تقم فقم وان شئت ان تعقد فاقعد. اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں قعوداسی مقدار فرض ہے لیکن بعض علمائے احناف فرماتے ہیں کہ وہ ہے کہ جس کلمہ تک کلمۂ تشہد ہے۔(مراقی)

تاخیرہ:۔ یعنی قعدہ اخیرہ کو تمام ارکان میں مؤخر کیا جائے گا۔

مستیقظا:۔ چنانچہ اگر رکوع یا سجدہ یا اور کوئی رکن سوتے ہوئے ادا کیا تو اس صورت میں نماز نہ ہو گے ہاں اگر رکوع یا سجدے میں یا اسی طرح سے قیام میں غنودگی آگئی تو اس سے نماز میں فساد نہ آئے گا۔(مراقی الفلاح)

حتی لایتنفل الخ:۔ مسئلہ یہ ہے کہ فرض میں اگر نفل کی نیت کرلے مثلاً ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا اب اس نے نیت کرلی کہ میں نفل پڑھ رہا ہوں تو اب یہ ظہر کی نماز نفل ہو جائے گی۔

فصلٌ. تَجُوْزُ الصَّلٰوةُ عَلٰى لِبْدٍ وَجْهُهُ الاَعْلٰى طَاهِرٌ وَالاَسْفَلُ نَجِسٌ وَعَلٰى ثَوْبٍ طَاهِرٍ وَبِطَانَتُهُ نَجِسَةٌ اِذَا كَانَ غَيْرَ مُضَرَّبٍ وَعَلٰى طَرَفٍ طَاهِرٍ وَاِنْ تَحَرَّكَ الطَّرَفُ النَّجِسُ بِحَرَكَتِهٖ عَلَى الصَّحِيْحِ وَلَوْ تَنَجَّسَ اَحَدُ طَرَفَيْ عِمَامَتِهٖ فَاَلْقَاهُ وَاَبْقَى الطَّاهِرُ عَلٰى رَاْسِهٖ وَلَمْ يَتَحَرَّكِ النَّجِسُ بِحَرَكَتِهٖ جَازَتْ صَلٰوتُهُ وَاِنْ تَحَرَّكَ لاَتَجُوْزُ وَفَاقِدُ مَايُزِيْلُ بِهِ النَّجَاسَةَ يُصَلِّيْ مَعَهَا وَلاَاِعَادَةَ عَلَيْهِ وَلاَعَلٰى فَاقِدِ مَا يَسْتُرُ عَوْرَتَهُ وَلَوْ حَرِيْراً اَوْ حَشِيْشاً اَوْ طِيْناً فَاِنْ وَجَدَهُ وَلَوْ بِالاِبَاحَةِ وَرُبْعُهُ طَاهِرٌ لاَتَصِحُّ صَلٰوتُهُ عَارِياً وَخُيِّرَ اِنْ طَهُرَ اَقَلُّ مِنْ رُبْعِهٖ وَصَلٰوتُهُ فِيْ ثَوْبٍ نَجِسِ الْكُلِّ اَحَبُّ مِنْ صَلٰوتِهٖ عُرْيَاناً.

ترجمہ:۔ نماز ایسے لبد پر جائز ہے کہ جسکے اوپر کا حصہ پاک ہو اور نیچے کا حصہ ناپاک ہو اور ایسے کپڑے پر کہ اس کا استر ناپاک ہو جب کہ وہ سلا ہوا نہ ہو تو اسکے پاک کنارے پر اگرچہ اسکا ناپاک حصہ اسکے ہلنے سے ہلنے لگے صحیح مذہب پر، اور اگر نجس ہو جائے عمامے کا ایک کنارہ اور اس کو زمین پر ڈال دیا اور پاک حصہ کو سر پر رکھا اور نجس حصہ اس کی حرکت سے حرکت نہیں کرتا تو نماز اس میں جائز ہے اور اگر وہ نجس کنارہ حرکت کرے تو جائز نہیں اور ایسی چیز کا نہ پانے والا کہ جس سے نجاست کو دور کرے تو اسی حالت میں نماز پڑھ لے گا اور پھر بعد میں اس کا اعادہ نہیں کرے گا اسی طرح وہ بھی اعادہ نہیں کرے گا کہ جسکے پاس اس قدر کپڑا نہ ہو کہ جس سے ستر کر سکے اگرچہ ریشم یا گھاس یا مٹی ہی کیوں نہ ہو تو ان چیزوں کو پالے تو ستر کرے گا اگرچہ اس کیلئے مباح ہی کیا گیا ہو، اور جسکے پاس چوتھائی کپڑا پاک ہو اسکی نماز برہنہ جائز نہ ہو گی اور اسکو اختیار ہو گا اگر اس سے کم پاک ہو اور نجس کپڑے میں نماز پڑھنی برہنہ پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔

تشریح و مطالب:۔ تجوز:۔ یعنی نماز ہر ایسے کپڑے پر جو دبیز ہو موٹی ہو کہ اگر اسکے دو حصے کئے جائیں تو بآسانی ہو جائیں جائز ہے اب اگر اسکے نیچے نجاست ہے تو اسکے اوپر نماز پڑھی جا سکتی ہے، لیکن حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ تو گویا دو چیزیں ہیں۔(مراقی الفلاح)

لبد:۔ اُون کے فرش کو کہا جاتا ہے اور ہر ایسی چیز کا یہی حکم ہے جس کے بیچ سے چیر کر دو حصے کئے جا سکتے ہوں خواہ وہ موٹے ٹاٹ کی قسم کا فرش ہو یا لکڑی کا تختہ وغیرہ۔ طحطاوی

وعلی ثوب:۔ یہی حکم ہر اس کپڑے کا بھی ہے کہ اس کا استر ہو اور سلا ہوا نہ ہو، یعنی یہ دو کپڑوں کی طرح ہے۔

غیر مضروب :۔ یہ قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر وہ سلا ہوا ہوگا تو اس صورت میں نماز جائز نہ ہوگی اس لئے کہ سلنے کی صورت میں گویا کہ ایک ہی کپڑا ہو گیا۔

وعلی طرف طاھر :۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑا ہے اور اس کا ایک کنارہ پاک ہے اور دوسرا ناپاک تو اس صورت میں پاک کنارے پر نماز جائز ہوگی اگرچہ وہ کنارہ جو ناپاک ہے اس کنارے کی حرکت سے وہ حرکت کرے اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

علی الصحیح :۔ صاحب بحرؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی بسترے پر نماز ادا کی اور اسکے ایک کنارے نجاست تھی تو اصح یہی ہے کہ نماز درست ہو جائے گی خواہ وہ بستر چھوٹا ہو یا بڑا، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے کہ اب یہ بستر بمنزلہ زمین کے ہو گیا اور اب یہ نجاست پر نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ اگر اس نے ایسے بسترے پر نماز پڑھی جو باریک تھا لیکن وہ اس ہیئت پر تھا کہ اس سے ستر کیا جا سکتا ہے تو اس صورت میں نماز جائز ہے لیکن اس نجاست کا اثر اس کپڑے میں نہ آئے بلکہ کپڑا اپنی حالت پر رہے۔ (ماخوذ از حاشیہ مولانا اعزاز علیؒ)

ولو تنجس :۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی عمامہ باندھے ہوئے تھا اور اس کے ایک کنارے نجاست لگ گئی اب اس کی نماز اس عمامہ میں جائز نہ ہوگی لیکن اگر اس کا عمامہ اس قدر لمبا ہے کہ اگر اس کنارے کو جہاں پر نجاست لگی ہے زمین پر ڈال دے اور باقی حصہ کو سر پر باندھ لے اور اس کی حرکت سے یعنی رکوع اور سجدے میں جانے سے وہ نجس کنارہ نہ ہلے تو اب اس صورت میں اسی عمامہ کو سر پر رکھ کر نماز جائز ہو جائے گی لیکن اگر اس کی حرکت سے وہ نجس کنارہ ہلنے لگے تو اس صورت میں اس کی نماز جائز نہ ہوگی اس لئے کہ اس صورت میں گویا کہ وہ نجس کا حامل ہے اور حامل نجاست کی نماز درست نہیں ہوتی۔ (ماخوذ از مراقی الفلاح لکن بزیادۃ)

فاقد مایزیل به :۔ کسی کے بدن پر نجاست لگی ہوئی ہے اب اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اس کو پانی مل رہا ہوگا کہ اس سے وہ نجاست کو دور کر سکے یا پانی نہیں مل رہا ہوگا، اب اگر پہلی صورت ہے تو اس وقت اس کی نماز درست نہیں ہوگی بلکہ اسکے اوپر ضروری ہے کہ وہ اس نجاست کو دھوئے اس لئے کہ وہ اسکے زائل کرنے پر قادر ہے لیکن اگر یہ صورت نہیں ہے بلکہ اس کو کوئی ایسی چیز نہیں مل رہی ہے کہ جس سے نجاست کو دور کرے تو اب یہ اسی حالت میں نماز کو ادا کرے گا اور جب اسے پانی مل جائے گا تو اب اس کے اوپر اس نماز کا اعادہ نہیں ہوگا اس لئے کہ ان اللہ لایکلف نفسا الا وسعھا۔

ولا علی فاقد :۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا آدمی ہے کہ اسکے پاس اس مقدار میں بھی کپڑا نہیں ہے کہ جسے پہننے کے بعد اسکی نماز درست ہو جائے تو وہ بھی اسی حالت میں نماز ادا کر لے گا اور کپڑے کے ملنے کے بعد اس پر اعادہ نہیں ہوگا۔

ولو حریراً :۔ یہ ذکر کرنے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ ریشم کا استعمال حرام ہے اور اسی طرح ستر کا کھولنا بھی حرام ہے لیکن ریشم سے زیادہ حرمت ستر کھولنے میں ہے اس لئے اگر ریشم مل گیا اور اس نے اس سے ستر کو نہیں ڈھکا اور نماز کو ادا کر لیا تو اس کی نماز نہ ہوگی اسی طرح اگر گھاس ہو یا مٹی ہو کہ اس سے چھپا سکتا ہے تو بھی اس کو ضروری ہے کہ ان کو استعمال کرے۔

(ف) اگر یہ مذکورہ بالا چیزیں نہ ہوں اور پانی ہو تو اس میں داخل ہو کر اشارہ سے نماز ادا کرے اس صورت میں بھی نماز ستر کی حالت میں ادا ہو جائے گی، لیکن سردی کا موسم ہے اور اسے پانی میں خطرہ ہے تو اس میں داخل نہ ہو۔

ولو بالاباحۃ :۔ اباحت اور ملک میں فرق یہ ہے کہ اباحت کی صورت میں صرف اسکو خود استعمال کر سکتا ہے دوسرے کو نہیں دے سکتا جیسے مہمان کیلئے میزبان کا کھانا کہ مہمان خود تو کھا سکتا ہے لیکن دوسرے کو نہیں دے سکتا، لیکن ملک میں یہ بات ہے کہ خود بھی استعمال کر سکتا ہے اور دوسرے کو اس کا مالک بھی بنا سکتا ہے یعنی ملک میں تصرف کا حق رکھتا ہے جیسے زکوٰۃ کا مال کہ فقیر اس کو بیچ بھی سکتا ہے اور اپنی ملک میں بھی رکھ سکتا ہے، اب دیکھئے کہ یہاں پر اباحت لا کر کس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے مطلب یہ ہے کہ اگرچہ کپڑے پر اسکو مالک نہ بنایا گیا ہو بلکہ اسکو کچھ دیر کیلئے دیدیا گیا ہو تو یہ اب اسکو پہن کر نماز ادا کرے گا نیز اگر مالک نے اجازت نہیں دی ہے تو اب اگر یہ استعمال کرتا ہے تو گنہگار ہوگا۔ واللہ اعلم

وخیّر الخ :۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ مصلی کو کپڑا ملا اور اس کا چوتھائی حصہ پاک ہے اور اس نے برہنہ ہو کر نماز ادا کی تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی لیکن اگر اس کپڑے کا چوتھائی بھی پاک نہیں ہے بلکہ چوتھائی سے بھی زیادہ ناپاک ہے تو اب اس صورت میں اس کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اسی کپڑے میں نماز کو ادا کرے اور اگر چاہے تو کشف ستر کے ساتھ برہنہ ہو کر نماز ادا کرے لیکن زیادہ بہتر یہی ہے کہ وہ اس ناپاک کپڑے میں نماز ادا کرے۔

وَلَوْ وَجَدَ مَا يَسْتُرُ بَعْضَ الْعَوْرَةِ وَجَبَ اِسْتِعْمَالُهُ وَيَسْتُرُ الْقُبُلَ وَالدُّبُرَ فَاِنْ لَمْ يَسْتُرْ اِلاَّ اَحَدَهُمَا قِيْلَ يَسْتُرُ الدُّبُرَ وَقِيْلَ يَسْتُرُ الْقُبُلَ وَنَدَبَ صَلٰوةُ الْعَارِیْ جَالِساً بِالْاِيْمَاءِ مَادّاً رِجْلَيْهِ نَحْوَالْقِبْلَةِ فَاِنْ صَلّٰى قَائِماً بِالْاِيْمَاءِ اَوْ بِالرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ صَحَّ وَعَوْرَةُ الرَّجُلِ مَابَيْنَ السُّرَّةِ وَمُنْتَهَى الرُّكْبَةِ وَتَزِيْدُ عَلَيْهِ الْاَمَةُ الْبَطْنَ وَالظَّهْرَ وَجَمِيْعُ بَدَنِ الْحُرَّةِ عَوْرَةٌ اِلاَّ وَجْهَهَا وَكَفَّيْهَا وَقَدَمَيْهَا.

ترجمہ :۔ اور اگر اس مقدار میں کوئی چیز مل گئی کہ اس سے بعض اعضاء کو چھپا سکتا ہے تو اس کا استعمال کرنا واجب ہے اور قبل اور دبر کو چھپائے گا، تو اگر اس سے صرف ایک ہی کو چھپا سکتا ہے تو اس صورت میں کہا گیا ہے کہ قبل کو چھپائے گا اور کہا گیا ہے کہ دُبُر کو چھپائے گا اور مستحب ہے برہنہ کیلئے بیٹھ کر نماز پڑھنا اشارہ سے ہو، اپنے پیروں کو قبلہ کی طرف پھیلائے ہوئے ہو، لیکن اگر کھڑے ہو کر اشارہ سے یا رکوع اور سجدے کے ذریعہ نماز پڑھ لی تو صحیح ہو جائے گی اور مرد کا ستر ناف سے لیکر گھٹنوں کے نیچے تک ہے، اور باندی اس پر پیٹ اور پیٹھ کی زیادتی کرے اور آزاد عورت کا تمام بدن ستر ہے مگر اس کا چہرہ اور اسکے دونوں ہاتھ اور اسکے دونوں پیر۔

تشریح و مطالب :۔

ولو وجد مایستر بعض العورۃ :۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اسکے پاس کپڑا تو ہے مگر اس مقدار میں نہیں ہے کہ اس سے وہ پورے طور پر ستر کو چھپا سکے لیکن اس کے پاس اس مقدار میں ہے کہ اس سے بعض اعضاء کو چھپا سکتا ہے تو اب اس سے بعض اعضاء کو ڈھک لے گا لیکن اگر اسکے پاس صرف اس مقدار میں ہے کہ اس سے صرف قبل یا دُبُر کو ڈھک سکتا ہے تو اس میں بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس سے قبل کو ڈھک لے گا اس لئے کہ یہ قبلہ کی جانب ہوتا ہے، اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ دبر کو چھپائے گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جس مقدار میں بھی ہو اس سے چھپانا ضروری ہے قُبل اور دُبر کو لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر چہ اس مقدار میں بھی کم ہو کہ ایک ہی چھپا سکتا ہے۔ واللہ اعلم

وندب صلوٰۃ العاری جالسا :۔ صلوٰۃ کو مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ نماز رات میں پڑھی جارہی ہو، یا دن میں اسی طرح سے جنگل میں پڑھی جارہی ہو یا گھر میں سب جگہ یہی بات ہوگی لیکن بعض مشائخ نے ارشاد فرمایا کہ رات کے وقت کھڑا ہو کر نماز پڑھے اسلئے کہ رات کی تاریکی ستر کر لیتی ہے، لیکن صاحب ذخیرہ نے اس کی تردید کی ہے کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ ہر جگہ اور وقت کیلئے ہے، اسی طرح سے اشارہ کے ساتھ نماز ادا کرے رکوع یا سجدے نہ کرے۔ صاحب نور الایضاح نے بیٹھنے کی ہیئت یہ بیان کی ہے کہ اپنے پیروں کو قبلہ کی طرف پھیلا دے لیکن صاحب **منیۃ المصلی** نے کہا ہے کہ بیٹھنے کی ہیئت یہ ہوگی کہ جس طرح وہ نماز میں بیٹھتا ہے اسی طرح اس وقت بیٹھے گا اس بیٹھنے اور نماز کی حالت میں بیٹھنے میں کوئی فرق نہیں ہوگا، اور صاحب ذخیرہ نے یہ لکھا ہے کہ قبلہ کی طرف پیر پھیلا کر اپنی شرمگاہ پر ہاتھ کو رکھے گا لیکن صاحب منیۃ المصلی نے جو طریقہ بتلایا ہے وہی زیادہ بہتر ہے، اس لئے کہ اس صورت میں قبلہ کی طرف پیر بھی نہیں ہوگا اور اسی طرح اس ہیئت پر جب بیٹھے گا تو زیادہ ستر بھی ہوگی نہ کسی جگہ ہاتھ رکھنا ہوگا اور نہ کوئی اور بات ہوگی۔ **ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب لکن بزیادۃ**

فان صلی قائما الخ :۔ یعنی اگر وہ برہنہ ہے اس کے باوجود کھڑے ہر کر نماز کو ادا کیا اور رکوع اور سجدہ کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

وعورۃ الرجل :۔ مختصر یہ کہ مرد کا ستر ناف سے لیکر گھٹنوں کے نیچے تک ہے اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **عورۃ الرجل مابین سرتہ الی رکبتہ وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام الرکبۃ من العورۃ**۔ نیز الرجل مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ خواہ وہ مرد آزاد ہو یا غلام لیکن اگر وہ بچہ ہے اور وہ حد بلوغ کے قریب ہے تو وہ مثل بالغ کے ہے اور اگر وہ ابھی بچہ ہی ہے اور وہ ابھی قریب بلوغ کو نہیں پہونچا تو اس حصہ کو دیکھ لینے یا چھو لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

الامۃ :۔ امۃ لغت میں ہر اس عورت کو کہا جاتا ہے جو آزاد کے ماسواء ہو اور مصنفؒ نے یہاں پر مطلق ذکر کر کے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس میں مکاتبہ اور ام ولد سب داخل ہیں اور اسی طرح وہ باندی کہ جس کا بعض حصہ آزاد ہو اور بعض نہ ہو، صاحبینؒ تو اسے آزاد مانتے ہیں لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک وہ باندی میں شامل ہے، لہٰذا امام اعظمؒ کے نزدیک وہ بھی اسی حکم میں ہوگی۔

الحرۃ :۔ آزاد عورت کا ستر چہرے، ہتھیلیوں اور دونوں پاؤں کے سوا تمام بدن ہے اس کیلئے تمام اعضاء کا ان اعضاء کے علاوہ چھپانا فرض ہے، نیز عورت کے سر کا بال اور کلائیاں بھی ستر ہیں اگر نماز میں یہ چیزیں کھل جائیں گی تو نماز نہ ہوگی، کف کا ظاہر عورت میں داخل ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے صاحب معراج الدرایہ فرماتے ہیں کہ کف کے ظاہر اور باطن میں فرق کرنا درست نہیں اس لئے کہ کف لغت کے اعتبار سے دونوں کو شامل

ہے لیکن علامہ شامی نے اس کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ عرفاً اور استعمالاً کف میں ظاہر شامل نہیں ہے اور یہ بھی ہے کہ احکام کے معاملے میں تفریع عرف پر مبنی ہوا کرتی ہے اس لئے کف میں ظاہر کو شامل نہیں کیا جائے گا اور صاحب در مختار کی بھی یہی رائے ہے۔ (شامی مع تغیر) قدم کے بارے میں علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ مقدمہ زاد الفقیر میں ہے کہ اگر قدم کا ربع حصہ کھل جائے تو یہ نماز کیلئے مانع ہے لیکن اگر پیر کا ظاہر کھل جائے تو اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی، لیکن علامہ ترتاشیؒ نے اپنی کتاب رعایۃ الحقیر میں فرمایا ہے کہ پیر کے باطنی حصہ میں دو قول ہیں کہ عورت ہیں مگر ظاہر قدم عورت میں داخل نہیں (شامی) اور صاحب فتح القدیر نے بھی اسی کے قریب بیان کیا ہے، صاحب در مختار نے ارشاد فرمایا کہ قول معتد یہی ہے کہ قدمین عورت میں داخل نہیں لیکن اسکے بارے میں دو اقوال اور ہیں ایک یہ مطلقاً عورت میں داخل ہیں اور دوسرا یہ کہ نماز سے خارج میں تو داخل عورت ہیں مگر نماز میں نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کشف ربع عضو الخ: ۔ اب یہاں سے ان ہی مسائل کی جسے پہلے بیان کر چکے ہیں تفصیل کر رہے ہیں اور اس کے اندر تمام لوگ خواہ وہ مرد ہوں یا عورت، آزاد ہوں یا غلام سبھی داخل ہیں، اصل مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے وضو کیا اور نماز شروع کر دی اب وہ اعضاء کہ جن کا چھپانا ضروری تھا ان میں سے کوئی کھل گیا لیکن کھلنے کی صورت دو ہے ایک یہ کہ پورا کھل گیا اور ایک یہ کہ بعض اعضاء کھل گئے ہیں اب اگر پورا عضو کھل گیا ہے تو اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر بعض عضو ہی کھلا ہے تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اس کی مقدار کیا ہے اگر اس کی مقدار ربع ہے اور ایک رکن کے ادا کئے جانے کے وقت تک کھلا رہا تو اس وقت اس کی نماز فاسد ہو جائے گی ایک رکن کی مقدار تین مرتبہ سبحان ربی الاعلی یا تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہا جا سکے (مراقی الفلاح وطحطاوی) لیکن اس کی قید اس وقت جبکہ خود کھل گیا ہو لیکن اگر اس نے کھولا ہے تو اس وقت اس کی نماز فوراً فاسد ہو جائے گی کسی مقدار کی قید نہ ہوگی، اب یہ جان لینا چاہئے کہ کون کون عضو مستقل ہیں؟ گھٹنا اور ران مل کر ایک عضو شمار کئے جاتے ہیں لیکن یہ تعریف اصح قول کے مطابق ہے اسی طرح عورت کی پنڈلی اور ٹخنہ مل کر ایک عضو ہوگا، عورت کا کان ایک مستقل عضو شمار کیا جاتا ہے مرد کا ذکر مستقل ایک عضو ہے۔

وَكَشْفُ رُبْعِ عُضْوٍ مِنْ اَعْضَاءِ الْعَوْرَةِ يَمْنَعُ صِحَّةَ الصَّلٰوةِ وَلَوْ تَفَرَّقَ الْاِنْكِشَافُ عَلٰى اَعْضَاءِ مِنَ الْعَوْرَةِ وَكَانَ جُمْلَةُ مَاتَفَرَّقَ يَبْلُغُ رُبْعَ اَصْغَرِ الْاَعْضَاءِ الْمُنْكَشِفَةِ مَنَعَ وَاِلاَّ فَلاَ وَمَنْ عَجَزَ عَنْ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ لِمَرَضٍ اَوْ عَجَزَ عَنِ النُّزُوْلِ عَنْ دَابَّتِهٖ اَوْ خَافَ عَدُوًّا فَقِبْلَتُهٗ جِهَةُ قُدْرَتِهٖ وَاَمْنِهٖ وَمَنِ اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِ الْقِبْلَةُ وَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ مُخْبِرٌ وَلاَ مِحْرَابٌ تَحَرّٰى وَلاَاِعَادَةَ عَلَيْهِ لَوْ اَخْطَأَ وَاِنْ عَلِمَ بِخَطْئِهٖ فِيْ صَلٰوتِهٖ اِسْتَدَارَ وَبَنٰى وَاِنْ شَرَعَ بِلاَتَحَرٍّ فَعَلِمَ بَعْدَ فَرَاغِهٖ اَنَّهٗ اَصَابَ صَحَّتْ وَاِنْ عَلِمَ بِاِصَابَتِهٖ فِيْهَا فَسَدَتْ كَمَا لَوْ لَمْ يَعْلَمْ اِصَابَتَهٗ اَصْلاً وَلَوْ تَحَرّٰى قَوْمٌ جِهَاتٍ وَجَهِلُوْا حَالَ اِمَامِهِمْ تُجْزِئُهُمْ.

ترجمہ: ۔ اعضائے ستر میں سے ربع کا کھل جانا نماز کی صحت کیلئے مانع ہے اور اگر اعضائے ستر میں سے مختلف جگہوں سے کھل گیا اور یہ تمام کھلا ہوا ایک چھوٹے عضو کے چوتھائی کو پہونچ جاتا ہے تو نماز صحیح نہ ہوگی ورنہ تو کوئی حرج نہیں ہے اور جو قبلہ کی طرف رخ کرنے سے عاجز ہے مرض کی وجہ سے ہو یا سواری سے اترنے سے عاجز

ہونے کی وجہ سے ہو، یا دشمن کا خوف ہو تو اس کا قبلہ وہ ہے جس پر وہ قادر ہے اور جس طرف وہ مامون ہے اور جس پر قبلہ مشتبہ ہو گیا اور اسکے پاس کوئی خبر دینے والا بھی نہیں ہے اور نہ ہی محراب ہے تو تحری کرلے گا، اور اگر غلطی ہو گئی تو نماز کا اعادہ نہیں کرے گا اور اگر نماز میں اپنی غلطی کو جان لیا تو گھوم جائے اور بنا کرلے اور اگر بلا تحری کے نماز کو شروع کر دیا اور نماز کے ختم کرنے کے بعد اسے یہ بات معلوم ہوئی کہ قبلہ صحیح تھا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر اپنی درستی کو نماز میں جان لیا تو نماز فاسد ہو گئی جب کہ وہ اپنی درستگی کو بالکل نہ جانتا، اور اگر قوم نے متعدد جہتوں کا تحری کیا اور اپنے امام کی حالت سے ناواقف رہے تو سب کی نماز ہو جائے گی۔

تشریح و مطالب :۔

ولو تفرق :۔ جو کپڑا پھٹا ہوا ہے وہ ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ ہے تو اس صورت میں تمام کو ملا کر یہ دیکھا جائے گا کہ ایک عضو کے ربع کو یہ کشف ستر پہونچ گئی ہے یا نہیں اگر اس پھٹن سے ربع عضو کا کشف ہو جاتا ہے تو اس صورت میں نماز نہ ہو گی۔ یہاں پر مطلق ذکر کیا ہے مگر یہ اس بات کے ساتھ مقید ہے کہ ایک رکن کے ادا کے وقت تک کھلا رہا ہے اور اس کی تفصیل گذر چکی۔

ومن عجزعن استقبال القبلة :۔ اب یہاں سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ سب کچھ ٹھیک ہے ان کے پاس کپڑا بھی موجود ہے اسی طرح سے وضو بھی ہے مگر وہ قبلہ کی طرف رخ نہیں کر سکتے یا تو اس وجہ سے کہ مریض ہیں یا سواری پر ہے اور اس سے نیچے نہیں آسکتا یا آتو سکتا ہے لیکن پھر سوار نہیں ہو سکتا، یا دشمن کا خوف ہے تو ان تمام صورتوں میں اگر اس نے قبلہ کی طرف رخ نہیں کیا تب بھی ان کی نماز صحیح ہو جائے گی، لیکن مرض اس طرح ہو کہ قبلہ کی طرف رخ کرنا ممکن نہ ہو، یا ڈاکٹر وغیرہ نے ہلنے وحرکت کرنے سے منع کر دیا ہو یا اسکے پاس کوئی ایسا شخص موجود نہ ہو جو اسے قبلہ رخ کر دے۔ لیکن صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ قدرت غیر امام صاحب کے نزدیک معتبر نہیں اسکی مفصل تفصیل گذر چکی ہے۔

النزول عن دابته :۔ یعنی کمزور ہے کہ سواری سے اترنے پر قادر نہیں ہے لیکن پھر اس پر خود سے سوار نہیں ہو سکتا اور کوئی دوسرا وہاں موجود نہیں جو اس کی مدد کرے تو اب وہ سواری ہی پر نماز ادا کرلے اس کیلئے اترنا ضروری نہیں اب اگر نماز ادا کرنے کے بعد وہ قادر ہو گیا تب بھی اس پر اعادہ نہیں ہے۔

او خاف عدواً :۔ یہاں عدو کو مطلق ذکر کر کے یہ بتلانا چاہ رہے ہیں کہ دشمن عام ہے خواہ آدمی دشمن ہو یا کوئی درندہ ہر ایک کے خوف کی وجہ سے جس طرف رخ کرنا ممکن ہو اسی طرف رخ کر کے نماز ادا کرلے، قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں حتی کہ اگر یہ خوف ہو کہ اگر کھڑا ہوا یا بیٹھا تو دشمن دیکھ لے گا تو لیٹ کر اشارہ کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے قبلہ کی طرف رخ کر کے ورنہ جس طرف بھی ممکن ہو۔ (مراقی الفلاح)

ومن اشتبهت عليه القبلة :۔ ابھی تک اس صورت کو بیان کر رہے تھے کہ اسے معلوم ہو کہ قبلہ کون ہے لیکن کسی عذر کی بناء پر وہ اس پر قادر نہیں ہے لیکن اب یہاں سے ایک ایسی صورت کو بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ اسے معلوم ہی نہ ہو خواہ اس وجہ سے کہ وہاں پر کوئی علامت نہیں ہے یا رات کی تاریکی کی وجہ سے غرضیکہ جو وجہ بھی ہو کہ اس کی وجہ سے اس کو معلوم نہ ہو سکے کہ قبلہ کون ہے اور اسکے پاس کوئی موجود بھی نہ ہو کہ جس سے وہ معلوم کر سکے تو

اب اس صورت میں وہ کیا کرے ؟اس کی صورت یہ ہوگی کہ دل میں خیال کرے اور سوچے کہ یہاں پر قبلہ اس طرف ہوگا اور اسی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لے اب اگرچہ نماز پڑھ لینے کے بعد اس کو اس بات کا علم ہو جائے کہ یہ قبلہ نہیں تھا بلکہ میں نے اس معاملے میں غلطی کی ہے تو اب وہ نماز کا اعادہ نہیں کرے گا بلکہ اس کی وہ نماز صحیح ہو جائے گی، اب اگر اسکے پاس ایک ایسا آدمی موجود ہے جو خود اس سے قبلہ کے بارے میں دریافت کر رہا ہے تو اس سے پوچھنا ضروری نہیں، لیکن اگر تحری کیا اور نماز پڑھ ہی رہا تھا کہ ایک آدمی نے آکر کہا کہ قبلہ یہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے تو نماز کی حالت میں گھوم جائے گا اس لئے کہ اہل قباء کو جب تبدیل قبلہ کی خبر دی گئی تو وہ نماز کی حالت میں گھوم گئے اور نماز کو لوٹائے گا نہیں بلکہ اسی پر بنا کرلے گا مطلب یہ ہے کہ جو نماز وہ اس حالت میں پڑھ چکا تھا اس کو لوٹائے گا نہیں اس لئے کہ اس نے تحری کرلی تھی اگر اسی حالت میں تمام نماز پڑھ لیتا تب بھی صحیح ہو جاتی۔

وان علم باصابته فیها :۔ایک شخص ایسا ہے کہ اس نے تحری نہیں کی حالانکہ اس صورت میں تحری کرنا فرض تھا اب دو حال سے خالی نہیں ہوگا ایک یہ کہ نماز کے بعد اس کو اس بات کا علم ہوا کہ قبلہ یہی تھا تو اس صورت میں تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اس لئے مقصود حاصل ہو گیا، دوسری صورت یہ ہے کہ کچھ رکعتیں پڑھ چکا تھا اب اسے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس نے شک کی حالت میں کچھ پڑھ لیا ہے اور اب جو پڑھ رہا ہے یقین کی حالت میں ہے لہٰذا ضعیف کا حمل قوی پر ہو رہا ہے اور یہ صحیح نہیں، جس طرح نفل کی نیت سے فرض نہیں ادا ہو سکتی لیکن فرض پڑھ رہا تھا اور نفل کی نیت کرلی تو نفل ادا ہو جائے گی یہی بات یہاں پر ان دونوں صورتوں میں ہے۔ فتدبر

ولوتحری قوم جهات :۔اس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا اب اس کے ساتھ جو لوگ شریک ہو رہے ہیں وہ اندھیرے میں کچھ سمجھ نہیں پا رہے ہیں کہ امام کا رخ کس طرف ہے اس لئے وہ لوگ تحری کر رہے ہیں لیکن امام کا رخ کسی طرف اور مقتدی کا کسی طرف تو اس صورت میں تمام لوگوں کی نماز صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ اس میں سے تمام لوگ تحری کی وجہ سے قبلہ کی طرف مانے جائیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

فصل. فِیْ وَاجِبِ الصَّلٰوۃِ وَھُوَ ثَمَانِیَۃَ عَشَرَ شَیْئاً قِرَاءَۃُ الْفَاتِحَۃِ وَضَمُّ سُوْرَۃٍ اَوْ ثَلَاثُ آیَاتٍ فِیْ رَکْعَتَیْنِ غَیْرِ مُتَعَیِّنَتَیْنِ مِنَ الْفَرْضِ وَفِیْ جَمِیْعِ رَکْعَاتِ الْوِتْرِ وَالنَّفْلِ وَتَعْیِیْنُ الْقِرَاءَۃِ فِی الْاُوْلَیَیْنِ وَتَقْدِیْمُ الْفَاتِحَۃِ عَلٰی سُوْرَۃٍ وَضَمُّ الْاَنْفِ لِلْجَبْھَۃِ فِی السُّجُوْدِ وَالْاِتْیَانُ بِالسَّجْدَۃِ الثَّانِیَۃِ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ قَبْلَ الْاِنْتِقَالِ لِغَیْرِھَا وَالْاِطْمِئْنَانُ فِی الْاَرْکَانِ وَالْقُعُوْدُ الْاَوَّلُ وَقِرَاءَۃُ التَّشَھُّدِ فِیْهِ فِی الصَّحِیْحِ وَقِرَاءَتُهٗ فِی الْجُلُوْسِ الْاَخِیْرِ وَالْقِیَامُ اِلَی الثَّالِثَۃِ مِنْ غَیْرِ تَرَاخٍ بَعْدَ التَّشَھُّدِ وَلَفْظُ السَّلَامِ دُوْنَ عَلَیْکُمْ.

ترجمہ:۔ فصل۔ نماز کے واجبات: نماز کے واجبات اٹھارہ چیزیں ہیں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا، اور کسی سورت کا ملانا، یا تین آیتوں کا ملانا فرض کی غیر معین دو رکعتوں میں اور وتر اور نفل کی تمام رکعتوں میں، اور قرأت کا متعین کرنا، دو پہلی رکعتوں میں، اور سورۂ فاتحہ کا سورت پر مقدم کرنا، اور سجدے میں ناک کے ساتھ پیشانی کا ملانا، ہر رکعت میں سجدۂ ثانیہ کا کرنا دوسرے رکن کے ادا کرنے سے قبل، اور ارکان میں اطمینان کرنا، اور قعدۂ اولیٰ کرنا، صحیح قول کے

بموجب پہلے قعدہ میں التحیات پڑھنا، اور قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھنا اور تشہد کے بعد بلا کسی تاخیر کے رکعت ثالثہ کیلئے اٹھ جانا اور السلام کہنا نہ کہ علیکم۔

تشریح و مطالب :۔ واجب :۔ واجب وہ ہے جس کا کرنا ضروری اور مستحق ثواب ہو، نہ کرنا گناہ اور موجب عذاب ہو مگر اس کے منکر کو کافر نہ کہا جاسکے، یہ جان لینا ضروری ہے کہ جس سے احکام ثابت ہوتے ہیں جسے ہم ادلۂ شرعیہ کہتے ہیں اس کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ، جیسے نصوص متواترہ اس سے فرائض ثابت ہوتے ہیں اور کسی چیز کی حرمت ثابت ہوتی ہے

(۲) قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ، جیسے آیات مؤولہ اس سے کسی چیز کا وجوب ثابت نہیں ہوتا ہے۔

(۳) ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ، جیسے اخبار آحاد کہ جسکا مفہوم قطعی ہوتا ہے اس سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے۔

(٤) ظنی الثبوت ظنی الدلالۃ جیسے وہ اخبار آحاد کہ اس کا مفہوم ظنی ہو اس سے کسی چیز کا سنت ہونا، مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ لکن بتغییر)

ثمانیۃ عشرۃ :۔ واجبات نماز اٹھارہ ہیں اور مصنفؒ نے اسی کو ذکر کیا ہے لیکن واجبات صرف انہی اٹھارہ میں منحصر نہیں بلکہ تلاش و جستجو کے بعد اس سے زیادہ بھی ملتی ہیں لہٰذا ان ہی اٹھارہ میں ان کا انحصار کرنا صحیح نہ ہوگا۔ لیکن مصنفؒ نے اس وجہ سے ان ہی کو شمار کرلیا ہے کہ یہ اہم اہم ہیں اسکے بعد جوں جوں لوگ آگے بڑھیں گے اسی قدر ان کو اور زیادہ معلوم ہو جائیں گی اس لئے کہ یہ کتاب مصنفؒ نے مبتدی طالب علموں کے لئے لکھی ہے لہٰذا اب مصنفؒ پر کوئی اعتراض نہیں باقی رہتا۔ واللہ اعلم بالصواب

قرأۃالفاتحۃ :۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب (بخاری) اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں نیز حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت بھی فرمائی ہے اسلئے حنفیہ نے اسے واجب کہا۔

ضم سورۃ :۔ سورۃ فاتحہ کے بعد ایک سورت یا کم از کم تین آیت کا پڑھنا واجب ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بالحمد وسورۃ معھا. (ترمذی، ابن ماجہ) سورہ کوثر یا اس سے بڑی سورت کا ملانا مسنون ہے تین آیت سے مراد تین چھوٹی آیتیں ہیں جیسے ثم نظر، ثم عبس وبسر، ثم ادبر واستکبر اور اس کی مقدار میں اگر ایک آیت ہو تو بھی کافی ہے (در مختار) لیکن اگر وقت میں گنجائش نہ ہو اور وقت کے ختم ہونے کا خطرہ ہو تو ایک آیت سورۂ فاتحہ کے بعد واجب ہوگی۔

غیر متعینتین :۔ فرض کی دو رکعتوں میں لا علی التعیین پوری سورت کا پڑھنا واجب ہے اسی طرح سے وتر کی تمام رکعات اور نفل و سنت کی تمام رکعات میں ضم سورۃ کرنا واجب ہے، نیز ایک واجب یہ بھی ہے کہ فرض کی دو پہلی رکعتوں کو قرأت کیلئے متعین کیا جائے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر مواظبت چلی آتی ہے۔ واللہ اعلم

وتعیین القرأۃ الخ :۔ فرض کی دو پہلی رکعات میں قرأت کا متعین کرنا لیکن علماء احناف کا اس بارے میں

اختلاف ہے کہ قرأت کس رکعت میں کی جائے اس میں تین قول نقل کئے جاتے ہیں، اول قول یہ ہے کہ قرأت پہلی دو رکعت میں کی جائے، دوسرا قول یہ ہے کہ دو رکعتیں ہیں غیر معین البتہ واجب اول کی دو رکعتوں میں ہے، ان دونوں قولوں میں فرق یہ ہے کہ اول میں تعیین فرض ہے اور ثانی قول کے بموجب واجب ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ اول کی دو رکعتوں کا متعین کرنا اولیٰ اور افضل ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے اور قول اول اصح ہے۔ شامی

تقدیم الفاتحة :۔ سورت کے ملانے کے وقت فاتحہ کا پہلے پڑھنا یعنی واجب ہے کہ انضمام سورۃ سے قبل سورۂ فاتحہ کو پڑھی جائے اگر کسی نے سورۂ فاتحہ سے قبل دوسری سورت کو پڑھا تو اس صورت میں وہ واجب کا تارک کہلائے گا اور اسکے اوپر سجدۂ سہو واجب ہوگا یہاں تک کہ اگر ایک حرف کامل کو سورۂ فاتحہ پر مقدم کر دیا تب بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ **هکذا فی فتح القدیر**، نیز اگر کسی نے سورۂ فاتحہ کو اول رکعتوں میں دو مرتبہ پڑھا تو بھی اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا اس لئے کہ اس نے ایک رکن کو مؤخر کیا ہے۔ **هکذا فی الذخیرة**

ضم الانف للجبهة :۔ سجدے کی حالت میں ناک اور پیشانی دونوں کو رکھنا واجب ہے لہٰذا اگر کسی نے صرف ایک پر اکتفا کر لیا تو نماز درست نہ ہوگی، لیکن اگر کسی عذر کی بناء پر ایسا کیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ عذر کی وجہ سے بہت سی چیزیں معاف ہو جایا کرتی ہیں۔

الاتیان بالسجدة الثانية :۔ یعنی جس طرح اور واجبات ہیں من جملہ انہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک سجدے کے بعد دوسرا سجدہ کرے اور اس دوسرے سجدے سے قبل کوئی دوسرا کام نہ کرے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی ہے (مراقی الفلاح) لہٰذا اگر کسی نے اس سجدہ کو ترک کر دیا تو اس کو جب یاد آئے اسے کر لے اور سجدۂ سہو کر لے مثلاً قعدۂ اخیرہ کیلئے سجدۂ ثانیہ کرنے سے قبل بیٹھ گیا تو اس نے ایک واجب کا ترک کیا اب اس پر واجب ہے کہ وہ سجدہ کرے پھر سجدۂ سہو کرے، لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ اس نے سہواً ترک کیا ہو۔ یہاں پر ایک مسئلہ یاد رکھنا چاہئے اگر کوئی آخری رکعت میں سجدۂ ثانیہ بھول گیا اور التحیات شروع کر دی تو جس وقت اس کو یاد آیا اور اس نے سجدۂ ثانیہ کیا تو اب اس صورت میں التحیات کو دوبارہ پڑھے اور اسکے بعد سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرے بعد میں پھر التحیات پڑھ کر آخری سلام پھیرے اس لئے کہ جب اس نے سجدۂ ثانیہ کیا تو اب اس کا آخری قعدہ اور التحیات کالعدم ہوگئی اب اس کو دوبارہ ادا کرے۔ **طحطاوی ، مراقی الفلاح، وایضاح الاصباح**

الاطمینان فی الارکان :۔ ایک واجب یہ بھی ہے کہ نماز کے ہر رکن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر ادا کرے یہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے لیکن امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک فرض ہے۔ اطمینان کا مطلب یہ ہے کہ اس قدر ٹھہرا رہے کہ اعضاء کی حرکت ختم ہو جائے اور تمام عضو اپنی اپنی جگہ آکر ٹھہر جائیں اسکی مقدار یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ اس درمیان میں سبحان اللہ پڑھ سکتا ہو، امام مالکؒ اس کو فرض عملی مانتے ہیں رکن کا درجہ نہیں دیتے۔ واللہ اعلم

القعود الاول :۔ یعنی قعدۂ اولیٰ بھی واجب ہے اس کی دلیل وہ واقعہ ہے جس کو ابوداؤد نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کا قعدۂ اولیٰ سہواً ترک ہو گیا تو آپ نے سجدۂ سہو کیا اور نماز کا اعادہ نہیں فرمایا، اس سے یہ

بات معلوم ہو گئی کہ اگر قعدۂ اولیٰ فرض ہو تا تو نماز کا اعادہ فرماتے اور آپ کے سجدۂ سہو کی وجہ سے اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ واجب ہے، لیکن اگر ایک نماز ایسی ہو کہ اس میں صرف ایک ہی قعدہ ہو مثلاً فجر کی نماز یا اس طرح جمعہ کی نماز تو اس میں یہ قعدہ واجب نہیں بلکہ فرض ہے، لیکن اگر ایک نماز ایسی ہے کہ اس میں تین قعدہ ہو تو اس میں دو تو واجب ہیں اور ایک فرض ہے اس لئے کہ مسبوق جب چار رکعت والی نماز ادا کرتا ہے تو اکثر اسے تین قعدے کرنے پڑتے ہیں تو اس کے لئے دو واجب ہونگے اور ایک فرض۔ (بحر الرائق)

قرأة التشهد فيه :۔ یعنی تشہد کا قعدۂ اولیٰ میں پڑھنا واجب ہے لیکن بعض حضرات نے کہا ہے کہ سنت ہے مگر قول مفتی بہ یہی ہے کہ واجب ہے۔

القيام الى الثالثة :۔ یعنی تشہد کے بعد فوراً کھڑا ہو جائے کھڑے ہونے میں کچھ تاخیر نہ کرے یہاں تک کہ اگر ایک رکن کے ادا کرنے کی مقدار بھی دیر کی تو اس کو سجدۂ سہو لازم ہو جائے گا اس لئے کہ تیسری رکعت کے واسطے اٹھنا واجب تھا اور اس نے تاخیر کر دی۔ طحطاوی

ولفظ السلام :۔ یعنی ایک واجب یہ بھی ہے کہ نماز کے اخیر میں سلام کہے یہاں عدد کا ذکر نہیں کیا اس لئے کہ اس میں اختلاف ہے امام طحاوی نے فرمایا کہ سلام دو مرتبہ کہنا واجب ہے اور یہی صحیح قول بھی ہے اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ ایک مرتبہ کہنا واجب اور دوسرے مرتبہ کہنا سنت، نیز مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے کہ دائیں اور بائیں چہرے کا گھمانا واجب نہیں۔ ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ۔ وعلیکم سنت ہے واجب نہیں نیز سلام عربی لفظ میں کہنا سنت ہے اور اگر کسی اور زبان میں کہہ دیا تو صحیح ہو جائے گا۔

وَقُنُوْتُ الْوِتْرِ وَتَكْبِيْرَاتُ الْعِيْدَيْنِ وَتَعْيِيْنُ التَّكْبِيْرَاتِ لِافْتِتَاحِ كُلِّ صَلٰوةٍ لاَ الْعِيْدَيْنِ خَاصَّةً وَتَكْبِيْرَةُ الرُّكُوْعِ فِيْ ثَانِيَةِ الْعِيْدَيْنِ وَجَهْرُ الْاِمَامِ بِقِرَاءَةِ الْفَجْرِ وَاُوْلَيِ الْعِشَاءَ يْنِ وَلَوْ قَضَاءً وَالْجُمُعَةِ وَالْعِيْدَيْنِ وَالتَّرَاوِيْحِ وَالْوِتْرِ فِيْ رَمَضَانَ وَالْاِسْرَارُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَفِيْمَا بَعْدَ اُوْلَيِ الْعِشَاءَ يْنِ وَنَفْلِ النَّهَارِ وَالْمُنْفَرِدُ مُخَيَّرٌ فِيْمَا يَجْهَرُ كَمُتَنَفِّلٍ بِاللَّيْلِ وَلَوْ تَرَكَ السُّوْرَةَ فِيْ اُوْلَيِ الْعِشَاءِ قَرَاَهَا فِي الْاُخْرَيَيْنِ مَعَ الْفَاتِحَةِ جَهْرًا وَلَوْ تَرَكَ الْفَاتِحَةَ لاَيُكَرِّرُهَا فِي الْاُخْرَيَيْنِ.

ترجمہ :۔ اور واجب ہے وتر میں قنوت کا پڑھنا، اور عیدین کی تکبیرات، اور تکبیروں کا معین کرنا ہر نماز کے شروع کرنے کیلئے نہ کہ خاص طور پر عیدین کیلئے، اور رکوع کی تکبیر عید کی دوسری رکعت میں، اور امام کا جہر کرنا فجر کی نماز میں اور عشاء اور مغرب کی دو پہلی رکعتوں میں اگرچہ قضاء ہی کیوں نہ ہوں، اور جمعہ میں اور عیدین میں اور تراویح میں اور رمضان میں وتر کے اندر، اور آہستہ پڑھنا ظہر میں، عصر میں، اور عشاء کی دو اخیر کی رکعتوں میں اور دن کی نفل نمازوں میں، اور تنہا پڑھنے والے کو اختیار ہے ان نمازوں میں جن کے اندر جہر کیا جاتا ہے جیسے رات میں نفل پڑھنے والے کو اور اگر عشاء کی دو پہلی رکعتوں میں سورۃ کو چھوڑ دیا ہے تو اخیر کی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ جہر سے پڑھے اور اگر فاتحہ کو ترک کر دیا ہے تو اخیر کی دو رکعتوں میں مکرر نہیں کرے گا۔

تشریح و مطالب:۔ **وقنوت الوتر:۔** یعنی وتر میں دعائے قنوت کا پڑھنا واجب ہے، قنوت سے مراد یہاں پر وہ ہے جو وتر میں پڑھی جاتی ہے اور اللھم الخ مسنون ہے البتہ اگر اور کوئی دعا پڑھ لی جائے تو خلاف سنت ہوگی لیکن پڑھنے میں ایک بات کا خیال رہے کہ وہ دعا کلام الناس کے مشابہ نہ ہو۔ **کما ذکرہ الفقہاء**

وتکبیرات العیدین:۔ یعنی صرف عیدین ہی کیلئے نہیں بلکہ ہر نماز کے لئے واجب یہی ہے کہ **اللہ اکبر** کہہ کر تکبیر تحریمہ ادا کرے یہ نہیں کہ عیدین میں اللہ اکبر کے لفظ سے شروع کرنا واجب ہو اور عیدین کے علاوہ دوسری نمازوں میں سنت ہے جیسا کہ مشہور ہے۔ **واللہ اعلم (مراقی الفلاح)**

جھرالامام الخ:۔ یعنی جن نمازوں میں جہر سے پڑھی جاتی ہے اس میں جہر کرنی واجب ہے مثلاً فجر میں عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں، لیکن یہ امام کیلئے ہے اگر تنہا نماز پڑھ رہا ہے تو اس کو اختیار ہے جس طرح چاہے پڑھے لیکن بہتر یہی ہے کہ ان نمازوں میں وہ بھی جہر کرے تاکہ جماعت کی مشابہت ہو جائے جس طرح قضاء نمازوں کو ادا کے مشابہت کیلئے اذان اور تکبیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

ترک السورۃ الخ:۔ یعنی عشاء کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں ضم سورۃ واجب تھا لیکن اس نے بھول کر چھوڑ دیا اب اسے اخیر کی دو رکعتوں میں ادا کرلے لیکن اگر اول کی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کو ترک کردیا تو اخیر کی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کو دو مرتبہ نہیں پڑھے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فصلٌ. فِیْ سُنَنِهَا وَهِیَ اِحْدٰی وَخَمْسُوْنَ رَفْعُ الْيَدَيْنِ لِلتَّحْرِيْمَةِ حِذَاءَ الْاُذُنَيْنِ لِلرَّجُلِ وَالْاَمَةِ وَحِذَاءَ الْمَنْكِبَيْنِ لِلْحُرَّةِ وَنَشْرُ الْاَصَابِعِ وَمُقَارَنَةُ اِحْرَامِ الْمُقْتَدِیْ لِاِحْرَامِ اِمَامِهٖ وَوَضْعُ الرَّجُلِ يَدَهُ الْيُمْنٰی عَلَی الْيُسْرٰی تَحْتَ سُرَّتِهٖ وَصِفَةُ الْوَضْعِ اَنْ يَّجْعَلَ بَاطِنَ كَفِّ الْيُمْنٰی عَلٰی ظَاهِرِ كَفِّ الْيُسْرٰی مُحَلِّقًا بِالْخِنْصَرِ وَالْاِبْهَامِ عَلَی الرُّسْغِ وَوَضْعُ الْمَرْاَةِ يَدَيْهَا عَلٰی صَدْرِهَا مِنْ غَيْرِ تَحْلِيْقٍ وَالثَّنَاءُ وَالتَّعَوُّذُ لِلْقِرَاءَةِ وَالتَّسْمِيَةُ اَوَّلَ كُلِّ رَكْعَةٍ وَالتَّاْمِيْنُ وَالتَّحْمِيْدُ وَالْاِسْرَارُ بِهَا وَالْاِعْتِدَالُ عِنْدَ التَّحْرِيْمَةِ مِنْ غَيْرِ طَاطَاةِ الرَّاْسِ وَجَهْرُ الْاِمَامِ بِالتَّكْبِيْرِ وَالتَّسْمِيْعِ وَتَفْرِيْجُ الْقَدَمَيْنِ فِی الْقِيَامِ قَدْرَ اَرْبَعِ اَصَابِعَ.

ترجمہ:۔ یہ فصل ہے نماز کی سنتوں کے بیان میں۔ نماز کی سنتیں اکیاون ہیں تحریمہ کیلئے ہاتھ اٹھانا، مرد اور باندی کیلئے کان کے برابر اور آزاد عورت کے لئے مونڈھوں کے برابر اور انگلیوں کو پھیلانا، اور مقتدی کے تکبیر تحریمہ کو امام کے تحریمہ کے ساتھ ملانا، اور مرد کو اپنے دائیں ہاتھ کا بائیں حصہ پر رکھ ناف کے نیچے باندھنا، اور رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کا باطن حصہ بائیں ہاتھ کے ظاہر پر رکھے اور خنصر اور ابہام سے گٹوں کو پکڑے ہوئے ہو اور عورت بلا حلقہ بنائے ہوئے اپنے ہاتھوں کو سینہ پر رکھے، اور ثنا کا پڑھنا اور تعوذ کا پڑھنا قرأت کیلئے، اور بسم اللہ کا پڑھنا ہر رکعت کے شروع میں اور آمین کہنا اور ربنا لک الحمد پڑھنا، اور ان چیزوں کو آہستہ سے پڑھنا اور تحریمہ کے وقت بنا سر کو جھکائے ہوئے سیدھا کھڑا رہنا، اور امام کو تکبیر کا زور سے کہنا، اور سمع اللہ کو زور سے کہنا، اور پیروں کا قیام کی حالت میں چار انگلیوں کی مقدار پھیلا کے رکھنا۔

تشریح و مطالب :- فی سننها :- ابھی تک مصنفؒ نماز کے فرائض اور واجبات کو بیان کر رہے تھے اب جبکہ اس سے فارغ ہوگئے تو اب نماز کے سنن کو بیان کر رہے ہیں۔ سنت کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی نے ان کو بھول کر چھوڑ دیا تو نہ اس کی نماز فاسد اور نہ ہی سجدہ سہو، لیکن اگر قصداً ترک کر دیا تو یہ بری بات ہوگی مگر مکروہ تحریمی نہیں (در مختار) اور اگر کسی نے یہ خیال کر کے ترک کر دیا کہ یہ سنت ہے یا اس وجہ سے کہ سنت کو حق مانتا ہی نہیں تو یہ اس صورت میں کافر ہو جائے گا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو جھٹلانا گویا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق نہ ماننا ہے حالانکہ قرآن کا صاف حکم ہے ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنه فانتھوا.الآیة

رفع الیدین :- یعنی نماز کی اکیاون سنتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھایا جائے، اسکو تمام سنتوں پر اس وجہ سے مقدم کیا کہ اول نماز میں سب سے پہلا فعل یہی ہے۔ مصنفؒ نے اسکے اندر مرد اور عورت کا فرق بیان کیا ہے کہ مرد اپنے ہاتھ کو کان کی لو تک لے جائے اور وہ اس طرح ہو کہ انگوٹھا کان کی لو کے مقابل پر آجائے اور انگلیوں کے پورے کان کے بالائی حصہ کے بالمقابل ہوں اور گٹے مونڈھے کے مقابل ہو جائیں، اور آزاد عورت صرف مونڈھوں تک لے جائے اسلئے کہ اس کیلئے ذراعین ستر ہیں تو یہ ستر کے پیش نظر صرف اسی مقدار تک اٹھائے گی اور اس پر یہاں تک اٹھانا اس وجہ سے ہے کہ حضور ﷺ جب تکبیر کہا کرتے تھے تو آپ بھی ہاتھ کو اٹھایا کرتے تھے۔

ونشر الاصابع :- لانه صلی اللہ علیه وسلم کان اذا رفع یدیه رفع یدیه ناشراً اصابعه. لیکن یہاں پر نشر سے مراد انگلیوں کا کھولنا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ نہ خوب ملائے اور نہ بتکلف اسے کھولے بلکہ عام طور پر جس حالت پر انگلیاں رہتی ہیں اسی حالت پر چھوڑ دے (مراقی) اور اس طرح سے رفع یدین کرے کہ ہاتھ کے ساتھ انگلیاں بھی جانب قبلہ ہوں۔

مقارنة احرام المقتدی الخ :- لقوله علیه السلام اذا کبر فکبروا. یعنی جب امام تکبیر تحریمہ کہے اس وقت مقتدی بھی تکبیر تحریمہ کہے، لیکن اگر مقتدی نے امام کی تکبیر سے پہلے تکبیر کہہ دی تو اس کی نماز نہ ہوگی اس لئے کہ یہ امام کی اقتداء کر رہا ہے اور اقتداء کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بعد میں ہو لیکن یہاں پر وہ مقدم ہو رہا ہے۔

وضع الرجل یدہ الیمنیٰ :- یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد اب وہ ہاتھ کو بلا لٹکائے ہوئے باندھ لے اب یہاں پر کچھ اختلاف ہے جنکا جان لینا ضروری ہے، پہلا اختلاف یہ ہے کہ کیا داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے یا نہ رکھے؟ ائمہ ثلثہ کا مسلک یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کس طرح رکھے؟ حدیث مرفوع میں لفظ اخذ آیا ہے جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پکڑ لے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں لفظ الوضع آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رکھے، لیکن مشائخ نے اس کے اندر تطبیق دی ہے اور وہ اس طرح ہے کہ دائیں ہاتھ کے باطن کو بائیں ہاتھ کے ظاہر پر رکھے اور اسکو پکڑے خنصر اور ابہام سے گٹے پر، اب اس صورت میں دونوں حدیثوں پر عمل ہو گیا، اب رہ گئی تیسری بات کہ کہاں رکھے تو حنفیہ کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ناف کے نیچے رکھے۔ اب رہا چوتھا مسئلہ کہ یہ کس کیلئے سنت ہے؟ آیا قیام کیلئے یا قرأت کیلئے؟ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ سنتِ قرأت ہے اس لئے جب

قرأت شروع کرے گا اس وقت ہاتھوں کو باندھے گا اور جب تک ثنا پڑھتا رہے گا ہاتھوں کو لٹکائے ہوئے رہے گا لیکن حنفیہ کے نزدیک یہ قیام کی سنت ہے اس لئے تکبیر کے بعد باندھ لے گا۔ کفایه لکن مع الاختصار

وضع المرأة یدیها علی صدرها الخ :۔ یہ صورت جو ابھی تک بیان کر رہے تھے وہ مردوں کیلئے تھی اب عورت کیا کرے تو اسکو یہاں سے بیان کر رہے ہیں کہ عورت اپنے ہاتھوں کو سینے پر بلا حلقہ بنائے ہوئے رکھے گی اسلئے کہ اس کیلئے اسی میں زیادہ ستر ہے اور عورت کیلئے ہر معاملہ میں ستر مطلوب ہے (مراقی الفلاح) اب یہاں پر ایک بات جان لینی چاہئے کہ چند مقامات وہ ہیں جہاں عورت اور مرد کے عمل میں اختلاف ہے اور دونوں کیلئے الگ الگ مسئلہ ہے ان میں سے تو ایک یہی ہے کہ مرد حلقہ بنائے گا، اپنے ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھے گا مگر عورت نہ حلقہ بنائے گی اور نہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھے گی بلکہ وہ سینہ پر رکھے گی اور ایک دوسری جگہ وہ ہے کہ عورت تکبیر کے وقت اپنے ہاتھوں کو آستین سے نہ نکالے گی۔ تیسری جگہ عورت اپنے ہاتھوں کو صرف مونڈھوں تک اٹھائے گی۔ چوتھی جگہ حالت رکوع میں اپنی انگلیوں کو نہیں کھولے گی اور رکوع میں کم ہی جھکے گی بس اس قدر کہ اس سے رکوع ادا ہو جائے اسلئے کہ کم جھکنے کے اندر اسکے لئے ستر زیادہ ہے، اور سجدہ کی حالت میں اپنی کہنیوں کو اپنے پہلو سے اور پیٹ کو اپنے ران سے چمٹائے رکھے گی، اسی طرح ہر قعدہ میں اپنے دونوں پیروں کو داہنی جانب سے نکال کر بیٹھے گی، اسی طرح سے مرد کی امامت بھی نہیں کر سکتی ہے اور اگر وہ جماعت سے نماز ادا کریں گی تو ان کا امام درمیان میں کھڑا ہوگا (عورتوں کیلئے کرنی مکروہ ہے) اسی طرح سے اس کیلئے بہتر ہے کہ فجر میں اندھیرے کے اندر نماز پڑھ لے اسکے علاوہ بھی مسائل ہیں ان ہی میں منحصر نہیں۔ ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ

الثناء :۔قال علیه الصلوٰة والسلام اذا قمتم الیٰ الصلوٰة فارفعوا ایدیکم ولا تخالف آذانکم ثم قولوا سبحانك اللهم الخ ہر نمازی پر ثناء کا پڑھنا سنت ہے خواہ وہ تنہا پڑھ رہا ہو یا امام کی اقتداء کر رہا ہو، لیکن اگر مقتدی ہے تو اسی وقت تک پڑھ سکتا ہے جب تک کہ امام نے قرأت نہ شروع کی ہو، حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اسکے ساتھ ہی ساتھ انی وجهت وجهی الخ بھی پڑھے، لیکن صاحب در مختار نے لکھا ہے کہ صرف لا اله غیرك پر اکتفاء کر لیا جائے، لیکن اگر نفل نماز پڑھ رہا ہے تو اس کو ملا سکتا ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن جنازہ کی نماز میں جل ثناء ك کو بڑھائے گا۔ در مختار و شامی

التعوذ للقراءة :۔ یعنی ایک سنت یہ ہے کہ قرأت کیلئے اعوذ بالله پڑھی جائے لیکن امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ تعوذ ثناء کے لئے ہے اس لئے مصنفؒ نے للقراءة لاکر ان کے قول کی تردید کر دی کہ تعوذ قرأت کیلئے ہے ثناء کیلئے نہیں ہے اس لئے کہ اعوذ بالله قرآن کے تابع ہے اور اگر قرأت نہ کرنی ہو یعنی مقتدی ہو تو صرف سبحانک اللھم پڑھ کر خاموش ہو جائے۔ (مراقی الفلاح) اس لئے کہ قرآن پاک میں اذا قرات القرآن فاستعذ بالله من الشیطان الرجیم. تو اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ تعوذ قرأت قرآن کے ساتھ مخصوص ہو، اس لئے کہ تعوذ وساوس شیطان سے بچنے کیلئے پڑھی جاتی ہے۔ والله اعلم بالصواب

والتسمیة اول کل رکعة :۔ ہر رکعت کے شروع میں بسم الله پڑھنا سنت ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ اس

مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر رکعت میں پڑھنا سنت ہے یا نہیں؟ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے ایک روایت ہے کہ صرف اول میں سنت ہے ہر رکعت میں نہیں اور یہی قول مختار ہے۔

والتامین :۔ اور آمین کو مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ آمین کا کہنا مقتدی اور امام دونوں کیلئے سنت ہے اور اسی طرح سے قاری منفرد سب کو شامل ہے اسکے بارے میں کافی اختلاف ہے کس قدر زور سے کہا جائے لہٰذا تطویل کے خوف سے یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔

الاعتدال عندالتحریمۃ :۔ یعنی جسوقت تکبیر تحریمہ کہی جائے اسوقت سر کو جھکایا نہ جائے بلکہ سیدھے کھڑا رہے۔

جھر الامام بالتکبیر :۔ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص امامت کر رہا ہے اس وقت اس کو چاہئے کہ تکبیر تحریمہ اور اسی طرح سے اور تکبیریں اور سمع اللہ وغیرہ بلند آواز سے کہے تاکہ جو لوگ اس کے پیچھے نماز ادا کر رہے ہیں وہ لوگ سن لیں اور ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہو جائیں ہاں مفرد ایسا نہیں کریگا اس لئے کہ وہاں پر کسی کو سنانا مقصود نہیں ہوتا (مراقی الفلاح) اسی طرح سے دونوں قدموں کے درمیان چار انگلیوں کے برابر جگہ ہو، اس لئے کہ یہ خشوع سے زیادہ قریب ہے اور نماز میں خشوع مطلوب ہے۔

وَاَنْ تَکُوْنَ السُّوْرَۃُ الْمَضْمُوْمَۃُ لِلْفَاتِحَۃِ مِنْ طِوَالِ الْمُفَصَّلِ فِی الْفَجْرِ وَالظُّهْرِ وَمِنْ اَوْسَاطِہٖ فِی الْعَصْرِ وَالْعِشَاءِ وَمِنْ قِصَارِہٖ فِی الْمَغْرِبِ لَوْ کَانَ مُقِیْماً وَیَقْرَأُ اَیَّ سُوْرَۃٍ شَاءَ لَوْ کَانَ مُسَافِراً وَاِطَالَۃُ الْاُوْلٰی فِی الْفَجْرِ فَقَطْ وَتَکْبِیْرَۃُ الرُّکُوْعِ وَتَسْبِیْحُہٗ ثَلَاثاً وَاَخْذُ رُکْبَتَیْہِ بِیَدَیْہِ وَتَفْرِیْجُ اَصَابِعِہٖ وَالْمَرْأَۃُ لَاتُفَرِّجُھَا وَنَصْبُ سَاقَیْہِ وَبَسْطُ ظَھْرِہٖ وَتَسْوِیَۃُ رَأْسِہٖ بِعَجُزِہٖ وَالرَّفْعُ مِنَ الرُّکُوْعِ وَالْقِیَامُ بَعْدَہٗ مُطْمَئِنّاً وَوَضْعُ رُکْبَتَیْہِ ثُمَّ یَدَیْہِ ثُمَّ وَجْھِہٖ لِلسُّجُوْدِ۔

ترجمہ :۔ اور جو فاتحہ کے ساتھ سورت ملائی جاتی ہے وہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل میں سے ہو اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل میں سے ہو اور مغرب میں قصار مفصل میں سے ہو اگر وہ مقیم ہو، اور اگر مسافر ہو تو جو سورت چاہے پڑھے اور فجر کی نماز میں صرف رکعت اولیٰ کا طول دینا اور رکوع کی تکبیر اور رکوع میں تین مرتبہ تسبیح اور دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں کو پکڑنا اور انگلیوں کو کھلے رکھنا، اور عورت انگلیوں کو نہیں کھولے گی، اور دونوں پنڈلیوں کا کھڑا رکھنا اور کمر کا پھیلائے رکھنا، اور سر کا سرین کے برابر رکھنا، اور رکوع سے اٹھنا اور رکوع کے بعد اطمینان سے کھڑا ہونا اور سجدے میں اپنے گھٹنوں کا رکھنا پھر اپنے ہاتھ کا اور پھر چہرے کا رکھنا۔

تشریح و مطالب :۔ طوال المفصل :۔ یعنی جو سورت سورۂ فاتحہ کے بعد پڑھی جاتی ہے اس میں سنت ہر نماز کیلئے علیحدہ ہے چنانچہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل حجرات سے لیکر والسماء ذات البروج تک ہے اسی طرح عصر اور عشاء میں اوساط مفصل ہے اور اوساط مفصل والسماء ذات البروج سے لم یکن تک ہے، اسی طرح مغرب میں قصار مفصل ہے اور قصار مفصل لم یکن سے آخر قرآن تک ہے، فجر میں اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے سورۂ والطور کی تلاوت فرمائی چنانچہ امام بخاری نے

اسے بیان فرمایا ہے، نیز امام مسلمؒ نے اذا الشمس کورت کو نقل کیا ہے اسی طرح سے ق کا بھی پڑھنا ثابت کیا ہے۔ ظہر میں اس لئے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ظہر اور عصر کی نماز کا اندازہ لگایا تو قیام سے اس بات کا اندازہ لگایا کہ الم تنزیل السجدہ پڑھتے ہیں، اسی طرح سے عصر اور عشاء میں اوساط مفصل پڑھی جائے، چنانچہ امام ابوداؤد نے ایک روایت نقل کی ہے جس میں اس بات کو ثابت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر میں والسماء ذات البروج اور والسماء والطارق کی تلاوت فرمائی اسی طرح سے امام نسائی کی ایک روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے عشاء میں والشمس کی تلاوت فرمائی، اسی طرح ابن ماجہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب میں قل یاایها الکفرون اور قل هو الله احد تلاوت فرمائی۔ (عمدۃ الرعایہ و مراقی الفلاح)

مقیماً :۔ یہاں پر اسے مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مقیم خواہ منفرد ہو یا امام اس کو اس مقدار پڑھنی سنت ہے لیکن ایک قید اور ہونی چاہئے کہ مقتدیوں پر اس سے بار نہ ہو اگر مقتدی اسے پسند نہ کرتے ہوں تو اسوقت ان کی طاقت کے مطابق پڑھے گا ہاں اگر تنہا ہو تو کوئی بات نہیں ہے۔

ویقرأ :۔ یعنی اگر مقیم نہیں ہے بلکہ وہ مسافر ہے تو اب وہ جو چاہے پڑھے اس لئے کہ مسافر کی نماز ہلکی ہوتی ہے حالت سفر میں اسکے لئے یہ سنت باقی نہیں رہے گی لیکن اگر اس کو جلدی نہ ہو اس کو پڑھ سکتا ہو تو اس کیلئے بہتر ہے کہ اس مقدار تلاوت کرے۔

اطالة الاولیٰ :۔ اور فجر کی نماز میں رکعت اولیٰ کو ذرا طول دی جائے گی تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہو سکیں اور اسلئے کہ حضور ﷺ کے زمانے مبارک سے آج تک اس پر تواتر چلا آرہا ہے۔ (عنایہ مع تقدیم و تاخیر)

فقط :۔ یہ قید بڑھا کر امام محمدؒ کی تردید کرنی مقصود ہے امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہر نماز کی رکعت اولیٰ کو طویل کرنی سنت ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک یہ بات صرف فجر کے ساتھ خاص ہے دوسری نمازوں میں رکعت اولیٰ کو طول نہیں دیا جائے گا لیکن رکعت ثانیہ کو رکعت اولیٰ سے طول دینا بالاتفاق مکروہ ہے۔

تکبیر الرکوع :۔ لان النبی صلی الله علیه وسلم کان یکبر عند کل خفض ورفع سوی الرفع من الرکوع فانه کان یسمع فیه. (مراقی) اس لئے کہ رکوع میں جانے کے وقت تکبیر کہنی سنت ہے اسی طرح اسکے اندر تین مرتبہ تسبیح پڑھنی، بقول النبی صلی الله علیه وسلم اذا رکع احدکم فلیقل ثلاث مرات سبحان ربی العظیم وذالك ادناه. (ترمذی ابوداؤد) اسی طرح اس حالت میں اپنے ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑے رہے نیز منفرد کو چاہئے کہ تین مرتبہ سے زیادہ کہے۔

نصب ساقیه :۔ یعنی ایک سنت یہ بھی ہے کہ پنڈلی کو سیدھی کھڑی رکھے اگر کمان کی طرح ترچھی کر دیا تو نماز مکروہ ہو جائے گی اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اس پر عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔

وتسویة : کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا رکع لم یشخص رأسه ولم یصو به ولکن بین ذلك (مسلم) یعنی اپنی پیٹھ کو سکور کرنہ رکھے، اسلئے کہ حضور ﷺ جب رکوع فرماتے تھے اس وقت اگر پانی کا پیالہ رکھ دیا

جائے تو وہ آپکی پشت مبارک کی برابری کی وجہ سے حرکت بھی نہ کرتا مطلب یہ ہے کہ سرین اور سر کو برابر رکھے۔

القیام بعدہ مطمئناً: یعنی رکوع سے اٹھ کر اطمینان سے سیدھا کھڑا ہو جانا، اس اطمینان کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ یہ سنت ہے یا فرض یا واجب۔ صاحبین کے نزدیک سنت ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فرض ہے اور بعض احناف متأخرین وجوب کے قائل ہیں۔

وضع رکبتیہ الخ یعنی سجدے میں پہلے گھٹنے کا رکھنا پھر اسکے بعد ہاتھ کا رکھنا پھر چہرے کا رکھنا سنت ہے اور اس سے اٹھنے کے وقت اسکے خلاف کرے گا، کہ پہلے چہرے کو پھر اس کے بعد ہاتھ کو پھر اس کے بعد گھٹنے کو اٹھایا جائے گا لیکن اگر کوئی عذر ہو تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔

وَعَكْسُهُ لِلنُّهُوضِ وَتَكْبِيْرُ السُّجُوْدِ وَتَكْبِيْرُ الرَّفْعِ مِنْهُ وَكَوْنُ السُّجُوْدِ بَيْنَ كَفَّيْهِ وَتَسْبِيْحُهُ ثَلَاثًا وَمُجَافَاةُ الرَّجُلِ بَطْنَهُ عَنْ فَخِذَيْهِ وَمِرْفَقَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَذِرَاعَيْهِ عَنِ الْاَرْضِ وَانْخِفَاضُ الْمَرْأَةِ وَلَزْقُهَا بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَالْقَوْمَةُ وَالْجَلْسَةُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَوَضْعُ الْيَدَيْنِ عَلَى الْفَخِذَيْنِ فِيْمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ كَحَالَةِ التَّشَهُّدِ.

ترجمہ:۔ اور سجدہ سے سر اٹھتے وقت اس کا عکس ہونا، سجود کی تکبیر، سجدہ سے اٹھنے کی تکبیر، کفین کے درمیان سجدہ کرنا، سجدہ کی تین مرتبہ تسبیح، اور مرد اپنے پیٹ کو اپنی ران سے جدا کرے، اور کہنیوں کو اپنی جانبین (بازوؤں) سے، اور زمین سے ہر دو ہاتھوں کو، اور عورت کا (بوقت سجدہ) پست ہونا، اور ان کے ساتھ پیٹ کا ملا لینا، قومہ کرنا، دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ کرنا، سجدوں کے درمیان بوقت جلسہ رانوں پر دونوں ہاتھوں کو رکھنا، مثلاً حالت تشہد کے۔

تشریح و مطالب:۔

وتسبیحہ:۔ نیز کم از کم تین مرتبہ سجدہ میں تسبیح پڑھنا (سبحان ربی الاعلی) سنت ہے دلیل تسبیحات رکوع میں گذر چکی۔

ومجافاۃ الخ:۔ آدمی کو اپنا پیٹ جدا کرنا اپنی رانوں سے سنت ہے اور کہنیوں کا اپنے پہلوؤں سے اور ذراعین کا زمین سے علیحدہ رکھنا، اوپر رکھنا بھی سنت ہے لانہ علیہ السلام کان اذا سجدَ جافی حتّی لو شاء ت بھیمۃ ان تمر بین یدیہ لمرت اخرجہ مسلم. و کانَ صلی اللہ علیہ وسلم یجنح حتی یری وضح ابطیہ یعنی آپ کی بغل کی سفیدی دکھائی دیتی تھی وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام لاتبسط بسط السبع الخ مراقی۔ البتہ جب جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تو پھر اس طرح نہ پھیلاتے کہ اس سے نماز پڑھنے والے کو تکلیف ہوگی۔

وانخفاض الخ:۔ اور سجدہ میں عورت کو پست رہنا اور پیٹ کا رانوں سے چمٹا کر رکھنا سنت ہے کہ اس صورت سے پردہ ہے لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مرّ علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فقما بعض اللحم الیٰ بعض فان المرأۃ لیست فی ذالک کالرجل لانہا عورۃ مستورۃ. مراقی

والقومۃ الخ:۔ یعنی قومہ کرنا اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔ قومہ یعنی کامل طور پر کرنا سنت ہے کیونکہ سجدہ سے اٹھنا فرض ہے اس قدر کہ قرب قعود پایا جائے اور قعود کا پورا ادا کرنا سنت ہے اور جس طرح حالت

تشہد میں بیٹھا جاتا ہے اسی طرح بیٹھنا بھی سنت ہے۔
ووضع الخ اور دونوں ہاتھوں کا رانوں پر رکھنا بھی سنت ہے جس طرح التحیات میں رکھتے ہیں رکبتین کو نہیں پکڑنا چاہئے۔ مراقی
والجلسة :۔ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھے ایک مرتبہ تسبیح کے برابر لہٰذا اگر اس جلسہ اور رکوع کے بعد قومہ میں اس سے زائد دیر لگائے گا تو سجدۂ سہو لازم آئے گا۔ (شامی) اور اسمیں کوئی دعا پڑھنا صحیح نہیں البتہ جو روایت سے ثابت ہیں وہ نوافل پر محمول ہیں۔ در مختار

وَافْتِرَاشُ رِجْلِهِ الْيُسْرٰى وَنَصْبُ الْيُمْنٰى وَتَوَرُّكُ الْمَرْاَةِ وَالْاِشَارَةُ فِى الصَّحِيحِ بِالْمُسَبِّحَةِ عِنْدَ الشَّهَادَةِ يَرْفَعُهَا عِنْدَ النَّفْيِ وَيَضَعُهَا عِنْدَ الْاِثْبَاتِ وَقِرَاءَةُ الْفَاتِحَةِ فِيمَا بَعْدَ الْاُوْلَيَيْنِ وَالصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْجُلُوسِ الْاَخِيرِ وَالدُّعَاءُ بِمَا يَشْبَهُ اَلْفَاظَ الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ لَا كَلَامَ النَّاسِ وَالْاِلْتِفَاتُ يَمِيناً ثُمَّ يَسَاراً بِالتَّسْلِيمَتَيْنِ وَنِيَّةُ الْاِمَامِ الرِّجَالَ وَالْحَفَظَةَ وَصَالِحَ الْجِنِّ وَنِيَّةُ الْمُنْفَرِدِ الْمَلَائِكَةَ فَقَطْ وَخَفْضُ الثَّانِيَةِ عَنِ الْاُوْلٰى وَمُقَارَنَتُهُ لِسَلَامِ الْاِمَامِ وَالْبُدَاءَةُ بِالْيَمِينِ وَاِنْتِظَارُ الْمَسْبُوقِ فَرَاغَ الْاِمَامِ.

ترجمہ:۔ اور بائیں پیر کا بچھانا اور دائیں پیر کا کھڑا رکھنا اور عورت کو زمین پر سرین کا رکھ کر بیٹھنا اور شہادت کے وقت مسبحہ کا اٹھانا صحیح مذہب کے بموجب اس کو اٹھائے گا نفی کے وقت اور رکھ دے گا اثبات کے وقت۔ اور اوّل دو رکعتوں کے بعد سورۂ فاتحہ کا پڑھنا اور قعدۂ اخیرہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجنا، اور دعا کرنی ایسی الفاظ سے جو قرآن کے الفاظ کے مشابہ ہو اور سنت کے مشابہ ہو نہ کہ لوگوں کے کلام کے اور سلام کے ساتھ دائیں اور پھر بائیں متوجہ ہونا اور امام کے لئے نیت کرنا، لوگوں کی اور ملائکہ کی اور صالح جنوں کی دونوں سلاموں کے ساتھ، صحیح مذہب کے بموجب اور مقتدی کو امام کی جانب میں امام کی نیت کرنا، اور اگر اس کے برابر میں ہو تو دونوں سلاموں میں قوم اور ملائکہ اور صالح جن کی نیت کرلے۔ اور منفرد صرف ملائکہ کی نیت کرلے اور دوسرے سلام کا پہلے کے مقابل میں آہستہ کہنا اور مقتدی کو اپنے سلام کا امام کے سلام کے ساتھ ملانا، اور سلام کا دائیں جانب سے شروع کرنا، اور مسبوق کو امام کے فراغت کا انتظار کرنا۔

تشریح و مطالب :۔ افتراش جب دوسری رکعت کے دونوں سجدے پورے کرلے اب اسکے بعد بائیں پیر کو گرا لے اور دائیں پیر کو کھڑا رکھے اور صاحب در مختار نے لکھا ہے کہ پیر کو اس طرح رکھے کہ تمام انگلیاں قبلہ رخ ہوں اور ہاتھوں کو رانوں پر رکھے اور اسکے رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ صرف انگلی کنارے ہو بقیہ تمام ہتھیلی ران پر ہو، اسی طرح داہنا ہاتھ داہنی ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر ہو، نیز یہ اس طرح کرنا تمام نمازوں میں سنت ہے خواہ وہ نفل ہوں یا فرائض کسی کے اندر کوئی فرق نہیں ہے ہر نماز کے اندر اس طرح کرنا سنت ہے۔ (در مختار مع تغیر)
تورك المرأة :۔ عورت کے لئے بیٹھنے کی حالت میں تورک کرنا سنت ہے تورک کی صورت یہ ہے کہ عورت سرین پر بیٹھے اور ران کو زمین پر رکھے اور دائیں رانوں کے نیچے سے پیر کو نکالے اس لئے کہ اس طرح بیٹھنے میں زیادہ ستر ہے۔ (مراقی الفلاح)

الاشارۃ :۔ یعنی تشہد میں شہادت پر انگلی کا اٹھانا، قول صحیح کے مطابق سنت ہے اسلئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سبابہ کو اٹھاتے تھے، لیکن بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ انگلی کو نہیں اٹھائے گا لیکن ان حضرات کا یہ قول نہ درایت سے ثابت ہے اور نہ ہی روایت سے اس لئے ان حضرات کا قول صحیح نہیں (مراقی الفلاح) اب انگلی کب اٹھائی جائے تو امام ابو یوسفؒ اور امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ انگلی کو نفی کے وقت اٹھائے اور اثبات کے وقت رکھ دے مثلاً لا پر اٹھائے اور الاّ اللہ پر چھوڑ دے۔

فی الصحیح :۔ کہہ کر اس قول کی طرف اشارہ کیا ہے جو اسکے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ شہادتین کے وقت سبابہ کو نہیں اٹھائے گا۔

وقرأۃ الفاتحۃ :۔ اس کو یہاں پر مطلق ذکر کیا تاکہ اس میں مغرب کی رکعت ثالثہ بھی شامل ہو جائے یعنی فرض کی دو اخیر رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے نیز حضرت حسنؒ نے حضرت امام اعظمؒ سے ایک روایت میں دوسری رکعتوں میں فاتحہ کی قرأت کو واجب نقل کیا ہے اس سے ایک بات یہ ثابت ہو گئی کہ اگر اخیر کی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کو ترک کر دیا تو اب اس صورت میں اس کے اوپر سجدۂ سہو لازم نہ ہو گی اس لئے کہ اس نے سنت کو ترک کیا ہے اور سنت کے ترک پر سجدۂ سہو واجب نہیں، نیز اگر سورہ کی جگہ میں تین مرتبہ تسبیح پڑھ لی تب بھی صحیح ہے لیکن افضل یہی ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھے، صاحب بدائع نے لکھا ہے کہ اسکو اختیار ہے چاہے فاتحہ پڑھے یا تسبیح پڑھے یا اس کی مقدار خاموش رہے، لیکن فاتحہ کا نفل اور سنت کی تمام رکعتوں میں پڑھنا واجب ہے اور مطلقاً پڑھنا فرض ہے۔

الصلوٰۃ :۔ یعنی قعدۂ اخیرہ میں درود شریف پڑھنا سنت ہے امام محمدؒ سے پوچھا گیا کہ نماز میں کون سا درود پڑھا جائے تو آپ نے فرمایا اللھم صلّ علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم وبارك علی محمد وعلیٰ آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم فی العالین انك حمید مجید۔ وعلی آل ابراھیم کے بعد و فی العالین پڑھنا مسلم کی روایت سے ثابت ہے اس لئے اب اس سے منع کرنا ٹھیک نہیں۔ درود پڑھنے کی چھ قسمیں ہیں (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب (۵) مکروہ (۶) حرام۔ زندگی میں ایک بار پڑھنا فرض ہے اس لئے کہ قرآن میں آیا یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیماً۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک آئے تو بقول امام طحاوی کے واجب ہے۔ قعدہ اخیرہ میں درود شریف پڑھنا سنت ہے، تمام اوقات میں پڑھنا مستحب ہے، قاعدہ اولیٰ میں پڑھنا مکروہ ہے اور ہر ناجائز کام کے کرنے کے وقت درود کا پڑھنا حرام ہے اسی طرح جب تاجر اپنا سامان کھولنے لگے اور وہ درود شریف پڑھے تاکہ لوگ اس کو دیندار کہیں اور اسکے پاس سے سامان خریدیں تو اس وقت بھی حرام ہو گا۔ (مراقی الفلاح، طحطاوی، ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)

والدعاء :۔ درود شریف پڑھ لینے کے بعد دعاء کا پڑھنا لیکن وہ دعا قرآن کے الفاظ کے مشابہ ہو عام لوگوں کی باتوں کی طرح نہ ہو اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ان صلوٰتنا ھذہ لایصلح فیھا شئیٌ من کلام الناس یہاں پر حقیقت مشابہت مراد نہیں اس لئے کہ قرآن ایک معجزہ ہے اسکے مشابہ اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی،

یہاں پر مطلق ذکر کیا ہے مگر اس سے مراد قرأت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد دعا ہے جیسے ربنا لاتزغ قلوبنا الخ اور اسی طرح ادعیہ ماثورہ جیسا کہ صحیح مسلم میں یہ دعائے ماثورہ منقول ہے اللهم انی اعوذبك من عذاب جهنم ومن عذاب القبر ومن فتنة الحياة والممات ومن فتنة الدجال لیکن یہ دعا صرف قعدہ اخیرہ میں پڑھی جائے گی اگر اس نے قعدہ اولیٰ میں جان کر پڑھ لیا تو نماز کا اعادہ کرے گا لیکن اگر بھول کر علی محمدٍ تک پڑھ لیا تو سجدہ سہو لازم ہوگا اس لئے کہ ایک واجب میں تاخیر ہوئی ہے۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ صدیق نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھکو آپ وہ دعا سکھلا دیں جس کو میں نماز میں پڑھا کروں تو اس پر حضور نے یہ تعلیم فرمائی اللهم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً ولایغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرةً من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم (بخاری و مسلم) اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان الفاظ میں دعاء فرماتے تھے اللهم انی اسئلك من الخير كله ما علمت منه ومالم اعلم واعوذ بك من الشر كله ماعلمت منه ومالم اعلم۔

لا کلام الناس :۔ یعنی ان الفاظ کی طرح دعا نہ مانگے اللهم زوجنی فلانة، اعطنی کذا و کذا.

الالتفات :۔ یعنی جب دعا وغیرہ سے فارغ ہو جائے، اب سلام کو دونوں طرف پھیرے یعنی دائیں اور بائیں اور اس کے اندر اس قدر مبالغہ کرنا چاہئے کہ جو داہنی جانب ہے اسکا چہرہ دکھائی دے اسی طرح بائیں جانب بھی (کذا فی البدائع) اگر امام ہے تو جب وہ سلام پھیرے تو اس کے ساتھ ہی ساتھ مقتدیوں اور اسی طرح ملائکہ وغیرہ کی نیت کرے، نیز امام کو چاہئے کہ زور سے سلام کہے تاکہ جو لوگ اس کی اقتداء کر رہے ہیں وہ جان لیں کہ امام نے سلام پھیر دیا، اسی طرح پہلے سلام کے مقابل میں دوسرے سلام کو کچھ آہستہ سے کہے اسلئے کہ مقتدیوں کو بتلانا مقصود تھا اور وہ حاصل ہو گیا لیکن یہ نہیں کہ دوسرے سلام کو آہستہ سے کہے گا تو اس صورت میں لوگ شک وشبہ میں پڑ جائیں گے کہ ہو سکتا ہے کہ امام کو سجدہ سہو کی ضرورت پیش آگئی ہو اس لئے اس شک کو دور کرنے کے لئے اس قدر زور سے کہے گا کہ لوگ سن لیں، سلام کے الفاظ السلام علیکم ورحمة الله ہیں، اگر کسی نے علیکم السلام کہا تو ایسا کرنا مکروہ ہے اور یہ شخص تارک سنت کہلائے گا اور لفظ برکاتہ نہ کہا جائے اس لئے کہ علامہ نوویؒ شارح مسلم نے اس کو بدعت لکھا ہے۔

انتظار المسبوق :۔ یعنی مسبوق کے لئے یہ سنت ہے کہ جب امام دونوں طرف سلام پھیر دے اس وقت وہ نماز کے لئے کھڑا ہو اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ امام کے اوپر سجدہ سہو ہو اور مسبوق کو بھی وہ سجدہ سہو کرنی ہے اس لئے انتظار کرے گا اس لئے کہ جب ایک طرف سلام پھیرا تو اس وقت سجدہ سہو کا امکان تھا مگر جب دونوں طرف پھیر دیا اب اس وقت احتمال باقی نہ رہا۔ ہاں اگر جانتا ہے کہ امام کے اوپر سجدہ سہو نہیں ہے تو وہ کھڑا ہو سکتا ہے مگر اس کا یہ فعل مکروہ تحریمی ہوگا لیکن اگر اسکی ضرورت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، مثلاً وہ فجر کی نماز پڑھ رہا ہے اب اگر وہ انتظار کرے گا تو سورج طلوع ہو جائیگا یا جمعہ کا وقت ختم ہو رہا ہے یا اسی طرح عیدین کا وقت ختم ہو رہا ہے یا مدت مسح ختم ہو رہی ہے یا وہ معذور ہے یا اسی طرح سے اس بات کا خوف ہے کہ لوگ سامنے سے نکلنے لگیں تو اس وقت کھڑا ہونا ٹھیک ہے۔ (مراقی الفلاح، طحطاوی)

(فصلٌ) مِنْ آدَابِهَا اِخْرَاجُ الرَّجُلِ كَفَّيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ عِنْدَ التَّكْبِيْرِ وَنَظْرُ الْمُصَلِّىْ اِلىٰ مَوْضَعِ سُجُوْدِهٖ قَائِماً وَاِلىٰ ظَاهِرِ الْقَدَمِ رَاكِعاً وَاِلىٰ اَرْنَبَةِ اَنْفِهٖ سَاجِداً وَاِلىٰ حَجْرِهٖ جَالِساً وَاِلىٰ الْمَنْكِبَيْنِ مُسَلِّماً وَدَفْعُ السُّعَالِ مَااسْتَطَاعَ وَكَظْمُ فَمِهٖ عِنْدَ التَّثَاوُبِ وَالْقِيَامُ حِيْنَ قِيْلَ حَيَّ عَلىٰ الْفَلَاحِ وَشُرُوْعُ الْاِمَامِ مُذْ قِيْلَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ.

ترجمه:۔ نماز کے آداب۔ نماز کے آداب میں شامل ہے کہ مرد اپنے ہاتھوں کو تکبیر تحریمہ کے وقت آستینوں سے نکال لے نماز پڑھنے والے کا حالت قیام میں سجدے کی جگہ پر دیکھنااور رکوع کی حالت میں پیروں کی پشت کا دیکھنا، اور حالت سجدہ میں اپنی ناک کے پھونگل کی طرف دیکھنا، اور بیٹھنے کی حالت میں اپنی گود میں دیکھنااور سلام پھیرنے کی حالت میں اپنے مونڈھوں کا دیکھنا، کھانسی کا حتی المقدور روکنااور جمائی کے وقت منھ کا بند رکھنااور حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا، اور امام کا نماز شروع کر دینا جس وقت قد قامت الصلوٰۃ کہا جائے۔

تشریح و مطالب:۔ ابھی اس سے قبل سنن کو بیان کر رہے تھے اب یہاں سے آداب کو بیان کر رہے ہیں، سنن کا درجہ چونکہ آداب سے اعلیٰ وافضل ہے اسلئے اسکو مقدم کیااور اسکا درجہ اس سے کم ہے اسلئے اسکو مؤخر کیا

آدابھا:۔ اب اس کو بیان کیا جاتا ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کیا ہو اور اس پر آپ نے ہمیشگی نہ فرمائی ہو، ادب کی مشروعیت سنت کو کامل کرنے کی وجہ سے ہے، یہاں پر من تبعیضیہ ہے اور من تبعیضیہ لاکر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس فصل میں تمام آداب کو بیان نہیں کیا گیا ہے بلکہ چند کو بیان کردیا گیاہے، لہٰذا اب اگر اس کے علاوہ کہیں مل جائے تو مصنفؒ پر اعتراض نہ کیا جاوے۔ (مراقی مع تغیر)

اخراج الرجل:۔ یعنی جس وقت تکبیر تحریمہ کہی جائے اس وقت آستین سے ہاتھ کو نکال لیا جائے لیکن اگر کوئی عذر ہو کسی قسم کا خوف ہو تو نہیں نکالا جائے گا، جیسے سردی کا خوف ہے کہ اگر نکالے گا تو شل ہو جائے گایااور کوئی بات ہو تو نہ نکالنادرست ہے مگر افضل یہی ہے کہ نکال دیا جائے (درمختار) البتہ عورت کو آستین سے باہر نہیں نکالنا چاہئے اس کی مکمل تفصیل گذر چکی ہے۔

ونظر المصلی:۔ ایک مستحب یہ بھی ہے کہ نماز پڑھنے والا حالت قیام میں سجدہ کی جگہ دیکھے، قیام حقیقتاً ہو یا حکماً اگر کوئی بیٹھ کر نماز ادا کر رہا ہے تو وہ بھی سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے گااور رکوع کی حالت میں پیر کی طرف دیکھے اسی طرح سجدہ کی حالت میں اپنی ناک کے پھونگل کی طرف نظر رکھے اور حالت قعود کے اندر گود میں دیکھے خواہ قعدہ اولیٰ ہو یا ثانیہ دونوں اس میں برابر ہیں، اور سلام پھیرنے کے وقت جب وہ دائیں جانب سلام پھیرے گا تو دائیں مونڈھے کو دیکھے گااور جب بائیں جانب سلام پھیرے گا تو بائیں مونڈھے کو دیکھے گا ایک حکم کے علاوہ میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں کسی کے درمیان کوئی فرق اور امتیاز نہیں ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ اس طرح رہنے سے خشوع وخضوع ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے دل ادھر اُدھر نہیں جاتا۔ (مراقی الفلاح)

ودفع السعال :۔ ایک ادب یہ بھی ہے کہ جب کھانسی آجائے تو جہاں تک ہو سکے انکو دور کیا جائے یعنی انھیں روکا جائے لیکن اگر بلا کسی عذر کے ایسا کیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (مراقی الفلاح)

مااستطاع :۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر دفع سعال میں دھیان بٹنے یا توجہ میں کمی آنے کا خطرہ ہو تو بہتر ہے کہ اس کو دفع نہ کرے (ماخوذ از حاشیہ مولانا اعزاز علیؒ)

کظم فمه عند التثاؤب :۔ ایک ادب ان میں سے یہ بھی ہے کہ جب جمائی آنے لگے تو اپنے منھ کو بند کیا جائے اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے **قال علیه الصلوٰة والسلام التثاوب فی الصلوٰة من الشیطان فاذاتثاوب احدکم فلیکظم مااستطاع**.

القیام حین قیل حی علی الفلاح :۔ یعنی جب تکبیر کا کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو اس وقت کھڑا ہو جانا چاہئے اس لئے کہ یہ امر ہے اور اسکو قبول کرنا چاہئے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ابھی تک کھڑا نہیں ہوا ہے تو اس پر تو ضرور کھڑا ہو جانا چاہئے اس سے زیادہ تاخیر نہیں کرنی چاہئے، اسی طرح جب مکبر قد قامت الصلوٰۃ کہے اس وقت نماز شروع کر سکتا ہے لیکن امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جب اقامت ختم ہو جائے اس وقت شروع کرے اور امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کا مذہب یہی ہے جو متن میں بیان کیا گیا۔ (مراقی الفلاح)

(**فصل**) فی کَیفِیَّةِ تَرکِیبِ الصَّلٰوةِ اِذَا اَرَادَ الرَّجُلُ الدُّخُولَ فِی الصَّلٰوةِ اَخرَجَ کَفَّیهِ مِن کُمَّیهِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا حِذَاءَ اُذُنَیهِ ثُمَّ کَبَّرَ بِلاَ مَدٍّ نَاوِیاً وَیَصِحُّ الشُّرُوعُ بِکُلِّ ذِکرٍ خَالِصٍ لِلّٰهِ تَعَالٰی کَسُبحَانَ اللّٰهِ وَبِالفَارِسِیَّةِ اِن عَجَزَ عَنِ العَرَبِیَّةِ وَاِن قَدَرَ لاَیَصِحُّ شُرُوعُهُ بِالفَارِسِیَّةِ وَلاَ قِرَائَتُهُ بِهَا فِی الاَصَحِّ ثُمَّ وَضَعَ یَمِینَهُ عَلٰی یَسَارِهٖ تَحتَ سُرَّتِهٖ عَقَبَ التَّحرِیمَةِ بِلاَ مُهلَةٍ مُستَفتِحاً وَهُوَ اَن یَّقُولَ سُبحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمدِكَ وَتَبَارَكَ اسمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلاَ اِلٰهَ غَیرُكَ وَیَستَفتِحُ کُلُّ مُصَلٍّ ثُمَّ یَتَعَوَّذُ سِرّاً لِلقِرَاءَةِ فَیَاتِی بِهِ المَسبُوقُ لاَالمُقتَدِی وَیُؤَخِّرُ عَن تَکبِیرَاتِ العِیدَینِ ثُمَّ یُسَمِّی سِرّاً وَیُسَمِّی فِی کُلِّ رَکعَةٍ قَبلَ الفَاتِحَةِ فَقَط.

ترجمہ :۔ نماز پڑھنے کی ترکیب۔ جب آدمی نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اپنے ہاتھوں کو آستینوں سے باہر نکالے پھر ان کو کانوں کی لو تک اٹھائے پھر بلا مد کے تکبیر کہے، نماز کی نیت کرتے ہوئے، اور صحیح ہے ہر ایسی چیز سے نماز کا شروع کرنا جو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہو جیسے سبحان اللہ، اور اگر عربی پر قادر نہ ہو تو فارسی میں بھی ہو جاتا ہے اور اگر عربی پر قادر ہوگا تو فارسی میں شروع کرنا صحیح نہیں ہوگا اور نہ فارسی میں قراءت صحیح ہوگی پھر اپنے داہنے کو بائیں ہاتھ پر رکھے ناف کے نیچے تکبیر تحریمہ کے بعد بلا کسی فصل کے افتتاح کرتے ہوئے اس حال میں کہ وہ سبحانك اللهم الخ پڑھ رہا ہو، اور نماز پڑھنے والا سبحانک پڑھے، پھر قراءت کے لئے آہستہ سے اعوذ باللہ پڑھے اسے مسبوق پڑھے گا مقتدی نہیں پڑھے گا اور تکبیرات عیدین سے مؤخر کرے پھر آہستہ سے پڑھے اور ہر ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ سے قبل پڑھے۔

تشریح و مطالب :۔ اب یہاں سے نماز پڑھنے کی ترکیب بتلا رہے ہیں کہ کس طرح نماز پڑھی جائے۔

اخرج الخ :۔ جب مرد نماز کیلئے کھڑا ہو تو سب سے پہلا کام اسے یہ کرنا چاہئے کہ

آستین سے اپنے ہاتھوں کو نکالے لیکن الرجل لاکر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ عورت ایسا نہیں کرے گی، اسکے احکام بالتفصیل گزر چکے۔

حذاء اذنبه :۔ یعنی جب تکبیر تحریمہ کہے اس وقت اپنے ہاتھ کے انگوٹھے کو کان کی لو تک لیجائے اور اپنا باطن کف قبلہ کی طرف کئے ہوئے ہو اور انگلیوں کو نہ کھولے اور نہ ان کو ہلائے بلکہ وہ جس حالت پہ ہوں اسی حالت پر رکھے لیکن عورت اس میں بھی الگ ہے وہ صرف مونڈھوں تک لے جائے گی۔ (مراقی الفلاح بحذف)

ثم کبر :۔ جب اتنا کر چکے تو اب تکبیر تحریمہ کہے کب کہے اس کے بارے میں تین قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ اللہ اکبر کے ساتھ ہی ساتھ ہاتھ کو اٹھائے اور قاضی خان نے اس کا طریقہ یہ بتلایا ہے کہ ہاتھ ساتھ میں اٹھائے اور ہاتھ کو اس کے ختم ہونے کے ساتھ باندھ لے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تکبیر سے قبل اٹھائے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ تکبیر کے بعد اٹھائے پہلے تکبیر کہے پھر ہاتھ اٹھائے۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)

بلامد :۔ یعنی تکبیر تحریمہ میں مد نہ کرے مد کرنے کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو اللہ میں ہوگا اب اگر اللہ میں ہے تو اس میں تین صورتیں ہوں گی (۱) یا تو اسکے شروع میں ہوگا تو اس سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر جان بوجھ کر کیا ہے تو اس وقت کافر ہو جائے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی میں شک کر رہا ہے حالانکہ مومن کو یقین کامل حاصل ہونا چاہئے (۲) اور اگر درمیان میں ہے تو کوئی حرج نہیں لیکن اس بات کا خیال رہے کہ اس مد میں زیادتی نہ کرے اگر مد طبعی یعنی دو حرکتوں کی مقدار سے زیادہ کیا تو مکروہ ہے لیکن نماز فاسد نہیں ہو سکتی (۳) اور اگر مد اسکے اخیر میں ہو تو یہ لغۃً غلط ہے ۔ یا مد اللہ میں نہیں ہے بلکہ اکبر میں ہے تو اس وقت بھی تین صورتیں ہوں گی جس طرح اللہ میں تھیں (۱) یا تو اکبر کے شروع میں ہوگا اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی (۲) یا وسط میں اس وقت بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً اللہ اکبار کہے اس لئے کہ یہ کبر کی جمع ہے اور شیطان کی اولاد کا نام ہے اور بعض علماء کے نزدیک فاسد نہ ہوگی (کمافی منیہ) اور اگر مد اخیر میں ہے تو اس صورت میں بھی دو قول ہے ایک یہ کہ نماز فاسد ہو جائے گی لیکن قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس سے شروع کرنا صحیح نہ ہو اور بعض حضرات نے کہا کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ماخوذ از حاشیہ مولانا اعزاز علیؒ)

یصح الشروع :۔ تکبیر تحریمہ ہر اس کلمہ سے کہی جا سکتی ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہو صرف اسی کے لئے اسکا استعمال کیا جا سکتا ہو غیر اللہ پر اسکا اطلاق نہ کیا جاتا ہو۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اللہ اکبر کہنا واجب ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جملہ تامہ ہو اب اگر اس نے کہا اللھم اغفرلی تو یہ درست نہیں اس لئے کہ یہاں پر خدائے تعالیٰ کی کبریائی بیان کرنی چاہئے اور اللھم اغفرلی سے اسکی کبریائی نہیں ہو سکتی۔

بالفارسیة :۔ یعنی اگر نماز پڑھنے والا عربی پر قادر نہ ہے اب اگر اس نے زبان فارسی میں کہا تو اس کی نماز درست ہو جائے گی یہاں فارسی سے مراد خاص فارسی زبان ہی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہاں پر ہر وہ زبان ہے جو عربی کے علاوہ ہے لیکن اگر وہ عربی پر قادر ہے تو اس صورت میں اس کی نماز درست نہ ہوگی۔ لیکن ایک روایت امام ابو حنیفہؒ سے اس کے خلاف بھی ہے کہ اگر قادر ہو تب بھی اس کی نماز درست ہو جائے گی اور فی الاصح لاکر اسی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے

کہ صحیح قول صاحبین کا ہی ہے امام اعظمؒ کی ایک روایت صاحبین کے موافق بھی ہے۔ (طحطاوی)

ثم وضع الخ :۔ پھر جب تکبیر تحریمہ سے فارغ ہولے تو اب دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر باندھ لے اور بلا کسی فصل کے ہو اس لئے کہ ظاہر مذہب میں یہ قیام کی سنت ہے لیکن امام محمدؒ کے نزدیک قراءت کی سنت ہے اس لئے ان کے یہاں اکبر کے بعد ہاتھ چھوڑ دے گا جب قراءت شروع کرے گا اس وقت باندھے گا۔ طحطاوی

مستفتحاً :۔ اب ہاتھ کے باندھ لینے کے بعد فوراً سبحانک الخ شروع کر دے اور اگر اس کے آخر میں جل ثناؤك کہہ دیا تو اس سے منع نہ کیا جاوے اسی طرح سے اگر نہ کہے تو اسے اسکے کہنے کا حکم بھی نہ دیا جائے۔ (طحطاوی)

یستفتح :۔ اسے مطلق ذکر کر کے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ہر ایک خواہ وہ امام ہو یا منفرد مسافر ہو یا مقیم، مرد ہو یا عورت، نماز نفل ہو یا سنت، فرض ہو یا واجب تمام نمازوں میں ثناء پڑھی جائے گی لیکن اگر مقتدی نے اور امام نے قراءت شروع کر دی ہے تو اب مقتدی ثناء نہیں پڑھے گا بلکہ خاموش رہے گا اسکی مکمل تفصیل آگے گذر چکی ہے۔

ثم یتعوذ :۔ یعنی جب ثناء پڑھ کر فارغ ہو جائے اب اعوذ باللہ پڑھے اس لئے کہ اب قراءت شروع کر رہا ہے اور اعوذ باللہ قراءت کے لئے ہے ثناء کے لئے نہیں ہے لیکن اس کو آہستہ سے پڑھے، اس لئے کہ حضور ﷺ سے اسی طرح ثابت ہے۔ فیاتی به المسبوق مقتدی کے اوپر اعوذ باللہ نہیں ہے اس لئے کہ اس کے لئے قراءت نہیں ہے لیکن جس کی کچھ رکعتیں چھوٹ گئی ہیں جب وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہوگا تو اب قراءت کرے گا اور تعوذ قراءت کے لئے ہے اس لئے وہ تعوذ پڑھے گا۔

یؤخر :۔ یعنی جب عیدین کی نماز ادا کر رہا ہے تو قراءت اس میں تکبیرات زوائد کے بعد ہوگی اور تعوذ قراءت کے لئے ہے لہٰذا اسوقت جب قراءت شروع کی جائے گی اسی وقت تعوذ پڑھے گا۔

ثم یسمی :۔ یعنی تعوذ پڑھ لینے کے بعد اب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے اور بسم اللہ صرف سورۂ فاتحہ کے لئے ہو نیز ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنے سے قبل بسم اللہ پڑھی جائے گی، نیز فقط سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت کے درمیان بسم اللہ کا پڑھنا سنت نہیں۔ حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ نہ جہراً پڑھے گا اور نہ سراً۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ارشاد فرمایا کہ امام کو چار مقامات پر سر اختیار کرنا چاہئے اسی میں تعوذ، بسمله اور آمین کو فرمایا، کذافی الهدایہ اور چوتھی جگہ ثناء ہے (کذافی فتح القدیر) امام محمدؒ کے نزدیک ایک سری نماز میں سورہ اور فاتحہ کے درمیان بسم اللہ کہے گا اور جہری نمازوں میں نہیں۔

ثم قرأ الفاتحة :۔ جب ان افعال کو پورا کرلے اس وقت سورۂ فاتحہ کو شروع کرے لیکن اگر مقتدی ہے تو سورۂ فاتحہ کو نہیں پڑھے گا خواہ وہ نماز سری ہو یا جہری لیکن اگر تنہا نماز ادا کر رہا ہے تو پھر سورۂ فاتحہ کو پڑھے گا اسکے بعد جب سورۂ فاتحہ کو پڑھ لے پھر اب امام اور مقتدی دونوں مل کر آہستہ سے آمین کہیں گے اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین (مشکوٰۃ)

ثم قرأسورة الخ :۔ سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت تلاوت کی جائے یا تین چھوٹی آیتیں پڑھی جائیں اسکی تفصیل گذر چکی۔

ثم کبر راکعاً:۔ اسکے بعد اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلا جاوے اس میں یہ طریقہ اپنائے کہ جب تکبیر شروع کرے تو جھکنا شروع کردے جب ختم کر چکے تو پورے طور پر جھک جائے اور خوب اطمینان وسکون کے ساتھ رکوع کرلے اور اسکا طریقہ یہ ہو کہ اپنی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑے ہوئے ہو اور انگلیوں کو کھلی ہوئی رکھے اور اسکے اندر تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہے اسکی مکمل تفصیل گزر چکی۔ اس کے بعد خوب اطمینان سے کھڑا ہو کر سمع اللہ الخ کہے اس بارے میں کچھ اختلاف ہے کہ کیا امام ربنالك الحمد اور سمع الله دونوں کہے یا صرف ایک؟ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ امام دونوں کو جمع کرے۔ امام اعظمؒ کی دلیل یہ حدیث ہے قال علیه الصلوٰة والسلام اذا قال الامام سمع الله لمن حمده قولوا ربنا لك الحمد (كذا في الهداية) ربنا کو تین طرح سے ادا کیا جاسکتا ہے (۱) اللهم ربنا ولك الحمد (۲) اللهم ربناً لك الحمد (۳) ربنا لك الحمد۔ لیکن اوّل زیادہ بہتر ہے (مراقی الفلاح)

ثُمَّ قَرَأَ الْفَاتِحَةَ وَاٰمَنَ الاِمَامُ وَالْمَأْمُوْمُ سِراً ثُمَّ قَرَأَ سُوْرَةً اَوْ ثَلاَثَ آيَاتٍ ثُمَّ كَبَّرَ رَاكِعاً مُطْمَئِناً مُسَوِّياً رَاْسَهُ بِعَجزِهِ آخِذاً رُكْبَتَيْهِ بِيَدَيْهِ مُفَرِّجاً اَصَابِعَهُ وَسَبَّحَ فِيْهِ ثَلاَثاً وَذَالِكَ اَدْنَاهُ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ وَاطْمَأَنَّ قَائِلاً سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ لَوْ اِمَاماً اَوْ مُنْفَرِداً وَالْمُقْتَدِيْ يَكْتَفِيْ بِالتَّحْمِيْدِ ثُمَّ كَبَّرَ خَارّاً لِلسُّجُوْدِ ثُمَّ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَدَيْهِ ثُمَّ وَجْهَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ وَسَجَدَ بِاَنْفِهِ وَجَبْهَتِهِ مُطْمَئِناً مُسَبِّحاً ثَلاَثاً وَذَالِكَ اَدْنَاهُ وَجَافٰى بَطْنَهُ عَنْ فَخِذَيْهِ وَعَضُدَيْهِ عَنْ اِبِطَيْهِ فِىْ غَيْرِ زَحْمَةٍ مُوَجِّهاً اَصَابِعَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ وَالْمَرْاَةُ تَخْفِضُ وَتَلْزِقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا.

ترجمہ:۔ پھر سورۂ فاتحہ کو پڑھے اور امام اور مقتدی دونوں آہستہ سے آمین کہیں پھر کوئی سورۃ یا تین آیت پڑھے پھر رکوع کے لئے تکبیر کہے پھر اطمینان کے ساتھ سر اور سرین کو برابر کرے، اس حال میں کہ پکڑے ہوئے ہو اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے اور اپنی انگلیوں کو کشادہ رکھے اور اس میں تین مرتبہ تسبیح پڑھے اور یہ اس کا کم درجہ ہے پھر سر کو اٹھائے اور اطمینان کے ساتھ سمع اللہ لمن حمدہ ربنالک الحمد پڑھتا ہوا کھڑا ہو جائے، امام ہو یا منفرد اور مقتدی صرف ربنالک الحمد پر اکتفا کرے پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں چلا جائے پھر اپنے گھٹنوں کو ٹیکے پھر اپنے ہاتھ کو رکھے پھر اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھے اور اپنی ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے، اطمیان کی حالت میں تین مرتبہ تسبیح پڑھے اور یہ کم درجہ ہے اور اپنے پیٹ کو زانوں سے ملالے اور بازو کو پہلوؤں سے، جب کہ بھیڑ نہ ہو اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرے اور پیر کو قبلہ کی طرف، اور عورت پست ہو جائے اپنے پیٹ کو رانوں سے ملالے۔

تشریح ومطالب:۔

کبر خاراً للسجود:۔ یعنی سجدہ میں جانے کے لئے تکبیر کہے اور سب سے پہلے اپنے گھٹنوں کو رکھے پھر اسکے بعد ہاتھوں کو رکھے، پھر اسکے بعد ناک وپیشانی کو رکھے، یہی طریقہ سنت ہے اور اٹھنے میں اسکے برعکس کیا جائے گا اور اپنے پیٹ کو رانوں سے جدا رکھے، لیکن اگر کوئی پریشانی ہے تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے اس کی مفصل تفصیل گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکی۔

اصابع یدیہ:۔ اسی طرح جب سجدہ میں دونوں ہاتھوں کے درمیان چہرے کو رکھے تو اس وقت ہاتھ کی

انگلیاں جانب قبلہ ہوں اور اسی طرح پیر کی بھی۔
والمرآۃ :۔ لیکن عورت اپنے پیٹ کو رانوں سے چمٹائے رکھے، اس لئے کہ اس کے لئے اسی میں زیادہ ستر ہے اس کی تفصیل گذر چکی۔

وَجَلَسَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَاضِعاً يَدَيْهِ عَلىٰ فَخِذَيْهِ مُطْمَئِناً ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مُطْمَئِناً وَسَبَّحَ فِيْهِ ثَلاثاً وَجَافىٰ بَطْنَهُ عَنْ فَخِذَيْهِ وَاَبْدىٰ عَضُدَيْهِ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ مُكَبِّراً لِلنُّهُوْضِ بِلاَ اِعْتِمَادٍ عَلىٰ الاَرْضِ بِيَدَيْهِ وَبِلاَ قُعُوْدٍ وَالرَّكْعَةُ الثَّانِيَةُ كَالاُوْلىٰ اِلاَّ اَنَّهُ لاَيُثْنِي وَلاَ يَتَعَوَّذُ وَلاَ يُسَنُّ رَفْعُ الْيَدَيْنِ اِلاَّ عِنْدَ اِفْتِتَاحِ كُلِّ صَلٰوةٍ وَعِنْدَ تَكْبِيْرِ الْقُنُوْتِ فِى الْوِتْرِ وَتَكْبِيْرَاتِ الزَّوَائِدِ فِى الْعِيْدَيْنِ وَحِيْنَ يَرَى الْكَعْبَةَ وَحِيْنَ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ الاَسْوَدَ وَحِيْنَ يَقُوْمُ عَلىٰ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَعِنْدَ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ وَمُزْدَلِفَةَ وَبَعْدَ رَمْيِ الْجَمْرَةِ الاُوْلىٰ وَالْوُسْطىٰ وَعِنْدَ دُعَائِهِ بَعْدَ فَرَاغِهِ مِنَ التَّسْبِيْحِ عَقْبَ الصَّلٰوَاتِ وَاِذَا فَرَغَ الرَّجُلُ مِنْ سَجْدَتَي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اِفْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرىٰ وَجَلَسَ عَلَيْهَا وَنَصَبَ يُمْنَاهُ وَوَجَّهَ اَصَابِعَهَا نَحْوَ الْقِبْلَةِ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلىٰ فَخِذَيْهِ وَبَسَطَ اَصَابِعَهُ وَالْمَرْاَةُ تَتَوَرَّكُ.

ترجمہ :۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا اس حال میں کہ دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھے ہوئے ہو، پھر تکبیر کہے اور اطمینان کے ساتھ سجدہ کرلے اور اس میں تین مرتبہ تسبیح پڑھے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے جدا رکھے اور دونوں بازؤں کو کھول کر رکھے پھر اپنے سر کو تکبیر کہتے ہوئے اٹھائے زمین پر بلا ہاتھ کے ٹیکے ہوئے اور بلا بیٹھے ہوئے اور رکعت ثانیہ رکعت اولیٰ کی طرح ہے مگر فرق یہ ہے کہ اسکے اندر نہ سبحانک اللھم پڑھے گا اور نہ تعوذ پڑھے گا اور ہاتھوں کا اٹھانا سنت نہیں ہے مگر نماز شروع کرنے کے وقت اور نماز وتر میں قنوت کے وقت اور عیدین میں تکبیرات زوائد کے وقت اور کعبہ شریف کے دیکھنے کے وقت اور حجر اسود کے بوسہ لینے کے وقت اور جس وقت صفا و مروہ پر کھڑا ہو اور عرفہ اور مزدلفہ میں ٹھہرنے کے وقت اور جمرہ اولیٰ اور وسطیٰ کے رجم کے بعد اور نمازوں کے بعد تسبیح کے فراغت سے۔ اور مرد جب دوسری رکعت کے سجدہ سے فارغ ہو جائے تو بائیں پیر کو بچھائے اور اس پر بیٹھ جائے اور دائیں پیر کو کھڑا رکھے اور اس کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرلے اور اپنے ہاتھوں کو رانوں پر رکھ لے اور اپنی انگلیوں کو کھول لے اور عورت سرین کو زمین پر رکھ کر بیٹھے۔

تشریح و مطالب :۔ جلس بین السجدتین یعنی دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھے اور بیٹھنے کی حالت یہ ہو کہ ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھے اور پھر اطمینان کے ساتھ سجدۂ ثانیہ کرے۔

بلااعتماد :۔ یہ کہہ کر امام شافعیؒ کی تردید کر رہے ہیں اسلئے کہ انکے نزدیک جلسۂ استراحت ہے اور اسی طرح سے بلا قعود کہہ کر بھی انہی کی تردید کر رہے ہیں اس لئے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہاتھ کو زمین پر رکھ کر کھڑا ہوگا لیکن حنفیہ کے یہاں بلا اعتماد اور بلا کچھ بیٹھے ہوئے سجدہ کے بعد کھڑا ہو جائے گا۔

الرکعۃ الثانیۃ :۔ یعنی جو چیزیں رکعت اولیٰ میں کی جائیں گی وہی رکعات ثانیہ میں کی جائیں گی مگر چند افعال ایسے ہیں کہ رکعت ثانیہ میں نہیں کئے جائیں گے مثلاً سبحانک اللھم نہیں پڑھی جائے گی اسی طرح سے اعوذ باللہ نہیں

پڑھی جائے گی اسی طرح جب رکعت ثانیہ کے لئے کھڑا ہوگا اس وقت ہاتھ کو نہیں اٹھائے گا یہی وہ چند افعال ہیں جس کی وجہ سے رکعت ثانیہ واولیٰ میں کچھ فرق ہو گیا ورنہ اور تمام امور میں برابر ہے۔

ولایسن :۔ یعنی ہاتھوں کا اٹھانا ان گیارہ جگہوں پر مسنون ہے اسکے علاوہ رکوع میں جانے کے وقت یا رکوع سے اٹھنے کے وقت مسنون نہیں۔ تین تو حالت صلوٰۃ میں ہیں ایک تو تکبیر تحریمہ جس وقت کہی جائے اس وقت ہاتھوں کو کان تک لے جایا جائے خواہ وہ نماز ادا ہو یا قضا، فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا نفل ہر ایک نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھایا جائے گا (۲) اسی طرح جس وقت وتر کی نماز میں ضم سورۃ کے بعد جب دعاء قنوت پڑھنے کا وقت آئے اس وقت دعائے قنوت سے قبل ہاتھ کو اٹھایا جائیگا (۳) عیدین کی نماز میں تکبیرات زوائد کے وقت ہاتھ کو اٹھایا جائے گا، بقیہ چار سے گیارہ تک اس کی تفصیل کتاب الحج میں آرہی ہے ہم وہاں بالتفصیل انشاء اللہ بیان کریں گے۔

یہاں پر امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ایک مناظرہ سنتے چلئے۔ امام ابو حنیفہ مسجد حرام میں تھے کہ امام اوزاعی کی ملاقات ہو گئی تو امام اوزاعی نے کہا کہ اہل عراق کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ رکوع میں جانے کے وقت اور اس سے اٹھنے کے بعد رفع یدین نہیں کرتے حالانکہ حدیث سے اس کا ثبوت ہے، پھر اس سند سے ایک روایت سنائی قال حدثنی زھری عن سالم عن ابن عمر انه علیه السلام کان یرفع یدیه عندھا تو امام ابو حنیفہؒ نے یہ حدیث سن کر ایک حدیث سنائی جس کی سند یہ تھی حدثنی حماد عن ابراھیم عن علقمة عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنھم ان النبی ﷺ کان یرفع یدیه عند تکبیرۃ الافتتاح ثم لا یعود اس حدیث کو سنکر امام اوزاعی نے باعتبار سند کے فرمایا کہ میں نے جس سند سے بیان کیا ہے وہ سند اعلیٰ ہے اسکے باوجود آپ نے ادنیٰ کو اعلیٰ پر ترجیح دی ہے تو اسکا جواب امام اعظمؒ نے اس طرح دیا کہ حضرت حماد حضرت زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور اسی طرح حضرت ابراہیم حضرا سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اس کے بعد فرمایا کہ اگر حضرت ابن عمرؓ سبقت نہ لے گئے ہوتے تو میں کہہ دیتا کہ حضرت علقمہ ابن عمرؓ سے زیادہ فقیہ ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ تو فقیہ ہیں ہی، اس لئے ہم نے اس روایت کو ترجیح دی، احناف کی دلیل اس روایت سے بھی ہے عن ابن عباسؓ انه قال العشر الذین شھدلھم النبی صلی اللہ علیه وسلم بالجنة لم یکونوا یرفعون ایدیھم الا عند افتتاح الصلوٰۃ (عنایه لکن باختصار)

اذا فرغ الرجل :۔ یعنی نماز پڑھنے والا دوسرا سجدہ کرلے اس وقت اگر دو رکعت پوری ہو گئی ہے اور چار رکعت والی نماز ہے تو قعدۂ اولیٰ کے لئے اپنے بائیں پیر کو زمین پر گرالے اور اس پر بیٹھ جائے اور دائیں پیر کو کھڑا رکھے اور کھڑا رکھنے کی حالت یہ ہو کہ اسکی تمام انگلیاں قبلہ کی جانب ہوں اور دونوں ہاتھوں کو رانوں پر انگلیوں کو کھول کر رکھے، لیکن عورت اس طرح نہیں بیٹھے گی اس کی مفصل تفصیل گذر چکی ہے۔

وَقَرَأَ تَشَهُّدَ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رضِیَ اللّٰهُ عَنهُ وَاَشَارَ بَالْمُسَبِّحَةِ فِی الشَّهَادَةِ یَرفَعُهَا عِنْدَ النَّفیِ وَیَضَعُهَا عِنْدَ الاِثْبَاتِ وَلاَ یَزِیْدُ عَلیٰ التَّشَهُّدِ فِی القُعُوْدِ الاَوَّلِ وَهُوَ التَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوتُ وَالطَّیِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ السَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلیٰ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَقَرَأَ الفَاتِحَةَ فِیْمَا بَعدَ الاُوْلَیَیْنِ ثُمَّ جَلَسَ وَقَرَأَ التَّشَهُّدَ ثُمَّ صَلّٰی عَلیٰ النَّبِیِّ صَلیَّ للّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَا بِمَا یَشْبَهُ

الْقُرْآنَ وَالسُّنَّةَ ثُمَّ يُسَلِّمُ يَمِيناً وَيَسَاراً فَيَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ نَاوِياً مَنْ مَعَهُ كَمَا تَقَدَّمَ.

ترجمہ:۔ اور ابن مسعودؓ والی تشہد پڑھے اور شہادت کے وقت مسبحہ سے اشارہ کرے اور نفی کے وقت اسکو اٹھائے اور اثبات کے وقت رکھ دے اور قعدۂ اولیٰ میں تشہد سے زیادہ کچھ نہ پڑھے اور وہ یہ ہے التحیات لله الی عبده ورسوله، اور پہلی دو رکعتوں کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے پھر بیٹھ جائے اور تشہد پڑھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر ان کلمات سے دعا مانگے جو قرآن اور سنت کے الفاظ سے مشابہ ہوں پھر دائیں اور بائیں سلام پھیرے اور یہ کہے السلام علیکم ورحمة الله اور ان لوگوں کی نیت کرے جو اس کے ساتھ ہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا۔

تشریح و مطالب:۔ قرأتشهد ابن مسعودؓ یہاں پر تشہد کو مقید کرنے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ کتب احادیث میں چند صحابہ کرام سے تشہد مروی ہے چنانچہ ایک تشہد حضرت عمر فاروقؓ کی طرف، ایک تشہد حضرت علی کی طرف، ایک حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی طرف، اور اسی طرح ایک حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب ہے لیکن علماء احناف نے صرف ابن مسعودؓ کا تشہد اختیار کیا ہے اور حضرت امام شافعیؒ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے تشہد کو اختیار فرمایا، اس تشہد میں صرف افضلیت اور غیر افضلیت کے اندر اختلاف ہے اگر کسی نے کسی بھی تشہد کو پڑھ لیا تو نماز درست ہو جائے گی۔ (عنایہ مع اختصار)

اشار بالمسبحة:۔ یعنی تشہد میں جب لا پر پہونچے تو اس انگلی کو اٹھائے اور جب الا الله پر پہونچے تو گرا لے۔

ولایزید: اور قعدۂ اولیٰ کے اندر صرف التحیات کو پڑھے اسکے علاوہ اور کچھ نہ پڑھے اسکی تفصیل گذر چکی ہے۔

وهو التحیات:۔ شب معراج میں سید الکونین جناب رسول اللہ ﷺ بارگاہ ذوالجلال میں حاضر ہوئے تو آداب و تسلیم کے طور پر ان الہامی کلمات کو ادا کیا التحیات لله والصلوات والطیبات الخ. التحیات یعنی ہر قسم کی وہ تعظیم و تکریم جو انسان زبان سے کر سکے سب اللہ بالا و برتر کے لئے ہیں اس معجزانہ اکرام و آداب پر حضرت ذوالجلال کی جانب سے یہ جواب ارشاد ہوا السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته یعنی اے نبی آپ پر سلام ہو اور خدا کی رحمت و خدا کی برکتیں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ رحمت و برکت کی بارش ہورہی ہے تو آپ کی ہمہ گیر رحمت و شفقت کا تقاضہ ہوا کہ رحمت کی اس وسیع چادر میں تمام نیک بندوں کو شامل کرلیں چنانچہ آپ نے عرض کیا السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین یعنی خداوندا سلام ہم پر بھی اور خدائے قدوس کے تمام نیک بندوں پر بھی، جب ملائکہ نے یہ عجیب و غریب خطاب و جواب دیکھا تو ان میں سے ہر ایک پکار اٹھا اشهد ان لااله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله۔ پھر چونکہ نماز کو حدیث میں مناجات یعنی سرگوشی اور مکالمہ عابد و معبود سے تعبیر کیا گیا، نیز نماز کو مؤمنین کی معراج قرار دیا گیا ہے، تو ضروری ہوا کہ سب سے بڑے عابد اور تمام دنیا میں سب سے افضل عبد اور اس کے خدائے بالا و برتر کے برحق مکالمہ کا استحضار بھی ہو جائے (ماخوذ ایضاح الاصباح، مراقی الفلاح)

بَابُ الإمَامَةِ

هِیَ اَفْضَلُ مِنَ الاَذَانِ وَالصَّلٰوۃُ بِالْجَمَاعَةِ سُنَّةٌ لِلرِّجَالِ الاَحْرَارِ بِلاَعُذْرٍ وَشُرُوْطُ صِحَّةِ الاِمَامَةِ لِلرِّجَالِ الاَصِحَّاءِ سِتَّةُ اَشْيَاءِ الاِسْلاَمُ وَالْبُلُوْغُ وَالعَقْلُ وَالذُّكُوْرَةُ وَالقِرَاءَةُ وَالسَّلاَمَةُ مِنَ الاَعْذَارِ كَالرُّعَافِ وَالفَافَاةِ وَالتَّمْتَمَةِ وَاللُّثْغِ وَفَقْدِ شَرْطٍ كَطَهَارَةٍ وَسَتْرِ عَوْرَةٍ وَشُرُوْطُ صِحَّةِ الاِقْتِدَاءِ اَرْبَعَةَ عَشَرَ شَيْئاً نِيَّةُ المُقْتَدِیْ المُتَابَعَةَ مُقَارِنَةً لِتَحْرِيْمَتِهِ وَنِيَّةُ الرَّجُلِ الاِمَامَةَ شَرْطٌ لِصِحَّةِ اِقْتِدَاءِ النِّسَاءِ بِهِ وَتَقَدُّمُ الاِمَامِ بِعَقِبِهِ عَنِ المَامُوْمِ وَاَنْ لاَيَكُوْنَ اَدْنٰی حَالاً مِنَ المَامُوْمِ وَاَنْ لاَيَكُوْنَ الاِمَامُ مُصَلِّياً فَرْضاً غَيْرَ فَرْضِهِ وَاَنْ لاَيَكُوْنَ الاِمَامُ مُقِيْماً لِمُسَافِرٍ بَعْدَ الوَقْتِ فِی رُبَاعِيَّةٍ وَلاَ مَسْبُوْقاً وَاَنْ لاَ يَفْصِلَ بَيْنَ الاِمَامِ وَالمَامُوْمِ صَفٌّ مِنَ النِّسَاءِ.

ترجمہ:۔ امامت کا بیان۔ امامت اذان سے افضل ہے اور جن آزاد مردوں کو عذر نہ ہو ان کے لئے جماعت سے پڑھنا سنت ہے اور تندرست مردوں کی امامت کے صحیح ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں اسلام، بالغ ہونا، عاقل ہونا، مذکر ہونا، قرآن پڑھ سکتا ہو، عذروں سے سالم ہونا جیسے رعاف اور فافا کرنا اور تمتمہ کرنا، لثغ کا ہونا یا کسی شرط کا ختم ہو جانا جیسے پاکی اور ستر عورت کا نہ ہونا، اور اقتداء کے صحیح ہونے کے لئے چودہ شرطیں ہیں مقتدی کے لئے اقتداء کی نیت کرنا اور مقتدی کا تحریمہ امام کے تحریمہ سے ملا ہوا ہونا، امام کی ایڑی کا مقتدی کی ایڑی سے آگے ہونا اور یہ کہ امام کی حالت مقتدی کی حالت سے کمتر نہ ہو اور یہ کہ امام دوسرا فرض پڑھنے والا نہ ہو اور یہ کہ امام مسافر کا وقت گذر جانے کے بعد چار رکعت والی نماز میں مقیم نہ ہو اور یہ کہ مسبوق نہ ہو اور یہ کہ امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی جماعت کا فصل نہ ہو۔

تشریح و مطالب:

ھی افضل:۔ یہ قید لگانے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اذان امامت سے افضل ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک امامت اذان سے افضل ہے اور دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے امامت پر مداومت فرمائی اگر اذان افضل ہوتی تو حضورؐ اذان کو اختیار فرماتے نہ کہ امامت کرنے کو چنانچہ خلفاء اربعہ نے بھی امامت ہی کو اختیار کیا اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ امامت ہی افضل ہے۔

سُنَّۃ:۔ یہاں مصنفؒ نے سنت مطلق استعمال کیا ہے لیکن سنت سے مراد سنت مؤکدہ ہے چنانچہ صاحب ہدایہ اور صاحب شرح وقایہ وغیرہ نے مطلقاً سنت مؤکدہ استعمال کیا ہے، مؤکدہ واجب کے مشابہ ہوتا ہے سنت مؤکدہ وہ ہے جس پر حضور ﷺ نے مواظبت فرمائی ہو اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے والے کو ثواب ملے گا اور اسکے تارک پر ملامت ہوگی، بعض لوگ جماعت کو مستحب فرماتے ہیں اور اسی حدیث سے دلیل پیش کرتے ہیں صلوٰۃ الجماعۃ افضل من صلوٰۃ احدکم۔ احناف کی دلیل سنّت مؤکدہ ہونے پر یہ ہے کہ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام الجماعۃ من سنن الھدی لایتخلف عنھا الا منافق. سنن ہدیٰ کا مطلب یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا باعث ہدایت ہے اور اسکا ترک کرنا باعث گمراہی وضلالت ہے نیز بعض علماء کے نزدیک جماعت فرض عین ہے اور بعض کے نزدیک فرض کفایہ لیکن زیادہ صحیح یہی ہے کہ اسے سنت مؤکدہ کہا جائے تاکہ تمام اختلافات سے بچ جائیں۔

فائدہ:۔ اگر کسی شخص کی کسی مسجد میں جماعت چھوٹ گئی ہو تو اس کے لئے بہتر ہے کہ دوسری مسجد میں چلا جائے تا کہ جماعت مل جائے لیکن اگر اس قدر وقت نہ ہو کہ اسے اب دوسری مسجد میں جماعت مل جائے گی تو تنہا نماز پڑھ لے وار کعوا مع الراکعین سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے لیکن یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی اسلئے کہ وہ لوگ اپنی نمازوں میں رکوع نہیں کرتے تھے لہٰذا اس آیت سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔

للرجال:۔ یہ قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ صرف مردوں کے لئے جماعت سنت مؤکدہ ہے عورتوں اور بچوں کے لئے نہیں۔

الاحرار:۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ غلام کے اوپر جماع سنت مؤکدہ نہیں اس لئے کہ وہ اپنے مالک کی خدمت میں لگا ہوا ہوتا ہے اس لئے بسا اوقات وہ نماز میں حاضر نہیں ہو پاتا ہے لہٰذا جس طرح دوسرے مواقع پر اسے آسانی دی گئی ہے اسی طرح یہاں پر بھی آسانی دی جائے گی۔

بلاعذر:۔ یہ قید لگا کر معذوروں کو نکالنا مقصود ہے اس لئے کہ ان کے لئے آنے جانے میں دشواری ہوگی اس لئے ان کو اور دوسرے مواقع پر سہولت دی گئی ہے اسی طرح یہاں پر دی جائے گی۔

شروط:۔ اب یہاں سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ جن کے اندر ایسی صفتیں ہوں ان کی امامت چھ شرطوں کے ساتھ درست ہوگی۔

الاصح:۔ اگر معذوروں کے اندر مندرجہ ذیل شرطیں موجود ہوں تب بھی اس کی امامت درست نہیں ہوگی اس لئے الاصح لا کر اس کی طرف اشارہ کر دیا، نیز الرجال لا کر بھی اسی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر عورتوں کے اندر یہ شرطیں ہوں تب بھی ان کی امامت درست نہ ہوگی۔

الاسلام:۔ یہ شرط عام ہے اس لئے جو شخص حضور ﷺ کی نبوت کا انکار کرنے والا ہو گا یا حضرت ابو بکرؓ کو برا کہنے والا ہو گا یا شیخین کو برا کہنے والا ہو گا یا صحابہ کو برا بھلا کہنے والا ہو گا یا شفاعت کا انکار کرنے والا ہو گا یا معراج کا انکار کرنے والا ہو گا یا عذاب قبر کا انکار کرنے والا ہو گا یا کراما کاتبین کا انکار کرنے والا ہو گا یا ہر وہ شخص کہ جس کے قول و عمل سے مسلمان ہونا ثابت نہ ہو انکی امامت درست نہیں۔

البلوغ:۔ بالغ کو نابالغ کی اقتداء صحیح نہیں اس لئے کہ نابالغ کے اوپر نماز فرض نہیں اور بالغ کے اوپر نماز فرض ہے تو گویا کہ یہ شخص ایک نفل پڑھنے والے کی اقتداء کر رہا ہے اور فرض اعلیٰ ہے نفل سے لہٰذا اس کی نماز درست نہ ہوگی۔

العقل:۔ یہ قید لگا کر دیوانے اور پاگل کو نکالنا ہے اس لئے کہ ان لوگوں کو اس بات کی خبر نہیں ہوتی کہ میں کیا کر رہا ہوں حالانکہ امام ایسا ہونا چاہئے جو لوگوں کی ذمہ داری کو محسوس کرے اس لئے کہ مقتدیوں کی نماز کی صحت کا دار ومدار امام کی نماز کی صحت پر ہے۔

الذکور: یہ قید لگا کر عورتوں کو نکالنا ہے اسلئے کہ اگر عورت امامت کرے تو مرد کی نماز اسکے پیچھے نہ ہوگی، ہاں عورت عورت کی امامت کر سکتی ہے لیکن ان کیلئے افضل تنہا ہی پڑھنا ہے اسی طرح عورت کے حکم میں خنثیٰ مشکل ہے۔

القراء ۃ :۔ یہ قید لگا کر اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر کوئی شخص کلام پاک کے پڑھنے پر قادر ہو تو اس کی نماز اُمی کے پیچھے درست نہ ہوگی اس لئے کہ امام کو مقتدی سے افضل ہونا چاہئے۔

السلامۃ :۔ لہٰذا غیر معذور کی نماز معذور کے پیچھے درست نہیں ہوگی جیسے نکسیر اور وہ شخص جس کی زبان سے بار بار فافا نکلتی ہو اسی طرح وہ شخص جس کی زبان سے صرف تاء نکلتا ہو، اسی طریقہ سے وہ شخص جس کے پاس طہارت حاصل کرنے کی کوئی چیز نہ ہو تو وہ شخص اس کی امامت نہیں کر سکتا جو پاک ہو، شامی اور صاحب در مختار نے دس شرطوں کا اور اضافہ کیا ہے چھ تو یہی ہیں اور جیسے صاحب نور الایضاح نے بیان کیا اور دس اس کے علاوہ ہیں چھ امام کے لئے اور دس اقتداء کرنے والے کے لئے۔

(ف) جس کی زبان میں اس قسم کا کوئی سقم ہے تو اس پر اصلاح کرنا اور کلمات کو صحیح ادا کرنے کی کوشش کرنا واجب ہے ورنہ اس کی نماز صحیح نہ ہوگی، لیکن اگر کوشش کے باوجود یہ خامیاں دور نہ ہوں تو معذور سمجھا جائے گا اور اسکی نماز صحیح ہو جائے گی مگر اس کو امام بنانا جائز نہیں ہاں یہ اپنے جیسوں کی امامت کر سکتا ہے (مراقی الفلاح)

وَاَنْ لایَفصِلَ نَهرٌ يَمُرُّ فِيهِ الزَّوْرَقُ وَلاَ طَرِيقٌ تَمُرُّ فِيهِ العَجَلَةُ وَلاَ حَائِطٌ يَشتَبِهُ مَعَهُ العِلْمُ بِانتِقَالاَتِ الاِمَامِ فَاِنْ لَمْ يَشتَبِهْ لِسِمَاعٍ اَوْ رُؤيَةٍ صَحَّ الاِقتِدَاءُ فِي الصَّحِيحِ وَاَنْ لاَيَكُونَ الاِمَامُ رَاكِباً وَالمُقتَدِيْ رَاجِلاً اَوْرَاكِباً غَيرَ دَابَةِ اِمَامِهِ وَاَنْ لاَيَكُونَ فِي سَفِينَةٍ وَالاِمَامُ فِي اُخْرىٰ غَيرِ مُقتَرِنَةٍ بِهَاوَاَنْ لاَيَعلَمَ المُقتَدِيْ مِنْ حَالِ اِمَامِهِ مُفسِداً فِي زَعْمِ المَامُومِ كَخُرُوجِ دَمٍ اَوْ قَيئٍ لَمْ يُعِدْ بَعدَهُ وُضُوءَهُ وَصَحَّ اِقتِدَاءُ مُتَوَضِّئٍ بِتَيَمُّمٍ وَغَاسِلٍ بِمَاسِحٍ وَقَائِمٍ بِقَاعِدٍ وَبِاَحدَبَ وَمُوْمٍ بِمِثلِهِ وَمُتَنَفِّلٍ بِمُفتَرِضٍ وَاِنْ ظَهَرَ بُطلاَنُ صَلاَةِ اِمَامِهِ اَعَادَ وَيَلزَمُ الاِمَامَ اِعلاَمُ القَومِ بِاِعَادَةِ صَلوٰتِهِمْ بِقَدْرِ المُمكِنِ فِي المُختَارِ.

ترجمہ:۔ امام اور مقتدی کے درمیان کوئی ایسی نہر نہ ہو جس میں کشتی گذر جائے اور نہ کوئی ایسا راستہ ہو جس میں گاڑی گذر جائے اور نہ کوئی ایسی دیوار ہو کہ امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف اشتباہ ہو، پس اگر امام کی آواز سننے یا امام کو دیکھنے کی وجہ سے اشتباہ نہ ہوتا ہو تو صحیح مذہب کے بموجب اقتدا صحیح ہے، اور یہ کہ امام سوار نہ ہو اور مقتدی پیدل، یا مقتدی دوسری سواری پر اور امام دوسری سواری پر، اور یہ کہ مقتدی دوسری کشتی میں نہ ہو اور امام ایک ایسی کشتی میں ہو جو اس سے ملی ہوئی نہ ہو اور یہ کہ مقتدی اپنے امام کی حالت سے کوئی ایسی چیز نہ جانتا ہو جو مقتدی کے عقیدے میں مفسد ہو جیسے خون کا نکلنا اور قے کا ہونا کہ اسکے بعد امام نے وضو کو نہ لوٹایا ہو اور صحیح ہے وضو کرنیوالے کو تیمم کرنیوالے کی اور پیر کے دھونے والے کو مسح کرنیوالے کی اور کھڑے ہونیوالے کو بیٹھنے والے کی اور کبڑے کے پیچھے اور اسی کے مثل اشارہ کرنیوالے کے پیچھے اور نفل پڑھنے والے کا فرض پڑھنے والے کے پیچھے اقتداء درست ہے اور اگر امام کی نماز کے باطل ہونے کا علم ہو جائے تو اسکو لوٹائے اور امام کے اوپر یہ بات ضروری ہے کہ قوم میں نماز کے لوٹانے کا حتی الامکان اعلان کرے مذہب مختار کے بموجب۔

تشریح و مطالب :۔ ان لایفصل یعنی مقتدی اور امام کے درمیان کوئی ایسی نہر نہ ہو کہ جس میں چھوٹی کشتی گذر جاتی ہو، زورق کے معنی چھوٹی کشتی کے ہیں، مصنفؒ نے اس سے اس بات کی

طرف اشارہ کر دیا کہ چھوٹی نہر یا حوض ہو تو اس صورت میں اگر امام ایک کنارے ہو اور دوسرے کنارے مقتدی ہو تو اقتداء درست ہو جائے گی۔

ولا طریق :۔ نویں شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان اس قدر فاصلہ نہ ہو کہ اسکے درمیان سے ایک گاڑی گذر جائے عجلہ اسی گاڑی کو کہتے ہیں جسے بیل کھینچتے ہیں مثلاً امام ایک ایسی جگہ پر کھڑا ہے اور مقتدی اس کے پیچھے اور دونوں کے درمیان ایک ایسا راستہ ہے کہ جس سے بیل گاڑی گذر سکتی ہے تو اس وقت مقتدی کی نماز درست نہ ہوگی لیکن اگر ایسا راستہ ہے کہ اس سے بیل گاڑی تو نہیں گذر سکتی لیکن انسان اور گھوڑا وغیرہ گذر سکتا ہے تو اسکی اقتداء صحیح ہو جائے گی۔

ولا حائط :۔ اور دسویں شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان ایسی دیوار نہ ہو کہ جس کی وجہ سے یہ بات نہ معلوم ہو سکتی ہو کہ امام اس وقت کس حالت میں ہے اور یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس سے امام کی حالت معلوم نہ ہو سکے تو اس صورت میں اقتداء کرنی درست نہ ہوگی لیکن اگر دیوار ہے مگر اس کے باوجود امام کی آواز وہاں تک پہونچ جاتی ہے یا دیوار چھوٹی ہے کہ جس سے امام نظر آتا ہے تو ان دونوں صورتوں میں اقتداء صحیح ہوگی۔

فی الصحیح :لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی حجرۃ عائشۃؓ والناس فی المسجد یصلون بصلوتھم (مراقی الفلاح) مصنفؒ اس سے اس بات کیطرف اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں کہ ایک قول اسکے خلاف بھی ہے۔

ان لایکون الامام راکبا :۔ گیارہویں شرط یہ ہے کہ امام کسی سواری پر نہ ہو اور مقتدی پیدل ہوں اسی طرح اگر امام نیچے ہے اور مقتدی سوار ہے تب بھی اقتداء درست نہ ہوگی لیکن اگر مقتدی امام ہی کی سواری پر سوار ہے تو اس وقت اسکی نماز صحیح ہو جائے گی صاحب در مختار نے اس کو اتحاد مکان تسلیم کیا ہے لیکن اگر دونوں الگ الگ سواری پر ہیں تب بھی صحیح نہیں ہوگی۔

ان لایکون فی سفینۃ :۔ بارہویں شرط یہ ہے کہ اگر امام کشتی میں سوار ہو تو اسکی کشتی مقتدی کی کشتی سے ملی ہوئی ہونی چاہئے اگر ملی ہوئی ہوگی تو مقتدی کو اس کے پیچھے اقتداء کرنی درست ہوگی اس لئے کہ اس صورت میں گویا کہ اتحاد ہے لیکن اگر دونوں کی کشتی الگ الگ ہے آپس میں اتصال نہیں ہے تو اقتداء درست نہیں ہوگی اور یہ ایسا ہی ہوگا جیسے کہ دونوں دو سواریوں پر ہوں۔

وان لایعلم المقتدی :۔ ایک شرط یہ بھی ہے کہ مقتدی امام کے بارے میں کسی ایسی چیز کا علم نہ رکھتا ہو جس کی وجہ سے اس مقتدی کے نزدیک وضوء ٹوٹ جاتا ہو۔ یہ مسائل اس خاص مسئلہ پر مبنی ہیں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک خون نکلنے سے وضوء نہیں ٹوٹتا اور امام صاحبؒ کے نزدیک خون بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، پس اگر مقتدی کے علم میں امام میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی گئی جس سے اس کے حنفی مسلک کے بموجب وضوء ٹوٹ جاتا ہو تو شافعی یا مالکی یا حنبلی امام کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے ہاں اگر اس نے خون نکلتے دیکھا پھر فوراً ہی بلا وضو کے امام نماز پڑھانے لگا تو اب اس حنفی کی نماز نہ ہوگی البتہ اگر مقتدی کو معلوم نہ ہوا کہ اس نے وضوء کیا ہے یا نہیں تو اس کی اقتداء کراہت کے ساتھ ہوگی۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)

صح الاقتداء :۔ یعنی اگر امام تیمم کرنے والا ہے اور مقتدی وضو کرنے والا ہے اور امام اس متوضی کی امامت کر رہا ہے تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اسی طریقہ سے ایک شخص پیر کو دھونے والا ہے اور دوسرا موزوں پر مسح کرنے والا ہے تو اسکی اقتداء بھی صحیح ہو جائے گی اسی طریقہ سے اگر کوئی شخص بیٹھ کر امامت کر رہا ہے اور اسکے پیچھے جو لوگ ہیں وہ سب کھڑے ہو کر اس کی اقتداء کر رہے ہیں تب بھی ان لوگوں کی نماز اس بیٹھے ہوئے امام کے پیچھے صحیح ہو جائے گی اسی طریقہ سے اگر ایک شخص فرض پڑھ رہا ہو اور ایک شخص نے آکر اسکے پیچھے نفل کی نیت باندھ لی تو اس فرض پڑھنے والے کی اقتداء درست ہو جائے گی لیکن اگر اس کے برخلاف کیا تو اس کی نماز درست نہ ہو گی، اسی طریقہ سے ایک شخص اشارہ کر کے نماز پڑھ رہا ہے اور جو لوگ اسکے پیچھے ہیں وہ بھی اشارے سے پڑھ رہے ہیں تو ان لوگوں کی نماز درست ہو جائے گی۔

ف :۔ اگر کوئی شخص کسی تیمم کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے تو اسکے بارہ میں ائمہ کا اختلاف ہے امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک درست ہو جائے گی لیکن امام محمدؒ کے نزدیک متوضی کی اقتداء صحیح نہیں ہو گی، حضرات شیخین اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں ان **عمرابن العاصؓ امّ المتوضئين متيمماوسمع ذالك النبیﷺ ولم ينكره** (ابوداؤد) صاحب در مختار نے ایک شرط یہ بیان فرمائی ہے کہ اگر وضو کرنے والے مقتدیوں کے پاس کافی پانی موجود نہ ہو اس وقت متیمم کی اقتدا کر سکتے ہیں، یعنی اس قدر پانی موجود ہو کہ اس سے وہ وضوء کر کے امامت کر سکتا ہو تو اس وقت تیمم کر کے امامت نہیں کرے گا لیکن یہ بات یاد رہے کہ اگر ان کے پاس صرف اس قدر پانی ہو کہ اگر اسے استعمال کرائیں تو پھر ان کے پاس نہ بچے یعنی مقدار ضرورت سے زائد نہ ہو تو اب تیمم کی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے۔

وغاسل :۔ پیر کا دھونے والا موزوں پر مسح کرنے والے کی اقتداء بالاتفاق کر سکتا ہے اس میں کسی قسم کا کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

وقائم :۔ اس میں امام محمدؒ کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر امام بیٹھا ہوا ہو اور مقتدی کھڑے ہوں تو مقتدیوں کی نماز صحیح نہ ہو گی اس لئے کہ امام کی حالت ضعیف ہے اور مقتدیوں کی حالت قوی لیکن حضرات شیخین ارشاد فرماتے ہیں کہ درست ہے اور وہ اس واقعہ سے دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مرض الوفات میں بیٹھ کر امامت فرمائی اور صحابہ نے کھڑے ہو کر آپ کے پیچھے نماز ادا کی لہٰذا اگر یہ صورت صحیح نہ ہوتی تو حضور اکرم ﷺ آخری وقت میں ایسا کیوں فرماتے لہٰذا یہاں پر قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔ (**كذا فى النهاية**)

باحدب :۔ یعنی امام اگر کبڑا ہو جو سیدھا کھڑا نہ ہو سکتا ہو لیکن رکوع کی ہیئت سے اونچا رہتا ہو لیکن اگر رکوع جیسی ہیئت رہتی ہے یا اس سے بھی زیادہ جھکا رہتا ہے تو اسکے پیچھے نماز کے جواز میں اختلاف ہے اس اختلاف کے جاننے کی یہاں ضرورت نہیں دیگر کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے (مراقی الفلاح) احدب کے معنی کمر کا نکل آنا اور سینہ اور پیٹ کا داخل ہو جانا یعنی اندر کو چلا جانا۔ (**كذا فى القاموس**)

ومؤم :۔ امام اگر اشارہ سے نماز پڑھا رہا ہو خواہ وہ کھڑا ہو یا بیٹھا ہو تب بھی اکی اقتداء صحیح ہے لیکن اگر امام لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے اور مقتدی بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر اشارے سے نماز پڑھے تو اقتداء درست نہیں (کذا فی المختار)

بمتنفل :۔ ایک شخص فرض نماز پڑھ رہا تھا اور ایک شخص نے آکر اسکے پیچھے نفل کی نیت باندھ لی تو یہ صورت صحیح ہے لیکن اگر امام فرض نماز پڑھ رہا تھا اور کسی نے اسکے پیچھے تراویح کی نیت باندھ لی تو درست نہ ہوگی۔

وان ظهر بطلان الخ :۔ اگر امام کی نماز باطل ہوگئی تو امام کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو اسکی اطلاع دے لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ مقتدی متعین ہوں تو اطلاع دینا ضروری ہے لیکن اگر مقتدی متعین نہ ہو تو امام پر لازم نہیں کہ ان لوگوں کو اطلاع دے (شامی) بطلان کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک صورت یہ ہے کہ امام کو نماز ہی میں معلوم ہو گیا کہ میری نماز فاسد ہوگئی تو فوراً نماز کا اعادہ کرے اور دوسرے لوگوں سے کرائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ نماز میں تو نہیں معلوم ہوا مگر بعد میں معلوم ہوا تو اپنے مقتدیوں کو حتی المقدور مطلع کرا دینا ضروری ہے (فی المختار) اور یہی صاحب نور الایضاح کی عبارت بالقدر الممکن سے پتہ چلتا ہے۔

يَسْقُطُ حُضُوْرُ الْجَمَاعَةِ بِوَاحِدٍ مِنْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَيْئاً مَطَرٌ وَبَرْدٌ وَخَوْفٌ وَظُلْمَةٌ وَحَبْسٌ وَعَمىً وَفَلْجٌ وَقَطْعُ يَدٍ وَرِجْلٍ وَسِقَامٌ وَإِقْعَادٌ وَحَلٌ وَزَمَانَةٌ شَيْخُوْخَةٍ وَتِكْرَارُ فِقْهٍ بِجَمَاعَةٍ تَفُوْتُهُ وَحُضُوْرُ طَعَامٍ تَتُوْقُهُ نَفْسُهُ وَإِرَادَةُ سَفَرٍ وَقِيَامُهُ بِمَرِيْضٍ وَشِدَّةُ رِيحٍ لَيْلاً لاَنَهَاراً وَإِذَا انْقَطَعَ عَنِ الْجَمَاعَةِ لِعُذْرٍ مِنْ اَعْذَارِهَا الْمُبِيْحَةِ لِلتَّخَلُّفِ يَحْصُلُ لَهُ ثَوَابُهَا.

ترجمہ :۔ ان اٹھارہ چیزوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے کے وقت جماعت کی حاضری معاف ہو جاتی ہے بارش کیوجہ سے، سردی کیوجہ سے، اور ڈر کیوجہ سے اور تاریکی کیوجہ سے اور قید کیوجہ سے اور اندھا ہونے کیوجہ سے اور فالج کیوجہ سے اور ہاتھ یا پیر کے کٹنے کیوجہ سے اور پیروں کی بیماری کیوجہ سے اور مارے جانے کیوجہ سے، لپاہج پنا کیوجہ سے، بوڑھے ہونے کیوجہ سے، فقہ کی تکرار کیوجہ سے کہ جسکی وجہ سے جماعت چھوٹ جائے، کھانا کے حاضر ہونے کے وقت جبکہ دل چاہ رہا ہو، سفر کی تیاری کیوقت، مریض کی عیادت کی وجہ سے، رات میں ہوا کے تیز ہونے کی وجہ سے نہ کہ دن میں، اور جب جماعت سے کسی ایسے عذر کی بناء پر جسکی موجودگی میں ترک جماعت جائز ہو جائے تو اسکو جماعت کا ثواب مل جائیگا۔

تشریح ومطالب :۔ **یسقط** : یعنی اگر ان اٹھارہ چیزوں میں سے کوئی ایک چیز پیش آگئی تو اس وقت جماعت میں حاضر ہونے کی تاکید ساقط ہو جاتی ہے۔

مطرٌ :۔ یعنی اگر اس قدر سخت بارش ہو رہی ہو کہ جس کی بنا پر مسجد میں جانا محال ہو اور بارش منقطع نہ ہو رہی ہو اور اس وقت تک ہوتی رہی ہو کہ اس وقت میں جماعت ختم ہوگئی ہو تو اس وقت اس کے لئے جماعت میں حاضر ہونے کی تاکید ساقط ہو جاتی ہے۔

برد :۔ یعنی اس قدر ٹھنڈک پڑ رہی ہو کہ وہ جماعت میں نہ جاسکتا ہو اور جانا نقصان دہ ہو تو اس وقت نماز جماعت کے ساتھ واجب نہیں۔

خوف :۔ یہاں پر خوف کو مطلق ذکر کیا ہے لیکن خوف میں تمام چیزیں داخل ہیں مثلاً اس کو اپنی جان کا خطرہ ہو یا اپنے مال کا خطرہ ہو کہ اگر میں جماعت کے لئے چلا گیا تو میرا مال ضائع ہو جائے گا تو اس وقت مجبوری کی بنا پر جماعت میں حاضری ساقط ہو جائے گی۔

ظلمة :۔ یعنی تاریکی اس قدر سخت ہو کہ مسجد کا راستہ نہ دکھائی دیتا ہو تو اس وقت یہ نابینا کی طرح ہوگا اس پر حاضری لازم نہیں، یہاں پر اندھیرا مطلقاً مراد نہیں (شامی)

حبس :۔ یعنی اگر اس کو اس بات کا خوف ہو کہ اگر میں گیا تو مجھے قید کر لیا جائے گا خواہ وہ ظلماً ہو یا اس وجہ سے ہو کہ وہ اس کا مدیون ہے تو اس وقت اس کے ذمہ سے جماعت میں حاضری ساقط ہو جاتی ہے لیکن ایک بات کا خیال رہے کہ مدیون میں وہی شخص شمار ہوگا جو مالدار نہ ہو لہٰذا اگر مالدار ہے اور اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں گیا تو قید کر لیا جاؤں گا تو اس وقت اس کے ذمہ سے جماعت میں حاضری ساقط نہ ہوگی۔

تکرار فقه :۔ یعنی فقہ کا تکرار ہو رہا ہے اور اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں چھوڑ کر چلا گیا تو پھر مجھے یہ نہ ملے گا تو اس صورت میں نماز جماعت کو ترک کر سکتا ہے لیکن یہ حکم تمام علوم کا نہیں بلکہ صرف فقہ کے لئے خاص ہے لیکن اس پر مداومت نہ کیا جائے، یہ مناسب نہیں ہے۔ (مراقی الفلاح)

حضور طعام :۔ یعنی اگر کھانا حاضر ہو اور اسے کھانے کی خواہش بھی ہو اور اسے اس بات کا خوف ہو کہ اگر میں کھانا نہ کھایا تو ہماری طبیعت کھانے میں لگی رہے گی اور نماز میں خشوع نہ پیدا ہوگی تو اس وقت اگر وہ کھانے میں لگ جائے اور اس کی وجہ سے اس کی نماز جماعت ترک ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

ارادہ سفر :۔ یعنی کوئی شخص سفر کا ارادہ کئے ہوئے ہے اور اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر وہ نماز پڑھنے چلا جائے گا تو قافلہ کوچ کر جائے گا اور لوگوں کا ساتھ چھوٹ جائے گا اور تنہا رہ جائے گا تو اس وقت جماعت میں حاضر ہونا ساقط ہو جائے گا، ہاں اگر وہ تنہا سفر کر رہا ہے تو یہ حکم نہیں، لیکن اگر تنہا ہے اور کسی ایسی سواری سے سفر کرتا ہے کہ اسکا وقت متعین ہے جیسے اس زمانہ میں گاڑی، بس، ہوائی جہاز وغیرہ تب بھی اسکے ذمہ سے حضور جماعت ساقط ہو جائیگی (شامی)

وقیامه :۔ یعنی اگر کوئی مریض ہے اور اسکے پاس کوئی اور موجود نہیں ہے اور اس کو تنہا چھوڑنا بھی مناسب نہیں ہے تو اس وقت اس کے لئے جماعت میں حاضر ہونا ساقط ہو جائے گا لیکن اگر اسکے پاس کوئی موجود ہے یا اسے چھوڑ کر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے تو اس وقت یہ حکم نہ ہوگا بلکہ اسے جماعت میں حاضر ہونا چاہئے۔ (شامی بتصرف)

شدۃ ریح لیلة لا نهارا :۔ اگر رات میں آندھی تیز چل رہی ہو اور کچھ بھائی نہ دیتا ہو، مسجد میں جانا دشوار ہو تو اس وقت جماعت کی حاضری ساقط ہو جاتی ہے لیکن اگر دن میں یہ بات ہے تو حاضری ساقط نہیں ہوگی اس لئے کہ عموماً دن میں اس قدر اندھیرا نہیں ہوتا ہے کہ کچھ بھائی نہ دے اس لئے اس کا حکم الگ ہے۔ (شامی بتصرف)

اذا انقطع :۔ یعنی اگر کوئی ایسا عذر پیش آجائے کہ جس کی وجہ سے جماعت میں حاضر ہونا دشوار ہو جائے اور وہ جماعت کا پابند ہو نیز اس کی نیت حاضری کی ہو تو اس وقت ان عذروں کے باوجود اسکو جماعت کا ثواب ملے گا کیونکہ حدیث میں ہے انما الاعمال بالنیات (بخاری شریف)

فَصْلٌ فِي الْاَحَقِّ بِالْاِمَامَةِ وَتَرْتِيْبِ الصُّفُوْفِ: اِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْحَاضِرِيْنَ صَاحِبُ مَنْزِلٍ وَلَا وَظِيْفَةٍ وَلَا ذُوْ سُلْطَانٍ فَالْاَعْلَمُ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ ثُمَّ الْاَقْرَأُ ثُمَّ الْاَوْرَعُ ثُمَّ الْاَسَنُّ ثُمَّ الْاَحْسَنُ خُلُقًا ثُمَّ الْاَحْسَنُ

وَجهاً ثُمَّ الاَشرَفُ نَسباً ثُمَّ الاَحسَنُ صَوتاً ثُمَّ الاَنظَفُ ثَوباً فَاِن استَوَوا يُقرَعُ اَوِ الخيَارُ لِلقَومِ فَاِن اختَلَفُوا فَالعِبرَةُ بِمَا اختَارَهُ الاَكثَرُ وَاِن قَدَّمُوا غَيرَ الاَولٰى فَقَد اَساءُ وا وكُرِهَ اِمَامَةُ العَبدِ وَالاَعمٰى وَوَلَدُ الزِّنَا وَالجَاهِلِ وَالفَاسِقِ وَالمُبتَدِعِ وَتَطوِيلُ الصَّلٰوةِ وَجمَاعَةُ العُرَاةِ وَالنِّسَاءِ فَاِن فَعَلنَ يَقِفُ الاِمَامُ وَسطَهُنَّ كَالعُرَاةِ وَيَقِفُ الوَاحِدُ عَن يَمِينِ الاِمَامِ وَالاَكثَرُ خَلفَهُ وَيَصُفُّ الرِّجَالُ ثُمَّ الصِّبيَانُ ثُمَّ الخُنَاثٰى ثُمَّ النِّسَاءُ.

فصل:۔ امامت کا سب سے زیادہ مستحق اور صفوں کے ترتیب کے بیان میں: جب حاضرین میں صاحب خانہ اور صاحب وظیفہ اور صاحب اقتدار موجود نہ ہوں تو سب سے زیادہ جاننے والا امامت کا مستحق ہوگا پھر وہ شخص جو حاضرین میں سب سے زیادہ قاری ہو، پھر وہ شخص جو متقی ہو، پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ عمر دراز ہو پھر وہ شخص جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہو، پھر وہ شخص جو خوبصورت ہو، پھر وہ شخص جو نسب کے اعتبار سے سب سے شریف ہو پھر وہ شخص جس کی آواز اچھی ہو پھر وہ شخص جس کا کپڑا زیادہ صاف ہو پھر اگر یہ تمام لوگ برابر ہوں تو قرع اندازی کرے یا قوم کو اختیار ہوگا۔ پس اگر وہ لوگ اختلاف کریں پس اس کا اعتبار کیا جائے گا جس کو زیادہ لوگ پسند کریں، پس اگر بڑھادیا ان لوگوں نے غیر مستحق کو تو یہ لوگ برا کرنے والے ہونگے۔ اور غلام اور اندھے اور اعرابی اور ولد الزنا اور فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ ہے اور نماز کو طویل کرنا اور برہنہ لوگوں اور عورتوں کی جماعت مکروہ ہے پس اگر ان لوگوں نے جماعت کیا بھی تو ان کا امام وسط میں کھڑا ہو جیسے ننگوں کا امام اور ایک شخص امام کے دائیں کھڑا ہو اور اگر زیادہ ہو تو اسکے پیچھے، اور پہلے مردوں کی صف ہوگی پھر بچوں کی پھر خنثیٰ کی پھر عورتوں کی۔

تشریح و مطالب:۔ **فی الاحق:۔** یعنی اگر کوئی مقرر امام ہے یا اسے تنخواہ پر مقرر کیا گیا ہے جیسے بیت المال یا اوقاف وغیرہ سے ادا کیا جاتا ہے یا اسی طریقہ سے اگر بادشاہ ہو تو ان ہی لوگوں میں سے کوئی امامت کرے گا، لیکن اگر بادشاہ موجود ہو تو اسی کو زیادہ حق ہے کہ امامت کرے اس لئے کہ بادشاہ کی ولایت عام ہے اور امام بخاریؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ابن عمرؓ حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے تھے حالانکہ وہ شخص فاسق تھا صاحب نہایہ نے یہ بات لکھی ہے کہ یہ بات گذشتہ زمانے کی تھی اور اس زمانے میں بادشاہ اکثر عالم و صالح ہوتے تھے لیکن ہمارے زمانے میں یہ لوگ سب سے زیادہ ظالم اور فاسق و فاجر ہوتے ہیں لہٰذا اس زمانہ میں یہ حکم نہیں ہوگا۔

فالعالم:۔ عالم سے مراد وہ شخص ہے جسکو نماز کے مسائل زیادہ معلوم ہوں اور اسے ان امور کا پتہ ہو کہ کن چیزوں سے نماز فاسد ہوتی ہے اور کن چیزوں سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور کن امور سے نماز مکروہ ہوتی ہے اگرچہ وہ دوسرے علوم کا جاننے والا نہ ہو کیونکہ اکثر لوگ غیر عالم کی اقتدا کو پسند نہیں کرتے اسلئے سب سے پہلے اسی کو بڑھایا جائیگا۔

ثم الاقرأ:۔ اس سے دو چیزیں مراد ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ اسے سب سے زیادہ قرآن یاد ہو، دوسرے یہ کہ وہ قرآن کی تلاوت اچھی طرح سے کرتا ہو۔ (مراقی الفلاح)

ثم الاورع:۔ اگر ان میں تمام لوگ عالم اور قاری ہیں اور سب کے سب برابر ہیں تو وہ شخص جو پرہیزگار ہو اسلئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی کذا فی الھدایۃ۔

ورع :۔جو شبہات سے بھی اجتناب کرتا ہو اور متقی وہ ہے جو محرمات سے اجتناب کرتا ہو، ورع کو فقہ نے ہجرت کے قائم مقام قرار دیا ہے اس لئے کہ اب ہجرت منسوخ ہو چکی ہے۔(شامی)

ثم الاسن :۔اگر تمام لوگ ورع میں برابر ہوں تو اسکے بعد وہ شخص امامت کرے جس کی عمر سب سے زائد ہو چنانچہ حدیث پاک میں ہے **قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لابی ملیکۃ ولیؤم اکبر کما سنا۔ کذا فی الھدایۃ** اس لئے کہ جس کی عمر زائد ہو گی اس کی نیکیاں بھی زائد ہوں گی۔

ثم الاحسن خلقاً :۔ اگر عمر میں بھی سب برابر ہو جائیں تو جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے زیادہ بہتر ہو وہ امامت کا زیادہ مستحق ہو گا اس لئے کہ ایسے شخص کو لوگ زیادہ پسند کرتے ہیں۔

الاحسن وجھاً :۔اسے دو معنی پر محمول کیا جاسکتا ہے ایک یہ کہ جس کے چہرے پر زیادہ خوبصورتی ہو بکثرت تہجد وغیرہ پڑھنے کی وجہ سے اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے **من کثرت صلوٰتہ باللیل حسن وجھہ**۔اور ایک معنی یہ مراد لیا جاسکتا ہے کہ مطلق خوبصورتی ہو اور زیادہ بہتر بھی یہی ہے اس لئے کہ اس کے مان لینے میں کوئی تاویل نہیں کرنی پڑے گی اور عام طور سے لوگوں میں خوبصورتی کی وجہ سے اثر پڑتا ہے۔(شامی)

ثم الاشرف :اب اگر تمام لوگ خوبصورتی میں بھی برابر ہو جائیں تو اس وقت اس شخص کو آگے بڑھایا جائے گا جو نسب کے اعتبار سے زیادہ شریف ہو اس لئے کہ لوگ اس کی عظمت واحترام کرتے ہیں اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اسلئے اسکی امامت کرنے کی وجہ سے جماعت میں کثرت ہو گی حسب سے مراد یہ ہے کہ جسکے خاندان زائد ہوں۔

ثم الاحسن صوتاً : یعنی اگر اس میں بھی لوگ برابر ہو جائیں تو اسکے بعد جس کی سب سے زیادہ عمدہ آواز ہو اس کو آگے بڑھایا جائے گا کیونکہ خضوع میں اور لوگوں کو رغبت زائد ہوتی ہے (مراقی الفلاح)

ثم الانظف ثوباً :اب اگر اتفاق سے لوگ اس میں بھی برابر ہو جائیں تو اس شخص کو آگے بڑھایا جائے گا جس کے کپڑے زائد صاف ہوں اسکے بعد جس کی بیوی زیادہ خوبصورت ہو اس لئے کہ بیوی کے خوبصورت کے ہونے وقت اسکی نظریں ادھر اُدھر نہیں جائیں گی جس کی وجہ سے وہ گناہ میں مبتلا نہیں ہو گا اور پاکدامن رہے گا لیکن اس بات کا خیال رہے کہ اسکا اعتبار اسی وقت کیا جائے گا جبکہ اسکے پڑوسی ہوں یا محرم ہوں اور وہ جانتے ہوں یا اسی طریقے سے اسکی بیوی کی شہرت ہو تو اس وقت اس کا اعتبار کیا جائے گا ورنہ نہیں۔

فان : یعنی ان تمام امور میں لوگ برابر ہی ہو جائیں تو اب اسکی ایک صورت یہ ہے کہ قرعہ اندازی کی جائے جسکا نام نکل جائے اسے امام بنادیا جائے دوسری صورت یہ ہے کہ قوم کو اختیار دیدیا جائے کہ وہ جسے چاہیں منتخب کرلیں لیکن اختیار دینے کی صورت میں اختلاف ہوسکتا ہے، اب اگر اختلاف ہو جائے تو جسکے بارے میں زیادہ لوگوں کی رائے ہو اسے آگے بڑھادیا جائے۔

فان قدموا :اگر قوم نے کسی ایسے شخص کو بڑھادیا کہ جو مستحق امامت نہیں تھا تو ان لوگوں نے برا کیا لیکن گنہگار نہیں ہوں گے اگر نمازیوں کو کسی امام کی امامت ناگوار ہو تو اس کی تین صورتیں ہوں گی یا تو امام میں کوئی خرابی تھی جو مقتدیوں کے لئے باعث ناگوار تھی یا اس لئے ناگواری ہو گی کہ اس سے بہتر اور کوئی شخص تھا جس کو اس امام نے موقع

نہیں دیا ان دونوں صورتوں میں امام گنہگار ہوگا اور اگر وہی مستحق امامت تھا اور اس سے بہتر کوئی نہ تھا پھر بھی مقتدی اس سے نفرت کرتے ہیں تو اس صورت میں امام گنہ گار نہ ہوگا۔

وکرہ :اب یہاں سے ان لوگوں کی امامت کے بارے میں احکام بیان کررہے ہیں کہ جنکے پیچھے نماز پڑھنے سے نماز تو ہو جاتی ہے لیکن مکروہ ہوتی ہے۔

العبد :غلام خواہ آزاد کردیا گیا ہو یا ابھی مطلق غلام ہی ہو یا مکاتب ہو، اسکے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تنزیہی ہے اسلئے کہ عموماً غلام عالم نہیں ہوا کرتے انہیں نماز کے مسائل زیادہ یاد نہیں ہوتے اسلئے کہ انہیں ان مسائل کے سیکھنے کا موقع نہیں ملتا لیکن اگر کوئی غلام ایسا ہو کہ تمام چیزوں کا جاننے والا ہو تو اس کی امامت مکروہ بھی نہیں اور امام شافعیؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر غلام اور آزاد دونوں علم قرأت اور ورع میں برابر ہو جائیں تو حر کو عبد پر مقدم نہیں کیا جائیگا۔(عینی)

الاعمیٰ :اس لئے کہ اندھے عام طور پر نجاست وغیرہ سے احتیاط نہیں کرپاتے اسی طریقہ سے قبلہ کی طرف سیدھے کھڑے بھی نہ ہو پاتے اس لئے ان کے پیچھے نماز مکروہ ہے لیکن اگر ان سے افضل کوئی موجود نہ ہو تو کوئی کراہت نہیں۔(مراقی الفلاح، شامی وغیرہ)

الاعرابی :اعرابی اس شخص کو کہتے ہیں جو دیہات کا رہنے والا ہو خواہ عربی ہو یا عجمی۔ اعرابی کے پیچھے اس وجہ سے نماز مکروہ ہے کہ انکے اوپر جہل کا غلبہ ہوتا ہے چنانچہ ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک اعرابی نے ایک امام کی اقتداء کی اور جب امام نے **الاعراب اشد کفراً ونفاقاً** تلاوت کی تو اعرابی نے اسکا سر پھوڑ دیا پھر دوسری مرتبہ اقتداء کی تو امام نے **ومن الاعراب من یؤمن باللہ والیوم الآخر** پڑھ رہا تھا جب اعرابی نے یہ سنا تو کہا کہ میری لاٹھی کارگر ہوگئی۔

والد الزنا :ولدزنا کے پیچھے اس وجہ سے نماز مکروہ ہے کہ اس کی تربیت باپ کے آغوش میں نہیں ہوئی ہے جس کی وجہ سے بہت سی رذیل خصلتیں اس کے اندر آجاتی ہیں اور ولدزنا سے مراد یہاں پر وہ ہے کہ جو نہ عالم ہو اور نہ متقی اور اس لئے کہ لوگوں کی رغبت اس کی اقتدا میں کم ہوتی ہے جس کی وجہ سے جماعت میں قلت ہو جاتی ہے۔

الفاسق :۔ فاسق کی امامت بھی مکروہ ہے اور یہ کراہت تحریمی ہے نیز اگر اسکے علاوہ اور کوئی اس سے افضل موجود نہ ہو تب بھی کراہت ہے کما صرح بہ فی الشامی۔

المبتدع :۔بدعت کی تعریف یہ ہے **ما احدث علی خلاف الحق المتلق عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال او صفۃ بنوع استحسان وطریق سبہۃ وجعل دینا قیماً وصراطاً مستقیما** (مراقی الفلاح) یہاں پر یہ بات خاص طور سے خیال کرنے کی ہے کہ اگر کوئی کام خلاف شرع کیا جاتا ہے مگر اس کو دین کا کام نہیں مانا جاتا تو وہ گناہ تو ہو سکتا ہے مگر اس کو بدعت نہیں کہا جاسکتا جیسے شادی کی رسمیں جو خوش طبعی اور تفریح کے لئے کی جاتی ہیں چونکہ ان کو خود ہی رسم یا تفریح سمجھتے ہیں، دین کا کام نہیں سمجھتے لہٰذا بدعت نہیں ہوگا البتہ اگر حد جواز سے بڑھے ہوئے ہیں تو گناہ ہوں گے۔ماخوذ از ایضاح الاصباح)

وتطویل الصلوٰۃ :۔یعنی نماز کو لمبی پڑھنا مکروہ ہے اسلئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے **اذا صلی احدکم**

للناس فليخفف فان فيهم الضعيف والسقيم والكبير واذا لنفسه فليطول ماشاء۔ (بخاری و مسلم) لیکن جب مقتدی راضی ہوں تو کوئی حرج نہیں البتہ بعض فقہاء نے یہ فرمایا ہے کہ مقدار سنت ہو اگر اس سے زائد ہو تو مکروہ ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مطلقاً مختصر کرے اور مقتدیوں کی رعایت پیش نظر رکھے، اسی طرح سے صرف قرأت میں طول نہیں بلکہ الصلوٰۃ کو مطلق لاکر اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ رکوع اور سجود سب میں طول مکروہ ہے لیکن اگر تنہا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اس وقت جس مقدار میں چاہئے اور جس قدر چاہئے نماز پڑھے یہ حکم جماعت کا ہے۔

جماعۃ العراۃ : یعنی جو لوگ ننگے نماز پڑھ رہے ہوں ان کے لئے جماعت مکروہ تنزیہی ہے ان کے لئے افضل ہے کہ تنہا تنہا نماز ادا کریں اس لئے کہ اس صورت میں ان کے لئے زیادہ پردہ ہے۔

النساء :۔ عورتوں کے لئے بھی جماعت کرنی مکروہ ہے اسی طرح وہ جماعت میں حاضر بھی نہیں ہو سکتیں اب اگر ان لوگوں نے جماعت کیا بھی تو ان کا امام درمیان میں کھڑا ہوگا اور ان کے لئے درمیان میں کھڑا ہونا واجب ہے اب اگر ترک کر دیا تو گنہگار ہوں گی۔

یقف الواحد :۔اب اگر صرف ایک ہی مقتدی ہے تو وہ امام کے داہنی جانب کھڑا ہو اب اگر وہ بائیں جانب کھڑا ہوا تو مکروہ ہے۔

الاکثر خلفه :۔اب اگر ایک سے زائد ہوں تو امام آگے ہو جائے گا اور یہ لوگ اسکے پیچھے کھڑے ہوں گے لیکن اگر مقتدی صرف دو ہوں تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک امام درمیان میں کھڑا ہو جائے گا آگے نہیں بڑھے گا مصنفؒ الاکثر لاکر اسی طرف اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں۔

ویصف الرجال :۔اگر کہیں ایسا موقع آگیا کہ جہاں پر مرد بھی ہوں اور بچے اور اسی طرح خنثی اور عورت بھی تو وہاں پر صف کس طرح سے باندھی جائے گی تو اس کا طریقہ بتایا کہ سب سے پہلے مرد ہوں گے پھر بچے ہوں گے اس کے بعد خنثی اور اسکے بعد عورتوں کی صفیں ہوں گی۔

(فصلٌ فیمایفعلُهُ الْمُقْتَدِیْ بَعْدَ فَرَاغِ اِمَامِهٖ مِنْ وَاجِبٍ وَغَیْرِهٖ) لَوْ سَلَّمَ الاِمَامُ قَبْلَ فَرَاغِ الْمُقْتَدِیْ مِنَ التَّشَهُّدِ یُتِمُّهُ وَلَوْ رَفَعَ الاِمَامُ رَاْسَهٗ قَبْلَ تَسْبِیْحِ الْمُقْتَدِیْ ثَلَاثًا فِی الرُّکُوْعِ اَوِالسُّجُوْدِ یُتَابِعُهٗ وَلَوْ زَادَ الاِمَامُ سَجْدَةً اَوْ قَامَ بَعْدَ الْقُعُوْدِ الاَخِیْرِ سَاهِیاً لَایَتْبَعُهُ الْمُؤْتَمُّ وَاِنْ قَیَّدَهَا سَلَّمَ وَحْدَهٗ وَاِنْ قَامَ الاِمَامُ قَبْلَ الْقُعُوْدِ الاَخِیْرِ سَاهِیاً اِنْتَظَرَهُ الْمَامُوْمُ فَاِنْ سَلَّمَ الْمُقْتَدِیْ قَبْلَ اَنْ یُقَیِّدَاِمَامُهُ الزَّائِدَةَ بِسَجْدَةٍ فَسَدَتْ فَرْضُهٗ وَکُرِهَ سَلَامُ الْمُقْتَدِیْ بَعْدَ تَشَهُّدِ الاِمَامِ قَبْلَ سَلَامِهٖ.

ترجمہ:۔ فصل۔ وہ واجب اور غیر واجب جسے مقتدی امام کے فارغ ہونے کے بعد کرے گا۔ اگر امام مقتدی کے تشہد پڑھنے سے پہلے سلام پھیر دے تو مقتدی تشہد کو پوری کرے گا اور اگر امام رکوع یا سجدے کی تین تسبیح پوری ہونے سے قبل سر کو اٹھالے تو مقتدی اسکی متابعت کرے گا اور اگر امام کوئی سجدہ زائد کرنے لگے یا قعدۂ اخیرہ کے بعد بھول کر اٹھ جائے تو مقتدی اسکی اتباع نہ کرے گا اور اگر امام نے اس کو مقید کر دیا ہے تو مقتدی تنہا سلام پھیر دے پس اگر قعدہ اخیرہ سے

قبل امام بھول کر کھڑا ہو گیا تو انتظار کرے تو اگر امام کے زائد سجدہ سے مقید کرنے سے قبل مقتدی نے سلام پھیر دیا تو اس مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی اور مقتدی کیلئے مکروہ ہے کہ تشہد کے بعد امام کے سلام پھیرنے سے قبل سلام پھیرے۔

تشریح و مطالب:۔ اب یہاں سے ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں جو مقتدی امام کے فارغ ہونے کے بعد کرے گا ان امور میں بعض واجب ہیں کہ جس کا کرنا مقتدی کے لئے ضروری ہے اور بعض وہ امور ہیں کہ جس کا کرنا مکروہ ہے۔

المقتدی: اسے کہتے ہیں جو دوسرے کی اقتداء کرے۔ اصطلاح شرع میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو امام کے پیچھے نماز ادا کرے اب اس اقتداء کرنے والے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو وہ ہوگا جو امام کے ساتھ از ابتداء تا انتہاء شریک رہا ہو اسے مدرک کہا جاتا ہے، دوسرا وہ ہے کہ امام کے ساتھ شریک رہا ہے لیکن کسی وجہ سے بعض رکعتیں یا تمام کی تمام چھوٹ گئیں مثلاً شریک تو ہوا تھا لیکن اسے نیند آگئی اور بعض رکعتیں چھوٹ گئیں تو اسے لاحق کہا جاتا ہے، تیسرا وہ شخص ہے کہ امام کیساتھ اس وقت شریک ہوا جب کہ امام بعض رکعتیں پڑھ چکا تھا یا تمام رکعتیں پڑھ چکا تھا مگر یہ اس کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو جائے لیکن اگر امام کے اوپر سجدہ ہے تو لاحق اس کے ساتھ سجدۂ سہو نہیں کرے گا بلکہ پہلے اپنی نماز کو پوری کرے گا ان رکعات کے چھوٹنے کی وجہ سے اس کے اوپر سجدۂ سہو نہیں ہوگا۔ اور مسبوق کا حکم یہ ہے کہ امام جب سلام پھیرے اس وقت وہ کھڑا ہو کر چھوٹی ہوئی رکعات کو پوری کرے لیکن اگر امام کو سجدۂ سہو لاحق ہو گیا تو بلا سلام پھیرے اسی وقت امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے گا۔ ماخوذ از حاشیہ شیخ الادب۔ واللہ اعلم

لو سلم الامام: اگر ابھی مقتدی تشہد ہی پڑھ رہا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی تشہد کو پورا کرے اس لئے کہ تشہد کا پڑھنا واجب ہے، لیکن اگر مقتدی نے پہلے تشہد کو پڑھ لیا تو اب یہ خاموش رہے اسلئے کہ امام کے تابع ہے ایک صورت یہ ہے کہ مقتدی تشہد تو پڑھ چکا تھا لیکن ابھی دعا اور درود کو پڑھ رہا تھا تو اب امام کی اقتداء کرے گا اس لئے کہ امام کی اتباع واجب اور درود و دعا سنت ہے اور واجب کیلئے سنت کو ترک کر دیا جائے گا اور پہلے التحیات پڑھنے سے پہلے امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو راجح قول یہی ہے کہ پہلے التحیات پڑھ لے پھر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو۔ (مراقی الفلاح)

لو رفع الامام رأسه:۔ اگر مقتدی سجدہ میں تھا یا رکوع میں تھا اور ابھی تین مرتبہ تسبیح نہیں کہہ سکا تھا کہ امام نے سر کو اٹھا لیا تو امام کی اتباع کرے قول اصح تو یہی ہے ہاں ایک قول یہ بھی ہے کہ تین تسبیح پوری کر لینے کے بعد اٹھے (مراقی) اسلئے کہ اگر تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ یا تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہنے سے قبل اٹھ گیا تو بھی نماز ہو جائیگی۔

لو زاد الامام سجدة:۔ اگر امام نے دو سجدہ کر لیا تھا اور اب تیسرے سجدہ کے لئے چلا گیا تو اب مقتدی اس میں اتباع نہیں کریں گے بلکہ وہ بیٹھے رہیں گے اور اسی طرح اگر دو رکعت والی نماز تھی یا چار رکعت والی اور امام نے قعدۂ اخیرہ کر لیا تھا اب بھول کر کھڑا ہو گیا، حالانکہ اب امام کو سلام پھیرنا تھا تو اس وقت بھی مقتدی اس کی اتباع نہیں کریں گے اس وقت ان لوگوں کو چاہئے کہ امام کو لقمہ دیں لیکن ابھی تک یہ لوگ سلام نہیں پھیریں گے اسکا انتظار کریں گے اب اگر وہ جس رکعت کے لئے کھڑا ہوا تھا اس کا سجدہ کر لے تب یہ لوگ تنہا تنہا سلام پھیر دیں گے امام کا انتظار نہیں

کریں گے یہ حکم تو اس وقت کا تھا کہ جب امام قعدۂ اخیرہ کے بعد بھول کر کھڑا ہوا تھا اب اگر یہ صورت پیش آ جائے کہ ابھی تک امام نے قعدۂ اخیرہ نہیں کیا تھا اور بھول کر کھڑا ہو گیا تو اب مقتدی کے اوپر لازم ہے کہ اس کا انتظار کریں یہاں تک کہ وہ دوسری رکعت کو اسکے ساتھ ملا لے اب اگر مقتدیوں نے اس کا انتظار نہیں کیا بلکہ اس سے قبل ان لوگوں نے تشہد اور درود دعا وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دیا تو ان لوگوں کی نماز فرض فاسد ہو جائے گی اور ان لوگوں کے اوپر لازم ہو گا کہ دوبارہ نماز پڑھیں، اس لئے کہ قعدۂ اخیرہ رکن ہے اور رکن کو امام کے ساتھ اداء کرنا چاہئے تھا اور اس نے امام کے ساتھ اسے نہیں کیا بخلاف صورت اولیٰ کے کہ اس میں قعدۂ اخیرہ کو امام کیساتھ ادا کر لیا تھا۔ (مراقی الفلاح)

کرہ سلام المقتدی :۔ اگر امام نے تشہد پڑھ لیا تھا اور مقتدی نے اسکے سلام پھیرنے سے قبل ہی خود تنہا سلام پھیر دیا تو اس صورت میں یہ مکروہ تحریمی ہے ہاں اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔ (مراقی الفلاح)

(فَصلٌ فِی الاَذْکَارِ الوَارِدَةِ بَعْدَ الفَرْضِ) اَلْقِيَامُ اِلیٰ السُّنَّةِ مُتَّصِلاً بِالْفَرْضِ مَسْنُوْنٌ وَعَنْ شَمْسِ الاَئِمَّةِ الحَلْوَانِی لاَبَاْسَ بِقِرَاءَ ةِ الاَوْرَادِ بَيْنَ الْفَرِيْضَةِ وَالسُّنَّةِ وَيَسْتَحِبُّ لِلاِمَامِ بَعْدَ سَلاَمِهٖ اَنْ يَتَحَوَّلَ اِلیٰ يَسَارِهٖ لِتَطَوُّعٍ بَعْدَ الفَرْضِ وَاَنْ يَّسْتَقْبِلَ بَعْدَهُ النَّاسَ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ ثَلاَثاً وَيَقْرَؤُوْنَ آيَةَ الْكُرْسِی وَالْمُعَوَّذَاتِ وَيُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ ثَلاَثاً وَّثَلٰثِيْنَ وَيَحْمَدُوْنَهٗ كَذَالِكَ وَيُكَبِّرُوْنَهٗ كَذَالِكَ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ لاَاِلٰهَ اِلاَّاللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَعَلیٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ثُمَّ يَدْعُوْنَ لاَنْفُسِهِمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ رَافِعِی اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَمْسَحُوْنَ بِهَا وُجُوْهَهُمْ فِی آخِرِهٖ.

ترجمہ :۔ وہ اذکار جو فرض کے بعد منقول ہیں۔ فرض کے بعد متصلا سنتوں کے لئے کھڑا ہو جانا اور شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے کہ فرض اور سنت کے درمیان وظائف پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور امام کے لئے مستحب ہے کہ فرض کے بعد نفل پڑھنے کے لئے بائیں طرف ہٹ جائے اور اسکے بعد لوگوں کی طرف چہرہ کرے اور تمام لوگ اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور آیت الکرسی پڑھیں، اور قل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب الفلق پڑھیں اور ۳۳ بار سبحان اللہ کہیں اتنی ہی مرتبہ الحمد للہ پڑھیں اور اتنی ہی بار اللہ اکبر پڑھیں پھر تمام لوگ اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر خود اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعاء کریں پھر دعا کے ختم پر اپنے ہاتھوں کو چہرے پر مل لیں۔

نماز کے اندر فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کے بیان کرنے کے بعد اب **ان چیزوں** کو بیان کر رہے ہیں کہ جن کا نماز کے بعد کرنا احادیث سے ثابت ہے اور اسکے فضائل کتب احادیث سے ثابت ہیں۔

تشریح و مطالب :۔ القیام الیٰ السنۃ متصلاً: یعنی فرض نماز کے پڑھ لینے کے فوراً بعد بلا کسی تاخیر کے سنت کے لئے کھڑا ہو جائے، لیکن مستحب یہ ہے کہ اس کے درمیان اس قدر فصل کرے کہ جتنی دیر میں اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام تبارکت یا ذوالجلال والاکرام پڑھ لے اس لئے کہ اس قدر پڑھنے کا ثبوت حدیث شریف سے ہے اور اگر کوئی فوراً کھڑا ہو جائے تو بھی کوئی حرج نہیں اور اسی کو مصنفؒ نے بیان کیا ہے، اور شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے کہ اگر فرض اور سنت کے درمیان کوئی وظیفہ پڑھا جائے تو

کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن یہ بہتر نہیں ہے۔

ویستحب للامام بعد سلامه: یعنی جب امام سلام پھیر دے، اب اس کے لئے مستحب ہے کہ اپنا رخ لوگوں کی طرف کرے اگر اسکے بعد سنت ہو تو یہ مستحب نہیں یہ اس وقت ہے کہ جس نماز کے بعد سنت نہیں، اسکے بعد استغفار کرے اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے قال علیه الصلوٰة والسلام من سبح لله فی دبر کل صلوٰة ثلاثاً وثلاثین وحمد الله تعالیٰ ثلاثاً وثلاثین وکبر الله ثلاثاً وثلاثین فتلك تسعة وتسعون وقال تمام المائة لااله الاالله وحده لاشریك له له االملك وله الحمد وهو علی کل شئی قدیر غُفرت خطایاه وان کانت مثل زبد البحر (مسلم) اسلئے کہ نماز کے بعد ان افعال کا کرنا مستحب ہے۔

ثم یدعون: پھر جب ان تسبیحات کو پوری کرلے اس کے بعد دعاء کرے اس لئے کہ یہ وقت دعا کی قبولیت کا ہوتا ہے چنانچہ حضور علیہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا جوف اللیل الاخیر ودبر الصلوٰة الکتوبة نیز اس لئے بھی کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب انسان نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کے خطایا معاف ہو جاتے ہیں اس لئے اگر اب وہ دعاء کرے گا تو اسکی دعا مقبول ہوگی۔

رافعی ایدیهم: یعنی اپنے ہاتھ کو سینے تک اٹھا کر اس طور پر کہ ہاتھ کا باطن چہرے کے جانب ہو دعاء کرے اور ان کلمات کے ساتھ دعاء کو ختم کرے سبحان ربك رب العزة عما یصفون اس لئے کہ حضور علیہ ﷺ نے ارشاد فرمایا من هلل دبر کل صلوٰة سبحان ربك رب العزة عما یصفون ثلاث مرات فقد اکتال بالمکیال الاوف مَن الاجر (مراقی الفلاح)

ثم یمسحون:۔ دعاء سے فراغت کے بعد اپنے ہاتھوں کو چہرے پر مل لینا چاہئے چنانچہ حدیث میں ہے قال علیه الصلوٰة والسلام اذا دعوت الله فادع بباطن کفیك ولاتدع بظهورهما فاذا فرغت فامسح بهما وجهك (حصن حصین) وکان صلی الله علیه وسلم اذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطهما وفی روایة لم یردهما حتی یمسح بهما وجهه، لیکن دعا کی حالت میں آسمان کیطرف نہ دیکھا جائے کیونکہ یہ خلاف ادب ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے نیز اپنے لئے بھی دعا کرے اور ان تمام مسلمانوں کیلئے جو اس کے ساتھ شریک نہیں ہیں۔

بَابُ مَایُفْسِدُ الصَّلوٰةَ

وَهُوَ ثَمَانِيَةٌ وَّسِتُّوْنَ شَيْئاً اَلْكَلِمَةُ وَلَوْ سَهْواً اَوْ خَطأً وَالدُّعَاءُ بِمَا يَشْبَهُ كَلاَمَنَا وَالسَّلاَمُ بِنِيَّةِ التَّحِيَّةِ وَلَوْ سَاهِياً وَرَدُّ السَّلاَمِ بِلِسَانِهِ اَوْ بِالْمُصَافَحَةِ وَالعَمَلُ الْكَثِيْرُ وَتَحْوِيْلُ الصَّدْرِ عَنِ القِبْلَةِ وَاَكْلُ شَيْءٍ مِّنْ خَارِجِ فَمِهِ وَلَوْ قَلَّ وَاَكْلُ مَابَيْنَ اَسْنَانِهِ وَهُوَ قَدْرُ الحِمَّصَةِ وَشُرْبُهُ وَالتَّنَحْنُحُ بِلاَعُذْرٍ وَالتَّافِيْفُ وَالاَنِيْنُ وَالتَّاوُّهُ وَارْتِفَاعُ بُكَائِهِ مِنْ وَجْعٍ اَوْ مُصِيْبَةٍ لاَمِنْ ذِكْرِ جَنَّةٍ وَنَارٍ وَتَشْمِيْتُ عَاطِسٍ بِيَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَجَوَابُ مُسْتَفْهِمٍ عَنْ نِدٍّ بِلاَاِلٰهَ اِلاَّاللّٰهُ وَخَبَرُ سُوْءٍ بِالاِسْتِرْجَاعِ وَسَارٍ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَعَجَبٍ بِلاَاِلٰهَ اِلاَّاللّٰهَ اَوْ

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَكُلُّ شَيءٍ قَصَدَ بِهِ الْجَوَابَ كَيَا يَحْيٰ خُذِ الْكِتَابَ وَرُؤْيَةُ مُتَيَمِّمٍ مَاءً وَتَمَامُ مُدَّةِ مَاسِحِ الْخُف وَنَزْعُهُ وَتَعَلُّمُ الْاُمِّيِّ آيَةً وَوِجْدَانُ الْعَارِي سَاتِراً وَقُدْرَةُ الْمُوْمِي عَلٰى الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ.

ترجمہ :۔ مفسدات صلوٰۃ۔ مفسدات صلوٰۃ اڑسٹھ چیزیں ہیں بات کرنا اگرچہ بھول کر یا غلطی سے ہو اور اپنی باتوں کے مشابہ دعا کرنا اور تحیہ کی نیت سے سلام کرنا اگرچہ بھول کر ہو، اور سلام کا جواب زبان سے یا مصافحہ سے دینا اور عمل کثیر کرنا اور قبلہ جانب سے سینہ کا پھیر لینا اور منھ کے باہر سے کسی چیز کا کھانا اگرچہ کم ہی ہو، اور دانتوں کے درمیان کی اس چیز کا کھانا جو چنے کے برابر ہو، اور پینا، اور بلا عذر کے کھنکھارنا، اور اف کہنا کراہنا اور آہ کہنا، درد یا مصیبت کی وجہ سے رونا نا کہ دوزخ اور جنت کے ذکر کی وجہ سے، اور یرحمک اللہ کہہ کر چھینکنے والے کا جواب دینا اور خدا کے ساتھ شریک کرنے والے کا جواب لاالہ الااللہ سے دینا، اور بری خبر پر انا للہ کہنا یا اچھی خبر پر الحمد اللہ کہنا، یا کسی تعجب خیز خبر پر لاالہ الااللہ کہنا، یا سبحان اللہ کہنا، نیز ہر وہ چیز جس سے جواب کا ارادہ کیا گیا ہو جیسے یا یحیٰی خذ الکتاب، اور تیمم کرنے والے کو پانی کا دیکھ لینا، اور موزے پر مسح کرنے والے کی مدت کا ختم ہو جانا اور اس کا اتار لینا یا ان پڑھ کو آیت کا سیکھ لینا یا ننگے کا کپڑے پر قادر ہو جانا، یا اشارہ سے نماز پڑھنے والے کا رکوع اور سجدہ پر قادر ہو جانا۔

تشریح ومطالب :۔ ابھی تک ان چیزوں کو بیان کر رہے تھے کہ جو نماز کے لئے شرط تھیں یا ان کا نماز میں کیا جانا ضروری تھا، اب جبکہ ان کو بیان کر چکے تو ان چیزوں کا بیان کر دینا ضروری تھا کہ جن کی وجہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر اس حالت میں نماز پڑھ لی جائے تو نماز نہیں ہوتی اور نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے لہٰذا جس طرح ان چیزوں کا جاننا ضروری تھا کہ جنکی وجہ سے نماز ہوتی ہے اسی طرح ان چیزوں کا بھی جان لینا ضروری ہے جسکی وجہ سے نماز کے اندر فساد آجاتا ہے۔ اب اس فصل میں انہی چیزوں کو بیان کر رہے ہیں اور انکے تفصیلی احکام پیش کر رہے ہیں۔

ثمانية وسبعون :۔ مصنفؒ نے یہاں پر اڑسٹھ کا ذکر کیا ہے لیکن یہ حصر کے لئے نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ تعداد ہے اور مصنفؒ نے انہی چیزوں کا بیان کیا ہے جو خاص خاص ہیں (مراق الفلاح)

الكلمة :۔ کلمہ کا لفظ استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ خواہ وہ جملہ مفیدہ ہو خواہ غیر مفیدہ ہر صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی۔

ولو سهواً :۔ اگرچہ بھول کر ہی ہو اسکے لئے یہاں چند الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں خطا، سہو، نسیان۔ خطا کی تعریف یہ ہے کہ ایک چیز کے کرنے کا ارادہ کر رہا تھا، لیکن اسکے خلاف ہو گیا مثلاً قرآن پڑھنے کا ارادہ کر رہا تھا لیکن اس کی زبان سے کلام الناس نکل گیا۔ سہو کی تعریف یہ ہے کہ ادنی درجہ کے تنبیہ کے بعد آدمی ہوشیار ہو جائے۔ نسیان یہ ہے کہ ایک بات ذہن میں تھی اور وہ نکل گئی اب اسے یاد کرنے کے لئے جدید ادراک کی ضرورت ہے۔ صاحب نور الایضاح نے صرف دو کا استعمال کیا نسیان کو چھوڑ دیا اس لئے کہ سہو میں نسیان بھی شامل ہے یعنی بات کسی بھی طرح کی ہو خواہ بھول کر ہو یا ادنی سی بے توجہی کی بنا پر بہر صورت نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

والدعاء بمايشبه كلامنا :۔ یعنی نماز کے اندر عام لوگوں کی طرح بات چیت کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی

ہے مثلاً دعا مانگے کہ اے اللہ! مجھے فلاں قسم کا کپڑا دیدے یا فلاں قسم کا کھانا کھلا دے، یا فلاں عورت سے نکاح کرا دے یعنی ایسے کام کی دعا نماز کے اندر جائز نہیں ہے جو عام طور پر انسان کرتے ہیں اور انسانوں سے کرائے جاتے ہیں البتہ نماز سے باہر ایسی دعا مانگی جاسکتی ہے بلکہ ہر چیز اللہ ہی سے مانگنی چاہئے۔ (مراقی الفلاح)

والسلام :۔ یہاں پر مطلق استعمال کیا اسلئے کہ اس میں دونوں طرح کا پہلو شامل ہے خواہ جان کر ہو یا غلطی سے اور اگر حالت قعود کے بعد ایسی حرکت کی ہے تو اسکی نماز صحیح ہو جائے گی اسی طریقہ سے اگر نماز جنازہ میں ہو تو اسکا یہ حکم نہیں ہوگا۔

ورد السلام :۔ اسی طریقہ سے سلام کا جواب دینا خواہ وہ زبان سے ہو یا ہاتھ سے نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر اشارے سے سلام کا جواب دیا تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

العمل الکثیر :۔ اسی طریقہ سے عمل کثیر کرنے سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن اس عمل کثیر سے مراد یہ ہے کہ جو نماز سے باہر ہو، پس اگر سجدہ کو لمبا کر دیا یا رکوع کو لمبا کر دیا یا قیام کو طول دیدیا تو ان تمام ہی صورتوں میں نماز فاسد نہ ہو گی اس لئے کہ یہ افعال نماز کے اندر کے ہیں۔ اب عمل کثیر کسے کہا جائے اور کسے عمل قلیل اس کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے کوئی کام کیا جائے تو یہ عمل کثیر ہے اور اگر ایک ہاتھ سے کیا جائے تو یہ عمل قلیل، اور یہ کام کرنا اتنی دیر تک ہو کہ اتنی دیر میں ایک رکن ادا کیا جاسکتا ہو تو اسے عمل کثیر کہا جائے گا۔ ایک قول اسکے بارے میں یہ ہے کہ خود نماز پڑھنے والے پر چھوڑ دیا جائے اگر اس کا دل کہہ رہا ہو کہ یہ عمل کثیر ہے تو عمل کثیر ہو گا ورنہ نہیں۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر دور سے دیکھنے والا یہ خیال کرے کہ یہ نماز کے علاوہ کوئی اور کام کر رہا ہے اور وہ اسے نماز ہی نہ سمجھتا ہو تو یہ عمل کثیر ہے لیکن اس میں ایک شرط یہ ہے کہ وہ دیکھنے والا اس بات کا علم نہ رکھتا ہو کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے اور اسی کو اکثر فقہاء نے پسند کیا ہے اور اصح فرمایا ہے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ایک رکن میں کسی کام کا پے در پے کرنا یہ عمل کثیر ہے۔ (ماخوذ حاشیہ شیخ الادبؒ)

تحویل الصدر :۔ اسی طریقہ سے سینے کا قبلہ کی طرف سے پھر جانا بھی مفسدات صلوٰۃ میں داخل ہے لیکن ایک بات یاد رہے اس سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جنہیں حدث لاحق ہو گیا ہے اسلئے کہ جب وہ وضو کرنے جاتے ہیں تو ان کا سینہ قبلہ سے پھر جاتا ہے حالانکہ انکا حکم یہ ہے کہ وہ اسی نماز پر بنا کریں اسی طریقہ سے اس سے صلوٰۃ الخوف والے بھی خارج ہیں۔

واکل شئی :۔ اسی طرح کسی ایسی چیز کا کھانا جو منھ میں نہ ہو اگر چہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو مثلاً سرسوں کے ایک دانہ کا کھا جانا اسی طرح سے اگر بارش ہو رہی تھی اور اس نے نماز کی حالت میں اپنے چہرے کو اوپر اٹھایا اور بارش کا قطرہ منھ میں چلا گیا تب بھی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

واکل مابین اسنانہ :۔ اسی طرح سے اس چیز کا بھی کھا لینا جو اسکے دانتوں میں لگی ہوئی تھی اور وہ ایک چنے کی مقدار سے زائد تھی، اس لئے کہ اس سے زیادہ کھا لینے میں عمل کثیر ہو جاتا ہے اسی طرح اس چیز کے کھانے سے کہ جس کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے نماز فاسد ہو جائے گی (شامی)

وشربہ : اسی طرح پانی کا پی لینا بھی مفسد صلوٰۃ میں داخل ہے خواہ وہ جان بوجھ کر ہو یا غلطی سے مثلاً بارش میں

نماز پڑھ رہا تھا یا اولہ گر رہا تھا اور اسکے اندر نماز پڑھ رہا تھا اب اگر اس صورت میں اس کے قطرات منہ میں چلے جائیں اور پیٹ میں اتر جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

والتنحنح : اسی طریقہ سے بلا کسی عذر کے کھنکھارنا ہاں اگر کسی عذر کی بنا پر ہو تو نماز فاسد نہ ہو گی جیسے گلے میں کسی چیز کا پھنس جانا کہ جس کی وجہ سے قرأت میں خلل اندازی ہوتی ہو تو ایسے وقت میں کھنکھارنے میں کوئی مضائقہ نہیں، یا یہ کہ کوئی شخص اسکے سامنے سے گذر رہا تھا اور اس کو بتلانے کے لئے کھنکھارا تو قول اصلح کے مطابق نماز فاسد نہ ہو گی (در مختار)

التافیف : مفسدات صلوٰۃ میں سے یہ بھی ہے کہ نماز کے اندر اُف اُف کیا جائے یا مٹی اڑانے کیلئے آواز نکالی جائے۔

والانین :۔ آہ کرنا یعنی نماز میں کسی درد کی بنا پر رونا یا اسی طریقہ سے درد کی آواز نکالنا بھی مفسد صلوٰۃ میں داخل ہے اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

وارتفاع بکائہ : اسی طرح سے نماز کی حالت میں کسی مصیبت کی بنا پر رونا نماز کو توڑ دیتا ہے اور یہ رونا اس طور پر ہو کہ اس رونے کی وجہ سے دو حرف یا اس سے زائد حروف نکلیں لیکن اگر جنت یا دوزخ کے ذکر کے وقت روئے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اسی طرح سے ایسا مریض ہے کہ جو اپنے درد کی وجہ سے اپنی آہ وغیرہ کو روک نہیں سکتا تو اسکی نماز فاسد نہ ہو گی۔

تشمیت عاطس :۔ اسی طریقہ سے چھینکنے والے کا جواب دینا اس لئے کہ یہ کلام الناس کے مشابہ ہے اور کلام الناس کا نماز کی حالت میں استعمال کرنا مفسدات صلوٰۃ میں داخل ہے ہاں اگر اپنی چھینک پر یرحمک اللہ کہا تو نماز فاسد نہ ہو گی لیکن امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ دوسرے ہی کی چھینک پر کیوں نہ ہو نماز فاسد نہ ہو گی، امام ابو حنیفہؒ سے اس کی ایک روایت منقول ہے کہ اگر زبان کو حرکت نہیں دی تو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی اور اگر زبان کو حرکت دے دی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر بلا زبان کے حرکت دیئے چھینک کا جواب دیا تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

وجواب مستفهم :۔ یعنی کوئی شخص یہ سوال کر رہا تھا کہ کیا خدا ایک ہے اس کے جواب میں اس شخص نے لا الہ الا اللہ کہدیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہو گی اس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں عظمت خداوندی ہے اور عظمت الٰہی کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی امام اعظمؒ اور امام محمدؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ تو گویا جواب ہے اور کسی چیز کا نماز میں جواب دینا مفسدات صلوٰۃ میں سے ہے (مراقی الفلاح)

وخبر سوء :۔ یعنی ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا کوئی شخص آیا اور اس نے کہا کہ تمہارے بچے کا انتقال ہو گیا اب یہ خبر سن کر مصلی نے انا للہ پڑھا تو اسکی نماز باطل ہو جائے گی۔

وعجب :۔ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا کسی شخص نے اس کو آکر کسی چیز کی خوش خبری دی اب اس شخص نے خوش ہو کر لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ کہدیا تو اب اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

کل شئی :۔ شئی یہاں پر مطلق استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ جس لفظ سے وہ جواب

دے رہا ہے اگر چہ قرآن کا لفظ کیوں نہ ہو اور اس کا ارادہ اس سے جواب کا ہو تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، مثلاً اذان کے وقت شہادتین کا کہنا یا خدائے تعالیٰ کا ذکر سنا اور جل جلالہ کہہ دیا یا حضور علیہ کا نام نامی آیا اور اس نے درود پڑھ دیا یا امام نے تلاوت ختم کی اور اس نے صدق اللہ پڑھ دیا، یا شیطان کا ذکر آیا اور لاحول پڑھ دیا تو ان تمام صورتوں میں نماز باطل ہو جائے گی جیسے کوئی شخص کتاب تلاش کر رہا تھا اور اس نے نماز کی حالت میں یا یحییٰ خذ الکتاب کہہ دیا تو اگر چہ یہ قرآن کی آیت ہے مگر اسکے باوجود اسکی نماز فاسد ہو جائے گی اسلئے کہ اس نے اس سے جواب کا ارادہ کیا ہے۔

ورویة متیمم ماء :۔ یعنی ایک شخص تیمم کر کے نماز پڑھ رہا تھا اور نماز ہی کی حالت میں اسے پانی نظر آگیا تو اب اس کی نماز باطل ہو جائے گی مگر ایک بات کا خیال رہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ تنہا نماز پڑھ رہا تھا لیکن اگر امام کیساتھ ہو گا تو اس کی نماز باطل اسوقت ہو گی جب امام نے پانی کو دیکھ لیا ہو گا۔

وتمام مدة :۔ اسی طرح سے ایک شخص موزے پر مسح کئے ہوئے تھا اور نماز پڑھ رہا تھا کہ مدت مسح ختم ہو گئی مثلاً اگر مقیم تھا تو ایک دن اور رات پوری ہو گئی اور اگر مسافر تھا تو تین دن اور تین رات پوری ہو گئی تو اب اسکی نماز فاسد ہو جائیگی۔

وتعلم الامی :۔ اسی طرح سے ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اسے کلام پاک یاد نہیں تھا، اب اس نے نماز کی حالت میں ایک آیت کا اس قدر کہ جس سے نماز ہو جائے یاد کر لیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اس لئے کہ اس نے پہلے جو رکعات پڑھی تھیں وہ امی کی حالت میں تھی اور اب جو پڑھ رہا ہے یہ امی کی حالت کی نہیں ہے لہٰذا اگر اب اس کی نماز فاسد نہ ہو تو بناء الضعیف علی القوی لازم آئے گا اور یہ ٹھیک نہیں۔

وجدان العاری :۔ ایک شخص کے پاس اس قدر کپڑا نہیں تھا کہ جسے وہ پہن کر نماز پڑھتا اور اس نے اسی حالت میں نماز شروع کر دی اب نماز میں اسے کپڑا مل گیا اور وہ اس قدر ہے کہ اس سے نماز پڑھ سکتا ہے یا اس کے لئے بنایا گیا ہے تو اب جو نماز یہ ننگے کی حالت میں پڑھا تھا وہ فاسد ہو جائے گی اور یہ از سر نو نماز کو لوٹائے گا۔

وقدرۃ المؤم :۔ یعنی ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور وہ رکوع اور سجدہ پر قادر نہیں تھا بلکہ اشارے سے نماز پڑھ رہا تھا اب نماز کی حالت میں اسے صحت ہو گئی اور وہ رکوع اور سجدے پر قادر ہو گیا تو اب اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وَتَذَكُّرُ فَائِتَةٍ لِذِي تَرْتِيبٍ وَاسْتِخْلَافُ مَنْ لَايَصْلُحُ اِمَاماً وَطُلُوْعُ الشَّمْسِ فِى الْفَجْرِ وَزَوَالُهَا فِى الْعِيْدَيْنِ وَدُخُوْلُ وَقْتِ الْعَصْرِ فِى الْجُمُعَةِ وَسُقُوْطُ الْجَبِيْرَةِ عَنْ بُرْءٍ وَزَوَالُ عُذْرِ الْمَعْذُوْرِ وَالْحَدَثُ عَمَداً اَوْ بِصُنْعِ غَيْرِهٖ وَالاِغْمَاءُ وَالْجُنُوْنُ وَالْجَنَابَةُ بِنَظْرٍ اَوْ اِحْتِلَامٍ وَمُحَاذَاةُ الْمُشْتَهَاةِ فِى صَلٰوةٍ مُطْلَقَةٍ مُشْتَرَكَةٍ تَحْرِيْمَةً فِى مَكَانٍ مُتَّحِدٍ بِلاَ حَائِلٍ وَنَوَى اِمَامَتَهَا وَظُهُوْرُ عَوْرَةِ مَنْ سَبَقَهُ الْحَدَثُ وَلَوِ اضْطُرَّ اِلَيْهِ كَكَشْفِ الْمَرْاَةِ ذِرَاعَهَا لِلْوُضُوْءِ وَقِرَائَتُهٗ ذَاهِباً اَوْ عَائِداً لِلْوُضُوْءِ.

ترجمہ :۔ صاحب ترتیب کو قضا نماز یاد آجانا اور اس شخص کو اپنا قائم مقام بنانا جو امامت کے لائق نہ تھا اور فجر کی نماز میں سورج کا نکل آنا، اور عیدین کی نماز میں زوال کا وقت ہو جانا، اور جمعہ کی نماز میں عصر کا وقت داخل ہو جانا، اور پٹی کا زخم صحیح ہو جانے کے بعد گر جانا اور معذور کے عذر کا ختم ہو جانا، جان بوجھ کر حدث کرنا یا کسی غیر کے فعل سے

حدث ہو جانا، اور بے ہوشی کا طاری ہو جانا، اور پاگل ہو جانا، اور جنابت کا ہو جانا کسی بھی طرف دیکھنے کی وجہ سے یا احتلام کی وجہ سے اور کسی قابل شہوت عورت کا مطلق نماز میں جو تحریمہ کے لحاظ سے مشترک ہو ایک ہی جگہ میں بلا کسی آڑ کے برابر آجانا، اور امام نے عورت کی امامت کی نیت بھی کی ہو اور حدث کی وجہ سے اسکے ستر کا کھل جانا اگرچہ کسی مجبوری کی بنا پر ہو جیسے عورت کا اپنے ہاتھوں کو وضو کیلئے کھولنا اور اس کا پڑھتے ہوئے جانا یا وضو سے لوٹتے وقت اس کا پڑھنا۔

تشریح و مطالب :۔ تذکر فائتة یعنی ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور وہ صاحب ترتیب تھا اب اسے نماز کے اندر یہ یاد آگیا کہ اس سے قبل میری نماز قضا ہو گئی تھی اور میں نے اسے ابھی تک ادا نہیں کیا ہے اب اس کے یاد آجانے سے وہ نماز جسے وہ پڑھ رہا تھا فاسد ہو جائے گی۔

استخلاف : ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اسے نماز کے دوران حدث لاحق ہو گیا اب اسے وضو کرنے جانا ہے اور اس نے مقتدیوں میں سے ایسے شخص کو امام بنایا جو امی تھا اسی طریقہ سے معذور تھا جیسے سلس البول وغیرہ تو تمام لوگوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وطلوع الشمس :۔ ایک شخص نے نماز شروع کی اور وہ فجر کا آخری وقت تھا اب اس درمیان کہ یہ نماز پڑھ رہا تھا کہ سورج نکل آیا تو اب اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ اس نے کامل وقت میں شروع کی تھی اور اب وقت ناقص آگیا۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ اسی طرح عیدین کی نماز پڑھی جارہی تھی کہ زوال کا وقت ہو گیا اور عیدین کا وقت زوال سے قبل تک ہے، لہٰذا ان لوگوں کی نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ وقت کے باہر پڑھ رہے ہیں یہی حکم جمعہ کی نماز کا بھی ہے کہ جمعہ کی نماز ہو رہی تھی اور عصر کا وقت آگیا تو جمعہ کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

سقوط الجبیرة :۔ مصنفؒ نے عن برء کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر بلا زخم کے ٹھیک ہوئے پٹی گر جائے اسی طریقہ سے اسے بدل دیا جائے تو نماز فاسد نہیں ہو گی، لیکن اگر زخم کے ٹھیک ہونے کے بعد گرے تو اب جو اس پر طہارت تھی وہ ختم ہو گئی لہٰذا اسکی نماز غیر طہارت کی حالت میں ہے اس وجہ سے ان کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

زوال عذر الخ :۔ یعنی ایک شخص معذور تھا اور اسکا عذر نماز کی حالت میں ختم ہو گیا جیسے عورت مستحاضہ تھی اور اب ٹھیک ہو گئی تو اب یہ عذر باقی نہ رہا لہٰذا ان کی نماز باطل ہو جائے گی لیکن حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ ان کی نماز باطل نہ ہو گی بلکہ نماز پوری کرے۔

والحدث عمداً :۔ اگر قصداً حدث کر دیا تو اسکی نماز فاسد ہو جائے گی یعنی دوبارہ وضو کرے اور پھر سے از سر نو نماز کو پڑھے اور اس نماز پر بنا جائز نہ ہو گی۔

الاغماء :۔ اسی طرح ایک شخص صحیح سالم تھا، اب جب نماز پڑھنے لگا تو بے ہوش ہو گیا یا پاگل ہو گیا تو اسکی نماز باطل ہو جائیگی۔

الجنابة بنظر و احتلام :۔ یہاں پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ یہاں پر جنابت اور احتلام کی طرف اضافت کیوں کی اس لئے کہ سونے کے بعد تو خود ہی نماز فاسد ہو جاتی ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ یہاں پر اس طریقہ سے سویا کہ جس

میں استرخاء مفاصل نہ ہو اور اسی حالت میں خواب دیکھا اور اسی حالت میں اسے احتلام ہو گیا تو اب اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اسی طرح سے نماز پڑھ رہا تھا اور اسکے سامنے سے کوئی حسین و جمیل عورت گذری اور اس کی طرف دیکھنے کی وجہ سے احتلام ہو گیا تب بھی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

و محاذاۃ المشتھاۃ :۔ مصنف ؒ نے مطلقۃ کی قید لگا کر نماز جنازہ کو خارج کر دیا اس لئے کہ وہ مطلق نماز نہیں۔ یہ برابری پنڈلی کے ساتھ ہو جانے یا ٹخنے مل جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی اگر چہ یہ عورت اسکی محرمہ ہی ہو جیسے اسکی بیوی کہ اشتہا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

فی مکانٍ :۔ لہٰذا اگر مکان مختلف ہو گیا مثلاً عورت اونچائی پر ہو تو اس صورت میں عورت کی نماز فاسد نہ ہو گی۔

بلاحائل :۔ لہٰذا اگر درمیان میں کوئی پردہ ہو گا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

ونوی امامتھا :۔ یہ بھی ضروری ہے کہ امام نے اس عورت کی نیت کی ہو کہ وہ میرے پیچھے نماز پڑھ رہی ہے لہٰذا اگر امام نے اسکے امامت کی نیت کی تو اسکی نماز فاسد نہ ہو گی۔

ف :۔ یہ بھی ضروری ہے کہ مقابلہ ایسی حالت میں ہو کہ وہ دونوں نماز ادا کر رہے ہوں لیکن اگر ایسی حالت ہو کہ نیت نماز تو موجود ہے مگر ادائیگی نماز کی نہیں ہو رہی ہے جیسے وضو ٹوٹ گیا تھا اب وضو کرنے کے لئے جا رہے ہیں اب جاتے وقت یا آتے وقت مقابلہ ہو گیا تو اس صورت میں نماز نہیں ٹوٹے گی کیونکہ یہ مقابلہ نماز ادا کرتے وقت نہیں اسی لئے بعض فقہاء نے ادا کی قید بھی لگائی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مقابلہ عورت کا مرد سے نو شرطوں کے پائے جانے پر مفسد نماز ہو گا (۱) عورت کا قابل شہوت ہونا (۲) تحریمہ میں اشتراک ہو (۳) یہ مقابلہ ایک رکن میں یا رکن سے زیادہ مقدار میں آیا ہو (۴) نماز مطلق ہو (۵) ایک جگہ ہو (۶) کوئی آڑ نہ ہو (۷) ادا میں اشتراک ہو (۸) مرد نے پیچھے ہٹنے کا اشارہ نہ کیا ہو (۹) امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو۔

ظھور عورۃ :۔ حدث کے لاحق ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ اس پر بناء کی جاتی ہے لیکن اگر کشف ستر پایا جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً عورت کو اگر حدث لاحق ہو گیا اور وہ وضو کرنے کیلئے جاتی ہے تو اب اس صورت میں وہ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک کھولے گی حالانکہ وہ اس کیلئے ستر ہے اس لئے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

قرائتہ ذاھباً :۔ یعنی ایک شخص کو حدث لاحق ہو گیا اب وہ وضو کرنے کیلئے جا رہا ہے یا وضو کر کے لوٹ رہا ہے اور اس حالت میں وہ تلاوت کر رہا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی، اب یہ وضو کے بعد از سر نو نماز ادا کرے گا اس کے لئے بنا جائز نہ ہو گی، ہاں تسبیح کے بارے میں قول اصح یہی ہے کہ اگر اس درمیان میں پڑھ لیا تو نماز فاسد نہ ہو گی (مراقی الفلاح)

وَمَكْثُهُ قَدْرَ اَدَاءِ رُكْنٍ بَعْدَ سَبْقِ الْحَدَثِ مُسْتَيْقِظاً وَمُجَاوَزَتُهُ مَاءً قَرِيباً لِغَيْرِهٖ وَخُرُوْجُهُ مِنَ الْمَسْجِدِ بِظَنِّ الْحَدَثِ وَمُجَاوَزَتُهُ الصُّفُوْفَ فِي غَيْرِهٖ بِظَنِّهٖ وَانْصِرَافُهٗ ظَانّاً اَنَّهٗ غَيْرُ مُتَوَضٍّ وَاَنَّ مُدَّةَ مَسْحِهٖ اِنْقَضَتْ اَوْ اَنَّ عَلَيْهِ فَائِتَةً اَوْ نَجَاسَةً وَاِنْ لَمْ يَخْرُجْ مِنَ الْمَسْجِدِ وَفَتْحُهُ عَلٰى غَيْرِ اِمَامِهٖ وَالتَّكْبِيْرُ بِنِيَّةِ الْاِنْتِقَالِ لِصَلٰوةٍ اُخْرٰى غَيْرِ صَلٰوتِهٖ اِذَا حَصَلَتْ هٰذِهِ الْمَذْكُوْرَاتُ قَبْلَ الْجُلُوْسِ الْاَخِيْرِ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ وَيُفْسِدُهَا اَيْضاً مَدُّ

الْهَمْزَةِ فِي التَّكْبِيْرِ وَقِرَاءَةُ مَالاَ يَحْفَظُهُ مِنْ مُصْحَفٍ وَاَدَاءُ رُكْنٍ اَوْ اِمْكَانُهُ مَعَ كَشْفِ الْعَوْرَةِ اَوْمَعَ نَجَاسَةٍ مَانِعَةٍ وَمُسَابَقَةُ الْمُقْتَدِيْ بِرُكْنٍ لَمْ يُشَارِكْهُ فِيْهِ اِمَامُهُ وَمُتَابَعَةُ الاِمَامِ فِي سُجُوْدِ السَّهْوِ لِلْمَسْبُوْقِ وَعَدَمُ اِعَادَةِ الْجُلُوْسِ الاَخِيْرِ بَعْدَ اَدَاءِ سَجْدَةٍ صُلْبِيَّةٍ تَذَكَّرَهَا بَعْدَ الْجُلُوْسِ وَعَدَمُ اِعَادَةِ رُكْنٍ اَدَّاهُ نَائِماً وَقَهْقَهَةُ اِمَامِ الْمَسْبُوْقِ وَحَدَثُ الْعَمَدِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ الاَخِيْرِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَأْسِ رَكْعَتَيْنِ فِي غَيْرِ الثُّنَائِيَّةِ ظَانًّا اَنَّهُ مُسَافِرٌ اَوْاَنَّهَا الْجُمُعَةُ اَوْ اَنَّهَا التَّرَاوِيْحُ وَهِيَ الْعِشَاءُ اَوْ كَانَ قَرِيْبَ عَهْدٍ بِالاِسْلَامِ فَظَنَّ الْفَرْضَ رَكْعَتَيْنِ.

ترجمہ:۔ اور حدث پیش آجانے کے بعد بلا عذر حالت بیداری میں ایک رکن کی مقدار ٹھہر جانا اور قریب کے پانی کو چھوڑ کر دور کے پانی پر جانا، اور حدث کو گمان کر کے مسجد سے نکلنا، اور مسجد نہ ہو تو صفوں سے گذر جانا، اور اپنی جگہ سے یہ گمان کر کے ہٹ جانا کہ میں باوضو نہیں ہوں یا میرے مسح کی مدت ختم ہو گئی ہے یا یہ کہ اسکے اوپر قضا نماز ہے یا نجاست ہے، اگر چہ ان صورتوں میں وہ مسجد سے نہیں نکلا، اور اپنے امام کے علاوہ کو لقمہ دینا اور تکبیر کہنا جس نماز میں تھا اس سے دوسری نماز میں جانے کے لئے یہ مذکورہ بالا صورتیں جب قعدۂ اخیرہ میں تشہد سے پہلے پیش آجائیں، نیز تکبیر میں مد کا بڑھا دینا بھی مفسدات صلوٰۃ میں سے ہے، اور ایسی سورت کا پڑھنا جو اسے یاد نہ ہو اور کسی رکن کا ادا کرنا یا ادا کر سکنا کشف ستر کے ساتھ یا ایسی نجاست کے ساتھ جو نماز پڑھنے سے مانع ہو، اور مقتدی کا کسی رکن کا پہلے کر لینا کہ جس میں اس کا امام شریک نہ ہوا ہو، مسبوق کا امام کے ساتھ سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرنا سجدۂ صلبیہ کے ادا کرنے کے بعد قعدۂ اخیرہ کا اعادہ نہ کرنا، اور اس رکن کا اعادہ نہ کرنا جس کو سوئے ہوئے ادا کیا تھا اور مسبوق کے امام کا قہقہہ لگانا اور قعدہ اخیرہ کے بعد جان بوجھ کر حدث لاحق کرنا اور دو رکعت کے شروع پر سلام پھیرنا یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ مسافر ہے یا یہ کہ وہ جمعہ کی نماز پڑھ رہا ہے یا یہ کہ وہ تراویح پڑھ رہا ہے حالانکہ یہ عشاء کی نماز پڑھ رہا تھا یا جدید اسلام لایا تھا اور اس نے گمان کیا کہ دو ہی رکعت فرض ہے۔

تشریح ومطالب:۔ مکثہ یعنی کسی شخص کو حدث لاحق ہو گیا اب اسے چاہئے تھا کہ جاکر وضو کرتا لیکن وہ وہاں پر ایک رکن کے ادا کرنے کی مقدار رکا رہا تو اسکی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن معذور اس سے مستثنٰی ہے جیسے کسی شخص کو نکسیر آرہی ہو اور وہ اسکے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے یا بھیڑ تھی اور وہ اس بات کا انتظار کر رہا تھا کہ بھیڑ ختم ہو جائے تو میں جاکر وضو کرونگا تو ان معذوروں کی نماز فاسد نہ ہو گی۔

ومجاوزته:۔ حدث لاحق ہونے کے بعد وضو کرنے کیلئے گیا لیکن جو پانی قریب میں تھا وہاں پر وضو نہیں کیا حالانکہ اس سے وضو کر سکتا تھا دور پانی پر چلا گیا تو اس صورت میں چونکہ عمل کثیر کیا اس وجہ سے اسکی نماز فاسد ہو جائیگی۔

خروجه من المسجد:۔ مصنف نے بظن الحدث کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر اسے اس بات کا گمان ہے کہ میں نے بلا وضو کے نماز شروع کر دی تھی یا مسح کرنے والا تھا اور اسے اس بات کا گمان ہو گیا کہ اس کی مدت مسح ختم ہو گئی تو اس کی نماز اسی وقت فاسد ہو جائے گی، اگر حدث کے گمان سے مسجد سے باہر نکل گیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ اسے حقیقتاً حدث لاحق ہوا ہو یا صرف گمان ہو مثلاً ایک شخص کی ناک سے پانی نکلا اور

اسے اس بات کا خیال ہوا کہ یہ خون ہے اور اسی خیال میں وہ مسجد سے نکل گیا اور باہر آنے کے بعد اسے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ پانی تھا تو اسکے لئے بنا جائز نہیں، لیکن اگر مسجد میں نماز نہیں پڑھ رہا ہے تو اس وقت صفوں کا اعتبار کیا جائے گا یا تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور سجدہ کی مقدار یہ گمان کرتا رہا تو اس صورت میں اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وانصرافه ظاناً :۔ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اسے اس بات کا گمان ہوا کہ میں بے وضو نماز پڑھ رہا ہوں اب یہ مسجد سے نکل کر باہر گیا تو اسے معلوم ہوا کہ میں باوضو ہی تھا یا اسی طریقے سے نماز میں گمان ہوا کہ میری مدت مسح ختم ہو گئی تو اب اسکے نکلنے کے بعد یہ نماز کی بنا نہیں کر سکتے بلکہ نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا اگرچہ یہ لوگ مسجد سے باہر نہ نکلے ہوں۔

وفتحه :۔ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس نے غلطی کر دی ایک دوسرا شخص جو الگ نماز پڑھ رہا تھا اس نے اسے لقمہ دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی ہاں اگر اپنے امام کو لقمہ دیا اگرچہ وہ فرض کی مقدار پڑھ چکا تھا تو اس صورت میں اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔ (مراقی الفلاح)

التکبیر :۔ تکبیر لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر صرف دل سے ہی ارادہ کیا ہے تو اس کی نماز فاسد نہ ہو گی لیکن اگر تکبیر کہہ کر اس نماز میں داخل ہو گیا تو اس کی یہ پہلی نماز جسے وہ پڑھ رہا تھا فاسد ہو جائے گی، نیز الصلوٰۃ کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر ایک شخص فرض قضا روزے کی نیت کئے ہوئے تھا اب وہ نیت بدل کر روزہ بدلنا چاہتا ہے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (مراقی الفلاح)

اذاحصلت :۔اگر یہ تمام صورتیں اس وقت پائی جائیں جب قعدۂ اخیرہ میں تشہد کو نہ پڑھ لیا ہو تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی البتہ اگر تشہد کی مقدار کے بعد یہ واقعات پیش آئے ہیں تو اس کی نماز ہو جائے گی اس میں جو ائمہ کے اختلافات ہیں اسے ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔

ایضامدالھمزۃ :۔ تکبیر میں مد کا خوب بڑھا دینا جس سے معنی میں تبدیلی آجاتی ہے تو یہ مفسد صلوٰۃ میں داخل ہے اس کی مفصل تفصیل گذر چکی۔

کشف العورۃ :۔یعنی ایک رکن کے مقدار ستر کا کھلا رہنا ہے اسی طرح ایسی نجاست کا ہونا کہ جس کی موجودگی میں نماز کا پڑھنا ممنوع ہو خواہ وہ نجاست خفیفہ ہو یا غلیظہ، نماز نہیں ہو گی اس کی تفصیل کتاب الطہارۃ میں گذر چکی۔

مسابقة المقتدی :۔یعنی مقتدی نے رکوع کیا اور رکوع سے سر کو اٹھا بھی لیا لیکن امام نے ابھی سر کو نہیں اٹھایا اور ابھی وہ رکوع ہی میں ہے لیکن اس نے دوبارہ امام کی متابعت میں رکوع نہیں کیا تو اس صورت میں اس کی نماز فاسد ہو جائیگی۔

متابعة الامام :۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ امام نے سلام پھیر دیا مسبوق باقی ماندہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا اور سجدہ بھی کر لیا اس کے بعد امام کو یاد آیا کہ اس کو سجدہ سہو کرنا تھا چنانچہ اس نے سجدہ سہو کیا اب اس مسبوق نے بھی امام کیساتھ سجدہ کیا تو اس صورت میں مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر وہ مسبوق کھڑا تو ہو گیا تھا لیکن ابھی سجدہ نہیں کیا کہ امام سجدہ سہو کرنے لگے تو اس مسبوق کو امام کے ساتھ سجدہ کرنا چاہئے لیکن اگر نہ کیا تو بھی نماز

درست ہو جائے گی البتہ اس کو فراغت کے بعد سجدہ سہو کر لینا چاہئے اور اگر امام نے غلطی سے سجدہ کر لیا یعنی اس پر واجب تو نہ تھا مگر اس کو خیال ہو گیا کہ واجب ہے اور سجدہ کر لیا اور مسبوق نے بھی اس میں اس کی متابعت کی تب بھی نماز صحیح ہو جائے گی۔ بہر حال اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ متن کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مسبوق جب حتمی طور پر مسبوق ہو گیا یعنی باقی نماز کی ادائے گی میں وہ امام سے قطعاً علیحدہ ہو گیا، اگر مسبوق امام کے سلام پھیرنے سے پہلے مگر امام کی التحیات کے بعد کھڑا ہو گیا تو مسبوق کی نماز ہو جائے گی اور اگر امام کی التحیات سے پہلے کھڑا ہو گیا تو اس کی نماز نہ ہو گی۔ (ماخوذ ایضاح الاصباح)۔

عدم اعادة الجلوس :۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس کا ایک سجدہ رہ گیا تھا اب قعدہ اخیرہ میں وہ سجدہ یاد آگیا اب اسکے بعد اس سجدے کو اس نے کر لیا لیکن اس سجدے کی ادائیگی کے فوراً بعد سلام پھیر دیا جلوس اخیرہ کا اعادہ نہ کیا تو اسکی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وعدم اعادة رکن :۔ یعنی ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اسی حالت میں سو گیا اور ایک رکن کو بھی ادا کر لیا بیدار ہونے کے بعد اس کا اعادہ نہ کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

السلام:۔ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور وہ نماز دو رکعات کے علاوہ والی تھی اس شخص نے دو رکعت پڑھ کر یہ گمان کیا کہ میں مسافر ہوں اسوجہ سے مجھے دو ہی رکعت پڑھنی چاہئے حالانکہ یہ شخص مقیم ہو گیا تھا تو اب اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طریقہ سے ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا لیکن اس نے خیال کیا کہ میں جمعہ کی نماز پڑھ رہا ہوں اور اس نے سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

او کان قریب عهد بالاسلام :۔ یعنی ایک شخص ابھی قریب الاسلام تھا اور اس نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا حالانکہ یہ نماز دو رکعت کے علاوہ والی تھی اور وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ فرض صرف دو ہی ہے تو اسکی نماز فاسد ہو جائے گی۔

فصلٌ : لَوْ نَظَرَ الْمُصَلِّي إِلىٰ مَكْتُوْبٍ وَفَهِمَهُ أَوْاَكَلَ مَابَيْنَ اَسْنَانِهِ وَكَانَ دُوْنَ الْحِمِّصَةِ بِلَاعَمَلٍ كَثِيْرٍ اَوْمَرَّ مَارٌّفِي مَوْضَعِ سُجُوْدِهِ لَاتَفْسُدُ وَاِنْ اَثِمَ الْمَارُّ وَلَاتَفْسُدُ بِنَظْرِهٖ اِلىٰ فَرْجِ الْمُطَلَّقَةِ بِشَهْوَةٍ فِي الْمُخْتَارِ وَاِنْ ثَبَتَ بِهِ الرَّجْعَةُ.

ترجمہ:۔ اگر نماز پڑھنے والے نے کسی لکھی ہوئی چیز کی طرف دیکھا اور اسے سمجھ لیا یا اپنے دانتوں کے درمیان کی چیز کو کھایا اور وہ چنے کے دانے کی مقدار سے کم تھا اور بلا عمل کثیر کے کھایا یا اسی طریقہ سے اس کے سجدہ کی جگہ سے کوئی گذر گیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی اگر چہ گذرنے والا گنہگار ہوا اور اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی کسی مطلقہ عورت کے فرج کی جانب شہوت سے دیکھنے سے مختار مذہب میں اگر چہ اس کی رجعت اس کی وجہ سے ثابت ہو جائے۔

تشریح و مطالب:۔ **لو نظر** : یعنی اگر کسی لکھی ہوئی چیز کی جانب دیکھ لیا اور اسے سمجھ لیا تو اس سے اس کی نماز میں کوئی فساد نہیں ہو گا اس میں امام محمدؒ کا اختلاف ہے اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ امام محمدؒ کے نزدیک یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ فلاں کتاب نہیں پڑھے گا تو اگر اس نے اس کتاب کو دیکھا اور

اس کو پڑھا نہیں مگر اس کا مطلب و معانی سمجھ لیا تو حانث ہو جائے گا اس کو مسئلہ یمین پر قیاس کرتے ہوئے نماز کا بھی فاسد ہونا منسوب کرتے ہیں حالانکہ یہ قیاس درست نہیں ہوگا کیونکہ نماز عمل کثیر سے فاسد ہوتی ہے اور یہ عمل کثیر نہیں لہٰذا اس مسئلہ کو اس مسئلہ پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔(فتح القدیر)

اکل مابین اسنانہ :۔ مابین کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر منہ میں کوئی چیز نہیں تھی بلکہ باہر سے کھائی گئی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

و کان دون الحمصۃ :۔ یعنی یہ چیز جو دانتوں کے درمیان ہے جسے وہ کھا رہا ہے وہ چنے کے دانے کے برابر سے کم مقدار میں ہو لہٰذا اگر اس سے زائد مقدار میں ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

بلا عمل کثیر :۔ یہ قید لگا کر یہ بتلانا مقصود ہے کہ اگر عمل کثیر سے اسے کھایا تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی مثلاً چبا کر کھایا کہ جس سے اسکا منہ ہلنے لگا یا اسی طرح اور کوئی طریقہ سے جسے عمل کثیر میں شمار کیا جاتا ہو تو اسکی نماز فاسد ہو جائیگی۔

او مَرَّ مارٌّ : یعنی وہ شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اسکے سامنے سے کوئی گذر گیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی خواہ یہ نماز پڑھنے والا جنگل میں ہو یا مسجد میں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے **قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لایقطع الصلوٰۃ مرور شئ** (مسلم شریف) لیکن گذرنے والا گنہگار ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں بیان فرمایا گیا ہے **قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ولو علم المار بین یدی المصلی ماذا علیہ من الوزر لوقف اربعین** داؤد ظاہری کے نزدیک مصلی کے آگے سے عورت کتا گدھا وغیرہ کے گذر جانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ مصنفؒ کا مقصود انکی تردید بھی کرنی ہے۔ اب ایک سوال رہ جاتا ہے کہ کتنی دوری سے گذرنے والا گنہگار ہوگا؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سجدہ کی جگہ سے لے کر قدم کے درمیان تک میں گذرنا، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ دو صفوں کی مقدار یا تین صفوں کی مقدار گذرنے پر گنہگار ہوگا لیکن صاحب نہایہ نے یہ لکھا ہے کہ نمازی کا اعتبار ہوگا سنت طریقہ کے مطابق کہ جس حالت میں جہاں دیکھنا مسنون ہے اگر اس کی نگاہ وہاں پر چلی جائے تو گذرنے والا گنہگار ہوگا لیکن یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب وہ شخص جنگل میں پڑھ رہا ہو اب اگر کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے تو پوری مسجد سے گذرنے پر گنہگار ہوگا۔ ہاں بعض علماء نے چھوٹی اور بڑی مسجد کے اندر فرق کیا ہے، نیز اس بارے میں امام محمدؒ نے جامع صغیر میں ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص دور سے گذر جائے تو بعض کی رائے ہے کہ مکروہ ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ مکروہ نہیں۔ اگر ایک شخص اونچائی پر نماز پڑھ رہا ہے اور اس اونچائی کی مقدار یہ ہے کہ ایک قدم اونچا ہے تو اس وقت اس کا یہ حکم نہ ہوگا بلکہ اونچائی سترے کے حکم میں ہوگی، جیسے ایک شخص چھت پر نماز پڑھ رہا ہے تو نیچے اسکے سامنے سے گذرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لاتفسد :۔ یعنی ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس کی نظر عورت کے فرج پر پڑی اور اس نے اسے طلاق رجعی دے رکھی تھی اور فرج سے مراد فرج داخل ہے تو اگرچہ اس دیکھنے کی وجہ سے رجعت تو ثابت ہو گئی لیکن نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ اس دیکھنے میں عمل کثیر نہیں ہے ہاں بوسہ لینا، چھونا یہ سب جماع کے حکم میں ہے اور عمل کثیر میں ان کا شمار ہوتا ہے لہٰذا ان کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

فصلٌ يُكْرَهُ لِلْمُصَلِّي سَبْعَةٌ وَّسَبْعُوْنَ شَيْئاً تَرْكُ وَاجِبٍ اَوْسُنَّةٍ عَمَداً كَعَبَثِهٖ بِثَوْبِهٖ وَبَدَنِهٖ وَقَلْبُ الْحَصٰى اِلاَّ لِلسُّجُوْدِ مَرَّةً وَفَرْقَعَةُ الاَصَابِعِ وَتَشْبِيْكُهَا وَالتَّخَصُّرُ وَالاِلْتِفَاتُ بِعُنُقِهٖ وَالاِقْعَاءُ وَاِفْتِرَاشُ ذِرَاعَيْهِ وَتَشْمِيْرُ كُمَّيْهِ عَنْهُمَا وَصَلوٰتُهٗ فِي السَّرَاوِيْلِ مَعْ قُدْرَتِهٖ عَلٰى لُبْسِ الْقَمِيْصِ وَرَدُّ السَّلاَمِ بِالاِشَارَةِ وَالتَّرَبُّعُ بِلاَ عُذْرٍ وَعَقْصُ شَعْرِهٖ وَالاِعْتِجَارُ وَهُوَ شَدُّ الرَّاْسِ بِالْمِنْدِيْلِ وَتَرْكُ وَسْطِهَا مَكْشُوْفاً وَكَفُّ ثَوْبِهٖ وَسَدْلُهٗ وَالاِنْدِرَاجُ بِحَيْثُ لاَيُخْرِجُ يَدَيْهِ وَجَعْلُ الثَّوْبِ تَحْتَ اِبْطِهِ الاَيْمَنِ وَطَرْحُ جَانِبَيْهِ عَلٰى عَاتِقِهِ الاَيْسَرِ وَالْقِرَاةُ فِيْ غَيْرِ حَالَةِ الْقِيَامِ وَاِطَالَةُ الرَّكْعَةِ الاُوْلٰى فِي التَّطَوُّعِ وَتَطْوِيْلُ الثَّانِيَةِ عَلَى الاُوْلٰى فِيْ جَمِيْعِ الصَّلَوٰتِ وَتَكْرَارُ السُّوْرَةِ فِيْ رَكْعَةٍ وَاحِدَةٍ مِنَ الْفَرْضِ.

ترجمہ:۔ نماز پڑھنے والے کے لئے ستر چیزیں مکروہ ہیں واجب یا سنت کا جان بوجھ کر چھوڑ دینا جیسے اپنے کپڑے اور بدن سے کھیلنا، سجدے کی جگہ سے کنکری کا ایک مرتبہ سے زیادہ ہٹانا، انگلیوں کا پھوڑنا، انگلیوں میں جال ڈالنا، کوکھ پر ہاتھ رکھنا، گردن موڑ کر دیکھنا، کتے کی طرح بیٹھنا، اپنے کہنیوں کا بچھا دینا، دونوں آستینوں کا چڑھا لینا، صرف پائجامہ میں نماز پڑھنا، جبکہ قمیص پہننے پر قادر ہو، اشارے سے سلام کا جواب دینا، بلا عذر کے چار زانو بیٹھنا، مرد کو سر کے بالوں کا باندھنا، اعتجار یعنی رومال سے سر کا باندھ لینا اور اس کے درمیان کا کھلا ہوا چھوڑ دینا، کپڑوں کا چننا، اور کپڑوں کا بدن سے لٹکانا، اور اسکا اس طرح لپیٹ لینا کہ اسکے ہاتھ نہ نکلے اور کپڑے کو داہنی بغل سے نکال کر دونوں کناروں کو بائیں یا داہنے مونڈھے پر ڈال لینا، حالت قیام کے علاوہ میں قرآن کا پڑھنا، نفل نماز میں پہلی رکعت کو طول دینا اور دوسری رکعت کو پہلی رکعت پر تمام نمازوں میں طویل کرنا اور فرض کی ایک رکعت میں ایک ہی سورت کا بار بار پڑھنا۔

تشریح ومطالب:۔ **یکرہ**: مکروہ محبوب اور پسندیدہ چیز کے مقابل میں بولا جاتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں مکروہ تحریمی اور تنزیہی۔ اگر کسی فعل کے متعلق ممانعت وارد ہوتی ہے مگر وہ اپنی پختگی اور قوت سند میں اس درجہ پر نہیں کہ جس سے حرمت ثابت ہو سکے تو اس ممانعت سے کراہت تحریمی ثابت ہوگی اور اگر اس فعل کے متعلق ممانعت وارد نہیں ہوئی بلکہ کسی مسنون فعل کے ترک کے باعث کراہت پیدا ہو رہی ہے تو یہ کراہت تنزیہی ہوگی، مکروہ تنزیہی مباح کے قریب تر ہے اور مکروہ تحریمی حرام کے۔ تجنیس میں ہے کہ جو نماز کراہت کے ساتھ ادا کی جائے اس کو اس طرح لوٹا لینا چاہئے کہ جس میں کراہت نہ ہو، علی ھذا کسی واجب کے چھوٹنے پر اگرچہ نماز ہو جاتی ہے مگر لوٹانا واجب ہے اور سنت کے چھوٹنے پر لوٹانا مسنون ہے۔

سبع وسبعون:۔ یہ عدد تحدید کے لئے نہیں ہے بلکہ اس عدد سے یہ بتلانا ہے کہ تقریباً ستر ہیں لہٰذا اگر اس سے زائد مل جائیں تو مصنفؒ پر اعتراض نہ کیا جائے اور نہ ہی یہ سمجھا جائے کہ یہ مکروہ نہیں (مراقی الفلاح بتصرف)

ترك واجب اوسنة:۔ ایک اعتراض ہو سکتا ہے کہ انکو مکروہات میں مقدم کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی اس سے پہلے اور چیزوں کو بیان کر سکتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر اور مسائل متفرع ہوتے ہیں مثلاً تعدیل ارکان وغیرہ کا ترک کر دینا، اس وجہ سے اس کو پہلے ذکر کیا۔ واللہ اعلم بالصواب

کعبثه :قال علیه الصلوٰۃ والسلام ان اللہ تعالیٰ کرہ لکم العبث فی الصلوٰۃ اور اس لئے کہ اس سے نماز کی طرف توجہ نہیں رہتی اور خشوع وخضوع نہیں پیدا ہوتا حالانکہ یہی نماز کی جان ہے اور عبث اس عمل کو کہا جاتا ہے کہ جس کے کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو بعض لوگوں نے یہ تعریف کی ہے کہ جس میں لذت نہ ہو اگر اس میں لذت ہوگی تو وہ عبث ہو جائے گا اور یہاں پر مراد ایسے افعال ہیں جو داخل نماز نہ ہوں (مراقی بتصرف)

قلب الحصی :۔ مصلی کا کنکری وغیرہ ہٹانا اس لئے کہ یہ بھی ایک طرح کا کھیل ہے لیکن اگر سجدہ کی جگہ کنکری ہو اور اس جگہ سجدہ کرنا ممکن نہ ہو تو ایک مرتبہ ہٹانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اس لئے کہ اگر اس جگہ سجدہ کرے گا تو ٹھیک سے سجدہ نہیں کر سکتا لہٰذا اس کے پیش نظر ایک مرتبہ ہٹانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لاتمسح الحصا وانت تصلی فان کنت ولابد فاعلا فواحدۃ ۔ کذافی الشامی صاحب در مختار نے فرمایا کہ اگر نہ ہٹائے تو اولیٰ ہے اسی طرح صاحب محیط نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ اور دو مرتبہ تو ہٹا سکتا ہے لیکن اگر اس سے زائد ہٹائے گا تو عمل کثیر میں داخل ہو جائے گا۔

فرقعة : لانہ نہی ان یفرقع الرجل اصابعہ وھو جالس فی المسجد ینتظر للصلوٰۃ وفی روایۃ ھو یمشی الیھا (ابوداؤد) ھٰکذا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتفرقع اصابعك وانت تصلی۔ اسی طریقہ سے ایک ہاتھ کی انگلی کو دوسرے ہاتھ کی انگلی میں ڈال کر چٹخانہ بھی مکروہ ہے اس لئے کہ اس طرح کرنے سے کھیلنے کی حالت کے مشابہ ہو جاتی ہے، نیز فقہاء نے نماز کے باہر بھی انگلی چٹخانے کو منع کیا ہے۔

التخصر :۔ کیونکہ حدیث میں اس پر نہی فرمائی گئی ہے نہی علیہ الصلوٰۃ والسلام عن التخصر فی الصلوٰۃ (رواہ البخاری ومسلم) صاحب بحر الرائق نے کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی فرمایا ہے اس لئے کہ حدیث میں اس پر نہی کر دی گئی ہے نیز نماز کے باہر بھی کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس طرح ہاتھ رکھنے میں غم کا اظہار ہوتا ہے۔

الالتفات بعنقه :۔ التفات کی تین قسمیں ہیں (۱) مکروہ اور وہ یہی ہے جسے متن میں ذکر کیا گیا (۲) مباح اور یہ کنکھیوں سے اپنے دائیں وبائیں دیکھ لے لیکن اس کی گردن پھری ہوئی نہ ہو، (۳) مبطل اور وہ یہ ہے کہ سینے کو قبلہ کی جانب سے پھیر لے بہر حال اگر بلا کسی عذر کے ایسا کیا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اسکی مکمل تفصیل گذر چکی۔ جملہ چہرہ یا گردہ کا بعض حصہ پھیر لینا مکروہ ہے اور آنکھ سے کسی طرف دیکھنا مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ حدیث میں اس پر نہی وارد ہوئی ہے عن انسؓ عن النبی ﷺ ایاك والالتفات فی الصلوٰۃ فان الالتفات فی الصلوٰۃ ھَلَکَۃ (ترمذی شریف) صاحب ہدایہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر بندے کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں کس سے سرگوشی کر رہا ہوں تو وہ ادھر اُدھر متوجہ نہ ہوگا۔ (شامی)

الاقعاء :۔ کتے کیطرح بیٹھنا بایں طور کہ اپنے سرین کو زمین پر رکھ دے اور اپنے گھٹنوں کو اٹھا کر سینے سے لگا لے کیونکہ اس پر حدیث میں نہی وارد ہوئی ہے، نیز علامہ قاسمؒ اپنے فتوے میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز کے باہر بھی اس طرح سے بیٹھنا مکروہ ہے۔

الافتراش :۔ یعنی مسنون طریقہ تو یہ تھا کہ نماز کی حالت میں اپنے ہاتھوں کو زمین سے علیحدہ رکھتا لیکن اگر زمین سے ملالیا تو یہ مکروہ ہوگا۔اور یہ کراہت تحریمی ہوگی اسی طریقہ سے عورت کیلئے ذراعین کو زمین سے اٹھانا مکروہ ہوگا۔

تشمیر :اپنے آستینوں کو چڑھالینا اس لئے کہ یہ خلاف ادب ہے۔

صلوته فی السراویل :۔ یعنی صرف پائجامہ میں نماز پڑھنا حالانکہ وہ کرتا پہننے پر قادر ہے اس لئے کہ یہ بے ادبی ہے مستحب طریقہ تو یہ ہے کہ آدمی تین کپڑے میں نماز پڑھے اور وہ تین کپڑے یہ ہیں ازار، قمیص، عمامہ۔ہاں اگر ٹوپی سر سے گر جائے تو بلا عمل کثیر کے اٹھالینا مستحب ہے۔

ردالسلام بالاشارة :۔ سلام کا جواب اشارے سے دینا یا سر کے ذریعہ دینا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر زبان سے یا مصافحہ کے ذریعہ سلام کا جواب دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

التربع :۔ بائیں پیر کو بچھالینا اور داہنے کو کھڑا کرلینا یہ مکروہ تنزیہی ہے اس لئے کہ اس پر کوئی نہی وارد نہیں ہوئی ہے البتہ خلاف سنت ہے ہاں عذر کی بنا پر کوئی مضائقہ نہیں۔

عقص شعرہ :۔ بالوں کو گدی پر یا سر پر باندھ لینا مکروہ ہے کیونکہ حدیث میں اس پر ممانعت فرمائی گئی ہے نهی النبی صلی الله علیه وسلم ان یصلی الرجل وهو معقوص الاعتجار (سر پر عمامہ باندھنا اور بیچ کے بال کو چھوڑ دینا یہ بھی مکروہ ہے۔

کف ثوبه :۔اسی طریقہ سے کپڑوں کے کنارے ادھر اُدھر سے سمیٹ لینا تاکہ خراب نہ ہو اگر عمل کثیر اس میں ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ مکروہ۔

وسدله :۔اس طور سے کپڑا پہننا کہ اسے سر پر رکھ دیا یا اپنے مونڈھے پر رکھ لیا جائے اور اسکے آستینوں کو لٹکا لیا جائے اور آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالا جائے بہر حال اگر عذر کی بنا پر ایسا ہو تو مکروہ نہیں، اسیطرح اگر ایک جانب لٹکی ہوئی ہو اور ایک طرف نہیں نیز یہ بھی مکروہ ہے کہ ایک طرف کو سینہ پر رکھ لیا جائے اور پیٹھ کی جانب لٹکا لیا جائے اور درمیان کے بٹن کو بند نہیں کیا تب بھی مکروہ ہے اس لئے کہ یہ صورت متکبرین کی ہے اور اسلام نے متکبرین کی صورت اختیار کرنے کو منع کیا ہے، فقہاء اسے اس وجہ سے مکروہ کہتے ہیں کہ نهی النبی صلی الله علیه وسلم عن السدل.

والقراءة :۔ مثلاً اگر قرأت کر رہا تھا ابھی آیت کو پوری نہیں کیا تھا کہ رکوع میں چلا گیا اور رکوع جاتے وقت اس آیت کو پڑھتا رہا تو یہ مکروہ ہے اس لئے کہ قرأت صرف حالت قیام میں ہے۔

اطالة :۔ نفل نماز میں اول رکعت کو زیادہ طویل کر دینا لیکن اس کی مقدار کیا ہے اس کو فقہاء نے تقریباً تین آیت پر محمول کیا ہے ہاں فرض نماز کی حالت میں مثلاً فجر وغیرہ میں پہلی رکعت کا طول دینا مکروہ نہیں (کذافی المراقی)

تطویل الثانیة :۔ تمام نمازوں میں پہلی رکعت سے قرأت کو زیادہ کرنا مکروہ ہے اس کی مقدار بھی تقریباً تین آیت ہے اسی طریقہ سے ایک ہی سورت کو دونوں رکعت میں پڑھنا بھی مکروہ ہے ہاں اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اسے صرف ایک ہی سورت یاد ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

وَقِرَاءَةُ سُوْرَةٍ فَوْقَ الَّتِی قَرَأَهَا وَفَصْلُهُ بِسُوْرَةٍ بَیْنَ سُوْرَتَیْنِ قَرَأَهَا فِی رَکْعَتَیْنِ وَشَمُّ طِیْبٍ وَتَرْوِیْحُهُ بِثَوْبِهٖ اَوْ مِرْوَحَةٍ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ وَتَحْوِیْلُ اَصَابِعِ یَدَیْهِ اَوْ رِجْلَیْهِ عَنِ الْقِبْلَةِ فِی السُّجُوْدِ وَغَیْرِهٖ وَتَرْکُ وَضْعِ الْیَدَیْنِ عَلَی الرُّکْبَتَیْنِ فِی الرُّکُوْعِ وَالتَّثَاؤُبُ وَتَغْمِیْضُ عَیْنَیْهِ وَرَفْعُهُمَا اِلَی السَّمَاءِ وَالتَّمَطِّی وَالْعَمَلُ الْقَلِیْلُ وَاَخْذُ قُمْلَةٍ وَقَتْلُهَا وَتَغْطِیَةُ اَنْفِهٖ وَفَمِهٖ وَوَضْعُ شَیْءٍ فِی فَمِهٖ یَمْنَعُ الْقِرَاءَةَ الْمَسْنُوْنَةَ وَالسُّجُوْدُ عَلٰی کَوْرِ عِمَامَتِهٖ وَعَلٰی صُوْرَةٍ وَالْاِقْتِصَارُ عَلَی الْجَبْهَةِ بِلَا عُذْرٍ بِالْاَنْفِ وَالصَّلٰوةُ فِی الطَّرِیْقِ وَالْحَمَّامِ وَفِی الْمَخْرَجِ وَفِی الْمَقْبَرَةِ وَاَرْضِ الْغَیْرِ بِلَا رِضَاهُ وَقَرِیْبًا مِنْ نَجَاسَةٍ.

ترجمہ:۔ اور جو سورت پڑھ چکا ہے اسکے اوپر کی سورت کا پڑھنا، اور ایک سورت کا درمیان میں چھوڑ دینا، خوشبو کا سونگھنا، اپنے کپڑے یا پنکھے سے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ہوا لینا، سجدہ اور اسکے علاوہ میں ہاتھ یا پیر کی انگلیوں کو قبلہ کی جانب سے پھیر لینا اور رکوع کی حالت میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو چھوڑ دینا، جمائی لینا، آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا، انگڑائی لینا، عمل قلیل کرنا، جوں کا پکڑنا، اور اسکا مار دینا، ناک اور منھ کا چھپا لینا اور کسی چیز کا اپنے منھ میں رکھنا کہ جس سے قرأت مسنونہ میں خلل اندازی ہوتی ہو اور اپنے پگڑی کے کنارے پر سجدہ کرنا اور تصویر پر سجدہ کرنا اور صرف پیشانی پر اکتفا کرنا اور صرف ناک پر اکتفا کرنا بلا عذر کے راستہ میں نماز پڑھنا غسل خانے میں نماز پڑھنا اور قبرستان میں نماز پڑھنا کسی ایسے غیر کی زمین میں نماز پڑھنا کہ وہ نماز پڑھنے پر راضی نہ ہو نجاست کے قریب نماز پڑھنا۔

تشریح و مطالب:۔ جیسے ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور پہلی رکعت میں سورۂ اخلاص کو پڑھا اور دوسری رکعت میں سورۂ لہب کو تو یہ صورت مکروہ ہے اس لئے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا من قرأ القرآن منکوسا فھو منکوس.

وفصلہ: ایک سورت کو درمیان میں چھوڑ کر دوسری سورت کا پڑھنا، ہاں بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اگر درمیان والی سورت اس قدر لمبی ہو کہ اسکی مقدار دو چھوٹی سورتوں کے ہے تو مکروہ نہیں (مراقی الفلاح)

ترویحہ: یعنی جو شخص نماز پڑھ رہا ہے وہ شخص اپنے دامن سے یا پنکھے سے گرمی کی وجہ سے ہوا پہونچانے لگے تو یہ صورت مکروہ ہے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کی قید اس وجہ سے لگائی کہ اتنی مقدار میں عمل کثیر نہیں ہے لہٰذا مکروہ ہی ہوگا۔ صاحب ذخیرہ نے لکھا ہے کہ اگر پنکھے سے ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی اسلئے کہ پنکھے کے ہلانے میں عمل کثیر ہو جاتا ہے۔

تحویل اصابع: اسی طرح سے حالت سجدہ میں مسنون تو تھا کہ ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی جانب رکھتا لیکن اس نے قبلہ کی جانب نہیں رکھا تو یہ صورت مکروہ ہے۔

ترک وضع الیدین: اسی طریقہ سے مسنون یہ تھا کہ جب رکوع میں جاتا تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتا لیکن اس نے اس کے خلاف کیا اس لئے مکروہ ہے فقط۔ اسی طرح سنت ہے اس لئے کہ اصل مقصود رکوع ہے واجب اور فرض نہیں اس لئے نہ نماز فاسد ہوگی اور نہ سجدۂ سہو لازم ہوگا ہاں صورت مکروہ ضرور ہے۔

التثاؤب: قال علیہ الصلوٰۃ والسلاو ان اللہ لایحب التعطاسہ ویکرہ التثاؤب فاذا تثاؤب احدکم فلیردہ ماستطاع ولایقول ھا، ھاہ فانما ذلکم من الشیطان یضحک منہ۔ جہاں تک ممکن ہو منھ کو

بند کرنے کی کوشش کر کے ہونٹوں کو دانتوں میں دبا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں اگر زیادہ مجبور ہو جائے تو قیام کی حالت میں داہنی ہتھیلی کی پشت اور قیام کے ماسواء میں بائیں ہتھیلی کی پشت منھ پر رکھ لے (مراقی الفلاح)

تغمیض : یہ مقید ہے اس صورت کے ساتھ کہ اسکے خشوع اور خضوع میں خلل نہ واقع ہو اگر خلل واقع ہو تو بند کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بہتر یہی ہے کہ اس وقت بند کر لے۔

ورفعهما الى السماء :قال عليه الصلوٰة والسلام مابال اقوامٍ يرفعون ابصارهم الى السماء لينتهن او لتخطفن ابصارهم۔ اس لئے آنکھوں کو آسمان کی طرف اٹھانا مکروہ ہے۔

التمطي : انگڑائی لینا اس لئے کہ یہ سستی اور کاہلی کی بنا پر ہوتی ہے اور نماز میں چست رہنا چاہئے۔

العمل القليل :اسی طریقہ سے ایسا عمل کرنا جسے عمل کثیر نہ کہا جاتا ہو لیکن اگر ایسا عمل قلیل ہے کہ جو منافی صلوٰۃ ہے تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

اخذ قملة :جوں کا پکڑنا مکروہات صلوٰۃ میں داخل ہے اس لئے کہ بال میں ہاتھ لے جانے سے یا بدن پر ہاتھ لگا کر پکڑنے سے نماز سے تغافل ہو جاتا ہے لہٰذا فقہاء نے اسے مکروہ قرار دیا۔

وقتلها :امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اسکا قتل کرنا مکروہ ہے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کا قتل کرنا محبوب ہے لیکن اگر چہ یہ جوں یا اس جیسا جانور ایسا ہو کہ اس سے تکلیف پہونچنے کا خطرہ ہو تو اس کے قتل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اس کا قتل ہی کر دینا اولیٰ ہے۔

وضع شئي في فمه : یعنی کسی ایسی چیز کا منھ میں رکھ لینا کہ جس سے قرأت مسنونہ میں خلل واقع ہوتا ہے تو یہ مکرہ ہے اگر منھ میں کوئی ایسی چیز رکھے ہوئے ہے جس کی وجہ سے اس قرأت میں بھی خلل اندازی ہو رہی ہے جس کا پڑھنا ضروری ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر قرأت واجب میں خلل ہو رہا ہے تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔

السجود الخ :اسی طرح سے پگڑی کو سر پر لپیٹے ہوئے تھا اور وہ پیشانی پر تھی اور سجدہ میں پیشانی اور زمین کے درمیان حائل ہو گئی تو اس صورت میں نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہو گی جیسا کہ ذکر ہے لیکن اگر لپیٹ پیشانی پر نہیں تھی بلکہ سر کے سیدھ میں تھی اور وہ زمین پر رکھی گئی، پیشانی نہ رکھی گئی تو نماز نہ ہو گی اسلئے کہ پیشانی کا رکھنا سجدہ میں ضروری ہے (مراقی الفلاح)

على صورة :اسی طریقہ سے ذی روح کی تصویر پر سجدہ کرنا مکروہ ہے اسلئے کہ اس طرح سجدہ کرنے میں تصویر کی عبادت کی مشابہت پائی جاتی ہے لیکن اگر تصویر بہت چھوٹی ہے کہ کھڑے ہونے کے بعد نظر نہیں آتی تو کراہت نہیں ہوتی (کذافی شرح وقایہ) اسیطرح سے اگر غیر ذی روح کی تصویر ہے مثلاً درخت عمارت وغیرہ تو یہ بھی مکروہ نہیں۔

الاقتصار الخ :اسی طریقہ سے بلا عذر کے صرف پیشانی یا ناک پر سجدہ کرنا مکروہات صلوٰۃ میں داخل ہے ہاں اگر عذر ہے تو کوئی مضائقہ نہیں، اگر بلا عذر کے ایسا کیا تو مکروہ تحریمی ہے۔

الصلوٰة في الطريق : لان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهىٰ ان يصلى في سبع مواطن في

المزبلة والمخبرة والمعتبرة وقارعةالطريق وفي الحمام ومعاطن الابل وفوق ظهر البيت۔ البتہ اگر کوئی جگہ مخصوص نماز کے لئے بنائی گئی ہو اور اس میں کسی قسم کی گندگی وغیرہ نہ ہو تو نماز مکروہ نہیں (زاد الفقیر) اسی طرح سے قبرستان میں اگر قبروں سے الگ مسجد بنی ہوئی ہے تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ (مراقی الفلاح)

ارض غیر: اسی طریقہ سے کسی غیر کی زمین میں نماز پڑھنا اور وہ زمین مزروعہ نہ ہو لیکن اس نے اجازت نہ دی ہو اور اسے امید ہے کہ اس بات کو وہ پسند نہیں کرے گا تو اس جگہ نماز پڑھنی مکروہ ہے اسی طرح اگر غیر مسلم کی جگہ ہے تو بہتر ہے کہ اس جگہ نماز نہ پڑھے اور راستہ میں پڑھ لے ہاں اگر ایسے شخص کی زمین ہے کہ اس کو امید ہے کہ زمین والا اس سے ناراض نہیں ہوگا اور اگر اس سے اجازت مانگی جائے تو اجازت دے دیگا یا اس کا دوست وغیرہ ہے تو اس جگہ میں نماز پڑھ لینے میں کوئی کراہت نہیں۔

قریباًمن نجاسة: اسی طرح سے ایسی جگہ میں نماز پڑھنا کہ قریب میں کوئی نجاست ہو تو یہ صورت مکروہ ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ نماز کی حالت میں اسکی بدبو اس تک آئے اور اس سے نماز میں خلل اندازی ہو۔

وَمُدَافِعاً لِاَحَدِ الْاَخْبَثَيْنِ اَوِ الرِّيْحِ وَمَعَ نَجَاسَةٍ غَيْرِ مَانِعَةٍ اِلاَّ اِذَاخَافَ فَوْتَ الْوَقْتِ اَوِالْجَمَاعَةِ وَاِلاَّ نَدُبَ قَطْعُهُمَا وَالصَّلٰوةُ فِيْ ثِيَابِ الْبِذْلَةِ وَمَكْشُوْفُ الرَّاْسِ لاَ لِلتَّذَلُّلِ وَالتَّضَرُّعِ وَبِحَضْرَةِ طَعَامٍ يَمِيْلُ اِلَيْهِ وَمَا يَشْغَلُ الْبَالَ اَوْ يُخِلُّ بِالْخُشُوْعِ وَعَدُّ الاٰىِ وَالتَّسْبِيْحِ بِالْيَدِ وَقِيَامُ الاِمَامِ فِيْ الْمِحْرَابِ اَوْ عَلٰى مَكَانٍ اَوِ الاَرْضِ وَحْدَهُ وَالْقِيَامُ خَلْفَ صَفٍّ فِيْهِ فُرْجَةٌ وَلُبْسُ ثَوْبٍ فِيْهِ تَصَاوِيْرُ وَاَنْ يَكُوْنَ فَوْقَ رَاْسِهٖ اَوْ خَلْفَهٗ اَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ اَوْ بِحِذَائِهٖ صُوْرَةٌ اِلاَّ اَنْ تَكُوْنَ صَغِيْرَةً اَوْ مَقْطُوْعَةَ الرَّاْسِ اَوْ لِغَيْرِ ذِيْ رُوْحٍ وَاَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ تَنُوْرٌ اَوْ كَانُوْنٌ فِيْهِ جَمْرٌ اَوْ قَوْمٌ نِيَامٌ وَمَسْحُ الْجَبْهَةِ مِنْ تُرَابٍ لاَيَضُرُّهٗ فِيْ خِلاَلِ الصَّلٰوةِ وَتَعْيِيْنُ سُوْرَةٍ لاَيَقْرَاُ غَيْرَهَا اِلاَّ لِيُسْرٍ عَلَيْهِ اَوْ تَبَرُّكاً بِقِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَرْكُ اتِّخَاذِ سُتْرَةٍ فِيْ مَحَلٍّ يَظُنُّ الْمُرُوْرَ فِيْهِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ.

ترجمہ:۔ یا اس حالت میں کہ پائخانہ یا پیشاب کو دبا رہا ہو یا ایسی نجاست ہو کہ جو مانع صلوٰۃ نہ ہو مگر جب کہ وقت کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو یا جماعت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو ورنہ مستحب ہے، پائخانہ و پیشاب کا ہٹا دینا اور معمولی کپڑے میں نماز پڑھنا، اور سر کا کھلا ہوا ہونا لیکن یہ تفرع کی نیت سے ہو تذلل کی نیت سے نہیں اور کھانے کے حاضر ہونے کے وقت جبکہ اس کی طبیعت چاہ رہی ہو اور ہر اس چیز کے موجود ہونے کے وقت کہ جس کی طرف اس کی طبیعت مائل ہو اور اس سے خشوع میں خلل واقع ہو اور آیت کا شمار کرنا اور تسبیح کا ہاتھ سے شمار کرنا اور امام کا محراب میں کھڑا ہونا یا اونچی جگہ پر کھڑا ہونا یا تنہا زمین پر کھڑا ہونا یا ایسے صف کے پیچھے کھڑا ہونا کہ جس کے درمیان وسعت ہو اور ایسے کپڑے کا پہننا کہ جس میں تصویر ہو یا تصویر اس کے سر پر ہو یا اسکے پیچھے ہو یا اسکے سامنے ہو یا اس کے بغل میں ہو مگر جب وہ چھوٹی ہو یا اس کا سر کٹا ہوا ہو یا غیر ذی روح کی ہو یا اسکے سامنے تنور جل رہا ہو یا ایسی بھٹی ہو جس میں چنگاریاں ہوں یا اسکے سامنے لوگ سو رہے ہوں، اور پیشانی سے مٹی کا پوچھنا نماز کے درمیان کوئی مضر نہیں اور کسی سورت

کا متعین کرنا کہ اس کے سوا نہ پڑھے مگر آسانی کے لئے یا حضور علیہ السلام کی قرأت سے تبرک کے لئے ہو تو کوئی حرج نہیں، اور سترے کا چھوڑ دینا ایسی جگہ میں جہاں پر لوگوں کے گذرنے کا امکان ہو۔

مدافعاً : اسی طریقہ سے اسے پیشاب یا پاخانہ کی حاجت ہو اور اسے دور کئے بغیر نماز پڑھ رہا ہو تو یہ مکروہ ہے۔

مع نجاسة : خواہ یہ نجاست اسکے بدن پر ہو یا کپڑے پر یا اس جگہ جہاں وہ نماز پڑھ رہا ہو اور وہ نجاست ایسی ہو کہ اس سے نماز جائز ہو جاتی ہو تو مکروہ ہے لیکن اگر اسے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر میں اسے دور کرنے لگا تو وقت ختم ہو جائے گا یا جماعت سے نماز نہ ملے گی اور جماعت سے نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے تو اس صورت میں اس حالت میں نماز پڑھ لینے میں کراہت نہیں۔

والصلوٰة فی ثیاب البذلة : یعنی ایسا کپڑا جس کو پہن کر بازار یا مہذب جگہ میں نہیں جا سکتا ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا نماز سے بے پرواہی کی دلیل ہے لہٰذا یہ مکروہ ہے **رای عمرؓ رجلاً فعل ذلك فقال ارایت لو کنت ارسلتك الی بعض الناس اکنت تمر فی ثیابك هٰذه فقال لا فقال عمرؓ الله احق ان تزین له** (مراقی الفلاح)

مکشوف الرأس : مستحب طریقہ یہ تھا کہ سر کو ڈھک کر نماز پڑھتا لیکن یہ سر کھول کر نماز پڑھ رہا ہے لہٰذا مکروہ ہے لیکن اگر عاجزی وانکساری کے لئے ایسا کر رہا ہے تو یہ مکروہ نہیں۔

بحضرة طعام : اسی طریقہ سے اگر کھانا موجود ہے اور طبیعت بھی چاہ رہی ہے تو اس وقت اسے کھانا کھا لینا چاہئے پھر نماز پڑھنی چاہئے اسلئے کہ اس صورت میں اس کی طبیعت کھانے کی طرف لگی رہے گی اور یہی حکم اس چیز کا ہے کہ اسکی موجودگی میں طبیعت اسکی طرف مائل رہتی ہے اور خشوع اور خضوع میں خلل واقع ہوتا ہے، اسی وجہ سے نماز میں بھاگ کر آنا مکروہ ہے اس بارے میں اختلاف ہے کہ خشوع کا تعلق کس سے ہے قلب سے ہے یا اعضاء سے یا ان دونوں کے مجموعے سے ہے؟ حضرات صوفیہ فرماتے ہیں کہ خشوع کا تعلق قلب سے ہے، علامہ رازی فرماتے ہیں کہ خشوع کا تعلق ان ہر دو کے مجموعے سے ہے حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ خشوع کا تعلق افعال سے ہے، خضوع بدن میں ہے اور خشوع بدن اور آواز دونوں سے ہے۔ (مراقی الفلاح، شامی)

المحراب : اگر امام محراب میں ہے تو نماز مکروہ ہے البتہ اگر محراب میں صرف سجدہ کر رہا ہے قیام محراب میں نہیں تو یہ مکروہ نہیں اسی طرح اگر جگہ کی تنگی کی وجہ سے محراب میں کھڑا ہو گیا تب بھی مکروہ نہیں (مراقی الفلاح) نیز اسلئے کہ اس جگہ کھڑے ہونے میں مقتدیوں پر امام کی حالت مشتبہ ہو جاتی ہے کہ وہ رکوع میں ہے یا سجدے میں اسلئے اسے مکروہ کہا گیا۔

او علی مکان : یعنی اسی طرح امام اونچی جگہ پر ہو اور اس کی مقدار یہ ہے کہ اونچائی ایک ہاتھ ہو اور قول معتمد بھی یہی ہے لیکن امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک درمیانی قد کے آدمی کی مقدار اونچائی مراد ہے (مراقی الفلاح) نیز اس لئے کہ حدیث میں اس پر نہی وارد ہوئی ہے اسلئے کہ اس صورت میں اہل کتاب کی مشابہت ہے اور اہل کتاب کی مشابہت ممنوع ہے، اسی طریقہ سے اگر امام نیچے ہو اور مقتدی اونچے تو یہ صورت بھی مکروہ ہے۔

القیام خلف : اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے **اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیه الخ** اور ایک روایت میں ہے **قال علیه الصلوٰة والسلام من الله خرجته من الصف کتب له عشر حسنات ومحی عنه عشر سیئات**

ورفع له عشر درجات (مراقی الفلاح) یہ اس صورت میں کہ جب اس نے اقتداء کرنے کا ارادہ کیا ہو اگر وہ تنہا نماز پڑھ رہا ہے تو اس وقت اس کے لئے یہی مستحب ہوگا کہ وہ دور ہی کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔

لبس ثوب فیه تصاویر : یعنی کوئی ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھی کہ اس میں تصویر ہو لیکن یہ خیال رہے کہ یہ اس صورت کے ساتھ مقید ہے کہ یہ تصویر ذی روح کی ہو اگر تصویر غیر ذی روح کی ہے تو مکروہ نہیں اگر چہ اس پر تصویر بنائی ہی گئی ہو۔

ان یکون فوق رأسه : سب سے سخت کراہت تصویر کے سامنے ہونے میں ہے پھر اسکے بعد اسکے اوپر ہونے میں ہے پھر اسکے بعد دائیں جانب ہونے میں ہے پھر بائیں جانب ہونے میں ہے پھر اسکے پشت کی جانب ہونے میں ہے۔(کذا فی مراقی الفلاح)

صغیرة : یعنی تصویر چھوٹی ہو اور اسکی مقدار یہ ہے کہ کھڑے ہونے کے بعد وہ تصویر نظر نہ آئے اور یہی حکم دیرہ کا ہے اس لئے کہ جو تصویر اس میں ہوتی ہے نہایت ہی چھوٹی ہوتی ہے (مراقی الفلاح)

اومقطوع الرأس : اسی طرح سے اگر اس تصویر کا سر کٹا ہوا ہے تو یہ اب ذی روح نہیں اسلئے سر کے کٹنے کے بعد آدمی یا ذی روح ذی حیات نہیں رہ سکتے اس وجہ سے مکروہ نہیں لیکن اگر تصویر کے گردن پر سلائی کر دی گئی تو اسے مقطوع الرأس نہیں کہا جائے گا (مراقی الفلاح بتصرف) رأس کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر آنکھ وغیرہ نکال دی گئی تو اس کا یہ حکم نہیں اس لئے کہ اس صورت میں بھی عبادت ممکن ہے۔

قوم نیام : بسا اوقات ایسی حرکت ہو جاتی ہے جس پر جاگنے والے بے اختیار ہنس پڑتے ہیں یا وہ حرکت ان کے خیالات کو منتشر کر دیتی ہے، اسی خطرے سے سوتے ہوئے کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر یہ خطرہ نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ حضور ﷺ حجرہ شریف میں نماز پڑھا کرتے تھے اور آپ کے سامنے حضرت عائشہؓ سوتی رہتی تھیں۔(مراقی الفلاح)

مسح الجبهة : یعنی پیشانی پر جو مٹی لگ گئی ہے اسے جھاڑنے میں نماز کے اندر خلجان نہیں ہو رہا ہے یا اسی طرح اسے تکلیف نہیں ہو رہی ہے، لیکن اگر کوئی تکلیف محسوس کر رہا ہے یا اس کی وجہ سے خیال بٹ رہا ہے تو معمولی سی حرکت سے پونچھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں اسی طرح پسینہ بھی پونچھ لینا مکروہ ہے (ایضاح الاصباح)

تعیین سورة : سورة کو یہاں پر مطلق ذکر کیا حالانکہ یہ سورۂ فاتحہ کے علاوہ ہے اس لئے کہ اس کا متعین ہونا واجب ہے اور اسی وجہ سے مصنفؒ نے اس کی قید لگائی اس لئے کہ وہ ظاہر ہے اسی طرح سے ان سورتوں کے بارے میں کہ جن کے بارے میں حدیث کے اندر موجود ہے کہ حضور ﷺ نے اس کو فلاں میں تلاوت فرمائی ہے۔امام طحاویؒ نے اس کو اس صورت کے ساتھ متعین کیا ہے کہ اس کو اس بات کا اعتقاد ہو کہ اس کے علاوہ سے نماز جائز ہی نہ ہو گی لیکن اگر یہ اعتقاد نہیں ہے تو مکروہ نہیں ہے (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ) ہاں اگر سہولت و آسانی کیلئے اس کو پڑھ رہا ہے تو مکروہ نہیں۔

ترك اتخاذ سترة : قال النبی صلی الله علیه وسلم اذاصل احدکم فلیصل الی سترة ولایدع احد

يمر بين يديه۔ نماز جس جگہ بھی پڑھ رہا ہو کہ اسے اس بات کا اندیشہ ہے کہ لوگ یہاں سے گذریں گے تو اسے اس جگہ سترہ گاڑلینا چاہئے۔ (مراقی الفلاح) اس کی مقدار ایک ذراع سے اونچائی میں ہے اور انگلیوں کی مقدار موٹائی میں۔

ف : اسکے علاوہ اور بھی مکروہات صلوٰۃ ہیں جیسا کہ میں اس فصل کے شروع میں بیان کر چکا ہوں۔

(فَصْلٌ فِيْ اِتِّخَاذِ السُّتْرَةِ وَدَفْعِ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي) اِذَا ظَنَّ مُرُوْرَهُ يَسْتَحِبُّ لَهُ اَنْ يَغْرِزَ سُتْرَةً تَكُوْنَ طُوْلَ ذِرَاعٍ فَصَاعِداً فِيْ غِلَظِ الاِصْبَعِ وَالسُّنَّةُ اَنْ يَقْرُبَ مِنْهَا وَ يَجْعَلَهَا عَلىٰ اَحَدِ حَاجِبَيْهِ لاَيَصْمُدُ اِلَيْهَا صَمَداً وَاِنْ لَمْ يَجِدْ مَا يَنْصِبُهُ فَلْيَخُطَّ خَطّاً طُوْلاً وَقَالُوْا بِالْعَرْضِ مِثْلَ الْهِلاَلِ وَالْمُسْتَحَبُّ تَرْكُ دَفْعِ الْمَارِّ وَرُخِّصَ دَفْعُهُ بِالاِشَارَةِ اَوْ بِالتَّسْبِيْحِ وَكُرِهَ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا وَ يَدْفَعُهُ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ وَتَدْفَعُهُ بِالاِشَارَةِ اَوِالتَّصْفِيْقِ بِظَهْرِ اَصَابِعِ الْيُمْنىٰ عَلىٰ صَفْحَةِ كَفِّ الْيُسْرىٰ وَلاَ تَرْفَعُ صَوْتَهَا لاَنَّهُ فِتْنَةٌ وَلاَ يُقَاتِلُ الْمَارَّ وَمَاوَرَدَ بِهِ مُؤَوَّلٌ بِاَنَّهُ كَانَ وَالْعَمَلُ مُبَاحٌ وَقَدْ نُسِخَ.

ترجمہ :۔ سترہ قائم کرنا اور نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گذرنے والے کو ہٹانا، جب نماز پڑھنے والے کو اس بات کا گمان ہے کہ اسکے سامنے سے کوئی گذرے گا تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ سترہ گاڑدے اور وہ طول میں ایک ذراع سے زیادہ ہو اور انگلی کے برابر وہ موٹا ہو۔ اور سنت یہ ہے کہ اس سے قریب ہو اپنے دونوں بھوؤں میں سے کسی ایک کے سامنے کرلے اور اسکے سامنے بالکل نہ کھڑا ہو جائے پس اگر کوئی چیز گاڑنے کے لئے نہ پائے تو ایک لمبائی میں خط کھینچ دے علماء نے بیان کیا ہے کہ ارض میں ہلال کی طرف کھینچ دے اور مستحب ہے گذرنے والے کا چھوڑ دینا اور رخصت دی گئی ہے کہ گذرنے والے کو اشارہ سے یا تسبیح سے روک دے اور دونوں کا بیک وقت جمع کرنا مکروہ ہے اور اس کو روک دے قرأت کو بلند کر کے اور عورت اس کو روکے گی اشارہ سے یا دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے کنارے پر مار کر اور اپنی آواز بلند نہیں کرے گی اس لئے کہ اس کی آواز فتنہ ہے اور گذرنے والے سے جنگ نہیں کرے گا اور جو حکم اسکے بارے میں وارد ہوا تھا اس میں یہ تاویل کی گئی ہے کہ وہ پہلے تھا اور اس پر عمل کرنا مباح تھا اور اب منسوخ ہو گیا۔

تشریح و مطالب :۔ ابھی تک ان چیزوں کو بیان کر رہے تھے کہ جن کا نماز میں کرنا مکروہ تھا، اب یہاں سے ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں جسے نماز پڑھنے والے کو نماز پڑھنے سے پہلے کر لینی چاہئے۔

السترة : سترہ ضمہ کیساتھ اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے کسی چیز کو چھپا دیا جائے لیکن اصطلاح شرع میں جب سترہ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ چیز ہوتی ہے جسے نماز پڑھنے والا لوگوں کو اپنے سامنے گذرنے کی وجہ سے اپنے آگے رکھ لیتا ہے۔

دفع المار : اس بارے میں چند چیزیں بطور خاص یاد کر لینی چاہئے (۱) کسی چیز کے گذرنے سے نماز ختم نہیں ہوتی اس لئے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا **لايقطع الصلوٰة مرور شئى** (۲) گذرنے والا گنہگار ہوگا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **لو علم المار بين يدى المصلى ماذاعليه من الوزر لوقف اربعين وقال الرازى اربعين عاماً او شهراً او يوماً وقيل صح من حديث ابى هريرة ؓ ان المراد اربعين سنة** (۳) کس مقدار سے گذرنے میں مکروہ ہے بعض حضرات نے بیان کیا کہ وہ سجدے کی جگہ سے ہے اسی کو شمس الائمہ سرخسی نے

اختیار کیا ہے، اور فخر الاسلام نے بیان کیا کہ جب اپنی نگاہ کو سجدے کی جگہ رکھ دیا ہے تو اگر اس کی نگاہ گذرنے والے پر نہیں پڑ رہی ہے تو مکروہ نہیں ہوگی، بعض حضرات نے اس کی مقدار دو صف بیان کی ہے اور بعض حضرات نے تین، بعض حضرات نے تین سو ذراع کی مقدار بیان کی ہے اسی طرح بعض حضرات نے پانچ ذراع کی اور بعض نے چالیس کی کہ اگر اسکے درمیان سے گذر گیا ہے تو گذرنا مکروہ ہوگا لیکن یہ تمام چیزیں اس وقت ہیں جبکہ یہ جنگل میں نماز پڑھ رہا ہو۔ بہر حال جب یہ مسجد میں نماز پڑھے گا تو اس وقت مناسب یہ ہے کہ اسکے آگے سے نہ گذرے لیکن بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر پانچ ذراع کی مقدار سے زیادہ گذرا ہے تو اس میں کراہت نہیں ہے (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)

اذاظن مروره: یعنی سترے کا گاڑنا اس وقت ہے جب یہ سمجھ رہا ہو کہ اگر میں بلا گاڑے ہوئے نماز پڑھوں گا تو لوگ میرے سامنے سے گذر جائینگے لیکن اگر وہ ایسی جگہ پر ہو کہ وہاں پر کسی کے گذرنے کا امکان ہی نہ ہو تو وہاں پر یہ بات نہیں۔

یستحب: بہتر یہ ہے کہ وہ شخص سترہ گاڑلے اسلئے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا **لو علم المصلی ما ینقص من صلوٰته ما صلی الا الی شیئ یستره من الناس** اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا **انه لیقطع نصف صلوٰة المرء المرور بین یدیه**۔

یغرز: غرز کے معنی زمین میں کسی چیز کا گاڑنا۔ مصنفؒ یہاں مطلق لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ سترہ ہر ایک کے لئے ہے خواہ وہ منفرد ہو یا امام لیکن گاڑنا ضروری نہیں ہے کوئی چیز رکھ دی جائے اور وہ ایک ہاتھ اونچی اور کم سے کم ایک انگلی موٹی ہو جب بھی سترہ ہو جائے گا سترہ کی مقدار یہ ہے کہ وہ ایک ہاتھ اونچائی میں ہو اور موٹائی میں ہاتھ کی انگلیوں سے زیادہ ہو جیسا کہ نسائی شریف کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

السنة: سترہ گاڑنے کے بعد مصلی کو چاہئے کہ وہ اسکے قریب ہو کر نماز ادا کرے اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ **فلیدن منها لایصمد الیها**۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ اس کو اپنے بھوؤں کے سامنے کرے سیدھا اسکی طرف رخ کر کے نہ کھڑا ہو تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ وہ اسی چیز کو سجدہ کر رہا ہے اور جو مقصود ہے یعنی گذرنے والے کے باعث طبیعت میں انتشار پیدا نہ ہو، وہ بلا کئے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

فلیخط: اور اگر کوئی چیز نہ ملے کہ جسے زمین میں گاڑ دی جائے یا کوئی ایسی چیز بھی نہ ہو کہ جسے زمین پر رکھ کر سترہ کا کام لیا جائے تو اس صورت میں زمین پر ایک خط کھینچ دیا جائے گا اس کے بعد نماز پڑھی جائے گی اس لئے کہ ابوداؤد کی ایک روایت ہے **فان لم یکن معه عصا فلیخط خطا** اگرچہ بعض علماء نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن متاخرین یہ کہتے ہیں کہ سنت پر عمل کرنے کیلئے اولیٰ ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل کر لیا جائے۔ (مراقی الفلاح)

ترک دفع المار: اگر گذرنے والا گذر رہا ہے تو اسے چھوڑ دینا چاہئے۔

ورخص دفعه: لیکن اگر کوئی شخص گذر رہا ہے تو اس نماز پڑھنے والے کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اس شخص کو اشارے کے ذریعہ یا تسبیح وغیرہ کہہ کر اگر روک دے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر کسی نے یہ دیکھا کہ کوئی شخص گذر رہا ہے اور اس نے اشارہ بھی کیا اور تکبیر بھی کہی تو ایسا کرنا مکروہ ہے اسی طریقہ سے مرد کو اس بات کی بھی اجازت ہے کہ جس سورت کو وہ پڑھ رہا ہے ذرا بلند آواز سے پڑھ لے تاکہ گذرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ شخص نماز پڑھ

رہا ہے تو اسے اس بات کی بھی اجازت ہے لیکن عورت صرف دو صورتوں سے دفع کر سکتی ہے ایک یہ کہ اشارہ کر دے اور دوسرے یہ کہ اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بائیں ہاتھ پر مار دے جس سے گذرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی نماز پڑھ رہا ہے لیکن عورت آواز نہیں دے گی اسلئے کہ اسکے قرأت بلند کرنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ گذرنے والا امرد ہو اور اسکے آواز بلند کرنے کی بنا پر اسکی نیت خراب ہو جائے اور اس کی وجہ سے وہ برائی میں مبتلا ہو جائے۔

لایقاتل المار : اس کا حاصل یہ ہے کہ کوئی گذرنے والا گذر رہا ہے اب اگر گذرنے والا قریب ہے اور ممکن ہے کہ اسے اشارہ کے ذریعہ روک دیا جائے تو اس نے اشارہ کر دیا یا اس شخص نے تسبیح کہی اور وہ گذرنے والا رکا نہیں تو اسے چھوڑ دے اس سے قتل و قتال نہ کرے اور اگر وہ دور ہے تو اسے یا تو اشارہ کر دے یا چھوڑ دے دونوں اختیار ہے۔

ماورد الخ : یہ عبارت لانے کی اس وجہ سے ضرورت پیش آئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اذا کان احدکم یصلی فلا یدع احدا یمر بین یدیه ولیدرء ما استطاع فان ابی فلیقاتله انما هو شیطان.

اس حدیث کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ یہ ابتدائے اسلام میں جائز تھا لیکن اب ایسا کرنا منسوخ ہو گیا اس لئے کہ ایسے کام کرنے سے عمل کثیر ہو جاتا ہے اور عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ان فی الصلوٰة لشغلاً . (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)

(فَصْلٌ فِیْمَا لَا یُکْرَهُ لِلْمُصَلِّیْ) لَا یُکْرَهُ لَهٗ شَدُّ الْوَسْطِ وَلَا تَقَلُّدٌ بِسَیْفٍ وَنَحْوِهٖ اِذَا لَمْ یَشْتَغِلْ بِحَرَکَتِهٖ وَلَا عَدَمُ اِدْخَالِ یَدَیْهِ فِیْ فَرْجِیِّهٖ وَشِقِّهٖ عَلَی الْمُخْتَارِ وَلَا التَّوَجُّهُ لِمُصْحَفٍ اَوْ سَیْفٍ مُعَلَّقٍ اَوْ ظَهْرِ قَاعِدٍ یَتَحَدَّثُ اَوْ شَمْعٍ اَوْ سِرَاجٍ عَلَی الصَّحِیْحِ وَالسُّجُوْدُ عَلٰی بِسَاطٍ فِیْهِ تَصَاوِیْرُ لَمْ یَسْجُدْ عَلَیْهَا وَقَتْلُ حَیَّةٍ وَعَقْرَبٍ خَافَ اَذَاهُمَا وَلَوْ بِضَرَبَاتٍ وَانْحِرَافٌ عَنِ الْقِبْلَةِ فِی الْاَظْهَرِ وَلَا بَاْسَ بِنَفْضِ ثَوْبِهٖ کَیْلَا یَلْتَصِقَ بِجَسَدِهٖ فِی الرُّکُوْعِ وَلَا بِمَسْحِ جَبْهَتِهٖ مِنَ التُّرَابِ اَوِ الْحَشِیْشِ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الصَّلٰوةِ وَقَبْلَ الْفَرَاغِ اِذَا ضَرَّهٗ اَوْ شَغَلَهٗ عَنِ الصَّلٰوةِ وَلَا بِالنَّظْرِ بِمُوْقِ عَیْنَیْهِ مِنْ غَیْرِ تَحْوِیْلِ الْوَجْهِ وَلَا بَاْسَ بِالصَّلٰوةِ عَلَی الْفُرُشِ وَالْبُسُطِ وَاللُّبُوْدِ وَالْاَفْضَلُ الصَّلٰوةُ عَلَی الْاَرْضِ اَوْ عَلٰی مَا تُنْبِتُهٗ وَلَا بَاْسَ بِتَکْرَارِ السُّوْرَتَیْنِ فِی الرَّکْعَتَیْنِ مِنَ النَّفْلِ.

ترجمہ :۔ وہ چیزیں جو نماز پڑھنے والے کے لئے مکروہ نہیں، نماز پڑھنے والے کے لئے کمر کا باندھنا اور اسی طریقے سے تلوار کا لٹکانا یا اس جیسی چیز کا لٹکانا جبکہ اس کے حرکت کرنے سے دل مشغول نہ ہو مکروہ نہیں۔ اسی طریقہ سے فرجی اور اسکے شق میں ہاتھ ڈالنا مذہب مختار کے مطابق مکروہ نہیں۔ اسی طریقہ سے قرآن شریف کے یا تلوار کے لٹکنے کی طرف توجہ کرنے سے یا بیٹھے ہوئے بات کرنے والے کی پیٹھ کی طرف یا شمع کی طرف یا چراغ کی طرف توجہ کرنے سے صحیح مذہب کے مطابق اور ایسے بستر پر کہ جس میں تصویریں ہوں اور اس پر وہ سجدہ نہ کر رہا ہو اور سانپ اور بچھو کے مار دینے سے جب کہ اسے تکلیف پہونچنے کا خوف ہو اگر چہ ضربوں سے ہو، اگر چہ اس مارنے میں قبلہ کی طرف سے انحراف ہو جائے اور کوئی حرج نہیں ہے کپڑے کے جھٹک دینے سے تا کہ رکوع کی حالت میں بدن سے چمٹ نہ جائے اسی طرح پیشانی سے مٹی یا گھاس کا نماز کے بعد گرا دینا اور اسی طرح اگر یہ چیزیں نماز سے پہلے ہی ہوں جبکہ ان سے ضرر ہو یا

نماز میں شغل سے مانع ہوں چہرے کو پھیرے بغیر آنکھوں کی کنکھیوں سے دیکھنا اسی طریقہ سے کوئی حرج نہیں ہے نماز پڑھنا فرش اور بسترے پر اور لبادے پر پڑھنے سے اور افضل ہے نماز پڑھنا زمین پر یا اس چیز پر جسے زمین اگائے اور نفل کی رکعتوں میں کسی سورت کا بار بار پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

تشریح و مطالب:۔ ابھی تک ان چیزوں کو بیان کر رہے تھے جو چیزیں نماز پڑھنے والے کے لئے مکروہ تھیں اب یہاں سے ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں جو نماز پڑھنے والوں کے لئے مکروہ نہیں۔

اذا لم یشغل: یعنی اگر تلوار اس طور پر لٹکائی ہوئی ہے کہ اس کے ہلنے سے دل اسکی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو یہ صورت مکروہ ہو گی لیکن اگر تلوار سیدھی لٹکی ہوئی ہے اس میں حرکت پیدا نہیں ہوتی تو اس طرح تلوار لگا کر نماز پڑھنے میں کراہت نہیں۔

فرجیه: عباء کی طرح ایک کپڑا ہوتا ہے عبا میں آستین نہیں ہوتی بلکہ اس کے جڑے ہوئے کناروں کے گوشے مونڈھے پر ڈال لئے جاتے ہیں اور کمر کے پٹکے وغیرہ سے باندھ لیا جاتا ہے فرجی کے گوشے کھلے ہوتے ہیں جن میں ہاتھ ڈال کر پوستین کی طرح پہن لیا جاتا ہے، آستین نہیں ہوتی اور یہ بھی ہوتا ہے کہ ہاتھ ڈال کر پہنتے نہیں بلکہ اس کے گوشوں کو مونڈھوں پر پڑے رہنے دیتے ہیں یہی شکل یہاں مراد ہے جس کو جائز کہا ہے اگرچہ بظاہر ہاتھ ڈالے بغیر محض مونڈھوں پر ڈال لینے میں سدل کی شکل پیدا ہو جاتی ہے مگر اس کپڑے میں چونکہ دونوں صورتیں رائج ہیں اور خلاف عادت نہیں سمجھی جاتی ہے لہٰذا کراہت نہیں۔(ماخوذ ایضاح الاصباح)

وشقه: شق کے معنی حصہ کے بھی ہوتے ہیں اور پہنے ہوئے یا کھلے ہوئے حصے کو بھی کہتے ہیں، شق فرجی سے مراد بظاہر وہ کھلا ہوا حصہ ہے جس میں ہاتھ ڈال لئے جاتے ہیں جیسے عبا کا کھلا ہوا حصہ۔

ولا التوجه: اس مسئلہ کو یہاں اس وجہ سے لائے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض حضرات اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں تلوار کو تو اس وجہ سے کہ یہ لڑائی کا آلہ ہے اور لوہے کو سامنے رکھنے میں سخت حرج ہے پس اسے سامنے نہیں رکھا جائے گا اس لئے کہ سامنے تلوار لٹکانے میں اسے جنگ وجدال کا خیال آجائے گا اور وہ اسکے سوچنے میں مشغول ہو جائے گا لہٰذا نماز سے اس کی توجہ ہٹ جائے گی اور قرآن کو اس وجہ سے سامنے لٹکانے میں کراہت بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب اپنے صحائف کو اسی طرح سامنے لٹکا لیا کرتے تھے۔ لیکن مکروہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ اسے پڑھتے ہوں لیکن ہم اس کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اگر یہی چیزیں امام کے سامنے بنی ہوئی ہوں تو اس صورت میں آپ بھی مکروہ نہیں کہتے، بہرحال تلوار کے بارے میں تو اسلئے کہ حالت حرب میں تلوار ساتھ رکھ کر نماز پڑھنی جائز ہے تو یہاں پر بھی مکروہ نہیں ہوگا۔

او ظهر قائلاً: یعنی ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اور وہ باتیں کر رہا تھا اور یہ نماز پڑھنے والا اس بات کرنیوالے کی پشت کی طرف متوجہ ہو جائے تو نماز مکروہ نہیں، ہاں اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ اگر میں اسکے پشت کی طرف متوجہ ہوا اور اسکے بات کرنے کی وجہ سے میرے نماز میں خلل واقع ہوگا تو یہ صورت مکروہ کی ہوگی اور اس وقت اسکی طرف بھی چہرہ کر کے نماز پڑھنی مکروہ ہوگی۔

او شمع: اس طریقہ سے ایک جانب شمع رکھا ہوا ہے تو اس کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ نہیں قول اصح اور مذہب مختار یہی ہے لیکن اگر بالمقابل ہو کر کے پڑھ رہا ہے تو یہ صورت مکروہ کی ہے اس لئے کہ اس صورت میں آتش پرستوں سے مشابہت ہو جاتی ہے۔

السجود علیٰ بساط: یعنی ایک ایسے بستر پر نماز پڑھ رہا ہے جس میں تصویریں ہیں لیکن اس پر سجدہ نہیں کر رہا ہے تو ایسی صورت میں اس کی نماز مکروہ نہیں ہوگی۔

وقتل حیة: اسی طریقہ سے نماز کی حالت میں سانپ یا بچھو کا مارنا جبکہ اسے اس بات کا اندیشہ ہو کہ اس سے مجھے تکلیف ہوگی تو اسے مار ہی دینا چاہئے اگرچہ اس مارنے میں آواز ہو اور قبلہ کی جانب سے رخ پھر جائے۔

ف: اگر ایسے جانور کے مارنے میں عمل کثیر کرنا پڑے تو صحیح مسلک یہی ہے کہ نماز ٹوٹ جائے گی اور کراہت نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اسکو نماز توڑنے کا گناہ نہیں ہوگا۔ (طحاوی)

لا باس: کبھی کپڑا بدن سے اس طرح چمٹ جاتا ہے کہ اعضاء کی وضع ظاہر ہونے لگتی ہے ایسی صورت میں بچنے کے لئے کپڑا جھٹک دینے میں کوئی کراہت نہیں، اور اگر عمل کثیر سے کپڑوں کو جھاڑا تو مکروہ ہے۔

غیر تحویل الوجہ: اسی طریقہ سے اگر نماز پڑھنے والا آنکھوں کے کنارے سے کسی کو دیکھ لے لیکن چہرہ قبلہ کی جانب سے نہیں ہٹا تو مکروہ نہیں۔

علی الارض: اگر زمین پر کوئی چیز نہ ہو اور یہ زمین پر نماز پڑھے تو اولیٰ یہی ہے کہ اس میں تضرع ہے اور خدا کے سامنے اپنی عاجزی ظاہر کرنی ہے۔

(فَصلٌ فِیمَا یُوجِبُ قَطعَ الصَّلٰوةِ وَمَایُجِیزُہُ وَغَیرُ ذٰلِكَ) یَجِبُ قَطعُ الصَّلٰوةِ بِاستِغَاثَةِ مَلهُوفٍ بِالمُصَلّٰی لاَ بِندَاءِ اَحَدِ اَبَوَیهِ وَیَجُوزُ قَطعُهَا بِسَرِقَةِ مَایُسَاوِیْ دِرهَماً وَلَو لِغَیرِہٖ وَخَوفِ ذِئبٍ عَلیٰ غَنَمٍ اَو خَوفِ تَرَدِّیْ اَعمیٰ فِیْ بِئرٍ وَنَحوِہٖ وَاِذَا خَافَتِ القَابِلَةُ مَوتَ الوَلَدِ وَاِلاَّ فَلاَ بَاسَ بِتَاخِیرِهَا الصَّلٰوةَ وَتُقبِلُ عَلیٰ الوَلَدِ وَکَذَا المُسَافِرُ اِذَا خَافَ مِنَ اللُّصُوصِ اَو قُطَّاعِ الطَّرِیقِ جَازَ لَهٗ تَاخِیرُ الوَقتِیَّةِ وَتَارِكُ الصَّلٰوةِ عَمَداً کَسَلاً یُضرَبُ ضَرباً شَدِیداً حَتیٰ یَسِیلَ مِنهُ الدَّمُ وَیُحبَسُ حَتیٰ یُصَلِّیَهَا وَکَذَا تَارِكُ صَومِ رَمَضَانَ وَلاَ یُقتَلُ اِلاَّ اِذَا جَحَدَ اَو استَخَفَّ بِاَحَدِهِمَا.

ترجمہ:۔ وہ چیزیں جو نماز توڑنے کو واجب کر دیتی ہیں اور وہ چیزیں جن سے نماز کا توڑنا جائز ہے اور اسکے ماسوا نماز کا توڑنا واجب ہو جاتا ہے، جب کوئی مظلوم مصلی کو آواز دے نہ کہ اسکے والدین میں سے کسی ایک کے آواز دینے سے جائز ہے نماز کا توڑ دینا ایسی چیز کی چوری ہونے کے وقت جسکی مقدار ایک درہم ہو اگرچہ یہ غیر ہی کی چیز ہو اور بھیڑیئے کے بکری پر حملہ کرنے کے ڈر سے، اندھے کے کنویں میں گر جانے کے ڈر سے اور یا اسکے مثل سے اور جب دایا کو ڈر ہو بچے کے مر جانے کا تو نماز کے مؤخر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور بچہ پر متوجہ ہو جائے، اسی طریقہ سے مسافر جب اسے ڈر ہو چوروں سے یا ڈاکوؤں سے تو اس کیلئے وقتیہ نماز میں تاخیر کرنی جائز ہے۔ جان بوجھ کر سستی کی وجہ سے نماز

چھوڑنے والے کو خوب خوب پٹائی کی جائے گی یہاں تک کہ بدن سے خون نکل آئے اور اسے قید کر دیا جائے گا یہاں تک کہ نماز پڑھنے لگے اسی طریقہ سے رمضان کے روزے کو چھوڑنے والے کو نہیں قتل کیا جائے گا مگر جب نماز کی فرضیت کا انکار کر دیں یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی توہین کر دیں۔

تشریح و مطالب :۔ ابھی تک مصنف ان چیزوں کو بیان کر رہے تھے جس کے کرنے کی وجہ سے نماز فاسد یا مکروہ ہو جاتی تھی لیکن اب فرضیت صلوٰۃ کے مواقع کو بیان کر چکے تو اب ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں جن کے پیش آجانے کے وقت نماز کا توڑنا واجب ہے۔

باستغاثة : مثلاً ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور ایک شخص مظلوم نے اس سے بچاؤ کی درخواست کی اور وہاں پر کوئی موجود نہیں جو اسے بچالے صرف یہی وہاں پر ہے تو اس صورت میں مظلوم کی امداد کے لئے نماز توڑ دینی چاہئے اس لئے کہ جان جانے کے بعد واپس نہیں آسکتی اور نماز توڑ دینے کے بعد دوبارہ پڑھی جاسکتی ہے مثلاً کوئی شخص کنویں میں گر گیا یا کسی پر ظالم نے یا کسی درندے نے حملہ کر دیا تو خواہ اس سے مدد طلب کرے یا کسی اور سے مدد طلب کرے بہر صورت یہ شخص اگر نجات دلا سکتا ہے تو نماز توڑ دے۔ (مراقی الفلاح)

لا بنداء احد ابويه : امام طحاویؒ نے کہا کہ اگر یہ شخص فرض نماز پڑھ رہا تھا تو نماز نہیں توڑے گا، اور اگر نفل پڑھ رہا ہے اور والدین نے آواز دی تو اسے نماز چھوڑنا ہوگا، لیکن اگر ولدین یہ جانتے ہوں کہ جسے آواز دے رہے ہیں وہ نفل پڑھ رہا تھا تو اس صورت میں اس لڑکے کا جواب دینا واجب نہیں بہتر یہ ہے کہ نماز نہ توڑے۔

لغیره : یعنی ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور ایک درہم کے مقدار مال کوئی لے کر جانے لگا تو اس شخص کے لئے جائز ہے کہ نماز توڑ دے، اگر چہ دوسرے کا مال ہو اس لئے کہ اس میں ظلم کو دفع کرنا ہے اور نہی عن المنکر ہے۔

خوف ذئب : یعنی نماز پڑھنے کی حالت میں بھیڑیا آیا اور بکری کو لے کر جانے لگا اور اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں نماز کو پوری کرتا ہوں تو اسے مار ڈالے گا تو اس کے لئے جائز ہے کہ نماز کو توڑ دے اور بکری کو بچالے۔

او خوف تردی اعمیٰ : دو اندھے جا رہے تھے اور سامنے کنواں تھا نماز پڑھنے والے کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر میں نہ بتلادوں تو یہ کنویں میں گر جائیں گے تو اسے نماز توڑ دینی چاہئے اس طرح اگر کوئی غیر اعمی جا رہا تھا اور اسے معلوم نہیں تھا کہ آگے کنواں ہے اور اس نماز پڑھنے والے کو یقینی معلوم ہے کہ اگر میں نہ بتلاؤں گا تو یہ کنویں میں گر جائے گا یا اسی طرح سے ایک بچہ کھیل رہا تھا اور وہ چھوٹا ہے اسے کچھ پتہ نہیں اب اسے یقین ہے کہ اگر میں اسے نہ اٹھاؤں تو وہ کنویں میں گر جائے گا یا اسی طرح اور کسی چیز کے ہلاک ہونے کا خوف ہو تو ان صورتوں میں نماز کو توڑ دینا واجب ہے۔

واذا خافت القابلة : قابلہ اس عورت کو کہا جاتا ہے جو بچہ کے پیدا ہونے کے بعد ماں کے علاوہ دودھ پلاتی ہے اگر اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں نماز پڑھنے لگوں گی تو بچہ مر جائے گا تو اس صورت میں اس کے لئے جائز ہے کہ نماز کو مؤخر کر دے۔

ترك الصلوٰة عمداً كسلاً : اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اس پر نماز فرض ہے اور وہ کسی طرح معذور بھی نہیں

ہے وہ نماز کے ادا کرنے پر قادر بھی ہے لیکن اسکے باوجود جان بوجھ کر محض اپنی سستی اور کاہلی کی بنا پر نماز کو ترک کر دیتا ہے تو اس صورت میں اس کی خوب پٹائی کی جائے گی اس لئے کہ جب نماز کے لئے بالغ ہونے سے قبل بچوں کو مارنے کا حکم ہے حالانکہ وہ ابھی اس فرضیت کے مکلف بھی نہیں ہوئے تو کیا اس کی پٹائی نہیں کی جائے گی جو کہ نماز کو فرض سمجھتے ہوئے بھی ترک کر دیتا ہو، حالانکہ آج کل عام طور پر لوگ اس معاملے میں سستی اور کاہلی کرتے ہیں۔

ولا یقتل :ہاں فرض نماز کو ترک کرنے کی وجہ سے اسے قتل نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ مؤمن کا قتل ہوگا اور مؤمن کا قتل جائز نہیں، لیکن اگر وہ انکار کر دے کہ نماز فرض ہی نہیں ہے تو اب وہ مرتد ہو گیا اگر چہ دوسرے احکامات کو بجالاتا ہو اب اس انکار کی وجہ سے اسے قتل کرنا جائز ہوگا۔ یا رمضان المبارک کے مہینہ میں لوگوں کے سامنے کھاتا پیتا ہے اور اسکی فرضیت میں کمی یا اس کی اہانت اور اس کا مذاق اڑاتا ہے تو اب اسے پہلے قید کر دیا جائے گا اور حالت قید میں اسے نصیحت کی جاتی رہے گی اگر نصیحت کارگر نہ ہو تو مار پیٹ کی سزا دی جاسکتی ہے، بہر حال یہ دنیاوی تعزیرات ہیں اور آخرت کا عذاب بہت طویل ہے اور بہت سخت ہے، اگر تارک الصلوٰۃ مسلمان ہی مرے تو تب بھی حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس کو جہنم کی ایک وادی میں ڈالا جائے گا، جس میں بہت تیز آگ ہے اور بیچ میں ایک بہت گہرا کنواں ہے جس کا نام (مہیب) ہے جس میں ادھر اُدھر سے پیپ بہہ کر آتی ہے یہ کنواں خاص طور سے تارکین نماز کے لئے تیار کیا گیا ہے (معاذاللہ) خدا ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے آمین (مراقی الفلاح)

بَابُ الْوِتْرِ

اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ وَهُوَ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ بِتَسْلِيْمَةٍ وَيَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ مِنْهُ الْفَاتِحَةَ وَسُوْرَةً وَيَجْلِسُ عَلٰى رَأْسِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنْهُ وَيَقْتَصِرُ عَلَى التَّشَهُّدِ وَلَا يَسْتَفْتِحُ عِنْدَ قِيَامِهِ لِلثَّالِثَةِ وَإِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ سُوْرَةٍ فِيْهَا رَفَعَ يَدَيْهِ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ وَقَنَتَ قَائِمًا قَبْلَ الرُّكُوْعِ فِيْ جَمِيْعِ السَّنَةِ وَلَا يَقْنُتُ فِيْ غَيْرِ الْوِتْرِ وَالْقُنُوْتُ مَعْنَاهُ الدُّعَاءُ وَهُوَ أَنْ يَقُوْلَ اللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَهْدِيْكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ إِلَيْكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ كُلَّهُ نَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلَّمَ.

ترجمہ :۔ وتر کا باب۔ وتر واجب ہے اور وہ ایک سلام سے تین رکعات ہے اور وتر کی ہر ایک رکعت میں سورہٗ فاتحہ اور سورت پڑھے اور پہلی دو رکعتوں کے اخیر میں بیٹھ جائے اور صرف تشہد پر اکتفاء کرلے۔ اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے کے بعد سبحانک اللھم نہ پڑھے اور جب تیسری رکعت میں سورت پڑھ کر فارغ ہو تو اپنے ہاتھوں کو کانوں تک لے جائے پھر تکبیر کہے اور کھڑے کھڑے رکوع سے قبل دعائے قنوت پڑھے، تمام سال اور وتر کے علاوہ میں قنوت کو نہ پڑھے اور قنوت کے معنی دعاء کے ہیں اور وہ دعاء یہ ہے کہ اے اللہ! ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں، تجھ سے ہدایت کے طالب ہیں اور مغفرت کی درخواست کرتے ہیں، اور ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں

اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تیرے اوپر ہی بھروسہ کرتے ہیں اور ہر خوبی پر تیری مدح کرتے ہیں ہم تیرا شکر کرتے ہیں ہم تیرے احسانات کا انکار نہیں کرتے ہم علیحدہ ہوتے ہیں اور چھوڑتے ہیں ہر اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے، اے اللہ ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے ہم نماز پڑھتے ہیں اور تجھ کو ہی ہم سجدہ کرتے ہیں اور ہم تیری ہی طرف چلتے ہیں اور ہم تیری ہی طرف دوڑتے ہیں ہم تیری ہی رحمت کی امید کرتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تیرا عذاب واقعی حقیقی کافروں کو لاحق ہوگا اسکے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھے۔

تشریح و مطالب:۔ وتر کے واجب اور سنت ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے، صاحبینؒ کے نزدیک سنت ہے عملاً اعتقاداً اور دلیلاً لیکن یہ سنت مؤکدہ ہے اس میں نہ اذان دی جائے گی اور نہ اقامت صاحبینؒ کے نزدیک کوئی ایسی دلیل نہیں تھی کہ وہ اسے واجب کہتے۔

بہر حال امام ابو حنیفہؒ سے دو روایتیں ہیں ایک روایت سنت کی ہے اور ایک روایت وجوب کی ہے اور یہ ہی اصح ہے نیز امام شافعیؒ بھی سنت ہی کے قائل ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل امام ابو داؤد کی وہ روایت ہے کہ جسے ابو داؤد نے مرفوعاً نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے **الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منی الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منی الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منی** (رواہ حاکم) اسی طریقہ سے وہ روایت جسے امام مسلم نے مرفوعاً نقل کیا ہے **اوتروا قبل ان تصبحوا** اور یہاں پر امر ہے جو وجوب کیلئے ہے لیکن بعض حضرات اس کے عدم وجوب پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سواری پر وتر کی نماز ادا کی اگر وتر کی نماز واجب ہوتی تو حضور ﷺ سواری پر کیوں پڑھتے لیکن اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ مجبوری رہی ہو اس وجہ سے آپ نے سواری پر پڑھ لیا ہو اور مجبوری کی بناء پر ایسا کرنا جائز بھی ہے۔

ثلاث رکعات: اس سے امام شافعیؒ کی تردید مقصود ہے اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہے تو ایک پڑھے اگر چاہے تو تین اور اگر چاہے تو پانچ، یہاں تک کہ گیارہ اور تیرہ رکعت پڑھ سکتا ہے اور دلیل میں یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا **من شاء اوتر برکعة ومن شاء اوتر بثلاث وعن ام سلمة انه علیه الصلوٰة والسّلام کان یوتر بسبع او بخمس لا یفصل بینهن بتسلیمة** لیکن امام ابو حنیفہؒ اپنی دلیل میں یہ روایت پیش کرتے ہیں **روی ابی بن کعب انه علیه الصلوٰة والسلام کان یوتر بثلاث رکعات یقرأ فی الاولی سبح اسم ربك الاعلی وفی الثانیة بقل یا ایها الکافرون وفی الثالثة بقل هو الله احد، سالت انسؓ عن القنوت فی الصلوٰة قال نعم قلت أکان قبل الرکوع او بعده قال قبله قلت فان فلانا اخبرنی عنك انك قلت بعده قال کذب انما قنت رسول الله صلی الله علیه وسلم بعد الرکوع بتسلیمة** اس سے بھی امام شافعی کی تردید مقصود ہے اس لئے کہ اگر ایک رکعت سے زائد پڑھی جائے گی تو درمیان میں سلام پھیرینگے۔

ویقرأفی کل رکعة: وتر کی نماز میں ہر ایک رکعت کے اندر سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت بھی ملائے گا اول میں سبح اسم ربک دوسرے میں سورہ کافرون تیسرے میں سورۂ اخلاص جیسا کہ ابھی حدیث شریف میں اسکا ذکر آچکا ہے صاحب نہایہ نے ایک قاعدہ بیان کیا ہے کہ مندوبات پر ہر وقت عمل نہ کیا جائے بلکہ کبھی کبھی ترک کردینا چاہئے۔

یقتصر علی التشهد : یعنی دو رکعت پڑھ کر جب بیٹھے گا تو صرف تشہد پر اکتفا کرے گا درود اور دعائیں وغیرہ نہیں پڑھے گا، اور تیسری رکعت میں کھڑے ہونے کے بعد صرف سورۂ فاتحہ اور کسی دوسری سورۃ کو پڑھے گا شروع میں سبحانك اللهم نہیں پڑھے گا۔

قنت قائماً : نماز وتر میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دعاء قنوت کا پڑھنا واجب ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک سنت ہے جیسا کہ وتر کے بارے میں ان حضرات کا اختلاف ہے امام مالکؒ کے نزدیک مستحب ہے۔

قبل الرکوع : اس سے امام شافعیؒ کی تردید مقصود ہے اس لئے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک دعاء قنوت رکوع کے بعد ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک دعاء قنوت کا وقت تیسری رکعت میں سورۃ سے فارغ ہو جانے کے بعد ہے اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ جس وقت ضم سورۃ سے فارغ ہو اس وقت تکبیر کہہ کر اپنے ہاتھوں کو کانوں تک لے جائے اس کے بعد نیت باندھ کر اس دعا کو پڑھے۔

فی جمیع السنۃ : اس سے بھی امام شافعیؒ کی ہی تردید مقصود ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک رمضان المبارک کے نصف آخر میں پڑھی جائے گی اس کے علاوہ میں نہیں۔ (شرح وقایہ)

لایقنت فی غیر الوتر : اس عبارت سے بھی امام شافعیؒ کی تردید مقصود ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک فجر کی نماز میں بھی دعاء قنوت پڑھی جائے گی اور یہ پڑھنا مسنون ہے لیکن اسکے خلاف احادیث بکثرت ہیں اس وجہ سے امام اعظمؒ نے ان احادیث کے پیش نظر صرف رمضان میں ہی منحصر رکھا ہاں اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس وقت فجر کی نماز میں حنفیہ بھی پڑھنے کے قائل ہیں، اس دعاء کے پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھے اور وہ اللھم صل اخیر تک ہے۔

وَالْمُؤتَمُّ یَقْرَأُ الْقُنُوْتَ کَالْاِمَامِ وَاِذَا شَرَعَ الْاِمَامُ فِی الدُّعَاءِ بَعْدَ مَا تَقَدَّمَ قَالَ اَبُوْیُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ یُتَابِعُوْنَهٗ وَیَقْرَؤُنَهٗ مَعَهٗ وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَایُتَابِعُوْنَهٗ وَلٰکِنْ یُؤَمِّنُوْنَ وَالدُّعَاءُ وَهُوَ هٰذَا اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا بِفَضْلِكَ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنَا فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنَا فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنَا شَرَّ مَاقَضَیْتَ اِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَمَنْ لَمْ یُحْسِنِ الْقُنُوْتَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَوْ رَبَّنَا آتِنَافِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِاَوْ یَارَبِّ یَارَبِّ یَارَبِّ وَاِذَا اقْتَدٰی بِمَنْ یَّقْنُتُ فِی الْفَجْرِ قَامَ مَعَهٗ فِی قُنُوْتِهٖ سَاکِتًا فِی الْاَظْهَرِ وَیُرْسِلُ یَدَیْهِ فِی جَنْبَیْهِ.

ترجمہ :۔ اور مقتدی امام کے ساتھ دعاء قنوت پڑھے اور اگر اسکے بعد امام کوئی اور دعا شروع کردے تو امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس کی متابعت کرے، اور وہ مقتدی اسکے ساتھ اس کو پڑھیں اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کی متابعت نہیں کرے گا لیکن وہ لوگ آمین کہیں گے اور اس دعاء کا ترجمہ یہ ہے اے اللہ! تو اپنے فضل سے ہمیں ہدایت فرما تو نے ان کو ہدایت فرمائی اور ان کو عافیت عطا فرمائی ہم کو بھی عافیت عطا فرما اور ان لوگوں کی طرح جن کا تو نگراں اور ولی ہوا ہے ہمارا بھی ولی ہو جا اور جو چیزیں تو نے ہمیں عطا فرمائی ہیں اس میں برکت عطا فرما اور جو چیزیں تیری قضا

وقدر کے تحت آچکی ہیں انکے شر سے ہمیں محفوظ رکھ بلاشبہ تو ہی فیصلہ فرماتا ہے تیرے اوپر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا جس کا تو ولی ہو وہ ذلیل نہیں ہو سکتا اور جس کا تو مخالف ہو وہ عزت نہیں پا سکتے اور اے ہمارے پروردگار تو بابرکت ہے اور بالا و برتر ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، اور جو دعائے قنوت نہ جانتا ہو وہ اللھم اغفرلی تین مرتبہ کہے یاربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار پڑھے، یا یاربٌ یا ربٌ یاربٌ تین مرتبہ کہے اور جب کسی ایسے کی اقتداء کی جو فجر میں دعائے قنوت کو پڑھتا ہے تو ظاہر مذہب کے مطابق چپ کھڑا رہے اور اپنے ہاتھوں کو پہلوں کی طرف سیدھا چھوڑ دے۔

تشریح و مطالب:۔ المؤتم یقرأ القنوت: فقط امام کا پڑھنا کافی نہ ہوگا بلکہ مقتدی بھی پڑھیں گے یہ عبارت لانے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ بظاہر یہ شبہہ ہوتا تھا کہ جب قنوت کا پڑھنا واجب ہے اور نماز وتر جماعت کے ساتھ ادا کی جارہی ہے تو اس وقت صرف امام کی اتباع ہی کافی ہو جائے گی اس شبہہ کو زائل کرنے کے لئے یہ عبارت لانے کی ضرورت پیش آئی ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اسے آہستہ پڑھے لیکن اگر جماعت ان لوگوں کی ہے جو قنوت نہیں جانتے تو اب زور سے پڑھنا واجب ہے۔ (مراقی الفلاح)

اذاشرع الامام الخ :اب یہاں سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر امام اسکے بعد اللھم اھدنا الخ پڑھنے لگے تو مقتدی کیا کریں تو اسکے بارے میں ائمہ کا کچھ اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی اس امام کی متابعت میں اس کو پڑھیں گے لیکن امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ صرف آمین کہیں گے۔

من لم یحسن القنوت :۔ یعنی اگر کوئی ایسا ہو کہ جسے یہ دعا یاد نہ ہو تو اب ان دعاؤں میں سے کسی ایک کو پڑھے لیکن اگر کوئی ایسا ہے کہ جسے یہ یاد ہے اسکے باوجود اگر وہ نہ پڑھے اور ان دعاؤں میں سے کسی ایک کو پڑھ لیا تو اس سے واجب ادا ہو جائے گا، صاحب تحسینؒ فرماتے ہیں کہ اس دعا کے یاد نہ ہونے کی صورت میں ہمارے مشائخ نے ان دعاؤں کو اختیار فرمایا ہے اور اس کا پڑھنا افضل ہے (مراقی الفلاح) اور وہ دعائیں یہ ہیں اللھم اغفرلی۔ یعنی اے اللہ میری مغفرت فرما۔ یا ربّنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار۔ اے اللہ! مجھے دنیا و آخرت کی بھلائی دے اور مجھے عذاب نار سے بچا۔ یا اسی طرح یارب یارب تین مرتبہ کہے اگر ان تینوں دعاؤں میں سے ہر ایک یاد ہوں تو جس کو چاہئے پڑھ سکتا ہے ان میں سے کوئی خاص نہیں۔

من اقتدی بمن : چونکہ امام شافعیؒ کے نزدیک فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اب امام شافعی المسلک تھا اور مقتدی حنفی المسلک اور اس نے شافعی المسلک کی اقتداء میں فجر کی نماز ادا کی تو جب وہ دعاء قنوت پڑھنے لگے تو یہ اس وقت کیا کرے تو ظاہر مذہب یہی ہے کہ یہ چپ چاپ رہے اور ہاتھ کو لٹکا کر سیدھا کھڑا رہے اور یہ اس دعا کو نہ پڑھے ہاں اس حنفی المسلک کی نماز میں کوئی اثر نہیں آئے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

وَاِذَانَسِیَ الْقُنُوْتَ فِی الْوِتْرِ وَتَذَکَّرَہٗ فِی الرُّکُوْعِ اَوِ الرَّفْعِ مِنْہُ لَایَقْنُتُ وَلَوْ قَنَتَ بَعْدَ رَفْعِ رَاْسِہٖ مِنَ الرُّکُوْعِ لَایُعِیْدُ الرُّکُوْعَ وَیَسْجُدُ لِلسَّھْوِ لِزَوَالِ الْقُنُوْتِ عَنْ مَحَلِّہِ الْاَصْلِی وَلَوْ رَکَعَ الْاِمَامُ قَبْلَ فَرَاغِ

الْمُقْتَدِیْ مِنْ قِرَاءَ ةِ الْقُنُوْتِ اَوْ قَبْلَ شُرُوْعِهٖ فِيْهِ وَخَافَ فَوْتَ الرُّكُوْعِ تَابَعَ اِمَامَهٗ وَلَوْ تَرَكَ الْاِمَامُ الْقُنُوْتَ يَأْتِیْ بِهِ الْمُؤْتَمُّ اِنْ اَمْكَنَهٗ مُشَارَكَةُ الْاِمَامِ فِی الرُّكُوْعِ وَاِلاَّ تَابَعَهٗ وَلَوْ اَدْرَكَ الْاِمَامَ فِیْ رُكُوْعِ الثَّالِثَةِ مِنَ الْوِتْرِ كَانَ مُدْرِكاً لِلْقُنُوْتِ فَلاَيَاْتِیْ بِهٖ فِيْمَا سُبِقَ بِهٖ وَيُوْتِرُ بِجَمَاعَةٍ فِیْ رَمَضَانَ فَقَطْ وَصَلوٰتُهٗ مَعَ الْجَمَاعَةِ فِیْ رَمَضَانَ اَفْضَلُ مِنْ اَدَائِهٖ مُنْفَرِداً آخِرَ اللَّيْلِ فِیْ اِخْتِيَارِ قَاضِیْ خَان قَالَ هُوَ الصَّحِيْحُ وَصَحَّحَ غَيْرُهٗ خِلاَفَهٗ.

ترجمہ:۔ اور اگر دعائے قنوت کو وتر میں بھول گیا اور اسے رکوع یا اس سے اٹھنے کے بعد یاد آگیا تو اب قنوت نہ پڑھے اور اگر رکوع سے اٹھنے کے بعد قنوت کو پڑھ لیا تو اب رکوع کو نہیں لوٹائے گا اور قنوت کو اسکے اصلی مقام سے ہٹا دینے کی وجہ سے سجدہ سہو کرے گا اور اگر امام نے مقتدی کے قنوت سے فارغ ہونے سے قبل یا اس کے شروع کرنے سے قبل ہی رکوع کر لیا اور مقتدی کو اس بات کا خوف ہے کہ رکوع فوت ہو جائے گا تو امام کی متابعت کرے گا اور اگر امام نے قنوت کو چھوڑ دیا تو اگر مقتدی کو امام کے ساتھ رکوع میں شرکت کا امکان ہو تو وہ اس کو پڑھے ورنہ وہ بھی اسکے ساتھ ہو لے اور اگر امام کو وتر کے تیسرے رکوع میں پالیا تو اسے قنوت کا پانے والا کہا جائے گا چنانچہ بعد میں ان رکعتوں کے اندر جو ان سے پہلے پڑھ لی تھیں وہ قنوت نہ پڑھے گا اور وتر کی نماز صرف رمضان میں جماعت سے پڑھی جائے گی اور رمضان میں وتر کو جماعت سے پڑھنا افضل ہے بمقابل رات کے اخیر میں تنہا ادا کرنے سے، اسی کو قاضی خاں نے اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہی صحیح ہے اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے اس کے خلاف کو صحیح کہا ہے۔

تشریح و مطالب:۔ **واذانسی:** یعنی وتر کی نماز پڑھ رہا تھا اور دعاء قنوت کو بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا یا رکوع سے سر اٹھایا اس وقت اسے یاد آیا تو دعائے قنوت کو نہیں پڑھے گا بلکہ سجدہ سہو کرے گا اور اس کی وجہ سے اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

لایعید: اور اگر رکوع سے اٹھنے کے بعد اسے دعائے قنوت یاد آگیا اور اس نے سجدے میں جانے سے قبل دعائے قنوت کو پڑھ لیا تو رکوع کے بعد دعائے قنوت کو پڑھنے کی وجہ سے پھر رکوع کو نہیں لوٹائے گا ہاں سجدہ سہو ضرور کرے گا اس لئے کہ قنوت کو اس کے اصلی مقام سے ہٹا دیا تھا اور کسی چیز کو اس کے اصلی مقام سے ہٹانے کی وجہ سے صرف سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

ولو رکع الامام: یعنی ایک شخص امام کے پیچھے وتر کی نماز پڑھ رہا تھا اور ابھی دعائے قنوت پڑھ ہی رہا تھا کہ یا ابھی شروع بھی نہ کیا تھا اور اس حال میں امام رکوع کے اندر چلا گیا تو اب دو صورتیں ہوں گی یا تو یہ ممکن ہو گا کہ دعائے قنوت کو پڑھ کر امام کو رکوع میں پالے تو اس صورت میں دعاء قنوت کو پڑھ کر رکوع میں جائے گا اور اگر یہ ممکن نہ ہو کہ امام کو رکوع میں پالے گا تو اب اس صورت میں دعاء قنوت نہیں پڑھے گا۔

لو ترک الامام الخ: یعنی امام وتر کی نماز پڑھا رہا تھا اور بھول کر دعاء قنوت کو چھوڑ دیا تو اس صورت میں اگر مقتدی کو اس بات کا خوف نہ ہو کہ رکوع چھوٹ جائے گا یعنی امام رکوع سے سر اٹھالے گا تو اس صورت میں مقتدی دعاء قنوت پڑھیں گے لیکن اگر یہ خوف ہو کہ امام رکوع سے سر اٹھالے گا تو اب یہ لوگ بھی ترک کر دیں گے۔

لو ادرك الامام: یعنی امام نماز پڑھا رہا تھا کوئی شخص تیسری رکعت کے شروع میں آکر شامل ہوا تو اب گویا اس نے قنوت کو بھی پالیا ہے تو اب امام کے سلام پھیرنے کے بعد جن رکعاتوں کی وہ قضا کریگا اسمیں دعائے قنوت کو نہیں پڑھے گا۔

یوتر بجماعة في رمضان: صرف رمضان کے مہینے میں وتر کی نماز جماعت سے پڑھی جائے گی رمضان کے مہینے کے علاوہ جماعت نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ نفل نماز ہے (من وجہ) اور رمضان کے علاوہ میں نفل نماز جماعت سے نہیں پڑھی جاتی لیکن رمضان میں افضل کیا ہے وتر کی نماز جماعت سے پڑھی جائے یا تنہا؟ اسکے بارے میں علماء کا اختلاف ہے قاضی خاں نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ میں وتر کی نماز جماعت سے پڑھنی افضل ہے اس لئے کہ جب اس مہینہ میں جماعت جائز ہے تو افضل یہی ہے اور ثواب کے اعتبار سے بھی زیادہ کامل۔ ابو علی نسفی نے لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ وتر کی نماز رمضان کے مہینہ میں اپنے گھر ہی پر پڑھی جائے مسجد میں جماعت سے نہ پڑھی جائے اس لئے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین رمضان کے مہینہ میں وتر کی نماز کے لئے جمع نہیں ہوتے تھے حالانکہ تراویح کے لئے جمع ہوتے تھے اس لئے کہ حضرت عمرؓ رمضان کے مہینے میں وتر کی نماز کی امامت کرتے تھے اور ابی ابن کعبؓ جماعت سے نماز نہیں پڑھاتے تھے اور زیلعی نے لکھا ہے کہ یہی مذہب مختار مذہب ہے شارح نقایہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے رمضان کے مہینہ میں نماز پڑھائی اور اسی طریقہ سے وتر کی بھی امامت فرمائی اور اس کے مؤخر ہونے کے بارے میں عذر فرمادیا۔ اور خلفائے راشدین نے بھی اسی کو اختیار کیا، لیکن جس شخص نے جماعت کو بھی مؤخر کر دیا ہو اس کے لئے واجب ہے کہ وتر کو بھی آخر رات میں پڑھے اس لئے کہ یہی افضل ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اجعلوا آخر صلوٰتکم باللیل وتراً فاخره لذالك۔ لیکن وتر کی نماز اس شخص کے لئے آخری رات میں پڑھنا افضل ہے جسے اس بات پر یقین کامل ہو کہ وہ آخری رات میں پڑھے گا لیکن اگر کوئی ایسا ہے کہ وہ آخری رات میں نہیں اٹھ سکتا تو اس کو اول رات میں پڑھ لینا چاہئے۔

(فَصْلٌ فِي النَّوَافِلِ) سُنَّ سُنَّةً مُؤَكَّدَةً رَكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ وَاَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَبْلَ الْجُمُعَةِ وَبَعْدَهَا بِتَسْلِيْمَةٍ وَنُدِبَ اَرْبَعٌ قَبْلَ الْعَصْرِ وَالْعِشَاءِ وَبَعْدَهُ وَسِتٌّ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَيَقْتَصِرُ فِي الْجُلُوْسِ الْاَوَّلِ مِنَ الرُّبَاعِيَّةِ الْمُؤَكَّدَةِ عَلَى التَّشَهُّدِ وَلَا يَاْتِيْ فِي الثَّالِثَةِ بِدُعَاءِ الْاِسْتِفْتَاحِ بِخِلَافِ الْمَنْدُوْبَةِ.

ترجمہ:۔ نوافل کا بیان: فجر سے پہلے دو رکعت سنت مؤکدہ ہے اور دو رکعت ظہر کے بعد اور دو رکعت مغرب کے بعد اور چار رکعت عشاء کے بعد چار رکعت ظہر سے قبل اور جمعہ سے قبل اور جمعہ کے بعد ایک ہی سلام سے چار رکعت، مستحب ہے چار رکعت عصر سے پہلے اور عشاء کے بعد اور چھ رکعت مغرب کے بعد، اور چار رکعت والی سنت مؤکدہ میں قاعدہ اولیٰ کے اندر صرف تشہد پر اکتفاء کرنا اور تیسری رکعت میں کھڑے ہونے کے بعد سبحانك اللهم نہ پڑھے بخلاف مستحب نمازوں کے۔

تشریح و مطالب:۔ ابھی تک مصنفؒ فرائض اور واجبات کو بیان کر رہے تھے اس لئے کہ ان کا مقام بڑھا ہوا تھا واجب کے بعد چونکہ سنت کا درجہ ہے اس وجہ سے اب سنت کو ذکر کر رہے ہیں۔

النوافل: اس فصل میں سنتوں کا بیان بھی ہوگا مگر چونکہ نفل کا لفظ سنت اور غیر سنت دونوں کو عام ہے اس لئے نفل کہہ دیا کیونکہ نفل عام ہے اور سنت خاص لہٰذا ہر سنت نفل ہوگی اور ہر نفل سنت نہیں اسلئے نفل کہہ دیا، نفل ایسے فعل کو بھی کہا جاتا ہے جو نہ فرض ہو نہ واجب نہ سنت۔ اور سنت کے لغوی معنی طریقہ اور راستہ کے ہیں مگر اصطلاحاً اس طریقہ کو کہا جاتا ہے جو مذہب میں اختیار و پسند کیا گیا ہو اور فرض اور واجب نہ ہو، سنت کی دو قسمیں ہیں مؤکدہ اور غیر مؤکدہ۔

قبل الفجر: فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنی چاہئے اور اصل اس میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے من ثابر ای واضب علی اثنی عشر رکعة فی الیوم واللیلة بنی الله تعالیٰ بیتاً فی الجنة رکعتین قبل الفجر واربع رکعاتٍ قبل الظهر ورکعتین بعدها ورکعتین بعد المغرب ورکعتین بعدالعشاء۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ اس سنت کے بارے میں یہاں تک رخصت دیتے ہیں کہ اگر جماعت کھڑی ہو جائے اور اسے بعض قول کے مطابق امام کو رکوع میں پانے کی امید ہو یا بعض کے قول کے مطابق قعدہ اخیرہ میں تو اس صورت میں وہ پہلے سنت کو ادا کرے گا بعد میں فرض نماز میں مل جائے۔ اسکے دلائل گذر چکے ہیں۔

بعد الظهر: ظہر کے بعد سنت مؤکدہ تو دو ہی رکعت ہے لیکن اگر دو رکعت اور ملالے تو یہ مستحب ہے لیکن اس دو رکعت کے ملانے میں اسے دو باتوں کا اختیار ہے ایک یہ کہ چار رکعت ایک ہی سلام سے پڑھے یا دو دو رکعت کر کے (مراقی الفلاح)

بعد العشاء: اسی طریقہ سے سنت مؤکدہ عشاء کے بعد صرف دو رکعت ہی ہے جو اس سے زائد پڑھی جائے گی وہ نفل ہوگی۔

واربع قبل الظهر: صاحب بحر الرائق نے اسکی قرأت کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ ہر رکعت میں دس آیت کی مقدار پڑھے اسی طریقہ سے جو سنت عشاء کے بعد پڑھی جائے اس میں بھی اسی مقدار قرأت کی جائے اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ ان دونوں نمازوں کے بعد کافی وقت بچتا ہے اور اوقات مکروہ کے داخل ہونے کا کوئی سوال نہیں۔ نیز حضور ﷺ کا ارشاد ہے من ترك الاربع قبل الظهر لم تنال شفاعتی۔

ندب اربع: عصر سے پہلے چار رکعت اور عشاء سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہے اسی طریقہ سے مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت بھی سنت غیر مؤکدہ ہے۔

یقتصر: سنت نمازوں میں اگر وہ چار رکعت والی ہوں تو قعدۂ اولیٰ میں صرف تشہد پر اکتفاء کیا جائے گا اسی طریقہ سے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے کے بعد سبحانک اللھم وغیرہ نہیں پڑھا جائے گا بخلاف نفل نمازوں کے کہ اس میں سبحانک اللھم وغیرہ پڑھا جائے گا۔

وَاِذَا صَلّٰی نَافِلَةً اَكْثَرَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَجْلِسْ اِلَّا فِيْ آخِرِهَا صَحَّ اِسْتِحْسَاناً لِاَنَّهَا صَارَتْ صَلٰوةً وَاحِدَةً وَفِيْهَا الْفَرْضُ الْجُلُوْسُ آخِرَهَا وَكُرِهَ الزِّيَادَةُ عَلٰى اَرْبَعٍ بِتَسْلِيْمَةٍ فِي النَّهَارِ وَعَلٰى ثَمَانٍ لَيْلاً وَالْاَفْضَلُ فِيْهِمَا رُبَاعٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَعِنْدَهُمَا الْاَفْضَلُ فِي اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَبِهٖ يُفْتٰى وَصَلٰوةُ اللَّيْلِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ النَّهَارِ وَطُوْلُ الْقِيَامِ اَحَبُّ مِنْ كَثْرَةِ السُّجُوْدِ.

ترجمہ:۔ اور جب نفل نماز دو رکعتوں سے زیادہ پڑھا اور صرف اسکے اخیر میں بیٹھا تو استحساناً صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ یہ گویا ایک نماز ہو گئی اور اب اس میں صرف اخیر میں بیٹھنا فرض ہے دن میں ایک سلام سے چار رکعت سے زیادہ نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے اور رات میں آٹھ رکعات سے۔ اور افضل دن اور رات میں چار چار رکعت ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک افضل رات میں دو دو رکعت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور رات کی نماز دن کی نماز سے افضل ہے اور قیام کو طول دینا سجدہ زیادہ کرنے سے بہتر ہے۔

تشریح و مطالب:۔ اذا صلی نافلة یعنی کسی شخص نے دو رکعت سے زیادہ نفل نماز پڑھی جیسے چار اور اسکو پوری کر لیا اور صرف اسکے اخیر میں بیٹھا تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اسکی نماز فاسد ہو جائے اور یہی امام زفرؒ کا قول بھی ہے اور یہی ایک روایت امام محمدؒ سے بھی ہے لیکن استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ اسکی نماز فاسد نہ ہو اس لئے کہ یہ گویا ایک نماز ہو گئی کیونکہ نفل نماز جس طرح دو رکعت پڑھی جاتی ہے اسی طریقہ سے چار رکعت بھی، اور اس میں فرض صرف اخیر میں بیٹھنا ہوتا ہے تو گویا کہ یہ چار رکعت والی ہو گئی تو اب قعدۂ اولیٰ کے چھوڑنے کی وجہ سے سجدۂ سہو کر لے گا اور اگر اسے قیام کے بعد سجدہ سے قبل یاد آگیا تو بیٹھ جائے گا۔

کرہ الزیادة علی اربع: اصل اس میں یہ ہے کہ نفل نماز فرائض کے تابع ہوتی ہے اور جو چیز کسی چیز کے تابع ہوتی ہے وہ اصل کے مخالف نہیں ہوتی، پس اگر دن میں چار رکعت پر زیادتی کی گئی تو یہ فرض نماز کے مخالف ہو جائے گی لہٰذا اس پر قیاس کرتے ہوئے فقہاء نے ایک سلام سے چار رکعت پر زیادتی کو مکروہ کہا ہے اور رات میں اسی وجہ سے آٹھ رکعت تک ایک سلام سے پڑھی جا سکتی ہے کیونکہ اس پر نص موجود ہے اور وہ یہ ہے عن النبی صلی الله علیه وسلم انه کان یصلی باللیل خمس رکعات سبع رکعات تسع رکعات احدی عشرة رکعة ثلاثة عشرة رکعة وثلاث من کل واحدة من هٰذه الاعداد الوتر ورکعتان سنة الفجر فیبقی رکعتان واربع وست وثمان فیجوز ای هٰذا القدر بتسلیمة واحدة من غیر کراهة۔

عندهما الافضل: حضرات صاحبینؒ کے نزدیک رات میں دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک افضلیت دو دو رکعت میں نہیں ہاں فتویٰ صاحبین ہی کے قول پر ہے۔

صلوٰة اللیل افضل: رات میں نماز اس وجہ سے افضل ہے کہ وہ تنہائی کا وقت ہوتا ہے انسان کو یکسوئی ہوتی ہے تمام چیزوں سے فارغ ہوتا ہے اسکا ذہن ادھر اُدھر نہیں جاتا، نیز وہاں پر کوئی موجود بھی نہیں ہوتا کہ اس میں ریا کے پیدا ہونے کا خطرہ ہو بخلاف دن میں نفل پڑھنے کے اس لئے کہ اس میں یہ تمام چیزیں موجود ہوتی ہیں۔

طول القیام: رکوع اور سجدہ کو طول دینے سے زیادہ افضل قرأت کو زیادہ کرنے میں ہے اس لئے کہ قرآن کے فضائل بمقابل تسبیحات کے زائد ہیں نیز یہاں طول سے مراد کثرت رکعات بھی ہو سکتی ہے اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ آدمی اگر ایک رکعت نماز پڑھتا ہے اور اس میں خوب دیر تک رکوع اور سجدہ کرتا ہے تو اس سے افضل یہ ہے کہ اس رکوع اور سجدے کو صرف اسکے مقدار تک کرے اور انہی اوقات میں اور رکعتیں پڑھ لے۔

(فَصلٌ فِی تَحِیَّةِ الْمَسْجِدِ وَصَلٰوةِ الضُّحیٰ وَاِحیَاءِ اللَّیَالِی)سُنَّ تَحِیَّةُ الْمَسْجِدِ بِرَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الجُلُوسِ وَاَدَاءُ الْفَرْضِ یَنُوبُ عَنْهَا وَکُلُّ صَلٰوةٍ اَدَّاهَا عِنْدَالدُّخُولِ بلاَ نِیَّةِ التَّحِیَّةِ وَنَدَبَ رَکْعَتَانِ بَعْدَ الْوَضُوْءِ قَبْلَ جَفَافِهٖ وَاَرْبَعٌ فَصَاعِداً فِی الضُّحیٰ وَنَدَبَ صَلٰوةُ اللَّیْلِ وَصَلٰوةُ الاِسْتِخَارَةِ وَصَلٰوةُ الحَاجَةِ وَنَدَبَ اِحیَاءُ لَیَالِیْ الْعَشْرِ الاَخِیْرِ مِنْ رَمَضَانَ وَاِحیَاءُ لَیْلَتَیِ الْعِیْدَیْنِ وَلَیَالِیْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّةَ وَلَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَیَکْرَهُ الاِجْتِمَاعُ عَلیٰ اِحیَاءِ لَیْلَةٍ مِنْ هٰذِهِ اللَّیَالِیْ فِیْ الْمَسَاجِدِ۔

ترجمہ:۔ تحیۃ المسجد چاشت کی نماز شب بیداری۔ مسجد میں جانے کے وقت بیٹھنے سے قبل دو رکعتیں تحیۃ المسجد سنت ہے اور فرض کا ادا کرنا تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور ہر وہ نماز جو داخل ہونے کے وقت بلا تحیۃ المسجد کے ادا کی جائے اور مستحب ہے دو رکعت پانی کے خشک ہونے سے پہلے وضوء کے بعد اور چار رکعت یا زیادہ چاشت کے وقت اور مستحب ہے رات میں نماز پڑھنی اور صلوٰۃ استخارہ اور صلوٰۃ حاجت، اور مستحب ہے رمضان کی دس اخیر راتوں میں بیدار رہنا، اور عیدین کی راتوں میں جاگنا، اور مکروہ ہے لوگوں کو مسجد میں جمع کرنا جاگنے کے لئے۔

تشریح ومطالب:۔ المسجد مسجد میں پہلے دایاں پیر رکھے اور یہ دعا پڑھے اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتك اور نکلتے وقت پہلے بایاں پیر نکالے پھر یہ دعا پڑھے اللّٰھم انی اسالك من فضلك۔(مراقی الفلاح)

تحیة: یہ تحیۃ المسجد مسجد کے لئے نہیں ہوتی بلکہ خدا تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے اس مسجد سے مسجد حرام مستثنیٰ ہے اس لئے کہ اس میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد نہیں پڑھی جاتی بلکہ طواف کیا جاتا ہے چنانچہ ملا علی قاریؒ نے اس کی تصریح کی ہے کہ جب مسجد حرام میں داخل ہو تو طواف کرے۔

قبل الجلوس: بیٹھنے کے بعد بھی تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھے۔ (مراقی الفلاح) اگر مسجد میں بار بار جانا پڑتا ہو تو صرف دو رکعت تحیة المسجد پڑھ لینی کافی ہے۔

صلوٰة الاستخارة: کسی کام کے کرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے تاکہ اس کے دل میں اسکے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں کوئی رجحان پیدا ہو جائے چنانچہ احادیث سے بکثرت ثابت ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام کاموں میں استخارہ سکھلاتے تھے بالکل اسیطرح جس طرح قرآن کی آیات سکھاتے تھے آپ فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ دو رکعت نماز پڑھ لے پھر یہ دعا پڑھے اللھم انی استخیرك بعلمك واستقدرك بقدرتك واسألك من فضلك العظیم فانك تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم انَّ هٰذا الامرَ خیرٌ لی فی دینی ومعاشی واجلی وعاقبة امری فاقدره لی ویسره لی ثم بارك لی فیه وان کنت تعلم ان ... الامر شرٌ لی فی دینی ومعاشی وعاقبة امری فاصرفه عنی واصرفنی عنه وقدر لی الخیر حیث کان ثم رضینی به۔

صلوٰة الحاجة: یہ بھی دو رکعت پڑھی جائے گی اس لئے کہ حدیث میں ہے عن عبدالله بن ابی اوفی

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كانت له حاجة الى الله اوالى احد من بنى آدم فليتوضا وليحسن الوضوء ثم يصلى ركعتين ثم يثنِّ على الله تعالىٰ وليصل على النبى صلى الله عليه وسلم ثم ليقل لااله الا الله الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم الحمد لله رب العالمين اسألك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك والغنيمة من كل برء وسلامة من كل آثم لاتدع لى ذنبا الا غفرته ولا هما الا فرجته ولاحاجة لك فيك رضا الا قضيتها يا ارحم الراحمين۔

احياء ليالي العشر: اس لئے کہ اکثر مشائخ نے یہ بیان کیا ہے کہ لیلۃ القدر انہی راتوں میں ہوتی ہے اس لئے اسی امید سے ان راتوں میں بیدار رہنا چاہئے۔

ليلة النصف من شعبان:۔ اس لئے کہ احادیث سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اس رات میں لوگوں کی تقدیریں لکھی جاتی ہیں۔

يكره الاجتماع: اس وجہ سے کہ نہ حضور ﷺ نے ان راتوں میں صحابہ کو جمع کیا اور نہ ہی خلفائے راشدین سے یہ ثابت ہے کہ ان لوگوں نے بیدار رہنے کے لئے لوگوں کو اکٹھا کیا ہو۔

(فَصْلٌ فِی صَلٰوةِ النَّفْلِ جَالِساً وَالصَّلٰوةِ عَلَى الدَّابَةِ) يَجُوْزُ النَّفْلُ قَاعِداً مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى الْقِيَامِ لٰكِنْ لَهُ نِصْفُ اَجْرِ الْقَائِمِ اِلاَّ مِنْ عُذْرٍ وَيَقْعُدُ كَالْمُتَشَهِّدِ فِى الْمُخْتَارِ وَجَازَ اِتْمَامُهُ قَاعِداً بَعْدَ اِفْتِتَاحِهٖ قَائِماً بِلاَ كَرَاهَةٍ عَلَى الاَصَحِّ وَيَتَنَفَّلُ رَاكِباً خَارِجَ الْمِصْرِ مُوْمِياً اِلٰى اَىِّ جِهَةٍ تَوَجَّهَتْ دَابَّتُهٗ وَبَنٰى بِنُزُوْلِهٖ لاَبِرُكُوْبِهٖ وَلَوْ كَانَ بِالنَّوَافِلِ الرَّاتِبَةِ.

ترجمہ:۔فصل نفل نماز بیٹھ کر اور سواری پر۔ نفل نماز بیٹھ کر باوجود اس بات کے کہ قیام پر قدرت ہو جائز ہے لیکن کھڑے ہونے والے کے مقابل میں اس کیلئے نصف اجر ہے مگر جب کہ عذر کی وجہ سے بیٹھا ہو اور تشہد میں بیٹھنے والے کی طرح مختار مذہب کے بموجب بیٹھے گا اور نفل نماز کو بیٹھ کر پوری کرنا اسکے کھڑے ہو کر شروع کرنے کے باوجود بلا کسی کراہت کے صحیح مذہب کے مطابق جائز ہے اور نفل نماز سوار ہو کر شہر کے باہر پڑھ سکتا ہے اشارہ کرنے والا ہو جس طرف بھی اسکی سواری گھوم جائے اور بناء کر سکتا ہے سواری سے اترنے کے بعد نہ کہ سوار ہونے کے بعد اگرچہ وہ سنت مؤکدہ میں ہوں۔

تشریح و مطالب:۔ ابھی تک ان نوافل کو بیان کر رہے تھے کہ جسے کھڑا ہو کر ادا کیا جاتا تھا۔ اب اس نفل کا بیان یہاں سے کر رہے ہیں کہ جسے بیٹھ کر یا سواری پر سوار ہو کر ادا کیا جاتا ہے اسلئے کہ افضل یہی ہے کہ نماز خواہ وہ فرض ہو یا نفل کھڑے ہی ہو کر ادا کیا جائے لیکن فرض اور واجب میں بلا عذر کے بیٹھنا جائز نہیں لیکن نفل میں اگر کوئی عذر ہو یا نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔

النفل: اس لفظ کو یہاں پر لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہی حکم سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ کا بھی ہے، نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا قدرت قیام کے باوجود درست ہے لیکن اس میں نصف اجر ہو گا۔

الا من عذر: لیکن اگر کوئی عذر ہے جس کی وجہ پر وہ بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے تو اب اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے

کاثواب نہیں ملے گا بلکہ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والے کا ثواب ملے گا۔
يقعد كالمتشهد : یعنی اگر اسے کوئی عذر نہ ہو تو جس طرح تشہد کی حالت میں بائیں پیر کو بچھا کر اور دائیں پیر کو کھڑا کر کے بیٹھا جاتا ہے اسی طریقہ سے یہ نفل نماز پڑھنے والا بیٹھے گا اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ دائیں پیر کو بائیں پیر کے نیچے رکھ کر سرین پر نہیں بیٹھے گا۔
المختار : شیخ الاسلام نے یہ کہا ہے کہ اس وقت تشہد کی حالت کی طرح نہیں بیٹھے گا اور **فی المختار** لا کر انہی کی تردید مقصود ہے۔
جاز اتمامه : یعنی ایک شخص کھڑے ہو کر نفل نماز پڑھ رہا تھا اور نماز ہی کے درمیان میں بیٹھ گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اسکی نماز بلا کراہت کے درست ہو جائے گی۔
على الاصح : صاحب ہدایہ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر بلا عذر کے ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے لیکن یہ بات نہیں۔ بلکہ عذر کی بنا پر ہو یا بلا عذر کے ہو کسی بھی صورت میں کوئی کراہت نہیں۔
خارج المصر : مصر سے یہاں مراد وہ جگہ ہے کہ جہاں پر انسان پہونچ کر مسافر ہو جاتا ہے یا جہاں پر عام طور سے لوگ قضائے حاجت کے لئے جاتے ہیں۔
مؤميا : اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر اسکے پاس کوئی ایسی چیز موجود ہو کہ جسے وہ سامنے رکھ کر سجدہ کر رہا ہے تو یہ ایک فعل عبث ہے ایسا کرنا مکروہ ہے لیکن نماز فاسد نہیں ہو گی۔ ہاں اگر کوئی ایسی چیز ہے کہ جو نجس ہے اور اس پر یہ سجدہ کر رہا ہے تو اب نماز فاسد ہو سکتی ہے کیونکہ یہاں نجاست سے اتصال ہو رہا ہے۔ (مراقی الفلاح)
توجهت : اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ سواری مثلاً مشرق کی طرف چل رہی ہے اور وہ مغرب کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہا ہے تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ جس بنا پر سواری پر نفل نماز کی اجازت دی گئی تھی وہ فوت ہو رہی ہے، اس وجہ سے اس کی نماز جائز نہ ہو گی نیز واحد کی ضمیر لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اگر سواری پر جماعت کی گئی اور سب لوگ الگ الگ سوار ہیں تو امام کی نماز تو ہو جائے گی لیکن دوسرے سواروں کی نہیں ہاں وہ شخص جو خود امام کے سواری پر ہے اگر وہ نماز پڑھ رہا ہے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ سواری پر نماز پڑھنے کی اجازت اس وجہ سے دی گئی ہے کہ ان نمازوں کے لئے کوئی وقت متعین نہیں ہے اب اگر اسکے لئے سواری سے اترنا ضروری قرار دیا جائے تو نفل نمازیں کم ہو جائیں گی۔
وبنى بنزوله : یعنی ایک شخص سواری پر نفل نماز پڑھ رہا تھا اب زمین پر اتر آیا تو اسی پر بناء کرے گا لیکن اگر زمین پر نماز پڑھ رہا تھا اور پھر سوار ہو گیا تو اب اس کے لئے بناء جائز نہیں اس لئے کہ اس نے ایسی حالت میں شروع کیا تھا کہ اس میں تحریمہ رکوع اور سجود تمام شامل تھے لہٰذا اقوی کا بناء ضعیف پر ہوا یہ درست نہیں۔

وَعَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَّهٗ يَنْزِلُ لِسُنَّةِ الْفَجْرِ لِاَنَّهٗ آكَدُ مِنْ غَيْرِهَا وَجَازَ لِلْمُتَطَوِّعِ الْاِتِّكَاءُ عَلٰى شَيْئٍ اِنْ تَعِبَ بِلَا كَرَاهَةٍ وَاِنْ كَانَ بِغَيْرِ عُذْرٍ كُرِهَ فِى الْاَظْهَرِ لِاِسَاءَةِ الْاَدَبِ وَلَا يَمْنَعُ صِحَّةَ الصَّلٰوةِ

عَلَى الدَّابَّةِ نَجَاسَةٌ عَلَيْهَا وَلَوْ كَانَتْ فِي السَّرْجِ وَالرِّكَابَيْنِ عَلَى الْأَصَحِّ وَلَا تَصِحُّ صَلٰوةُ الْمَاشِي بِالْإِجْمَاعِ.

ترجمہ:۔ اور امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت ہے کہ سوار فجر کی سنت کے لئے اترے گا کیونکہ یہ دوسری سنتوں کے مقابل زیادہ اہم ہے اور نفل نماز پڑھنے والے کے لئے اگر تھک گیا ہو تو کسی چیز پر ٹیک لگالینا بلا کراہت کے جائز ہے اور اگر بغیر عذر کے ہے تو بے ادبی کی وجہ سے ظاہر مذہب میں مکروہ ہے اور کوئی نجاست جو سواری پر ہو اگر چہ وہ زین یا رکابوں پر لگی ہو تو صحیح مذہب کے بموجب نماز کے جائز ہونے کو نہیں روکتی پیدل چلنے والے کی نماز بالاجماع صحیح نہیں ہے۔

تشریح و مطالب:۔ لانها آکد من غيرها : فجر سے پہلے دو رکعت تمام سنتوں میں زیادہ قوی ہے یہاں تک کہ ایک روایت میں ہے قال علیه الصلوٰة والسلام لاتدعو هما وان طردتكم الخيل نیز ایک روایت میں ہے رکعتان الفجر احب الی من الدنيا وما فيها۔ امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت اسکے وجوبیت کے بارے میں منقول ہے اور ایک روایت بروایت حضرت حسن یہ ہے کہ اگر اس سنت کو بیٹھ کر ادا کیا تو ادا نہ ہوگی۔

ان كان بغير عذر : جو شخص نفل نماز پڑھ رہا تھا اس نے بلا عذر کے یعنی نہ اسے تھکن محسوس ہوئی تھی اور نہ کوئی ایسی بات تھی جسے عذر میں شمار کیا جائے اس وقت اس نے ٹیک لگالیا تو اس کی نماز میں کراہت آجائے گی لیکن اگر کوئی عذر ہے اور اسکے بعد وہ کسی چیز پر ٹیک لگا کر نماز ادا کرتا ہے تو اس صورت میں کراہیت نہیں اس لئے کہ یہاں پر ضرورت ہے اور ضرورت کی وجہ سے بعض چیزیں مباح ہو جاتی ہیں۔

لايمنع : یعنی ایک آدمی نے اپنی سواری پر نماز ادا کی اور اس پر تھوڑی یا زیادہ نجاست تھی خواہ اس کے رکاب میں ہو یا اسکے زین میں تو اس کی یہ نماز صحیح ہو جائے گی اور اس نجاست کی وجہ سے اسکی نماز میں کوئی اثر نہیں آئے گا ، صاحب عنایہ نے اس کی یہ توجیہہ لکھی ہے کہ رکوع اور سجدہ جبکہ وہ دونوں نماز کے رکن ہیں اس صورت میں ساقط ہو جاتے ہیں تو اسی طریقہ سے نجاست کے رہنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس صورت میں ایک اشکال پڑتا ہے کہ اگر یہی بات ہے تو بلا وضو کے بھی نماز جائز ہو جانی چاہئے ، لیکن جو صاحب عنایہ نے بیان کیا ہے وہ اصل نہیں۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ یہاں پر ضرورت کی بناء پر ہے۔ لیکن محمد بن مقاتل اور ابو حفص الکبیر نے یہ قید لگائی ہے کہ جب نجاست بیٹھنے کی جگہ یا رکاب کی جگہ ایک درہم سے زیادہ ہو تو اس صورت میں نماز جائز نہ ہوگی اور قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے اس لئے کہ اگر زمین پر اس مقدار سے زائد نجاست ہوگی اور ان جگہوں میں ہوگی جسے ان حضرات نے بیان کیا ہے تو نماز جائز نہ ہوگی لہٰذا یہی توجیہہ زیادہ مناسب ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)

لاتصح الخ : ائمہ کا اور جمیع المسلمین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر پیدل چلنے والا نیت باندھ لے اور چلتا رہے تو اس کی نماز نہ ہوگی اس پیدل چلنے کو سواری پر قیاس کرنا درست نہیں۔

(فَصْلٌ فِي صَلٰوةِ الْفَرْضِ وَالْوَاجِبِ عَلَى الدَّابَّةِ) لَايَصِحُّ عَلَى الدَّابَّةِ صَلٰوةُ الْفَرَائِضِ وَالْوَاجِبَاتِ كَالْوِتْرِ وَالْمَنْذُوْرِ وَمَا شَرَعَ فِيْهِ نَفْلًا فَأَفْسَدَهُ وَلَا صَلٰوةُ الْجَنَازَةِ وَسَجْدَةُ تِلَاوَةٍ تُلِيَتْ آيَاتُهَا عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا لِضَرُوْرَةٍ كَخَوْفِ لِصٍّ عَلَى نَفْسِهِ أَوْ دَابَّتِهِ أَوْ ثِيَابِهِ لَوْ نَزَلَ وَخَوْفِ سَبُعٍ وَطِيْنِ الْمَكَانِ وَجُمُوْحِ الدَّابَّةِ وَعَدَمِ

وِجْدَانِ مَنْ يُرْكِبُهُ لِعَجْزِهٖ وَالصَّلٰوةُ فِى الْمَحْمِلِ عَلَى الدَّابَّةِ كَالصَّلٰوةِ عَلَيْهَا سَوَاءٌ كَانَتْ سَائِرَةً اَوْ وَاقِفَةً وَلَوْ جَعَلَ تَحْتَ الْمَحْمِلِ خَشَبَةً حَتّٰى بَقِيَ قَرَارُهٗ اِلَى الْاَرْضِ كَانَ بِمَنْزِلَةِ الْاَرْضِ فَتَصِحُّ الْفَرِيْضَةُ فِيْهِ قَائِمًا .

ترجمہ: ۔سواری پر فرض اور واجب نماز پڑھنے کا حکم۔ سواری پر فرض اور واجب نمازیں جیسے وتر اور منت مانی ہوئی نماز صحیح نہیں اور وہ نفل نماز شروع کیا تھا پھر فاسد کر دیا، اور نہ جنازے کی نماز اور نہ وہ سجدہ تلاوت کہ جسے زمین پر تلاوت کیا تھا سواری پر ادا کرنا صحیح نہیں، مگر ضرورت کے وقت جیسے چور کا ڈر ہو اپنے اوپر یا اپنے سواری کے اوپر یا اپنے کپڑے کے اوپر کہ اگر اترے گا تو نقصان ہو گا یا درندے کا خوف ہو یا نیچے کی زمین گیلی ہو اور سواری کے جانور کا بدکنا اور اس شخص کا نہ پانا جو اسے سوار کر دے اس کے معذور ہونے کی وجہ سے اور کجاوے پر نماز پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے سواری پر نماز پڑھنا خواہ وہ سواری چل رہی ہو یا رکی ہوئی ہو اور اگر کجاوے کے نیچے کوئی لکڑی رکھدی یہاں تک کہ کجاوے کا ٹھہراؤ زمین پر ہو گیا تو گویا کہ یہ زمین کی طرح ہو گیا تو اس پر کھڑے ہو کر فرض نماز پڑھنا صحیح ہے۔

تشریح و مطالب:۔ مصنفؒ نے پہلے سواری پر نفل نماز کا حکم بیان کیا حالانکہ فرض نماز کو پہلے بیان کرنا چاہئے تھا جیسا کہ اور جگہوں پر یہی طریقہ اختیار کیا ہے لیکن یہاں پر اسکے خلاف طریقہ اختیار کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ نفل نمازوں کی قسمیں بہت زیادہ تھیں اسی طریقہ سے اور اس میں بہت سی صورتیں تھیں کہ بعض صورتوں میں بلا کراہت نماز جائز تھی اور بعض میں مع کراہت اور بعض صورتیں ایسی تھیں کہ اسکے وقت میں نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لئے کثرت اجزاء کی بناء پر نفل کے حکم کو مقدم کیا اور فرض اور واجب میں یہ صورتیں نہیں ہیں بلکہ مطلقا سواری پر نماز جائز نہیں لہذا قلت اجزاء کی بنا پر مؤخر کیا۔

المنذور: وہ نماز بھی سواری پر جائز نہیں کہ جس کی نذر مانی ہے اس لئے کہ نذر کے بعد نماز واجب ہو جاتی ہے اور وتر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہ ہو گی اور اسی حکم میں عیدین اور جمعہ کی نماز ہے۔

ماشرع فیه نفلا فافسده: اسی طریقہ سے وہ نفل نماز بھی جسے پہلے شروع کیا تھا لیکن شروع کرنے کے بعد درمیان میں توڑ دیا تو اب اس توڑنے کی بناء پر چونکہ یہ نماز اب واجب ہو گئی اس لئے اس کا حکم اب واجب کا ہو گا۔

لاصلوٰة الجنازة: اس لئے کہ جنازے کی نماز فرض کفایہ ہے چونکہ یہ ایک طرح سے فرض ہے اس وجہ سے اس کا حکم فرض ہی کا ہو گا۔

وسجدةتلیت آیاتها: یعنی نہیں صحیح ہے وہ سجدۂ تلاوت کہ اس آیت کو زمین پر تلاوت کیا ہو اسکے بعد سوار ہو گیا ہو تو اب اس تلاوت کی وجہ سے چونکہ سجدۂ تلاوت واجب ہو گیا تھا لیکن اب اس واجب کو سواری پر نہیں ادا کر سکتا، نیز اس سے ایک بات یہ بھی ثابت ہو گئی کہ اگر کوئی شخص تلاوت کر رہا تھا اور وہ بھی سوار تھا اور اس نے سجدۂ تلاوت کی اب جبکہ اس نے اس آیت کو سنا تو چونکہ اس نے حالت رکوب میں سنا ہے اس وجہ سے سواری پر اس وجوب کو ساقط کر سکتا ہے یعنی سجدۂ تلاوت کا ادا کر لینا جائز ہے۔

الالضرورة: ایک شخص سوار تھا اب اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں اتر کر نماز پڑھتا ہوں تو خود میرے

اوپر خطرہ ہے یا اسی طریقہ سے میرے مال پر یا سواری کو نقصان ہو جائے گا، یا اسی طریقہ سے نیچے درندہ ہے اب اسے گمان ہے کہ اگر میں نیچے آیا تو اس سے مجھے گزند پہونچے گا تو اب سواری پر نماز ادا کرلینی جائز ہے اس لئے کہ یہ عذر ہے اور شریعت نے عذر کے وقت بہت سی چیزوں کو جائز قرار دیا ہے۔ خلاصہ میں لکھا ہے کہ فرض نماز سواری پر عذر کی وجہ سے جائز ہے اور اسکے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سواری پر کھڑا ہو جائے اور قبلہ رخ ہو اور اشارے کے ذریعہ نماز پڑھے لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ سواری کو روک سکتا ہو لیکن اگر سواری کو نہیں روک سکتا تو اب جس طرف بھی ممکن ہو رخ کر کے نماز پڑھ لے مثلاً سواری مشرق کی طرف جارہی تھی اور یہ ایسی جگہ پر ہے کہ اس کا قبلہ مغرب کی سمت ہے تو اگرچہ اب اس کی پیٹھ قبلہ کی طرف ہو رہی ہے لیکن یہ عذر ہے اسی بنا پر جائز ہے۔

وجموح الدابة: جب سوار کو اپنی سواری کے بدک جانے کا خوف ہو کہ اگر وہ اس سے اترے گا تو پھر تنہا سوار نہیں ہو سکتا بلکہ کسی دوسرے کی ضرورت پڑے گی اور کوئی دوسرا وہاں پر موجود نہیں ہے کہ جسکی مدد سے وہ سوار ہو جائے تو اب اسکے لئے اس پر نماز پڑھنا بالاتفاق جائز ہے اور اس عذر کے ختم ہونے کے بعد اس پر اعادہ نہیں ہے (ماخوذ حاشیہ شیخ الادبؒ)

عدم وجدان: یعنی جب سوار کسی کو نہیں پا رہا ہے کہ جو اسے سوار کردے اور یہ خود عاجز ہے سوار نہیں ہو سکتا تو اسکے لئے جائز ہے کہ اس فرض اور واجب اور اسکے علاوہ تمام نمازوں کو ادا کرلے (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)

لو جعل: کجاوے پر نماز پڑھنی ایسی ہی ہے کہ جیسے سواری پر نماز پڑھنی لیکن اگر سواری رکی ہوئی ہو اور زمین سے کسی چیز کو کجاوے سے لگا دیا تو اب اس پر نماز پڑھنی درست ہے اور اب یہ گویا زمین کے مثل ہے اسلئے کہ اس صورت میں یہ حرکت نہیں کرے گا لہٰذا اسکا حکم زمین ہی کا حکم ہوگا۔

(فَصْلٌ فِي الصَّلٰوةِ فِي السَّفِيْنَةِ) صَلٰوةُ الْفَرْضِ فِيْهَا وَهِيَ جَارِيَةٌ قَاعِداً بِلاَ عُذْرٍ صَحِيْحَةٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ بِالرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَقَالاَ لاَتَصِحُّ اِلاَّمِنْ عُذْرٍ وَهُوَالاَظْهَرُ وَالعُذْرُ كَدَوَرَانِ الرَّأْسِ وَعَدَمِ الْقُدْرَةِ عَلَى الْخُرُوْجِ وَلاَ تَجُوْزُ فِيْهَا بِالاِيْمَاءِ اتِّفَاقاً وَالْمَرْبُوْطُ فِيْ لُجَّةِ الْبَحْرِ وَتُحَرِّكُهَا الرِّيْحُ شَدِيْداً كَالسَّائِرَةِ وَاِلاَّ فَكَالْوَاقِفَةِ عَلَى الاَصَحِّ وَاِنْ كَانَتْ مَرْبُوْطَةً بِالشَّطِّ لاَتَجُوْزُ صَلٰوتُهٗ قَاعِداً بِالاِجْمَاعِ.

ترجمہ:۔ کشتی میں نماز پڑھنے کا حکم۔ چلتی ہوئی کشتی میں بیٹھ کر بلا عذر فرض نماز ادا کرنی رکوع اور سجدے کے ذریعہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک درست ہے اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ بلا عذر درست نہیں اور یہی ظاہر مذہب ہے اور عذر جیسے سر کا چکر کرنا اور اس سے نکلنے پر قادر نہ ہونا اور کشتی میں اشارے کے ذریعہ نماز پڑھنی بالاتفاق جائز نہیں، اور وہ کشتی جو کہ سمند کے موجوں میں بندھی ہوئی ہو اور اسکو ہوا شدت سے حرکت دیتی ہو تو یہ چلنے والے کے حکم میں ہوگی اور اگر جھونکے نہ دے رہی ہو تو یہ ٹھہری ہوئی کے حکم میں ہوگی قول اصح کے مطابق اور اگر کنارے بندھی ہوئی ہے تو اسے بیٹھ کر نماز پڑھنی بالاجماع صحیح نہیں ہے۔

تشریح و مطالب:۔ ابھی تک ان مقامات کا ذکر کر رہے تھے جن پر نماز پڑھنی اصل تھی، لیکن اگر کسی وجہ سے اس جگہ نہیں پڑھ سکا تو دوسری جگہوں پر کس طرح پڑھے اسے ذکر کر رہے ہیں۔

سواری کی حالت کو مقدم کیااور کشتی کے احکامات کو مؤخر کیونکہ زیادہ تر ضرورت خشکی پر سفر کرنے کی پیش آتی ہے اس لئے پہلے اسکے احکامات کو بیان کیااور دریامیں سفر کرنے کااتفاق کم ہوتاہے اس وجہ سے اسے مؤخر کیا۔

وھی جاریۃٌ : یعنی ایک شخص کشتی میں سفر کررہاہے اور کشتی چل رہی ہے تو اس میں نماز بیٹھ کر پڑھ لینی درست ہے لیکن صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اگر بیٹھ کر نماز ادا کی اور کوئی عذر نہیں ہے تو درست نہیں ہوگی اس لئے کہ قیام بلاعذر کے ترک کرنا جائز نہیں اور یہاں پر یہ بلا عذر کے ترک کررہاہے اس لئے اس کی نماز جائز نہ ہوگی لیکن اگر کشتی میں اشارے سے نماز پڑھے تو بلا کسی اختلاف کے جائز نہ ہوگی۔

الاظھر : یعنی صاحبینؒ ہی کا قول زیادہ ظاہر ہے جیساکہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن الصلوٰۃ فی السفینۃ فقال صل فیھا قائماً الا ان تخاف الغرق صاحب مراقی الفلاح فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظمؒ کی دلیل اقویٰ ہے کیونکہ روات سے معلوم ہوتاہے کہ حضرت ابن سیرینؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت انسؓ کے ساتھ کشتی میں نماز پڑھی اور اگر چاہتے تو کشتی سے باہر نکل کر بھی پڑھ سکتے تھے نیز علامہ زاہدی فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ کی روایت مستحب اور اولویت پر محمول کی جائے گی۔(مراقی الفلاح)

المربوطۃُ : یعنی ایک کشتی ایسی ہے کہ جو سمندر کے درمیان میں بندھی ہوئی ہے لیکن موجوں کے تھپیڑوں سے وہ حرکت کرتی ہے تو اس کا حکم چلتی ہوئی کشتی کا ہوگااور اگر ایسی بات نہیں ہے وہ حرکت نہیں کرتی اپنی جگہ پر رکی ہوئی ہے تو اب اس کا حکم بندھی ہوئی کشتی کا ہوگا یعنی جس طریقہ سے اس میں ائمہ کا اختلاف ہے اب اس رکی ہوئی کشتی کے بارے میں وہی اختلاف ہوگاجو اوپر گذر چکا۔

فَاِنْ صَلّٰی قَائِماً وکَانَ شیٌٔ مِنَ السَّفِیْنَۃِ عَلیٰ قَرارِ الاَرْضِ صَحَّتِ الصلوٰۃُ وَاِلاَّ فَلاَ تَصِحُّ عَلیٰ المُخْتَارِ اِلاَّ اِذَا لَمْ یُمکِنْہُ الخُرُوْجُ وَیَتَوجَّہُ المُصَلّی فِیْھَا اِلیٰ القِبْلَۃِ عِنْدَ اِفْتِتَاحِ الصَّلوٰۃِ وکُلَّمَا اسْتَدَارَتْ عَنْھَا یَتَوجَّہُ اِلَیْھَافِیْ خِلاَلِ الصَّلوٰۃِ حَتیٰ یُتِمَّھَا مُسْتَقْبِلاً۔

ترجمہ:۔اور اگر کشتی کنارے پر بندھی ہوئی ہے تو اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنی بالاتفاق جائز نہیں پس اگر کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور کشتی کا کچھ حصہ زمین سے ملاہوا تھا تو نماز صحیح ہو جائے گی ورنہ صحیح مذہب کے مطابق نماز درست نہ ہوگی مگر جب اس سے نکلنا ممکن نہ ہواور نماز پڑھنے والا کشتی کے اندر نماز شروع کرنے کے وقت قبلہ رخ ہوگااور ہر مرتبہ جیسے کشتی قبلہ کے رخ کی طرف سے گھومتی رہے گی یہ شخص بھی گھومتا رہے گا یہاں تک کہ نماز کو ایسی حالت میں ختم کرے گا کہ وہ قبلہ رخ ہوگا۔

تشریح ومطالب:۔ بالشطِّ : یعنی اگر کشتی کنارے پر بندھی ہوئی ہے تو اب بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز نہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں اس لئے کہ یہاں پر چکر وغیرہ آنے کا احتمال باقی نہیں رہتا اگر کشتی کنارے ہے اور نکلنا ممکن ہے تو اسے کشتی سے باہر آکر نماز ادا کرنی چاہئے اگر بلا کسی معذوری کے اس میں نماز ادا کرلی تو یہ صحیح نہیں ہوگی۔

یتوجہ : یعنی اگر کشتی چل رہی ہو اور اس میں نماز پڑھنی ہے تو جب قبلہ رخ ہوگا اس کے بعد تکبیر تحریمہ

کہے گا اب اگر نماز کے درمیان کشتی گھوم گئی جس کی بنا پر اس کا رخ قبلہ کی جانب سے پھر گیا تو اب یہ نماز ہی کی حالت میں قبلہ کی طرف رخ کرلے گا اور اس کا گھومنا نماز کو باطل نہ کرے گا اور جس وقت یہ نماز کو پوری کرے اس وقت اس کا قبلہ رخ ہونا ضروری ہے۔

ف: یہ سفر کسی بھی بنا پر ہو خواہ خود اپنے لئے ہو یا جہاد وغیرہ کے لئے ہر صورت میں نماز کشتی کے اندر پڑھی جاسکتی ہے اس میں کسی قسم کے سفر کی شرط نہیں، امام ابو حنیفہؒ بیٹھ کر نماز پڑھنے کو بلا عذر کے اس وجہ سے جائز قرار دیتے ہیں کہ عام طور پر کھڑے ہونے کی حالت میں سر میں چکر آجاتا ہے اسوجہ سے امام صاحب نے اسی عام بات پر نظر کرتے ہوئے بلا کسی قید کے جائز قرار دے دیا۔

(فصلٌ فی التراویح) التَّراوِیْحُ سُنَّةٌ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَصَلوٰتُهَا بِالْجَمَاعَةِ سُنَّةٌ كِفَايَةٌ وَوَقْتُهَا بَعْدَ صَلوٰةِ الْعِشَاءِ وَيَصِحُّ تَقْدِيْمُ الْوِتْرِ عَلَى التَّرَاوِيْحِ وَتَاخِيْرُهُ عَنْهَا وَيَسْتَحِبُّ تَاخِيْرُ التَّرَاوِيْحِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ اَوْ نِصْفِهِ وَلَا يَكْرَهُ تَاخِيْرُهَا اِلٰى مَابَعْدَهُ عَلَى الصَّحِيْحِ وَهِيَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً بِعَشْرِ تَسْلِيْمَاتٍ وَيَسْتَحِبُّ الْجُلُوْسُ بَعْدَ كُلِّ اَرْبَعٍ بِقَدْرِهَا وَكَذَا بَيْنَ التَّرْوِيْحَةِ الْخَامِسَةِ وَالْوِتْرِ وَسُنَّ خَتْمُ الْقُرآنِ فِيْهَا مَرَّةً فِي الشَّهْرِ عَلَى الصَّحِيْحِ وَاِنْ مَلَّ بِهِ الْقَوْمُ قَرأَ بِقَدْرِ مَا لَا يُؤَدِّيْ اِلٰى تَنْفِيْرِهِمْ فِي الْمُخْتَارِ وَلَا يَتْرُكُ الصَّلوٰةَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِيْ كُلِّ تَشَهُّدٍ وَلَوْ مَلَّ الْقَوْمُ عَلَى الْمُخْتَارِ وَلَا يَتْرُكُ الثَّنَاءَ وَتَسْبِيْحَ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَلَا يَاْتِيْ بِالدُّعَاءِ اِنْ مَلَّ الْقَوْمُ وَلَا تُقْضَى التَّرَاوِيْحُ بِفَوَاتِهَا مُنْفَرِداً وَلَا بِجَمَاعَةٍ۔

ترجمہ:۔ تراویح کا بیان۔ تراویح سنت ہے مردوں اور عورتوں کے لئے اور تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے اور اس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے، وتر کو تراویح پر مقدم کرنا صحیح ہے اور تراویح کو موخر کرنا، اور مستحب ہے تراویح کا تہائی رات یا نصف رات تک موخر کرنا اور اسکے بعد اس کا موخر کرنا صحیح مذہب کے مطابق مکروہ ہے اور یہ بیس رکعات ہے دس سلام کے ساتھ اور ہر چار رکعت کے بعد اسکی مقدار بیٹھنا مستحب ہے ایسے ہی پانچوں ترویحہ اور وتر کے درمیان اور پورے مہینہ میں ایک مرتبہ قرآن کا ختم کرنا صحیح مذہب کے مطابق سنت ہے اور اگر قوم رنجیدہ ہو تو اسی مقدار پڑھے جس میں لوگوں کا انتشار نہ ہو اور حضور ﷺ پر درود بھیجنے کو ہر تشہد میں نہیں چھوڑا جائے گا اگرچہ قوم رنجیدہ ہو صحیح مذہب کے مطابق اور نہیں چھوڑے گا ثناء کو اور نہ رکوع کی تسبیح کو اور نہ سجدے کی تسبیح کو اور دعاء کو نہیں پڑھے گا اگر قوم رنجیدہ ہو تراویح کے چھوٹ جانے کیوجہ سے اسکی قضا نہیں کرے گا خواہ تنہا ہو یا جماعت کے ساتھ۔

تشریح و مطالب:۔

فصل: اسے سنت میں نہیں بیان کیا بلکہ علیحدہ ذکر کیا کیونکہ اس کے شعبے بکثرت ہیں اور اسکے احکامات جداگانہ ہیں، نیز اس لئے بھی کہ یہ نماز جماعت سے ادا کی جاتی ہے اور دوسری نماز میں جماعت سے ادا نہیں کی جاتی لہٰذا مناسب یہی تھا کہ اسے علیحدہ طور پر بیان کیا جاتا۔

التراویح: یہ ترویحہ کی جمع ہے اس کے لغوی معنی آرام کے ہیں، نیز اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہر چار رکعت کے بعد آرام کیا جاتا ہے اس وجہ سے اسے تراویح کہا جاتا ہے۔ اور اس کی ایک وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ نماز پڑھنا

شریعت کی نظر میں راحت ہے چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے قرۃ عینی فی الصلوٰۃ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے روزہ دار کے لئے دو فرحتیں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری فرحت اس وقت جب کہ اپنے رب سے ملاقات کرتا ہے۔ بظاہر لقاء رب سے مراد تراویح ہے نیز حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا ارحنا بالصلوٰۃ یا بلال. یعنی اے بلال نماز کی تکبیر کہہ کر ہمیں آرام دلایئے۔ بہر حال اس قسم کی احادیث کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ چار رکعت کا نام ترویحہ اس لئے ہے کہ اس سے راحت اور سکون حاصل ہوتا ہے (ماخوذ ایضاح الاصباح)

سنۃ: نماز تراویح کے سنت مؤکدہ اور مستحب کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے امام اعظمؒ سے ایک روایت مستحب کی منقول ہے اور دوسری روایت سنت مؤکدہ کے بارے میں ہے اور یہی صحیح روایت اور مختار مذہب ہے اور حضرات صاحبینؒ نے بھی سنت مؤکدہ کہا ہے، حضرت امام ابو یوسفؒ نے امام اعظمؒ سے تراویح اور حضرت عمر کے فعل کے بارے میں سوال فرمایا تو حضرت امام اعظمؒ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سنت مؤکدہ ہے اور حضرت عمرؓ کے اس فعل میں نفس کو کوئی دخل نہیں ہے اور نہ آپ نے اس میں کوئی بدعت ایجاد کی ہے، صاحب قدوری نے اسے مستحب قرار دیا ہے اس کی تاویل کرتے ہوئے صاحب ہدایہ نے ارشاد فرمایا کہ تراویح کے لئے جمع ہونا مستحب ہے اور نفس تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ صاحب در مختار اس کے سنت ہونے پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خلفائے راشدین نے اس پر مواظبت فرمائی اور صحابہ کا اس پر اجماع ہے نیز اس کے بعد تمام امت کا اسی پر عمل ہے چنانچہ اسکے انکار کرنے والے کو بدعتی کہا جائے گا اور اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ان اللہ تعالیٰ سن لکم قیامه وقال علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی۔ نیز حضور ﷺ نے بھی صحابہؓ کے ساتھ دو راتیں یا تین راتیں پڑھائی جیسا کہ بخاریؒ نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اس کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لم یمنعن من الخروج الیکم الا انی خشیت ان تفرض علیکم (مسلم، نسائی، ترمذی) اسکے بعد سے حضرت عمرؓ کے دور خلافت تک لوگ تنہا تنہا تراویح کی نماز پڑھتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اس سنت کو زندہ کیا اور حضرت ابی بن کعبؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور صحابہ میں سے کسی نے اس پر کلام نہیں کیا اور تمام لوگوں نے اس کو جماعت کیساتھ ادا کیا اس وجہ سے اس کو سنت کہا جاتا ہے اور مستحب کے مقابل میں سنت ہی کہنا زیادہ بہتر ہے۔ (مجمع الانہر)

بالجماعة: مصنفؒ نے اسکو مسجد کے ساتھ مقید کیا ہے اس لئے کہ اگر گھر میں جماعت کرلی جائے تب بھی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے ہاں یہ الگ بات ہے کہ مسجد کی فضیلت اور ہے اور گھر میں ادا کرنے کی فضیلت اور، بہر حال ایک فضیلت تو حاصل ہو ہی جائے گی اس وجہ سے مطلق ذکر کیا۔

کفایة: اس میں تین اقوال ہیں تمام لوگوں کے لئے سنت ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے تراویح کی نماز تنہا ادا کی تو اس سنت کے ترک کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا دوسرا قول یہ ہے کہ تراویح کو اپنے گھر میں پڑھنا مستحب ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ تراویح کے لئے جماعت کا قائم کرنا سنت کفایہ ہے یہاں تک کہ اگر تمام مسجد والوں نے جماعت کو ترک کردیا تو ان لوگوں کو گناہ ہوگا اور اگر جماعت قائم کردی گئی اور چند لوگوں نے نماز پڑھ لی تو سب کے ذمہ سے ادا ہو جائے

گی جس طریقہ سے جنازے کی نماز اگر چند افراد نے پڑھ لی تو سب کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے، اب اس بارے میں اختلاف ہے کہ سنت کفایہ ہر ہر مسجد کے لئے ہے یا فقط ایک مسجد کے لئے یا محلہ کی ایک مسجد کے لئے، قول ظاہر یہ ہے کہ یہ ہر شہر کی ہر مسجد کے لئے کفایہ ہے صاحب شامی کے نزدیک محلہ کی ایک مسجد کے لئے فرض کفایہ ہے اگر محلہ میں سے کسی ایک نے جماعت سے نہ پڑھی تو تمام لوگ گنہگار ہوں گے۔

وقتها بعد صلوٰة العشاء: اس کے وقت کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں پہلا قول یہ ہے کہ تمام رات اسکا وقت عشاء سے پہلے اور عشاء کے بعد وتر سے پہلے اور وتر کے بعد۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا وقت عشاء سے لیکر وتر تک ہے، تیسرا قول وہی ہے جسے صاحب نور الایضاح نے اختیار کیا ہے۔ اس اختلاف کا نتیجہ اس وقت ظاہر ہو گا جبکہ تراویح کی نماز عشاء سے پہلے پڑھ لی جائے تو پہلے قول کے مطابق یہ تراویح کی نماز ہو جائے گی اور دوسرے قول دو قول کے مطابق نہیں ہو گی اور اگر اس کو وتر کے بعد پڑھا ہے تو دوسرے قول کے مطابق تراویح کی نماز نہیں ہو گی اور تیسرے قول کے مطابق ہو جائے گی اور اس کا نتیجہ اس وقت ظاہر ہو گا جب کسی شخص کی ایک ترویحہ یا دو ترویحہ فوت ہو جائے اب اگر یہ اس کے پورا کرنے میں لگتا ہے تو اس کی وتر کی نماز جماعت سے فوت ہو جائے گی تو پہلے قول کے مطابق یہ پہلے وتر کی نماز پڑھے گا پھر چھوٹی ہوئی تراویح کو پڑھے گا اور دوسرے قول کے مطابق پہلے چھٹی ہوئی تراویح کی رکعتوں کو بعد میں وتر کو۔

علی الصحیح: تراویح کی نماز نصف رات تک پڑھ سکتا ہے اس میں صحیح مذہب کے مطابق کوئی کراہیت نہیں ہے۔ لیکن بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور اس کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ عشاء کے تابع ہے گویا کہ یہ عشاء کی سنتوں کی طرح ہے (مراقی الفلاح) مصنفؒ الصحیح لا کر انہی حضرات کے قول کی تردید کر رہے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ نصف رات تک بلا کسی کراہت کے تراویح کی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

عشرون رکعة: یعنی تراویح کی نماز بیس رکعت ہے اس سے کم اور زائد نہیں اور اسی پر تمام لوگوں کا عمل ہے ہاں امام مالکؒ چھتیس رکعت کے قائل ہیں لیکن صحابہ کا اجماع بیس ہی رکعت پر ہے۔

بعشر تسلیمات: یعنی اس بیس رکعت کے اندر دس مرتبہ سلام پھیرا جائے گا اور وہ اسطرح کہ دو دو رکعت پر سلام پھیر دیا جائے گا لیکن اگر دو پر سلام نہیں پھیرا بلکہ اسکے ساتھ دو اور ملا لیا اور چار پر جا کر بیٹھا تو صحیح یہی ہے کہ اگر اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو مکروہ ہے اور اسکی نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر صرف اخیر کی چار رکعت میں بیٹھا تو اسکے لئے ایک سلام کافی ہو جائیگا۔

الجلوس: مصنفؒ کے لئے بہتر یہ تھا کہ کہتے المستحب الانتظار بین الترویحتین اس لئے کہ مصنفؒ جس سے استدلال کر رہے ہیں وہ اہل حرمین کی عادت ہے اور اہل مدینہ اس بیٹھنے کے بدلے میں چار رکعت پڑھتے ہیں اور اہل مکہ اس وقفہ میں سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اور دو رکعت طواف ادا کرتے ہیں، مستحب یہ ہے کہ اس درمیان میں وہ لوگ چپ چاپ انتظار کریں یا چار رکعت تنہا تنہا نماز پڑھیں لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ انتظار کریں اس لئے کہ تراویح راحت سے ماخوذ ہے پس اس طرح لغوی اور اصطلاحی معنی کے اندر مطابقت پیدا ہو جائے گی اور یہی توارثاً چلا بھی آرہا ہے۔ (فتح القدیر)

مرۃ: سنت یہ ہے کہ قرآن کو ایک مرتبہ ختم کیا جائے اور اسے قوم کی سستی کی بناء پر ترک نہ کیا جائے اور ستائیسویں رات کو ختم کیا جائے اس لئے کہ زیادہ اخبار یہی ہے کہ ستائیسویں کو لیلۃ القدر ہے اور دو مرتبہ ختم کرنا فضیلت ہے اور ہر دس دن میں ختم کرنا افضل ہے، (بحر الرائق) صاحب محیط نے یہ بیان کیا ہے کہ اس میں اتنی مقدار پڑھی جائے کہ جس سے قوم رنجیدہ نہ ہو اور اسکے پڑھنے کی وجہ سے لوگ کم نہ ہوں۔

قرابقدر: مختارات النوازل میں ہے کہ ہر رکعت میں دس آیت پڑھے اس لئے کہ سنت اس میں ختم کرنا ہے اور اس لئے کہ پورے مہینہ میں تراویح کے رکعت کی تعداد سات سو ہے اور قرآن کی تمام آیات سات ہزار ہیں اس اعتبار سے کوئی مشقت بھی نہیں ہو گی اور آسانی کیساتھ ایک ختم بھی ہو جائے گا اور ایک ختم کرنا سنت ہے (البحر الرائق بتصرف)

المختار: متأخرین اس بات پر فتوی دیتے ہیں کہ تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھی جائے یہاں تک کہ قوم رنجیدہ نہ ہو اور اس سے جماعت میں قلت نہ ہو حضرت حسنؒ امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں یہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ کے بعد فرض نماز میں تین آیت پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی اور اس پر کوئی حرج نہیں ہو گا تو اس کے علاوہ میں تو بدرجہ اولیٰ یہ بات ہو گی۔

ولایترك: یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کو ترک نہیں کیا جائے گا اگرچہ قوم رنجیدہ ہو اسلئے کہ حنفیہ کے نزدیک حضورؐ پر درود بھیجنا سنت مؤکدہ ہے اور بعض مجتہدین کے نزدیک فرض ہے لہٰذا بغیر درود بھیجے نماز نہیں ہو گی اسی طریقہ پر ترتیل اور تعدیل ارکان کو ترک نہیں کیا جائیگا اگرچہ اسکی وجہ سے قوم رنجیدہ خاطر ہو۔ (مراقی الفلاح)

ولاتقضی: یعنی تراویح کی نماز اگر چھوٹ جائے تو قضا نہیں کی جائے گی اگرچہ بہت سے لوگوں کی چھٹی ہو اور لوگ اسے جماعت سے پڑھنا چاہتے ہوں، اس لئے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے اور قضا واجب اور فرض کی خصوصیات میں سے ہے اور اگر قضاء کر لیا تو یہ نفل مستحبہ ہو گی، تراویح کی قضاء نہیں ہو گی اس لئے کہ تراویح وقت کے اندر سنت ہے اور وقت ختم ہونے کے بعد اسکی سنیت ختم ہو جاتی ہے۔

بابُ الصَّلٰوۃِ فی الکعبۃِ

صَحَّ فَرْضٌ وَنَفْلٌ فِیھَا وَکَذَا فَوْقَھَا وَاِنْ لَمْ یَتَّخِذْ سُتْرَۃً لٰکِنَّہٗ مَکْرُوْہٌ لِاِسَاءَۃِ الْاَدَبِ بِاسْتِعْلَائِہٖ عَلَیْھَا وَمَنْ جَعَلَ ظَھْرَہٗ اِلٰی غَیْرِ وَجْہِ اِمَامِہٖ فِیْھَا اَوْ فَوْقَھَا صَحَّ وَاِنْ جَعَلَ ظَھْرَہٗ اِلٰی وَجْہِ اِمَامِہٖ لَایَصِحُّ وَصَحَّ الْاِقْتِدَاءُ خَارِجَھَا بِاِمَامٍ فِیْھَا وَالْبَابُ مَفْتُوْحٌ وَاِنْ تَحَلَّقُوْا حَوْلَھَا وَالْاِمَامُ خَارِجَھَا اِلَّا لِمَنْ کَانَ اَقْرَبَ اِلَیْھَا فِیْ جِھَۃِ اِمَامِہٖ۔

ترجمہ:۔ کعبہ مکرمہ میں نماز۔ کعبہ شریف میں فرض اور نفل نماز پڑھنی صحیح ہے اسی طریقہ سے اسکے اوپر اگرچہ سترہ نہ بنایا ہو لیکن اسکے اوپر چڑھنے کی بے ادبی کی وجہ سے مکروہ ہے اور جو شخص اپنی پشت کو امام کے چہرے کے علاوہ کی طرف کرے تو اسکی نماز درست ہو جائے گی اور اگر اپنی پشت کو امام کے چہرے کی طرف کی تو درست نہ ہو گی۔ کعبہ سے باہر امام کی اقتداء کرنا جو کعبہ کے اندر ہو اور دروازہ کھلا ہوا ہو درست ہے اور اگر مقتدی کعبہ کے اردگرد حلقہ بنالیں اور امام بھی

خانہ کعبہ کے باہر ہو تو اقتداء صحیح ہے مگر اس شخص کی اقتداء صحیح نہ ہوگی جو امام کی جانب میں خانہ کعبہ سے زیادہ قریب ہو۔

تشریح و مطالب:۔ الکعبۃ: دو لفظ بولے جاتے ہیں ایک قبلہ دوسرے کعبہ۔ قبلہ کے اصلی معنی ہیں رخ اور کعبہ اس جگہ کا نام ہے جو مسجد حرام میں شہر مکہ میں واقع ہے اور قبلہ یعنی نماز پڑھنے کا رخ احناف کے نزدیک در حقیقت وہ فضا ہے جو چاروں سمت کے اعتبار سے خانہ کعبہ کے حدود میں محدود ہے اور پست وبالا کے لحاظ سے تحت الثریٰ سے آسمان تک ہے وہ تعمیر جو ان حدود کو گھیرے ہوئے ہے قبلہ نہیں ہے لہٰذا صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں جب ایک مرتبہ اس تعمیر کو شہید کر دیا گیا تو صحابہ کرامؓ نے اسی محدود فضا کی طرف نماز پڑھی ان حضرات نے کوئی سترہ قائم نہیں کیا جیسا کہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے کہ ایسی صورت میں سترہ قائم کرنا ضروری ہے (ماخوذ نور الاصباح)

والباب مفتوحٌ: اگر دروازہ بند ہو لیکن مقتدیوں کو اس بات کا علم حاصل ہو کہ امام کس رکن میں ہے اور کس طریقہ سے منتقل ہو رہا ہے اگر اس کی خبر مقتدی کو حاصل ہے تب بھی نماز درست ہے۔

بَابُ صلوٰۃِ المُسَافِر

اَقَلُّ سفرٍ تتغیَّرُبہٖ الاَحکَامُ مَسِیرَۃُ ثَلاثَۃِ ایَّامٍ مِنْ اَقصَرِ اَیَّامِ السَّنَۃِ بِسَیرٍ وَسْطٍ مَعَ الاِستِرَاحَاتِ وَالْوَسْطُ سَیرُ الاِبِلِ وَمَشْیُ الاَقْدَامِ فِی الْبَرِّ وَفِی الْجَبَلِ بِمَا یُنَاسِبُہٗ وَفِی الْبَحْرِ اِعْتِدَالُ الرِّیْحِ فَیَقْصُرُ الرُّبَاعِیَّ مَنْ نَوَی السَّفَرَ وَلَوْ کَانَ عَاصِیاً بِسَفَرِہٖ اِذَا جَاوَزَ بُیُوْتَ مَقَامِہٖ وَجَاوَزَ اَیْضاً مَا اتَّصَلَ بِہٖ مِنْ فِنَائِہٖ وَاِنْ انفصَلَ الْفِنَاءُ بِمَزْرَعَۃٍ اَوْ قَدْرِ غَلْوَۃٍ لَایُشْتَرَطُ مُجَاوَزَتُہٗ وَالْفِنَاءُ الْمَکَانُ الْمُعَدُّ لِمَصَالِحِ الْبَلَدِ کَرَکْضِ الدَّوَابِّ وَدَفْنِ الْمَوْتٰی۔

ترجمہ:۔ مسافر کی نماز کے احکامات:۔ کم سے کم سفر کی مقدار جس سے احکام بدل جاتے ہیں سال کے چھوٹے تین دنوں میں چلنا ہے متوسط رفتار کے ساتھ آرام کرتے ہوئے اور وسط چال اونٹ کی چال ہے اور خشکی میں پیدل چلنا ہے، اور پہاڑ میں اس چیز کے چال کا اعتبار ہوگا جو اس کے مناسب ہے اور دریا میں ہوا کے معتدل ہونے کے وقت کا اعتبار ہوگا، پس چار رکعت والی نماز میں قصر کرے گا جس نے سفر کا ارادہ کیا ہے اگرچہ وہ سفر میں گنہ گار ہو اور جب وہ گذر جائے اپنے مقامات کے مکانات سے اور نیز آگے چلا جائے اپنے فناء کے ان مقامات سے جو اس سے ملے ہوئے ہیں، اور اگر فناء منفصل ہے کھیتی کی وجہ سے یا ایک غلوہ کی مقدار اس سے گذر جانا شرط نہیں اور فناء اس مکان کا نام ہے جو شہر کے مصالح کیلئے بنایا جاتا ہے جیسے گھوڑ دوڑ اور قبرستان۔

تشریح و مطالب:۔ المسافر سفر کی تین قسمیں ہیں۔(۱) سفر اطاعت جیسے حج اور جہاد کے لئے سفر کرنا۔ (۲) سفر مباح جیسے تجارت کے لئے سفر کرنا (۳) سفر معصیت جیسے ڈاکہ ڈالنے کے لئے سفر کرنا۔ پہلے دو میں بالاتفاق رخصت ہے اور اس تیسرے کے بارے میں امام اعظمؒ کے نزدیک رخصت ہے لیکن امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک سفر معصیت میں رخصت نہیں ہے (طحطاوی) سفر کے لغوی معنی قطع مسافت کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں خاص مقدار کی مسافت خاص رفتار سے طے کرنے کو سفر کہا جاتا ہے۔

ثلاثة : یہ اس سفر کی مقدار ہے جس کی وجہ سے نماز میں قصر کیا جائے گا اور جس کی وجہ سے افطار کرنا جائز ہوگا اور موزے پر تین دن اور تین رات مسح کرنا جائز ہوگا اور قربانی کرنی ساقط ہو جائے گی۔

ایام : سفر کی مقدار میل اور فرسخ سے متعین نہیں کی جائے گی بلکہ مسافت کے ساتھ متعین کیا جائے گا، نیز ایام کی قید اس وجہ سے لگائی کی اکثر سفر دن میں ہی کیا جاتا ہے اس وجہ سے دن کو خاص کر دیا ورنہ اگر سفر رات میں کیا جائے تو اس وقت رات کا اعتبار ہوگا۔

وسط : اس چال میں درمیانی چال کا اعتبار کیا جائیگا لہٰذا اگر کوئی شخص ضرورت کی بنا پر تیز چلے جیسے ڈاک وغیرہ پہونچانے کے لئے یا بعض لوگوں کی عادت تیز چلنے ہی کی ہوتی ہے تو ان لوگوں کی چال کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ اگر یہ لوگ تین دن کی سفر کی مقدار ایک دن میں طے کرلیں تو یہ لوگ بھی نماز کو قصر کریں گے جیسے اس زمانے میں ٹرین سے سفر کرنے والے تین دن کی مقدار کو چند گھنٹوں میں طے کر لیتے ہیں اس لئے یہ لوگ منزل پر پہونچ کر قصر کریں گے۔

الاستراحات : سفر کے وقت کھانے پینے اور سونے کی ضرورت پیش آتی ہے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ آدمی دن اور رات چلتا ہی رہے اس لئے ان ضروریات کے مواقع کو بھی اسی مدت میں شمار کیا جائے گا اور آرام کے ساتھ ان تمام چیزوں کو پوری کرنے کے بعد آدمی ایک دن میں جس مقدار سفر طے کرلے گا اس کا اعتبار ہوگا اور اس چال میں اونٹ کی چال معتبر ہوگی جو معتدل رفتار سے خشکی میں چلتا ہے۔

فی الجبل : یہ حکم اور یہ مقدار اس زمین کی بیان کی جارہی ہے جو ہموار تھی اور پہاڑ میں چونکہ بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ جہاں سے گذرنا دشوار ہوتا ہے بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ جہاں اوپر چڑھنا پڑتا ہے اس چڑھنے میں زیادہ دیر لگتی ہے اور بعض جگہیں ایسی ہوتی ہیں کہ جہاں پر اتار ہوتا ہے وہاں پر جلدی سے سفر طے ہو جاتا ہے لہٰذا ایسی جگہوں میں اس چال کا اعتبار ہوگا جو اس جگہ کے مناسب ہو۔ (مراقی الفلاح)

فی البحر : یہ دونوں حکم تو خشکی کے لئے تھے اب یہاں سے سمندر کا حکم بیان کر رہے ہیں اس لئے کہ بعض مرتبہ ہوائیں کشتی کے موافق ہوتی ہیں اس وقت سفر زیادہ طے ہوتا ہے بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ ہوا کشتی کے موافق نہیں ہوتی وہاں پر دو منٹ کا سفر گھنٹوں میں طے ہوتا ہے اس وجہ سے اس کے حکم کو بیان کرنا ضروری تھا لہٰذا یہ حکم بیان کر دیا کہ اس میں معتدل ہواؤں کا اعتبار ہوگا۔

فیقصر : سفر کی حالت میں نماز کا قصر کرنا واجب ہے اگر کسی شخص نے سفر کی حالت میں نماز کو پوری پڑھی تو وہ گنہ گار ہوگا نیز یہاں پر فرض کو مقید کر دیا اسلئے کہ وتر اور سنن میں قصر نہیں ہوتی، اسی طریقہ سے رباعی کے ساتھ مقید کر دیا اس لئے کہ تین رکعت والی اور دو رکعت والی نماز میں قصر نہیں ہوتا، فرض رکعتیں حالت اقامت میں سترہ ہوتی ہیں اور سفر کی حالت میں گیارہ۔ ہاں یہ ایک الگ مسئلہ ہے کہ وہ سنت کے ساتھ کیا کرے تو علماء نے بیان کیا ہے کہ اگر سفر میں اسے سکون ہے کسی چیز کا خوف نہیں ہے تو وہ سنت کو ادا کرے گا لیکن اگر یہ باتیں نہیں پائی جاتیں وہ جلدی میں ہے یا کسی بات کا خوف ہے تو اب وہ سنت کو ترک کر دے گا لیکن وتر کو نہیں چھوڑے گا کیونکہ وہ واجب ہے

اور اسکی قضا جائز ہے بخلاف سنتوں کے کہ سنتوں کی قضا نہیں ہوتی لہٰذا اگر اسوقت وتر کو چھوڑ دیا تو بعد میں قضا کرے گا۔

من نوی : یعنی قصر وہ کرے گا جس نے سفر کی نیت بھی کی ہو اگر کسی نے سفر کی نیت نہیں کی اور تمام عالم کا سفر طے کر لیا تب بھی وہ مسافر نہیں کہلائے گا اور اسکے اوپر سفر کے احکام اور اس کی رخصتیں اور سہولتیں نہیں ہوں گی اور یہ نیت نماز سے قبل ہونی چاہئے چنانچہ اگر کسی نے کشتی میں نماز شروع کی اور نماز پڑھ ہی رہا تھا کہ ہوا کی وجہ سے کشتی چلنے لگی اور اب اس نے سفر کی نیت کر لی تو اس صورت میں امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ چار رکعت نماز ادا کرے اسی طرح سے نیت کرنے والا وہ ہو کہ جس کی نیت کا اعتبار بھی ہو تا ہو چنانچہ اگر بچے نے یا غلام نے سفر کی نیت کی تو ان کی نیت کا اعتبار نہیں ہو گا اسلئے کہ دوسرے کے تابع ہیں اور اسی طرح سفر کی نیت کے ساتھ ہی ساتھ سفر بھی شروع کر دینا چاہئے۔ (طحطاوی)

لو کان عاصیاالخ : یعنی اس کا یہ سفر اگرچہ معصیت کیلئے ہو جیسے کوئی اس ارادے سے چلے کہ میں زنا کروں گا یا اسی طرح کہ میں سفر کر کے جا رہا ہوں اور وہاں پہونچ کر چوری کروں گا یا اسی طرح کسی معصیت کا ارادہ ہو تو اس صورت میں امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت بھی اس کیلئے رخصت حاصل ہو گی لیکن امام شافعیؒ امام مالکؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ سفر ایک گناہ کیلئے ہے لہٰذا اس کو یہ رخصت نہ ملنی چاہئے ایک صورت اور ہے کہ یہاں سے وہ معصیت کی نیت سے نہیں چلا تھا لیکن وہاں پہنچ کر اس نے معصیت اور گناہ کیا تو اسکے راستے میں اسے رخصت حاصل رہے گی۔

اذا جاوز : مصنفؒ نے جاوز مطلق فرمایا اس لئے کہ جس جانب سے وہ نکل رہا ہے اس جانب کا اعتبار ہو گا نیز اگر اس جانب بستی ہو اور اب وہ بستی اس سے منفصل ہو گئی ہو لیکن قدیم زمانے میں اسی سے ملی ہوئی تھی تو اب اس کو اسی بستی میں شمار کیا جائے گا اور جب اس بستی سے جو اس وقت الگ ہے نکل جائے گا اس وقت مسافر کہلائے گا۔

بیوت مقامہ : مصنفؒ نے بیوت جمع استعمال کیا اس لئے کہ اس سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ تمام شہر کے مکانات سے الگ ہو جانا چاہئے خواہ وہ اب اس شہر میں شمار نہ ہوتے ہوں لیکن قدیم زمانے میں اس سے ملے ہوئے تھے (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)

جاوز ایضا : یعنی اس مقام سے بھی دور ہو جانا ضروری ہے جو شہر سے متصل ہو مثلاً گھوڑ دوڑ اور اسی طرح سے قبرستان اس لئے کہ یہ چیزیں عام طور سے شہر کے باہر ہوتی ہیں اور ان کو شہر ہی میں شمار کیا جاتا ہے تو گویا کہ یہ بھی شہر میں داخل ہیں لہٰذا ان سے بھی جدا ہو جانا اور ان سے نکل جانا ضروری ہے۔ (مراقی الفلاح بتغیر)

ان انفصل : مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا شہر ہو کہ جس سے کھیتیاں متصل ہوں تو اب اس کو یہ ضروری نہیں کہ وہ ان کھیتوں سے الگ ہو اس کے بعد نماز قصر کرے۔

غلوۃ : تین سو سے چار سو قدم کی مقدار۔ (مراقی الفلاح)

وَيُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ نِيَّةِ السَّفَرِ ثَلَاثَةُ اَشْيَاءَ الْاِسْتِقْلَالُ بِالْحُكْمِ وَالْبُلُوْغُ وَعَدَمُ نُقْصَانِ مُدَّةِ السَّفَرِ عَنْ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فَلَا يَقْصُرُ مَنْ لَمْ يُجَاوِزْ عُمْرَانَ مَقَامِهٖ اَوْ جَاوَزَ فَكَانَ صَبِيًّا اَوْ تَابِعًا لَمْ يَنْوِ مَتْبُوْعُهُ السَّفَرَ كَالْمَرْاَةِ مَعَ زَوْجِهَا وَالْعَبْدِ مَعَ مَوْلَاهُ وَالْجُنْدِيِّ مَعَ اَمِيْرِهٖ اَوْ نَاوِيًا دُوْنَ الثَّلَاثَةِ وَتُعْتَبَرُ نِيَّةُ الْاِقَامَةِ وَالسَّفَرِ مِنَ الْاَصْلِ دُوْنَ التَّبَعِ اِنْ

عَلِمَ نِيَّةَ الْمَتْبُوْعِ فِيْ الْاَصَحِّ وَالْقَصْرُ عَزِيْمَةٌ عِنْدَنَا فَاِذَا تَمَّ الرُّبَاعِيَّةَ وَقَعَدَ الْقُعُوْدَ الْاَوَّلَ صَحَّتْ صَلٰوتُهٗ مَعَ الْكَرَاهَةِ وَاِلاَّ فَلاَ تَصِحُّ اِلاَّ اِذَا نَوَى الْاِقَامَةَ لَمَّا قَامَ لِلثَّالِثَةِ وَلاَ يَزَالُ يَقْصُرُ حَتّٰى يَدْخُلَ مِصْرَهٗ اَوْ يَنْوِيْ اِقَامَتَهٗ نِصْفَ شَهْرٍ بِبَلَدٍ اَوْ قَرْيَةٍ وَقَصَرَ اِنْ نَوٰى اَقَلَّ مِنْهُ اَوْ لَمْ يَنْوِ وَبَقِيَ سِنِيْنَ وَلاَ تَصِحُّ نِيَّةُ الْاِقَامَةِ بِبَلْدَتَيْنِ لَمْ يُعَيِّنِ الْمَبِيْتَ بِاَحَدِهِمَا وَلاَ فِيْ مَفَازَةٍ لِغَيْرِ اَهْلِ الْاَخْبِيَةِ وَلاَ لِعَسْكَرِنَا بِدَارِ الْحَرْبِ وَلاَ بِدَارِنَا فِيْ مُحَاصَرَةِ اَهْلِ الْبَغْيِ وَاِنِ اقْتَدٰى مُسَافِرٌ بِمُقِيْمٍ فِيْ الْوَقْتِ صَحَّ وَاَتَمَّهَا اَرْبَعًا وَبَعْدَهٗ لاَيَصِحُّ وَبِعَكْسِهٖ صَحَّ فِيْهِمَا.

ترجمہ:۔ سفر کی نیت کے صحیح ہونے کے واسطے تین چیزیں شرط ہیں حکم میں مستقل ہونا، بالغ ہونا، مدت سفر کا تین دن سے کم نہ ہونا، تو وہ قصر نہیں کرے گا جو اپنے مقام کی بستی سے آگے نہ گیا ہو یا چلا تو گیا ہو لیکن بچہ ہو یا تابع ہو اور اسکے متبوع نے سفر کی نیت نہ کی ہو جیسے عورت اپنے شوہر کے ساتھ، اور غلام اپنے مالک کے ساتھ، یا فوجی اپنے کمانڈر کے ساتھ یا نیت تو کی ہو مگر سفر کی مدت تین دن سے کم کی ہو اور اقامت وسفر میں اصل کی نیت کا اعتبار ہوگا تابع کی نہیں اگر اصل کی نیت معلوم ہو جائے اصل مذہب میں۔ ہمارے نزدیک قصر ہی اصل حکم ہے تو جب چار رکعت والی نماز کو پوری پڑھ لی اور قعدۂ اولیٰ کر لیا تو اس کی نماز کراہت کے ساتھ صحیح ہو جائے گی اور اگر قعدۂ اولیٰ نہیں کیا تو اس کی نماز نہیں ہوگی مگر جب کہ تیسری رکعت میں کھڑے ہوتے وقت اقامت کی نیت کرلی ہو، اور برابر قصر کر کے پڑھتا رہے گا یہاں تک کہ اپنے شہر میں داخل ہو جائے یا کسی شہر یا گاؤں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلی ہو اور اگر اس سے کم کی نیت کی ہے تو قصر کرے گا یا کچھ نیت ہی نہ کی ہو مگر قصر کرتا رہے گا اگرچہ وہاں پر چند سال ٹھہرا رہے اور ایسے دو شہروں میں کہ رات گذارنی متعین نہیں وہاں پر اقامت کی نیت صحیح نہیں اور اہل اخبیہ کے علاوہ جنگل میں اقامت کی نیت صحیح نہیں اور نہ اسلامی لشکر کے لئے دار الحرب میں اور اہل بغاوت کے محاصرہ کے لئے دار الاسلام میں اقامت کی نیت صحیح نہیں اور اگر مسافر نے مقیم کی وقت کے اندر اقتدا کی تو صحیح ہے اور چار رکعت پوری پڑھے گا اور اسکے بعد صحیح نہیں ہے اور اسکے عکس کی صورت میں وقت اور غیر وقت دونوں میں صحیح ہو جاتی ہے۔

تشریح ومطالب:۔ **یشترط لصحۃ نیۃ السفر:** سفر کی نیت کے صحیح ہونے کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں کہ اگر وہ نہ پائی گئیں تو نیت سفر صحیح نہ ہوگی۔

الاستقلال: یعنی وہ حکم میں کسی کے تابع نہ ہو وہ بذات خود اپنا ارادہ رکھتا ہو جیسے آقا آزاد، بالغ وغیرہ۔

البلوغ: سفر کی نیت صحیح ہونے کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ سفر کرنے والا بالغ ہو لہذا اگر وہ نابالغ ہوگا تو اس کی نیت صحیح نہ ہوگی اس لئے کہ وہ دوسرے کے تابع ہے بذات خود حکم نہیں رکھتا۔

عدم نقصان مدۃ الخ اسی طرح تیسری شرط یہ ہے کہ سفر کی مدت تین دن سے کم نہ ہو لہذا اگر سفر کی مدت تین دن سے کم کی ہوگی تو وہ مسافر نہ مانا جائیگا لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تین دن ضروری نہیں بلکہ دو دن مکمل اور تیسرے دن کا اکثر حصہ ہے اسلئے مصنفؒ نے ثلاثۃ ایام کہہ کر اشارہ کر دیا کہ صحیح قول یہی ہے کہ تین دن کا اعتبار ہوگا۔

فلا یقصر: یہاں سے تفصیل بیان کر رہے ہیں کیونکہ پہلے ایک قاعدہ کلیہ بیان کر دیا کہ شہر کے تمام مکانات

سے نکل جائے تب قصر کرے اب اسی کو یہاں پر مفصل بتلا رہے ہیں۔

کالمرأة : یہاں پر امرأۃ کو مطلق ذکر کیا حالانکہ یہ اس عورت کے ساتھ مقید ہے جس کو ابھی مہر ادا نہ کیا گیا ہو اس لئے کہ وہ جانے سے انکار کر سکتی ہے کیونکہ امام صاحبؒ کے نزدیک اس عورت کا وطی کرنے سے منع کر دینا جائز ہے اسی طریقہ سے مہر کے مطالبہ کیلئے بلا شوہر کی اجازت کے نکلنا جائز ہے۔ (مراقی الفلاح، حاشیہ شیخ الادبؒ)

العبد : اسے مطلق ذکر کیا حالانکہ اس میں مکاتب شامل نہیں اس لئے کہ وہ مولا کی اجازت کے بغیر سفر کر سکتا ہے مکاتب کے علاوہ تمام قسم کے غلام جیسے ام ولد اور مدبر وغیرہ تمام کا یہ حکم ہو گا کہ وہ مولیٰ کے تابع ہونگے۔

ان علم : تابع کو اپنے متبوع کا علم ضروری ہے اگر اسے اپنے متبوع کے علم کا پتہ نہ ہو تو یہ لوگ قصر کر سکتے ہیں، تابع کو اپنے متبوع کی نیت کے بارے میں دریافت کر لینا ضروری ہے اور قول اصح یہی ہے۔

صحت صلوته : اگر مسافر تھا اور اس نے ظہر کی نماز چار رکعت ادا کر لی تو اس کی دو صورتیں ہوں گی یا تو یہ دو رکعت پڑھ کر بیٹھا ہو گا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی کیونکہ دو رکعتوں کے بعد قعدہ کرنا فرض ہے اور یہ اسکی آخری نماز ہے یا دو رکعت پر بیٹھا نہیں ہو گا بلکہ اسکے بعد دو رکعت اور پڑھ کر قعدہ اخیرہ کیا ہو گا تو اب اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

ولا یزال : جب شہر میں داخل ہو گیا تو خواہ نیت کرے یا نہ کرے مقیم ہو جائے گا۔

اوینوی : یہاں پر نیت کو مطلق ذکر کیا تو اس میں حکمی اور حقیقی دونوں قسمیں شامل ہو گئیں۔ حکما نیت مثلاً ایک قافلہ حج کو جا رہا تھا اس نے یہ ارادہ کیا کہ میں بھی ان کے ساتھ سفر کروں گا لیکن بعد میں یہ بات معلوم ہوئی کہ ابھی قافلہ پندرہ دن تک نہیں جائیگا اور اس نے بھی ارادہ کر لیا کہ میں قافلہ کے ساتھ ہی جاؤنگا تو اب یہ قصر نہ کرے گا اقامت کی نیت نماز میں کرے یا نماز کے باہر دونوں صورتیں برابر ہیں۔

لاتصح نية الاقامة : ایک شخص کسی شہر میں گیا اور وہ صرف وہیں پر مقیم نہیں رہتا بلکہ کبھی ایک شہر میں اور کبھی دوسرے شہر میں نیز یہ بھی متعین نہیں رہتا کہ رات کو کہاں رہے گا تو ایسی صورت میں خواہ پندرہ دن سے زائد ہی کیوں نہ ایک شہر میں رہنا پڑے لیکن اقامت کی نیت صحیح نہیں ہو گی۔

اهل الاخبية : اخبیہ جنگل میں رہنے والوں کو کہتے ہیں انکا کوئی مقام نہیں ہوتا، یہ جہاں چاہتے ہیں خیمہ ڈال کر پڑے رہتے ہیں انکے ساتھ مقید کر کے اسی بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر کوئی دوسرا ان کے ساتھ اقامت کی نیت کرے تو امام اعظمؒ کے نزدیک مقیم نہیں ہو گا۔

ولالعسكرنا : اسلامی لشکر دار الحرب میں لڑائی کر رہا ہے اور اسے اس بات کی امید ہو کہ میں یہاں سے پندرہ دن قبل نہیں جا سکتا تو اگر وہ اقامت کی نیت کریں تو اقامت کی نیت صحیح نہیں ہو گی اسلئے کہ حتمی طور پر انہیں پتہ نہیں ہے کہ میں یہاں پندرہ ہی دن رہوں گا اسلئے کہ لڑائی کا کوئی سہارا نہیں ہوتا کبھی کبھی سخت مہم کے باوجود جلدی فتح ہو جاتی ہے۔

لابدارنا : اگر دار الاسلام میں اسلامی لشکر کسی بغاوت کرنیوالے کا محاصرہ کئے ہوئے ہو اور یہ لوگ جن کا محاصرہ کیا گیا ہے ان لوگوں نے امام حق کی مخالفت کی ہے تو اس صورت میں اس لشکر کا حکم نہیں ہو گا جو دار الحرب میں ہے۔

ان اقتدی مسافر : اگر امام مقیم ہو اور اسکے پیچھے نماز پڑھنے والے مسافر ہوں اور یہ نماز وقت کے اندر ہو تو مسافر چار رکعت ادا کریں گے اس لئے کہ یہ لوگ اس وقت امام کے تابع ہیں اور امام پر چار رکعت فرض ہے۔

وبعدہ لایصح : اگر وقت نکل گیا ہے اب مسافر مقیم کی اقتدا کر رہے ہیں تو یہ صحیح نہیں اگرچہ امام مقیم وقت کے اندر ہی ہو تو بھی درست نہ ہوگی۔

وبعکسہ صح : لیکن اگر امام مسافر ہے خواہ وقت کے اندر ہو یا وقت کے بعد دونوں صورتوں میں درست ہے چنانچہ حدیث پاک میں ہے **صلی النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم باھل مکۃ وقال اتموا صلوٰتکم فانا قوم سفر** (ترمذی، ابوداؤد) ہاں یہ بات ضرور ہے کہ مسافر سلام پھیرنے کے بعد مقتدی دو رکعت بنیت فرض ادا کریں گے اگر بغیر نیت کے ادا کی تو نفل ہو جائے گی۔

وَنُدِبَ لِلْاِمَامِ اَنْ یَّقُوْلَ اَتِمُّوْا صَلٰوتَکُمْ فَاِنِّیْ مُسَافِرٌ وَیَنْبَغِیْ اَنْ یَّقُوْلَ ذٰلِکَ قَبْلَ شُرُوْعِہٖ فِی الصَّلٰوۃِ وَلَایَقْرَأُ الْمُقِیْمُ فِیْمَا یُتِمُّہٗ بَعْدَ فَرَاغِ اِمَامِہِ الْمُسَافِرِ فِی الْاَصَحِّ وَفَائِتَۃُ السَّفَرِ وَالْحَضَرِ تُقْضٰی رَکْعَتَیْنِ وَاَرْبَعًا وَالْمُعْتَبَرُ فِیْہِ آخِرُ الْوَقْتِ وَیَبْطُلُ الْوَطَنُ الْاَصْلِیُّ بِمِثْلِہٖ فَقَطْ وَیَبْطُلُ وَطَنُ الْاِقَامَۃِ بِمِثْلِہٖ وَبِالسَّفَرِ وَبِالْاَصْلِیِّ وَالْوَطَنُ الْاَصْلِیُّ ھُوَ الَّذِیْ وُلِدَ فِیْہِ اَوْتَزَوَّجَ اَوْ لَمْ یَتَزَوَّجْ وَقَصَدَ التَّعَیُّشَ لَاالْاِرْتِحَالَ عَنْہُ وَوَطَنُ الْاِقَامَۃِ مَوْضِعٌ نَوَی الْاِقَامَۃَ فِیْہِ نِصْفَ شَھْرٍ فَمَا فَوْقَہٗ وَلَمْ یَعْتَبِرِ الْمُحَقِّقُوْنَ وَطَنَ السُّکْنٰی وَھُوَ مَایَنْوِی الْاِقَامَۃَ فِیْہِ دُوْنَ نِصْفِ شَھْرٍ۔

ترجمہ :۔ اور امام کے لئے مستحب ہے کہ کہے تم لوگ اپنی نمازوں کو پوری کرلو اس لئے کہ میں مسافر ہوں اور بہتر یہ ہے کہ نماز کے شروع کرنے سے قبل اسے کہے اور جن رکعات کو مسافر امام کے بعد پوری کرے اس میں صحیح مذہب کے مطابق قرأت نہ کرے اور سفر اور حضر کی نماز میں دو رکعت اور چار رکعت کر کے ادا کرے اور اس میں آخری وقت کا اعتبار کیا جائے گا وطن اصلی اپنے مثل سے باطل ہوگا اور وطن اقامت اپنے مثل سے اور سفر وطن اصلی سے باطل ہو جائے گا اور وطن اصلی وہ ہے جس میں وہ پیدا ہوا ہے یا اسمیں شادی کی ہے یا شادی نہیں کی ہے مگر اس میں زندگی گذارنے کا ارادہ کیا ہے کوچ کا ارادہ نہیں ہے، اور وطن اقامت وہ ہے جس میں نصف مہینہ یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کی ہے اور وطن سکنی کا محققین نے اعتبار نہیں کیا ہے اور وطن سکنی وہ ہے کہ جس میں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہو۔

تشریح و مطالب :۔ **ندب للامام** : اگر مسافر امامت کر رہا ہے اور اسکے پیچھے نماز پڑھنے والے مقیم ہیں تو اس مسافر امام کے لئے بہتر یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد یہ کہے کہ **اتموا صلوٰتکم فانی مسافر** لیکن اس سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ سے قبل ہی مقتدیوں کو بتلادے کہ میں مسافر ہوں تاکہ اسکے سلام پھیرنے پر اس بات کا شبہہ نہ ہو کہ یہ سلام غلطی سے پھیر رہا ہے۔

ولایقرأ المقیم : مسافر امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقیم جن رکعات کو پوری کرے گا اس میں تلاوت قرآن نہیں کرے گا اس لئے کہ امام کو پہلی دو رکعتوں میں پالیا ہے اور قرأت انہی رکعتوں میں ضروری ہے۔

فی الاصح : صحیح مذہب تو یہی ہے کہ مقیم بعد کی رکعتوں میں قرات نہ کرے لیکن بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ یہ مسبوق کی طرح ہے لہٰذا قرأت کرے گا۔ (طحطاوی)

وفائتة السفر : یعنی وہ نمازیں جو سفر کی حالت میں قضا ہو گئی ہیں اب انکو جب پڑھنے لگے گا تو اگر وہ چار رکعت والی ہیں تو اب چاہے سفر کی حالت میں پڑھے یا حضر میں صرف دو رکعت ہی قضا کرے گا اسی طرح اگر کچھ نمازیں حضر میں چھوٹ گئی تھیں تو اب ان کو چاہئے کہ سفر میں قضاء کرے یا حضر میں چار رکعت ادا کرے گا اور اس میں آخری وقت کا اعتبار ہو گا، اور مصنف ؒ نے یہاں پر بطور لف و نشر مرتب کے بیان کیا ہے یعنی پہلے سفر کو بیان کیا پھر اس کے بعد حضر کو ذکر کیا دونوں کے ذکر کرنے کے بعد جس طرح سے ذکر میں تقدیم و تاخیر کی تھی اسی لحاظ سے احکامات کو بھی بیان کیا۔

یبطل : یعنی وطن اقامت اور سفر سے اصل ختم نہیں ہوتا اسلئے کہ ایک شئی دوسری شئی کیلئے اس وقت تک مبطل نہیں ہوتی کہ جب تک وہ اس سے کم درجہ کی ہو گی، مطلب یہ ہے کہ آدمی ایک جگہ پیدا ہوا لیکن اب اس نے اس جگہ کو چھوڑ دیا اور اب دوسری جگہ جا کر رہا ہے تو اگر اس نے اس کو بالکل ترک کر دیا ہے تو جب یہاں پر آئے گا اسوقت قضاء کرلے گا اور اس پر مسافر کے احکات جاری کئے جائیں گے، لیکن اگر ایسی بات نہیں ہے بلکہ یہ دوسری جگہ چلا گیا تو ہے مگر ابھی تک اس کو چھوڑا نہیں ہے تو اب یہاں آنے پر وہ مسافر نہیں رہے گا بلکہ اسے مقیم کہا جائے گا۔ واللہ اعلم

بَابُ صَلوٰةِ الْمَرِيْضِ

اِذَا تَعَذَّرَ عَلَى الْمَرِيْضِ كُلُّ الْقِيَامِ اَوْتَعَسَّرَ بِوُجُوْدِ اَلَمٍ شَدِيْدٍ اَوْ خَافَ زِيَادَةَ الْمَرَضِ اَوْاِبْطَاءَ هٗ بِهٖ صَلّٰى قَاعِداً بِرُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ وَيَقْعُدُ كَيْفَ شَاءَ فِى الْاَصَحِّ وَاِلاَّ قَامَ بِقَدْرِ مَايُمْكِنُهٗ وَاِنْ تَعَذَّرَ الرُّكُوْعُ وَالسُّجُوْدُ صَلّٰى قَاعِداً بِالْاِيْمَاءِ وَجَعَلَ اِيْمَاءَ هٗ لِلسُّجُوْدِ اَخْفَضَ مِنْ اِيْمَائِهٖ لِلرُّكُوْعِ فَاِنْ لَمْ يَخْفِضْهُ عَنْهُ لَاتَصِحُّ وَلَايَرْفَعُ لِوَجْهِهٖ شَيْئًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ فَاِنْ فَعَلَ وَخَفَضَ رَاْسَهٗ صَحَّ وَاِلاَّ لاَ وَاِنْ تَعَسَّرَ الْقُعُوْدُ اَوْمَا مُسْتَلْقِياً اَوْ عَلٰى جَنْبِهٖ وَالْاَوَّلُ اَوْلٰى وَيَجْعَلُ تَحْتَ رَاْسِهٖ وِسَادَةً لِيَصِيْرَ وَجْهُهٗ اِلَى الْقِبْلَةِ لاَ السَّمَاءِ وَيَنْبَغِي نَصْبُ رُكْبَتَيْهِ اِنْ قَدَرَ حَتّٰى لاَيَمُدَّهُمَا اِلَى الْقِبْلَةِ.

ترجمہ :۔ مریض کی نماز۔ جب بیمار کے لئے پورا کھڑا ہونا ناممکن ہو یا بوجہ مرض شدید کے پورا کھڑا ہونا مشکل ہو تا ہو یا مرض کی زیادتی کا خوف ہو یا مرض کے دیر تک رہنے کا اندیشہ ہو تو بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کے ذریعہ نماز ادا کرے اور صحیح مذہب کے مطابق جس طرح چاہے بیٹھے ورنہ جس قدر ممکن ہو کھڑا ہو۔ اور اگر رکوع اور سجدہ ناممکن ہو تو بیٹھ کر اشارہ کے ساتھ نماز ادا کرے اور سجدہ کے لئے اشارہ کو رکوع کے مقابل میں زیادہ پست کرے تو اگر اس سے زیادہ پست نہ کیا تو اسکی نماز صحیح نہ ہو گی اور کسی چیز کو سجدہ کرنے کے لئے اٹھائے گا تو اگر ایسا کر لیا اور سر کو جھکا دیا تو صحیح ہو جائے گی ورنہ نہیں اور اگر بیٹھنا بھی دشوار ہو تو چت لیٹ کر یا پہلو پر لیٹ کر اشارہ سے نماز ادا کرے اور پہلی صورت زیادہ بہتر ہے اور اپنے چہرے کے نیچے تکیہ رکھ لے تا کہ اسکا چہرہ آسمان کی طرف نہ ہو قبلہ کی طرف ہو جائے اور بہتر ہے کہ اپنے گھٹنوں کو کھڑا کرلے اگر اس پر قادر ہو یہاں تک کہ ان دونوں کو قبلہ کی طرف نہ پھیلائے۔

تشریح و مطالب :- اس سے قبل اس نماز کا حکم بیان کیا جو حالت صحت میں ادا کی جاتی ہے لیکن ایک وجہ سے اس میں کمی آجاتی ہے اور اسکے لئے کچھ سہولتیں اور آسانیاں ہو جاتی ہیں چونکہ صحت اصل ہے چاہے سفر کی حالت میں ہو یا حضر میں، مالداری کی حالت میں زندگی گذر رہی ہو یا تنگ دستی میں اس لئے اس کے احکامات کو پہلے بیان کیا عدم صحت اصل نہیں اس لئے اسے مؤخر کر ذکر کیا حالانکہ اس میں قصر بھی نہیں ہے اور سفر میں قصر ہے لیکن اصل اور غیر اصل کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔ **واللہ اعلم بالصواب**

اذا تعذر : یعنی مریض اس حالت کو پہنچ جائے کہ اب اس کے لئے کھڑا ہونا ممکن نہ ہو، یا کھڑا تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر کھڑے ہو کر نماز ادا کرتا ہوں تو مرض طول پکڑ لے گا یا کھڑے ہونے کی حالت میں کمزور ہو جائے گا یا اگر کھڑا ہوتا ہے تو سر میں چکر آجائے گا، تو ان تمام صورتوں میں بیٹھ کر نماز ادا کی جائے ہاں یہ بات ضرور ہے کہ عذر میں اختلاف ہے کہ کس طرح کا عذر ہو تو اسے معذور کہا جائے گا اسکے بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ اگر کھڑا ہوتا ہے تو گر جائے گا تو اسے عذر حقیقی کہا جائے گا (ھٰکذا فی الدر المختار) بعض علماء کے نزدیک ایسی بیماری ہو کہ اس کی وجہ سے تیمم کرنا جائز ہو، بعض کے نزدیک ایسی بیماری ہو کہ اس سے روزہ افطار کرنا مباح ہو اور قول اصح یہ ہے کہ جس میں قیام نقصان دہ ہو۔ **(کذا فی النهایه، شامی، در مختار)**

خاف : مثلاً اسکا خود تجربہ ہو یا مسلمان حاذق طبیب نے بتا دیا ہو یا قرائن سے یہ بات ظاہر ہو۔ (مراقی الفلاح)

قاعداً :- چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمران بن حصینؓ کو ارشاد فرمایا **صل قائماً فان لم تستطع فقاعداً فان لم تستطع فعلی الجنب تومی ایماءً**. نیز شریعت اسلامیہ میں ایک بات یہ بھی ہے کہ طاعت بحسب الطاقت ہے **ان الله لایکلّفُ نفساً اِلاَّ وُسعَهَا**.

کیف شاء :- مطلب یہ ہے کہ جس طرح اسے سہولت و آسانی ہو اس طرح پڑھ لے اور اس صورت میں اس کی نماز بلا کسی کراہت کے درست ہو جائے گی۔ **(مراقی الفلاح)**

فی الاصح : یعنی مریض جب قیام سے عاجز ہے اور کھڑا نہیں ہو سکتا، تو اب بیٹھ کر کس طرح ادا کرے اور بیٹھنے کا کیا طریقہ ہو حالت تشہد میں تو اسی طرح بیٹھے گا جس طرح دوسری نمازوں کی تشہد میں بیٹھتا ہے لیکن حالت قرأت میں امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ جس میں اس کو آسانی ہو اس طرح بیٹھے گا اور امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ تشہد کی طرح بیٹھے گا اور صاحب نور الایضاح فی الاصح کہہ کر اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ امام زفرؒ کا ارشاد معتبر نہیں ہے بلکہ امام ابو حنیفہؒ کا قول اصح ہے۔ **واللہ اعلم**

الاقام بقدر : یعنی اگر قیام پر کچھ قدرت ہو تو جس مقدار وہ کھڑا ہو سکتا ہے اس مقدار کھڑا ہو اگرچہ صرف تکبیر تحریمہ تک کھڑا رہ سکتا ہو، یا کچھ قرأت بھی سن سکتا ہو اور اس میں قیام کر سکتا ہو، چنانچہ اگر خود سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا تو ٹیک لگا کر کھڑا ہو، چاہے یہ ٹیک دیوار یا لاٹھی کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ اگر اسکے خلاف کیا تو نماز جائز نہیں ہوگی اور یہی حکم قعدہ کے بارے میں ہے۔ **(ھکذا فی الشامی والدر المختار)**

وان تعذر: یعنی اگر رکوع اور سجدہ پر قادر نہیں ہے اسی طرح اگر سجدہ تو کر سکتا ہے لیکن رکوع سے عاجز ہے تو ان دونوں کو بیٹھ کر اشارہ سے ادا کرے گا لیکن ایک بات کا خیال رکھے کہ رکوع کے مقابل میں سجدہ کے لئے زیادہ جھکے اس لئے کہ سجدہ میں زیادہ جھکنا چاہئے اور اگر رکوع سے زیادہ سجدہ کے لئے نہیں جھکا تو اس کی نماز درست نہ ہوگی۔

لا یرفع: یعنی اگر اشارہ سے نماز ادا کر رہا ہے تو اب کوئی چیز اٹھا کر اس پر سجدہ نہ کرے بلکہ سجدہ کے لئے خود اشارہ کو جھکائے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان قدرت ان تسجد علی الارض فاسجد والا فاوم برأسك (کذا فی الھدایۃ) ہاں اگر بسترہ سامنے رکھا ہوا تھا اور اس پر سجدہ کر لیا تو جائز ہے اس لئے کہ حدیث میں ہے ان ام سلمةؓ کانت تسجد علی مرفقةٍ ضرعةبین یدیھ ولم یمنعھارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ذالك (شامی لکن باختصار)

ان تعسر: یعنی اگر مرض اس قسم کا ہے کہ بیٹھنے پر بھی قدرت نہیں رکھتا تو لیٹ کر نماز ادا کرے لیکن اب کس طرح لیٹے اس میں تین قول ہیں (۱) اس کو چت اور دونوں پہلوؤں پر لیٹنے کا اختیار ہے چاہے جس پر لیٹ کر نماز ادا کرے اور یہی قول ظاہر ہے (۲) چت لیٹ کر اس وقت جائز ہے کہ جب پہلو پر لیٹنا دشوار ہو اور یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے (۳) چت لیٹ کر اس وقت جائز ہوگی جب چت لیٹنا دشوار ہو۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)

یجعل تحت رأسه: یعنی اگر چت لیٹ کر نماز ادا کر رہا ہے تو اب اس کو اپنے سر کے نیچے کوئی اونچی چیز رکھ لینی چاہئے تاکہ اس کا چہرہ آسمان کی جانب نہ ہو اور قبلہ کی طرف ہو جائے۔

لا یمدھما: اگر چت لیٹ کر نماز پڑھ رہا ہے تو اس کا پیر قبلہ کی طرف ہوگا اب اگر یہ پیر کو سمیٹ سکتا ہے تو سمیٹ لے اس لئے کہ بلا عذر کے قبلہ کی طرف پیر پھیلانا مکروہ ہے۔

وَاِنْ تَعَذَّرَ الْاِيْمَاءُ اُخِّرَتْ عَنْهُ مَادَامَ يَفْهَمُ الْخِطَابَ قَالَ فِى الْهِدَايَةِ هُوَ الصَّحِيْحُ وَجَزَمَ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ فِى التَّجْنِيْسِ وَالْمَزِيْدِ بِسُقُوْطِ الْقَضَاءِ اِذَا دَامَ عِجْزُهُ عَنِ الْاِيْمَاءِ اَكْثَرَ مِنْ خَمْسِ صَلَوَاتٍ وَاِنْ كَانَ يَفْهَمُ الْخِطَابَ وَصَحَّحَهُ قَاضِى خَان وَمِثْلُهُ فِى الْمُحِيْطِ وَاخْتَارَهُ شَيْخُ الْاِسْلَامِ وَفَخْرُ الْاِسْلَامِ وَقَالَ فِى الظَّهِيْرِيَّةِ هُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى وَفِى الْخُلَاصَةِ هُوَ الْمُخْتَارُ وَصَحَّحَهُ فِى الْيَنَابِيْعِ وَالْبَدَائِعِ وَجَزَمَ بِهِ الْوَلْوَالِجِىُّ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ.

ترجمہ:۔ اور اگر اشارہ سے بھی معذور ہو جائے تو جب تک بات کو سمجھتا رہے گا نماز مؤخر کی جائے گی صاحب ہدایہ نے کہا ہے یہی صحیح ہے اور صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس اور مزید میں حتمی طور پر اس کی قضاء کے معافی کو کہا ہے اگر اس کا عجز پانچ وقت کی نماز تک باقی رہے اگر چہ وہ بات کو سمجھتا ہو اور قاضی خان نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور ایسے ہی محیط میں بھی ہے اور اسی کو شیخ الاسلام اور فخر الاسلام نے اختیار کیا ہے اور ظہیریہ میں کہا ہے یہی ظاہر روایت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ یہی قول مختار ہے اور ینابیع اور بدائع میں اسکو صحیح قرار دیا ہے اور الوالجیؒ نے جزم کیا ہے۔

تشریح و مطالب:۔ مریض اگر اشارہ سے نماز ادا کر سکتا ہے تو ٹھیک ہے لیکن اگر اشارہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا تو اب دو صورتیں ہوں گی یا تو وہ بات کو سمجھتا ہو گا یا نہیں پھر یہ حالت یا تو پانچ

نمازوں تک باقی رہے گی یا اس سے کم، اب مسئلہ کی چار صورتیں ہو گئیں (۱) اگر قضاء نماز میں چھ وقت تک اس کی یہ حالت رہی یا اس سے زائد اگرچہ وہ بات کو سمجھتا ہے تو اس صورت میں بالاجماع قضا ساقط ہو جائے گی (۲) اگر چھ نمازوں سے کم وقت تک وہ اشارہ پر قادر نہیں رہا اور وہ اس حالت میں بات کو سمجھتا تھا تو اب اس صورت میں اس بات پر اجماع ہے کہ قضا ہو گی (۳) اور اگر چھ نمازوں تک اشارہ پر قادر نہیں رہا اور وہ بات کو سمجھتا تھا یا چھ وقت سے زائد بھی یہ حالت رہی ہو لیکن وہ اس میں بات کو سمجھتا رہا (۴) یا چھ نمازوں سے کم وقت میں عاجز رہا اور وہ اشارہ نہیں کر سکتا تھا لیکن بات کو بھی نہیں سمجھتا تھا تو اب اس صورت میں علماء کا اختلاف ہے صاحب ہدایہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اسکے ذمہ قضاء لازم ہے لیکن بزدوی صغیر اور دیگر مشائخ کا مسلک ہے کہ قضا لازم نہیں (طحطاوی) لیکن صاحب ہدایہ نے خود اسکے خلاف اپنی کتاب تجنیس میں لکھا ہے کہ قضاء لازم نہیں ہو گی اور یہ کتاب ہدایہ سے بھی بعد میں لکھی ہے لہٰذا تجنیس کی بات معتبر ہو گی نیز تجنیس میں اس طرح کے قول سے ایک بات اور سمجھی جا سکتی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ صاحب ہدایہ نے قول اوّل سے رجوع کر لیا ہو اور بعد میں اس کی تصریح اپنی دوسری کتاب میں کر دی۔ واللہ اعلم

مسئلہ: اگر کسی شخص کی زبان ایک دن رات بند رہے اور اس نے مجبوراً گونگوں کی طرح نماز پڑھ لی پھر اس کی زبان کھلی تو اس پر نماز لوٹانی واجب نہیں۔

صحتہ: قاضی خاں نے امام محمدؒ کے اس مسئلہ سے استشہاد کیا ہے کہ جس میں اگر ایک آدمی کا کہنیوں سے ہاتھ کٹ گیا ہو اسی طریقہ سے پنڈلیوں سے اس کا پیر کٹ گیا ہو تو اسکے اوپر نماز واجب نہیں، لیکن یہاں پر بات اس مریض کے بارے میں چل رہی ہے کہ وہ اس مرض کے بعد تندرست ہو جائے نہ کہ ایسے مریض پر کہ قضاء کی قدرت سے پہلے مر جائے تو اگر ایسی صورت ہو گئی تو اسکے اوپر قضا نہ ہو گی اور نہ اسکے اوپر وصیت کرنی لازم ہو گی، بہر حال جب مریض نے رمضان میں افطار کر لیا اور قدرت سے پہلے مر گیا تو اسکے اوپر قضاء لازم نہیں ہو گی۔

وَلَمْ يُوْمِ بِعَيْنِهِ وَقَلْبِهِ وَحَاجِبِهِ وَاِنْ قَدَرَ عَلَى الْقِيَامِ وَعَجَزَ عَنِ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ صَلّٰى قَاعِداً بِالْاِيْمَاءِ وَاِنْ عَرَضَ لَهٗ مَرَضٌ يُتِمُّهَا بِمَا قَدَرَ وَلَوْ بِالْاِيْمَاءِ فِي الْمَشْهُوْرِ وَلَوْ صَلّٰى قَاعِداً يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ فَصَحَّ بَنٰى وَلَوْ كَانَ مُوْمِياً لَا وَمَنْ جُنَّ اَوْ اُغْمِيَ عَلَيْهِ خَمْسُ صَلَوَاتٍ قَضٰى وَلَوْ اَكْثَرَ لَا.

ترجمہ:۔ اور اپنے آنکھ اور دل اور بھنؤوں سے اشارہ نہیں کرے گا اور اگر قیام پر تو قادر ہو اور رکوع اور سجدے سے عاجز ہو تو بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے گا اور اگر اسے مرض لاحق ہو گیا تو نماز کو اس صورت میں پڑھا کرے جس پر وہ قادر ہو اگرچہ اشارے سے ہی ہو مشہور قول میں اور اگر نماز بیٹھ کر پڑھی اور رکوع اور سجدہ کرے تو اس پر بناء صحیح ہے، اگر وہ اشارہ کرنے والا ہو تو صحیح نہ ہو گی اور اگر کوئی شخص پانچ نمازوں تک پاگل رہا یا اس پر بے ہوشی طاری رہی تو قضا کرے گا اور اگر پانچ نمازوں سے زائد یہ حالت رہی تو قضا نہیں کرے گا۔

تشریح و مطالب:۔ لم یوم: یعنی جو سر سے اشارہ ہی نہیں کر سکتا وہ اگر آنکھ یا قلب یا بھنوں کے اشارہ سے نماز پڑھنا چاہے تو اس صورت میں اس کی نماز ادا نہ ہوگی لیکن اس مسئلہ میں اختلاف ہے حضرت امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ اپنے قلب اور اپنی آنکھ کے اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ اولاً بھنوں سے اشارہ کرے گا اسلئے کہ وہ سر سے زیادہ قریب ہے اور اگر اس سے بھی اشارہ پر قادر نہ ہو تو اب دل سے اشارہ کرے گا اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دل اور آنکھ سے اشارہ کر کے نماز ادا کرے، امام حسنؒ فرماتے ہیں کہ دل اور بھنوں سے اشارہ کر کے نماز ادا کرے اور جب تندرست ہو جائے اس وقت ان نمازوں کو لوٹائے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر مریض سر سے اشارہ نہیں کر سکتا تو صرف اپنی آنکھوں کے اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے قلب کے اشارہ سے نہیں، اور جب حضرت امام محمدؒ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا کہ سر سے اشارہ کر کے نماز پڑھنے میں جائز ہونے کے بارے میں مجھے کوئی شک وشبہ نہیں ہے یعنی بالکل درست ہے اور قلب سے اشارہ کر کے پڑھنے میں ہرگز جائز نہیں اور اسکے عدم جواز میں مجھے کوئی شک نہیں ہاں آنکھ سے اشارہ کر کے پڑھنے میں تردد ہے کہ جائز ہے یا نہیں۔

صلی قاعداً: بیٹھ کر اس وجہ سے پڑھے کہ قیام کی رکنیت تک پہنچنے میں وسیلہ ہے اور اب وہ پایا ہی نہیں گیا تو اب اسکو اختیار ہوگا جس طرح چاہے ادا کرے لیکن افضل یہی ہے کہ بیٹھ کر ادا کرے اس لئے کہ اسمیں سجدہ سے زیادہ مشابہت ہے اور سجدہ سے اقرب ہے۔ (کذا فی الہدایہ) لیکن اس مسئلہ میں علماء کا کچھ اختلاف ہے مثلاً امام زفرؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قیام لازم ہے اور یہ اس پر قدرت رکھتا ہے۔ خواہر زادہ کا ارشاد ہے کہ حالت قیام میں رکوع کے لئے اشارہ کرے اور سجدہ کے لئے حالت قعود میں اشارہ کرے **(فتح القدیر، هدایه، شرح وقایه)**

بماقدر: یعنی بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کرے یہ اس صورت میں ہے کہ جب قیام پر قادر نہ ہو اور اگر قعود پر بھی قادر نہ ہو تو لیٹ کر اشارہ کر کے نماز ادا کرے مطلب یہ ہے کہ جس پر وہ قادر ہو اس طرح نماز ادا کرے اسکی نماز ادا ہو جائیگی۔

ولو کان مؤمیالا: ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ قیام کی حالت میں نماز ادا کر رہا تھا اور اس کو مرض لاحق ہو گیا اب اسکو جس طرح سہولت ہو جس پر قادر ہو خواہ بیٹھ کر یا اشارہ کر کے وہ ادا کرے اور اس قیام پر بناء کرے تو اسکی یہ بناء بالاتفاق صحیح ہو جائے گی اور اسکی دوسری صورت یہ ہے کہ بیٹھ کر نماز ادا کر رہا تھا، رکوع اور سجدہ کر رہا تھا، اب تندرست ہو گیا تو اس صورت میں امام اعظمؒ کے نزدیک تو اس پر بناء کر سکتا ہے لیکن امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ بناء درست نہیں، تیسری صورت یہ ہے کہ اشارہ سے نماز ادا کر رہا تھا اب تندرست ہو گیا تو اس صورت میں بھی بالاتفاق بناء نہیں کر سکتا۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ لیٹ کر نماز ادا کر رہا تھا اب درمیان میں قعود پر قادر ہو گیا تو اس صورت میں بالاتفاق بناء درست نہیں۔ **(مراقی الفلاح)**

ومن جن: یعنی کوئی پاگل ہو گیا یا کسی وجہ سے بے ہوشی طاری ہو گئی اور یہ حالت پانچ وقت تک رہی تو اب ان نمازوں کی قضاء کرے گا اور اگر چھٹا وقت بھی گذر گیا تو اب قضا نہیں ہوگی۔ (ماخوذ حاشیہ شیخ الادبؒ)

(فَصْلٌ فِی اِسْقَاطِ الصَّلٰوۃِ وَالصَّوْمِ) اِذَا مَاتَ الْمَرِیْضُ وَلَمْ یَقْدِرْ عَلَی الصَّلٰوۃِ بِالْاِیْمَاءِ لَایَلْزَمُہُ الْاِیْصَاءُ بِهَا وَاِنْ قَلَّتْ وَکَذَا الصَّوْمُ اِنْ اَفْطَرَ فِیْهِ الْمُسَافِرُ وَالْمَرِیْضُ وَمَاتَا قَبْلَ الْاِقَامَةِ وَالصِّحَّةِ وَعَلَیْهِ الْوَصِیَّةُ بِمَا قَدَرَ عَلَیْهِ وَبَقِیَ بِذِمَّتِهٖ فَیُخْرِجُ عَنْهُ وَلِیُّهٗ مِنْ ثُلُثِ مَاتَرَکَ لِصَوْمِ کُلِّ یَوْمٍ وَلِصَلٰوۃِ کُلِّ وَقْتٍ حَتَّی الْوِتْرِ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ اَوْ قِیْمَتِهٖ وَاِنْ لَمْ یُوْصِ وَتَبَرَّعَ عَنْهُ وَلِیُّهٗ جَازَ وَلَایَصِحُّ اَنْ یَّصُوْمَ وَلَا اَنْ یُّصَلِّیَ عَنْهُ وَاِنْ لَمْ یَفِ مَااَوْصٰی بِهٖ عَمَّا عَلَیْهِ یَدْفَعُ ذَالِكَ الْمِقْدَارَ لِلْفَقِیْرِ فَیَسْقُطُ عَنِ الْمَیِّتِ بِقَدْرِهٖ ثُمَّ یَهَبُهُ الْفَقِیْرُ لِلْوَلِیِّ وَیَقْبِضُهٗ ثُمَّ یَدْفَعُهٗ لِلْفَقِیْرِ فَیَسْقُطُ بِقَدْرِهٖ ثُمَّ یَهَبُهُ الْفَقِیْرُ لِلْوَلِیِّ وَیَقْبِضُهٗ ثُمَّ یَدْفَعُهُ الْوَلِیُّ لِلْفَقِیْرِ وَهٰکَذَا حَتّٰی یَسْقُطَ مَاکَانَ عَلَی الْمَیِّتِ مِنْ صَلٰوۃٍ وَصِیَامٍ وَیَجُوْزُ اِعْطَاءُ فِدْیَةِ صَلَوَاتٍ لِوَاحِدٍ جُمْلَةً بِخِلَافِ کَفَّارَةِ الْیَمِیْنِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔

ترجمہ:۔ نماز اور روزہ کی معافی۔ بیمار جب مرنے لگا اور وہ اشارہ سے نماز پڑھنے پر قادر نہیں تھا تو اب اس پر وصیت کرنی لازم نہیں اگرچہ وہ کم ہی ہوں اور یہی حکم روزے کا ہے کہ اگر مسافر اور مریض روزہ نہیں رکھ رہے تھے اور مسافر اقامت سے قبل اور مریض صحت یاب ہونے سے پہلے مر گیا اور جتنے پر وہ قادر ہوگئے اور وہ ان کے ذمہ باقی رہا ان کی وصیت ان کے اوپر لازم ہے تو اسکا ولی اس کے مال کا ثلث نکالے گا نصف صاع گیہوں یا اس کی قیمت ہر دن کے روزہ کے بدلے اور ہر وقت کی نماز کے بدلے یہاں تک کہ وتر کے لئے بھی نکالے گا اور اگر مرنے والے نے وصیت نہ کی اور اس کے ولی نے ادا کر دیا تو جائز ہے اور اسکے بدلے روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا جائز نہیں اور اگر اس کا مال وصیت کی مقدار میں نہ ہو کہ جس سے واجب ادا ہو جائے تو اس مقدار کو فقیر کے حوالے کر دے تو اس کی مقدار میت سے ساقط ہو جائے گا پھر فقیر ولی کو ہبہ کر دے اور ولی اس پر قبضہ کرے پھر فقیر کو دے دے تو میت سے اسکی مقدار ساقط ہو جائے گا فقیر ولی کو ہبہ کر دے اور ولی اس پر قبضہ کر لے پھر فقیر کو دے دے یہاں تک کہ جتنی نمازیں اور روزے میت پر واجب تھے وہ ساقط ہو جائیں اور چند نمازوں کا فدیہ ایک کو اکٹھا دینا جائز ہے بخلاف قسم کے کفارہ کے اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

تشریح و مطالب:۔ **اذامات المریض الخ:** یعنی ایک شخص اس قدر بیمار تھا کہ اس سے روزہ رکھنا ساقط ہو گیا تھا، یا ایک شخص اس قدر دوری پر تھا کہ وہ مسافر کے حکم میں ہے اب اس صورت میں ان پر نماز ضروری نہیں تھی اور یہ لوگ ابھی تک اپنی اصلی حالت پر نہیں آئے تھے یعنی مسافر مقیم نہیں ہوا تھا اور بیمار تندرست نہیں ہوا تھا اور ان پر کچھ نمازیں تھیں اور یہ لوگ انتقال کر گئے تو اب ان کے لئے ضروری نہیں کہ اپنے اولیاء کو فدیہ کی وصیت کرتے اور بغیر فدیہ ادا کئے ان سے اس کا گناہ ختم ہو جائے گا اس لئے کہ ان پر اس وقت اصلی کا ادا فرض نہیں تھا بلکہ تندرستی کے بعد اور اقامت کے بعد ضروری تھا اور یہ لوگ اس سے قبل ہی ختم ہوگئے۔ واللہ اعلم بالصواب

وکذا الصوم: یعنی یہی حکم روزہ کا بھی ہے کہ اگر مریض صحت سے قبل اور مسافر اقامت سے پہلے مر گئے تو فدیہ کی وصیت ضروری نہیں۔

علیہ الوصیة: یعنی مسافر مقیم تو ہو گیا تھا اور مریض تو تندرست ہو گیا تھا مگر اس کی تندرستی اور اس کی

اقامت اتنے دنوں تک نہیں رہی کہ جس میں تمام کی قضا کر لیتے تو اب یہ اس کی مقدار وصیت کریں گے جس پر یہ لوگ قادر ہوتے تھے نہ کہ تمام قضاؤں کی اگر کوئی شخص بلا کسی عذر کے محض سستی اور کاہلی کے باعث روزے نہیں رکھتا تھا تو اس کا بھی یہی حکم ہے امید ہے کہ خداوند عالم اپنے فضل و کرم سے اس کا یہ فدیہ قبول فرمالے گا نیز کفارہ یا اسی قسم کے اور واجب روزوں کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

فیخرج عنه: یعنی اگر مرنے والے نے وصیت کی تو اب کتنا نکالا جائے اس کو یہاں بیان کر رہے ہیں کہ تمام مال نہیں نکالا جائے گا بلکہ صرف تہائی مال سے روزوں اور نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا اور ہر نماز اور ہر دن کے روزہ کے بدلہ نصف صاع فدیہ ادا کیا جائے گا اب اگر اس کا تہائی مال اس قدر نہیں ہے کہ تمام فرائض ساقط ہو جائیں تو جس مقدار میں ہے اسے فقیر کو دے دیا جائے گا اور اس سے صورت حال بتا دی جائے گی اب فقیر اس مال کو ولی کے حوالے کردے گا اس لئے کہ فقیر کو اس پر پورا حق ہے جو چاہے کرے، پھر ولی فقیر کو دے دیگا اس طرح یہ معاملہ چلتا رہے گا جب اس کے ذمہ سے تمام فرائض ساقط ہو جائیں گے اس وقت فقیر اس کو لے لیگا لیکن ایک بات یاد رہے کہ فقیر کو مجبور نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ کام اسکی رضا سے ہونا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب

یجوز: یعنی اگر مال اس مقدار میں ہے کہ سب فرائض کے لئے کافی ہے تو ایک فقیر کو دیا جا سکتا ہے۔

بخلاف: یعنی قسم کے کفارہ میں ایک شخص کو فدیہ کے مقدار سے زائد نہیں دے سکتا۔ (مراقی الفلاح)

بَابُ قَضَاءِ الْفَوَائِتِ

اَلتَّرْتِيْبُ بَيْنَ الْفَائِتَةِ وَالْوَقْتِيَّةِ وَبَيْنَ الْفَوَائِتِ مُسْتَحَقٌّ وَيَسْقُطُ بِاَحَدِ ثَلَاثَةِ اَشْيَاءَ ضِيْقِ الْوَقْتِ الْمُسْتَحَبِّ فِي الْاَصَحِّ وَالنِّسْيَانِ وَاِذَا صَارَتِ الْفَوَائِتُ سِتًّا غَيْرَ الْوِتْرِ فَاِنَّهُ لَا يُعَدُّ مُسْقِطًا وَاِنْ لَزِمَ تَرْتِيْبُهُ وَلَمْ يَعُدِ التَّرْتِيْبُ بِعَوْدِهَا اِلَى الْقِلَّةِ وَلَا بِفَوْتِ حَدِيْثَةٍ بَعْدَ سِتٍّ قَدِيْمَةٍ عَلَى الْاَصَحِّ فِيْهِمَا فَلَوْ صَلّٰى فَرْضًا ذَاكِرًا فَائِتَةً وَلَوْ وِتْرًا فَسَدَ فَرْضُهُ فَسَادًا مَوْقُوْفًا فَاِنْ خَرَجَ وَقْتُ الْخَامِسَةِ مِمَّا صَلَّاهُ بَعْدَ الْمَتْرُوْكَةِ ذَاكِرًا لَهَا صَحَّتْ جَمِيْعُهَا.

ترجمہ:۔ قضاء نمازوں کی ادا۔ قضا اور وقتیہ نمازوں کے درمیان اور چند قضا نمازوں کے درمیان ترتیب لازم ہے اور یہ تین چیزوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے کے وقت ساقط ہو جاتی ہے، وقت مستحب کا تنگ ہونا، صحیح مذہب کے مطابق، اور بھول جانا اور جب قضا نمازیں وتر کے علاوہ چھ ہو جائیں، وتر کو ترتیب کا ساقط کرنے والا شمار نہیں کیا جاتا اگرچہ اس کی ترتیب لازم ہے اور قضاء قلت کی وجہ سے ترتیب لوٹتی نہیں ہے اور پہلی چھ قضا نمازوں کے بعد نئی نماز کے فوت ہونے سے بھی ترتیب نہیں لوٹتی صحیح مذہب کے مطابق ان دونوں مسئلوں میں تو اگر کوئی فرض نماز ادا کی فائتہ کے یاد کے باوجود اگرچہ وہ وتر ہی کیوں نہ ہو تو فرض نماز موقوف طور پر فاسد ہو جائے گی تو اگر اس پانچویں نماز کا وقت نکل گیا جسے اس نے پڑھا ہے تو اس کی تمام نمازیں صحیح ہو جائیں گی۔

تشریح ومطالب :۔ ابھی تک مصنفؒ ان نمازوں کا حکم بیان کر رہے تھے جو اصل تھیں یعنی جن اوقات میں وہ فرض ہوئیں تھیں ان میں ان کو ادا کیا جاتا لیکن بعض دفعہ ایسے عوارض پیش آجاتے ہیں کہ جس سے انسان مجبور ہو کر وقت میں نہیں پڑھ سکتا اس لئے اب اس کے مثل ادا کیا مثلاً ظہر کی نماز وقت کے ساتھ فرض ہے اب اگر وقت کے اندر ادا کی تو اسے ادا کہا جائے گا لیکن اگر وقت کے اندر ادا نہیں کیا بلکہ وقت نکل جانے کے بعد ادا کی تو گویا کہ ایک طرح سے نقص آگیا مثلاً وقت ختم ہو گیا تو یہ قضا ہے۔ تفصیل اصول فقہ میں ملاحظہ کریں۔

الفوائت : یہاں پر متروکات کو استعمال نہیں کیا اس لئے کہ مؤمن سے حسن ظن رکھنا چاہئے کیونکہ مؤمن جان بوجھ کر نماز کو ترک نہیں کر سکتے بلکہ کسی عذر کی بنا پر چھوٹ جاتی ہے۔

الوقتیة : یہاں وقتیہ سے مراد وہ وقت ہے جس میں اس قدر گنجائش ہو کہ فوت نماز کو پڑھ سکے اگر اس قدر وسعت نہیں بچے تو پھر اس پر قضا کرنی لازم نہیں ہے، اسی طرح سے جو نماز چھوٹ گئی ہے اسے یاد بھی ہونا چاہئے ورنہ نسیان کی وجہ سے قضاء میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اسی طرح سے الفوائت لا کر امام احمدؒ کی تردید بھی مقصود ہے ان کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی نے جان بوجھ کر بلا کسی عذر کے نماز کو ترک کر دیا تو وہ مرتد ہو گیا اور جب اس کے بعد اسلام لایا تو اب اس کے اوپر جو نماز حالت ارتداد میں گذری اسکی قضاء نہیں، لیکن دیگر ائمہ کے نزدیک گناہ کبیرہ تو ہے مگر اس کی ترک کی وجہ سے مرتد نہیں ہوتا۔ **(طحطاوی بتصرف، هکذا قال الشیخ الادبؒ)**

مستحق : یعنی اسکو لازم ہے اس سے امام شافعیؒ کی تردید مقصود ہے اسلئے کہ انکے یہاں مستحب ہے لازم نہیں (ہدایہ) احناف کی دلیل یہ ہے **قال علیه الصلوٰة والسلام من نام عن صلوٰة او نسیها فلم یذکرها الا وهو مع الامام فلیصل التی فیها ثم لیصل التی ذکرها ثم لیعد التی صلی مع الامام** اسی حدیث کو صاحب ہدایہ نے دلیل میں پیش کیا ہے۔

باحد ثلاثة : یعنی اصل تو یہ ہے کہ فوائت میں ترتیب ہو لیکن تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک پائی گئی تو اس وقت قضا کی ترتیب ختم ہو جائے گی (۱) وقت کا تنگ ہونا مثلاً عصر کی نماز بھی قضاء ہو جائے گی اس لئے اب وہ پہلے عصر کی نماز ادا کرے گا اس سے ترتیب فوائت ساقط ہو جائے گی (۲) نسیان یعنی اسے یاد ہی نہیں تھا کہ میری نماز چھوٹ گئی ہے اور اس نے اس وقت کی نماز کو ادا کر لیا تو اس بھولنے کی وجہ سے اس سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اسی طرح اگر کسی نے وتر کی نماز پڑھ لی اور وہ یہ جان رہا تھا کہ میں نے عشاء کی نماز ادا کر لی ہے اب اس نے عشاء کی نماز پڑھی تو اب وتر کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح اگر کسی نے عصر کی نماز ادا کی اور اس کے بعد معلوم ہوا کہ میں نے ظہر کی نماز بلا وضو کے پڑھی تھی تو اب وقت ترتیب لازم نہیں بلکہ صرف ظہر کی نماز کا اعادہ کرے (شامی) (۳) اگر فوت شدہ نمازیں چھ سے زائد ہو جائیں اور وتر اسکے علاوہ ہو تو بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے لیکن عشاء اور وتر کے درمیان ترتیب باقی رہے گی جب عشاء کی نماز پڑھے گا اس کے بعد وتر پڑھے گا وتر کو عشاء پر مقدم نہیں کرے گا۔ (شامی)

لم یعد الترتیب : مثلاً اگر بالفرض پندرہ نمازیں قضا تھیں دس نمازیں ادا کر لیں، صرف پانچ باقی رہ گئیں تو

باوجودیکہ پانچ نمازوں کے چھوٹنے سے ترتیب ساقط نہیں ہوتی، مگر ساقط شدہ ترتیب اس وقت تک دوبارہ ثابت نہ ہوگی جب تک تمام قضا نمازیں ادا نہ ہو جائیں مگر امام طحطاویؒ نے یہ ثابت کیا ہے کہ صحیح مسلک یہی ہے کہ ترتیب ثابت ہو جاتی ہے بہر حال احتیاط اسی میں ہے کہ ترتیب کو ثابت مانا جائے۔

ولابفوت حديثة: اور اسی طرح اگر چہ نمازیں کچھ دنوں پہلے قضا ہو گئیں تھیں اور ان کو اب تک ادا نہیں کر سکا ہے اب ایک نماز اور قضا ہو گئی تو یہ جس کی ایک نماز اب قضا ہوئی ہے یہ پہلے سے صاحب ترتیب نہ تھا لہٰذا اس نئی قضا کے متعلق بھی ترتیب لازم نہ ہوگی۔

على الاصح: اس سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ بعض کے نزدیک ترتیب لازم ہے اور جو نمازیں پہلے کی ہیں وہ گویا کہ کان لم یکن ہیں (طحطاوی)

فلو صلى: یعنی اگر کوئی فرض نماز ادا کر رہا ہے اور اس کو یہ بات یاد ہے کہ میرے ذمہ فوت شدہ نماز ہے اگر چہ وہ فوت شدہ نماز اسکی وتر ہی کیوں نہ ہو تو اس کی یہ نماز فاسد ہو جائے گی، لیکن موقوف رہے گی اب اگر اس پانچویں وقت کا نماز ہو گیا تو صحیح ہو جائے گی۔

فَلاَ تَبْطُلُ بِقَضَاءِ الْمَتْرُوكَةِ بَعْدَهُ وَاِنْ قَضَى الْمَتْرُوكَةَ قَبْلَ خُرُوْجِ وَقْتِ الْخَامِسَةِ بَطَلَ وَصْفُ مَاصَلاَّهُ مُتَذَكِّراً قَبْلَهَا وَصَارَ نَفْلاً وَاِذَا كَثُرَتِ الْفَوَائِتُ يَحْتَاجُ لِتَعْيِيْنِ كُلِّ صَلوٰةٍ فَاِنْ اَرَادَ تَسْهِيْلَ الْاَمْرِ عَلَيْهِ نَوَى اَوَّلَ ظُهْرٍ عَلَيْهِ اَوْ آخِرَهُ وَكَذَا الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَيْنِ عَلَى اَحَدِ تَصْحِيْحَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ وَيُعْذَرُ مَنْ اَسْلَمَ بِدَارِ الْحَرْبِ بِجَهْلِهِ الشَّرَائِعَ.

ترجمہ:۔ اگر اس نے پانچویں وقت کے نکلنے سے قبل متروکہ نمازوں کو پڑھ لیا تو اس کا وصف بدل جائے گا جس کو اس نے اس کے یاد رہنے کے باوجود پڑھا تھا اور یہ نمازیں نفل ہو جائیں گی اور جب فوت شدہ نمازیں زائد ہو جائیں تو ہر نماز کو متعین کرنے کی ضرورت ہوگی تو اگر یہ اپنے لئے آسانی کا طالب ہے تو نیت کرے اول ظہر کا جو اس کے اوپر ہے یا آخر ظہر کا اور ایسے ہی دو رمضان کے روزے دو تصحیحوں میں سے۔ اور جو دار الحرب میں اسلام لایا تو اس کا عذر شریعت کے نہ جاننے کی وجہ سے معتبر ہوگا۔

تشریح ومطالب:۔ اذا كثرت الفوائت۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا ہو کہ اس کی ایک مہینہ کی نماز چھوٹ گئی ہے اب وہ کس طرح قضاء کرے کم کی صورت میں تو یہ بات تھی کہ ہر نماز متعین تھی اور اب یہ بات یہاں پر نہیں ہے تو اب اس کو ہر ایک کی تعیین ضروری ہوگی کہ میں کون سی نماز اور کس دن کی نماز ادا کر رہا ہوں۔

فان ارادتسهيل الامر: یعنی جس کی نمازیں زیادہ فوت ہو گئیں ہیں اب اگر وہ قضاء کے اندر آسانی چاہتا ہے تو نمازوں کے شروع اور اخیر کو متعین کرے کہ میں فلاں دن کی ظہر کی نماز ادا کر رہا ہوں اور اسی اعتبار سے قضاء کرتا

رہے یعنی اول یا آخر کی تعیین کرے اور اگر یہ نہ معلوم ہو کہ کون سے دن کی ظہر ہے تو اب یہ نیت کرے کہ میں اپنی فوت شدہ ظہر کی قضاء کر رہا ہوں۔ واللہ اعلم

کذا الصوم: اسی طرح سے کسی کے اوپر دو رمضان کے روزے ہیں تو اب یہ بلا نیت کے تعین کے ادا کر سکتا ہے اور اگر ایک رمضان کی قضاء ہے تو اب تو نیت ہو گی ہی اسی طرح اگر کسی کے اوپر دو روزے ہیں اب اگر وہ بلا تعیین کئے کہ کون سا رکھ رہا ہے تو ادا ہو جائے گا۔

﴿بَابُ اِدْرَاكِ الْفَرِيضَةِ﴾

اِذَا شَرَعَ فِيْ فَرْضٍ مُنْفَرِداً فَاُقِيْمَتِ الْجَمَاعَةُ قَطَعَ وَاقْتَدىٰ اِنْ لَمْ يَسْجُدْ لِمَا شَرَعَ فِيْهِ اَوْ سَجَدَ فِيْ غَيْرِ رُبَاعِيَّةٍ وَاِنْ سَجَدَ فِيْ رُبَاعِيَّةٍ ضَمَّ رَكْعَةً ثَانِيَةً وَسَلَّمَ لِتَصِيْرَ الرَّكْعَتَانِ لَهُ نَافِلَةً ثُمَّ اقْتَدىٰ مُفْتَرِضاً وَاِنْ صَلّٰى ثَلاَثاً اَتَمَّهَا ثُمَّ اقْتَدىٰ مُتَنَفِّلاً اِلاَّ فِي الْعَصْرِ وَاِنْ قَامَ لِثَالِثَةٍ فَاُقِيْمَتْ قَبْلَ سُجُوْدِهٖ قَطَعَ قَائِماً بِتَسْلِيْمَةٍ فِي الْاَصَحِّ وَاِنْ كَانَ فِيْ سُنَّةِ الْجُمُعَةِ فَخَرَجَ الْخَطِيْبُ اَوْ فِيْ سُنَّةِ الظُّهْرِ فَاُقِيْمَتْ سَلَّمَ عَلٰى رَأْسِ الرَّكْعَتَيْنِ وَهُوَ الْاَوْجَهُ ثُمَّ قَضَى السُّنَّةَ بَعْدَ الْفَرْضِ.

ترجمہ:۔ فرض کا پالینا:۔ جب کسی نے فرض نماز کو تنہا شروع کر دیا پھر اقامت کہی جانے لگی تو اس نماز کو ختم کر دے اور امام کے پیچھے ہو لے اگر سجدہ نہ کیا ہو جس کو اس نے شروع کیا تھا، یا چار رکعت والی کے علاوہ میں سجدہ کر لیا تھا اور اگر چار رکعت والی میں سجدہ کر لیا تو اب ایک اور ملائے تاکہ دو رکعت نفل ہو جائے اس کے بعد امام کے پیچھے فرض کی نیت باندھ لے اور اگر تین رکعت پڑھ لی ہے تو اب اس کو پوری کرے پھر نفل کی نیت سے اقتداء کر لے مگر عصر میں ایسا نہیں کرے گا اور اگر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہوا تھا اور ابھی سجدہ نہیں کیا تھا کہ اقامت کہہ دی گئی تو کھڑے کھڑے سلام پھیر کر ختم کر دے صحیح مذہب کے مطابق اور اگر جمعہ کی سنت پڑھ رہا تھا کہ خطیب نکل گیا یا ظہر کی سنت پڑھ رہا تھا کہ اقامت کہہ دی گئی تو دو ہی رکعت پر سلام پھیر دے یہی زیادہ مدلل ہے اور فرض کے بعد سنت کی قضا کرے۔

تشریح و مطالب:۔ ابھی تک مصنفؒ فرائض و نوافل کو بیان کر رہے تھے اب اس سے فارغ ہونے کے بعد ایک مشترکہ مسئلہ بیان کر رہے ہیں۔

ادراك: کسی عبادت کا قصداً جان بوجھ کر بلا کسی عذر کے ختم کر دینا حرام ہے لیکن یہاں پر ایک کامل چیز کے لئے عبادت ختم کی جا رہی ہے، یہ اسی چیز کو کامل کرنے کے لئے ہے، کیونکہ جماعت سے نماز پڑھنی سنت مؤکدہ ہے لہٰذا کمال اسی وقت ہو گا جب اسے جماعت سے ادا کی جائے، جس طریقہ سے مسجد کا توڑنا فی نفسہ حرام ہے لیکن اگر اسے از سر نو بنانے کے لئے اور اس میں مضبوطی لانے کے لئے توڑی جائے تو جائز ہے یہ تو ایسی صورت تھی کہ نماز کو بلا کسی عذر کے ختم کیا جا رہا ہے ہاں اگر عذر ہو تو اس میں بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اس سے نماز کو توڑ دیا جاتا ہے اور بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جس سے نماز کو نہیں توڑا جاتا۔

فی فرض :اسے مطلق لاکر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ فرض نماز جسے اس وقت پڑھ رہا ہے خواہ یہ ادا ہو یا قضا دونوں کا یہی حکم ہے، اسی طریقہ سے فرض کو لاکر نفل کو الگ کر دیا اسلئے کہ وہ اقامت کہنے کی وجہ سے توڑی نہیں جاتی ہے بلکہ اسکو دو رکعت کے ساتھ پوری کر لیا جاتا ہے اسلئے کہ اس میں توڑنا ابطال کیلئے ہوتا ہے اکمال کیلئے نہیں ۔

قطع : یہاں پر اسے مطلق ذکر کیا لہٰذا اس میں دونوں صورتیں شامل ہو گئیں خواہ وہ سلام سے نماز کو توڑے یا کسی اور فعل سے خواہ وہ رکوع کرنے والا ہو یا سجدہ کرنے والا اگر قیام کی حالت میں ہے تو بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ ایک سلام پھیر کر نماز کو ختم کر دے گا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ دو سلام، اور بعض حضرات تو کہتے ہیں کہ اسی حالت میں بیٹھ جائے اور سلام پھیر دے۔

فاقیمت :اگر مؤذن نے تکبیر شروع کر دی تو اس کا توڑنا ضروری نہیں یہاں تک کہ امام نیت باندھ لے۔

غیر رباعیة :اسے چار کے ساتھ اس وجہ سے مقید کر دیا کہ اگر نماز دو رکعت والی ہو یا تین رکعت والی تو اس میں دو رکعت پوری نہیں کرے گا بلکہ فوراً نماز کو ختم کر دیگا۔ لہٰذا اگر دو رکعت والی نماز ہے مثلاً فجر کی یا تین رکعت والی ہے جیسے مغرب کی تو سجدہ کرنے کے بعد سلام پھیر دے گا اس لئے کہ اگر دو رکعت والی میں ایک رکعت اور ملا لے گا تو نماز پوری ہو جائے گی اور فجر میں جماعت فوت ہو جائے گی اس لئے کہ فجر کی نماز کے بعد نفل نہیں پڑھ سکتا اور اگر یہاں پر ایک رکعت کو ملا رہا ہے تو یہ فجر کی نماز پوری ہو جائے گی اور اس کے بعد نفل کی نیت سے اقتداء نہیں کر سکتا، اسی طریقہ سے مغرب میں کہ اس میں للاکثر حکم الکل ہے اور نفل میں تین رکعت نہیں ہوتی اور اگر یہ چار رکعت پوری کرے تو امام کی مخالفت لازم آئے گی کہ امام تو تین رکعت پڑھ رہا ہے اور مقتدی چار۔

فی الاصح : شمس الائمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر وہ قعدے کیلئے نہیں لوٹا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اسی قول کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

ان کان :اگر کوئی شخص جمعہ کی سنت پڑھ رہا تھا اسی درمیان میں خطیب خطبہ کے لئے نکل آیا یا اسی طریقہ سے ظہر کی سنت پڑھ رہا تھا کہ اقامت کہہ دی گئی تو ان دونوں صورتوں میں سنت کو توڑ دے گا اور جمعہ میں خطیب کا خطبہ سنے گا اور ظہر میں امام کی اقتداء کرے گا۔

الاوجه : علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ظہر کی سنت اور جمعہ کی سنت میں اگر اقامت کہہ دی جائے یا خطیب نکل جائے تو پوری کی جائے گی یا نہیں۔

الالوالجی :اور اسی طریقہ سے صاحب مبتغی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ چار پوری کرے اس لئے کہ ایک ہی نماز ہے اور یہاں پر ابطال اکمال کے لئے نہیں ہے اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ دو رکعت کے شروع پر ختم کر دے لیکن مصنفؒ نے اس دوسرے قول کو اختیار کیا ہے اس لئے کہ اس کے دلائل مصنفؒ کے پاس زائد ہیں صاحب فتح القدیر نے اس کی یہ توجیہہ کی ہے کہ فرض کی ادائیگی کے بعد اسے قضاء کیا جا سکتا ہے۔

وَمَنْ حَضَرَ وَالاِمَامُ فِی صَلٰوۃِالفَرْضِ اِقْتَدٰی بِہٖ وَلَایَشْتَغِلُ عَنْہُ بِالسُّنَّۃِ اِلاَّ فِی الفَجْرِ اِنْ اَمِنَ فَوْتَہٗ وَاِنْ لَمْ یَامَنْ تَرَکَھَاوَلَمْ تُقْضَ سُنَّۃُ الفَجْرِ اِلاَّ بِفَوْتِھَا مَعَ الفَرْضِ وَقَضیٰ السُّنَّۃَ الَّتِیْ قَبْلَ الظُّھْرِ فِیْ وَقْتِہٖ قَبْلَ شَفْعِہٖ وَلَمْ یُصَلِّ الظُّھْرَ جَمَاعَۃً بِاِدْرَاکِ رَکْعَۃٍ بَلْ اَدْرَکَ فَضْلَھَا وَاخْتُلِفَ فِی مُدْرِکِ الثَّلاثِ وَیَتَطَوَّعُ قَبْلَ الفَرْضِ اِنْ اَمِنَ فَوْتَ الوَقْتِ وَاِلاَّ فَلاَ وَمَنْ اَدْرَکَ اِمَامَہٗ رَاکِعاً فَکَبَّرَ وَوَقَفَ حَتّٰی رَفَعَ الاِمَامُ رَاْسَہٗ لَمْ یُدْرِکِ الرَّکْعَۃَ وَاِنْ رَکَعَ قَبْلَ اِمَامِہٖ بَعْدَ قِرَائَۃِ الاِمَامِ مَاتَجُوْزُ بِہٖ الصَّلٰوۃُ فَاَدْرَکَہٗ اِمَامُہٗ فِیْہِ صَحَّ وَاِلاَّ لاَ۔

ترجمہ:۔ اور جو شخص اس حال میں آیا کہ امام فرض نماز پڑھ رہا تھا تو امام کی اقتداء کرلے اور سنتوں میں مشغول نہ ہو مگر فجر کی سنت پڑھ کر شریک ہو اگر فرض نماز کے ختم ہونے کا خطرہ نہ ہو اور اگر اسے اندیشہ ہو تو اسے چھوڑ دے گا اور فجر کی سنتیں فرض کے ساتھ فوت ہونے کی شکل میں ہی ادا کی جائیں گی، اور ظہر سے قبل کی سنت اسکے وقت میں دوگانہ سنتوں سے پہلے ادا کرے اور ظہر کی نماز ایک رکعت پانے سے نہیں پڑھی جائے گی، بلکہ اسکے بچے کھچے کو پانے والا ہوگا اور تین رکعت کے پانے والے کے بارے میں اختلاف ہے، فرض سے پہلے نفل پڑھے اگر وقت کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو اور اگر خطرہ ہو تو نہ پڑھے۔ اور جس نے امام کو رکوع کی حالت میں پالیا پس تکبیر کہی اور کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ امام نے اپنے سر کو اٹھالیا تو اسے رکعت کا پانے والا نہیں کہا جائے گا اور اگر اپنے امام سے پہلے رکوع کرلیا اتنی قرأت کے بعد کہ جس سے نماز جائز ہو جائے اور اس میں امام کو پالیا تھا تو اس کا رکوع صحیح ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

تشریح و مطالب:۔ **ولایشغل:۔** اسکو مطلق ذکر کیا تاکہ اس میں یہ دونوں صورتیں شامل ہو جائیں کہ نماز میں سے کچھ فوت ہونے کا خطرہ ہو یا تمام کے لیکن یہ صورت مسجد کی ہے ہاں اگر وہ مکان میں ہو تو اسوقت یہ بات نہیں ہوگی بلکہ وہ پہلے سنتوں کا پڑھے گا پھر اس کے بعد فرض کو۔

الافی الفجر:۔ اگر فجر میں جماعت کھڑی ہو جائے تب بھی یہ شخص فجر کی سنتیں ادا کرے گا، لیکن اگر یہ شخص مسجد میں ہو تو جماعت سے ہٹ کر ادا کرے گا اس لئے کہ اگر صف کے بغل میں کھڑا ہو کر سنت پڑھے گا تو یہ کراہت تحریمی ہوگی اور فقہاء کا قاعدہ ہے کہ جہاں پر کراہت آجائے وہاں پر سنت کو ترک کردیا جائے گا۔ صاحب ہدایہ نے مکان کے بارے میں یہاں تک تخصیص کردی ہے کہ مسجد کے دروازہ پر پڑھی جائے لیکن اگر درمیان میں کچھ جگہ خالی ہو اور یہ ایسی جگہ پڑھ رہا ہو کہ جس سے جماعت کی مخالفت کا اشتباہ نہ ہوتا ہو تو کوئی کراہت نہیں، مثلاً گرمیوں میں عام طور سے نماز سایہ میں ہوتی ہے اور یہ کسی ایسی جگہ پر ہو جہاں پر سایہ نہ ہو تو اتنی دوری پر پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس بات کا خیال رہے کہ جماعت فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو، اب جماعت میں کہاں تک شریک ہو سکتا ہے؟ اس میں کتنی وسعت و گنجائش ہے؟ تو فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر ایک رکعت مل جانے کی امید ہو تو فجر کی سنت پڑھ لے اور اگر ایک رکعت نہ ملے تو اکثر فقہاء کا یہی مسلک ہے کہ فجر کی سنتوں کو ترک کردیا جائے۔ اور یہی ظاہر مذہب ہے اور

بعض احناف فرماتے ہیں کہ اگر تشہد مل جانے کی امید ہو تب بھی سنتوں کو پڑھ لے اس بارے میں احناف کا اختلاف ہے کہ اگر فجر کی سنت چھوٹ جائے تو سورج نکلنے کے بعد اسے پڑھ سکتا ہے یا نہیں، بہر حال سورج نکلنے سے پہلے تو تمام حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس وقت سنت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے سورج نکلنے کے بعد امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ زوال تک پڑھ سکتا ہے لیکن امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کا مسلک یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد نہ پڑھے۔ امام محمدؒ کی دلیل یہ حدیث ہے **من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلیها بعد ما تطلع الشمس** نیز امام محمدؒ کے نزدیک اگر نہیں پڑھا تو کوئی مضائقہ نہیں اور اگر پڑھ لیا تو نفل ہو گی۔

وقضی السنة :۔ یہاں سے دو چیزیں بیان کر رہے ہیں ایک قضا اور ایک اس کا وقت۔ بہر حال قضا تو اس میں علماء کا اختلاف ہے لیکن صحیح مسلک یہی ہے کہ قضا کی جائے بہر حال اس کا محل یعنی کب ادا کی جائے تو اس میں شیخین کا اختلاف ہے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ پہلی دو رکعتوں کو مقدم کیا جائے اور اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ چار رکعتیں اپنے موضع اصلی سے ہٹ گئی ہیں، لہٰذا اب ان دو رکعتوں کو بلا کسی ضرورت کے مؤخر نہ کیا جائے گا مصنفؒ کے نزدیک یہی بہتر ہے۔ مگر شیخ الادبؒ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ پہلے دو رکعت پڑھ لی جائیں اس کے بعد چار رکعت پڑھی جائے اور اس کی تائید میں حضرت عائشہؓ کی حدیث پیش کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی سنتیں پہلے نہ پڑھ سکتے تو دو رکعت کے بعد ادا فرماتے تھے جمعہ سے پہلے کی چار رکعت سنتوں کا بھی یہی حکم ہے اور اس میں یہی دو قول ہے۔

ولم یصل :۔ اس مسئلہ کا تعلق در حقیقت قسم اور عہد کے مسائل سے ہے یعنی اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ اگر آج ظہر کی نماز جماعت سے پڑھوں تو میرا غلام آزاد ہے تو اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر اس شخص کو صرف ایک رکعت جماعت سے ملی تو اس کی قسم پوری ہوئی یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک رکعت کے ملنے کو عرفاً باجماعت ادا کرنا نہیں کہا جاتا لہٰذا اس شخص کی قسم پوری نہیں ہوئی اور نہ غلام آزاد ہو گا۔ البتہ ایک رکعت بلکہ قاعدہ اخیرہ مل جانے پر بھی جماعت کا ثواب مل جائے گا کیونکہ ملنے نہ ملنے کا مدار آخری حصہ پر ہوتا ہے۔ (مراقی الفلاح)

والا فلا :۔ اگر فرض سے پہلے سنت پڑھنے میں یہ خطرہ ہو کہ فرض نماز نہ ملے گی تو اس صورت میں نماز نہیں پڑھی جائے گی لیکن مصنفؒ کے اس کلام میں اجمال ہے، اور اس میں تفصیل کی ضرورت ہے اور وہ یہ کہ سنت کی دو قسمیں ہیں (۱) سنت مؤکدہ اور وہ یہ ہے کہ جس پر حضور ﷺ نے مداومت فرمائی ہو، اور دوسری غیر مؤکدہ اور مصلی دو حال سے خالی نہ ہو گا یا تو تنہا پڑھ رہا ہو گا یا جماعت سے پس اگر وہ جماعت سے پڑھ رہا ہے تو سنت مؤکدہ کو حتمی طور پر ادا کرے گا اور اگر تنہا پڑھ رہا ہے تو اس کو اختیار ہو گا اگر چاہے تو سنت مؤکدہ پر زیادتی کرے اور اگر چاہے تو زیادتی نہ کرے۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)

وقف الخ : یہ قید اتفاقی ہے اس لئے کہ اگر تکبیر کے بعد ٹھہرا نہیں بلکہ جھک گیا اور امام نے اس کے رکوع سے پہلے سر کو اٹھا لیا تو اس وقت بھی اسے رکعت کا پانے والا نہیں کہا جائے گا۔

وَكُرِهَ خُرُوْجُهُ مِنْ مَسْجِدٍ اُذِّنَ فِيْهِ حَتّٰى يُصَلِّيَ اِلاَّ اِذَا كَانَ مُقِيْمَ جَمَاعَةٍ اُخْرٰى وَاِنْ خَرَجَ بَعْدَ صَلٰوتِهٖ مُنْفَرِداً لاَيُكْرَهُ اِلاَّ اِذَا اُقِيْمَتِ الْجَمَاعَةُ قَبْلَ خُرُوْجِهٖ فِي الظُّهْرِ وَالْعِشَاءِ فَيَقْتَدِيْ فِيْهِمَا مُتَنَفِّلاً وَلاَ يُصَلّٰى بَعْدَ صَلٰوةٍ مِثْلُهَا.

ترجمہ:۔ اور اس مسجد سے کہ جس میں اذان دے دی گئی ہو نکلنا مکروہ ہے، یہاں تک کہ نماز ادا کرلے مگر جب کہ کسی دوسری جگہ اسے جماعت قائم کرنی ہو اور اگر تنہا نماز پڑھ کر نکلا ہے تو مکروہ نہیں مگر جب کہ اسکے نکلنے سے پہلے اقامت کہدی گئی ہو ظہر اور عشا میں، پس اقتداء کرے گا ان دونوں میں نفل کی نیت سے اور اس کے بعد اس جیسی نماز نہ پڑھی جائیگی۔

تشریح ومطالب:۔ **مسجد:**۔ مصنفؒ نے اسے مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر اسکے دخول سے پہلے اذان کہی گئی ہو یا داخل ہونے کے بعد دونوں صورتیں برابر ہیں، نکلنا اس وجہ سے مکروہ قرار دیا گیا ہے کہ دیکھنے والے اس کے بارے میں برا خیال کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھتا، نیز حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے **من ادرك الاذان في المسجد ثم خرج لم يخرج لحاجة وهو لايريد الرجوع فهو منافق**۔ (ابن ماجۃ) نیز ایک روایت امام مسلمؒ نے نقل کی ہے **انه قال لرجل خرج من المسجد بعد ماأذن فيه اما هذا فقد عصى ابا القاسم صلى الله عليه وسلم**۔

الااذا کان: جیسے نکلنے والا اگر کسی جگہ کا امام ہو تو اب یہ نکل سکتا ہے اور اسکے نکلنے میں کوئی کراہت نہیں ہے اسلئے کہ لوگ اس کا انتظار کر رہے ہونگے اور اسے وہاں نماز پڑھانی ہے لہٰذا ضرورت کے پیش نظر اسکے نکلنے میں کوئی کراہت نہیں۔

ان خرج: اگر کوئی شخص اذان کے بعد مسجد میں تنہا نماز پڑھ لے تو اب یہ اقامت سے قبل نکل سکتا ہے، اس کے نکلنے میں کوئی کراہت نہیں ہے لیکن اگر اقامت کہہ دی گئی تو یہ نماز ظہر یا عشاء کی ہے تو اسے چاہئے کہ ان دونوں میں نفل کی نیت سے شریک ہو جائے بہر حال عصر اور مغرب اور فجر میں اس وجہ سے نفل کی نیت سے شریک نہ ہوگا کہ عصر اور فجر کے بعد نفل مکروہ ہے اور مغرب میں اس وجہ سے کہ نفل نماز تین رکعت نہیں اب اگر یہ چار پڑھے گا تو امام کی مخالفت لازم آئے گی، لہٰذا صرف دو ہی نمازوں میں نفل کی نیت سے شریک ہو سکتا ہے۔

لایصلی: یہ ایک حدیث کا ترجمہ ہے اس کے چند معانی بیان کئے گئے ہیں (۱) دو رکعت قرأت سے اور دو رکعت بلا قرأت نہ پڑھی جائیں (۲) ثواب کے شوق میں بار بار فرض نہ پڑھے جائیں (۳) بلا وجہ فساد کا وہم ہو گیا تو نماز نہ لوٹائی جائے (۴) اسی جگہ دوبارہ اس نماز کی جماعت نہ کی جائے (مراقی الفلاح، طحطاوی)

بَابُ سُجُوْدِ السَّهْوِ

يَجِبُ سَجْدَتَانِ بِتَشَهُّدٍ وَتَسْلِيْمٍ لِتَرْكِ وَاجِبٍ سَهْواً وَاِنْ تَكَرَّرَ وَاِنْ كَانَ تَرَكَهُ عَمَداً اَثِمَ وَوَجَبَ اِعَادَةُ الصَّلٰوةِ لِجَبْرِ نُقْصَانِهَا وَلاَ يَسْجُدُ فِي الْعَمَدِ لِلسَّهْوِ وَقِيْلَ اِلاَّ فِيْ ثَلاَثٍ تَرْكُ الْقُعُوْدِ الاَوَّلِ اَوْتَاخِيْرُ

سَجْدَةٍ مِنَ الرَّكْعَةِ الاُوْلىٰ اِلىٰ آخرِ الصَّلوٰةِ وَتفكُّرُهُ عَمداً حتىّٰ شغلَهُ عَنْ رُكنٍ وَيسَنُّ الاِتيَانُ بسُجُوْدِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلاَمِ وَيكْتَفِيْ بتَسْلِيمٍ وَاحِدٍ عَنْ يَمِيْنِهِ فِيْ الاَصَحِّ فَاِنْ سَجدَ قَبْلَ السَّلاَمِ كُرِهَ تنزِيْهاً وَتسقُطُ سُجُوْدُ السَّهْوِ بطلُوْعِ الشَّمْسِ بَعْدَ السَّلاَمِ فِيْ الْفَجْرِ وَاِحْمِرَارِهَا فِيْ الْعَصْرِ وَبوُجُوْدِ مَايَمنَعُ الْبناءَ بَعْدَ السَّلاَمِ.

ترجمہ:۔ سجدۂ سہو:۔ کسی واجب کو بھول کر چھوڑنے کی وجہ سے دو سجدے تشہد اور سلام کے ساتھ واجب ہوتے ہیں، اور کسی رکن کے مکرر ہونے کی وجہ سے اور اگر جان بوجھ کر چھوڑ دیا ہے تو گنہگار ہوگا اور نماز کا اعادہ واجب ہوگا اسی نقصان کو پورا کرنے کے لئے، اور قصداً چھوڑ دینے کی شکل میں سجدہ سہو نہیں ہوگا اور کہا گیا ہے کہ تین چیزوں کو جان بوجھ کر چھوڑ دینے میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، قعدۂ اولیٰ کے چھوڑ دینے کی وجہ سے رکعت اولیٰ کے سجدے کو آخری نماز تک مؤخر کرنے کی وجہ سے اور اس کے جان بوجھ کر سوچنے کی وجہ سے یہاں تک کہ وہ مشغول رہ گیا ہو ایک رکن سے، اور سنت ہے سجدۂ سہو کا سلام کے بعد کرنا، اور کافی ہو جاتا ہے ایک سلام دائیں طرف پھیرنے سے صحیح مذہب میں، پس اگر سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کر لیا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اور سجدۂ سہو سلام کے بعد طلوع شمس کی وجہ سے فجر میں اور احمرار کی وجہ سے عصر میں ساقط ہو جاتا ہے اور اس چیز کے پائے جانے کی وجہ سے کہ سلام کے بعد جس پر بناء کرنا ممنوع ہو۔

تشریح و مطالب:۔ ابھی تک مصنفؒ ادا اور قضاء نفل اور سنت کا بیان کر رہے تھے لیکن بعض صورتیں اس میں ایسی پیش آجاتی ہیں کہ جس کی وجہ سے اس میں نقص پیدا ہو جاتا ہے لہٰذا اس کی تلافی کی بھی کوئی صورت ہونی چاہئے اب انہی احکام کو یہاں سے بیان کر رہے ہیں، چونکہ کسی چیز میں اصل اسکا کامل ہوتا ہے نقص کسی عارض کی بنا پر ہوتا ہے اس لئے پہلے اصل کو بیان کیا اور نقص کی صورت کو بعد میں۔

یجب: سجدۂ سہو واجب ہے یا سنت اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اکثر علماء اس کو واجب قرار دیتے ہیں اس لئے کہ اس سے ایک قسم کے نقصان کی تلافی ہوتی ہے جس طریقہ سے حج میں کوئی کمی ہو جانے کی بنا پر دم دینا پڑتا ہے لہٰذا یہ واجب ہی ہو سکتا ہے، نیز حضور ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے اور خود اس پر مواظبت فرمائی ہے جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ضمناً یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ واجب کے ترک پر سجدۂ سہو لازم ہوگا، سنت وغیرہ پر نہیں، اس لئے کہ سنت وغیرہ فی نفسہ واجب نہیں ہوتے اس لئے اسکا پورا کرنا بھی واجب نہ ہوگا، نیز اگر واجب کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا، تو اس کو سجدۂ سہو سے پورا نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ احادیث میں سجدۂ سہو اس وقت کرنے کو کہا گیا ہے جب کوئی واجب سہواً چھوٹ گیا ہو کیونکہ رکن کا ترک ہو جانا نماز کو باطل اور فاسد کر دیتا ہے (ہدایہ) لیکن صاحب قدوری نے سجدۂ سہو کو سنت قرار دیا ہے لیکن یہ ممکن ہے کہ بعض نسخوں میں سہواً سنت آگیا ہو اور بعض میں واجب چونکہ احادیث میں کثرت سے اس کا حکم ہے لہٰذا زیادہ صحیح یہی ہے کہ اسے واجب ہی کہا جائے۔

سجدتان: اسلئے کہ حدیث میں ہے ان النبی ﷺ سہی فسجد سجدتین ثم تشہد ثم سلم (ترمذی)

تسلیم : مصنفؒ نے یہاں پر مطلق ذکر کیا ہے اس لئے کہ نماز میں جو سلام پھیرا جاتا ہے وہ دونوں طرف ہوتا ہے اور سجدۂ سہو میں ایک طرف سلام پھیرا جائے گا۔

واجب :۔اسے بھی مطلق ذکر کیا تا کہ یہ بات ثابت ہو جائے کہ صرف واجب ہی کے ترک کر دینے پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا بلکہ اگر واجب کو مقدم یا مؤخر کر دیا ہے تب بھی سجدۂ سہو لازم ہوگا، نیز واجب کہہ کر اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ صرف واجب کے ترک پر سجدۂ سہو لازم ہوگا سنت کے ترک پر نہیں۔

وان تکرر :اسے بھی مطلق ذکر کیا تا کہ اس میں یہ شامل ہو جائے کہ اگر کوئی واجب دو مرتبہ ہو گیا ہے تب بھی ایک مرتبہ سجدۂ سہو کر لینے سے نقصان پورا ہو جائے گا۔

الافی ثلاث :اگر کسی شخص نے جان بوجھ کر واجب کو ترک کر دیا ہے تو یہ نقصان سجدۂ سہو سے ختم نہ ہوگا مگر تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر جان بوجھ کر کیا ہے تو اس کی تلافی سجدۂ سہو سے ہو جاتی ہے (۱) قعدۂ اولیٰ کا جان بوجھ کر چھوڑ دینا (۲) رکعت اولیٰ کا سجدہ نماز کے اخیر میں کیا ہو (۳) یا جان بوجھ کر کوئی چیز سوچنے لگا اور اس قدر مشغول ہوا کہ ایک رکن کی مقدار سوچتا ہی رہا تو اب سجدہ سہو کر لینے سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ مصنفؒ نے یہاں پر تین ہی کا ذکر کیا حالانکہ دو چیزیں اور ہیں کہ ان کے کر لینے کے بعد سجدۂ سہو سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے (۱) قعدۂ اولیٰ میں درود پڑھ لینے سے (۲) جان بوجھ کر فاتحہ کو ترک کر دینے سے۔

یسن : سنت طریقہ یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کیا جائے لیکن امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ سلام سے قبل سجدہ سہو کرے۔

فی الاصح : سجدۂ سہو کے لئے ایک طرف اس وجہ سے سلام پھیرے گا تا کہ نماز کے سلام اور سجدۂ سہو کے سلام میں فرق ہو جائے۔

کرہ تنزیھاً :اگر کسی شخص نے سلام پھیرنے سے قبل سجدۂ سہو کر لیا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اور مکروہ تنزیہی اس وجہ سے ہے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، بعض حضرات کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

یسقط : اگر فجر کی نماز پڑھ رہا تھا اور اس میں کسی واجب کو ترک کر دیا اور یہ فجر کی نماز ایسے وقت میں ادا کر رہا تھا اور اب سورج زردی مائل ہو گیا تو اسوقت بھی سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا۔

وَيَلْزَمُ الْمَامُوْمَ بِسَهْوِ اِمَامِهٖ لَابِسَهْوِهٖ وَيَسْجُدُ الْمَسْبُوْقُ مَعَ اِمَامِهٖ ثُمَّ يَقُوْمُ بِقَضَاءِ مَاسُبِقَ بِهٖ وَلَوْ سَهَا الْمَسْبُوْقُ فِيْمَا يَقْضِيْهِ سَجَدَ لَهٗ اَيْضاً لَا اللَّاحِقُ وَلَا يَاْتِی الْاِمَامُ بِسُجُوْدِ السَّهْوِ فِی الْجُمُعَةِ وَالْعِيْدَيْنِ وَمَنْ سَهَا عَنِ الْقُعُوْدِ الْاَوَّلِ مِنَ الْفَرْضِ عَادَ اِلَيْهِ مَا لَمْ يَسْتَوِ قَائِماً فِیْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَهُوَالْاَصَحُّ وَالْمُقْتَدِیْ كَالْمُتَنَفِّلِ يَعُوْدُ وَلَوِاسْتَتَمَّ قَائِماً فَاِنْ عَادَ وَهُوَ اِلَی الْقِيَامِ اَقْرَبُ سَجَدَ لِلسَّهْوِ وَاِنْ كَانَ اِلَی الْقُعُوْدِ اَقْرَبَ لَا سُجُوْدَ عَلَيْهِ فِی الْاَصَحِّ وَاِنْ عَادَ بَعْدَ مَااسْتَتَمَّ قَائِماً اِخْتَلَفَ التَّصْحِيْحُ فِیْ فَسَادِ صَلٰوتِهٖ وَاِنْ سَهَا عَنِ الْقُعُوْدِ الْاَخِيْرِ عَادَ مَا

لَمْ يَسْجُدْ وَسَجَدَ لِتَاخِيْرِهٖ فَرْضَ الْقُعُوْدِ فَاِنْ سَجَدَ صَارَ فَرْضُهٗ نَفْلاً وَضَمَّ سَادِسَةً اِنْ شَاءَ وَلَوْ فِي الْعَصْرِ وَرَابِعَةً فِي الْفَجْرِ وَلاَ كَرَاهَةَ فِي الضَّمِّ فِيْهِمَا عَلَى الصَّحِيْحِ وَلاَ يَسْجُدُ لِلسَّهْوِ فِي الْاَصَحِّ.

ترجمہ:۔ مقتدی کو امام کے سہو سے سجدہ لازم ہوتا ہے خود اسکے سہو سے لازم نہیں ہوتا، مسبوق اپنے امام کے ساتھ سجدہ کرے گا پھر فوت شدہ رکعات کی قضا کیلئے کھڑا ہوگا اور اگر مسبوق کوئی چیز بھول گیا جبکہ وہ اپنی رکعت کی قضاء کر رہا تھا تو اسکے لئے سجدۂ سہو کرے گا نہ کہ جن میں وہ مسبوق ہوا، اور امام جمعہ اور عیدین میں سجدہ سہو نہیں کرے گا اور جو شخص فرض نماز کے قعدۂ اولیٰ کو بھول گیا تو جب تک سیدھا نہ کھڑا ہو اسکی طرف لوٹ آئے یہ ظاہر روایت میں ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے اور مقتدی نفل نماز پڑھنے والے کی طرح لوٹ آئے اگرچہ پورا کھڑا ہو گیا ہو، اگر وہ لوٹتا ہے اس حال میں کہ وہ قیام کے زیادہ قریب تھا تو سجدۂ سہو کرے گا اور اگر بیٹھنے کے زیادہ قریب تھا تو صحیح مذہب کے مطابق سجدۂ سہو نہ کرے گا اور اگر پورا کھڑا ہونے کے بعد لوٹتا ہے تو فساد نماز کے بارے میں مختلف اقوال ہیں اور اگر قعدۂ اخیرہ کو بھول گیا تو جب تک سجدہ نہ کیا تو بیٹھنے کے فرض کو مؤخر کرنے کی وجہ سے سجدہ سہو کرے پس اگر اس نے سجدۂ سہو کر لیا تو اس کا فرض نفل ہو جائے گا اور اگر چاہے تو چھٹی رکعت کو ملالے خواہ عصر کی نماز میں ہو، اور چار کرلے فجر میں اور ان دونوں نمازوں میں رکعات کے ملانے پر کراہت نہیں ہے صحیح مذہب کے مطابق اور سجدۂ سہو نہیں کرے گا صحیح مسلک میں۔

تشریح و مطالب:۔ **یلزم المأموم:۔** یعنی اگر امام کو سجدۂ سہو لاحق ہو گیا تو مقتدی بھی سجدۂ سہو کریں گے اس لئے کہ وہ اس امام کے تابع ہیں **قال علیه الصلوٰة والسلام الامام لکم ضامن یرفع عنکم سهوکم وقراتکم** (مراقی الفلاح) نیز حضور ﷺ کے بارے میں احادیث میں آتا ہے کہ آپ نے سجدۂ سہو فرمایا تو آپ کے ساتھ صحابہؓ نے بھی سجدہ میں شرکت کی اور آپ کے ساتھ سجدۂ سہو کیا۔ نیز مصنفؒ مطلق بیان کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ مقتدی کو خواہ جس وقت سہو ہوا ہے امام کے ساتھ شریک رہا ہو یا نہ رہا ہو دونوں برابر ہیں اب اگر کوئی امام کے ساتھ اس وقت آکر ملا کہ جب امام ایک سجدہ سہو کر چکا تھا تو اب یہ دوسرے سجدہ کو نہیں کرے گا جیسا کہ اگر یہ سجدۂ سہو کے بعد آکر ملتا تو سجدہ نہ کرتا، نیز المأموم مطلق لا کر اس طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس حکم میں مدرک، لاحق، مسبوق تمام کے تمام شامل ہیں، اور تمام لوگوں کے اوپر سجدۂ سہو ہوگا۔ اسی طرح سے وہ مقتدی خواہ مقیم ہوں یا مسافر سب اس حکم میں برابر ہیں۔

لا بسهوه: یعنی اگر مقتدی سے کوئی واجب ترک ہو گیا اور وہ امام کی اقتداء کر رہا ہے تو اب اس پر سجدۂ سہو نہیں ہوگا اس لئے کہ اگر یہ سجدۂ سہو کرے گا تو امام کی مخالفت لازم آئے گی۔

ولو سها المسبوق: یعنی مسبوق جب اپنی بقیہ ماندہ نماز کو ادا کرنے لگے اور اس کو اس میں سہو پیش آجائے تو اب اس کو امام کے ساتھ سجدہ سہو کرنا کافی نہ ہوگا بلکہ اب یہ خود سجدۂ سہو کرے گا۔

لا یاتی الامام: یعنی اگر امام کو جمعہ میں یا اسی طرح سے عیدین میں کوئی سہو ہو گیا تو اب یہ سجدہ نہ کرے گا اس

لئے کہ اس میں ہر طرح کے لوگ شامل ہوتے ہیں بعض سجدہ کو جانتے بھی نہیں، اور اس میں لوگوں کو پریشانی ہوگی، اس مسئلہ میں متقدمین اور متاخرین کے اندر کچھ اختلاف ہوگیا ہے حضرات متقدمین فرماتے ہیں کہ سجدۂ سہو کرے اور حضرات متاخرین فرماتے ہیں کہ واجب نہیں (کما صرح بہ فی الدر المختار) بعض حضرات نے صراحت کی ہے کہ اگر مجمع زائد ہو تو ترک کر دیا جائے ورنہ ادا کرنا اولیٰ ہے (شامی)

هو الاصح: جس نے فرض نماز کے قعدۂ اولیٰ کو بھول کر چھوڑ دیا تو اگر وہ ابھی سیدھا کھڑا نہیں ہوا ہے تو اس کو کرے اور یہی اصح ہے، صاحب قدوری، صاحب ہدایہ و شرح وقایہ وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

المقتدی یعنی اگر صرف مقتدی کھڑا ہو گیا ہے تو یہ لوٹ آئے جس طرح اگر نفل پڑھنے والا کھڑا ہو گیا تو وہ لوٹ آتا ہے

ان سها عن القعود الاخيرة: یہاں قعدہ اخیرہ سے مراد وہ قعدہ ہے جو فرض ہے اسلئے کہ دو رکعت والی نماز میں صرف ایک ہی قعدہ ہوتا ہے اسے اخیرہ اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ نماز کے اخیر میں ہوتا ہے اسے مطلق لاکر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر بالکل نہیں بیٹھا یا صرف زیادہ بیٹھا کہ وہ تشہد کے مقدار بھی نہیں تھا ہاں اگر مقدار تشہد بیٹھ گیا تو اسکی فرضیت ساقط ہو گئی اب اگر اسکے بعد بات کیا تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ قعدۂ اخیرہ کے بھولنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ نماز ظہر کی ہے اور وہ چار رکعت کے بعد بیٹھا نہیں حالانکہ اسے بیٹھنا چاہئے تھا اس لئے کہ قعدہ اخیرہ فرض ہے اور یہ پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا اور اب اسکا سجدہ بھی کر لیا تو اب یہ نماز فرض نہ رہی بلکہ نفل ہو گئی اب اگر یہ چاہے تو ایک رکعت اور پڑھ لے تاکہ چھ رکعت نفل ہو جائے اگرچہ یہ واقعہ عصر اور فجر ہی میں کیوں نہ پیش آیا ہو۔

على الصحيح: یعنی صحیح تو یہی ہے کہ عصر اور فجر میں بھی زیادتی کر کے نفل کر سکتا ہے لیکن سراج الوہاب ارشاد فرماتے ہیں کہ تمام نمازوں میں ایسا کر سکتا ہے لیکن عصر میں اور رکعت کو نہیں ملائے گا اسلئے کہ عصر کے بعد نفل مکروہ ہے۔ اور قاضی خان ارشاد فرماتے ہیں کہ اسکے بعد نفل نہیں ہے لیکن صاحب بحرؒ نے ان دونوں قولوں پر رد کیا ہے۔ (شامی)

وَاِنْ قَعَدَ الاَخِيْرَ ثُمَّ قَامَ عَادَ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ اِعَادَةِ التَّشَهُّدِ فَاِنْ سَجَدَ لَمْ يَبْطُلْ فَرْضُهٗ وَضَمَّ اِلَيْهَا اُخْرٰى لِتَصِيْرَ الزَّائِدَتَانِ لَهٗ نَافِلَةً وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ وَلَوْسَجَدَ لِلسَّهْوِ فِيْ شَفْعِ التَّطَوُّعِ لَمْ يَبْنِ شَفْعاً آخَرَ عَلَيْهِ اِسْتِحْبَاباً فَاِنْ بَنٰى اَعَادَ سُجُوْدَ السَّهْوِ فِي الْمُخْتَارِ وَلَوْسَلَّمَ مَنْ عَلَيْهِ سَهْوٌ فَاقْتَدٰى بِهٖ غَيْرُهٗ صَحَّ اِنْ سَجَدَ لِلسَّهْوِ وَاِلاَّ فَلاَ يَصِحُّ وَيَسْجُدُ لِلسَّهْوِ وَاِنْ سَلَّمَ عَامِداً لِلْقَطْعِ مَالَمْ يَتَحَوَّلْ عَنِ الْقِبْلَةِ اَوْ يَتَكَلَّمْ.

ترجمہ:۔ اور اگر قعدۂ اخیرہ کیا پھر کھڑا ہو گیا، تو لوٹ آئے اور بلا تشہد کے لوٹائے ہوئے سلام پھیر دے، پس اگر سجدہ کر لیا تو اس کا فرض باطل نہیں ہوگا اور اس کے ساتھ دوسری کو ملائے تاکہ یہ دونوں زائد نفل ہو جائیں اور سجدۂ سہو کرے اور نفل کی دو رکعتوں میں سجدۂ سہو کر لیا تھا تو اب مستحب ہے کہ دوسری نفل کی اس پر بناء نہ کرے اور اگر بناء کر لیا تو قول مختار کی بنا پر سجدۂ سہو کو لوٹائے گا۔ اور اگر جس کے اوپر سجدہ سہو تھا اس نے سلام پھیرا اور اس کی کسی نے اقتداء کی تو یہ اقتداء صحیح ہو جائیگی، اور اگر امام نے سجدۂ سہو کر لیا اور اگر سجدہ نہیں کیا تو اقتداء صحیح نہ ہو گی۔ اور

جب تک قبلہ سے نہ مڑ جائے یا بات نہ کرے سجدۂ سہو کر سکتا ہے اگر چہ نماز کو ختم کرنے کے لئے سلام پھیرا ہو۔

تشریح و مطالب:۔ **وان قعدالاخیرۃ :** یعنی ایک شخص نے قعدہ اخیرہ کے بعد قیام کر لیا اور بیٹھ گیا تو اب پھر تشہد پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ بیٹھنے کے بعد سلام پھیر دے اس سے اسکی نماز میں کوئی حرج نہیں آیا، نیز اگر کھڑے کھڑے سلام پھیر دیا تو اگر چہ ایسا کرنا خلاف سنت ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ (ماخوذ از حاشیہ ہدایہ)

فان سجد : یعنی اگر کھڑا ہونے کے بعد پانچویں رکعت یا تیسری رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تب بھی اس کی نماز صحیح ہو جائے گی فاسد نہیں ہو گی۔ بخلاف پہلی صورت کے اس لئے کہ اس نے قعدۂ اخیرہ کر لیا ہے اب اگر ایک رکعت قعدۂ اخیرہ کے بعد پڑھ لی ہے تو ایک رکعت اور ملا لے تا کہ دو رکعت نفل ہو جائے اور اسکے بعد سجدۂ سہو کرے اس لئے کہ سلام کو جو واجب تھا اس میں تاخیر کی ہے اور اسے اپنے اصلی مقام سے ہٹا دیا ہے واللہ اعلم ہاں امام شافعیؒ کے نزدیک ایک رکعت اور نہیں ملائے گا اس لئے کہ ان کے یہاں نفل مشروع ہے۔ **کذا فی البدایہ**

لو سجدالخ : یہاں پر نفل کی قید اس وجہ سے لگائی کہ فرضوں میں اگر مسافر نے دو رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کرنے کے بعد ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا تو جس طرح اس پر لازم ہو گا کہ دو رکعت اور ملائے اسی طرح اس پر یہ لازم ہو گا کہ سجدۂ سہو چار رکعت کے بعد دوبارہ کر لے، اس لئے کہ پہلا سجدہ نماز کے درمیان میں آجانے کی وجہ سے بے کار ہو گیا (مراقی الفلاح) مصنفؒ کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نفل نماز پڑھ رہا تھا اور اس نے دو رکعت کے بعد سجدہ کر لیا اب اس کو چاہئے کہ اس پر بناء کر کے دوسری رکعتوں کو نہ پڑھے ہاں اگر بناء کر لیا تو صحیح ہو جائے گی مگر ایسا نہیں کرنا چاہئے چنانچہ اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مصنفؒ نے لم یبن فرمایا لم یصح نہیں فرمایا، اب اس کے لئے وہ سجدہ سہو کافی نہیں بلکہ دوسرا سجدہ سہو کرے، اور اس طرح بناء کرنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ ایک واجب کا توڑنا پایا جا رہا ہے اور یہ ایسا کرنا درست نہیں۔ (در مختار، شامی)

المختار : اس سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ مختار مذہب یہی ہے کہ سجدۂ سہو کو لوٹائے لیکن بعض حضرات عدم اعادہ کے قائل ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ دوبارہ سجدۂ سہو نہیں کرے گا۔

ولو سلم : یعنی ایک ایسا شخص تھا کہ جسکے اوپر سجدۂ سہو واجب تھا اب اس نے سلام پھیرا ہی تھا کہ ایک آدمی نے آکر اس کی اقتداء کر لی اب اس کے اقتداء کی صحت اس بات پر موقوف رہے گی کہ اگر جس کی اقتداء کی ہے اور اس پر سجدۂ سہو واجب ہے اس نے سجدہ کر لیا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر سجدہ نہیں کیا تو اسکی نماز صحیح نہیں ہو گی۔

ان سلم : یعنی اس نے صرف نیت کی تھی حالانکہ کسی چیز کے فقط نیت کر لینے سے مشروع چیز متغیر ہو جاتی ہے باطل نہیں ہوتی، لہٰذا اسکی نیت لغو ہو جائے گی۔ (مراقی)

او یتکلم : یعنی اگر بات کر لیا یا اسی طرح قبلہ کی طرف سے گھوم گیا یا اسی طرح کوئی ایسا کام کیا جو منافی صلوٰۃ تھا تو اب تحریمہ ختم ہو گئی۔ (نہایہ)

وَلَوْ تَوَهَّمَ مُصَلِّ رُبَاعِيَّةً اَوْ ثُلَاثِيَّةً اَنَّهُ اَتَمَّهَا فَسَلَّمَ ثُمَّ عَلِمَ اَنَّهُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ اَتَمَّهَا وَسَجَدَ لِلسَّهْوِ وَاِنْ طَالَ تَفَكُّرُهُ وَلَمْ يُسَلِّمْ حَتّٰى اسْتَيْقَنَ اِنْ كَانَ قَدْرَ اَدَاءِ رُكْنٍ وَجَبَ عَلَيْهِ سُجُوْدُ السَّهْوِ وَاِلاَّ لاَ.

ترجمہ:۔ اور اگر شک ہو گیا تین رکعت یا چار رکعت پڑھنے والے کو کہ اس نے پوری کر لی ہے اور اس نے سلام پھیر دیا پھر اسے معلوم ہوا کہ میں نے دو رکعت پڑھی ہے تو پھر پوری کرے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر یہ سوچنا ایک رکن کے مقدار تھا اور اس شخص نے سلام نہیں پھیرا یہاں تک کہ یقین ہو گیا تو اسکے اوپر سجدۂ سہو واجب ہو گیا ورنہ نہیں۔

تشریح و مطالب:۔ وان طال:۔ کسی شخص کو اس بارے میں شک ہو گیا کہ میں نے کتنی رکعت پڑھی ہے اور تعیین نہیں کر پا رہا ہے اور اس کا یہ سوچنا ایک رکن کی مقدار تک رہا تو اس کی وجہ سے سجدہ سہو لازم ہو گا اس لئے کہ ایک واجب میں تاخیر ہو گئی ہے اسی طریقہ سے اگر کسی کو شک ہو گیا کہ میں نے تین رکعت پڑھی ہے یا چار اور فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ سلام پھیر دیا اور سلام پھیرنے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ میں نے دو ہی رکعتیں پڑھی تھیں تو اب اس کے بعد اور رکعت کو ملا کر اپنی نماز پوری کرے گا اور سجدۂ سہو کرے گا تو اس نقصان کی تلافی ہو جائے گی۔

فَصْلٌ فِی الشَّكِّ. تَبْطُلُ الصَّلٰوةُ بِالشَّكِّ فِیْ عَدَدِ رَكَعَاتِهَا اِذَا كَانَ قَبْلَ اِكْمَالِهَا وَهُوَ اَوَّلُ مَا عَرَضَ لَهُ مِنَ الشَّكِّ اَوْ كَانَ الشَّكُّ غَيْرَ عَادَةٍ لَهُ فَلَوْ شَكَّ بَعْدَ سَلَامِهِ لَايُعْتَبَرُ اِلاَّ اَنْ تَيَقَّنَ بِالتَّرْكِ وَاِنْ كَثُرَ الشَّكُّ عَمِلَ بِغَالِبِ ظَنِّهِ فَاِنْ لَمْ يَغْلِبْ لَهُ ظَنٌّ اَخَذَ بِالاَقَلِّ وَقَعَدَ بَعْدَ كُلِّ رَكْعَةٍ ظَنَّهَا آخِرَ صَلٰوتِهِ.

ترجمہ:۔ نماز میں شک کے احکام:۔ نماز کی رکعات کے عدد میں شک پڑ جانے سے نماز باطل ہو جاتی ہے بشرطیکہ یہ شک نماز کو پوری کرنے سے قبل ہو اور اس شخص کو پہلی مرتبہ شک پیش آیا ہو یا شک کرنا اس کی عادت نہ ہو پس اگر سلام پھیرنے کے بعد شک ہوا تو اسکا اعتبار نہیں کیا جائے گا مگر یہ کہ ترک کا یقین کامل ہو جائے اور اگر اسے شک بہت زیادہ پیش آتا ہے تو اپنے غالب ظن پر عمل کرے گا پس اگر اس کا کوئی غالب ظن نہ ہو تو اقل کو لیا جائے گا اور ہر رکعت کے بعد بیٹھ جائے جس کو آخری نماز کی رکعت سمجھتا ہو۔

تشریح و مطالب:۔ الشك:۔ سے یہاں مراد شک عرفی نہیں ہے کہ جس کے دونوں طرف برابر ہوں بلکہ لغوی معنی مراد ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی بات پر یقین نہ ہو۔

تبطل: یہاں بطلان کو نماز کے ساتھ مقید کیا اس لئے کہ اگر حج وغیرہ میں شک ہو جائے تو جصاص نے لکھا ہے کہ اس میں تحری کی جائے گی نیز اسی طرح شک نماز ختم ہونے سے قبل ہو تو اس شک سے نماز فاسد ہو گی اور اگر نماز کے بعد شک ہوا تو نماز باطل نہ ہو گی مثلاً ایک شخص ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا سلام پھیرنے کے بعد اسے اس بات پر شک ہوا کہ تین رکعت ہی پڑھی ہے یا چار تو یہاں پر یہی کہا جائے گا کہ اس نے چار رکعت پڑھ لی ہے نیز اسی طرح یہ شک اسے پہلی مرتبہ پیش آیا ہو تو اس وقت اس کی نماز باطل ہو گی، اسی طرح شک کرنا اس کی عادت میں داخل نہیں ہے مگر کبھی کبھی یہ واقعہ پیش آجاتا ہے تو اس وقت نماز باطل ہو گی۔

فلو شك: شک کو مصلی کی طرف منسوب کیا اسلئے کہ اگر سلام پھیرنے کے بعد کوئی عادل شخص اسکو خبر دے تو یہ شخص اسکی طرف التفات نہیں کرے گا بلکہ رائے پر رہے گا لیکن احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ نماز کو لوٹائے۔(شامی)

وان کثر: اگر کسی شخص کو شک کثرت سے لاحق ہوتا ہے تو اس کا حکم یہ ہوگا کہ وہ اپنے غالب ظن پر عمل کرے گا مثلاً اگر عصر میں شک لاحق ہو گیا اور یہ سوچتا ہے کہ ہم نے تین رکعت پڑھی ہے یا چار تو جس پر اس کا غالب گمان ہو اسی پر عمل کرے گا، کثرت میں بعض مشائخ کا قول ہے کہ جس کو عمر میں دو مرتبہ شک لاحق ہو جائے اور بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ جسے سال میں دو مرتبہ شک لاحق ہوتا ہے (شامی) اب اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اسے غالب گمان نہیں ہے اس کا دل کسی ایک طرف مائل نہیں ہوتا بلکہ دونوں پہلو برابر رہتے ہیں تو اب اس صورت میں اقل پر عمل کرے گا۔

وقعد: جیسے کسی شخص کو یہ شک ہو گیا کہ تین رکعت نماز پڑھی ہے یا چار تو اب تشہد کی مقدار بیٹھ جائے اس لئے کہ احتمال ہے کہ اس نے چار رکعت پڑھ لی ہے تو یہ نماز قعدہ کرنے کی وجہ سے پوری ہو جائے گی پھر اس کے بعد ایک رکعت اور پڑھ لے اس لئے کہ اسے احتمال یہ بھی تھا کہ اس نے تین ہی رکعت پڑھی ہے تو اس صورت میں ایک رکعت ملانے سے چار رکعت ہو جائے گی۔ اور اگر کسی شخص کو یہ شک ہو گیا کہ ایک رکعت پڑھی ہے یا دو یا تین حالانکہ اس نے کچھ بھی نہیں پڑھا ہے تو یہ تشہد کے مقدار بیٹھے گا پھر چار رکعت پڑھے گا اور اس میں ہر رکعت کے بعد بیٹھے گا اور یہ بیٹھنا تشہد کے مقدار ہوگا کیونکہ اسے احتمال ہے کہ ہماری نماز پوری ہو گئی ہے۔

بَابُ سُجُوْدِ التِّلَاوَةِ

سَبَبُهُ التِّلَاوَةُ عَلَى التَّالِيْ وَالسَّامِعِ فِيْ الصَّحِيْحِ وَهُوَ وَاجِبٌ عَلَى التَّرَاخِيْ اِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الصَّلٰوةِ وَكُرِهَ تَاخِيْرُهُ تَنْزِيْهًا وَيَجِبُ عَلٰى مَنْ تَلَا آيَةً وَلَوْ بِالْفَارِسِيَّةِ وَقِرَائَةُ حَرْفِ السَّجْدَةِ مَعَ كَلِمَةٍ قَبْلَهُ اَوْ بَعْدَهُ مِنْ آيَتِهَا كَالآيَةِ فِيْ الصَّحِيْحِ وَاٰيَاتُهَا اَرْبَعَ عَشَرَةَ آيَةً فِي الاَعْرَافِ وَالرَّعْدِ وَالنَّحْلِ وَالاِسْرَاءِ وَمَرْيَمَ وَاُوْلَى الْحَجِّ وَالْفُرْقَانِ وَالنَّمْلِ وَالسَّجْدَةِ وَصٓ وَحٰمٓ السَّجْدَةِ وَالنَّجْمِ وَانْشَقَّتْ وَاقْرَأْ وَيَجِبُ السُّجُوْدُ عَلٰى مَنْ سَمِعَ وَاِنْ لَمْ يَقْصُدِ السَّمَاعَ اِلاَّ الْحَائِضَ وَالنُّفَسَاءَ وَالاِمَامَ وَالْمُقْتَدِيْ بِهٖ وَلَوْ سَمِعُوْهَا مِنْ غَيْرِهٖ سَجَدُوْا بَعْدَ الصَّلٰوةِ وَلَوْ سَجَدُوْا فِيْهَا لَمْ تُجْزِهِمْ وَلَمْ تَفْسُدْ صَلٰوتُهُمْ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ.

ترجمہ:۔ سجدۂ تلاوت کے احکام:۔ سجدۂ تلاوت کا سبب سامع اور تالی کے لئے اسی آیت کا تلاوت کرنا ہے صحیح مذہب کے مطابق اور سجدۂ سہو علی التراخی واجب ہوتا ہے اگر نماز میں نہ ہو اور اس کا مؤخر کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور واجب ہے جس شخص نے سجدہ کی آیت تلاوت کی ہو اگرچہ فارسی ہی میں کیوں نہ ہو اور حرف سجدہ کا پڑھنا اسکے ایک حرف پہلے سے یا ایک حرف بعد سے سجدۂ تلاوت کی آیت کی طرح ہے صحیح مذہب میں اور سجدہ تلاوت کی آیتیں چودہ ہیں ایک آیت سورہ اعراف میں ایک سورۂ رعد میں، اور سورۂ نحل میں اور اسراء میں اور مریم میں اور سورۂ حج کا پہلا سجدہ اور

سورۂ فرقان میں اور سورۂ نمل میں اور سورۂ سجدہ میں اور صٓ میں اور حم سجدہ میں اور سورہ نجم میں اور انشقت میں اور اقرأ میں، اور سجدہ تلاوت سننے والے پر واجب ہے اگر چہ اس نے سننے کا ارادہ نہ کیا مگر حائضہ اور نفساء پر واجب نہیں۔ اور امام اور مقتدی پر اگر ان لوگوں نے اپنے غیر سے اس آیت کو سنا ہو تو یہ لوگ نماز کے بعد سجدہ کریں گے اور اگر ان لوگوں نے نماز میں سجدہ کر لیا تو یہ سجدہ کرنا ان کے لئے کافی نہ ہوگا۔ اور ظاہر روایت کے مطابق انکی نماز باطل نہ ہوگی۔

تشریح و مطالب:۔ ابھی تک مصنفؒ اسکے احکامات کو بیان کر رہے تھے جو صرف نماز میں پیش آتے ہیں اب جبکہ اس کو بیان کر چکے تو اب یہاں سے اسکو بیان کر رہے ہیں جو نماز اور نماز کے باہر دونوں جگہ پیش آتا ہے جس طرح سجدہ کی آیت اگر نماز میں تلاوت کی جاتی تو سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے اسی طرح اگر نماز کے خارج میں تلاوت کی جائے تب بھی اسکے اوپر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا مگر سجدۂ تلاوت کے لئے وہی شرطیں ہیں جو نماز کے لئے ہیں مثلاً طہارت کا ہونا، وقت مکروہ کا نہ ہونا وغیرہ اس لئے اسی کے تحت بیان کر رہے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

سببہٗ: سبب سجدۂ تلاوت تالی کے حق میں اس آیت کی تلاوت ہے اور سامع کے حق میں اس کا سننا ہے لہٰذا اگر چہ پڑھنے والا بہرہ ہو تب بھی اس پر سجدہ تلاوت ہے اس لئے کہ تالی کے حق میں سننا ضروری نہیں ہاں اگر جس کے سامنے سجدہ کی آیت تلاوت کی جارہی ہے وہ بہرہ ہو تو اس پر سجدۂ تلاوت نہیں اس لئے کہ سامع جب تک نہیں سنے گا اس وقت تک اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔

واجب: یعنی سجدۂ تلاوت اس وقت متحقق ہوگا جبکہ تلاوت کرنے والا اہل ہو مثلاً عاقل ہو لہٰذا مجنون سجدۂ تلاوت کرے تو سجدہ واجب نہیں اسی طریقہ سے اگر طوطے کو سجدہ کی آیت رٹادی گئی اور اس کو پڑھتا ہے تو تب بھی سجدہ واجب نہیں۔ (کفایہ)

علی التراخی: یعنی سجدۂ تلاوت نماز کے اندر نہ ہو تو علی التراخی واجب ہے اس لئے کہ جہاں سجدہ کا وجوب بیان کیا گیا ہے وہاں مطلقاً ہے کسی وقت کے ساتھ متعین نہیں کیا گیا ہے، تاخیر کرنا جائز تو ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ فوراً کر لیا جائے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فوراً واجب ہے اور ایک روایت امام اعظمؒ سے بھی یہی ہے (مراقی)

یجب علی من تلا: مصنفؒ نے مطلق ذکر کیا ہے لیکن یہ مقید ہے کہ اس پر سجدہ تلاوت ہوگا جو نماز کا اہل ہو مثلاً مسلمان ہو، عاقل ہو، بالغ ہو، اور پاک ہو حیض و نفاس سے چنانچہ کافر پر، بچے پر، مجنون پر، حائضہ اور نفاس والی عورت پر سجدہ واجب نہیں خواہ ان لوگوں نے اس آیت کی تلاوت کی ہو یا سنا ہو لیکن محدث پر واجب ہوگا۔ (بحر بتصرف)

ولو بالفارسیة: یہاں پر فارسی سے مراد ہر وہ زبان ہے جو عربی کے علاوہ ہو خواہ اردو ہو یا انگریزی یا ہندی ہو یا عبرانی اگر یہ عربی میں ہو تو بالاجماع واجب ہوتا ہے خواہ اسے سمجھے یا نہ سمجھے لیکن اگر عربی کے علاوہ زبان میں ہے تو اسمیں اختلاف ہے، امام صاحب کے نزدیک واجب ہے خواہ سمجھے یا نہ سمجھے لیکن صاحبین کے نزدیک اگر نہ سمجھے تو واجب نہیں، لیکن یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ صاحبین نے اپنے قول سے رجوع کر لیا ہے۔ (طحطاوی)

قرائۃحرف : حرف سے مراد کلمہ ہے اور کلمہ سجدہ اور حرف سجدہ سے وہ لفظ مراد ہے جو سجدہ کی جانب مشیر ہو مثلاً سورۂ اعراف میں **ولہ یسجدون** پر سجدہ ہوتا ہے اسکو کلمۂ سجدہ کہا جائے گا مگر صرف **ولہ یسجدون** زبان سے ادا کرنے سے سجدہ واجب نہ ہوگا جب تک اس سے پہلا لفظ بھی ساتھ میں ملا کر نہ پڑھے البتہ سورۂ اقرأ میں جو کلمۂ سجدہ ہے اس کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے چنانچہ بحر میں ہے کہ اگر **واسجد** پڑھ کر ٹھہر گیا اس کے بعد دوسرا حصہ **واقترب** پڑھا تو باوجودیکہ کلمہ سجدہ **واقترب** مانا گیا ہے لیکن صرف ایک حصہ یعنی **واسجد** پڑھ لینے سے سجدۂ تلاوت واجب ہو جائے گا۔(**ماخوذ از ایضاح الاصباح ومراقی الفلاح**)

فی الصحیح :اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ جبتک اکثر آیت کی تلاوت نہیں کریگا اس وقت تک سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا ان ہی لوگوں کی تردید کر رہے ہیں کہ صحیح مذہب یہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔

فی الاعراف : یعنی سورۂ اعراف میں جب **یسجدون** کی تلاوت کرے گا اور رعد میں جب **الاٰصال** کی تلاوت کرے گا اور نحل میں جب **یؤمرون** کو پڑھے گا اور اسریٰ میں جب **خشوعا** کو تلاوت کرے گا اور مریم میں جب **بُکیا** پر پہونچے گا اور سورۂ حج میں **یشاء** پر پہونچے گا اور سورۂ فرقان میں جب **نفورا** پر پہونچے گا اور نمل میں جب **العظیم** کی تلاوت کرے گا اور سورۂ سجدہ میں جب **یستکبرون** میں پہونچے گا اور سورۂ صٓ میں جب **حسن مآب** پر پہونچے گا اور حم سجدہ میں جب **لایسأمون** کی تلاوت کرے گا اور سورۂ نجم میں جب **واعبدوا** پر پہونچے گا اور انشقت میں جب **لایسجدون** کی تلاوت کرے گا اور سورۂ اقراء میں جب **اقترب** پر پہونچے گا جب سجدۂ تلاوت کیا جائے گا۔(**ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ**)

علی من سمع :اسے مطلق لا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ خواہ سننے والا سمجھے یا نہ سمجھے دونوں صورتوں میں برابر ہے کہ وہ سجدۂ تلاوت کرے گا لیکن ابن امیر الحاجؒ نے یہ فرمایا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ اس سے قریب الاسلام کو خارج کر دیا جائے اس لئے کہ ابھی اس کو اس بات کا پتہ نہیں ہے کہ یہ سجدۂ تلاوت ہے خواہ وہ پڑھ رہا ہو یا سن رہا ہو اس لئے کہ جس کا علم نہ ہو اس بات کی تکلیف محال ہے یعنی جسے نہیں جانتا اسے کیسے کرے گا یہاں تک کہ اگر یہ مر گیا اور اسکو معلوم نہیں تھا تو اس کی وجہ سے گنہ گار نہیں ہوگا۔ (**مراقی وطحطاوی بتصرف**)

الاالحائض والنفساء : حیض اور نفاس والی عورت کو آیت سجدہ پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن اگر پڑھ لیں تو ان پر سجدہ واجب نہیں لیکن اگر تلاوت کر رہی تھی اور کسی نے ان سے سن لیا تو اب سامع پر واجب ہے ہاں اگر کافر اور وہ شخص جو حالت جنابت میں ہے اگر یہ دونوں سجدہ کی آیت پڑھ لیں تو اسکے اوپر سجدۂ تلاوت واجب ہے کافر کا سجدہ چونکہ معتبر نہیں اس لئے اس کا گناہ الگ ہوگا اسی طرح جس نے اس سے سنا ہے اس پر بھی واجب ہے اسی طرح اگر بچہ تلاوت کر رہا ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ بچہ سمجھدار ہے یا نہیں، اگر وہ سمجھدار ہے تو سجدۂ تلاوت واجب ہوگا اور اگر سمجھدار نہیں ہے تو واجب نہیں ہوگا۔ (**فلاح لکن بتغیر**)

الامام الخ : یعنی اگر امام نماز پڑھا رہا تھا اور لوگ اس کے پیچھے تھے اور کوئی جو نماز کے باہر تھا وہ سجدہ کی آیت

تلاوت کر رہا تھا اب ان لوگوں نے اس سے وہ آیت سنی تو اب لوگوں پر سجدۂ تلاوت ہے لیکن نماز میں نہیں بلکہ نماز سے فراغت کے بعد کریں گے۔

لم تفسد : یعنی اگر ان لوگوں نے نماز ہی کے اندر سجدہ کر لیا تو اگر چہ ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن نماز فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ سجدہ کر لینے کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ یہ خود ایک عبادت ہے۔

فی الظاهر : اسکے لانے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ نماز فاسد ہو جائے گی اور اس قول کو امام محمدؒ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے اور عدم فساد کا قول شیخین کی طرف۔ (ہدایہ، فتح القدیر)

وَيَجِبُ بِسِمَاعِ الفَارِسِيَّةِ اِنْ فَهِمَهَا عَلَى المُعْتَمَدِ وَاخْتَلَفَ التَّصْحِيْحُ فِي وُجُوْبِهَا بِالسَّمَاعِ مِنْ قَائِمٍ اَوْمَجْنُوْنٍ وَلاَ تَجِبُ بِسِمَاعِهَا مِنَ الطَّيْرِ وَالصَّدَى وَتُؤَدَّى بِرُكُوْعٍ اَوسُجُوْدٍ فِي الصَّلٰوةِ غَيْرَ رُكُوْعِ الصَّلٰوةِ وَسُجُوْدِهَا وَيَجْزِئُ عَنْهَا رُكُوْعُ الصَّلٰوةِ اِنْ نَوَاهَا وَسُجُوْدُهَا اِنْ لَمْ يَنْوِهَا اِذَا لَمْ يَنْقَطِعْ فَوْرُ التِّلاَوَةِ بِاَكْثَرَ مِنْ آيَتَيْنِ وَلَوْ سَمِعَ مِنْ اِمَامٍ فَلَمْ يَأْتَمَّ بِهٖ اَوْ ائتَمَّ فِي رَكْعَةٍ اُخْرَى سَجَدَ خَارِجَ الصَّلٰوةِ فِي الاَظْهَرِ وَاِنْ ائتَمَّ قَبْلَ سُجُوْدِ اِمَامِهٖ لَهَا سَجَدَ مَعَهٗ فَاِنِ اقْتَدَى بِهٖ بَعْدَ سُجُوْدِهَا فِي رَكْعَتِهَا صَارَ مُدْرِكاً لَهَا حُكْماً فَلاَ يَسْجُدُهَا اَصْلاً.

ترجمہ:۔ اور معتمد مذہب کے بموجب فارسی میں اس آیت کے سن لینے سے سجدہ تلاوت واجب ہو جاتی ہے اگر سمجھ لیا ہو اور علماء کا اختلاف ہے سونے والے اور مجنون سے سننے کے وجوب کے صحیح ہونے کے بارے میں اور پرندے سے سننے کی وجہ سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا، اسی طریقہ سے صدائے بازگشت سے، اور ادا کیا جاسکتا ہے نماز کے اندر اور نماز کے علاوہ رکوع اور سجدے سے اور اسے کافی ہو جائے گا نماز کا رکوع اور اس کا سجدہ اگر نیت کر لیا ہو اگر چہ سجدہ تلاوت کی نیت نہ کی ہو، اس وقت بھی ادا ہو جائے گا اگر فوراً تلاوت کو ختم نہ کیا اور دو آیت سے زیادہ تلاوت نہیں کی اور اگر اپنے امام سے سنا پھر اس کی اقتداء نہیں کی یا اسکی اقتداء کی لیکن دوسری رکعت میں تو صحیح روایت کے مطابق خارج میں سجدہ کرے گا اور اگر اپنے امام کے سجدہ سے قبل سجدہ کر لیا تو اسکے ساتھ پھر سجدہ کرے گا، پس اگر اس کے سجدہ کے بعد اسی رکعت میں اس کی اقتداء کر لی تو اسے مدرک کہا جائے گا حکماً پس اب وہ سجدہ نہیں کرے گا۔

تشریح و مطالب :۔

یجب :۔ اگر کسی نے سجدے کی آیت فارسی زبان میں تلاوت کی تو اس آیت کے سننے کے بعد سامع پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا لیکن صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر معنی کو نہیں سمجھا ہے تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا، امام اعظمؒ کے نزدیک اگر اس نے فارسی زبان کو نہیں سمجھا لیکن اسے یہ بتلادیا گیا کہ یہ سجدے کی آیت ہے تو تب بھی وہ سجدہ کرے گا۔

اختلف :۔ اگر کوئی شخص سو رہا ہے اور اس نے نیند کی حالت میں آیت سجدہ کی تلاوت کی تو اب سننے والے کے اوپر سجدہ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟ اسکے بارے میں علماء کا اختلاف ہے صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ نائم کی تلاوت سے سجدہ واجب نہ ہوگا نیز صاحب بحر نے بھی بدائع میں اسی قول کو نقل کیا ہے، اور صاحب فتح القدیر نے بھی شیخ الاسلام سے

اسی کو نقل کیا ہے اور اس کی وجہ یہ تحریر فرمائی ہے کہ سبب سماع تلاوت صحیحہ ہے لہٰذا واجب ہو گا یہی علت بچہ میں بھی ہے اگر بچہ تلاوت کرتا ہے تو اس سے واجب نہیں لیکن اگر بچہ میں عقل و شعور ہے تو اس وقت واجب ہو جائے گا۔

لاتجب:۔ اگر کسی شخص نے پرندے سے سجدے کی آیت سنی تو اب اس پر سجدہ واجب نہیں، اسی طریقہ سے کسی ایسی جگہ پر ہے کہ جہاں پر کوئی پڑھنے والا تو نہیں لیکن سجدہ کی آیت وہاں سمجھ میں آتی ہے جسے صدائے بازگشت کہتے ہیں تو اس صورت میں بھی سجدۂ تلاوت واجب نہ ہو گا۔

فی الصلوٰۃ:۔ نماز کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر نماز کے باہر رکوع کے ذریعہ ادا کرنا چاہے تو ادا نہیں کر سکتا، یہ تو قول صحیح ہے لیکن بعض حضرات ادائیگی کے قائل ہیں۔ (شامی)

لم ینقطع فور:۔ مطلب یہ ہے کہ جو آیت سجدہ نماز کے اندر پڑھا ہے اس کے لئے بہتر اور مسنون طریقہ تو یہ ہے کہ اس کیلئے ایک مستقل سجدہ کرے اور اگر سجدے کے بجائے ایک رکوع زائد کر لیا تب بھی ادا ہو جائے گا، نیز اگر زائد سجدہ یا رکوع نہ کیا اور نماز کے رکوع یا سجدہ ہی میں سجدۂ تلاوت کے ادائیگی کی نیت کر لی تو یہ بھی صحیح ہے مگر اس کیلئے شرط یہ ہے کہ سجدے کے بعد دو آیتوں سے زیادہ نہ پڑھا ہو۔

ولو سمع:۔ اسکی چند صورتیں ہو سکتی ہیں اور حضور ﷺ نے بھی چند صورتوں کو بیان کیا ہے اول صورت میں تو سجدہ نماز کے باہر کرنا ہو گا اسلئے کہ اسکے وجوب کا سبب متحقق ہو چکا اس وجہ سے اب اسکا ادا کرنا لازم ہو گیا ہے۔

حکماً:۔ مثلاً اگر کوئی شخص امام کو ایسی حالت میں پائے کہ وہ تیسری رکعت کے رکوع میں تھا تو یہ قنوت کا بھی مدرک کہلائے گا تو اس صورت میں نہ یہ نماز کے باہر سجدہ کرے گا اور نہ نماز کے اندر۔

وَلَمْ تُقْضَ الصَّلٰوتِیَّۃُ خَارِجَهَا وَلَوْتَلاَ خَارِجَ الصَّلٰوۃِ فَسَجَدَ ثُمَّ اَعَادَ فِیْهَا سَجَدَ اُخْرٰی وَاِنْ لَمْ یَسْجُدْ اَوَّلاً كَفَتْهُ وَاحِدَۃٌ فِی ظَاهِرِ الرِّوَایَۃِ كَمَنْ كَرَّرَهَا فِیْ مَجْلِسٍ وَاحِدٍ لاَمَجْلِسَیْنِ وَیَتَبَدَّلُ الْمَجْلِسُ بِالاِنْتِقَالِ مِنْهُ وَلَوْ مُسَدِّیًا وَبِالاِنْتِقَالِ مِنْ غُصْنٍ اِلیٰ غُصْنٍ وَعَوْمٍ فِیْ نَهْرٍ اَوْ حَوْضٍ كَبِیْرٍ فِی الاَصَحِّ وَلاَ یَتَبَدَّلُ بِزَوَایَا الْبَیْتِ وَالْمَسْجِدِ وَلَوْكَبِیْراً وَلاَ بِسَیْرِ سَفِیْنَۃٍ وَلاَ بِرَكْعَۃٍ وَبِرَكْعَتَیْنِ وَشُرْبَۃٍ وَاَكْلِ لُقْمَتَیْنِ وَمَشْیِ خُطْوَتَیْنِ وَلاَ بِالِاتِّكَاءِ وَقُعُوْدٍ وَقِیَامٍ وَرُكُوْبٍ وَنُزُوْلٍ فِیْ مَحَلِّ تِلاَوَتِهٖ وَلاَ بِسَیْرِ دَابَّتِهٖ مُصَلِّیاً۔

ترجمہ:۔ اگر نماز سے باہر سجدے کی آیت تلاوت کی اور اس کا سجدہ کر لیا اور پھر اسی کو نماز میں دوبارہ لوٹایا تو دوسرا سجدہ کرے اور اگر نماز سے پہلے سجدہ نہیں کیا تھا تو ظاہر روایت کے مطابق پہلا سجدہ کافی ہو جائے گا جیسے کہ اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں سجدے کی آیت کو کئی بار پڑھا ہو نہ کہ دو مجلس میں، اور مجلس سے منتقل ہو جانے سے مجلس بدل جاتی ہے اگرچہ اتا لتے ہوئے منتقل ہوا ہو اور ایک ڈال سے دوسری ڈال پر جانے سے اور کسی نہر میں تیرنے سے یا کسی بڑے حوض میں تیرنے سے مجلس بدل جاتی ہے اور مجلس نہیں بدلتی کوٹھری یا مسجد کے گوشوں میں چلنے سے اگرچہ بڑا ہی کیوں نہ ہو اور کشتی کے چلنے سے اور نہ ایک رکعت اور دو رکعت پڑھنے سے اور نہ پانی پینے سے اور نہ ایک دو لقمہ کھانے

سے، اور نہ دو قدم چلنے سے اور نہ ٹیک لگانے سے اور نہ بیٹھنے سے اور نہ کھڑے ہونے سے اور نہ سوار ہونے سے اور نہ اس جگہ اترنے سے کہ جس میں تلاوت کی ہو، اور مصلی کی سواری کے چلنے کی وجہ سے مجلس نہیں بدلتی۔

تشریح و مطالب:۔ ولو تلاہ :۔ اگر کسی شخص نے نماز کے باہر آیت سجدہ تلاوت کی پھر اسکے بعد اسی آیت کو نماز میں تلاوت کی تو اب اگر نماز میں ایک سجدہ کر لیا تو اس سجدہ کیلئے کافی ہو جائے گا جسے اسے نماز سے قبل تلاوت کی تھی لیکن یہ مسئلہ ظاہر روایت کے مطابق ہے، اور دوسرے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اس کیلئے یہ سجدہ کافی نہ ہوگا بلکہ نماز سے قبل جو سجدہ واجب ہوا تھا اسے الگ سے ادا کرے لیکن اس میں اس امر کا لحاظ رہے کہ نماز اور اس سجدۂ تلاوت کے درمیان بات وغیرہ نہ کی ہو۔

یتبدل :۔ تلاوت کرنے والا دو حال سے خالی نہ ہوگا یا تو خشکی پر ہوگا یا سمندر میں اب اگر خشکی میں ہے تو یا تو زمین پر ہوگا یا درخت پر، تو اگر زمین پر ہے تو جہاں پر بیٹھا ہے وہاں سے اٹھ کر چلے جانے پر مجلس بدل جائے گی لیکن صرف کھڑے ہونے سے مجلس نہیں بدلے گی ہاں اگر درخت پر ہے تو صرف ایک ڈال سے دوسری ڈال پر چلے جانے کی وجہ سے مجلس بدل جائے گی، اسی طریقہ سے اگر پانی میں ہے اور ایسی نہر میں ہے کہ جس میں عام طور پر لوگ تیرتے ہیں تو اس تیرنے کی وجہ سے اس کی مجلس بدل جائے گی۔

فی الاصح :۔ صحیح مسلک تو یہی ہے کہ نہر وغیرہ میں تیرنے سے مجلس بدل جاتی ہے لیکن بعض علماء کا اس میں اختلاف ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ اس طرح کرنے سے مجلس نہیں بدلے گی اسلئے کہ یہ ایک جگہ کے حکم میں ہے۔

ولایتبدل :۔ اگر کوئی شخص کسی کے گھر میں ہے یا کسی مسجد میں ہے، مسجد یا کوٹھری بڑی ہے تو ایک طرف سے دوسری طرف جانے میں مجلس نہ بدلے گی اسی طریقہ سے کشتی کے چلنے سے مجلس نہیں بدلے گی مثلاً ایک شخص کشتی میں بیٹھا ہوا ہے اور اسی کشتی میں کئی بار ایک ہی آیت کے تلاوت کر لینے سے مجلس نہ بدلے گی یہی حکم ریل کا بھی ہے، نیز اسکوٹر اور ہیلی کاپٹر کا بھی یہی حکم ہے، میدان میں دو قدم چلنے سے مجلس نہیں بدلتی اگر اس سے زیادہ چلا تو مجلس بدل جائے گی۔

وَيَتَكَرَّرُ الْوُجُوْبُ عَلَى السَّامِعِ بِتَبْدِيْلِ مَجْلِسِهٖ وَقَدِ اتَّحَدَ مَجْلِسُ التَّالِيْ وَلَا بِعَكْسِهٖ عَلَى الْاَصَحِّ وَكُرِهَ اَنْ يَّقْرَاَ سُوْرَةً وَيَدَعَ آيَةَ السَّجْدَةِ لَا عَكْسُهٗ وَنُدِبَ ضَمُّ اٰيَةٍ اَوْ اَكْثَرَ اِلَيْهَا وَنُدِبَ اِخْفَاؤُهَا مِنْ غَيْرِ مُتَاَهِّبٍ لَهَا وَنُدِبَ الْقِيَامُ ثُمَّ السُّجُوْدُ لَهَا وَلَا يَرْفَعُ السَّامِعُ رَاْسَهٗ مِنْهَا قَبْلَ تَالِيْهَا وَلَا يُؤْمَرُ التَّالِيْ بِالتَّقَدُّمِ وَلَا السَّامِعُوْنَ بِالْاِصْطِفَافِ فَيَسْجُدُوْنَ كَيْفَ كَانُوْا وَشُرِطَ لِصِحَّتِهَا شَرَائِطُ الصَّلٰوةِ اِلَّا التَّحْرِيْمَةَ وَكَيْفِيَّتُهَا اَنْ يَّسْجُدَ سَجْدَةً وَاحِدَةً بَيْنَ تَكْبِيْرَتَيْنِ هُمَا سُنَّتَيْنِ بِلَا رَفْعِ يَدٍ وَلَا تَشَهُّدٍ وَلَا تَسْلِيْمٍ۔

ترجمہ:۔ اور سننے والے پر آیت سجدہ کا وجوب مکرر ہوتا ہے اس کی مجلس کے بدل جانے کی وجہ سے باوجودیکہ پڑھنے والے کی مجلس ایک ہو، نہ کہ اس کا الٹا صحیح مذہب پر اور یہ بات مکروہ ہے کہ کوئی سورت پڑھی جائے اور سجدے کی آیت چھوڑ دی جائے اور اس کا عکس مکروہ نہیں اور مستحب یہ ہے کہ ایک آیت ملالی جائے یا اس سے زیادہ اور یہ

بھی مستحب ہے کہ آیت سجدہ کو آہستہ پڑھے ایسے شخص کے سامنے جو سجدہ کیلئے تیار نہ ہو، اور مستحب ہے کھڑا ہونا پھر سجدہ تلاوت کا کرنا اور سننے والا اپنے سر کو سجدہ تلاوت پڑھنے والے سے پہلے نہ اٹھائے، اور سجدۂ تلاوت پڑھنے والے کو آگے بڑھنے اور سننے والوں کو صف لگانے کا حکم نہ دیا جائیگا، پس یہ لوگ سجدہ کرلیں جیسے بھی ہوں، سجدہ تلاوت کے صحیح ہونے کیلئے وہی شرطیں ہیں جو نماز کیلئے ہیں مگر تحریمہ کے علاوہ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک سجدہ کرے دو تکبیروں کے درمیان اور یہ دونوں تکبیریں مسنون ہیں بلا ہاتھ کے اٹھائے ہوئے، اور سجدۂ تلاوت میں نہ تشہد ہے اور نہ سلام۔

تشریح و مطالب :۔ یتکرر :۔ مثلاً ایک شخص آیت سجدہ کی تلاوت کر رہا ہے اور دوسرا شخص جو سن رہا ہے وہ اپنی مجلس کو بدل رہا ہے تو اس صورت میں سننے والے پر جتنی بار سنے گا اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے کیونکہ اس کی مجلس بدل رہی ہے اور مجلس کے بدلنے سے سجدۂ تلاوت دوبارہ واجب ہوتا ہے۔

لا بعکسہ :۔ عکس کی صورت یہ ہے کہ سامع تو اپنی جگہ کھڑا ہو اور تلاوت کرنیوالا ادھر ادھر چلتا رہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا رہے تو اس صورت میں سامع پر صرف ایک سجدہ واجب ہوگا اسلئے کہ اسکی مجلس ایک ہی ہے۔

علی الاصح :۔ اگر سامع کی مجلس بدل گئی تو سامع پر دوبارہ سجدہ واجب ہوگا لیکن اس کے عکس کی صورت میں علماء کا اختلاف ہے اور صحیح یہی ہے کہ سامع پر دوبارہ سجدہ نہ ہوگا اس لئے کہ سبب وجوب سماع اور حالت سماع میں اس کی مجلس نہیں بدل رہی ہے۔

کرہ :۔ ابھی تک مصنفؒ ان چیزوں کو بیان کر رہے تھے کہ جس کی وجہ سے سجدۂ تلاوت واجب ہو رہا تھا اب یہاں سے ان بعض صورتوں کو بیان کر رہے ہیں کہ جس کی وجہ سے سجدۂ تلاوت میں کراہت آجاتی ہے اور ایسا کرنا مکروہ ہے اسی میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ کوئی ایسی سورت پڑھی جائے کہ جس میں سجدے کی آیت ہو اور جب اس آیت پر پہونچے تو اسے چھوڑ دیا جائے۔

لا عکسہٗ :۔ لیکن اگر صرف سجدے کی آیت پڑھی جائے اور دوسری آیت نہ پڑھی جائے تو ایسی صورت میں کراہت نہیں۔

ندب اخفاء ھا :۔ صاحب محیط نے لکھا ہے کہ اگر تلاوت کرنے والا تنہا ہے تو جس طریقہ سے چاہے تلاوت کرے خواہ جہراً یا سراً اور اگر اسکے ساتھ کچھ اور لوگ ہیں تو اس کے بارے میں مشائخ یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ قوم اس طرح کی ہو کہ ان کے اوپر سجدے سے کوئی بار نہ آتا ہو اور وہ اسے کرنے میں کوئی دشواری نہ محسوس کرتے ہوں تو اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ جہراً پڑھے تاکہ تمام لوگ اس کے ساتھ سجدہ کرلیں اس لئے کہ اس طرح سے کرنے میں قوم کو اطاعت پر ابھارنا ہے اور اگر وہ لوگ محدث ہیں یا وہ لوگ اس سے تکلیف محسوس کریں تو اس وقت بہتر یہ ہے کہ اپنے دل میں پڑھ لے اور جہر نہ کرے تاکہ قوم سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار نہ ہو اور اگر جب یہ بات معلوم نہ ہو کہ قوم اس سے کیا اثر لے گی انہیں اسمیں دشواری ہوگی یا نہیں تو اسوقت بھی بہتر یہی ہے کہ آہستہ پڑھے۔ (شیخ الادبؒ)

شرط :۔ سجدۂ سہو کی صحت کیلئے وہ تمام شرطیں ضروری ہیں جو نماز کیلئے ہیں لیکن سجدۂ تلاوت میں تحریمہ نہیں کیا جائے گا، نیز اسی طریقہ سے وقت مکروہہ کے اندر ادا نہیں کیا جائے گا اور نہ ایسی زمین پر ادا کیا جائے گا کہ جہاں پر نماز جائز نہ ہو، اسی طریقہ سے حالت حدث میں بھی نہ ادا کیا جائے کیونکہ اس صورت میں نماز جائز نہیں۔

اگر کسی شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے اس وقت سجدہ نہ کر سکے تو مستحب یہ ہے کہ یہ پڑھ لے **سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير.**

كيفيتها :۔ اب یہاں سے سجدۂ تلاوت کی کیفیت بیان کر رہے ہیں اگر سجدۂ تلاوت نماز فرض میں ادا کر رہا ہے تو اس کو سبحان ربی الاعلیٰ ہی پڑھنا چاہئے اور نماز کے باہر اگر صرف سجدۂ تلاوت کر لیا ہے تو اسکو اختیار ہے کہ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے یا ان دعاؤں میں سے کوئی دعا پڑھے (۱) **سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ.** (ترجمہ) میرے چہرے نے سجدہ کیا اس ذات کا جس نے اس کو پیدا کیا اس کی صورت بنائی، اور اسکو سننے اور دیکھنے کی طاقت بخشی اپنی طاقت اور قوت سے۔

(۲) **اللهم اكتب لي عندك بها اجرا وضع عني بها وزراً وجعلها لي عندك ذخراً تقبّلها منّي كما تقبلتها من عبدك داؤد.** (ترجمہ) اے اللہ اس سجدہ کے بدلے میں میرے لئے اپنے یہاں اجر و ثواب لکھ لے اور اس سجدے کے بدلے میں میرا گناہ معاف فرما اور اس سجدے کو میرے لئے اپنے یہاں ذخیرہ بنا اور مجھ سے اس کو ایسے ہی قبول فرما جیسے تو نے اپنے بندے حضرت داؤد علیہ السلام سے قبول فرمایا تھا۔ (مراقی الفلاح)

سجدۂ تلاوت میں ایک سجدہ کیا جائے گا اور ایک تکبیر جاتے وقت کہی جائے گی اور ایک تکبیر اٹھنے کے وقت اسی طرح سجدۂ تلاوت میں نہ تشہد پڑھی جائے گی اور نہ سلام پھیرا جائے گا بلکہ سجدے سے اٹھنے کے بعد میں سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا۔

فَصلٌ. سَجْدَةُ الشُّكْرِ مَكْرُوْهَةٌ عِنْدَ الاِمَامِ لاَيُثَابُ عَلَيْهَا وَقَالاَ هِيَ قُرْبَةٌ يُثَابُ عَلَيْهَا وَهَيْئَتُهَا مِثْلُ سَجْدَةِ التِّلاَوَةِ.

ترجمه :۔ سجدۂ شکر امام صاحبؒ کے نزدیک مکروہ ہے اس کے کرنے سے ثواب نہیں ملتا اور اس کو چھوڑ دے اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ عبادت ہے، اس پر ثواب ملتا ہے اور اس کا طریقہ سجدۂ تلاوت کی طرح ہے۔

سجدۂ شکر کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی نعمت ظاہراً حاصل کرے تو اس وقت اسکی خوشی میں اللہ تعالیٰ کیلئے سجدہ کرے اور قبلہ کی طرف رخ ہو اور سجدے میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اور تسبیح پڑھے اسکے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے سر اٹھائے اور تشہد پڑھنے اور سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

عندالامام :۔ امام صاحبؒ اسکے مشروع ہونے کا انکار نہیں کر رہے ہیں بلکہ وجوب کا انکار کر رہے ہیں کہ جب کوئی ظاہری نعمت حاصل ہو تو اس وقت سجدۂ شکر واجب ہے اس کے قائل نہیں اور اس کو شکر تام نہیں کہتے اور

امام صاحبؒ اسکا کیسے انکار کر سکتے ہیں اس لئے کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے بعد دو رکعت نماز پڑھی ہے اور آپ نے اسے صلوٰۃ شکر فرمایا ہے تو امام صاحب کا مسلک یہ ہے کہ شکر نماز کے ذریعہ ادا کر سکتا ہے۔

وقالا ھی قربۃ:۔ اور حضرات صاحبینؒ کے نزدیک یہ ایک طرح کی عبادت ہے اس کے کرنے والے کو ثواب ملے گا اور صاحبین اسے مستحب فرماتے ہیں اور صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ بھی ہے ہاں یہ بات ضرور ہے کہ نماز کے بعد فوراً نہ کرے اس لئے کہ یہ مکروہ ہے۔

فَائِدَۃٌ مُھِمَّۃٌ لِدَفْعِ کُلِّ مُھِمَّۃٍ. قَالَ الاِمَامُ النَّسَفِیُ فِی الْکَافِی مَنْ قَرَأَ اٰیَ السَّجْدَۃِ کُلَّھَا فِی مَجْلِسٍ وَاحِدٍ وَسَجَدَ لِکُلِّ مِنْھَا کَفَاہُ اللّٰہُ مَا اَھَمَّہٗ.

ترجمہ:۔ ہر پریشانی کو دور کرنے کے واسطے عظیم فائدہ:۔ امام نسفیؒ کافی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے تمام سجدہ کی آیت ایک مجلس میں تلاوت کی اور ہر ایک کے واسطے سجدہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسکی ہر پریشانی میں کافی ہو گا۔

بَابُ الْجُمُعَۃِ

صَلٰوۃُ الْجُمُعَۃِ فَرْضٌ عَلٰی مَنِ اجْتَمَعَ فِیْہِ سَبْعَۃُ شَرَائِطَ الذُّکُوْرَۃُ وَالْحُرِّیَّۃُ وَالاِقَامَۃُ فِی مِصْرٍ اَوْ فِیْمَا ھُوَ دَاخِلٌ فِی حَدِّ الاِقَامَۃِ فِیْھَا فِی الاَصَحِّ وَالصِّحَّۃُ وَالاَمْنُ مِنْ ظَالِمٍ وَسَلَامَۃُ الْعَیْنَیْنِ وَسَلَامَۃُ الرِّجْلَیْنِ وَیُشْتَرَطُ لِصِحَّتِھَا سِتَّۃُ اَشْیَاءَ الْمِصْرُ اَوْ فِنَاؤُہٗ وَالسُّلْطَانُ اَوْ نَائِبُہٗ وَوَقْتُ الظُّھْرِ فَلَا تَصِحُّ قَبْلَہٗ وَتَبْطُلُ بِخُرُوْجِہٖ وَالْخُطْبَۃُ قَبْلَھَا بِقَصْدِھَا فِیْ وَقْتِھَا وَحُضُوْرُ اَحَدٍ لِسَمَاعِھَا مِمَّنْ تَنْعَقِدُ بِھِمُ الْجُمُعَۃُ وَلَوْ وَاحِداً فِی الصَّحِیْحِ وَالاِذْنُ الْعَامُّ وَالْجَمَاعَۃُ وَھُمْ ثَلَاثَۃُ رِجَالٍ غَیْرَ الاِمَامِ وَلَوْ کَانُوْا عَبِیْداً اَوْ مُسَافِرِیْنَ اَوْ مَرْضیٰ وَالشَّرْطُ بَقَاؤُھُمْ مَعَ الاِمَامِ حَتّٰی یَسْجُدَ فَاِنْ انْفَرُوْا بَعْدَ سُجُوْدِہٖ اَتَمَّھَا وَحْدَہٗ جُمُعَۃً وَاِنْ نَفَرُوْا قَبْلَ سُجُوْدِہٖ بَطَلَتْ.

ترجمہ:۔ نماز جمعہ کے احکام۔ نماز جمعہ فرض عین ہے اس شخص پر جس کے اندر سات شرطیں جمع ہو جائیں مذکر ہونا، آزاد ہونا اور شہر یا ایسی جگہ مقیم ہونا کہ جو اقامۃ مصر کے اندر داخل ہو، صحیح مذہب میں اور تندرست ہونا، اور ظالم سے مامون ہونا، اور دونوں آنکھوں کا ٹھیک ہونا، اور دونوں پیروں کا درست ہونا، اور اس کی صحت کیلئے چھ چیزیں شرط ہیں شہر کا ہونا، یا اسکے فناء کا ہونا، بادشاہ کا ہونا یا اسکے نائب کا، اور ظہر کا وقت ہونا، اور اسکے نکل جانے سے جمعہ کی نماز صحیح نہیں ہو گی اور اسکے وقت کے نکل جانے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور اس سے پہلے اس کے وقت اسی کے ارادہ سے خطبہ کا ہونا، اور اس کے سننے کیلئے کسی ایک کا حاضر ہونا جن کی وجہ سے جمعہ منعقد ہوا ہے اگرچہ ایک ہی ہو صحیح مذہب میں، اور اذن عام کا ہونا، اور جماعت کا ہونا، اور وہ امام کے علاوہ تین آدمی کا ہونا ہے، اگرچہ وہ غلام یا مسافر یا مریض ہوں اور شرط ہے ان کا باقی رہنا امام کے ساتھ یہاں تک کہ سجدہ کر لے، تو اگر وہ سجدہ کے پورا کر لینے کے بعد بھاگ لیں تو اکیلے جمعہ کو پورا کر لے اور اگر سجدہ سے قبل بھاگ گئے تو نماز باطل ہو گئی۔

تشریح و مطالب:۔ الجمعة: یہ اجتماع سے ہے میم کے ضمہ کیساتھ، یہ حجاز کی لغت ہے، میم کے فتحہ کے ساتھ یہ تمیم کی لغت ہے، میم کے سکون کے ساتھ یہ عقیل کی لغت ہے۔ مصنفؒ ابھی تک ان احکام کا بیان کررہے تھے جو فرض اصلاً چار رکعت تھے اس کے بعد اب جمعہ کو بیان کررہے ہیں اس لئے کہ اس کے فروعات اور اس کے جزئیات کم ہیں، جمعہ کی نماز فرض ہے اس لئے کہ قرآن پاک میں صراحۃ ارشاد باری ہے اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعة. مصنفؒ نے فرض عین لاکر اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ بعض حضرات حنفیہ کی طرف جمعہ کی فرضیت کی نفی کرتے ہیں، اس کا منکر کافر ہے چنانچہ صاحب فتح القدیر نے اس پر بسط و تفصیل کے ساتھ لکھا ہے فرماتے ہیں وھی فریضة محکمة بالکتاب والسنّة والاجماع یکفر جاحدھا. نیز حدیث پاک میں اسکی خوب تاکید آئی ہے اور اسکے ترک پر وعید ہے چنانچہ حدیث میں ہے من ترک الجمعة ثلث مرات من غیر ضرورة طبع الله علی قلبه (رواہ احمد، حاکم) اس سے اس کی تاکید زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

سبعة: یہ سات شرائط نماز جمعہ کے وجوب کے لئے ہیں۔ مصنفؒ نے مذکر کی قید لگا کر عورت کو نکال دیا اس لئے کہ نماز جمعہ عورت پر واجب نہیں حدیث پاک میں ہے الجمعة حق واجب علی کل مسلم الا اربعة عبد مملوك او امرأة او صبی او مریض (ابوداؤد) اسی طرح حریت کی قید لگا کر غلام کو نکال دیا اس لئے کہ غلام پر نماز جمعہ واجب نہیں خواہ وہ غلام مجہور ہو یا ماذون۔ ہاں وہ غلام جس کو مالک نے جمعہ کی نماز پڑھنے کی اجازت دے رکھی ہے اسکے بارے میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اس پر واجب ہے اور یہی اصح ہے اور مکاتب پر وجوب ثابت ہے اسی طریقہ سے اقامت کی شرط لگا کر مسافر کو نکال دیا اس لئے کہ حدیث میں ہے الجمعة واجبة الا علی صبی او مملوك او مسافر (بیہقی) تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز جمعہ مسافر پر واجب نہیں ہاں اگر وہ پڑھ لے تو ادا ہو جائے گی۔ اسی طریقہ سے مصر کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر کوئی شخص دیہات میں مقیم ہے تو اسکے اوپر نماز جمعہ واجب نہیں۔ اسی طرح چوتھی شرط صحت کی ہے لہٰذا جو شخص بیمار ہے اس کے اوپر جمعہ واجب نہیں خواہ بذات خود وہ نہ جاسکتا ہو یا کوئی لے جانے والا نہ ہو۔ اسی طریقہ سے اگر اسکے مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو تب بھی نماز جمعہ واجب نہیں۔ پانچویں شرط دشمن سے مامون ہونا ہے لہٰذا اگر کسی کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر وہ نماز جمعہ ادا کرنے گیا تو دشمن اسے مار دے گا تو اس صورت میں بھی نماز جمعہ واجب نہیں۔ چھٹی شرط آنکھوں کا صحیح سلامت ہونا ہے لہٰذا جو شخص اندھا ہو اس پر نماز جمعہ واجب نہیں اس لئے کہ وہ شخص معذور ہے۔ اسی طرح سے ساتویں شرط پیروں کا صحیح و سالم ہونا ہے لہٰذا اگر کوئی اپاہج ہے تو اس پر نماز جمعہ واجب نہیں، حضرات صاحبین کے نزدیک اگر غیر کے ذریعہ جانا ممکن ہو تو نماز جمعہ کا وجوب ساقط نہیں ہوتا لیکن امام اعظمؒ کے نزدیک اگر خود قادر نہیں ہے تو دوسرے کا اعتبار نہ ہوگا۔

یشترط: ان ساتوں شرائط کا تعلق نماز کیساتھ ہے لہٰذا جس وقت یہ چیزیں پائی جائینگی اس وقت نماز جمعہ صحیح ہوگی۔

المصر: حدیث شریف میں ہے لاجمعة ولاتشریق ولااضحی الا فی مصر جامع وعن علیؓ

و مدينة عظيمة صاحب قدوری وغیرہ نے مصر جامع لکھا ہے۔

السلطان : یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ اسلام نے سیاست یعنی انتظام ملکی اور مذہبی نظام کے لئے دو سلسلہ جدا جدا نہیں قائم کئے بلکہ ایک کو دوسرے سے پیوست کر دیا ہے چنانچہ جو عام ملکی نظام کا ذمہ دار ہو وہی مذہبی نظام کا بھی ذمہ دار ہوگا، ان دونوں کے لئے ایک ہی لفظ اسلام نے تجویز کئے ہیں یعنی امام۔ پھر ملکی نظام کی ذمہ داری کو امامت کبریٰ یعنی بڑی امامت کہا جاتا ہے اور نماز کی امامت کو امامت صغریٰ یعنی چھوٹی امامت کہا جاتا ہے۔ عبادت اور یاد خدا اگرچہ انفرادی چیز ہے یعنی ہر ایک انسان پر علیحدہ علیحدہ فرض ہے کہ وہ اپنے پروردگار کو پہچانے اور اسکے احکام کی تعمیل کرے اس کے سامنے سر نیاز خم کرے مگر اسلام نے جماعت کو لازم کر کے اس انفرادی فرض کو اجتماعی فرض بنادیا ہے ایک محلہ کی ایک مسجد ہے وہاں کا امام محلہ کا ممتاز شخص ہو جس کو لوگ سب سے اچھا مانتے ہوں اور اس پر بھروسہ کرتے ہوں پھر پوری آبادی کا ہفتہ وار ایک اجتماع ہو آبادی کا سب سے بڑا ذمہ دار اس کا امام ہو یہ سب اسلامی تنظیم کی کڑیاں ہیں جن میں سیاست اور روحانیت کو ایک دوسرے میں سمو دیا گیا ہے۔ محلہ کی مسجد شہر کی جامع مسجد اسلام کے اجتماعی کاموں کے لئے پنچایت گھر کی حیثیت رکھتی ہے ان میں نوافل کا پڑھنا مستحب نہیں کیونکہ نوافل میں جماعت نہیں ہوتی ہاں جن اسلامی چیزوں میں جماعت اور اجتماع ہو مثلاً نکاح یا اسلامی معاملات پر تقریر، یا حدیث و قرآن کی تلقین و تدریس یا فیصلہ مقدمات وہ سب مساجد میں ہوں گے۔ سلف صالحین کا یہی دستور رہا ہے لیکن جب غلبۂ کفار کے باعث نظام اسلامی درہم برہم ہو جائے تو مسلمانوں پر فرض تو یہی ہے کہ وہ پورے نظام کو قائم کریں اور ہر مناسب صورت سے اسکے لئے جدوجہد کرتے رہیں جو اسکے لئے جہاد فرض کی حیثیت رکھے گی مگر تاوقتیکہ وہ اس پورے نظام کو قائم نہ کر سکیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے لئے یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ کسی شخص کو محلہ کا اور اسی طرح جمعہ کا اور عیدین کا امام مقرر کریں۔ چنانچہ خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنیؓ کو جب بلوائیوں نے محصور کر لیا اور آپ کیلئے جمعہ کی نماز پڑھانے کیلئے پہونچنا یا کسی کو نامزد کرنا ناممکن ہو گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایسا ہی کیا۔ نماز جمعہ کی صحت کیلئے بادشاہ کا موجود ہونا دوسری شرط ہے یا وہ شخص موجود ہو جس کو بادشاہ نے حکم دیا ہے۔ سلطان سے مراد ایسا شخص ہے کہ اس سے اوپر کوئی والی نہ ہو خواہ یہ شخص عادل ہو یا ظالم۔

وقت الظهر : دوسری شرط اس کی صحت کے لئے ظہر کا وقت کا پایا جانا ہے لہٰذا زوال سے قبل نماز جمعہ جائز نہیں، نہ صحابہ سے یہ ثابت ہے اور نہ حدیث سے چنانچہ حدیث میں ہے كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلى الجمعة حين تميل الشمس (بخاری شریف) حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے كنا نجمع مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا زالت الشمس للظهر لہٰذا نماز جمعہ اسی وقت صحیح ہو گی جبکہ ظہر کا وقت پایا جائے، اس لئے کہ جمعہ کے پالینے کے بعد ظہر کی نماز ساقط ہو جاتی ہے۔

الخطبة : اسی طریقہ سے نماز جمعہ سے قبل خطبہ شرط ہے اس پر تمام امت کا اجماع ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے کبھی بلا خطبہ کے نماز جمعہ نہیں پڑھائی اگر خطبہ وقت سے پہلے پڑھ لیا گیا تو اس کا اعادہ کیا جائے گا کیونکہ اسلامی

شعار ہے کہ اس کو اعلان اور شہرت کے ساتھ قائم کرنا چاہئے چنانچہ اگر خود سلطان وقت اپنے محل کے دروازے بند کراکر جمعہ کی نماز پڑھنا چاہے تو درست نہیں ہاں اگر اذن عام ہو تو درست ہو جائے گی۔ (مراقی الفلاح) اسی بنا پر جیل خانہ میں بھی جمعہ جائز نہیں، اس لئے کہ وہاں پر اذن عام نہیں ہوتا۔

سلف صالحین کا طریقہ یہ رہا ہے کہ انہوں نے عجمی شہروں میں خطبہ عربی زبان ہی میں پڑھایا، باوجودیکہ وہ خود اس زبان کو جانتے تھے اگر امام وقت یعنی سلطان غیر عربی میں خطبہ کا حکم کردے تو اس کی اتباع تو واجب ہو گی لیکن جبکہ نظام اسلامی درہم برہم ہے جو شخص جو چاہتا اور کہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے لوگوں کو بہکاتا ہے تو اردو میں خطبہ بجائے نفع کے نقصان پہونچائے گا علاوہ ازیں عربی میں خطبہ کا فائدہ یہ بھی ہے کہ کلام اللہ شریف کی زبان سے مسلمانوں کا تعلق بڑھے۔ (ماخوذ ایضاح الاصباح)

الاذن العام: لہٰذا اگر دروازہ بند کر لیا گیا اور لوگوں کو وہاں آنے سے روک دیا گیا تو نماز جمعہ صحیح نہ ہو گی اگر امیر قلعہ میں داخل ہو گیا اور دروازہ بند کر دیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کر لیا تو نماز جمعہ ادا نہ ہو گی۔

الجماعة: نماز جمعہ کی صحت کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جماعت ہو بلا جماعت کے نماز جمعہ صحیح نہیں اس کے بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے ہاں جماعت میں کتنے لوگ شریک ہوں اسکے بارے میں اختلاف ہے امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک امام کے علاوہ تین آدمیوں کا ہونا ضروری ہے بلا تین افراد کے صحیح نہیں اس لئے کہ یہ صیغۂ جمع ہے اور جب تک تین افراد نہیں ہوں گے اس وقت تک جمعہ کا اطلاق نہیں ہو گا اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ امام کے علاوہ دو مرد ہوں اس وقت جماعت ہو گی اب اگر کچھ بچے ہوں اور ان کے ساتھ دو مرد ہوں تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک صحیح نہیں، لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جماعت پائی گئی اس لئے کہ دو مرد موجود ہیں لہٰذا ان کے نزدیک نماز جمعہ صحیح ہو جائیگی، نیز ان لوگوں کا موجود ہونا کافی ہے کہ جو لوگ اگر خطبہ دیں تو خطبہ صحیح ہو جائے اگرچہ ان پر واجب نہیں جیسے غلام، مسافر کہ ان پر نماز جمعہ واجب نہیں لیکن اگر یہ حاضر ہو جائیں تو نماز جمعہ صحیح ہو جائے گی۔

والشرط بقاء هم: ان لوگوں کے لئے ایک شرط اور ہے کہ یہ لوگ امام کے ساتھ اس وقت تک شریک رہیں کہ جب تک امام سجدہ کر لے اب اگر یہ لوگ امام کے سجدہ سے قبل چلے گئے تو نماز جمعہ صحیح نہ ہو گی لیکن یہ لوگ اس وقت تک تو شریک رہے کہ جب امام نے سجدہ کر لیا تو اب اسکے سجدہ کر لینے کے بعد یہ لوگ چلے گئے تو امام کی نماز جمعہ ہو جائے گی لیکن اس کے بارے میں امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا کہنا ہے کہ ان لوگوں کا رہنا انعقاد کے لئے ضروری ہے اور دوام شرط نہیں لہٰذا جب یہ لوگ تحریمہ کے وقت موجود رہے تو انعقاد کے وقت پائے گئے لہٰذا اب نماز جمعہ صحیح ہو جائے گی لیکن امام اعظمؒ کا مسلک یہ ہے کہ انعقاد اور ادائیگی دونوں کے لئے ان کا موجود رہنا شرط ہے اور ادائیگی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ تمام ارکان نہ پائے جائیں اور چونکہ عرفاً ایک رکعت کو نماز کہا جاتا ہے اور رکعت سجدہ کے بعد پوری ہوتی ہے اس لئے سجدہ تک رہنا ضروری ہے (ہدایہ، بحر) مصنفؒ نے حتی یسجد سے اسی طرف

اشارہ کیا ہے کہ امام صاحب کا مسلک یہی ہے اور یہ کہہ کر صاحبین کی تردید بھی کردی۔

وَلَاتَصِحُّ بِامْرَأَةٍ اَوْ صَبِيٍّ مَعَ رَجُلَيْنِ وَجَازَ لِلْعَبْدِ وَالْمَرِيْضِ اَنْ يَّؤُمَّ فِيْهَا وَالْمِصْرُ كُلُّ مَوْضَعٍ لَهُ مُفْتٍ وَاَمِيْرٌ وَقَاضٍ يُنْفِذُ الاَحْكَامَ وَيُقِيْمُ الْحُدُوْدَ وَبَلَغَتْ اَبْنِيَتُهُ مِنًى فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَاِذَا كَانَ الْقَاضِيْ اَوِ الاَمِيْرُ مُفْتِيًا اَغْنَىٰ عَنِ التَّعْدَادِ وَجَازَتِ الْجُمُعَةُ بِمِنًى فِي الْمَوْسِمِ لِلْخَلِيْفَةِ اَوْ اَمِيْرِ الْحِجَازِ وَصَحَّ الاِقْتِصَارُ فِي الْخُطْبَةِ عَلٰى نَحْوِ تَسْبِيْحَةٍ اَوْتَحْمِيْدَةٍ مَعَ الْكَرَاهَةِ وَسُنَنُ الْخُطْبَةِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَيْئًا الطَّهَارَةُ وَسَتْرُ الْعَوْرَةِ وَالْجُلُوْسُ عَلَى الْمِنْبَرِ قَبْلَ الشُّرُوْعِ فِي الْخُطْبَةِ وَالاَذَانُ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالاِقَامَةِ ثُمَّ قِيَامُهُ وَالسَّيْفُ بِيَسَارِهٖ مُتَّكِئًا عَلَيْهِ فِيْ كُلِّ بَلْدَةٍ فُتِحَتْ عَنْوَةً وَبِدُوْنِهٖ فِيْ بَلْدَةٍ فُتِحَتْ صُلْحًا.

ترجمہ:۔ دو مردوں کے ساتھ عورت اور بچہ سے نماز جمعہ صحیح نہیں ہوتی اور غلام اور مریض کو امامت کرنی جائز ہے۔ اور مصر ہر وہ جگہ ہے کہ جہاں پر مفتی ہو اور امیر ہو اور قاضی ہو، جو احکامات کو نافذ کرتا ہو اور حدود کو قائم کرتا ہو اور اس کی عمارتیں ظاہر روایت میں مقام منیٰ کی عمارتوں کی مقدار کو پہونچ گئی ہوں اور جب قاضی یا امیر ہی مفتی ہو تو تعداد سے بے نیاز کر دیتا ہے اور منیٰ میں موسم حج کے اندر خلیفہ یا امیر حاج کے لئے نماز پڑھنی جائز ہو جائے گی اور خطبہ میں ایک مرتبہ الحمد للہ یا سبحان اللہ پر اختصار کرنا مع الکراہت صحیح ہو جاتا ہے اور خطبہ کی سنتیں اٹھارہ ہیں پاکی کا ہونا، ستر کا چھپا ہوا ہونا، خطبہ کے شروع کرنے سے قبل منبر پر بیٹھنا، اور اقامت کی طرح اسکے سامنے اذان کا کہنا پھر اس کا کھڑا ہونا اور بائیں ہاتھ میں تلوار لیکر اس پر ٹیک لگانا، ہر ایسے شہر میں جسے غلبہ سے فتح کیا گیا ہے اور جس شہر کو صلح سے فتح کیا گیا ہے اس میں بلا تلوار لئے کھڑا ہونا۔

تشریح و مطالب:۔ لاتصح یعنی اگر دو مرد اور ایک عورت یا بچہ ہو تو چونکہ جماعت نہیں پائی گئی حالانکہ نماز جمعہ کی صحت کیلئے جماعت کا ہونا شرط ہے اس لئے امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز جمعہ صحیح نہ ہوگی البتہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ ان کے نزدیک دو مرد جماعت کے لئے کافی ہیں۔ اس کی تفصیل گذر چکی ہے

المصر: یعنی نماز جمعہ کی صحت کے لئے شہر کا ہونا ضروری ہے لہٰذا اگر دیہات میں نماز جمعہ ادا کی جائے تو صحیح نہیں اور مصنفؒ نے مصر کی تعریف یہ کی ہے کہ وہاں پر مفتی امیر اور قاضی موجود ہیں لیکن اگر کسی مقام پر حاکم اور قاضی موجود ہے مگر محض سستی سے قانون اسلام کے بموجب حد و قصاص نافذ نہیں کرتا تو علماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ اس جگہ جمعہ کی نماز جائز ہے، لہٰذا آسانی کہا جاسکتا ہے کہ خاص طور پر حاکم یا قاضی مراد نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس درجہ کا حاکم رہتا ہو جو خون اور فوجداری کے مقدمات کا فیصلہ کر سکتا ہو بایں ہمہ یہ ایک علامت ہے مصر کی ماہیت اور حقیقت نہیں بیان کی گئی ہے در حقیقت شہر یا شہریت ایک عرفی چیز ہے جس کو پہچانا تو جاسکتا ہے مگر کوئی جامع نافع تعریف نہیں کی جاسکتی اس وجہ سے علامتوں کے بیان کرنے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں اس حاکم کے اندر ظلم کے

ختم کرنے کی طاقت موجود ہو یا ضروری نہیں کہ وہ ظلم کو ختم ہی کرتا ہو جیسے کہ حجاج ایک ظالم بادشاہ تھا مگر اسکے پیچھے صحابہ نے نماز ادا کی۔ (طحطاوی حاشیہ محمد میاں)

مصر کی شرط اس وجہ سے لگانے کی ضرورت پیش آئی کہ ابن ابی شیبہ کی ایک روایت ہے جیسا کہ ابھی گذر چکی کہ **لاجمعة ولاتشريق ولاصلوٰة فطر ولااضحى الا في مصر جامع اومدينة عظيمة** اسے ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ کا قول بتایا ہے لیکن صاحب ہدایہ نے حضور پاک ﷺ کا ارشاد کہا ہے۔

اب مصر کس شہر کو کہا جائے اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں امام اعظمؒ سے بھی کئی روایتیں ہیں (۱) **مايجتمع فيه مرافق اهله** (۲) وہ بڑا شہر کہ جس میں گلیاں اور بازار ہوں (۳) صاحب وقایہ نے یہ بیان کیا ہے کہ اس شہر کی بڑی مسجد میں اگر تمام لوگ اکٹھا ہو جائیں تو ناکافی ہو جاتے اور امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ جس جگہ مفتی و قاضی رہتے ہوں سفیان ثوریؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کو عام طور پر لوگ مصر کہتے ہیں اور اسے شہر میں شمار کیا جاتا ہے، بعض حضرات اسکی تعریف یہ کرتے ہیں کہ جس میں دس ہزار آدمی رہتے ہوں ایک قول یہ ہے کہ جس شہر میں ہر صنعت و حرفت کے لوگ رہتے ہوں (شرح وقایہ، ہدایہ وغیرہ)

اذاكان القاضى: جب قاضی عالم ہو فتویٰ دینے کی اسکے اندر صلاحیت ہو تو الگ سے ایک مفتی کی ضرورت نہیں اسی طرح اگر امیر بھی عالم ہو فتویٰ دے سکتا ہو تو امیر بھی مفتی کا کام کر سکتا ہے کسی دوسرے مفتی کی ضرورت نہیں ہوگی۔

جازت: موسم حج کے اندر بادشاہ یا امیر مکہ شریف، منیٰ کے اندر نماز جمعہ کا انعقاد کر سکتا ہے لیکن اگر کوئی حج کے لئے امیر بنایا گیا ہو تو اب جائز نہیں۔ کیونکہ یہ ولایت ناقص ہے اس لئے کہ یہ صرف حج کے لئے بنایا گیا ہے۔

الاقتصار: نماز جمعہ کے لئے خطبہ شرط ہے اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے البتہ خطبہ کی مقدار کیا ہو اسکے بارے میں علماء کا اختلاف ہے امام اعظمؒ کے نزدیک کم از کم مقدار ایک مرتبہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اگر بنیت خطبہ کہہ دیا جائے تو کافی ہے کیونکہ قرآن کریم میں اسکو ذکر اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے **فاسعوا الى ذكر الله**: نیز حضرت عثمانؓ جب خلیفہ ہوئے تو آپ منبر پر خطبہ کے لئے تشریف لے گئے تو صرف الحمد للہ ہی کہہ سکے پھر آپ سے نہیں بولا گیا اور نیچے اتر آئے، نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ اردو میں نہیں ہونا چاہئے کیونکہ خطبہ درحقیقت ایک ذکر ہے لیکن صاحبینؒ کے نزدیک ایسے دو خطبوں کا ہونا لازمی ہے کہ جس میں حمد و صلوٰۃ اور وصیت و تقویٰ ہو اور اول میں تلاوت قرآن اور دوسرے میں مؤمنین کے لئے دعاء ہو امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ قرآن میں **فاسعوا الى ذكر الله** آیا ہے اور یہاں پر طویل کی قید نہیں لہٰذا اگر خطبہ طویل نہ ہوگا تب بھی اسے خطبہ کہا جائے گا یہ اور بات ہے کہ سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

سنن: خطبہ کے سنن اٹھارہ ہیں لیکن اسی عدد میں منحصر نہیں اس سے زائد بھی ہو سکتے ہیں، مصنفؒ نے یہاں تقریباً کی عدد بیان کی ہے۔

الطهارة: خطبہ اگرچہ نماز نہیں لیکن اس پر نماز جیسا ثواب ملتا ہے (مراقی الفلاح) لہٰذا اگر امام نے حالت

حدث میں یا حالت جنابت میں خطبہ دیا تو جائز تو ہو جائے گا مگر مکروہ تحریمی ہو گا اور جب وہ جنبی ہو تو اس کا لوٹانا مستحب ہے مگر خطبہ لوٹاتے وقت اذان کو نہیں لوٹایا جائے گا۔

ستر : ستر اگرچہ فی حدذاتہ فرض ہے لیکن خطبہ کی حالت میں مسنون ہے لہٰذا اگر کسی نے بلا ستر کے خطبہ دیا تو جائز ہے کراہت ہو گا۔

الجلوس : منبر پر بیٹھنا مسنون ہے اور تواراثا بلا ترک کے چلا آرہا ہے۔

الاذان : خطبہ سے پہلے اذان ان لوگوں کے لئے ہوتی ہے جو وہاں پر موجود ہوتے ہیں کہ ان لوگوں کو متنبہ کردیا جاتا ہے کہ اب امام خطبہ دینے کے لئے آگیا ہے لہٰذا خطبہ سننے کے لئے تیار ہو جائیں نیز ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو مسجد سے باہر ہیں تاکہ وہ جلدی آجائیں۔

قیامہ : منبر پر کھڑا ہونا مسنون ہے یعنی اگر بیٹھ کر خطبہ دیا تو مکروہ ہو گا کیونکہ قیام فی الخطبہ برابر چلا آرہا ہے چنانچہ عبداللہ ابن مسعودؓ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وتركوك قائماً یعنی حضرت ابن مسعودؓ نے اسی آیت سے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ حضور ﷺ کا طریقہ منبر پر کھڑا ہو کر دینا تھا اگر کوئی شخص صرف ایک خطبہ میں بیٹھا، یا دونوں میں بیٹھ گیا تو ایسا کرنا بلا عذر کے مکروہ ہے اسی طریقہ سے لیٹ کر بھی خطبہ دینے میں کراہت ہے۔

السیف : خطیب ایسے شہر میں ہے کہ جسے فتح کیا گیا ہو اور اس میں دشمنوں نے مزاحمت کی ہو تو ایسے شہر میں تلوار کو ہاتھ میں لیکر خطبہ دینا مسنون ہے اور اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ اگر تم اسلام سے لوٹ جاؤ گے تو تم لوگ اب مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہو وہ تم سے مقابلہ کریں گے (مراقی) نیز اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ایسے شہر میں تلوار کے علاوہ مثلاً لکڑی کمان وغیرہ پر ٹیک لگانا بہتر نہیں البتہ اگر ایسا شہر ہے کہ جسے بلا لڑے فتح کر لیا گیا ہے تو اس شہر میں تلوار لے کر خطبہ نہیں دیا جائے گا، احادیث کثیرہ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور پاک ﷺ نے مدینہ میں خطبہ دیا اور آپ لکڑی یا کمان پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ ابوداؤد

وَاسْتِقْبَالُ الْقَوْمِ بِوَجْهِهٖ وبِدَائَتُهُ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ وَالشَّهَادَتَان وَالصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَالْعِظَةُ وَالتَّذْكِيرُ وَقِراءَةُ آيَةٍ مِّنَ الْقُرْآنِ وَخُطْبَتَان وَالْجُلُوسُ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ وَإِعَادَةُ الْحَمْدِ وَالثَّنَاءِ وَالصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اِبْتِدَاءِ الْخُطْبَةِ الثَّانِيَةِ وَالدُّعَاءُ فِيهَا لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ وَاَنْ يُّسْمِعَ الْقَوْمَ الْخُطْبَةَ وَتَخْفِيفُ الْخُطْبَتَيْنِ بِقَدْرِ سُوْرَةٍ مِنْ طِوَالِ الْمُفَصَّلِ وَيُكْرَهُ التَّطْوِيْلُ وَتَرْكُ شَيْءٍ مِنَ السُّنَنِ وَيَجِبُ السَّعْيُ لِلْجُمُعَةِ وَتَرْكُ الْبَيْعِ بِالاَذَانِ الاَوَّلِ فِي الاَصَحِّ۔

ترجمہ :۔ اور قوم کی طرف اپنے چہرے کا کرنا اور الحمد للہ سے شروع کرنا اور ایسی ثناء سے جس کا وہ مستحق ہے اور شہادتین کا پڑھنا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا، دوسرے خطبہ کے شروع میں نصیحت اور آخرت کی یاد دہانی کرنا، اور قرآن کی کسی آیت کا پڑھنا اور دو خطبوں کا پڑھنا، دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا، اور حمد اور ثناء کا اعادہ کرنا اور

حضور علیہ پر دوسرے خطبے کے شروع میں درود بھیجنا، اور اس میں تمام مؤمن مردوں اور تمام عورتوں کیلئے دعاء واستغفار کرنا، قوم کا خطبہ سننا، طوال مفصل کی مقدار دونوں خطبوں میں تخفیف کرنا، اور خطبوں کا لمبا پڑھنا مکروہ ہے، اسی طریقہ سے کسی سنت کا چھوڑ دینا جمعہ کے لئے چلنا واجب ہے اور صحیح مذہب کے مطابق اذان اوّل کے بعد بیع کا چھوڑ دینا۔

تشریح ومطالب :۔

استقبال : خطبہ کے درمیان قوم کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور قوم کی طرف پیٹھ کرنا مکروہ ہے، شمس الائمہ نے لکھا ہے کہ جو لوگ امام کے دائیں ہوں وہ امام کی طرف متوجہ ہو جائیں اور جو بائیں ہیں وہ بھی امام کی طرف اپنا رخ کرلیں اور جو امام کے سامنے ہیں وہ اپنا چہرہ امام کی طرف کرلیں۔ اور علامہ سرخسی نے یہ تحریر کیا ہے کہ ہمارے زمانے میں بہتر یہ ہے کہ قوم استقبال قبلہ کرے اسلئے کہ خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد صفوں کو سیدھی کرنے میں پریشانی ہوتی ہے چونکہ یہ وقت اژدہام کا ہوتا ہے جلدی سے لوگوں کی صفوں کو سیدھا نہیں کیا جاسکتا۔

بدائتہ : خطبہ کی ابتداء ان دعاؤں سے ہو جو خطبہ کے مطابق دعائیں ہیں اس لئے کہ خطبہ کے اندر عرفاً اور عموماً یہی چیزیں ہوا کرتی ہیں۔

العظۃ : خطبہ کے درمیان قوم کو نصیحت کی جائے، انکو عذاب سے ڈرایا جائے اور اچھی باتوں کی تلقین کی جائے اسلئے کہ اس دن لوگ زیادہ ہوتے ہیں اسلئے نصیحت کرنے میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے، نیز صرف ڈرایا ہی نہ جائے بلکہ ان امور کا بھی ذکر کیا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ جو ان کیلئے باعث نجات ہے اور جس کو وہ سن کر رغبت کریں۔

خطبتان : صحابہؓ کے دور سے یہی چلا آرہا ہے کہ نماز جمعہ میں دو خطبے دیئے جاتے ہیں اور اس سے کسی نے انحراف نہیں کیا ہے اس لئے اسے سنت کہا جاتا ہے اگر کسی جگہ ایک ہی خطبہ کہا گیا تب بھی خطبہ ہو جائے گا مگر ترک سنت کی وجہ سے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

الجلوس : دونوں خطبوں میں فرق کرنے کے لئے درمیان میں بیٹھا جائے، اب بیٹھنے کی مقدار کیا ہو اس میں مختلف روایات ہیں، ظاہر روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ بیٹھنا تین آیت کے مقدار ہو۔ (مراقی الفلاح)

بعض فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ ہر عضو اپنی جگہ آجائے اور اطمینان وسکون حاصل ہو جائے، حنفیہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ ہر عضو اپنی جگہ پر آجائے اور اطمینان وسکون کا حاصل ہونا شرط نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک استراحت شرط ہے اس لئے کہ اگر ایک ہی خطبہ پڑھا گیا درمیان میں فصل نہ کیا گیا اگرچہ یہ خطبہ اس قدر طویل ہو کہ دو خطبہ کے بقدر ہو جائے تب بھی ان کے نزدیک خطبہ ادا نہ ہوگا۔

اعادۃ : جب دوسرے خطبہ کے لئے کھڑا ہو تو حمد وثنا اور درود وسلام کو دوبارہ پڑھے اور خطبۂ ثانیہ میں سلف سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ خلفائے راشدین حضرت حسنینؓ، حضرت عباسؓ، حضرت حمزہؓ کا تذکرہ کرتے ہیں لہٰذا ان کا تذکرہ کرنا مستحسن ہے۔ (مراقی الفلاح)

الدعاء : دوسرے خطبہ میں تمام مسلمانوں کے لئے دعا واستغفار کیا جائے اور دعاء کے اندر رحمت خدوندی

کے حصول کی دعاء آفات و مصائب اور دشمنان اسلام پر غلبہ پانے کے لئے دعا کی جائے (مراقی الفلاح) اس لئے کہ اس میں زیادہ لوگ جمع ہوتے ہیں ان میں بعض برگزیدہ بھی ہوتے ہیں جن کے وسیلہ سے دعاء مقبول ہوتی ہے اور آدمی کو پتہ نہیں چلتا کہ وہ کون ہے اس لئے جب تمام لوگ اکٹھا ہیں تو ان میں سے ضرور کوئی ایسا ہو گا، نیز احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ جس میں دعائیں قبول کی جاتی ہیں اور اس وقت کا پتہ نہیں ہو سکتا ہے کہ یہی وقت ہو، اس لئے اس میں دعاء کر لینی چاہئے۔

ان یسمع: شرح مراقی میں یہ لکھا ہے کہ دوسرا خطبہ جہراً ہو اوّل میں جہر ضروری نہیں، سامعین کو خطبہ سننے کی نیت سے سنبھل کر بیٹھنا واجب ہے خواہ وہاں تک آواز پہونچتی ہو یا آواز نہ پہونچتی ہو اور دوران خطبہ کوئی ایسی حرکت کرنا جو اس کے منافی ہو مکروہ ہے اس لئے کہ اس خطبہ کو نماز کے ساتھ کافی مشابہت ہے، کیونکہ جس طرح نماز کے لئے طہارت، ستر عورت، وقت یہ تمام چیزیں ضروری ہیں اسی طرح خطبہ کے لئے بھی یہ سب چیزیں لازم ہیں لہٰذا نماز کی طرح اسے مشابہت ہے ہاں اس میں کلام کرنے سے صرف کراہیت آئے گی فساد نہیں۔

تخفیف: حضرت ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے **طول الصلوٰة وقصر الخطبة من فقه الرسل**۔ چونکہ لوگوں کی کثرت ہوتی ہے جگہ کی بھی تنگی ہوتی ہے نیز ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں بعض تندرست ہوتے ہیں بعض مریض تو جس طرح ان لوگوں کی رعایت کی جاتی ہے اسی طرح خطبہ میں بھی رعایت کی جائے گی لیکن ایک بات کا خیال رہے کہ مقدار مسنون سے کم نہ ہو۔

یکرہ: خواہ گرمی کا موسم ہو یا سردی کا خواہ برسات ہو یا دھوپ ہر ایک موسم میں خطبہ کا لمبا کرنا مکروہ ہے یہ کراہت کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں کراہیت کی وجہ وہی ہے جو ابھی اوپر گذر چکی۔

ترك: وہ مسنون چیزیں جو ابھی اوپر گذر چکی ہیں ان میں سے کسی ایک کا چھوڑنا مکروہ ہے۔

یجب: جمعہ کے لئے جانا سکون اور وقار کے ساتھ واجب ہے دوڑ کر جانا مکروہ ہے اور نماز جمعہ کے لئے سعی کرنا نص قطعی سے ثابت ہے چنانچہ ارشاد باری ہے **فاسعوا الی ذکر الله** دوڑ کر جانے میں مؤمن کا وقار گھٹ جاتا ہے حالانکہ مؤمن کی ایک امتیازی شان ہے۔

فی الاصح: مصنفؒ نے اسے ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ اذان ثانی کے بعد ترک بیع وغیرہ کیا جائے اور امام طحاویؒ نے بھی اذان ثانی کا اعتبار کیا ہے اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں صرف ایک اذان تھی اس دوسرے اذان کی ابتداء حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں ہوئی اس لئے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تھی نیز لوگ بعض امور میں مشغول ہو جاتے تھے جس کی بنا پر نماز جمعہ میں تاخیر ہو جاتی تھی اس لئے اس اذان کو شروع کرائی اور اس پر کسی صحابی نے کوئی جرح و قدح نہیں کی۔

اور آیت علی الاطلاق ہے نہ اس میں دوسرے کی قید ہے نہ اوّل کی تو اب اس دور میں بھی اوّل اذان مراد ہو گی

اور ترک بیع کا حکم اس سے ہوگا۔ (عمدۃ الرعایہ)

امام طحاویؒ کے قول پر صاحب بحر الرائق نے جرح وقدح کی ہے اور اسے ضعیف بتلایا ہے۔ (طحطاوی)

وَاِذَا خَرَجَ الاِمَامُ فَلاَ صَلٰوةَ وَلاَ كَلاَمَ وَلاَ يَرُدُّ سَلاَماً وَلاَ يُشَمِّتُ عَاطِساً حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ وَكُرِهَ لِحَاضِرِ الْخُطْبَةِ الاَكْلُ وَالشُّرْبُ وَالْعَبَثُ وَالاِلْتِفَاتُ وَلاَ يُسَلِّمُ الْخَطِيْبُ عَلَى الْقَوْمِ اِذَا اسْتَوٰى عَلَى الْمِنْبَرِ وَكُرِهَ الْخُرُوْجُ مِنَ الْمِصْرِ بَعْدَ النِّدَاءِ مَا لَمْ يُصَلِّ وَمَنْ لاَ جُمُعَةَ عَلَيْهِ اِنْ اَدَّاهَا جَازَ عَنْ فَرْضِ الْوَقْتِ وَمَنْ لاَ عُذْرَ لَهٗ لَوْ صَلَّى الظُّهْرَ قَبْلَهَا حَرُمَ فَاِنْ سَعٰى اِلَيْهَا وَالاِمَامُ فِيْهَا بَطَلَ ظُهْرُهٗ وَاِنْ لَمْ يُدْرِكْهَا وَكُرِهَ لِلْمَعْذُوْرِ وَالْمَسْجُوْنِ اَدَاءُ الظُّهْرِ بِجَمَاعَةٍ فِى الْمِصْرِ يَوْمَهَا وَمَنْ اَدْرَكَهَا فِى التَّشَهُّدِ اَوْ سُجُوْدِ السَّهْوِ اَتَمَّ جُمُعَةً وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

ترجمہ:۔ اور جب امام نکل جائے تو نہ نماز پڑھی جائے اور نہ بات کی جائے اور نہ سلام کا جواب دیا جائے اور نہ چھینکنے والے پر یرحمك الله کہا جائے یہاں تک کہ اپنے نماز سے فارغ ہو جائے اور خطبہ میں حاضر شخص کے لئے کھانا اور پینا، لایعنی باتیں کرنا اور کسی طرف متوجہ ہونا مکروہ ہے اور جب خطیب منبر پر چڑھے تو قوم کو سلام نہ کرے اور نماز پڑھنے سے قبل اذان کے بعد شہر سے نکلنا مکروہ ہے اور جس شخص کے اوپر نماز جمعہ نہیں ہے اگر اس نے ادا کر لیا تو فرض وقت سے جائز ہو جائے گی اور جس شخص کو کوئی عذر نہیں ہے نماز جمعہ سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنی حرام ہے پس اگر جمعہ کی طرف چلا اور امام جمعہ کی نماز میں تھا تو اس کی ظہر باطل ہو جائے گی اگر چہ اسے نہ پائے اور معذور اور قیدی کے لئے جمعہ کے دن شہر میں جماعت سے ظہر کی نماز ادا کرنی مکروہ ہے اور جس شخص نے امام کو تشہد یا سجدۂ سہو میں پایا تو وہ جمعہ کی نماز ہی پوری کرلے۔ واللہ اعلم

تشریح ومطالب:۔ اذا خرج: اگر جامع مسجد میں یہ طریقہ رائج ہو کہ امام اپنے کمرے سے نکل کر آتا ہو تو جیسے ہی کمرے سے نکلے گا اسی وقت نماز ختم کر دی جائے گی لیکن اگر حجرے میں نہیں رہتا بلکہ مسجد میں موجود رہتا ہے تو جب خطبہ کے لئے کھڑا ہوگا اس وقت نماز وکلام ختم کر دی جائے گی لیکن اگر کوئی صاحب ترتیب ہو تو وہ اسے پورا کرے گا اگر چہ وتر ہی کیوں نہ ہو۔

سلاما: خواہ زبان سے ہو یا اشارے سے ہر صوت میں سلام کا جواب نہیں دیا جائے گا ہاں اگر سانپ وغیرہ نکل جائے تو اس کے مارنے میں کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ اس کا تعلق حق العباد سے ہے اگر کسی نے جواب دیدیا یا اسی طریقہ سے سلام کر لیا تو گنہ گار ہوگا۔

کرہ: لیکن جو شخص معذور نہ ہو اور جس کے اوپر جمعہ کی نماز واجب ہے اور وہ جمعہ میں حاضر ہے تو اسکے لئے کھانا پینا یہ تمام چیزیں مکروہ ہیں۔

لایسلم: جب خطیب منبر پر آئے اس وقت قوم کو سلام کرنا مکروہ ہے اسلئے کہ حدیث سے اسکا ثبوت نہیں یہ بعد کے لوگوں کی ایجاد کی ہوئی بدعت ہے نہ حضور ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی خلفائے راشدین اور نہ کسی صحابی سے۔

کرہ الخروج : اذان کے بعد جس کے اوپر جمعہ کی نماز واجب ہے اس کے لئے نکلنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ سعی الی الجمعہ واجب ہے اور نکلنے کی صورت میں اس واجب کی مخالفت ہے کس اذان کے بعد یہ کراہت ہو گی؟ اس کی مکمل تفصیل گذر چکی ہے۔

ومن لاجمعة : اگر کوئی شخص معذور ہے یا جس کے اوپر نماز جمعہ واجب نہیں وہ لوگ اگر جمعہ کی نماز میں حاضر ہو جائیں اور جمعہ کی نماز پڑھ لیں تو ان سے فرضیت ظہر ساقط ہو جائے گی کیونکہ ان کے لئے عدم وجوب میں تخفیف تھی اور جب ان لوگوں نے تخفیف کو خود ہی پسند نہیں کیا تو اصل کی طرف چلے جائیں گے جس طریقہ سے مسافر یا مریض کے لئے روزے میں رخصت ہے لیکن اگر یہ لوگ اسی حالت میں روزہ رکھ لیں تو فرضیت سے بری ہو جائیں گے اور ان کا یہ روزہ رکھنا صحیح ہو گا اس لئے کہ عدم فرضیت میں تخفیف تھی۔

من لاعذر له : یعنی کوئی شخص شہر میں مقیم تھا اور اس کے اوپر نماز جمعہ واجب تھی اس کے باوجود اس شخص نے جمعہ کی نماز کے بجائے ظہر کی نماز جمعہ کی نماز پڑھی جانے سے قبل ہی پڑھ لی تو اس نے فعل حرام کا ارتکاب کیا اس لئے کہ اس دن ظہر کی نماز کے بجائے جمعہ کی نماز تھی اور اس نے اس واجب کو ترک کر دیا۔

فان سعی : اگر کسی نے ایسا کر ہی لیا اور کرنے کے بعد اسے ندامت ہوئی کہ مجھے ایسا نہ کرنا چاہئے تھا اور اس کے بعد وہ نماز جمعہ کے لئے چلا گیا تو اسکی ظہر کی نماز باطل ہو جائے گی لیکن سعی کے بارے میں اختلاف ہے، مختار مذہب یہی ہے کہ جب وہ گھر سے چل دیا اسی وقت اس کی نماز ظہر باطل ہو جائے گی اور اس سے پہلے اگر چہ اس نے حرام کیا ہے لیکن اس کی نماز باطل نہیں ہو گی، جیسے کسی شخص نے جمعہ کے دن ظہر کی نماز مسجد میں پڑھی اور وہیں بیٹھا رہا وہاں سے اٹھا نہیں تو اس کی نماز اس وقت تک باطل نہ ہو گی جب تک امام کے ساتھ شریک نہ ہو جائے۔

الیھا : کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ نکلنا شرکت جمعہ کے لئے ہے لہٰذا اگر کوئی شخص ظہر کی نماز پڑھ کر اپنے کام کے لئے نکلا یا اسی طریقہ سے ایسے وقت وہاں پہونچا کہ امام نماز جمعہ سے فارغ ہو چکا تھا تو اب اس کی نماز بالاجماع باطل نہ ہو گی اور اگر یہ ایسے میں پہونچا کہ امام نماز میں تھا تو اسکی نماز باطل ہو جائے گی۔

کرہ : یہاں مصر کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر دیہات میں ایسا کیا جائے تو مکروہ نہیں اس لئے کہ دیہات میں جمعہ کی نماز صحیح نہیں اور شہر میں اگر چہ معذور اور قیدی پر نماز جمعہ واجب نہیں لیکن اس صورت میں نماز جمعہ کے ساتھ ظہر کی جماعت کرنے میں مشابہت لازم آتی ہے اور اس سے بچنا چاہئے اسی وجہ سے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

جمعہ کے دن مریض کو ظہر کی نماز میں اس قدر تاخیر کرنی چاہئے کہ امام نماز جمعہ سے فارغ ہو جائے لیکن اگر ایسا نہیں کیا تو صحیح مذہب کے مطابق مکروہ ہے۔ نیز قیدی کو خاص طور پر بیان کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ جماعت کی قید لگا کر اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اگر بلا جماعت کے ظہر کی نماز ادا کی تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اگر منفرد ہو تو اس کے لئے بھی اذان واقامت مسنون ہے لیکن جمعہ کے دن ایسا کرنا بہتر نہیں،

اسی طرح ظہر کی قید لگا کر اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت سے مکروہ ہے اس کے علاوہ میں جماعت کرنی مکروہ نہیں۔ (بحر بتصرف)

التشهد: یعنی کوئی اس قدر تاخیر سے آیا کہ اس وقت امام تشہد میں تھا تو اب وہ شریک ہو جائے اس لئے کہ حدیث پاک میں آتا ہے ماادرکتم فصلوا وما فاتکم فاقضوا امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر دوسری رکعت کا اکثر حصہ پالیا مثلاً دوسری رکعت کا رکوع پالیا تو اب جمعہ کی نماز پورکرلے اور اگر اس سے کم پایا ہے تو اب ظہر کو پڑھے اس لئے کہ یہ من وجہ ظہر ہے اور من وجہ جمعہ ہے اس لئے کہ بعض شرطیں فوت ہو گئیں تو اب دو رکعت پڑھ کر بیٹھ جائے اور اس کے بعد دو رکعت اور پڑھ کر ظہر کی نماز پوری کرلے اور اس دو کے بعد دو رکعت ملائے گا اس میں بھی قرأت کرے گا اس لئے کہ نفل کا بھی احتمال ہے، لیکن امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر تشہد میں شریک ہو گیا تو گویا کہ اس نے جمعہ کی نماز پالی، اس لئے کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اذااتیتم الصلوٰۃ فلا تاتوھا ولفتم تسعون فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاقضوا اور اس لئے کہ امام کی اقتداء سے قبل جو رکعت ہو گئی ہے وہ غیر نہیں ہے لہٰذا اور جگہ کی طرح یہاں پر بھی ان کو بعد میں پوری کرلی جائے گی۔ (زیلعی بتصرف)

اوسجود السهو: یہاں پر یہ اشکال نہ کیا جائے کہ اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ میں سجدہ سہو کیا جائے حالانکہ ابھی بیان ہو چکا ہے کہ جمعہ میں سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہئے تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ مختار مذہب تو یہی ہے کہ جمعہ میں سجدہ سہو واجب نہیں، اور اولیٰ بھی ترک ہی کر دینا ہے تاکہ کرنے کی وجہ سے لوگ فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ یہ بات تو نہیں کہ جمعہ میں سجدۂ سہو جائز ہی نہ ہو، جائز ہے مگر بعض جگہ ایسا ہوتا ہے کہ ضرورت کے پیش نظر بعض چیزوں کو ترک کر دیا جاتا ہے وہی بات یہاں پر بھی ہے۔ لہٰذا اب کوئی اشکال باقی نہ رہا (طحطاوی مع تصرف) نیز یہ عبارت لا کر امام محمدؒ کی تردید بھی مقصود ہے کہ رکعت ثانیہ کا اکثر کیا اگر سجدہ سہو کے وقت بھی شریک ہو جائے تب بھی نماز جمعہ ہو جائیگی۔

بَابُ الْعِيْدَيْن

صَلوٰةُ العِيدِ وَاجِبَةٌ فِي الأَصَحِّ عَلىٰ مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ بِشَرَائِطِهَا سِوَى الْخُطْبَةِ فَتَصِحُّ بِدُوْنِهَا مَعَ الإِسَاءَةِ كَمَا لَوْ قُدِّمَتِ الْخُطْبَةُ عَلىٰ صَلوٰةِ العِيدِ وَنُدِبَ فِي الْفِطْرِ ثَلاثَةَ عَشَرَ شَيْئاً اَنْ يَّاكُلَ وَاَنْ يَكُوْنَ الْمَاكُوْلُ تَمراً وَوِتراً وَيَغْتَسِلَ وَيَسْتَاكَ وَيَتَطَيَّبَ وَيَلْبَسَ اَحْسَنَ ثِيَابِهِ وَيُؤَدِّيَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ اِنْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ وَيُظْهِرَ الْفَرَحَ وَالْبَشَاشَةَ وَكَثْرَةُ الصَّدَقَةِ حَسَبَ طَاقَتِهِ وَالتَّبْكِيْرُ وَهُوَ سُرْعَةُ الانْتِبَاهِ وَالابْتِكَارُ وَهُوَ الْمُسَارَعَةُ اِلَى الْمُصَلّىٰ وَصَلوٰةُ الصُّبْحِ فِي مَسْجِدِ حَيِّهِ ثُمَّ يَتَوَجَّهُ اِلَى الْمُصَلّىٰ مَاشِياً مُكَبِّراً سِراً وَيَقْطَعُهُ اِذَا انْتَهىٰ اِلَى الْمُصَلّىٰ فِي رِوَايَةٍ وَفِي رِوَايَةٍ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلوٰةَ وَيَرْجِعُ مِنْ طَرِيْقٍ آخَرَ۔

ترجمہ:۔ عیدین کی نماز:۔ عید کی نماز صحیح مذہب کے مطابق ہر اس شخص پر واجب ہے کہ جس پر جمعہ کی نماز واجب ہے، خطبہ کے علاوہ جمعہ کی تمام شرائط کے ساتھ، تو عید کی نماز بغیر خطبہ کے مع الکراہت صحیح ہو

جائے گی، جیسا کہ اگر خطبہ کو عید میں مقدم کردیا جائے، نماز پر اور عید الفطر میں تیرہ چیزیں مستحب ہیں کسی چیز کا کھانا، جو چیز کھائی جائی وہ تمر ہو اور طاق ہو اور غسل کرنا اور مسواک کرنا اور خوشبو لگانا اور اپنے کپڑوں میں بہترین کپڑا زیب تن کرنا اور اگر صدقۂ فطر واجب ہو تو نماز عید سے قبل ادا کرنا اور خوشی اور بشاشت کا ظاہر کرنا اور اپنی وسعت کے مطابق زیادہ صدقہ دینا، اور تبکیر اور وہ جلدی بیدار ہونا ہے، اور ابتکار اور وہ عید گاہ کو جلدی جانا ہے اور محلہ کی مسجد میں صبح کی نماز ادا کرنی پھر اس کے بعد عید گاہ کیطرف پیدل تکبیر آہستہ کہتے ہوئے جانا اور ایک روایت کے مطابق عید گاہ پہونچ کر تکبیر کا ختم کردینا اور ایک روایت کے مطابق جب نماز شروع ہو جائے اور دوسرے راستے سے لوٹنا۔

تشریح و مطالب:۔ مصنفؒ جب صلوٰۃ رباعیہ اور ثالثہ سے فارغ ہوگئے تو واجبات نماز میں سب سے پہلے جمعہ کا ذکر کیا اس لئے کہ اس کا ثبوت قرآن پاک سے ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِذَانُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ الخ اسی وجہ سے اس کو مقدم ذکر کیا نیز بعض چیزیں ایسی ہیں جو نماز جمعہ میں سنت ہیں اور عید میں نہیں جیسا کہ خطبہ نماز جمعہ میں ضروری ہے اور نماز عید میں مستحب اور اسی طرح عیدین سال بھر میں صرف دو مرتبہ آتی ہیں اور نماز جمعہ ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ، اس کے علاوہ اور بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں مگر سب سے زیادہ قوی وجہ یہی ہے کہ نماز جمعہ قرآن پاک سے ثابت ہے اور عیدین احادیث سے۔ نیز نماز جمعہ کی فضیلت بہت ہے چنانچہ حدیث پاک میں ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم لایغتسل رجل یوم الجمعۃ ویتطھر مااستطاع من طھر ہ ویدھن من دھنہ ویمس من طیبہ ثم یخرج فلا یفرق بین اثنین ثم صلی ماکتب لہ ثم سکت اذاتکلم الخطیب الا غفر لہ ما بینہ وبین الجمعۃ الاخریٰ. (بخاری) انہیں تمام فضائل کی وجہ سے نماز جمعہ کو مقدم کیا اور نماز عید کے احکام کو مؤخر کیا۔ واللہ اعلم بالصواب

العید :اسے عید اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عید الفطر کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ندا کراتے ہیں کہ تمہارے گناہ معاف کرادیئے گئے، یا ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب جب عید آتی ہے تو فرحت و مسرت لے کر آتی ہے، یا اس وجہ سے کہ لوگ لوٹ کر ایک مرتبہ اس وقت ایک جگہ جمع ہوتے ہیں یا اس وجہ سے اسے عید کہا جاتا ہے کہ لوگ لوٹ لوٹ کر بار بار ایک دوسرے کے یہاں کھانا کھاتے ہیں۔

واجبۃ :اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس پر مداومت فرمائی ہے اور اس کو کبھی ترک نہیں فرمایا اور اس کو شعائر اسلام میں داخل کیا ہے (عمدہ) اور اسکے واجب اور سنت کے بارے میں علماء احناف کے دو قول ہیں امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ سنت ہے اگر دو عید مثلاً جمعہ اور عید ایک دن ہو جائے تو دونوں میں سے کسی ایک کو ترک نہیں کیا جائے گا، ہاں پہلے عید واجب ہے اور دوسری سنت ہے (جامع صغیر) امام اعظمؒ کے نزدیک واجب ہے اور ان کی دلیل وہی ہے کہ حضور ﷺ نے اس پر مواظبت فرمائی اور کبھی ترک نہیں کیا۔

فی الاصح :اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ صحیح مذہب یہی ہے کہ یہ واجب ہے نہ کہ سنت، گویا کہ امام محمدؒ کی تردید اور امام اعظمؒ کی تائید ہے اور اس وقت فتویٰ اسی پر ہے کہ یہ واجب ہے۔

علی من تجب علیه الجمعة: یعنی جن لوگوں پر نماز جمعہ واجب ہے انہی لوگوں پر نماز عید بھی واجب ہے لہٰذا بچہ پر، غلام پر، عورت پر، قیدی پر اور اسکے علاوہ وہ تمام لوگ نکل گئے ہیں جن پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

بشرائطها: مصنفؒ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کے علاوہ جمعہ کی تمام شرائط عیدین میں ضروری ہیں حالانکہ یہ بات نہیں اس لئے کہ نماز جمعہ کی جماعت کے لئے تین افراد کا امام اعظمؒ کے قول کے مطابق ہونا ضروری ہے اور عیدین میں یہ بات نہیں، عیدین میں اگر امام کے ساتھ ایک آدمی بھی ہو تب بھی جماعت صحیح ہے لہٰذا یہاں پر ایک شرط اور خارج ہے اس کا خیال رہے۔ (طحطاوی)

یصح بدونها: اگر عیدین میں خطبہ نہ دیا گیا تو عیدین کی نماز صحیح ہو جائے گی مگر اس صورت میں کراہت ضرور ہوگی اسی طرح اگر خطبہ کو نماز عید سے قبل دیا گیا تب بھی خطبہ صحیح ہے مگر خلاف سنت ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے عیدین میں خطبہ نماز عید کے بعد دیا۔

ندب: مصنفؒ نے یہاں پر جو تیرہ کی تعداد بیان کی ہے اسی پر حصر نہیں بلکہ مستحبات عید الفطر اس سے زائد بھی ہو سکتے ہیں چنانچہ بعض حضرات نے پندرہ بھی شمار کرایا ہے لہٰذا اگر کہیں اس سے زائد معلوم ہوں تو مصنفؒ پر اعتراض نہ کیا جائے۔

ان یاکل: **لانه صلی الله علیه وسلم کان یطعم فی یوم الفطر قبل ان یخرج الی المصلی. وقد روی ایضاً کان علیه الصلوٰة والسلام لایغدو یوم الفطر حتی یأکل تمرات ویاکلهن وترا** (بخاری) یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر میں طاق کھجوریں کھا کر عید گاہ تشریف لے جاتے تھے لیکن جہاں کچھ اور نہ ملے وہاں پر میٹھی چیز کھا کر جانا چاہئے۔

یغتسل: یہاں پر اعتراض پڑتا ہے کہ مصنفؒ نے یہاں پر غسل کو مستحبات میں شمار کیا ہے اور کتاب الطہارۃ کے اندر سنت میں شمار کرلیا ہے آخر ایسا کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غسل کے بارے میں اختلاف ہے لہٰذا جب دو جگہ ذکر کر دیا تو اس سے اس اشکال کی طرف اشارہ بھی ہو گیا نیز مستحب کا اطلاق سنت پر ہوتا ہے اور یہاں پر مستحبات کو شمار کر رہے تھے اس وجہ سے الگ سے سنت کو ذکر نہیں کیا۔ نیز بعض کتابوں میں ان تمام چیزوں کو سنت میں شمار کرایا ہے اس دن لوگوں کا اجتماع زیادہ ہوتا ہے لوگ آپس میں مل جل کر بیٹھتے ہیں اس وجہ سے غسل کو سنت قرار دیا گیا تاکہ کسی کو کسی کے پسینہ وغیرہ سے تکلیف نہ ہو۔ نیز حضور ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

یستاك: اسی طریقہ سے مسواک کرنا بھی مستحب ہے اسلئے کہ اگر مسواک نہ کیا گیا تو اس سے لوگوں کو تکلیف ہوگی۔

یتطیب: اسی طریقہ سے کپڑوں پر اور بدن پر خوشبو لگانا مستحب ہے **لانه صلی الله علیه وسلم کان یتطیب یوم العید ولو من طیب اهله** (مراقی الفلاح) کتب احادیث میں اس قسم کی احادیث بکثرت موجود ہیں کہ حضور ﷺ اس دن خوشبو لگاتے تھے، اگر کسی کے پاس خوشبو کی چیز نہ ہو تو وہ اپنے گھر والوں سے لے کر لگا سکتا ہے جیسا

کہ حضور ﷺ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے مقابل عیدین میں اژدہام زیادہ ہوتا ہے اس وجہ سے اس دن خوشبو کا اہتمام کرنا چاہئے۔

یلبس : لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لہ جبة فنك او صوف یلبسھا فی الاعیاد، عن جابر قال کان لہ علیہ السلام برد احمر یلبسہ فی العید والجمعة اپنے کپڑوں میں جو سب سے بہترین کپڑا ہو اسے استعمال کرنا چاہئے خواہ وہ نیا کپڑا ہو یا دھلا ہوا، فی زماننا جو رسم چلی ہے کہ لوگ نئے نئے کپڑوں کا اہتمام کرتے ہیں اور اسے سنت سمجھ کر کرتے ہیں جس سے بسا اوقات پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کی حدیث میں کوئی اصل نہیں ہے اس لئے کہ نہ حضور ﷺ نے اس دن کے لئے نئے کپڑے سلائے تھے اور نہ خلفائے راشدین اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم۔ ہاں اگر آدمی کے اندر اس قدر وسعت ہو کہ وہ اس کا اہتمام کر سکتا ہو اور اس سے اسے کوئی تکلیف نہ ہوتی ہو تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر ایسا کرنے سے کسی کو تکلیف ہوتی ہے اور غریبوں کی دل شکنی ہوتی ہو اور انہیں اپنی غربت کا احساس ہوتا ہو تو ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔

یؤدی : اس کا عطف یاکل پر ہو رہا ہے لہٰذا اس کا ادا کرنا مستحب ہے اس لئے کہ یہاں پر جن چیزوں کو شمار کرا رہے ہیں وہ عید گاہ جانے سے قبل کی باتیں ہیں چنانچہ حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ عید گاہ کی طرف جانے سے قبل صدقۂ فطر ادا کر دیا کرو صدقۂ فطر کی ادائیگی کے چند اوقات ہیں (۱) عید کے دن پہلے ادا کر دیا جائے، اور ایسا کرنا جائز ہے اور یہی بہتر بھی ہے تاکہ غریب مسکین لوگ اپنی ضرورتوں کو پوری کرلیں اور صدقۂ فطر میں منجملہ حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے۔ (۲) عید گاہ جانے سے قبل ادا کر دیا جائے اور ایسا کرنا مستحب ہے اس لئے کہ اس میں بھی مساکین کا زیادہ فائدہ ہے (۳) صدقۂ فطر اسی دن ادا کیا جائے مگر نماز کے بعد ایسا کرنا جائز ہے لیکن اس میں غریبوں کا فائدہ کم ہے (۴) عید کے دن بھی ادا نہ کیا جائے بلکہ اس دن کے بعد ادا کیا جائے ایسا کرنا صحیح ہے مگر تاخیر کی وجہ سے گنہ گار ہوگا۔ جس طرح اگر کسی پر حج فرض ہو جائے اور وہ اس کے بعد فریضہ حج کو ادا نہ کرے تو جس قدر تاخیر کرے گا اتنا ہی گناہ ہوگا لیکن جب ادا کرلے تو اس کا فرض ساقط ہو جائے گا ان کے ذمہ سے۔

ان وجبت : صدقۂ فطر ہر شخص پر واجب نہیں بلکہ صدقۂ فطر انہی لوگوں پر واجب ہے جن پر زکوۃ واجب ہے۔

یظھر : یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمت پر شکریہ ادا کرے، نیز اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک ایسا دن دکھلایا ہے کہ جس میں اس کے گناہ وغیرہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، نیز عید الفطر رمضان المبارک کے ختم ہونے پر منائی جاتی ہے اور روزہ ایک مہتم بالشان فریضہ ہے، لہٰذا جب بندے نے اس فریضہ کو ادا کر لیا تو اب اسے چاہئے کہ اسکی خوشی منائے۔

البشاشة : اس کا مطلب یہ ہے کہ جس سے ملے خندہ پیشانی سے ملے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ملاقات کرے لیکن اس زمانے میں ایک یہ رسم بد چل گئی ہے کہ اگر کسی گھر میں میت ہو جاتی ہے اور اس کے بعد عید کا دن آتا ہے تو لوگ بجائے اس کے کہ خوشی منائیں رنج وغم کا اظہار کرتے ہیں یہ سراسر خلاف سنت ہے نہ اس کا ثبوت حضور

پاک ﷺ سے ہے نہ خلفائے راشدین سے اور نہ صحابہؓ سے لہٰذا اس کا ترک کرنا واجب ہے، اس لئے کہ اس دن خوشی کا اظہار کرنا چاہئے جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے کرنے میں اس کے خلاف ہوتا ہے۔

كثرة الصدقة : اس دن زیادہ سے زیادہ صدقہ، خیرات کرنا چاہئے لیکن اس بات کا خیال رہے کہ طاقت سے زیادہ نہ ہو، نیز اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جو صدقۂ فطر واجب ہوا ہے اس سے کچھ زائد مقدار میں دے اور یہ زائد اس کے لئے صدقۂ نافلہ ہو جائے گی۔

التبكير : صبح سویرے بیدار ہونا یہ مستحبات عید میں سے ہے۔

الابتكار : عیدگاہ کی طرف پیدل اور جلدی جانا مستحبات عید میں شمار کیا جاتا ہے، سویرے جانا تو اس وجہ سے کہ جلدی سے ایک واجب کو ادا کرے اور اس لئے بھی کہ اگر عید کی نماز چھوٹ جائے گی تو اس کو دوبارہ ادا نہیں کیا جاسکتا ہے، نیز اس لئے بھی کہ یہ مواقع سال میں دو ہی مرتبہ آتے ہیں اس لئے اس کی ادائیگی میں جلدی کرنی چاہئے۔

صلوٰة الصبح : عید کے دن فجر کی نماز اپنے محلہ کی مسجد میں پڑھنی مستحب ہے تاکہ لوگوں سے خوشی کا اظہار ہو، نیز اس کے علاوہ اس میں اور بہت سے فوائد ہیں۔

ثم یتوجه : عیدگاہ جانا اور وہاں نماز عید کا ادا کرنا مسنون ہے امام کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ عیدگاہ جائے اور کسی کو شہر میں اپنا نائب مقرر کردے تاکہ وہ معذوروں کو نماز پڑھائے اس لئے بھی کہ عید کی نماز دو جگہ بالاتفاق جائز ہے اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں اور اس لئے کہ عید کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنی چاہئے، اور جو لوگ معذور ہیں وہ عیدگاہ نہیں جاسکتے لہٰذا ان کی رعایت کرتے ہوئے دو جگہ نماز کردینی چاہئے تاکہ اس میں معذوروں کی رعایت ہو جائے اور وہ اس دوگانہ نماز سے محروم نہ رہیں نیز امام محمدؒ کے نزدیک عید کی نماز تین جگہ ادا کرنی چاہئے اگر امام نے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر نہ کیا اور کسی نے نماز عید پڑھادی تو یہ بھی جائز ہے، کیا عیدگاہ کے لئے منبر کو لے جایا جائے تاکہ اس پر امام کھڑا ہو کر خطبہ دے جائز ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کی رائے یہ ہے کہ ایسا نہ کرنا چاہئے عیدگاہ میں ہی بنایا جائے یا نہ بنایا جائے اس کے بارے میں علماء کے چند اقوال ہیں بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا مکروہ ہے لیکن خواہر زادہ کی رائے یہ ہے کہ اس زمانے میں منبر بنانا بہتر ہے اور امام اعظمؒ کی رائے یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتح القدیر)

خواہر زادہ کی رائے زیادہ بہتر ہے اسلئے کہ فی زمانہ خواص لوگ عیدین میں جاتے ہیں ان کو کچھ احکام معلوم نہیں ہوتے وہ نماز کے بعد ادھر ادھر چل دیتے ہیں لہٰذا اگر امام کسی اونچی جگہ پر کھڑا ہو کر خطبہ دے گا تو وہ لوگ اسے دیکھ کر رک جائیں گے۔

ماشیاً : اس لئے کہ پیدل جانے میں زیادہ قدم پڑیں گے اور چونکہ راستہ میں تکبیر کہتا ہوا جائے گا اور یہ زمین جس پر یہ تکبیر کہتا ہوا جاتا ہے یہ قیامت کے دن گواہی دے گی کہ یہ اس جگہ میں آپ کا ذکر کرتے ہوئے گیا تھا، نیز سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ پیدل عیدگاہ تشریف لے جایا کرتے تھے، نیز یہ دن خوشی کا ہوتا ہے لوگوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا چاہئے کسی کی دل شکنی نہیں ہونی چاہئے، اور اگر یہ سواری پر جاتا ہے تو غریب لوگوں کا دل زخمی ہوگا اس

لئے کہ وہ اس قدر مالدار نہیں ہوتے کہ اس کا اہتمام کر سکیں، ہاں اگر یہ بات ہو کہ عید گاہ بہت دور ہو اور اسے اس بات کا اندیشہ ہو کہ اگر پیدل گیا تو نماز نہ مل سکے گی تو اس وقت سواری سے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ اعلم

مکبراً سراً: مصنفؒ نے یہ قول امام اعظمؒ کا نقل کیا ہے اس لئے کہ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ تکبیر آہستہ کہی جائے یا بلند آواز سے؟ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ عید الفطر میں آہستہ کہی جائے اور عید الاضحیٰ میں بلند آواز سے۔ اور حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں میں آہستہ سے تکبیر کہی جائے نفس تکبیر میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں امام اعظمؒ کی دلیل یہ ہے **قال اللہ تعالیٰ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ**۔

ویقطعه: اس بارے میں علماء کے دو قول ہیں کہ کب تکبیر کو ختم کیا جائے مصنفؒ نے دونوں کو جمع کر دیا ہے کسی ایک کو ترجیح نہیں دیا ہے ایک روایت تو یہ ہے کہ جب عید گاہ تک پہونچ جائے اس وقت تکبیر کو ختم کر دے اور ایک روایت ہے کہ جب نماز کو شروع کرے اس وقت تکبیر کو ختم کر دے صاحب درایہؒ نے پہلی روایت کو بالجزم فرمایا ہے اور دوسری روایت پر لوگوں کا عمل ہونا نقل فرمایا ہے۔ **هكذا في مراقي الفلاح**

وَيُكْرَهُ التَّنَفُّلُ قَبْلَ صَلوٰةِ العِيدِ فِي الْمُصَلّٰى وَالْبَيْتِ وَبَعْدَهَا فِي الْمُصَلّٰى فَقَطْ عَلَى اِخْتِيَارِ الْجُمْهُوْرِ وَوَقْتُ صِحَّةِ صَلوٰةِ العِيدِ مِنْ اِرْتِفَاعِ الشَّمْسِ قَدْرَ رُمْحٍ اَوْ رُمْحَيْنِ اِلٰى زَوَالِهَا۔

ترجمه:۔ اور عید کی نماز سے قبل گھر میں اور عید گاہ میں نفل نماز ادا کرنی مکروہ ہے اور نماز عید کے بعد صرف عید گاہ میں مکروہ ہے جمہور کے اختیار کئے ہوئے مذہب کے مطابق اور نماز عید کے صحیح ہونے کا وقت سورج کے ایک نیزہ یا دو نیزہ بلند ہونے سے زوال شمس تک ہے۔

تشریح و مطالب:۔

التنفل: خواہ امام ہو یا مقتدی تمام لوگوں کے لئے عید سے قبل نماز ادا کرنی مکروہ ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے کبھی نفل نماز عید سے قبل ادا نہیں فرمائی حالانکہ حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نمازوں کے بہت زیادہ حریص تھے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج فصلى بهم العيد لم يصل قبلها ولا بعدها (بخاری و مسلم) اگر اس نماز کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لئے حضور پاک ﷺ ضرور ایک مرتبہ ادا فرماتے تاکہ اس کا جواز ثابت ہو جائے۔

البیت: عن ابى سعيد الخدرىؓ قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لايصلى قبل العيد شيئاً فاذا رجع الى منزله صلى ركعتين (شرح نقایہ) اور عید کی نماز کے بعد عید گاہ میں نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے۔

من ارتفاع الشمس: اگر کسی نے سورج کے ایک نیزہ یا دو نیزہ بلند ہونے سے قبل نماز عید ادا کر لی تو اس کی عید نہیں ہوئی ہاں وہ نفل حرام کا پڑھنے والا کہا جائے گا لان النبى صلى الله عليه وسلم كان يصلى العيد والشمس على قدر رمح او رمحين (طحاوی)

الى زوالها: یعنی اس کا وقت صرف زوال تک ہے، اگر نماز کے اندر زوال ہو گیا تو نماز صحیح نہ ہو گی۔

وَكَيْفِيَّةُ صَلٰوتِهِمَا اَنْ يَّنْوِیَ صَلٰوةَ الْعِيْدِ ثُمَّ يُكَبِّرُ لِلتَّحْرِيْمَةِ ثُمَّ يَقْرَأُ الثَّنَاءَ ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيْرَاتِ الزَّوَائِدِ ثَلَاثًا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِیْ كُلٍّ مِنْهَا ثُمَّ يَتَعَوَّذُ ثُمَّ يُسَمِّیْ سِرًّا ثُمَّ يَقْرَأُ الْفَاتِحَةَ ثُمَّ سُوْرَةً وَنُدِبَ اَنْ تَكُوْنَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ثُمَّ يَرْكَعُ فَاِذَا قَامَ لِلثَّانِيَةِ اِبْتَدَأَ بِالْبَسْمَلَةِ ثُمَّ بِالْفَاتِحَةِ ثُمَّ بِالسُّوْرَةِ وَنُدِبَ اَنْ تَكُوْنَ سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيْرَاتِ الزَّوَائِدِ ثَلَاثًا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْهَا كَمَا فِی الْاُوْلٰى وَهٰذَا اَوْلٰى مِنْ تَقْدِيْمِ تَكْبِيْرَاتِ الزَّوَائِدِ فِی الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ عَلَى الْقِرَاءَةِ فَاِنْ قَدَّمَ التَّكْبِيْرَاتِ عَلَى الْقِرَاءَةِ فِيْهَا جَازَ ثُمَّ يَخْطُبُ الْاِمَامُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ خُطْبَتَيْنِ يُعَلِّمُ فِيْهِمَا اَحْكَامَ صَدَقَةِ الْفِطْرِ۔

ترجمہ:۔ اور دوگانہ عید کے ادا کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ عید کی نماز کی نیت کرے پھر تحریمہ کے لئے تکبیر کہے پھر ثناء پڑھے اس کے بعد تین مرتبہ تکبیرات زوائد کہے اور ہر ایک تکبیرات زوائد کے لئے ہاتھ اٹھائے پھر تعوذ پڑھے پھر آہستہ سے بسم اللہ پڑھے اس کے بعد فاتحہ پڑھے پھر سورۃ ملائے اور مستحب ہے کہ سبح اسم ربک الاعلیٰ ہو پھر رکوع کرے اور جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو اب بسم اللہ سے شروع کرے اس کے بعد فاتحہ پڑھے پھر سورۃ ملائے اور مستحب ہے کہ سورۂ غاشیہ ہو پھر تین مرتبہ تکبیرات زوائد کہے اور پہلی رکعت کی طرح ہاتھوں کو اٹھائے اور یہ دوسری رکعت میں تکبیرات زوائد کو قرأت پر مقدم کرنے سے بہتر ہے اور اگر مقدم کردیا تو جائز ہے پھر نماز کے بعد امام دو خطبہ دے اور ان دونوں خطبوں میں صدقۂ فطر کے احکام بتلائے۔

تشریح و مطالب:۔ **کیفیتہ:۔** ابھی تک مصنفؒ ان باتوں کو بتلا رہے تھے جو نماز سے قبل کئے جاتے ہیں اور اب یہاں سے ان چیزوں کو بیان کر رہے ہیں جو نماز کے اندر کی جاتی ہیں گویا کہ اب داخل صلوۃ والی چیزوں کو بتلا رہے ہیں اب نماز میں شروع سے لے کر آخر تک جو چیزیں کی جاتی ہیں اسکا ذکر کریں گے۔

ان ینوی: ویسے تو نیت ہر نماز کے لئے کی جاتی ہے لیکن عید الفطر میں عید الفطر کی نیت کرے گا اور عید الاضحیٰ میں عید الاضحیٰ کی نیت کرے گا نیت کی پوری تفصیل ابھی گذر چکی۔ اور پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ نیت ارادہ کا نام ہے زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں لیکن اگر کہہ لے تو یہ بہتر ہے، پھر اتنا ارادہ کرلینا اور اپنے الفاظ سے ادا کرلینا کافی ہے کہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز امام کے پیچھے ادا کرتا ہوں۔

ثم یکبر: اب جبکہ نیت کرلی تو تکبیر تحریمہ کہہ کر نیت باندھ لے اسکے بعد امام اور مقتدی دونوں سبحانک اللھم پڑھیں جس طریقہ سے اور نمازوں میں ثنا کو امام اور مقتدی دونوں پڑھتے ہیں اسی طرح یہاں بھی دونوں پڑھیں گے۔

الزوائد: ان تکبیروں کو تکبیرات زوائد اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ تکبیریں رکوع اور سجود وغیرہ کی تکبیروں سے زائد ہوتی ہیں اور یہ تکبیریں صرف عیدین ہی میں کہی جاتی ہیں۔

ثلاثاً: یہ عبد اللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے اور احناف نے اسی کو اختیار کیا ہے، اور یہی مسلک ابو موسیٰ اشعری اور ابن زبیرؓ وغیرہ کا ہے اس کے علاوہ اور تکبیرات زوائد صحابی سے منقول ہیں، اور ان تکبیرات کے درمیان میں جو

وقفہ کیا جاتا ہے اس میں کوئی ذکر ثابت نہیں ہے۔ اور امام اعظمؒ سے اسکے درمیان میں وقفہ کے بارے میں یہ منقول ہے کہ ہر تکبیر کے درمیان میں تین تسبیحات کی مقدار خاموش رہے اس لئے کہ عیدین میں اژدہام زائد ہوتا ہے لہٰذا اگر جلدی جلدی تکبیرات کہی جائیں گی تو جو امام کی آواز کو دوسروں تک پہنچا رہا ہے اسے اشتباہ ہو جائے گا کہ امام پتہ نہیں کون سی تکبیر کہہ رہا ہے لہٰذا اس کا یہ شک اس قدر ٹھہر جانے سے ختم ہو جائے گا اور امام محمدؒ نے مبسوط میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ یہ مقدار ضروری نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ لوگ کس تعداد میں ہیں اگر ان کو آواز اس سے زائد دیر میں پہونچ رہی ہے تو اور تاخیر کی جائے گی۔ (از حاشیہ شیخ الادبؒ)

ثم یتعوذ : تکبیرات زوائد کے بعد اعوذ باللہ پڑھی جائے گی پھر اس کے بعد آہستہ سے بسم اللہ پڑھ کر امام سورۂ فاتحہ کو پڑھے گا تکبیر کے بعد تعوذ اور فاتحہ اور ضم سورہ صرف امام کرے گا اس وقت مقتدی خاموش رہیں گے اور ضم سورہ میں بہتر یہ ہے کہ سبح اسم ربك ہو اس لئے کہ حضور پاک ﷺ اس کو پڑھا کرتے تھے۔

اذا قام للثانیة : جب پہلی رکعت کا سجدہ کر کے کھڑا ہو اس وقت بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ کو شروع کر دے اور اس کے بعد ضم سورہ کرے اور دوسری رکعت میں غاشیہ سنت ہے پھر اب جا کر تکبیرات زوائد کہے یہی احناف کے نزدیک افضل ہے تا کہ دونوں قرأتوں کے درمیان وصل ہو جائے اور دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیا جائے، لیکن حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک دوسری رکعت میں قرأت سے قبل تکبیرات زوائد ہوں گی۔

ندب : حضرت امام اعظمؒ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور پاک ﷺ عیدین اور نماز جمعہ کے اندر سبح اسم ربك اور هل اتاك تلاوت فرماتے تھے (مراقی الفلاح) لیکن اگر مقتدیوں کو اسکے پڑھنے میں تکلیف ہو تو ترک کر دینا چاہئے اس لئے کہ امام کے لئے مقتدیوں کی رعایت بہت ضروری ہے اور خاص کر ایسے مواقع پر کہ جہاں پر سجدۂ سہو بھی ساقط ہو جائے اس لئے کہ یہاں پر ہر قسم کے لوگ جمع ہوتے ہیں بعض وہ ہوتے ہیں جو ضعیف ہوتے ہیں اور بعض کمزور ہوتے ہیں لہٰذا ان کی رعایت کا خیال رکھ کر سورت پڑھی جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

یرفع یدیه : لان النبی صلی الله علیه وسلم قال ترفع الایدی فی سبع مواطن الخ ان سات مقامات میں سے ایک تکبیرات زوائد بھی ہیں لہٰذا عیدین میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ تکبیرات زوائد کے وقت بھی رفع یدین کیا جائیگا۔

هٰذا : یعنی اس طرح کرنا کہ دونوں قرأتوں کے درمیان تکبیرات زوائد سے فصل نہ کرنا اور اس طرح تین تکبیر سے زائد تکبیریں نہ کہنا اس سے بہتر اور افضل ہے کہ دونوں قرأتوں کے درمیان فصل کیا جائے اور تین سے زائد تکبیریں کہی جائیں۔

فان قدم : چونکہ یہ مقدم اور مؤخر کرنا جواز و عدم جواز میں نہیں ہے بلکہ یہاں پر اختلاف صرف افضلیت اور عدم افضلیت کا ہے جس کے نزدیک جو بات زیادہ اچھی تھی اسے انہوں نے اختیار کیا اور دونوں طرح کی روایتیں موجود ہیں، احناف نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے قول کو راجح قرار دیا اور اسی کو اختیار کیا اور اس پر صحابہ نے قولاً اور عملاً عمل بھی کیا ہے نیز حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فقیہہ ہیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی

امت کے لئے اس بات پر راضی ہوں جس کو عبد اللہ بن مسعودؓ پسند کریں، تکبیرات زوائد کی تعداد تین سے لے کر سولہ تک ہے لہٰذا اگر امام بھول کر اس سے زائد تکبیر کہنے لگے تو مقتدی کو چاہئے کہ سولہ تک اس کی اتباع کریں۔

ثم یخطب: یعنی جب نماز ختم ہو جائے تو اب امام لوگوں کو خطبہ دے تاکہ سنت پر عمل ہو جائے اس لئے کہ حضور پاک ﷺ نماز عیدین کے بعد صحابہ کے درمیان کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا کرتے تھے، عیدین کی صحت کے لئے خطبہ شرط نہیں جیسا کہ خطبہ جمعہ میں شرط ہے لہٰذا اگر اسے مقدم کر دیا جائے تب بھی صحیح ہے۔

یعلّم: چونکہ یہ دونوں خطبے اسی لئے ہیں کہ اس میں لوگوں کو احکام عید الفطر بتلائے جائیں اس لئے امام کو چاہئے کہ اس خطبہ میں صدقۂ فطر کو بتلائے کس پر واجب ہے کس کے لئے واجب ہے اور کب واجب ہے اور کتنا واجب ہے اور کن چیزوں میں واجب ہے؟ بہر حال یہ مسلمان آزاد مالک نصاب پر واجب ہے لہٰذا اگر آزاد نہ ہو تو اس پر واجب نہ ہوگا اسی طرح اگر آزاد تو ہے لیکن وہ صاحب نصاب نہیں ہے تو اس پر بھی صدقۂ فطر واجب نہیں۔ کس کے لئے واجب ہے؟ تو اسکے حقدار کہ جن کو صدقۂ فطر دیا جائے وہ غریب مسکین لوگ ہیں لیکن ہمارے اس زمانے میں بعض لوگ ایسے آجاتے ہیں جو اسکے لینے کے مستحق نہیں ہوتے اور ان کو دے دیا جاتا ہے لہٰذا اس میں خوب تلاش و جستجو کر کے دینا چاہئے، اس لئے کہ یہ ان کے مستحقین تک پہونچانا چاہئے اور اس وقت زیادہ بہتر یہ ہے کہ مدرسوں میں دے دیا جائے اس لئے کہ اس میں دہرا اجر ہے، اور اب رہا یہ سوال کہ کب واجب ہوتا ہے تو اسکے وجوب کا وقت طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے لیکن اگر پہلے ادا کر دیا جائے تو بھی صحیح ہے جیسا کہ ابھی اس کی مکمل تفصیل گذر چکی اب رہی یہ بات کہ کس مقدار میں واجب ہوتا ہے تو اس کی مقدار بھی متعین ہے اگر گیہوں ہے تو وہ نصف صاع ہے اور اگر کھجور یا جو ہے تو ایک صاع ہے صاع کی مکمل تفصیل گذر چکی ہے۔

وَمَنْ فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مَعَ الإِمَامِ لَایَقْضِیْهَا وَتُؤخَرُ بِعُذْرٍ اِلیٰ الغَدِ فَقَطْ وَاَحْكَامُ الاضحیٰ كَالْفِطْرِ لٰكِنَّهُ فِیْ الاَضْحیٰ یُؤخِّرُ الاَكْلَ عَنِ الصَّلٰوةِ وَیُكَبِّرُ فِی الطَّرِیْقِ جَهْراً وَیُعَلِّمُ الاُضْحِیَّةَ وَتَكْبِیْرَ التَّشْرِیْقِ فِی الْخُطْبَةِ وَتُؤخَّرُ بِعُذْرٍ اِلیٰ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ وَالتَّعْرِیْفُ لَیْسَ بِشَیْئٍ وَیَجِبُ تَكْبِیْرُ التَّشْرِیْقِ مِنْ بَعْدِ فَجْرِ عَرَفَةَ اِلیٰ عَصْرِ الْعِیْدِ مَرَّةً فَوْرَ كُلِّ فَرْضٍ اُدِّیَ بِجَمَاعَةٍ مُسْتَحَبَّةٍ عَلیٰ اِمَامٍ مُقِیْمٍ بِمِصْرٍ وَعَلیٰ مَنِ اقْتَدیٰ بِهٖ وَلَوْ كَانَ مُسَافِراً اَوْ رَقِیْقاً اَوْ اُنْثیٰ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا یَجِبُ فَوْرَ كُلِّ فَرْضٍ عَلیٰ مَنْ صَلَّاهُ وَلَوْ مُنْفَرِداً اَوْ مُسَافِراً اَوْ قَرَوِیّاً اِلیٰ عَصْرِ الْخَامِسِ مِنْ یَوْمِ عَرَفَةَ وَبِهٖ یُعْمَلُ وَعَلَیْهِ الْفَتْویٰ وَلَا بَاْسَ بِالتَّكْبِیْرِ عَقَبَ صَلٰوةِ الْعِیْدَیْنِ وَالتَّكْبِیْرُ اَنْ یَّقُوْلَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

ترجمہ:۔ اور جس کی نماز عید امام کے ساتھ چھوٹ گئی وہ اس کی قضاء نہیں کرے گا اور عید الفطر کو کسی عذر کی بنا پر صرف ایک دن مؤخر کیا جاسکتا ہے اور عید الاضحیٰ کے احکام عید الفطر کی طرح ہیں لیکن عید الاضحیٰ میں کھانے کو مؤخر کیا جائے گا اور راستہ میں جہراً تکبیر کہی جائے گی اور خطبہ میں قربانی کے احکام اور تکبیر تشریق کے احکام

بتلائے جائیں اور اسے کسی عذر کی بنا پر تین دن تک مؤخر کیا جاسکتا ہے اور تعریف کی کوئی حقیقت نہیں اور تکبیر تشریق عرفہ کی فجر سے عید کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد جو جماعت سے ادا کی گئی ہو امام مقیم کی اقتداء میں شہر کے اندر اور اس پر بھی جس نے اس کی اقتداء کی ہو اگرچہ وہ مسافر ہو یا غلام ہو یا مؤنث ہو واجب ہے امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کے مطابق، اور صاحبین ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد علی الفور اگرچہ وہ تنہا ہو یا مسافر ہو یا دیہاتی ہو عرفہ کے دن سے پانچویں روز کی عصر تک اور اسی پر عمل کیا جاتا ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے اور عیدین کی نماز کے بعد تکبیر کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور تکبیر یہ ہے اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

تشریح و مطالب :-

ومن فاتته : یعنی اگر کوئی ایسا ہے کہ اس قدر تاخیر سے آیا کہ اس کی نماز عید فوت ہو گئی اور وہ اس کو نہ پاسکا تو اس کی قضا نہیں کی جائے گی اس لئے کہ یہ نماز امام کے ساتھ ضروری ہے اور یہاں پر امام ایک بار نماز پڑھا چکا اب اگر کوئی شخص ایسے وقت آکر امام کے ساتھ شریک ہوا کہ وہ التحیات میں تھا تو اپنی نماز ادا کرنے کے وقت مذکورہ تکبیرات کہے گا۔ اور اگر ایک رکعت رہ گئی تھی تو اس کو بھی تکبیرات کے ساتھ ادا کرے مستحب تو یہ ہے کہ پہلے اس رکعت میں قرأت پڑھ لے اس کے بعد تکبیریں کہے تاکہ دونوں رکعت کی تکبیروں میں قرأت کا فاصلہ ہو جائے اور اگر امام رکوع میں تھا تو اس شخص کو چاہئے کہ اول تکبیر تحریمہ کہہ کر تکبیرات زائد کہہ لے پھر رکوع کہہ کر امام کے ساتھ مل جائے اور اگر یہ خطرہ ہو کہ جتنی دیر میں تکبیرات کہے گا امام اس وقت تک رکوع سے سر اٹھالے گا تو اب رکوع میں جھکتے وقت تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اس صورت میں رفع یدین نہیں کرے گا اور اگر رکوع میں امام کے ساتھ شامل تو ہو گیا مگر ابھی صرف تکبیر کہہ سکا تھا کہ اتنے میں امام نے رکوع سے سر کو اٹھالیا تو اب اس شخص کو رکعت تو مل ہی گئی ہے اب باقی تکبیریں ساقط ہو جائیں گی اب ان کی قضا نہیں۔ (مراقی الفلاح)

تؤخر بعذر : مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عذر در پیش ہو گیا ہو تو اب ایک دن تک نماز عید مؤخر کی جاسکتی ہے مثلاً ۲۹ کو چاند بادل کی وجہ سے نہیں دیکھا گیا مگر جن لوگوں نے دیکھا وہ زوال کے بعد آکر شہادت دیتے ہیں یا اسی طریقہ سے بدلی کا دن تھا اور پتہ نہیں چلا کہ زوال ہوا یا نہیں اور نماز پڑھنے کے بعد یہ بات معلوم ہوئی کہ زوال کے بعد نماز ادا کی گئی ہے تو ان صورتوں میں نماز عید الفطر دوسرے دن ادا کی جائے گی اور اگر کوئی عذر نہیں تھا اس کے باوجود اگر مؤخر کر دی گئی تو اب دوسرے دن جائز نہیں، اس لئے کہ عذر کی بنا پر رخصت ہوتی ہے اور یہاں کوئی عذر نہیں ہے (مراقی الفلاح) اور اس کے ایک دن تک مؤخر کئے جانے کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن تک مؤخر کیا ہے جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے، نیز عذر میں ایک یہ بھی شامل ہے کہ بارش اس قدر تیز تھی کہ گھر سے نکلنا مشکل تھا اب اگر کبھی ایسا وقت آجائے تو تب بھی ایک دن تک مؤخر کیا جاسکتا ہے۔

احکامه : اب یہاں سے دونوں کے درمیان فرق بیان کر رہے ہیں کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں فرق کیا ہے آیا دونوں ایک ہی ہیں یا احکام میں کچھ فرق بھی ہے۔

یؤخر الاکل : مصنفؒ نے مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ نہ کھانا دونوں کیلئے برابر ہے خواہ اس کے پاس قربانی ہو یا نہ ہو لیکن بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ جسکے پاس قربانی نہ ہو اس کو کھانے میں تاخیر مستحب نہیں (بحر) اور عید الاضحیٰ کے اندر جو کھانے کو نماز سے مؤخر کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ **لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان لایطعم الطعام فی یوم الاضحی حتی یرجع الخ** لیکن یہ شہری کے لئے ہے دیہاتی کے لئے نہیں اسلئے کہ دیہات میں نماز عیدین نہیں ہوتی اور انکی قربانی کیلئے نماز ضروری نہیں (عمدہ، مراقی، وغیرہ) اگر کسی نے نماز فجر کے بعد عید الاضحیٰ کے دن کھانا کھالیا تو ایسا کرنے سے ترک استحباب لازم آیا البتہ مکروہ وغیرہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم

فی الطریق جھراً : اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے ایک روایت نقل کی ہے **کان ابن عمرؓ وابو ھریرۃؓ یخرجان الی السوق بایام العشر یکبران ویکبر الناس بتکبیرھما** لہٰذا اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ صحابہ کرامؓ اس کو بالجھر پڑھتے تھے۔ **فی الطریق** سے مراد عید گاہ کا راستہ ہے کہ جس راستہ سے آدمی عید گاہ جائے اس راستہ میں تکبیر کہتے ہوئے۔

یعلم الاضحیۃ : اس خطبہ کی مشروعیت احکام وقتیہ کو بیان کرنے کے لئے ہے فقہاء نے یہ بات بیان کی ہے کہ تکبیر تشریق کو عرفہ کے دن سے قبل بتلادینا چاہئے اس لئے امام کے لئے یہ طریقہ زیادہ بہتر ہے کہ ان لوگوں کو اس کے احکامات عید الاضحیٰ سے پہلے والے جمعہ میں بتلادے جس طرح سے عید الفطر میں بھی بہتر یہی ہے کہ عید الفطر سے پہلے جو جمعہ آتا ہے اس میں لوگوں کو فطرہ وغیرہ کے احکامات سکھادے تاکہ وہ لوگ عید گاہ جانے سے قبل ہی ادا کر دیں اور اس لئے بھی بتلانا علماء کی ذمہ داری ہے گویا کہ یہ ایک امانت ہے اور اسے ان لوگوں کے پاس جلدی سے پہونچادینا چاہئے تاکہ خود جلدی سے چھٹکارا پا جائے اسی طریقہ سے اگر خطبہ کے اندر کوئی ایسی چیز دیکھے جس کی وہ کمی محسوس کر رہا ہو تو اس کو بھی بتلادینا چاہئے۔ (بحر)

التشریق : لغت میں گوشت کو لٹکانے کے لئے کہا جاتا ہے کہ سورج کی تمازت سے خشک ہو جائے اور عرب میں لوگ قربانی کے گوشت کو سکھاتے ہیں اور تیرہ ذی الحجہ تک رہتا ہے اس لئے اسے ایام تشریق کہہ دیا گیا۔ بعض حضرات نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ **التشریق** بمعنی **التکبیر بالجھر** ہے اور چونکہ ان ایام میں نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہی جاتی ہے اس لئے اسے ایام تشریق کہہ دیا گیا۔ (عمدہ)

تؤخر بعذر : یعنی اگر کوئی عذر پیش آجائے تو اسے تین دن تک مؤخر کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ قربانی تین دن تک کی جاسکتی ہے لیکن پہلے دن افضل ہے لہٰذا ایک فرق عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں یہ بھی ہو گیا کہ اس میں صرف ایک دن تاخیر کی جاسکتی ہے اور عید الاضحیٰ کے اندر تین دن تک اور اس میں بھی وہی شرط ہے۔

التعریف : لغۃً عرفات میں ٹھہرنے کو کہا جاتا ہے لیکن یہاں پر مراد یہ ہے کہ لوگ عرفات کے علاوہ اسی دن میں کسی جگہ ان سے مشابہت کے لئے ٹھہر جائیں لیکن عرفہ میں جو ٹھہرنا عبادت ہے وہ ایک مکان کے ساتھ خاص ہے

تو دوسری جگہ پر قیام کرنا عبادت نہیں ہوگا جس طرح حج کے ارکان دوسری جگہ ادا کرنے سے حج نہیں ہوتا۔ اور نہایہ میں امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول غیر روایۃ اصول نقل کیا گیا ہے کہ ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ ابن عباسؓ نے بصرہ میں اسی دن ایسا کیا ہے (النہایہ) لیکن صاحبین کی ایک روایت اسکے خلاف بھی ہے اور صحیح بات بھی یہی ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے اور بعض فقہاء نے تو اس کو مکروہ تحریمی لکھا ہے (در مختار و شامی وغیرہ)

تجب : اب یہاں سے تکبیرات تشریق کا وقت بیان کر رہے ہیں اسکے بارے میں امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف ہے اور اختلاف انتہائے وقت کے بارے میں ہے ابتدائے وقت میں کسی کا اختلاف نہیں، اسی طرح وجوب کے بارے میں بھی اختلاف نہیں سب کے نزدیک بالاتفاق واجب ہے، عرفہ کے دن فجر کی نماز کے بعد سے اسکا وقت شروع ہوتا ہے۔

مرة : اس سے امام شافعیؒ کی تردید مقصود ہے اس لئے کہ ان کے یہاں تین مرتبہ کہنا چاہئے بخلاف احناف کے کہ ان کے یہاں صرف ایک دفعہ کہی جائے گی۔

فور : اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ کب کہی جائے تو یہ عبارت لاکر اس بات کو واضح کر دیا کہ ہر وقت نہیں بلکہ صرف نماز کے بعد تکبیرات تشریق کہی جائے گی لہٰذا اگر کسی نے نماز کے بعد قہقہہ مار کر ہنس دیا یا اسی طرح سے جان بوجھ کر حدث لاحق کر لیا یا بات کر لیا یا اسی طریقہ سے مسجد سے نکل گیا یا اسی طرح اگر جنگل میں نماز پڑھ رہا تھا تو اب صف سے باہر چلا گیا تو اب چونکہ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے کرنے کی وجہ سے آدمی نماز سے خارج ہو جاتا ہے لہٰذا اب نماز کے بعد نہ رہا لہٰذا اب تکبیر نہ کہے گا۔

کل فرض : اس سے ان نمازوں کو خارج کرنا مقصود ہے جو فرض نہیں مثلاً وتر، عیدین اور نفل سنت وغیرہ کہ ان کے بعد تکبیر نہیں کہی جائے گی اسی طرح فرض سے مراد پانچوں فرض نمازیں ہیں لہٰذا نماز جنازہ بھی نکل گیا اس لئے کہ وہ مکتوبہ تو ہے لیکن مفروضہ نہیں اسی لئے اگر ایک آدمی نے نماز جنازہ پڑھ لیا تو تمام لوگوں کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے اس لئے کہ وہ فرض کفایہ ہے۔

الجماعة : اس قید سے منفرد کو نکالنا مقصود ہے اس لئے کہ اگر کوئی تنہا نماز ادا کرے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس پر تکبیر تشریق نہیں صاحبین کا مسلک آگے آرہا ہے۔

مستحبة : اس سے عورتوں کو نکالنا مقصود ہے اسلئے کہ انکی جماعت مستحب نہیں ہے اسی طرح ننگوں کو بھی اسلئے کہ ننگوں کو بھی تنہا تنہا نماز پڑھنا بہتر ہے، مصنفؒ نے یہاں پر حریت کی قید نہیں لگائی اسلئے کہ اسکے اندر حریت شرط نہیں، اسلئے اگر کسی غلام نے امامت کی تو اب سلام پھیرنے کے بعد خود اس غلام امام پر اور تمام مقتدیوں پر تکبیر واجب ہے۔

مقیم : اس سے مسافروں کو نکالنا مقصود ہے اس لئے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک مسافروں پر تکبیر تشریق نہیں ہے اگرچہ لوگ شہر کے اندر جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں بخلاف صاحبین کے۔

بمصر : اس سے دیہاتیوں کو نکالنا ہے اس لئے کہ جب ان لوگوں پر نماز عید واجب نہیں تو اسی طرح تکبیر

تشریق بھی واجب نہیں۔

وعلی من: یعنی اگر کسی نے شہر کے اندر اگر چہ وہ مسافر ہو، دیہاتی ہو جو بھی ہو اس نے مقیم امام کے پیچھے نماز ادا کی اس پر بھی تکبیر تشریق واجب ہے لیکن یہ تمام مسائل جو ابھی بیان کئے گئے ہیں یہ صرف امام اعظمؒ کے نزدیک ہے صاحبین کا اسکے بارے میں اختلاف ہے، اب صاحبینؒ کا مسلک ذکر کرتے ہیں۔

علی من صلاۃ: یعنی صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ تکبیر تشریق کے لئے ضروری نہیں کہ مقیم ہو شہر کے اندر ہو فرض نماز جماعت سے ادا کی گئی ہو بلکہ مطلقاً ہر فرض نماز کے بعد تکبیر تشریق کہی جائے گی کسی قید کی ضرورت نہیں۔

ولو منفرداً: اب یہاں سے صاحبین کا مسلک اور اسکے منتہاء کے بارے میں بتلا رہے ہیں امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ عید کے دن عصر کے وقت تک تکبیر تشریق کہی جائے گی لیکن حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ۳۰ ذی الحجہ تک تکبیر تشریق کہی جائے گی اور حضرات صاحبینؒ ہی کے قول پر فتویٰ ہے حضرات صاحبینؒ کی دلیل حدیث پاک ہے عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه کان یکبر بعد الصلوٰة من غداة۔

(ف) علامہ تمر تاشی ان تکبیرات کو سنت قرار دیتے ہیں، کذا فی الجوہرہ، اسی طرح صاحب فتح القدیر نے بھی بعض حضرات سے مسنون ہونا نقل کیا ہے البتہ اکثر علماء کی رائے واجب ہونے کی ہے وجوب تکبیر پر استدلال حضرات فقہاء نے اس آیت سے کی ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِي اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ (مراقی الفلاح)

عقب صلوٰة العیدین: فتاویٰ ظہیریہ میں فقیہ ابو اللیث سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہمارے مشائخ عید کی تکبیر کو بلند آواز سے بازار میں کہا کرتے تھے۔

اس تکبیر کی اصل یہ بیان کی جاتی ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام قربانی لے کر آئے تو انہوں نے اس بات پر خوف محسوس کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں جلدی نہ کر دیں اس وجہ سے انہوں نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا اور جب حضرت ابراہیمؑ نے حضرت جبرئیلؑ کو دیکھا تو انہوں نے اپنی زبان سے یہ کہا لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر۔ اور جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اپنی فدیہ معلوم ہوئی کہ میرے بدلہ ایک جانور ذبح کرنے کے لئے دیا گیا ہے تو انہوں نے جواباً کہا اللہ اکبر وللہ الحمد۔ دوسرا قول اس میں یہ ہے کہ ان ابن عمرؓ قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال افضل ماقلت قالت الانبیاء قبلی یوم عرفة اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. (حاشیہ عنایہ)

بَابُ صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ وَالْخُسُوْفِ وَالْاَفْزَاعِ

سَنَّ رَكْعَتَانِ كَهَيْئَةِ النَّفْلِ لِلْكُسُوْفِ بِاِمَامِ الْجُمُعَةِ اَوْ مَامُوْرِ السُّلْطَانِ بِلاَ اَذَانٍ وَلاَ اِقَامَةٍ وَلاَ جَهْرٍ وَلاَ خُطْبَةٍ بَلْ يُنَادىٰ الصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ وَسَنَّ تَطْوِيْلُهُمَا وَتَطْوِيْلُ رُكُوْعِهِمَا وَسُجُوْدِهِمَا ثُمَّ يَدْعُوْا الْاِمَامُ جَالِساً مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ اِنْ شَاءَ اَوْ قَائِماً مُسْتَقْبِلَ النَّاسِ وَهُوَ اَحْسَنُ وَيُؤَمِّنُوْنَ عَلىٰ دُعَائِهِ حَتّٰى يَكْمُلَ اِنْجِلاَءُ الشَّمْسِ

وَاِنْ لَمْ یَحْضُرِ الْاِمَامُ صَلَّوْا فُرَادیٰ کَالْخُسُوْفِ وَالظُّلْمَةِ الْھَائِلَةِ نَھَاراً وَالرِّیْحِ الشَّدِیْدَةِ وَالْفَزْعِ.

ترجمہ: ۔ سورج گہن، چاند گہن اور خطروں کے وقت کی نماز: ۔ سورج گرہن کے وقت اور نفلوں کی طرح دو رکعت نماز مسنون ہے جمعہ کے امام یا جسے سلطان نے مامور کر دیا ہو، بلا اذان اور اقامت اور بلا جہر اور بلا خطبہ کے اور لوگوں کو الصلوٰۃ جامعة کہہ کر آواز دی جائے گی اور مسنون ہے ان دونوں رکعتوں کا طویل کرنا اور ان کے دونوں رکوع اور سجدوں کو دیر تک کرنا پھر اس کے بعد امام بیٹھ کر قبلہ رخ ہو کر اور اگر چاہے تو کھڑا ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر یہ بہتر ہے دعا کرے اور مقتدی اس کی دعا پر آمین کہیں یہاں تک کہ سورج خوب اچھی طرح طلوع ہو جائے اور اگر امام حاضر نہ ہو تو لوگ تنہا تنہا نماز ادا کریں جس طرح سے چاند گرہن اور تاریکی کے چھا جانے کے وقت میں کیا جاتا ہے یا جس طرح سے سخت آندھی یا گھبراہٹ کے وقت میں کیا جاتا ہے۔

تشریح و مطالب: ۔ مصنفؒ نے سب سے پہلے فرائض کو بیان کیا جب اسے بیان کر چکے تو واجبات کو بیان کیا اسلئے کہ واجب کا مقام فرائض کے بعد ہوتا ہے اور واجبات کو بھی بالترتیب بیان کیا جو مقدم تھا اسے مقدم اور جو مؤخر تھا اسے مؤخر کیا اب جبکہ ان تمام کو بیان کر چکے تو اب سنن کو یہاں سے بیان کر رہے ہیں اسلئے کہ سنن اور مستحبات کا درجہ فرائض اور واجبات کے بعد ہے لہٰذا جو ترتیب شریعت نے رکھی ہے اسی ترتیب سے مصنفؒ نے بھی ذکر کیا۔

سنّ: عن عائشةؓ قالت کشفت الشمس علیٰ عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فخرج الی المسجد فقام کبر فصف الناس ورآئهٗ فقرأ قراءةً طویلةً ثم رکع فرکع رکوعاً طویلاً ثم رفع راسه فقال سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد ثم قام الخ اسی وجہ سے اسے سنت قرار دیا گیا کہ آنحضرت ﷺ نے اسے ادا فرمایا ہے۔

رکعتان: مصنفؒ نے یہاں پر اقل مقدار کو بیان کیا ہے اگر چاہے تو چار رکعت یا اس سے زائد بھی پڑھ سکتا ہے اگر چاہے تو ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر لے اور اگر چاہے تو ہر چار رکعت پر اور افضل یہی ہے کہ چار رکعت پر سلام پھیرے اس لئے کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث میں چار رکعت مروی ہے (طحطاوی)

کهیئة النفل: مطلب یہ ہے کہ جس طرح نفل نماز میں اذان اور اقامت نہیں ہوتی ہے اسی طرح سورج گرہن کی نماز میں بھی اذان اور اقامت نہیں ہوگی اس لئے کہ حضور ﷺ نے جو نماز کسوف ادا فرمائی ہے وہ بلا اذان اور اقامت کے تھی اسی طریقہ سے جن اوقات میں نفل نماز مکروہ ہے اس وقت اس کا پڑھنا بھی مکروہ ہے اسی طرح سی نفل نماز میں خوب قرأت اور دعائیں کی جاتی ہیں اسی طرح اس میں بھی لہٰذا ہر طرح سے یہ نفل کے مشابہ ہے۔ (طحطاوی)

بامام: یعنی اس امام کے ساتھ کہ جس کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے اور اس میں وہی شرطیں ہیں جو نماز جمعہ میں ہیں مگر اس میں خطبہ نہیں ہے، امام اسبحابیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ کسوف کے لئے تین چیزیں مستحب ہیں (۱) امام کا ہونا (۲) وقت کا ہونا (۳) اور وہ وقت کہ جس کے اندر نفل نماز پڑھنی مکروہ نہ ہو، بہر حال جہاں تک بات رہی امام کی تو اس لئے کہ سلطان ہو یا قاضی ہو یا وہ شخص موجود ہو جو جمعہ کی نماز پڑھایا کرتا ہے تو یہ تمام لوگ پڑھا سکتے

ہیں اور وقت ؟ تو وقت وہی ہے کہ جس کے اندر نفل نماز پڑھی جاسکتی ہے اور مکروہ نہ ہو اور کس جگہ یہ نماز پڑھی جائے ؟ تو اسے عید گاہ میں بھی ادا کیا جاسکتا ہے اور اسی طرح جامع مسجد میں بھی۔

(ف) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہر رکعت میں دو رکوع کیا جائے گا۔

ولا جھر : یعنی اس میں امام جہر نہیں کرے گا بلکہ قرأت آہستہ کرے گا نیز امام شافعیؒ اور امام مالکؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ اس میں جہر نہ کیا جائے لیکن صاحبین فرماتے ہیں کہ اس میں جہر افضل ہے اور یہی مسلک امام احمدؒ کا بھی ہے، نیز امام محمدؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے (جوہرہ) جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جہر نہ کیا جائے وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ دن کی نماز ہے اور دن کی نماز میں جہر نہیں ہے جیسے ظہر، عصر میں جہر نہیں کیا جاتا، جو لوگ جہر کے قائل ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس میں لوگوں کی کثرت ہوتی ہے لہٰذا یہ مثل جمعہ اور عیدین کے ہے اور اس میں جہر درست ہے لہٰذا اس میں بھی جہر کیا جائیگا۔

ولا خطبة : اسی طرح سے اس میں خطبہ بھی مسنون نہیں اسلئے کہ خطبہ حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ مراقی

بل : یعنی اذان تو نہیں دی جائے گی اسلئے کہ یہ نفل ہے اور اذان صرف فرائض خمسہ کیلئے ہے، اس لئے لوگوں کو جمع کرنے کیلئے **الصلوٰۃ جامعة** کہہ کر پکارا جائے تاکہ لوگ جمع ہو جائیں اور اذان کا بھی مقصد لوگوں کو جمع کرنا ہے۔

سن : صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس وقت کو نماز دعاء وغیرہ سے گھیر لیا جائے یعنی اس وقت تک مشغول رہا جائے کہ جب تک سورج خوب صاف نہ نکل جائے خواہ کسی بھی طریقہ سے ہو مگر افضل یہی ہے کہ قرأت کو طویل کیا جائے اس لئے کہ اس میں سنت کی اتباع ہے اور اس میں لمبی لمبی سورتیں پڑھی جائیں مثلاً سورۂ بقرہ وغیرہ۔

ثم یدعوا : صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ **السنة فی الادعیة تاخیرھا عن الصلوٰۃ** اس لئے یہاں پر بھی دعا کو مؤخر کیا جائے گا اور اس میں دو طریقے جائز ہیں ایک تو یہ کہ امام بیٹھا ہو اور قبلہ رخ ہو یا کھڑا ہو اور لوگوں کی طرف رخ کئے ہوئے ہو اور جب امام دعا کرے تو لوگ اس کی دعا پر آمین کہیں۔

کالخسوف : یعنی جس طرح چاند گرہن میں جماعت نہیں ہوتی بلکہ لوگ تنہا تنہا پڑھتے ہیں اسی طرح اگر امام نہ ہو تو لوگ سورج گرہن میں بھی اسی طرح الگ الگ نماز پڑھیں، خسوف میں اس وجہ سے جماعت مسنون نہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں ایک مرتبہ چاند گرہن ہوا تو آپ نے جماعت نہیں کی بلکہ تنہا تنہا لوگوں نے نماز ادا کی لہٰذا جماعت ثابت نہیں، نیز عموماً چاند گرہن لوگوں کے سونے کے وقت ہوتا ہے اور لوگوں کو رات میں جمع کرنا آسان نہیں ہوتا اور اس میں فتنہ کا بھی اندیشہ ہے اس وجہ سے اس میں جماعت نہیں اسی طرح جب دن میں سخت اندھیرا ہو جائے بادل گرجنے لگے اور کوئی سخت مصیبت آجائے مثلاً زلزلہ وغیرہ تو اس وقت تنہا تنہا نماز پڑھنی چاہئے اور تنہا تنہا باری تعالیٰ سے عاجزی اور گریہ وزاری کرنا سنت ہے۔ (زیلعی)

******

﴿بَابُ الاِسْتِسْقَاءِ﴾

لَهُ صَلٰوۃٌ مِنْ غَيْرِ جَمَاعَةٍ وَلَهُ اِسْتِغْفَارٌ وَيَسْتَحِبُّ لَهُ الْخُرُوْجُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مُشَاةً فِي ثِيَابٍ خَلْقَةٍ غَسِيْلَةٍ اَوْ مُرَقَّعَةٍ مُتَذَلِّلِيْنَ مُتَوَاضِعِيْنَ خَاشِعِيْنَ لِلّٰهِ تَعَالٰى نَاكِسِيْنَ رُؤُوْسَهُمْ مُقَدِّمِيْنَ الصَّدَقَةَ كُلَّ يَوْمٍ قَبْلَ خُرُوْجِهِمْ وَيَسْتَحِبُّ اِخْرَاجُ الدَّوَابِّ وَالشُّيُوْخِ الْكِبَارِ وَالْاَطْفَالِ وَفِيْ مَكَّةَ وَبَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَفِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى يَجْتَمِعُوْنَ وَيَنْبَغِيْ ذٰلِكَ اَيْضاً لِاَهْلِ مَدِيْنَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْمُ الْاِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعاً يَدَيْهِ وَالنَّاسُ قُعُوْدٌ مُسْتَقْبِلِيْنَ الْقِبْلَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى دُعَائِهٖ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثاً مُغِيْثاً هَنِيْئاً مَرِيْئاً غَدَقاً مُجَلِّلاً سَحّاً طَبَقاً دَائِماً وَمَا اَشْبَهَهٗ سِرّاً اَوْ جَهْراً وَلَيْسَ فِيْهِ قَلْبُ رِدَاءٍ وَلَا يَحْضُرُهٗ ذِمِّيٌّ۔

ترجمہ:۔پانی طلب کرنے کا بیان:۔ استسقاء کے لئے نماز بلا جماعت ہوتی ہے، اور اس میں استغفار ہوتا ہے اور اس کے لئے تین دن تک نکلنا مستحب ہے پیادہ پھٹے کپڑوں میں جو دھلے ہوئے ہوں یا اس میں پیوند لگا ہوا ہو عاجزی کے ساتھ تواضع اور خدا سے ڈرتے ہوئے اپنے سروں کو جھکا کر ہر دن اپنے نکلنے سے قبل صدقہ دے کر اور مستحب ہے جانوروں اور بڈھوں اور بچوں کو نکالنا اور مکہ اور بیت المقدس میں مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے اندر لوگ جمع ہوں اور مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باشندوں کے لئے بھی یہی بہتر ہے اور امام قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو اور اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے ہو اور لوگ قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھے ہوئے ہوں اور اس کی دعاء پر آمین کہیں اور امام یہ دعاء پڑھے۔ ترجمہ: اے اللہ ہمیں سیراب کر دے ایسی بارش سے جو سختی سے چھڑا دینے والی ہو، مبارک خوشگوار ہو، شاداب کر دینے والی ہو، موسلا دھار ہو چھا جانے والی تیز، زمین کو گھیرنے والی متواتر ہو، یا وہ دعاء مانگے جو اسکے مشابہ ہو جہراً یا سراً اور استسقاء میں چادر کا الٹنا نہیں ہے اور اس میں ذمی نہ آئیں۔

تشریح و مطالب:۔ اس سے قبل مصنف صلوٰۃ کسوف وخسوف وغیرہ کو بیان کر رہے تھے جب اسے بیان کر چکے تو استسقاء کو بیان کرنا شروع کیا دونوں کے اندر مشابہت اس طریقہ پر ہے کہ دونوں کے اندر گریہ وزاری ہوتی ہے اور اپنے گناہوں سے توبہ کیا جاتا ہے لہٰذا اس مناسبت سے اس کو صلوٰۃ کسوف کے بعد ذکر کیا، اسے مؤخر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ صلوٰۃ کسوف سنت ہے، اس کی سنیت میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور صلوٰۃ استسقاء کے بارے میں اختلاف ہے کہ سنت ہے یا نہیں اس وجہ سے جس میں اختلاف نہیں تھا اس کو مقدم کیا اور جس میں کچھ اختلاف تھا اس کو مؤخر کیا۔ قرآن پاک میں ہے اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا۔ اس آیت میں نزول ماء کو استغفار پر معلق کیا ہے۔

الاستسقاء: خدائے پاک سے مغفرت طلب کر کے بارش مانگنا مطلب یہ ہے کہ جب بارش نہیں ہوتی اس وقت خدائے پاک سے تضرع اور گریہ وزاری کی جاتی ہے اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کر کے بارش طلب کی جاتی ہے۔

غیر جماعة : استسقاء کے لئے جماعت نہیں ہے اس کی نماز تنہا تنہا پڑھی جائے گی لیکن یہ مسلک امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ہے اور بلا جماعت سے پڑھنے کو اس وجہ سے فرماتے ہیں کہ یہ ایک طرح سے دعاء اور استغفار ہے اور دعاء واستغفار وغیرہ الگ الگ جائز ہے اور بہتر بھی ہے۔ اس وجہ سے امام صاحب اس کے قائل ہیں ناکہ امام صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ جماعت سے جائز نہیں جیسا کہ بعض لوگ امام اعظمؒ کی طرف اس طرح غلط بات منسوب کردیتے ہیں (مزید معلومات کے لئے حاشیہ کنز حضرت شیخ الادب ملاحظہ فرمائیں) اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ یہ فرماتے ہیں کہ امام دو رکعت نماز پڑھائے اور دونوں رکعتوں میں جہر کرے جس طرح عیدین اور جمعہ میں جہر کی جاتی ہے، یہ حضرات حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے دلیل پکڑتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے دو رکعتیں ادا فرمائیں لیکن صاحب ہدایہ اور اسی طرح اور دیگر فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کبھی کبھی ترک بھی فرمایا ہے اور صرف دعا پر اختصار کیا اسی طرح سے ایک موقعہ پر خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں خشک سالی پڑگئی تو آپ نے دعاء کی اور نماز استسقاء نہیں پڑھی، حالانکہ حضرات صحابہ سنت کے کس قدر پابند تھے۔ (مراقی الفلاح)

ثلاثة ایام : تین دن تک برابر نکلنا چاہئے درمیان میں انقطاع نہیں ہونا چاہئے اور تین دن اکثر مدت ہے اس سے زائد کا ثبوت نہیں ہے اس لئے تین دن سے زائد نہیں نکلنا چاہئے یہ خلاف سنت ہے۔

قبل خروجهم : یعنی اپنے نکلنے سے قبل ہر دن صدقہ وخیرات کرنا چاہئے اسی طرح حقوق العباد کو پورا کرنا چاہئے اور جو مظالم ہوتے ہیں ان کو ختم کردینا چاہئے اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور انکساری کے ساتھ جانا چاہئے۔ یہاں پر یہ اشکال نہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر ایک کو دیکھتا ہے جس طرح ان کے اس وقت پھٹے پرانے کپڑے کو دیکھتا ہے اسی طرح ان کے اور کپڑوں کے بارے میں بھی علم رکھتا ہے؟ اگر یہ اشکال کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ بندہ اسباب ظاہری کو اختیار کرتا ہے اور خدائے تعالیٰ کے سامنے اس وقت عاجزی کے لئے جارہا ہے تو ظاہر کو بھی عاجزانہ بنا کر اسکے سامنے کھڑا ہونا چاہئے اسلئے کہ مقام ادب یہی ہے جس طرح عاری کے بارے میں اس کا جواب دیا جاچکا ہے۔

الشیوخ : قال صلی اللہ علیه وسلم هل ترزقون وتنصرون الا بضعفائکم (بخاری) تاکہ رحمت خداوندی جوش میں آجائے، اسی طرح سے بچوں کو بھی لے جانا چاہئے اس لئے کہ وہ معصوم ہوتے ہیں ان سے ابھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا، ہوسکتا ہے کہ ان کے آمین کہنے کی وجہ سے دعا قبول ہوجائے، چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کسی درخت کا پہلا پھل آتا تھا تو سب سے پہلے کسی بچے کو کھلاتے تھے اور اسی طریقہ سے جانوروں کو لے کر جانا چاہئے جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

فی مکة : یعنی جو لوگ مکہ مکرمہ میں ہوں یا اسی طرح سے بیت المقدس میں ہوں تو ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ مکہ والے بیت الحرام میں اور بیت المقدس والے مسجد اقصیٰ میں اور اسی طرح سے مدینہ والے مسجد نبوی میں دعا کریں ان کے لئے جنگل سے بہتر یہی ہے اس کے علاوہ اور جگہ کے لوگ جنگل میں جائیں۔

یقوم الخ: عن عمر بن الخطابؓ انه رأی النبی صلی اللہ علیه وسلم یستسقی عند احجار الزیت قریباً من الزوراء قائماً یدعوا رافعاً یدیه۔ یعنی امام قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو اور اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے ہو اور امام کی ادعا پر وہ لوگ آمین کہیں۔

ولیس: یعنی اس کے اندر چادر کا الٹنا نہیں ہے اس لئے کہ ایسا کرنا احادیث سے ثابت نہیں ہے نہ آنحضرت ﷺ نے ایسا کیا اور نہ حضرت عمرؓ نے، لیکن حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ نیک فالی کے لئے ایسا کیا جائے کہ اے اللہ! جس طرح میں نے اپنی چادر کو الٹ دیا اسی طرح تو بھی میری حالت کو بدل دے۔

ولایحضر: اس لئے کہ یہ وقت طلب رحمت کا ہے اور کافرین کی دعا قبول نہیں ہوتی جیسا کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلَالٍ اس لئے ان لوگوں کو لے کر وہاں جانا نہیں چاہئے۔

﴿بَابُ صَلٰوةِ الْخَوْفِ﴾

هِيَ جَائِزَةٌ بِحُضُوْرِ عَدُوٍّ وَبِخَوْفِ غَرَقٍ اَوْ حَرَقٍ وَاِذَا تَنَازَعَ الْقَوْمُ فِي الصَّلٰوةِ خَلْفَ اِمَامٍ وَاحِدٍ فَيَجْعَلُهُمْ طَائِفَتَيْنِ وَاحِدَةٌ بِاِزَاءِ الْعَدُوِّ وَيُصَلِّيْ بِالْاُخْرٰى رَكْعَةً مِنَ الثُّنَائِيَّةِ وَرَكْعَةً مِنَ الرُّبَاعِيَّةِ اَوِ الْمَغْرِبِ وَتَمْضِيْ هٰذِهٖ اِلَى الْعَدُوِّ مُشَاةً وَجَاءَتْ تِلْكَ فَصَلّٰى بِهِمْ مَابَقِيَ وَسَلَّمَ وَحْدَهٗ فَذَهَبُوْا اِلَى الْاُوْلٰى ثُمَّ جَاءَتِ الْاُوْلٰى وَاَتَمُّوْا بِلَا قِرَاءَةٍ وَسَلَّمُوْا وَمَضَوْا ثُمَّ جَاءَتِ الْاُخْرٰى اِنْ شَاؤُوْا وَصَلَّوْا مَا بَقِيَ بِقِرَاءَةٍ وَاِنِ اشْتَدَّ الْخَوْفُ صَلَّوْا رُكْبَانًا فُرَادٰى بِالْاِيْمَاءِ اِلٰى اَيِّ جِهَةٍ قَدَرُوْا وَلَمْ تَجُزْ بِلَا حُضُوْرِ عَدُوٍّ وَيُسْتَحَبُّ حَمْلُ السِّلَاحِ فِي الصَّلٰوةِ عِنْدَ الْخَوْفِ وَاِنْ لَمْ يَتَنَازَعُوْا فِي الصَّلٰوةِ خَلْفَ اِمَامٍ فَالْاَفْضَلُ صَلٰوةُ كُلِّ طَائِفَةٍ بِاِمَامٍ مِثْلَ حَالَةِ الْاَمْنِ۔

ترجمہ: نماز خوف کا بیان۔ دشمن کے موجود ہونے کی وجہ سے اور غرق کے خوف سے یا جلنے کے خوف سے۔ اور جب قوم ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں جھگڑا کرے تو ان لوگوں کی دو جماعت کر دی جائے گی ایک جماعت دشمن کے مقابلہ پر رہے اور ایک کو دو رکعت والی نماز میں سے ایک رکعت پڑھائے اور دو رکعت رباعی نماز میں سے یا مغرب میں، اور یہ جماعت دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے پیدل، اور دوسری جماعت آجائے تو وہ جو باقی رہ گئی اسے پڑھے اور امام تنہا سلام پھیر دے اور یہ لوگ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں، پھر پہلی جماعت آئے اور وہ لوگ بلا قرأت کے نماز پوری کریں اور سلام پھیر کر چلے جائیں پھر دوسری آئے اور یہ لوگ اگر چاہیں تو قرأت سے پڑھیں اور اگر خوف زائد ہو تو تنہا تنہا سواری پر اشارے سے جس طرف بھی ہوں نماز ادا کریں اور صلوٰۃ خوف بلا دشمن کے سامنے ہوئے جائز نہیں ہے، اور خوف کے وقت اسلحے کا ساتھ رکھنا نماز میں جائز ہے اور اگر امام کے پیچھے ان لوگوں کو نماز پڑھنے میں کوئی اشکال نہ ہو تو افضل یہ ہے کہ ہر جماعت ایک امام کے پیچھے حالت امن کی طرح نماز ادا کرے۔

تشریح و مطالب:۔ مصنفؒ اس سے قبل ان خوفوں کا تذکرہ ان کے دفع کرنے کی حکمت بیان کر رہے تھے کہ جو آسمانی تھے اور اب جبکہ اس کو بیان کر چکے تو اب اس خوف کا تذکرہ کر رہے ہیں جو

زمین پر ہوتا ہے، چونکہ آسمانی خوف زیادہ ہوتا ہے اس لئے اس کے دفع کرنے کا طریقہ پہلے بیان کیا اور یہ کہ زمین کا خوف اس کے مقابلہ میں کم ہوتا ہے لہٰذا اس کو بعد میں بیان کیا نیز جو خوف زمین پر پیش آتا ہے آدمی اس کو کسی نہ کسی طرح دور کرلیتا ہے لیکن آفت آسمانی پر کچھ بھی طاقت نہیں رکھتا۔

ھی جائزۃ : یعنی صلوٰۃ خوف جائز ہے، مصنفؒ یہاں امام اعظمؒ کا مسلک بیان کررہے ہیں کہ امام اعظمؒ کے نزدیک فی زماننا بھی اسی طرح جائز ہے جس طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں نماز خوف جائز تھی اور یہی مسلک امام محمدؒ کا بھی ہے لیکن حضرت امام ابویوسفؒ کے نزدیک اب صلوٰۃ خوف جائز نہیں یہ صرف حضور ﷺ کے زمانے میں جائز تھی۔

بحضور عدو : مصنفؒ نے حضور کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ اگر صرف وہم وگمان ہو کہ دشمن ہے اور حقیقت میں نہ ہو تو صلوٰۃ خوف درست نہیں، اگر دشمن سامنے موجود ہے اور اس کو اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں نماز میں مشغول ہوگیا تو مجھ پر حملہ کردے گا تو اسوقت جائز ہے، خواہ دشمن انسان ہو یا درندہ دونوں برابر ہیں جیسا کہ دوسرے فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے۔

بخوف غرق : اسی طرح سیلاب ہے یا کشتی میں ہے اور اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں نماز پڑھنے میں لگا تو ڈوب جاؤں گا یا ہلاک ہوجاؤں گا اسی طرح آگ میں جل جانے کا خطرہ ہے تو ان تمام صورتوں میں صلوٰۃ خوف درست ہے۔

اذا تنازع : یعنی اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ تمام لوگوں کی تمنا یہی ہو کہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور اسکے بارے میں جھگڑے تک نوبت آجائے تو کیا کیا جائے؟ اسی کو بیان کررہے ہیں اور اگر کوئی اختلاف ہی نہ ہو تو اب دو امام کے پیچھے نماز پڑھی جائے گی۔ (جوھرہ)

فجعلھم : اب یہاں سے اسی کو بیان کررہے ہیں کہ اگر لڑائی ہوگئی تو اب کیا کیا جائے تو فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کردیا جائے گا، ایک کو دشمن کے مقابلہ میں بھیج دیا جائے گا اور ایک کو امام نماز پڑھائے گا، اب اگر نماز دو رکعت والی ہوگی مثلاً فجر تو اب ایک جماعت ایک ہی رکعت پڑھ کر چلی جائے گی اور اگر چار رکعت والی نماز ہے مثلاً ظہر وعصر وغیرہ یا مغرب ہے تو اب اس گروہ کو دو رکعت پڑھائے گا جب یہ لوگ نماز کی دو رکعت پوری کرلیں گے تو اب یہ لوگ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں گے اور جو وہاں پر پہلے سے تھے اب وہ آکر بقیہ ادا کریں گے اگر دو رکعت والی ہے تو ایک رکعت پڑھیں گے اسکے بعد امام تنہا سلام پھیر دے گا اور اگر مغرب ہے تو ایک رکعت پڑھیں گے اس کے بعد امام تنہا سلام پھیر دے گا اور یہ لوگ چلے جائیں گے اب وہ لوگ آئیں گے جو پہلے پڑھ کر گئے تھے اور بلا قرأت کے پڑھیں گے اس لئے کہ وہ لوگ لاحق کے حکم میں ہیں اور دوسری جماعت جو امام کے ساتھ آخری حصہ میں شریک ہوئی تھی وہ مسبوق کے حکم میں ہے اس وجہ سے وہ قرأت کرے گی، آنحضور ﷺ نے اسی طرح صلوٰۃ خوف ادا فرمائی بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔ (مراقی الفلاح)

اشتد الخوف: اگر زیادہ خوف ہو کہ اتر کر نماز ادا نہ کی جاسکتی ہو تو اس صورت میں سواری ہی پر نماز پڑھ لی جائے گی اور تنہا تنہا پڑھی جائے گی اس لئے کہ الگ الگ سواری پر اختلاف مکان کی وجہ سے جماعت صحیح نہیں ہو گی ہاں اگر کوئی امام کی سواری پر ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اس لئے کہ اس صورت میں اتحاد مکان ہے اسی طرح اس حالت میں ضروری نہیں کہ آدمی قبلہ رخ ہو بلکہ جس طرف بھی رخ کرنا ممکن ہو گا اسی طرف رخ کر کے نماز ادا کر لی جائے گی قبلہ رخ کا اہتمام نہیں کیا جائے گا یہ مسائل کئی جگہ تفصیل سے گذر چکے ہیں۔

لم تجز: یعنی بغیر دشمن کے موجود ہوئے صلوٰۃ خوف جائز نہیں اس لئے کہ اس وقت اسکی ضرورت نہیں یہاں تک کہ اگر ان لوگوں نے گمان کیا کہ وہ دشمن کی فوج آرہی ہے اور اس کی وجہ سے ان لوگوں نے صلوٰۃ خوف کی طرح نماز ادا کر لی اور بعد میں یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ دشمن کی فوج نہ تھی تو اب یہ لوگ نماز کا اعادہ کریں گے لیکن امام کو اعادہ کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اس کی نماز میں کوئی فرق نہیں آیا اور مفسد صلوٰۃ کوئی چیز نہیں پائی گئی۔ (بحر)

یستحب: یعنی نماز کی حالت میں خوف کے وقت ہتھیار کا ساتھ لے کر نماز ادا کرنا حنفیہ کے نزدیک مستحب ہے لیکن حضرت امام شافعیؒ اور امام مالکؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ واجب ہے اسلئے کہ نص میں اس کا امر موجود ہے احناف کہتے ہیں کہ یہ اعمال صلوٰۃ میں سے نہیں لہٰذا اسے واجب نہیں کہا جا سکتا، البتہ مستحب کا مقام دیا جاسکتا ہے۔ (مراقی الفلاح)

مثل: یعنی جس طرح حالت امن وسکون میں ایک امام کے پیچھے پوری نماز ادا کی جاتی ہے اسی طرح اس حالت میں بھی بہتر ہے کہ ایک امام کے پیچھے نماز ادا کی جائے کہ ایک جماعت ایک امام کی اقتداء کرے اور اسکے فارغ ہونے کے بعد دوسرے امام کی دوسرے لوگ اقتداء کریں۔

﴿بَابُ اَحْكَامِ الْجَنَائِز﴾

يُسَنُّ تَوْجِيْهُ الْمُحْتَضَرِ لِلْقِبْلَةِ عَلٰى يَمِيْنِهٖ وَجَازَ الْاِسْتِلْقَاءُ وَيُرْفَعُ رَأْسُهٗ قَلِيْلاً وَيُلَقَّنُ بِذِكْرِ الشَّهَادَتَيْنِ عِنْدَهٗ مِنْ غَيْرِ اِلْحَاحٍ وَلَا يُؤْمَرُ بِهَا وَتَلْقِيْنُهٗ فِي الْقَبْرِ مَشْرُوْعٌ وَقِيْلَ لَا يُلَقَّنُ وَقِيْلَ لَا يُؤْمَرُ بِهٖ وَلَا يُنْهٰى عَنْهُ وَيُسْتَحَبُّ لِاَقْرِبَاءِ الْمُحْتَضَرِ وَجِيْرَانِهٖ الدُّخُوْلُ عَلَيْهِ وَيَتْلُوْنَ عِنْدَهٗ سُوْرَةَ يٰسٓ وَاسْتَحْسَنَ سُوْرَةَ الرَّعْدِ وَاخْتَلَفُوْا فِيْ اِخْرَاجِ الْحَائِضِ وَالنُّفَسَاءِ مِنْ عِنْدِهٖ فَاِذَا مَاتَ شُدَّ لَحْيَاهُ وَغُمِّضَ عَيْنَاهُ وَيَقُوْلُ مُغَمِّضُهٗ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَابَعْدَهٗ وَاَسْعِدْهُ بِلِقَائِكَ وَاجْعَلْ مَاخَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًا مِمَّا خَرَجَ عَنْهُ وَيُوْضَعُ عَلٰى بَطْنِهٖ حَدِيْدَةٌ لِئَلَّا يَنْتَفِخَ وَتُوْضَعُ يَدَاهُ بِجَنْبَيْهِ وَلَا يَجُوْزُ وَضْعُهُمَا عَلٰى صَدْرِهٖ.

ترجمہ:۔ جنازہ کے احکام۔ قریب المرگ کو داہنی پہلو قبلہ رخ کر دینا مسنون ہے اور چت لٹانا بھی جائز ہے اور اس کا سر تھوڑا سا اٹھا دیا جائے بلا اصرار کے اس کے سامنے شہادتین کی تلقین کی جائے اور اسے اس کے پڑھنے کا حکم نہ دیا جائے اور قبر میں شہادتین کی تلقین جائز ہے اور کہا گیا ہے کہ تلقین نہ کی جائے اور کہا گیا ہے کہ اس کو حکم نہ

دیا جائے اور اس سے منع نہ کیا جائے اور قریب المرگ کے رشتہ داروں کا اور اس کے ولیوں کا اس کے پاس آنا مستحب ہے اور اسکے پاس سورہ یٰس تلاوت کی جائے اور سورہ رعد کا پڑھنا مستحسن ہے اور حیض و نفاس والی عورت کو اس کے پاس سے نکالنے میں اختلاف ہے، جب اس کی روح نکل جائے تو اس کی داڑھی باندھ دی جائے گی اور اس کی آنکھیں بند کر دی جائیں گی اور اس کا بند کرنے والا یہ کہے گا (ترجمہ) اللہ کے نام پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر اے اللہ اس کے معاملے کو آسان کر دے اور اسکے مابعد کو اس پر سہل کر دے اور اسکو اپنے دیدار کی سعادت نصیب فرما اور جس جانب وہ روانہ ہوا ہے اسکو اس سے بہتر کر دے جہاں سے وہ نکلا ہے۔ اور اسکے پیٹ پر لوہا رکھ دیا جائے تا کہ وہ پھولے نہیں اور اسکے دونوں ہاتھوں کو پہلو میں رکھ دیا جائے گا اور اس کے سینہ پر رکھنا جائز نہیں ہے۔

تشریح و مطالب:۔ مصنفؒ ابھی تک ان احکامات کو بیان کر رہے تھے جو انسان اپنی زندگی میں کرتا ہے اب اس کے بیان کے بعد ان احکامات کو بیان کرنا چاہ رہے ہیں جو آدمی کے مرنے کے بعد کیا جاتا ہے اسے اور تمام چیزوں سے مؤخر کرنے کی وجہ ظاہر ہے کہ آدمی کو سب سے بعد میں موت آتی ہے، پہلے وہ اپنی زندگی میں اعمال کو کرتا ہے اسلئے اسکو پہلے بیان کیا یہ چیز زندگی کے بعد پیش آتی ہے اس لئے اسے بعد میں ذکر کیا۔

الجنائز : جنازہ کی جمع ہے اگر جیم کے فتحہ کے ساتھ ہو تو یہ میت کو کہا جاتا ہے اور اگر جیم کے کسرہ کے ساتھ ہو تو نعش یا سریر کو کہا جاتا ہے گویا اس پر زیر اور زبر دونوں پڑھا جا سکتا ہے۔ **(مراقی بتصرف)**

توجیه : مصنفؒ نے مطلق ذکر کیا ہے لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب میت کو اس میں تکلیف نہ ہو اگر اسے اس صورت میں دشواری ہو گی تو پھر ایسا نہیں کیا جائے گا۔ **(طحطاوی)**

المحتضر : یعنی وہ شخص جو قریب الموت ہو اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس وقت قدم ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔

علی یمینه : تا کہ اس کا رخ قبلہ کی طرف ہو جائے اور اس لئے بھی ایسا کر دیا جاتا ہے کہ قبر میں بھی ایسا ہی لٹایا جاتا ہے لہٰذا جب اس کی روح نکل گئی تو اب گویا کہ قبر کے قریب ہے متأخرین احناف نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ اس کو چت لٹا دیا جائے اس لئے کہ اس صورت میں خروج روح آسانی سے ہوتی ہے (ہدایہ) نیز اس کے سر کے نیچے کوئی چیز رکھ دی جائے تا کہ اس کا چہرہ آسمان کی طرف نہ ہو اور قبلہ رخ ہو جائے۔

یلقن : **لقوله علیه السلام لقنوا موتاکم شهادة ان لااله الاالله** اور تلقین کا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ حالت نزع میں اس کے پاس بیٹھ کر **اشهدان لااله الاالله واشهد ان محمد رسول الله** کہا جائے اور یہ کہنا اس قدر ہو کہ وہ سن لے اور اس سے اس حالت میں یہ نہ کہا جائے کہ تم بھی کہو اس لئے کہ اس وقت اس کی حالت بڑی سخت ہوتی ہے ہو سکتا ہے کہ اس مصیبت میں وہ گھبرا کر العیاذ باللہ انکار کر دے۔ یہ کلمات اس کے پاس اس وجہ سے کہے جاتے ہیں کہ وہ آخری وقت ان کلمات کو زبان سے ادا کر دے تا کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہو (طحطاوی بحذف) اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا آخری کلمہ **لااله الاالله** ہو گا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اگر اس نے

ان کلمات کو ادا کر دیا تو تلقین کرنے والا رک جائے ہاں اگر وہ کوئی بات کرے تو اب اس صورت میں پھر اسے تلقین کی جائے، اس تلقین کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آخری سانس پر کلمہ پڑھا ہو۔

ولا یؤمر : ہاں اس کو اس کا حکم نہیں دیا جائے گا کہ تم بھی یہی کلمات ادا کرو اس لئے کہ انکار کا اندیشہ ہے اس کی وجہ بیان کی جاچکی۔

تلقینه فی القبر : اس کی صورت یہ ہے کہ دفن کے بعد جب عام آدمی چلے جائیں تو کچھ خاص خاص آدمی تین مرتبہ یہ کہیں کہ فلاں بن فلاں کہو لا الہ الا اللہ پھر تین مرتبہ کہیں اے فلاں کہہ دو کہ میرا رب اللہ ہے میرا دین اسلام ہے اور ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں مصنفؒ نے اس کے متعلق دو قول نقل کئے ہیں ایک یہ کہ جو لوگ اس کو کرتے ہیں ان لوگوں کو اس سے منع نہ کیا جائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو لوگ نہیں کرتے انہیں اس کا حکم بھی نہ دیا جائے اس کے بارے میں اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ ایسا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے اور وہ یوں کہ اگر مؤمن کی حالت میں مرا ہے تو اب اسے تلقین کی ضرورت نہیں اور اگر حالت کفر میں اس کی روح پرواز کر گئی ہے تو اب تلقین سے کیا فائدہ ہوگا اس لئے کہ آخری وقت کا اعتبار کیا جاتا ہے اور یہ آخری وقت میں حالت کفر میں تھا۔ (کفایہ)

یستحب : یعنی آدمی جس وقت قریب المرگ ہو اس وقت اسکے عزیز و اقارب اور پڑوسیوں کا آنا مستحب ہے اس لئے کہ اسکا آخری وقت ہے اور جس طرح یہ لوگ اس کے دور زندگی میں اس کے ساتھ رہے اسی طرح اب آخری وقت میں بھی اس کا ساتھ دیں اور اس کی خدمت کریں اس لئے کہ اس آخری وقت میں پیاس وغیرہ کی شدت ہوتی ہے اور لوگ اسکے پاس بیٹھ کر ذکر خیر کریں اور اسے اس بات پر اعتماد کرائیں کہ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا اس لئے کہ احادیث میں آتا ہے کہ **لایموتن احدکم الا وهو یحسن الظن بالله انه یرحمه ویعفو عنه** (مسلم) اسی طرح بخاری کی ایک روایت میں ہے **انا عند ظن عبدی بی**۔ لہٰذا جب اس مرنے والے کو اس بات کا یقین ہوگا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا تو اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ اچھا معاملہ کیا جائے لیکن آج کل لوگ مرنے والے کے قریب جا کر رونے لگتے ہیں جس سے وہ گھبرانے لگتا ہے اور موت آنے سے قبل ہی اس کا انتقال ہو جاتا ہے لہٰذا اس کے پاس جا کر رونا نہیں چاہئے۔

یتلون : **لان النبی** ﷺ **قال ما من مریض یقرأ عنده یٰس الا مات ریان وادخل فی قبره ریان**۔ (مراقی)

استحسن : بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ اس کے پاس بیٹھ کر سورۂ رعد کی تلاوت کی جائے اس لئے کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس کی برکت سے روح نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ (مراقی الفلاح)

اختلفوا : یعنی اگر مرنے والے کے پاس حیض اور نفاس والی عورتیں ہوں تو کیا ان کو وہاں سے نکال دیا جائے یا ان کو وہیں رہنے دیا جائے؟ اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے جو لوگ یہ فرماتے ہیں کہ نکال دیا جائے وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ فرشتے نہیں آتے، اس لئے کہ عورتیں ناپاک ہوتی ہیں اور جو لوگ عدم خروج کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں

کہ یہ ایک ایسا وقت ہے کہ تمام لوگ یہی چاہتے ہیں کہ اس وقت وہاں موجود ہوں، بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ کافر کو نکال دیا جائے گا اور یہ درست ہے۔ (مراقی)

شد لحیته: یعنی جب آدمی کی روح پرواز کر جاتی ہے اس وقت اس کی آنکھ بند کر دینی چاہئے اور اسکے جبڑوں کو ایک پٹی سے باندھ دیا جائے اس لئے کہ اگر آنکھوں کو بند نہ کیا گیا تو اب قوی احتمال ہے کہ اس مردے کی صورت کریہہ المنظر ہو جائے گی اور منھ اور آنکھ سے ہوا داخل ہو گی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ان النبی ﷺ دخل علیٰ ابی سلمۃؓ وقد شق بصره فاغمضه ثم قال ان الروح ان قبض اتبعه البصر (جوہرہ)

یقول: یعنی جو آنکھ اور منھ کو بند کرے وہ اس دعا کو پڑھے جسے متن میں بیان کیا گیا ہے اس کے بعد اس پر ایک کپڑا ڈال دیا جائے۔ (مراقی)

یوضع: یہ لوہا اس وجہ سے رکھا جاتا ہے تا کہ پیٹ پھول نہ جائے چنانچہ اگر لوہا نہ ہو تو کوئی چیز رکھ دی جائے جیسا کہ امام شعبی سے ایک روایت ہے کہ اگر لوہا نہ ہو تو کوئی بھاری چیز رکھ دی جائے اسی طرح جب حضرت انسؓ کے غلام کا انتقال ہو گیا تو آپ نے حکم دیا کہ اس کے پیٹ پر پتھر رکھ دیا جائے۔ (مراقی الفلاح)

توضع: یعنی اسکے ہاتھ کو اس کے پہلو میں رکھ دیا جائے نہ کہ اس کے سینہ پر رکھا جائے جیسا کہ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں اسکی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے اسی وجہ سے مصنفؒ اس کی تردید لا یجوز سے کر رہے ہیں۔

وَتُكْرَهُ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ حَتّٰى يُغْسَلَ وَلَا بَاْسَ بِاِعْلَامِ النَّاسِ بِمَوْتِهٖ وَيُعَجَّلُ بِتَجْهِيْزِهٖ فَيُوْضَعُ كَمَا مَاتَ عَلٰى سَرِيْرٍ مُجَمَّرٍ وِتْراً وَيُوْضَعُ كَيْفَ اتَّفَقَ عَلَى الْاَصَحِّ وَيُسْتَرُ عَوْرَتُهٗ ثُمَّ جُرِّدَ عَنْ ثِيَابِهٖ وَوُضِّئَ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ صَغِيْراً لَا يَعْقِلُ الصَّلٰوةَ بِلَا مَضْمَضَةٍ وَاسْتِنْشَاقٍ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ جُنُباً وَصُبَّ عَلَيْهِ مَاءٌ مُغْلًى بِسِدْرٍ وَحُرْضٍ وَاِلَّا فَالْقُرَاحُ وَهُوَ الْمَاءُ الْخَالِصُ وَيُغْسَلُ رَاْسُهٗ وَلِحْيَتُهٗ بِالْخِطْمِيِّ ثُمَّ يُضْجَعُ عَلٰى يَسَارِهٖ فَيُغْسَلُ حَتّٰى يَصِلَ الْمَاءُ اِلٰى مَا يَلِي التَّخْتَ مِنْهُ ثُمَّ عَلٰى يَمِيْنِهٖ كَذٰلِكَ ثُمَّ اَجْلَسَ مُسْنِداً اِلَيْهِ وَمَسَحَ بَطْنَهٗ رَفِيْقاً وَمَا خَرَجَ مِنْهُ غَسَلَهٗ وَلَمْ يُعِدْ غُسْلَهٗ ثُمَّ يُنَشَّفُ بِثَوْبٍ وَيُجْعَلُ الْحَنُوْطُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ وَرَاْسِهٖ وَالْكَافُوْرُ عَلٰى مَسَاجِدِهٖ وَلَيْسَ فِي الْغُسْلِ اِسْتِعْمَالُ الْقُطْنِ فِي الرِّوَايَاتِ الظَّاهِرَةِ.

ترجمہ:۔ اور غسل دیئے جانے سے قبل اس کے پاس قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور لوگوں میں موت کی خبر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اسکے تجہیز میں جلدی کی جائے گی، تو اسے مرتے ہی تخت پر لٹا دیا جائے اور اس کو طاق مرتبہ دھونی دی جائے اور قول اصح کے مطابق جس صورت پر بھی رکھ دیا جائے اور اس کی ستر کو چھپا دیا جائے پھر اس کے کپڑوں کو اتار دیا جائے اور اس کو وضو کر لیا جائے مگر جبکہ نابالغ بچہ ہو، بلا مضمضہ اور استنشاق کے مگر جب کہ جنبی ہو اور اسکے اوپر بیری کا ابلا ہوا پانی ڈال دیا جائے یا گھاس کا ورنہ اگر یہ نہ ہو تو صرف سادہ پانی ڈال دیا جائے اور اسکے سر اور داڑھی کو گل خطمی سے دھل دیا جائے پھر اسے بائیں پہلو پر لٹا دیا جائے اور غسل دیا جائے یہاں تک کہ پانی تخت تک پہونچ جائے پھر

اسے دائیں پہلو پر لٹادیا جائے پھر اسے ٹیک لگا کر بٹھادیا جائے اور آہستہ سے اسکے پیٹ کو ملا جائے اور جو اس سے نکلے اسے دھودیا جائے اور اس نکلنے کی وجہ سے غسل کو لوٹایا نہیں جائے گا پھر کپڑے سے بدن کو صاف کر دیا جائے اور سر اور داڑھی پر حنوط لگادیا جائے اور سجدہ کی جگہوں پر کافور لگائی جائے اور روایات ظاہرہ میں غسل کے اندر روئی کا استعمال نہیں ہے۔

تشریح ومطالب :۔

وتکرہ :۔ یعنی غسل سے قبل اس کے پاس قرآن مجید کی تلاوت مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر اس کے اوپر کپڑا ڈال دیا گیا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن زیادہ مناسب یہی ہے کہ کچھ فاصلہ پر ہو کر تلاوت کی جائے۔

لاباس : یعنی مرنے کے بعد لوگوں میں اس کی موت کا اعلان کرنا بہتر ہے تاکہ اسکی نماز جنازہ میں زیادہ لوگ ہوسکیں، اور صاحب نہایہ نے لکھاہے کہ اگر مرنے والا عالم ہو یا زاہد ہو یا اور کوئی بڑی ہستی ہو تو متأخرین نے بازاروں میں اس کے اعلان کو مستحسن قرار دیا ہے اور اکثر فقہاء اس میں کوئی مضائقہ نہیں خیال کرتے اور اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ اس کا اعلان کیا جائے تاکہ اسکے عزیز و اقارب اور دوست و احباب تمام لوگ آجائیں لیکن اس اعلان کرنے میں تفاخر مقصود نہ ہو۔(مراقی الفلاح)

یعجل : یعنی آدمی کے مرجانے کے بعد اس کی تجہیز وتکفین میں جلدی کی جائے اس لئے کہ اگر وہ نیک ہے تو اس کو جلد اس کے مقام پر پہونچادیا جائے اور اگر وہ بُرا ہے تو اس کو نہ رکھا جائے اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہیں پر کوئی ایسی بات پیش آجائے کہ جس سے عذاب ظاہر ہو جائے اور لوگ اس سے بدظن ہو جائیں لیکن مریض کے بارے میں ذرا احتیاط کی جائے اس لئے کہ بسا اوقات ان کے اوپر سکتہ طاری ہو جاتا ہے اور پتہ نہیں چلتا اور بداحتیاطی میں لوگ دفن کردیتے ہیں اور موت حقیقی کا ادراک نہیں ہو تا نیز صاحب جوہرہ نے لکھاہے کہ اگر اچانک موت واقع ہو تو جب تک حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک اسے چھوڑ دیا جائے اور اطباء نے بھی اس بات کی تصریح کی ہے کہ بہت سے سکتہ کے مریض ہوتے ہیں حقیقت میں ان کی موت نہیں ہوتی مگر انہیں مردہ سمجھ کر دفن کردیا جاتا ہے۔

فیوضع : اس میں فاء تعجیل کی تفسیر کے لئے ہے اور اسی طرح فاء مفاجاۃ کے لئے بھی ہو سکتا ہے یعنی جب اسکے موت کا یقین ہو جائے تو اس کے بعد تاخیر نہ کی جائے بلکہ اسکے تجہیز وتکفین میں جلدی کی جائے۔

وتراً : یعنی یا تو تین مرتبہ ہو یا پانچ مرتبہ ہو اور اسکی ترکیب یہ ہو گی کہ اس چارپائی کے ارد گرد گھمادیا جائے۔(مراقی)

علی الاصح : اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سہولت و آسانی ہو اس طرح رکھ دیا جائے، اسی کو علامہ سرخسی نے اختیار کیا ہے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ قبلہ کی طرف طولاً رکھا جائے تختہ پر رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر زمین پر رکھ کر غسل دیا جائے تو اس کے بدن پر مٹی لگ جائے گی اور یہاں پر مقصود تھا اس کے بدن کو صاف کرنا لہذا اس کا طریقہ یہ ہو گا کہ تخت پر لٹادیا جائے اور اس کے بعد غسل دیا جائے لیکن قول اصح یہی ہے کہ جس میں آسانی وسہولت ہو اس کو اختیار کیا جائے (جوہرہ) غسل دینے والا معتبر آدمی ہونا چاہئے اس لئے کہ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں

کہ جو اس غسل دینے والے کو معلوم ہو جاتی ہیں اب اگر یہ شخص معتبر نہ ہو گا تو اس کو لوگوں میں مشہور کر دے گا۔

یستر عورته : یعنی میت کو غسل دینے کے وقت اسکے ستر کو ڈھک دیا جائے اور وہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ صرف عورت غلیظہ کا چھپانا کافی ہے، چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ صرف عورت غلیظہ کو چھپالینا کافی ہے۔

جرد : مصنفؒ نے یہاں مطلق ذکر کیا لیکن یہ مقید ہے اس لئے کہ اگر خنثیٰ ہو گا تو اس وقت اس کے کپڑے نہیں اتارے جائیں گے بلکہ اسے تیمم کرایا جائے گا اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اسے اسی کے کپڑے میں غسل دے دیا جائے گا۔ **(ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)**

مرنے کے بعد غسل اسی طرح دیا جاتا ہے جس طرح زندگی میں غسل دیا جاتا ہے اور کپڑوں کو اتارا جاتا ہے تاکہ اس سے کامل طور پر نظافت حاصل ہو جائے اور کپڑا نہ اتارنے کی صورت میں وہ مقصد حاصل نہ ہو گا اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مردہ سے بھی کپڑا اتار لیا جائے گا کیونکہ مردے کے غسل میں بھی نظافت مقصود ہوتی ہے، لیکن مقام عورت پر جب جب غسل دیا جائے گا اس وقت اپنے ہاتھوں پر کپڑا یا کوئی اور چیز باندھ لے تاکہ ستر نہ چھوئے، نیز جس جگہ غسل دیا جائے پردہ کرنا چاہئے حتی الامکان غسل دینے والا بھی اس کے ستر کو نہ دیکھے۔

ووضئی : مردے کو غسل کراتے وقت نماز کی طرح وضو کرایا جائے گا تاکہ کامل طور پر نظافت حاصل ہو جائے لیکن استنشاق اور مضمضہ نہ کرایا جائے گا، لیکن اگر میت حالت جنابت میں ہو یا حیض و نفاس والی عورت ہو تو اسے مضمضہ واستنشاق کرایا جائے گا اس لئے کہ یہ غسل مثل حیات کے ہے لہذا جس طریقہ سے زندگی میں آدمی جب غسل جنابت کرتا ہے تو اس میں مضمضہ واستنشاق کرتا ہے اسی طریقہ سے یہاں پر کرایا جائے گا لیکن اگر بچہ ہو تو اسے وضو نہیں کرایا جائے گا استنشاق اور مضمضہ کی جگہ پر کسی کپڑے سے اسکی ناک اور منہ کو صاف کر دیا جائے گا۔

ماء مغلی : مردے کو جس پانی سے غسل دیا جائے گا وہ پانی بیری کی پتی میں ابالا ہوا ہو گا اس لئے کہ اس طریقہ سے بیری کی پتی کو ڈال کر پانی کو ابالنے میں صفائی میں زیادہ مدد ملتی ہے اس وجہ سے ایسا کیا جائے گا، نیز احادیث سے مسنون ہونا ثابت ہے اگر بیری کی پتی نہ ہو تو اس وقت سادے پانی سے غسل دیدیا جائے گا یا اسی طریقہ سے بلا کسی چیز کے ڈال کر پکائے ہوئے پانی سے غسل کرایا جائے گا۔

یغسل رأسه : گل خطمی سے مردے کی داڑھی اور سر کو دھونا چاہئے، خطمی ایک خوشبودار چیز ہے جسے صابن کی جگہ پر استعمال کیا جاتا ہے۔

ثم الخ : جب یہ تمام اعضا جو متن میں بیان کئے گئے ان کو دھو دیا جائے اور ان پر پانی ڈال دیا جائے تو اس کے بعد میت کو ٹیک لگا کر بٹھا دیا جائے تاکہ غسل کرانے میں آسانی ہو۔

مسح : بٹھانے کے بعد مردے کے پیٹ کو آہستہ سے ملا جائے گا تاکہ جو کچھ ہو وہ نکل جائے اور کفن پہنانے کے بعد وہ چیز نہ نکلے۔

لم یعد :اب اگر اس مسح کے بعد کوئی چیز پیٹ سے نکل جائے تو اس نکلنے کی وجہ سے اب غسل کو لوٹایا نہیں جائے گا، لیکن ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ اسکا غسل لوٹایا جائے گا اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صرف وضو کو لوٹایا جائیگا۔(جوہرہ)

یجعل : یعنی غسل دینے کے بعد اس کی داڑھی اور اسکے سر پر حنوط کو لگایا جائے یہ حنوط چند خوشبوؤں سے مل کر بنایا جاتا ہے اور اگر یہ نہ ملے تو پھر اسکے بعد جو خوشبو بھی ملے لگادے۔

لیس : یعنی ظاہر روایت میں میت کے غسل کے اندر روئی کا استعمال نہیں کیا جائے گا لیکن علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر روئی کو اسکے چہرے پر اور اسی طرح سے ناک اور منہ میں اور قبل اور دبر کو صاف کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور ظہیریہ میں ہے کہ عام مشائخ نے روئی کے استعمال کو قبل اور دبر میں ناپسند کیا ہے۔(مراقی الفلاح)

وَلاَ يُقَصُّ ظُفْرُهُ وَشَعْرُهُ وَلاَ يُسَرِّحُ شَعْرُهُ وَلِحْيَتُهُ وَالْمَرْأَةُ تَغْسِلُ زَوْجَهَا بِخِلاَفِهِ كَأُمِّ الْوَلَدِ وَلاَ تَغْسِلُ سَيِّدَهَا وَلَوْ مَاتَتْ امْرَأَةٌ مَعَ الرِّجَالِ يَمَّمُوْهَا كَعَكْسِهِ بِخِرْقَةٍ وَإِنْ وُجِدَ ذُوْ رَحْمٍ مَحْرَمٍ يَمَّمَ بِلاَ خِرْقَةٍ وَكَذَا الْخُنْثٰى الْمُشْكِلُ يُيَمَّمُ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ .وَيَجُوْزُ لِلرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ تَغْسِيْلُ صَبِيٍّ وَصَبِيَّةٍ لَمْ يَشْتَهِيَا وَلاَ بَاسَ بِتَقْبِيْلِ الْمَيِّتِ وَعَلَى الرَّجُلِ تَجْهِيْزُ امْرَأَتِهِ وَلَوْ مُعْسِراً فِي الْاَصَحِّ وَمَنْ لاَمَالَ لَهُ فَكَفَنُهُ عَلٰى مَنْ تَلْزَمُهُ نَفَقَتُهُ وَإِنْ لَمْ يُوْجَدْ مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ نَفَقَتُهُ فَفِيْ بَيْتِ الْمَالِ فَإِنْ لَمْ يُعْطِ عَجْزاً اَوْ ظُلْماً فَعَلَى النَّاسِ وَيَسْأَلُ لَهُ التَّجْهِيْزَ مَنْ لاَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ غَيْرَهُ.

ترجمہ:۔ اور اس کے بال اور ناخن کو نہیں کاٹا جائے گا اور اسکے بال اور داڑھی میں کنگھی نہ کی جائے اور عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے اور مرد اپنی بیوی کو غسل نہ دے جیسے ام ولد کہ اپنے آقا کو غسل نہ دے اور اگر عورت مردوں کے ساتھ انتقال کر جائے تو اس کو تیمم کرایا جائے جیسے اس کا الٹا اور اگر کوئی ذی رحم محرم پایا گیا تو بلا ہاتھ پر کچھ لپیٹے ہوئے تیمم کرائے اور اسی طرح سے خنثیٰ مشکل کو بھی ظاہر روایت میں تیمم کرایا جائے گا۔ اور مرد و عورت دونوں کے لئے جائز ہے کہ بچی اور بچہ کو غسل دیں جب تک کہ دونوں کے اندر شہوت نہ پیدا ہوئی ہو اور میت کو بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور مرد پر عورت کی تجہیز و تکفین واجب ہے اگر چہ وہ تنگدست ہو صحیح مذہب کے مطابق اور جس کے پاس کچھ مال نہ ہو تو بیت المال سے دیا جائے گا، تو اگر بیت المال سے مجبوری یا ظلم کی بنا پر نہیں دیا گیا تو اس کا کفن لوگوں پر ضروری ہو گا اور جو کفن دینے پر قدرت نہیں رکھتا وہ دوسرے سے سوال کرے۔

تشریح و مطالب :۔

لایقص :۔ ناخن اور بال زیب و زینت کے لئے کاٹے اور تراشے جاتے ہیں اس سے انسان زیب و زینت اختیار کرتا ہے اور جب آدمی مر گیا تو اب اس کو ان چیزوں کی ضرورت باقی نہیں رہی، اسلئے کہ وہ لوگوں سے چھپ گیا لوگ اسے نہیں دیکھیں گے اور زیب و زینت کا تعلق نظروں سے ہوتا ہے اسلئے اب مرنے کے بعد اس کا ناخن اور اس کے بال نہیں کاٹے جائیں گے اور اسی طریقہ سے اس کے بال اور داڑھی میں کنگھی بھی نہیں کی جائے گی اسلئے کہ ان کا بھی تعلق اسی زیب و زینت سے ہے، داڑھی اور بال اس وجہ سے ٹھیک کئے جاتے ہیں تا کہ وہ پراگندہ نہ ہوں دیکھنے والے کو برا نہ لگے اور اب یہاں پر سب باتیں نہیں رہیں۔

المرءة: مصنفؒ نے یہاں پر مطلق استعمال کیا اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ اس میں تمام عورتیں داخل ہیں مثلاً وہ عورت بھی جو ابھی عدت میں ہے اور اسی طرح وہ عورت بھی جسے طلاق رجعی دیا گیا ہے، اس لئے کہ من کل الوجوہ ابھی تک شوہر سے جدائی نہیں ہوتی ہے ہاں اگر مرتے ہی ان کی عدت ختم ہو جائے یا عدت میں تھی مگر بچہ پیدا ہو گیا تو اب اس صورت میں تفریق ہو گئی لہٰذا اب یہ عورت غسل نہیں دے سکتی، اس لئے کہ اب یہ مثل اجنبیہ کے ہو گئی اور اجنبیہ عورت کے لئے غسل دینا جائز نہیں۔ (مراقی وطحطاوی بتغیر)

بخلافه: یعنی ابھی تک اس صورت کو بیان کیا جارہا تھا کہ عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے لیکن اگر یہ صورت نہیں بلکہ عورت کا انتقال ہوا ہے تو اب شوہر اسکو غسل نہیں دے سکتا اس لئے کہ اب اس سے نکاح منقطع ہو گیا اور اب یہ مثل اجنبیہ کے ہے اب اگر کوئی عورت موجود نہ ہو جو اس کو غسل دے تو اب اس وقت اس کو تیمم کرا کے دفن کر دیا جائے گا۔ (مراقی بتغیر)

کام الولد: اسی طرح سے اگر مالک کا انتقال ہو جائے تو اب ام ولد اور مدبرہ اپنے آقا کو غسل نہیں دے سکتیں اس لئے کہ یہ دونوں مرنے کے بعد آزاد ہو گئیں اور اب یہ اس کی باندی باقی نہیں رہیں اور جب آزاد ہو گئیں تو اب مثل اجنبیہ کے ہو گئیں لہٰذا اب یہ غسل نہیں دے سکتیں۔

ولو ماتت امرأة: یعنی اگر کسی عورت کا انتقال ہو جائے اور وہاں پر کوئی عورت موجود نہ ہو تو اب اس کو تیمم کرا کے دفن کرا دیا جائے گا اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اور تیمم کرانے والا اپنے ہاتھوں پر کوئی کپڑا وغیرہ لپیٹ لے گا تاکہ بلا حائل کے اس کا ہاتھ اسکے بدن پر نہ پڑے۔

کعکسه: یعنی اسی طرح اگر مرد کا انتقال ہو جائے اور وہاں پر کوئی مرد موجود نہ ہو صرف عورتیں ہی ہوں تو اب اس کو بھی تیمم کرا کے دفن کر دیا جائے گا اور اگر کوئی ذی رحم محرم ہو تو کپڑا لپیٹنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

(ف) شوہر غسل نہیں دے سکتا البتہ دیکھ سکتا ہے۔ (شامی)

کذا الخنثیٰ: اسی طرح سے اگر خنثیٰ مشکل کا انتقال ہو جائے تو اس کو تیمم کرا دیا جائے گا، اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ کسی ایسے کپڑے میں لپیٹ دیا جائے گا کہ اگر اس پر پانی ڈالا جائے تو اس کے بدن تک وہ پانی پہونچ جائے تو ایسے کپڑے میں رکھ کر اس پر پانی ڈال دیا جائے گا۔ (مراقی الفلاح)

یجوز لرجل: یعنی اگر کوئی لڑکا یا لڑکی ہو اور اسکے اندر ابھی تک شہوت نہ پیدا ہوئی ہو اور وہ ابھی بچے ہی ہوں اور ان کا انتقال ہو جائے تو ان کو مرد اور عورت دونوں غسل دے سکتے ہیں خواہ مرد بچی کو غسل دے یا عورت بچے کو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

لا بأس: یعنی مردے کا بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضور پر نور ﷺ کی رحلت کے بعد حضور کی جبین مبارک کا بوسہ لیا، اگر اس میں کوئی مضائقہ ہوتا تو حضرت ابو بکر ایسا نہ کرتے۔

علی الرجل : اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں حضرت امام ابو یوسفؒ کا ایک قول یہ ہے کہ شوہر پر کفن واجب ہے خواہ مالدار ہو یا تنگدست اس کا کچھ اعتبار نہیں اور حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ شوہر پر اس کا کفن نہیں ہوگا اس لئے کہ اب اس کے مرتے ہی اس کی زوجیت ختم ہوگئی اور اب یہ مثل اجنبیہ کے ہوگئی لہٰذا اب اس کا کفن اس پر نہیں ہوگا (مراقی الفلاح) علامہ شامی نے ایک توجیہہ کی ہے کہ اس میں علمائے کرام کا اختلاف ہے لہٰذا اس کی ایک صورت یہ ہوگی کہ دیکھا جائے گا کہ عورت نے کچھ مال چھوڑا ہے یا نہیں اگر کچھ مال چھوڑا ہے تو اس وقت اس میں سے اس کو کفن دیا جائے گا شوہر کو مجبور نہیں کیا جائے گا اور اگر اس کے پاس نہ ہوگا اس نے کچھ چھوڑا نہیں ہوگا تو اب اس کے شوہر کے مال سے لیا جائے گا اب اگر اسکے پاس بھی موجود نہ ہو یعنی شوہر بھی اسی طرح ہو کہ اسکے پاس بھی مال نہ ہو تو اب بیت المال سے لیا جائے گا اور اگر کسی جگہ بیت المال نہ ہو تو پھر عامۃ المسلمین سے لیا جائے گا۔ (شامی بتصرف)

علی من : مصنفؒ نے اسے مقید کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ اگر اس کے مال ہو تو سب سے پہلے کفن دفن کا انتظام کیا جائے گا بعد میں وصیت وغیرہ پوری کی جائے گی، اب اگر وہ لوگ چند ہیں کہ جن کے اوپر اس کا نان ونفقہ واجب تھا تو اب سب لوگ اسی مقدار میں دیں گے جس مقدار میں ان پر نفقہ تھا، برابر نہیں لیا جائے گا اس لئے کہ یہ لوگ اس طرح میراث میں بھی حقدار ہوں گے سب لوگ برابر نہیں لیں گے۔ (مراقی الفلاح، طحطاوی)

ان لم یوجد : اب اگر جن لوگوں پر نفقہ واجب تھا وہ بھی اس قدر غریب ہیں کہ انکے پاس بھی نہیں ہے تو اب اس وقت بیت المال سے اس کا کفن دیا جائے گا۔

فان لم یعط : اب اگر یہ صورت ہو جائے کہ بیت المال سے بھی نہ ملے خواہ بیت المال سے ظلماً نہ ملے یا یہ وجہ ہو کہ بیت المال بھی خالی ہو تو اب تمام مسلمانوں سے اس کا چندہ کیا جائے گا اس کے بعد اس کو اس میں کفن دیا جائے گا۔ اگر کسی کو معلوم ہے کہ مرنے والا تنگدست ہے اور اسکو اپنے پاس سے کفن دیدیا تو اب یہ لوگوں سے سوال کر سکتا ہے اسلئے کہ اس وقت جلدی تھی اس کو کفن جلدی دے کر دفن کرنا تھا اسلئے اس آسانی کے پیش نظر اس نے جلدی کر دی۔

(ف) اگر کوئی زندہ ہے اور اسکے پاس کپڑا نہیں ہے تو وہ خود لوگوں سے سوال کرے اس لئے کہ وہ سوال پر قادر ہے اور میت کے لئے اس وجہ سے سوال کیا جاتا ہے کہ وہ اس کا مکلف نہیں اور اس کے اندر اب یہ بات نہیں رہ جاتی ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کر سکے اب اگر کفن دینے کے بعد کچھ کپڑا بچ رہے تو اس کو اس کے مالکوں کے پاس لوٹا دیا جائے گا اور اگر اس کے مالکوں کا پتہ نہ ہو تو دوسروں کو کفن دیا جا سکتا ہے اسی طرح اس کا صدقہ بھی جائز ہے۔ (مراقی الفلاح بتغیر)

وَكَفَنُ الرَّجُلِ سُنَّةً قَمِيصٌ وَإِزَارٌ وَلِفَافَةٌ مِمَّا يَلْبَسُهُ فِي حَيَاتِهِ وَكِفَايَةً إِزَارٌ وَلِفَافَةٌ وَفُضِّلَ الْبَيَاضُ مِنَ الْقُطْنِ وَكُلٌّ مِنَ الْإِزَارِ وَاللِّفَافَةِ مِنَ الْقَرْنِ إِلَى الْقَدَمِ وَلَا يُجْعَلُ لِقَمِيصِهِ كُمٌّ وَلَا دِخْرِيصٌ وَلَا جَيْبٌ وَلَا تُكَفُّ أَطْرَافُهُ وَتُكْرَهُ الْعِمَامَةُ فِي الْأَصَحِّ وَلُفَّ مِنْ يَسَارِهِ ثُمَّ يَمِينِهِ وَعُقِدَ إِنْ خِيفَ انْتِشَارُهُ وَتُزَادُ الْمَرْأَةُ فِي السُّنَّةِ خِمَاراً لِوَجْهِهَا وَخِرْقَةً لِرَبْطِ ثَدْيَيْهَا وَفِي الْكِفَايَةِ خِمَاراً وَيُجْعَلُ شَعْرُهَا ضَفِيرَتَيْنِ عَلَى صَدْرِهَا فَوْقَ الْقَمِيصِ ثُمَّ

الْخِمَارُ فَوْقَهٗ تَحْتَ اللِّفَافَةِ ثُمَّ الْخِرْقَةُ فَوْقَهَا وَتُجَمَّرُ الْاَكْفَانُ وِتْراً قَبْلَ اَنْ يُّدْرَجَ فِيْهَا وَكَفَنُ الضَّرُوْرَةِ مَايُوْجَدُ.

ترجمہ: مرد کے کفن میں سنت قمیص، لفافہ اور ازار اور چادر ہے جس کو وہ اپنی زندگی میں استعمال کرتا ہے اور کفن کفایہ ازار اور چادر ہے، اور روئی سے بنے ہوئے سفید کپڑے کو زیادہ فضیلت ہے اور ازار و چادر میں سے ہر ایک مقدم رأس سے پیر تک ہوں گی اور قمیص میں گریبان اور آستین اور جیب بنانے کی ضرورت نہیں اور اسی طرح نہ اسکے کناروں کو سلا جائے، اور صحیح مذہب کے مطابق عمامہ کا دینا مکروہ ہے اور اس کو بائیں جانب سے لپیٹا جائے پھر دائیں جانب اور اس کے کھل جانے کا خوف ہو تو گرہ لگادی جائے اور سنت کے مطابق عورت کے کفن میں ایک اوڑھنی اسکے چہرے کے لئے اور ایک ٹکڑا اس کے ثدیین کو باندھنے کے لئے زیادہ کیا جائے اور سنت کفایہ اسکے کفن میں اوڑھنی ہے اور عورت کے بال کو دو جوڑے بنا کر اسکے سینہ پر رکھ دیا جائے قمیص کے اوپر پھر اوڑھنی کو اسکے اوپر چادر کے نیچے پھر اسکے اوپر سینہ بند اور کفن کو طاق مرتبہ دھونی دی جائے اس میں مردے کو لپیٹنے سے قبل اور کفن ضرورت وہی ہے جو اس وقت مل جائے۔

تشریح و مطالب:۔ اب یہاں سے مصنفؒ یہ بیان کر رہے ہیں کہ مردے کو کس طرح کفن دیا جائے اور مرد و عورت کے کفن میں کیا فرق ہے۔ ابھی تک غسل وغیرہ کا طریقہ بتلا رہے تھے جب اس سے فارغ ہوگئے تو اب کفن کے احکام اور اس کا طریقہ بتلا رہے ہیں کفن کے طریقہ کو اس وجہ سے مؤخر کیا کہ غسل کے بعد کفنایا جاتا ہے چونکہ سب سے پہلے غسل دیا جاتا ہے اس وجہ سے اسی قاعدے کو مقدم کیا اور اسکو مؤخر۔

كفن الرجل: میت کو کفن دینا واجب ہے لیکن اسکے عدد میں تین درجے ہیں (۱) سنت (۲) کفایہ (۳) کفن ضرورت۔

سنة: مصنفؒ سب سے پہلے سنت کو بیان کر رہے ہیں اس لئے کہ اس مقدار میں اگر کفن پایا جائے گا تو اس وقت کفن کفایت اور کفن ضرورت کو استعمال نہ کیا جائے گا۔

قميص: مردے کی قمیص گردن سے لے کر دونوں پیروں تک ہوتی ہے اور اس میں گریبان و آستین نہ ہوگی زندگی میں جو آستین لگائی جاتی ہے اسکا مقصد زیب و زینت ہوتا ہے یہاں پر اب مردے کے لئے کوئی زیب و زینت کی ضرورت نہیں، اس وجہ سے اس کی قمیص میں نہ آستین لگائی جائے گی اور نہ درمیان سے پھاڑا جائے گا۔

ازار: اسی طریقہ سے چادر بھی سر کے اگلے حصہ سے لے کر قدم تک ہونی چاہئے تاکہ آستین نہ لگانے کی وجہ سے جو اعضاء کھلے رہ گئے تھے اب وہ ڈھک جائیں۔

لفافة: اسی طریقہ سے مردے کو ایک کپڑا بطور تہبند کے دیا جائے گا اور وہ کمر سے ہوگا لیکن یہ تہبند سلا ہوا نہ ہوگا، زندگی میں تہبند کو اس وجہ سے سلا جاتا ہے کہ چلنے میں کشف عورت نہ ہو ان تین کپڑوں میں کفنانا اس وجہ سے سنت ہے لان النبی صلی الله علیه وسلم کفن فی قمیص وازار ولفافة چونکہ حضور ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا اسی وجہ سے اسے سنت کہہ دیا گیا چنانچہ جتنی حدیثیں بھی حضور ﷺ کے کفن سے تعلق رکھتی ہیں اور جس سے حضور ﷺ کے کفنائے جانے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے ان تمام میں تین ہی کا ذکر آتا ہے چنانچہ صاحب مسلم نے بھی

یہی بیان کیا ہے انه صلی الله علیه وسلم کفن فی ثلاثة اثواب.

فصل : مردے کو سفید کپڑے میں کفنانا زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ حضور ﷺ سفید کپڑے کو زیادہ پسند فرماتے تھے لہٰذا حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کے لئے مرنے کے بعد بھی انہی کپڑوں کو استعمال کرنا چاہئے جن کو حضور ﷺ نے پسند فرمایا ہے کفن میں ایک بات کا خیال رکھا جائے کہ کفن کا کپڑا نہ زیادہ قیمتی ہو اور نہ زیادہ سستا ہو بلکہ مردے کی حالت کو دیکھ کر اسے کفن دیا جائے اور اپنی زندگی میں جس قسم کے کپڑے پسند کرتا تھا اسی قیمت کے کپڑے کو اسے دیا جائے لیکن ایک بات کا خیال رہے کہ جیسا کہ مصنفؒ نے من القطن کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ وہ کپڑا روئی کا بنا ہوا ہو کسی اور چیز کا نہیں، اب اگر وہ مردہ اپنی زندگی میں سوتی کپڑے کے علاوہ کوئی اور کپڑا پسند کرتا تھا تو اسی کپڑے کی قیمت کا اعتبار کر کے سوتی کپڑے کو لیا جائے گا۔

لاتکف :۔ اسکے کنارے کو سیا نہ جائے لیکن اگر سیا گیا تو بلا کسی کراہت کے جائز ہے۔ (مراقی)

العمامة :۔ مردے کو عمامہ دینا مکروہ ہے اس وجہ سے کہ سنت کے خلاف ہے اگر عمامہ مستحسن ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور دیا جاتا لیکن کسی حدیث سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ حضور ﷺ کو عمامہ دیا گیا، ہاں علمائے متاخرین نے عمامہ کو اس میت کیلئے جو عالم ہو یا زاہد ہو وغیرہ مستحسن قرار دیا ہے۔

لفه :۔ مردے کو کفن میں رکھنے کے بعد سب سے پہلے اسکے بائیں طرف سے لپیٹا جائے اس کے بعد داہنی طرف کے کپڑے کو اس کے اوپر ڈال دیا جائے۔ مصنفؒ نے صرف اس کے اوپر کپڑا لپیٹنے کا طریقہ بتلا دیا اور یہ نہیں بتلایا کہ کفن کو کس طرح پھیلایا جائے، کفن کو رکھنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ سب سے پہلے چادر کو پھیلا دیا جائے گا لیکن لپیٹنے میں اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ لپیٹنا بائیں جانب سے ہو تا کہ داہنے جانب کا لپیٹنا اوپر ہو جائے پھر اسکے بعد چادر کو اس کے اوپر ڈال دیا جائے گا اس لئے کہ آدمی اپنی زندگی میں چادر کو سب سے اوپر اوڑھتا ہے۔

ان خیف :۔ مصنفؒ نے اس کی قید اس وجہ سے لگائی کہ اگر کفن کے منتشر ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو یہ گرہ نہ لگائی جائے گی اگر گرہ نہ لگائی گئی اور منتشر ہونے کا اندیشہ بھی نہیں ہے تو اب مردے کے پاس کسی کا بیٹھنا تا کہ کفن کے منتشر ہونے کے وقت اس کو روک سکے اس کی ضرورت نہیں اسی وجہ سے مردے کو قبر میں لٹانے کے بعد اس کی گرہ کو کھول دیا جاتا ہے اس لئے کہ اب وہاں پر انتشار کا کوئی خوف واندیشہ نہیں ہوتا ہے۔

تزاد :۔ مرد کو تو صرف تین کپڑوں میں کفن دینا مسنون ہے لیکن عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دینا سنت ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا۔

خرقة :۔ یہ کپڑے کا ٹکڑا پستان سے لیکر ناف تک ہوگا لیکن بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ گھٹنوں تک ہوگا۔ (مراقی)

الکفایة :۔ کفن دینے میں اصل فرض کفایہ ہے اس میں عدد صرف مسنون ہے لہٰذا اگر عورت کے لئے پانچ کپڑے نہ ہوں تو صرف تین کپڑوں میں کفن دیا جا سکتا ہے اور مردوں کو دو کپڑوں میں کفن دیا جا سکتا ہے۔

یجعل:۔ عورت کے بال کو دو چوٹیوں میں باندھ کر اس کے سینہ پر رکھ دیا جائے گا اور عورت کو اس طور پر لپیٹا جائے گا کہ سب سے پہلے اسکی قمیص ہو گی پھر اس کے بعد اوڑھنی ہو گی پھر اسکے بعد چادر ہو گی اور اسکے بعد سینے بند کو اوپر سے باندھ دیا جائے گا۔

تجمر:۔ مرد اور عورت کے لپیٹنے سے پہلے ان کے کفن کو طاق مرتبہ دھونی دی جائے گی اور یہ دھونی عورت کے تمام کپڑوں میں ہو گی اور مرد کے دو کپڑوں میں۔

الضروۃ:۔ کفن کی ضرورت یہ ہے کہ آدمی کو اس وقت جو کچھ حاصل ہو اسی میں کفنا دیا جائے خواہ مرد کیلئے ایک ہی کپڑا ہو اس لئے کہ حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور علیہ ﷺ نے بہت سے صحابہ کو کپڑے نہ ہونے کے وقت ایک ہی کپڑے میں کفن دیا ہے۔

فصلٌ. اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْہِ فَرْضٌ کِفَایَۃٌ وَاَرْکَانُھَا التَّکْبِیْرَاتُ وَالْقِیَامُ وَشَرَائِطُھَا سِتٌّ اِسْلَامُ الْمَیِّتِ وَطَھَارَتُہٗ وَتَقَدُّمُہٗ وَحُضُوْرُہٗ اَوْ حُضُوْرُ اَکْثَرِ بَدَنِہٖ اَوْ نِصْفِہٖ مَعَ رَأْسِہٖ وَکَوْنُ الْمُصَلِّیْ عَلَیْھَا غَیْرَ رَاکِبٍ بِلَاعُذْرٍ وَکَوْنُ الْمَیِّتِ عَلَی الْاَرْضِ فَاِنْ کَانَ عَلٰی دَابَّۃٍ اَوْ عَلٰی اَیْدِی النَّاسِ لَمْ تَجُزِ الصَّلٰوۃُ عَلَی الْمُخْتَارِ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ وَسُنَنُھَا اَرْبَعٌ قِیَامُ الْاِمَامِ بِحِذَاءِ صَدْرِ الْمَیِّتِ ذَکَرًا کَانَ اَوْ اُنْثٰی وَالثَّنَاءُ بَعْدَ التَّکْبِیْرَۃِ الْاُوْلٰی وَالصَّلٰوۃُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ بَعْدَ الثَّانِیَۃِ وَالدُّعَاءُ لِلْمَیِّتِ بَعْدَ الثَّالِثَۃِ وَلَا یَتَعَیَّنُ لَہٗ شَیْئٌ وَاِنْ دَعَا بِالْمَأْثُوْرَۃِ فَھُوَ اَحْسَنُ.

ترجمہ:۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور اسکے ارکان تکبیرات اور قیام ہیں، اور اسکے شرائط چھ ہیں میت کا مسلمان ہونا اور اس کا پاک ہونا، اور اس کا آگے ہونا اور اس کا موجود ہونا یا اسکے اکثر بدن کا مع سر کے موجود ہونا، اور اس پر نماز پڑھنے والوں کا بلا کسی عذر کے سوار نہ ہونا، اور میت کا زمین پر ہونا، چنانچہ اگر میت سواری پر ہو یا لوگوں کے ہاتھوں میں ہو تو بلا کسی عذر کے مختار مذہب کے مطابق جائز نہیں، اور نماز جنازہ کے سنن چار ہیں امام کا میت کے اگر وہ مذکر یا مؤنث ہو تو اسکے سینے کے پاس کھڑا ہونا، تکبیر اولیٰ کے بعد ثنا کا پڑھنا اور دوسری تکبیر کے بعد حضور علیہ ﷺ پر درود بھیجنا اور تیسری تکبیر کے بعد دعاء مغفرت کرنا اور اسکے لئے کوئی دعاء مخصوص نہ کی جائے گی اور اگرچہ دعاء ماثورہ کیا تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

تشریح و مطالب:۔ **الصلوٰۃ**:۔ مصنفؒ ابھی تک مردے کے کفنانے وغیرہ کا بیان کر رہے تھے جب اسے بیان کر چکے تو اب یہاں سے مردے پر نماز جنازہ کے بارے میں بیان کر رہے ہیں۔

مردے پر نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اس لئے کہ حضور علیہ ﷺ نے ارشاد فرمایا **صلوا علی صاحبکم لکونہ علیہ دین لاوفاء لہ**. حضورؐ نے کبھی کبھی ترک کر دیا ہے اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرض عین نہیں اگر یہ فرض عین ہوتا تو حضور علیہ ﷺ اسے ترک نہ فرماتے مرنے والا اگر مسلمان ہو تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی خواہ وہ کسی قسم کا گناہ کرتا ہو کیونکہ حضور علیہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے **صلوا علی کل بر و فاجر**.

ارکانھا:۔ نماز جنازہ کے دو ارکان ہیں (۱) چاروں تکبیروں کا کہنا (۲) قیام کرنا، لہٰذا اگر کسی نے قیام نہ کیا یا

اسی طریقہ سے تکبیر نہ کیا تو نماز جنازہ صحیح نہ ہو گی اس لئے کہ اس کے ارکان نہیں پائے گئے۔

شرائطھا :۔ نماز جنازہ کے صحیح ہونے کیلئے اور اسکے فرض کفایہ ہونے کیلئے چھ شرطیں ہیں۔

اسلام المیت :۔ مصنفؒ نے مطلق استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ بچہ اگر نابالغ ہے اور اسکے والدین مسلمان ہیں تو اسکے اوپر نماز جنازہ پڑھی جائے گی لیکن اگر اسکے والدین تو مسلمان تھے لیکن بالغ ہونے کے بعد اس نے اپنے اسلام کا کوئی اظہار نہ کیا کہ جس سے یہ بات معلوم ہوتی کہ یہ مسلمان ہے تو اب اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائیگی۔

اسلام کی قید لگا کر کافر کو نکال دیا اس لئے کہ ارشاد باری ہے **لاتصل علی احد منھم مات ابداً ولا تقم علی قبرہ اِنَّھُمْ کفروا باللہ ورسولہ**. چونکہ نص موجود ہے کہ کافر پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اس وجہ سے اس کے اوپر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے گی، نماز جنازہ سے استغفار ان لوگوں کی کیجاتی ہے کہ جو پہلے سے مسلمان ہوں شرک وغیرہ ان سے سرزد نہ ہوا ہو اور یہ کفار شرک میں ملوث ہوتے ہیں، نیز ان کا خاتمہ کفر ہی پر ہوتا ہے۔

طھارتہ :۔ یہاں پر نجاست حکمیہ اور نجاست بدنیہ دونوں کو شامل ہے لہٰذا ان دونوں سے اسے پاک ہونا چاہئے لہٰذا اگر کسی کو غسل نہ دیا گیا یا اسی طریقہ سے اس کو تیمم نہ کرایا گیا یا اسکے بدن پر نجاست تھی اور اسے دھلانہ گیا تو ان تمام صورتوں میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے گی، لیکن یہ صورت اسی وقت ہے جبکہ اس کا غسل کرانا یا تیمّم کرانا ممکن ہو، اگر یہ صورتیں ممکن نہ تھیں اور اسے بلا غسل کے دفن کر دیا گیا اور اس کا اب نکالنا اس کے پھول جانے کی وجہ سے ممکن نہ ہو تو اس کے قبر پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے، اگر کسی شخص کو بلا غسل کے انجانے میں یا بھول کر دفن کر دیا گیا اور اب لاش پھول گئی ہو گی اس کا اب نکالنا ممکن نہیں تو اب نماز جنازہ کو جاننے کے بعد کہ اسے بلا طہارت کے دفن کر دیا گیا ہے لوٹائی جائے گی اور یہ لوٹانا استحساناً ہو گا، اسی طریقہ سے جس جگہ نماز جنازہ پڑھی جائے اس جگہ کا بھی پاک ہونا ضروری ہے اسلئے کہ جس جگہ مردہ رکھا جاتا ہے وہ جگہ امام کے کھڑے ہونے کے مثل ہے اسوجہ سے اسکا پاک ہونا ضروری ہے

تقدمه :۔ اسی طریقہ سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جنازہ آگے ہو لہٰذا اگر پیچھے ہو گا تو نماز جنازہ صحیح نہ ہو گی اس لئے کہ یہ میت اس وقت من وجہ امام کے ہے لہٰذا اس کا آگے ہونا ضروری ہے۔

حضورہ :۔ اسی طریقہ سے میت کا موجود ہونا ضروری ہے یا اگر کسی وجہ سے میت کا پورا جسم باقی نہ ہو تو اس کے بدن کا اکثر یا اگر سر ہے تو نصف بدن کا ہونا ضروری ہے۔ مصنفؒ نے حضور کی قید لگا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ نماز جنازہ جائز نہیں۔

بلاعذر :۔ مصنفؒ نے عذر کی قید لگا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اگر کوئی عذر ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں جیسے اگر کوئی شخص مریض ہے تو وہ سوار ہو کر پڑھ سکتا ہے اسی طریقہ سے اگر امام بیٹھا ہوا ہے اور لوگ اس کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھ رہے ہیں تو حضرت امام اعظمؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک درست ہے لیکن امام محمدؒ کے نزدیک درست نہیں ہے اسلئے کہ انکے نزدیک امام بیٹھ کر اور لوگ اسکے پیچھے کھڑے ہو کر اقتداء نہیں کر سکتے اس میں

ولی اور غیر ولی دونوں برابر ہیں، لہٰذا اگر ولی کے اوپر کوئی عذر ہو تو وہ بھی بیٹھ کر یا سوار ہو کر نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔

علی الارض :۔ ظاہراً یہ شرط مدرک کیلئے معلوم ہوتی ہے کہ جس کی کوئی تکبیر فوت نہ ہوئی ہو مسبوق کے بارے میں یہ شرط لگانی درست نہیں ہے۔

الامن عذر :۔ میت کا زمین پر ہونا ضروری ہے لیکن اگر کوئی عذر ہو مثلاً زمین پر کیچڑ وغیرہ ہے تو اس وقت لوگ اس کو اپنے ہاتھوں میں لے کر نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔

سننھا :۔ نماز جنازہ کے اندر سنت چار چیزیں ہیں جنکا ثبوت احادیث سے ہے۔

ذکراً :۔ مصنفؒ نے یہ قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر عورت ہو یا بچہ ہو ہر صورت میں اس کے سینے کے پاس کھڑا ہو کر نماز پڑھے گا، نیز اس سے ان لوگوں کی تردید بھی مقصود ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر مرد ہو تو اسکے سینے کے پاس اور اگر عورت ہو تو اس کی کمر کے پاس امام کھڑا ہو کر نماز پڑھائے گا۔

نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے تکبیر کے بعد ثنا پڑھی جائے اور دوسری تکبیر کے بعد حضور ﷺ پر درود پاک بھیجا جائے اور تیسری تکبیر کے بعد میت کیلئے دعاء مغفرت کی جائے لیکن اس دعا میں کوئی مخصوص دعا ضروری نہیں لیکن اگر دعاء ماثورہ پڑھی جائے تو زیادہ بہتر ہے اور چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دیا جائے۔

وَابْلَغُ وَمِنْهُ مَاحَفِظَ عَوْفٌ مِنْ دُعَاءِ النَّبِی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُوْلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَایَا كَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَاراً خَیْراً مِنْ دَارِهٖ وَاَهْلاً خَیْراً مِنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجاً خَیْراً مِنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ عَذَابِ النَّارِ وَیُسَلِّمُ بَعْدَ الرَّابِعَةِ مِنْ غَیْرِ دُعَاءٍ فِی ظَاهِرِ الرِّوَایَةِ وَلاَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ غَیْرَ التَّكْبِیْرَةِ الْاُوْلٰی وَلَوْ كَبَّرَ الْاِمَامُ خَمْساً لاَیَتَّبِعُ وَلٰكِنْ یَنْتَظِرُ سَلاَمَهٗ فِی الْمُخْتَارِ وَلاَ یُسْتَغْفَرُ لِمَجْنُوْنٍ وَصَبِیٍّ وَیَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْهُ لَنَا اَجْراً وَذُخْراً وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعاً وَمُشَفَّعاً.

ترجمہ :۔ اور وہ دعاء زیادہ بہتر ہے جسے عوف بن مالکؓ نے حضور ﷺ سے ادا کیا ہے (ترجمہ) اے اللہ اس کو معاف کر دے اور اس پر رحم کر اور اس کو عافیت عطا فرما اور اسکے تمام گناہوں کو معاف کر دے اور اسکے اترنے کی جگہ کو بہترین کر دے اور داخل ہونے کی جگہ کو کشادہ کر دے اور اس کو اولے اور برف کے پانی سے دھو دے اور اس کے خطاؤں کو اس طریقہ سے صاف کر دے جس طریقہ سے سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے اور اس کو اس گھر سے بہترین گھر دے اور اس اہل سے بہترین اہل دے، اور اس بیوی سے اچھی بیوی دے اور اس کو جنت میں داخل فرما، اور اسکو عذاب قبر سے اور عذاب نار سے بچا اور چوتھی تکبیر کے بعد ظاہر روایت کے مطابق بلا کسی دعا کے سلام پھیر دے اور تکبیر اولیٰ کے علاوہ میں ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر امام پانچویں تکبیر کہہ دے تو اس کی اتباع نہ کرے لیکن مختار مذہب کے مطابق اس کے سلام کا انتظار کرے گا اور پاگل اور بچہ کیلئے استغفار نہیں کیا جائے گا اور کہے اے اللہ ہمارے لئے خوشی کا ذریعہ بنا دے اور اسکو ہمارے لئے

اجر بنادے اور اسکو ہمارے لئے ذخیرہ بنادے اور اسکو ہمارے لئے شفاعت کرنے والا اور مقبول شفاعت بنادے۔

تشریح ومطالب:۔ حضور ﷺ سے نماز جنازہ کی دعاؤں کے بارے میں بہت سی روایتیں منقول ہیں لیکن جو دعاء حضرت عوف بن مالکؓ سے منقول ہے یہی زیادہ بہتر ہے نیز بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ دعا پڑھی جائے ربنا آتنا الخ یا ربنا لاتزغ قلوبنا الخ توزیادہ بہتر ہے۔

فی المختار:۔ اگر امام چوتھی تکبیر کے بعد پانچویں تکبیر کہہ دے تو مقتدی اس کی اتباع نہ کرے گا بلکہ خاموش کھڑا رہے گا اور امام کے سلام کا انتظار کرے گا جو روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں منقول ہے اس پر محدثین نے کلام کیا ہے نیز جس حدیث سے پانچ تکبیریں معلوم ہوتی ہیں وہ منسوخ ہیں۔

مجنون:۔ اور پاگل کیلئے استغفار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ استغفار تو اسکے لئے کی جاتی ہے جو مکلف ہو اور پاگل اس کام کا مکلف نہیں ہوتا لہٰذا اس کیلئے استغفار نہیں کیا جائے گا۔ برہان الدین حلبی فرماتے ہیں کہ یہ بات مجنون اصلی کے ساتھ خاص ہے اسلئے کہ وہ مکلف نہیں ہوتا بخلاف عارض کے اس لئے کہ وہ کبھی کبھی مکلف ہو جاتا ہے اور یہ جنون موت سے قبل ختم نہ ہوا ہو اور اگر مرنے سے کچھ قبل ختم ہو گیا اور اس کا انتقال اسوقت ہوا کہ وہ مجنون نہیں تھا تو اب اس پر استغفار کیا جائے گا (طحطاوی) بچہ کیلئے دعاء استغفار نہیں کی جاتی بلکہ اسکو وسیلہ بنا کر خود اپنے لئے دعا کی جاتی ہے اسلئے کہ بچہ بھی اوامر کا مکلف نہیں ہوتا، اس کے اوپر احکامات شرع نہیں ہوتے اسلئے اس سے گناہ نہیں ہوتا وہ معصوم ہوتے ہیں۔

فصلٌ. اَلسُّلْطَانُ اَحَقُّ بِصَلٰوتِهٖ ثُمَّ نَائِبُهٗ ثُمَّ الْقَاضِیْ ثُمَّ اِمَامُ الْحَیِّ ثُمَّ الْوَلِیُّ وَلِمَنْ لَهٗ حَقُّ التَّقَدُّمِ اَنْ یَّاذَنَ لِغَیْرِهٖ فَاِنْ صَلّٰی غَیْرُهٗ اَعَادَهَا اِنْ شَاءَ وَلَا یُعِیْدُ مَعَهٗ مَنْ صَلّٰی مَعَ غَیْرِهٖ وَمَنْ لَهٗ وِلَایَةُ التَّقَدُّمِ فِیْهَا اَحَقُّ مِمَّنْ اَوْصٰی لَهُ الْمَیِّتُ بِالصَّلٰوةِ عَلَیْهِ عَلَی الْمُفْتٰی بِهٖ وَاِنْ دُفِنَ بِلَا صَلٰوةٍ صُلِّیَ عَلٰی قَبْرِهٖ وَاِنْ لَّمْ یُغْسَلْ مَالَمْ یَتَنَفَّخْ وَاِذَا اجْتَمَعَتِ الْجَنَائِزُ فَالْاِفْرَادُ بِالصَّلٰوةِ لِکُلٍّ مِّنْهَا اَوْلٰی وَیُقَدَّمُ الْاَفْضَلُ فَالْاَفْضَلُ وَاِنِ اجْتَمَعْنَ وَیُصَلّٰی عَلَیْهَا مَرَّةً جَعَلَهَا صَفًّا طَوِیْلًا مِمَّا یَلِی الْقِبْلَةَ بِحَیْثُ یَکُوْنُ صَدْرُ کُلٍّ قُدَّامَ الْاِمَامِ وَرَاعَی التَّرْتِیْبَ فَیَجْعَلُ الرِّجَالَ مِمَّا یَلِی الْاِمَامَ ثُمَّ الصِّبْیَانَ بَعْدَهُمْ ثُمَّ الْخُنَاثٰی ثُمَّ النِّسَاءَ وَلَوْ دُفِنُوْا فِیْ قَبْرٍ وَاحِدٍ وُضِعُوْا عَلٰی عَکْسِ هٰذَا.

ترجمہ:۔ بادشاہ نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حقدار ہے پھر اس کا نائب، پھر قاضی، پھر محلے کا امام اور اسکے بعد ولی اور جسے حق تقدم حاصل ہے اسے یہ حق پہونچتا ہے کہ جسے چاہے اجازت دیدے تو اگر اسکے علاوہ کسی نے پڑھادی تو اس کا اعادہ کر سکتا ہے اگر چاہئے اور جن لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھ لی ہے وہ لوگ نہیں لوٹائیں گے اور جس کو ولایت تقدم ہو وہ اس سے زیادہ حقدار ہے جس کو میت نے نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت کی ہو، یہی مفتی بہ قول ہے اور اگر بلا نماز جنازہ کے دفن کر دیا گیا تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے اگر چہ اسے غسل نہ دیا گیا ہو، مگر جب اس کا بدن پھٹا نہ ہو اور جب بہت سے جنازے اکٹھے ہو جائیں تو سب کا الگ الگ پڑھنا افضل ہے اور جو ان میں زیادہ افضل ہو اسکو مقدم کیا جائے پھر اسکے بعد جو افضل ہو اس کو مقدم کیا جائے۔

تشریح و مطالب :۔ ابھی تک مصنفؒ یہ بیان کر رہے تھے کہ کس طرح غسل دیا جائے اور کون کس کو غسل دے سکتا ہے، کس طرح کفن دیا جائے اور کن کن کپڑوں میں کفن دیا جائے کفن کے بعد جنازہ کو کہاں رکھا جائے اور کس طرح رکھا جائے اب جب کہ ان چیزوں کو بیان کر چکے اور انکے طریقوں کو بھی بتا چکے تو اب یہاں سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ اب صرف نماز جنازہ باقی ہے تو اسکو کون پڑھائے کس کو اسکا زیادہ حق پہونچتا ہے۔

السلطان :۔ جنازہ کی نماز پڑھانے کا زیادہ حق بادشاہ کو حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ وہ قائم مقام نبی کے ہوتا ہے اور قرآن میں ہے اَلنَّبِیُّ اَولیٰ بِالْمُؤمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِم. اب اگر بادشاہ موجود نہ ہو تو سب سے زیادہ حق قاضی کو ملتا ہے اس لئے کہ وہ تمام لوگوں کا ولی ہوتا ہے اور اس کی ولایت عام ہوتی ہے اور اب اگر قاضی بھی موجود نہ ہو تو محلے میں جو پنجگانہ نماز پڑھاتا ہے وہ پڑھائے گا لیکن اگر محلے کے امام سے افضل ولی ہو تو ولی ہی پڑھائے گا اور محلے کے امام کو اس وجہ سے ولایت ملتی ہے اور نماز جنازہ پڑھانے کا حق دار ہوتا ہے کہ اس مردے نے اپنی زندگی میں اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے لہٰذا اب مرنے کے بعد بھی وہی اس کی امامت کرے بعض حضرات نے اس کے اندر یہ قید لگائی ہے کہ زندگی میں وہ اسکے پیچھے پڑھنے پر راضی رہتا رہا ہو، لہٰذا اگر یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ اس امام سے راضی نہیں تھا تو اس کو حق نہیں ملے گا، لیکن علامہ شامی نے یہ قید لگا رکھی ہے کہ یہ ناراضگی کسی وجہ معقول کی بنا پر ہو، بعض فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ محلے کے امام سے زیادہ حق جامع مسجد کے امام کو حاصل ہے۔

ثم الولی :۔ یعنی عصبات کے اعتبار سے جو میت کا زیادہ قریبی ہو اسکو حق پہونچے گا لیکن اس کی ولایت میں وہی لوگ شامل ہیں جن کیلئے نماز جنازہ پڑھانی درست ہو لہٰذا اس ولایت میں عورت بچے پاگل وغیرہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ یہ لوگ نماز جنازہ پڑھانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

لغیرہ :۔ یعنی جو نماز جنازہ پڑھا سکتا تھا اسے اس کا حق پہونچتا تھا مگر اس کے باوجود اس نے دوسرے کو اجازت دے دی کہ تم نماز پڑھاؤ تو یہ صحیح ہے اس لئے کہ حقدار نے اپنا خلیفہ مقرر کر دیا ہے اور کسی چیز میں اپنے حق کو ساقط کر کے دوسرے کو دیا جا سکتا ہے۔

غیرہ :۔ یعنی جس کو حق نہیں تھا کہ وہ نماز جنازہ پڑھاتا اس نے بلا ولی کی اجازت کے امامت کر دی اور ولی نے اس کے پیچھے نماز جنازہ نہیں پڑھی تو اب وہ لوٹا سکتا ہے لیکن اگر ولی نے بھی اس کے پیچھے پڑھ لی تو اب اس وقت کسی کو دوبارہ پڑھنی جائز نہیں اس لئے کہ اجازت ولی کو تھی اور اس نے دوسرے کے پیچھے ادا کر کے اس بات کو ثابت کر دیا کہ میں راضی ہوں تو اب فرض ادا ہو گیا اور جنازہ کی نماز میں نفل نہیں، لیکن اگر بادشاہ نے نماز جنازہ پڑھائی ہے تو اب ولی کو حق نہیں پہونچتا کہ وہ اسکو لوٹائے اس لئے کہ بادشاہ کو زیادہ حق ہے اس کی عدم موجودگی میں دوسرے لوگ پڑھائیں گے، چنانچہ حضور پاک ﷺ پر صحابہ کرام نے فوج در فوج نماز جنازہ پڑھی تو اسکے بعد کسی نے پھر دوبارہ نہیں ادا کی (حاشیہ ہدایہ بتصرف) اسی طرح اگر ولی وغیرہ نے نماز جنازہ پڑھ لی تو اب بادشاہ اور قاضی کو بھی حق ہے کہ وہ نماز جنازہ لوٹائیں اسلئے کہ جب ولی

اعادہ کرسکتا ہے توان لوگوں کو تو ولی سے زیادہ حق ہے لیکن مستصفی میں ہے کہ اعادہ نہیں کرسکتا۔ (شامی بالاختصار)

احق :۔ اس لئے کہ اس وقت قول مفتی بہ کے مطابق وصیت باطل ہو جائے گی لیکن صدر الشہید نے نوادر رستم میں لکھا ہے کہ وصیت جائز ہے اور وہ پڑھا سکتا ہے۔ (مراقی الفلاح)

ان دفن :۔ یعنی نماز جنازہ نہیں ہوئی تھی اور اسے قبر میں اتار دیا گیا تو اب اس پر نماز جنازہ اس کے قبر پر پڑھی جائے گی، علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ اگر اس پر مٹی ڈالدی گئی ہو تو اب وہ ہمارے ہاتھ سے نکل کر خدا کے سپرد ہو گیا ہے لہٰذا اس کو اسی حالت پر چھوڑ دیا جائے گا لیکن اگر ابھی مٹی نہ ڈالی گئی ہو اور یہ بات معلوم ہو گئی کہ ابھی نماز جنازہ نہیں ہوئی ہے تو اب اس کو نکال کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور حاکم نے جامع صغیر کے خلاصہ میں لکھا ہے کہ اگر بلا غسل اور بلا نماز کے دفن کر دیا گیا اور اس کو اینٹوں سے بند بھی کر دیا گیا تو اب اگر چہ اس کی قبر میں مٹی نہ ڈالی گئی ہو تب بھی اس کو نہیں نکالا جائے گا۔

ان لم یغسل :۔ یعنی اس حالت میں دفن کیا گیا کہ نہ تو اس پر نماز جنازہ پڑھی گئی تھی اور نہ اسے غسل دیا گیا تھا تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ امام کرخیؒ فرماتے ہیں کہ یہ نماز جنازہ استحساناً ہے اس لئے کہ اس کا نکالنا ممکن نہیں لہٰذا اب اسوقت اس سے غسل ساقط ہو جائے گا لیکن اگر کسی نے بلا غسل دیئے اس کی نماز جنازہ پڑھ لی تو یہ نماز جنازہ درست نہیں، اب اسے غسل دیا جائے اور نماز جنازہ کو دوبارہ پڑھی جائے اسلئے کہ جو نماز پہلے پڑھی گئی تھی وہ باطل ہو گئی اور اب وہ کالعدم ہو گئی اسی طرح جب تک قبر بند نہ کی جائے اس وقت تک اسکو نکال کر غسل دیا جا سکتا ہے۔ (مراقی الفلاح)

مالم یتفسخ : یعنی جب تک اس کے اعضاء منتشر نہ ہوں اس وقت تک قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے اس کے لئے کوئی عدد متعین نہیں ہے کیونکہ موسم نیز ملکی آب و ہوا کے اعتبار سے یہ مدت مختلف ہو گی اصل یہ ہے کہ موسم اور جگہ کا اعتبار کرتے ہوئے رائے قائم کی جائے گی اگر یہ شک ہو کہ لاش پھٹ گئی ہو گی تو شک کی صورت میں اب نماز جنازہ نہ پڑھی جائے (طحطاوی) نیز میت کو بھی دیکھا جائے گا اگر مرنے والا موٹا ہے تو اس کی لاش جلدی پھٹ جائے گی اسی طرح اگر کوئی مرض ہو کہ جس کی وجہ سے میت کی لاش جلدی خراب ہو جاتی ہے۔

یقدم الافضل : یعنی اگر اتفاق سے بہت سی میتیں ایک جگہ جمع ہو جائیں تو بہتر یہی ہے کہ ہر ایک کی الگ الگ نماز جنازہ پڑھائی جائے لیکن اگر ایک ہی جگہ پڑھائی ہو تو اب صف طولاً اور عرضاً دونوں طرح بنائی جاتی ہے اور اسکے اندر ایک کے سر کو دوسرے کے سر سے نیچا رکھا جائے اس لئے کہ حضور ﷺ نے اسی طرح نماز جنازہ پڑھائی ہے نیز صحابہؓ کرامؓ کا بھی اسی پر تعامل رہا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کا بھی مذہب یہی ہے لیکن اگر سب کو برابر رکھ دیا گیا تو اب بھی کوئی حرج نہیں ہے اور ابن ابی لیلیٰ نے بھی اسی کو پسند کیا ہے۔

وضعوا : یعنی جو صورت ابھی اوپر مذکور ہوئی قبر میں رکھتے وقت اس کا برعکس لیا جائے گا چنانچہ قبلہ کی طرف افضل کو رکھا جائے گا پھر اس کے بعد اسی ترتیب سے دفن کیا جائے گا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا تھا۔

وَلاَ يَقْتَدِیْ بِالْاِمَامِ مَنْ وَجَدَهٗ بَیْنَ تَکْبِیْرَتَیْنِ بَلْ یَنْتَظِرُ تَکْبِیْرَ الْاِمَامِ فَیَدْخُلُ مَعَهٗ وَیُوَافِقُهٗ فِیْ دُعَائِهٖ ثُمَّ یَقْضِیْ مَافَاتَهٗ قَبْلَ رَفْعِ الْجَنَازَةِ وَلاَ یَنْتَظِرُ تَکْبِیْرَ الْاِمَامِ مَنْ حَضَرَ تَحْرِیْمَتَهٗ وَمَنْ حَضَرَ بَعْدَ التَّکْبِیْرَةِ الرَّابِعَةِ قَبْلَ السَّلَامِ فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ فِی الصَّحِیْحِ وَتُکْرَهُ الصَّلٰوةُ عَلَیْهِ فِیْ مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ وَهُوَ فِیْهِ اَوْ خَارِجَهٗ وَبَعْضُ النَّاسِ فِی الْمَسْجِدِ عَلَی الْمُخْتَارِ وَمَنِ اسْتَهَلَّ سُمِّیَ وَغُسِلَ وَصُلِّیَ عَلَیْهِ وَاِنْ لَّمْ یَسْتَهِلَّ غُسِلَ فِی الْمُخْتَارِ وَاُدْرِجَ فِیْ خِرْقَةٍ وَدُفِنَ وَلَمْ یُصَلَّ عَلَیْهِ کَصَبِیٍّ سُبِیَ مَعَ اَحَدِ اَبَوَیْهِ اِلاَّ اَنْ یُّسْلِمَ اَحَدُهُمَا اَوْ هُوَ اَوْ لَمْ یُسْبَ اَحَدُهُمَا مَعَهٗ وَاِنْ کَانَ لِکَافِرٍ قَرِیْبٌ مُسْلِمٌ غَسَلَهٗ کَغَسْلِ خِرْقَةٍ نَجِسَةٍ وَکَفَّنَهٗ فِیْ خِرْقَةٍ وَاَلْقَاهُ فِیْ حُفْرَةٍ اَوْ دَفَعَهٗ اِلٰی اَهْلِ مِلَّتِهٖ وَلاَ یُصَلّٰی عَلٰی بَاغٍ وَقَاطِعِ طَرِیْقٍ قُتِلَ فِیْ حَالَةِ الْمُحَارَبَةِ وَقَاتِلٍ بِالْخَنْقِ غِیْلَةً وَمُکَابِرٍ فِیْ مِصْرٍ لَیْلاً بِالسِّلَاحِ وَمَقْتُوْلٍ عَصَبِیَّةً وَاِنْ غُسِلُوْا وَقَاتِلُ نَفْسِهٖ یُغْسَلُ وَیُصَلّٰی عَلَیْهِ لاَ عَلٰی قَاتِلِ اَحَدِ اَبَوَیْهِ عَمَدًا۔

ترجمہ:۔ اور جو شخص اس وقت پہونچا کہ امام دو تکبیروں کے درمیان تھا تو اس کی اقتداء نہ کرے بلکہ اس کا انتظار کرے کہ امام تکبیر کرے تو اس کے ساتھ داخل ہو جائے اور دعا میں شرکت کرے پھر جنازہ کے اٹھائے جانے سے قبل بقیہ کی قضا کرے، اور جو تکبیر تحریمہ کے وقت پہونچا ہو وہ انتظار نہ کرے اور جو چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے قبل آکر ملا تو صحیح مذہب کے مطابق اسکی نماز جنازہ فوت ہو گئی، اور اس حال میں جنازہ کی نماز پڑھی جائے کہ میت مسجد میں ہو جس میں پنجگانہ نماز ہوتی ہو تو یہ مکروہ ہے یا میت تو باہر ہو لیکن بعض لوگ مسجد میں ہوں مختار مذہب کے مطابق ۔ اور جس نے پیدا ہونے کے وقت آواز کی اس کا نام رکھا جائے گا اور غسل دیا جائے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور اگر پیدا ہونے کے بعد رویا نہیں تو مختار مذہب کے مطابق اسے غسل دیا جائے اور کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے اور اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے جیسے وہ بچہ جو دار الحرب سے اپنے ماں باپ کے ساتھ قید ہو کر آیا ہو مگر اس وقت پڑھی جائے گی جب ان میں سے کوئی ایک اسلام لے آیا ہو یا اس بچہ نے خود ہی اسلام قبول کر لیا ہو یا اسکے ساتھ ماں باپ کو گرفتار نہیں کیا گیا اور اگر کسی کافر کا کوئی قریبی مسلمان ہو تو اس کو اس طرح غسل دے گا جس طرح ناپاک کپڑا دھلا جاتا ہے اور کسی ٹکڑے میں کفن دے گا اور اس کو گڑھے میں ڈال دے گا یا اس کی ملت والوں کو دے دے اور باغی اور ڈاکو کو جو حالت جنگ میں قتل کئے گئے ہوں ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور وہ شخص جو خفیہ طور پر گلا گھونٹ کر لوگوں کو مار ڈالتا ہو یا رات کے وقت شہر میں ہتھیار لے کر قتل کرتا ہو، یا وہ جو عصبیت میں قتل کرتا ہو اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اگرچہ غسل دے دیا جائے اور خودکشی کرنے والے کو غسل دیا جائے اور نماز پڑھی جائے اور وہ شخص جس نے والدین میں سے ایک کو جان بوجھ کر قتل کیا اس کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کیا جائے گا۔

تشریح و مطالب:۔ لایقتدی یعنی ایک شخص ایسے وقت آیا کہ امام ایک تکبیر یا دو تکبیر کہہ چکا تھا تو اب یہ فوراً شریک نہ ہو بلکہ اس بات کا انتظار کرے کہ امام اور تکبیر کہے پھر اسکے بعد اس کے ساتھ شریک ہو اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ انتظار نہ کرے بلکہ جب آیا ہو اسی وقت تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ

شریک ہو جائے اور یہ تکبیر اس کی تکبیر افتتاح میں شمار ہوگی اور یہ مثل مسبوق کے ہے اور مسبوق ایسا کرتا ہے۔

لاینتظر : مطلب یہ ہے کہ ایک شخص پہلے سے موجود تھا اور امام نے تکبیر کہہ کر نیت باندھ لی اور اس نے اس کے ساتھ تکبیر نہیں کہا تو اب یہ انتظار نہ کرے بلکہ فوراً اس کے ساتھ تکبیر کہہ کر شریک ہو جائے۔

بعد : یعنی کوئی اس وقت آیا کہ امام چوتھی تکبیر تو کہہ چکا تھا لیکن ابھی تک اس نے سلام نہیں پھیرا تھا تو اب یہ اگرچہ امام کے ساتھ شریک ہو رہا ہے لیکن مذہب اصح کے بموجب اس کو نماز جنازہ کا پانے والا نہیں کہا جائے گا امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں تین مرتبہ تکبیر کہہ کر جنازہ کے اٹھنے سے پہلے سلام پھیر دے اور امام ابو یوسفؒ ہی کے قول پر اس وقت فتویٰ ہے چنانچہ صاحب طحطاوی اور صاحب مراقی الفلاح دونوں حضرات یہی فرماتے ہیں کہ ایسا شخص امام کے سلام سے پہلے تکبیر کہہ ڈالے اور پھر اسکے بعد باقی تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دے اور نماز کو پوری کرے۔

تکرہ : اسکے مکروہ تحریمی اور تنزیہی ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اکثر متاخرین اسکے مکروہ تنزیہی ہونے کے قائل ہیں اور اس میں اصل یہ ہے کہ اگر کسی ایسی چیز کا خطرہ ہو کہ اسکے رکھنے کی وجہ سے مسجد میں ناپاکی آجائے گی اور گندی چیز یا اس میت کے جسم سے کوئی چیز نکل جائے گی تو اب رکھنا مکروہ تحریمی ہے ورنہ مکروہ تنزیہی۔ جو حضرات مکروہ تحریمی کے قائل ہیں وہ حضرات اس حدیث پاک سے استدلال کرتے ہیں کہ **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی میت فی المسجد فلا شئی علیہ** (ابوداؤد) لیکن اگر کوئی مسجد ایسی ہو کہ جو اسی لئے بنائی گئی ہو تو اس میں نماز جنازہ کا پڑھنا مکروہ نہیں اور اسی طرح عید گاہ اور مدرسہ میں رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں اس لئے کہ وہاں پر پنجوقتہ نمازیں جماعت سے نہیں ہوتیں اسی لئے مسجد میں الجماعت کی قید لگا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اس مسجد میں مکروہ نہیں جس میں نماز نہ ہوتی، ہو خواہ وہ جامع مسجد ہو یا محلے کی اگر اس میں نماز ہوتی ہے تو مکروہ ہے اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کی عادت شریفہ یہ نہ تھی کہ آپ مسجد میں جنازہ رکھ کر نماز پڑھتے تھے اور نہ خلفائے راشدین نے ہی ایسا کیا اور جن روایتوں میں آتا ہے کہ آپ نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھائی وہ وقت خاص کے لئے مخصوص تھا اسیطرح اگر کوئی عذر ہو مثلاً بارش ہو رہی ہو باہر ممکن نہ ہو یا اسی طرح سے امامت کا جو مستحق تھا وہ اعتکاف میں ہے تو اب مسجد میں رکھ کر مکروہ نہیں اسی طرح علماء نے لکھا ہے کہ سڑک پر رکھ کر یا کسی غیر کی زمین پر رکھ کر نماز جنازہ پڑھنی مکروہ ہے (طحطاوی)

المختار : اس سے امام نسفی کی تردید مقصود ہے اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر میت مسجد کے باہر ہو تو مکروہ نہیں اسی طرح شمس الائمہ فرماتے ہیں کہ اگر ولی بھی مسجد کے اندر ہو تو اس صورت میں کراہیت ہے لیکن اگر کسی شہر والوں کی یہ عادت ہے کہ وہ مسجد میں رکھ کر نماز جنازہ پڑھتے ہیں تو اب اس میں کراہیت نہیں اس لئے کہ بانی مسجد کو اس بات کا علم ہے لیکن اگر تلویث کا خطرہ ہو تو یہ بھی مکروہ ہے۔ (مراقی وطحطاوی بتصرف)

استھل : یعنی جب پیدا ہوا تو اسکے اندر کوئی ایسی علامت پائی گئی کہ جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ باحیات ہے

مثلاً اسے چھینک آئی یا اسی طرح جمائی لیا مگر اس کے اندر اس حرکت کا اعتبار نہ کیا جائے گا جو حرکت جان نکلنے کے بعد ہوتی ہے جیسے کہ مرنے کے بعد ہاتھ پاؤں اینٹھ رہے ہیں تو اسے زندگی کی علامت نہیں کہا جائے گا یہ حرکت تو بالکل اسی طرح ہے کہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد وہ اعضا کو حرکت دیتا ہے ہاں یہ ضروری نہیں کہ بچہ کا پورا جسم ماں کے پیٹ سے نکل گیا ہو اس وقت یہ حرکت پیدا ہوئی ہو بلکہ اگر اس کا اکثر حصہ اور وہ بھی سر کی طرف سے نکل گیا ہے اور اگر سر سے نہیں نکل رہا ہے بلکہ پاؤں کی طرف سے پہلے نکل رہا ہے تو اب ناف تک نکل گیا ہو اور اس حالت میں وہ رویا یا اسی طرح زندگی کی کوئی اور علامت پائی گئی تو اس وقت بھی اس کو زندہ شمار کیا جائے گا اور اس کو غسل دیا جائے گا اور اسی طرح نماز جنازہ پڑھی جائے گی (مراقی الفلاح) اسلئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے **اذا استھل المولود صلی علیه وان لم یستھل لم یصل علیه** اس لئے کہ یہ رونا یا آواز نکالنا یا کسی حرکت کا کرنا اس بات کی علامت ہے کہ وہ باحیات ہے اور اگر اسکے اندر کوئی حرکت نہ پائی گئی تو اب اسکو کرامت بنی آدم کی وجہ سے کفن دے کر دفن کر دیا جائے گا۔

کصبی: ان مسائل کے متعلق چند اصول قابل لحاظ ہیں (الف) اگر اس کے ماں باپ موجود ہوں تو ماں باپ میں جس کا مذہب بہتر ہو بچہ کا بھی وہی مذہب مانا جائے گا اور اسی کے تحت اسے کفن و دفن کیا جائے گا۔ اگر کسی جگہ ایسا ہو کہ ایک تو مشرک ہو اور ایک کتابی تو اس کو کتابی کے تحت رکھا جائے گا اسلئے کہ کتابی مشرک سے بہتر ہے، یا اگر کتابی اور مسلم ایک جگہ جمع ہو جائیں تو جو ان میں سے مسلم ہو گا اس کے ماتحت اسکا حکم ہو گا اس لئے کہ مسلم کتابی سے بہتر ہے (ب) اگر بچہ اس عمر میں ہے کہ وہ ذی شعور ہے اسلام اور کفر کو سمجھتا ہے اور اسکے بعد وہ مسلمان ہو گیا تو اب بچے کا اعتبار کیا جائے گا اور اسے مسلمان مانا جائے گا اس وقت والدین کا اعتبار نہیں ہو گا خواہ وہ کتابی ہوں یا مشرک (ج) اگر بچہ تنہا ہے نہ اسکے ساتھ ماں ہے نہ باپ تو اس وقت اس کو مسلمان شمار کیا جائے گا اور مسلم کی طرح کفن دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اب جبکہ یہ مقدمات سامنے آگئے تو اب اصل مسئلہ کو یوں سمجھئے اگر بچہ دار الحرب سے ماں باپ کے ساتھ گرفتار کر کے لایا گیا ہے تو اگر ان میں سے کوئی بھی مسلمان ہو گیا تو اب بچہ کو اسی کے تابع کر کے یہ کہا جائے گا کہ بچہ بھی مسلمان ہے اور اگر کسی نے اسلام قبول نہیں کیا تو اب بچہ کو بھی کافر کہا جائے گا اور اگر بچہ ذی عقل و فہم تھا اور وہ خود اسلام لے آیا تو اس کا اسلام لانا معتبر ہو گا اور اگر یہ صورت ہو کہ بچہ صرف اکیلا گرفتار کر کے لایا گیا تو اب دار الاسلام میں اسے مسلمان مان لیا جائے گا اور اسکے مرنے کے بعد غسل دے کر کفن دیا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ (طحطاوی، بتصرف)

وان کان لکافر: یعنی اگر کوئی کافر مر گیا اور اس کا قریبی کوئی ہے تو اس کو غسل دے کر کسی کپڑے میں لپیٹ دے گا اور دفن کر دے گا اور اگر چاہے تو دفن کیلئے اس کی ملت والوں کو دے دے۔ مصنفؒ نے یہاں پر مطلق استعمال کیا ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگرچہ اسکے قریبی اور ہوں لیکن بہتر یہی ہے کہ یہی اسکو غسل دے اسلئے کہ جب حضرت علیؓ کے والد ابو طالب کا انتقال ہو گیا تو آپ نے انکو حکم دیا کہ انکو دفن کر دو چنانچہ حضرت سعدؓ کی روایت ہے کہ **عن علی قال لما اخبرت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بموته بکی ثم قال لی اذھب فاغسله و کفنه الخ۔**

کغسل خرقة : یعنی اس کو نہ تو وضو کرایا جائے گا اور نہ اسی طرح دیگر مستحبات غسل کا اعتبار کیا جائے گا اسی طرح تین کپڑوں کا بھی اہتمام نہ ہوگا کہ جس طرح مسلم کے کفن میں تین کپڑوں کا لحاظ کیا جاتا ہے ایسے ہی جس طرح مسلمان کے لئے قبر بنائی جاتی ہے ایسی نہیں بنائی جائے گی بلکہ ایک گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیں گے اور اس میں کسی رخ کا بھی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

باغی: خواہ یہ بغاوت کرنے والا مسلمان ہو یا کافر ہر حالت میں اسکے ساتھ مسلمان جیسا معاملہ نہیں کیا جائیگا۔

یصلی علیه : یعنی جان بوجھ کر جس نے اپنے کو قتل کیا ہے اس کے اوپر نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہ پڑھی جائے؟ اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض حضرات پڑھنے کے قائل ہیں اور بعض حضرات انکار کرتے ہیں چنانچہ حضرت امام ابو یوسفؒ اسی کے قائل ہیں کہ اسکے اوپر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور امام ابو یوسفؒ حضرت جابر بن سمرہؓ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں قال اتی النبی صلی الله علیه وسلم برجل قتل نفسه بمشاقص فلم یصل علیه (مسلم) امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ شخص ظالم ہے لہٰذا اس کے ساتھ اہل بغاوت کا معاملہ کیا جائے گا اور حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اس لئے کہ اس کا خون معاف ہے لہٰذا یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ خود اپنی موت سے مرا ہو۔ (فتح القدیر)

لاعلی قاتل : یہ قتل اس وقت ہے کہ جب اس کے والدین مسلمان ہوں اس لئے کہ اگر وہ کافر ہوں یا حربی ہوں یا باغی ہوں تو ان کے قتل کرنے پر یہ حکم نہیں ہوگا، مسلمان والدین میں سے کسی ایک کے قتل کرنے پر اس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اس لئے کہ والدین کا مقام بہت بلند ہے اسی لئے اگر کسی نے اپنے لڑکے کو قتل کر دیا تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ صرف وراثت سے محروم کر دیا جائے گا۔ (حاشیہ شیخ الادبؒ)

فَصْلٌ فِیْ حَمْلِهَا وَدَفْنِهَا

يُسَنُّ لِحَمْلِهَا اَرْبَعَةُ رِجَالٍ وَيَنْبَغِيْ حَمْلُهَا اَرْبَعِيْنَ خُطْوَةً يَبْدَأُ بِمُقَدَّمِهَا الْاَيْمَنِ عَلٰى يَمِيْنِهِ وَيَمِيْنُهَا مَا كَانَ جِهَةَ يَسَارِ الْحَامِلِ ثُمَّ مُؤَخَّرِهَا الْاَيْمَنِ عَلَيْهِ ثُمَّ مُقَدَّمِهَا الْاَيْسَرِ عَلٰى يَسَارِهِ ثُمَّ يَخْتِمُ الْاَيْسَرَ عَلَيْهِ وَيُسْتَحَبُّ الْاِسْرَاعُ بِهَا بِلَا خَبَبٍ وَهُوَ مَا يُؤَدِّيْ اِلٰى اِضْطِرَابِ الْمَيِّتِ وَالْمَشْيُ خَلْفَهَا اَفْضَلُ مِنَ الْمَشْيِ اَمَامَهَا كَفَضْلِ صَلٰوةِ الْفَرْضِ عَلَى النَّفْلِ وَيُكْرَهُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ وَالْجُلُوْسُ قَبْلَ وَضْعِهَا وَيُحْفَرُ الْقَبْرُ نِصْفَ قَامَةٍ اَوْ اِلَى الصَّدْرِ وَاِنْ زِيْدَ كَانَ حَسَنًا وَيُلْحَدُ وَلَا يُشَقُّ اِلَّا فِيْ اَرْضٍ رِخْوَةٍ وَيُدْخَلُ الْمَيِّتُ مِنْ جِهَةِ الْقِبْلَةِ وَيَقُوْلُ وَاضِعُهُ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُوَجَّهُ اِلَى الْقِبْلَةِ عَلٰى جَنْبِهِ الْاَيْمَنِ وَيُحَلُّ الْعُقَدُ وَيُسَوَّى اللَّبِنُ عَلَيْهِ وَالْقَصَبُ وَكُرِهَ الْاٰجُرُّ وَالْخَشَبُ وَاَنْ يُسَجّٰى قَبْرُهَا لَا قَبْرُهُ وَيُهَالُ التُّرَابُ وَيُسَنَّمُ الْقَبْرُ وَلَا يُرَبَّعُ.

ترجمہ:۔ جنازہ کو چار آدمیوں کا اٹھانا مسنون ہے اور اس کا چالیس قدم تک اٹھانا چاہئے اور اس کے دائیں سے شروع کیا جائے اور اپنے دائیں پر ہو اور اس کا دایاں وہ ہے جو اٹھانے والے کا بایاں ہوگا پھر اس کے بعد اس کے پچھلے حصہ کو

اپنے دائیں پر پھر اس کے بائیں حصہ کو اپنے بائیں حصہ پر پھر بائیں حصہ کے اخیر کو اپنے بائیں پر۔ پھر بائیں پر ختم کر دیا جائے اور جنازہ لے کر تیز چلنا بلا کسی خبب کے بہتر ہے اور خبب وہ ہے جس سے میت کو جھٹکے لگیں اور جنازہ کے پیچھے چلنا اسکے آگے چلنے سے افضل ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے فرض نماز کی فضیلت نفل پر اور آواز کا بلند کرنا مکروہ ہے اور اسی طرح جنازہ کو رکھنے سے قبل زمین پر بیٹھنا مکروہ ہے اور قبر نصف قامت سینہ تک کھودی جائے اور اگر اس سے زائد کھودی جائے تو بہتر ہے اور قبر کو بغلی بنائی جائے اور لحد نہ بنائی جائے مگر نرم زمین میں اور میت کو قبلہ کی جانب سے اتارا جائے قبر میں میت کو رکھنے والا یہ کہے بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اور اسکے داہنے کروٹ پر قبلہ کی طرف رخ کر کے لٹا دیا جائے اور گرہیں کھول دی جائیں اور کچی اینٹیں اور بانس برابر کر دیئے جائیں اور پکی اینٹ اور لکڑی کا رکھنا مکروہ ہے اور عورت کی قبر پر پردہ کیا جائے مرد پر نہیں اور مٹی ڈال دی جائے اور قبر کو کوہان کی طرح بنا دیا جائے اور اسے چو کور نہ بنائی جائے۔

تشریح و مطالب:۔ ابھی تک مصنفؒ یہ بیان کر رہے تھے کہ کس طرح غسل اور کفن دیا جائے اس کے بعد یہ بیان کیا کہ نماز جنازہ کون پڑھائے اب جب کہ یہ تمام باتیں بیان کر چکے تو اب یہاں سے یہ بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ جب جنازہ کی نماز پڑھ لی گئی تو اب اسے قبرستان تک کس طرح لے جایا جائے چونکہ غسل کرنا اور کفن پہنانا پہلے ہوتا ہے اس لئے اسے اولاً ذکر کیا قبرستان میں لے جانا بعد میں ہوتا ہے اس لئے اسے مؤخر کیا۔

رجال: مصنفؒ نے رجال کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ عورتوں کا اٹھانا مکروہ ہے اسی طرح سواری پر لیجانا بھی مکروہ ہے لیکن اگر کسی عذر کی بنا پر کسی سواری وغیرہ پر لے جایا جائے مثلاً قبرستان بہت دور ہے لوگوں کو اپنے کندھوں پر لے جانا مشکل ہے یا اسی طرح سے اٹھانے والا صرف ایک ہو اس کے علاوہ اور کوئی موجود نہ ہو تو اس صورت میں سواری پر لے جانا مکروہ نہیں اور اس کو چار آدمی کے اٹھانے میں اس کی تکریم ہے ہاں اگر بچہ ہو تو ایک آدمی اپنے ہاتھوں میں لے لے اور اسکے بعد لوگ اس کے ہاتھوں سے ایک دوسرے لیتے رہا کریں اس لئے کہ بچے کو ایک آدمی کے اٹھانے میں مشقت بھی نہیں ہے (مراقی الفلاح بتصرف) لیکن امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دو آدمیوں کا اٹھانا سنت ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ کے جنازہ کو صرف دو آدمیوں نے اٹھایا تھا لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے جنازہ میں فرشتوں کا اژدحام تھا۔ (کذا فی الھدایۃ)

اربعین: لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت عنہ اربعین کبیرۃ ولقول ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ من حمل الجنازۃ بجوانبھا الاربع فقد قضی الذی علیہ (مراقی الفلاح) صورت مذکورہ میں ہر ایک طرف سے دس دس قدم لیکر چلے اس طرح جب چاروں طرف سے اٹھائے گا تو اب چالیس قدم ہو جائیں گے (مراقی الفلاح) ایک بات یاد رکھنی چاہئے کہ جنازہ کا اٹھانا فرض کفایہ ہے اسلئے اس پر اجرت نہیں لی جاسکتی نیز جنازہ کا اٹھانا ایک طرح سے عبادت ہے اسلئے ہر ایک کو اس کی طرف بڑھنا چاہئے اور سنت بھی ہے اسلئے کہ حضور ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ کے جنازہ کو اٹھایا ہے (طحطاوی بحذف)

یبدأ بمقدمها: اس عبارت میں ذرا اجمال ہے اکثر لوگ اسکو سمجھنے میں پریشان ہوتے ہیں لہٰذا اسکو خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے چونکہ میت کو چت لٹایا جاتا ہے اسلئے اب میت کے پیر کی طرف جب آدمی کھڑا ہوگا تو اٹھانے والے کا دایاں اسکے بائیں طرف ہوگا لیکن اگر اٹھانے کے علاوہ دیکھا جائے تو میت کا دایاں اس کا بایاں ہوگا۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح)

یستحب: **لقوله علیه الصلوٰة والسلام اسرعوا بالجنازة** جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے **فان تلك صالحاً فخیر تقدمونها الیه وان تلك غیر ذلك فتر تضعونه علی رقابکم** لیکن اس قدر تیز نہ چلا جائے کہ جس سے میت کو تکلیف ہو بلکہ درمیانہ چال چلا جائے۔ حضور ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ مرد نیک ہے تو زیادہ بہتر ہے کہ اس کو اس کے ٹھکانے پر جلدی سے پہونچا دیا جائے تاکہ اس کو اپنا بدلہ مل جائے اور اگر وہ نیک و صالح نہیں ہے تو اب اس وجہ سے ایک ایسے آدمی کو اپنے کندھوں پر کیوں دیر تک رکھو کہ جس پر عذاب ہونے والا ہو اس لئے جلدی سے اسے یہاں سے منتقل کر دو۔ (**مراقی الفلاح بتصرف**)

خبب: کی یہ تفسیر کی جاتی ہے کہ **ضرب من العدو** یعنی ایک قسم کی دوڑ ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ مردے کو اس سے جھٹکا لگے۔

المشی خلفها: **لقول علیؓ والذی بعث محمدا ﷺ بالحق ان فضل الماشی خلفها علی الماشی کفضل المکتوبة علی التطوع** اس کو سننے کے بعد حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ کیا آپ یہ اپنی رائے سے کہہ رہے ہیں یا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے سنا ہے حضرت علیؓ ان کا سوال سن کر غصہ ہو گئے اور فرمانے لگے خدا کی قسم اسکو میں نے سات مرتبہ سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے، حضرت علیؓ کے اس جواب کے بعد حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو جنازے کے آگے آگے چلتے دیکھا ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا خدا ان حضرات کی مغفرت کرے وہ لوگ اس امت کے اچھے لوگوں میں تھے اور حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ **ان رسول الله صلی الله علیه وسلم مشی خلف جنازة ابنه ابراهیم حافیا** (مراقی الفلاح بحذف وزیادۃ) لہٰذا اب یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہ عبارت گویا کہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔

رفع الصوت: اسی طرح سے بلند آواز سے قرآن پاک کا پڑھنا بھی مکروہ ہے بلکہ اس وقت خاموش رہنا چاہئے اور اگر کچھ پڑھا جائے تو وہ آہستہ آواز سے ہو۔

الجلوس قبل وضعها: **لقوله علیه الصلوٰة والسلام من تبع الجنازة فلا یجلس حتی توضع** لہٰذا اسکے رکھنے سے پہلے نہیں بیٹھنا چاہئے، اور اسلئے بھی کہ اس کے پیچھے اس وجہ سے چلا جاتا ہے کہ اسکو اس وقت رخصت کیا جا رہا ہے اور رخصت ہونے والے کے آگے نہیں چلا جاتا تو پھر اسکے رکھنے سے قبل کیوں بیٹھا جائے۔ (**مراقی بزیادة**)

یحفر القبر: قبر کو زیادہ گہری کرنے میں زیادہ حفاظت ہے اسلئے اسے نصف قد تک یا سینہ تک یا اس سے بھی زائد کرنا بہتر ہے تاکہ مردے کی حفاظت رہے مگر حد سے زیادہ گہری نہ ہو کہ اس میں زینہ رکھ کر مردے کو اتارا جائے۔

یلحد :لقوله علیه الصلوٰۃ والسلام اللحد لنا والشق لغیرنا۔(مراقی) لحد کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ قبر کھودنے کے بعد قبلہ کی طرف اسی گہرائی سے زمین نیچے سے کھود دی جاتی ہے پھر اس کو مردے کے رکھنے کے بعد اینٹ یا بانس وغیرہ سے بند کر دیا جاتا ہے اور شق یہ ہوتا ہے کہ قبر کھودنے کے بعد اسکے درمیان میں ایک گڑھا کھود دیا جاتا ہے اس کے بعد میت کو اس میں رکھ کر بند کر دیا جاتا ہے حدیث کے پیش نظر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بغلی ہی زیادہ بہتر اور افضل ہے لیکن اگر زمین نرم ہو یا برسات کا موسم ہو یا کوئی ایسی جگہ ہو کہ جہاں پر بغلی کھودی ہی نہیں جاسکتی تو اس جگہ شق میں کوئی حرج نہیں۔

من جهة القبلة : کما ادخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر ممکن ہو تو جنازہ کو قبلہ کی طرف سے رکھا جائے اور اس کو اٹھانے والے بھی قبلہ رخ ہوں اور اسے قبلہ کی طرف سے قبر میں داخل کیا جائے لیکن حضرت امام شافعیؒ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ قبلہ کی طرف سے نہیں داخل کیا جائے گا۔ (فائدہ) بہتر یہ ہے کہ قبر میں اتارنے والے نیک ہوں مضبوط ہوں اور قوی ہوں اور تعداد میں تین ہوں یا طاق ہوں۔ (مراقی الفلاح)

یقول واضعه : شمس الائمہ سرخسی نے لکھا ہے کہ یہ پڑھے بسم اللہ وضعنا وعلی ملة رسول اللہ سلمناك اور ظہیریہ میں ہے کہ جب اسکو رکھا جائے اس وقت یہ کہا جائے باسم اللہ وباللہ وفی اللہ وعلی ملة رسول اللہ (مراقی الفلاح) طحطاوی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب وہ ایک میت کو دفن کر رہے تھے یہ ہدایت فرمائی کہ اسکو قبلہ رخ کرو اور بسم اللہ وعلی ملة رسول اللہ کہتے رہو اور کروٹ پر لٹاؤ نہ اوندھے منھ لٹاؤ نہ بل کر کے لٹاؤ۔ پھر علامہ طحطاوی نے نقل کیا ہے کہ حلبی میں یہ تحریر ہے کہ مٹی جیسی چیز کا سہارا میت کی کمر سے لگا دیا جائے تا کہ وہ کروٹ سے پلٹ نہ جائے بہر حال ہمارے یہاں یہ صورت متروک ہے بلکہ کمر کے بل چت لٹا دیا جاتا ہے اور وہ صرف اتنا کیا جاتا ہے کہ قبر میں لٹا کر چہرہ داہنی کروٹ پر قبلہ کی طرف کر دیتے ہیں۔(ایضاح الاصباح)

کره الآجر : اس لئے کہ پکی اینٹوں سے زینت مقصود ہوتی ہے اور یہاں پر زینت نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر اس وجہ سے رکھا جائے تا کہ درندے وغیرہ وہاں تک نہ جاسکیں تو کوئی کراہت نہیں۔ (مراقی)

وَيَحْرُمُ الْبِنَاءُ عَلَيْهِ لِلزِّيْنَةِ وَيُكْرَهُ لِلإِحْكَامِ بَعْدَ الدَّفْنِ وَلاَ بَأْسَ بِالْكِتَابَةِ عَلَيْهِ لِئَلاَّ يَذْهَبَ الأَثَرُ وَلاَ يُمْتَهَنُ وَيُكْرَهُ الدَّفْنُ فِي الْبُيُوْتِ لاِخْتِصَاصِهِ بِالأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ وَيُكْرَهُ الدَّفْنُ فِي الْفُسَاقِيْ وَلاَ بَأْسَ بِدَفْنِ اَكْثَرَ مِنْ وَاحِدٍ فِيْ قَبْرٍ لِلضَّرُوْرَةِ وَيُحْجَزُ بَيْنَ كُلِّ اثْنَيْنِ بِالتُّرَابِ وَمَنْ مَاتَ فِيْ سَفِيْنَةٍ وَكَانَ الْبَرُّ بَعِيْداً اَوْ خِيْفَ الضَّرَرُ غُسِلَ وَكُفِّنَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ وَاُلْقِيَ فِي الْبَحْرِ وَيُسْتَحَبُّ الدَّفْنُ فِيْ مَحَلٍّ مَاتَ بِهِ اَوْ قُتِلَ فَاِنْ نُقِلَ قَبْلَ الدَّفْنِ قَدْرَ مِيْلٍ اَوْ مِيْلَيْنِ لاَ بَأْسَ بِهِ وَكُرِهَ نَقْلُهُ لاَكْثَرَ مِنْهُ وَلاَيَجُوْزُ نَقْلُهُ بَعْدَ دَفْنِهِ بِالإِجْمَاعِ اِلاَّ اَنْ تَكُوْنَ الاَرْضُ مَغْصُوْبَةً اَوْ اُخِذَتْ بِالشُّفْعَةِ وَاِنْ دُفِنَ فِيْ قَبْرٍ حُفِرَ لِغَيْرِهِ ضَمِنَ قِيْمَةَ الْحَفْرِ وَلاَ يُخْرَجُ مِنْهُ وَيُنْبَشُ لِمَتَاعٍ سَقَطَ فِيْهِ وَلِكَفَنٍ مَغْصُوْبٍ وَمَالٍ مَعَ الْمَيِّتِ وَلاَ يُنْبَشُ بِوَضْعِهِ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ اَوْ عَلٰى يَسَارِهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

ترجمہ:۔اور زینت کے لئے قبر پر تعمیر حرام ہے، اور مضبوطی کے لئے تعمیر کرنا مکروہ ہے اور اس خوف

سے کہ اس قبر کا نشان نہ مٹ جائے۔ اور وہ ذلیل نہ کی جائے کتبہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور گھر میں دفن کرنا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے اور فساقی میں دفن کرنا مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت ایک قبر میں ایک سے زائد دفن کرنا کوئی حرج نہیں ہے اور ہر ایک کے درمیان مٹی رکھ کر فاصلہ کردیا جائے گا، اور جس کا کشتی میں انتقال ہو گیا ہو اور خشکی دور ہو، یا نقصان کا خطرہ ہو تو اس کو غسل دے کر کفن پہنا دیا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور سمندر میں ڈال دیا جائے گا اور جس جگہ انتقال ہوا ہو یا جہاں قتل کیا گیا ہو اسی جگہ دفن کرنا بہتر ہے اور اگر دفن کرنے سے قبل ایک میل یا دو میل منتقل کیا گیا تو کوئی حرج نہیں اور اس سے زیادہ دور لے جانا مکروہ ہے اور دفن کے بعد بالاجماع منتقل نہیں کیا جاسکتا، مگر جب کہ زمین غصب کردہ ہو یا شفعہ سے لے لی گئی ہو اور اگر کسی ایسی قبر میں دفن کردیا گیا جو دوسرے کے لئے کھودی گئی تھی تو اس کی کھدائی کی اجرت کا ضامن ہوگا اور اس سے نکالا نہیں جائے گا اور قبر کھودی جاسکتی ہے اس سامان کی وجہ سے جو اس میں گر گیا ہے یا کفن غصب کیا ہوا تھا یا میت کے ساتھ کوئی مال رہ گیا تھا، اور اگر اس کو غیر قبلہ پر لٹا دیا گیا یا اسکے بائیں پہلو پر لٹا دیا ہو تو اب قبر کو نہیں کھودا جائے گا۔

تشریح و مطالب:۔ **یحرم**: قبر کے اوپر زیب و زینت کے لئے تعمیر کرنی حرام ہے اس لئے کہ قبر پر زیب و زینت سے حضور علیہ السلام نے بہت سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے اس پر زیب و زینت کرنے سے لوگ اس کی پرستش کرنے لگیں گے جیسا کہ آج کل یہ حرام کام خوب ہو رہا ہے۔

لاحکام: مضبوطی کے لئے اس وجہ سے بنایا جاتا ہے کہ زیادہ دنوں تک باقی رہ سکے حالانکہ قبر ختم ہونے کے لئے ہوتی ہے اور صاحب نوازل نے لکھا ہے کہ اگر اس قبر کو مٹی سے لیپ دیا جائے تو اس کے اندر کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ مٹی سے لیپنے میں ابقاء مقصود نہیں ہوتا اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔ (مراقی الفلاح)

لاباس: یعنی دفن کرنے کے بعد کسی پتھر وغیرہ کو گاڑ دینا تاکہ اس کا نام و نشان نہ ختم ہو جائے یا اسی طرح اگر یہ خوف ہو کہ لوگ اس کی بے حرمتی کریں گے اور جب اس جگہ کوئی نشان لگا دیا جائے گا تو لوگ اس کی بے حرمتی نہیں کریں گے تو اب اس صورت میں کوئی پتھر وغیرہ گاڑ دینا مکروہ نہیں۔ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ کسی پتھر پر نام لکھوا کر گاڑنا مکروہ ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے **لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر ابنہ ابراھیم فرأی حجرا فداہ وقال من عمل عملاً فلیتقہ**(ح۔ ۱) **مراقی**

الدفن فی البیوت: کمال الدین نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں انتقال ہوا خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا مرد ہو یا عورت اس کو اس جگہ دفن نہ کیا جائے بلکہ قبرستان میں لے جایا جائے اس لئے کہ یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی

ح ۱۔ ایک مسئلہ اس جگہ اور ہے کہ کیا قرآن کا قبر پر پڑھنا مکروہ ہے یا نہیں؟ تو اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ مکروہ نہیں، امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مکروہ نہیں اور مختار مذہب بھی یہی ہے مکروہ نہیں، لیکن آج کل جو طریقہ اس ہند و پاک میں رائج ہے اس میں بلاشبہ کراہیت ہے اس لئے کہ اس میں بعض صورتیں ایسی ہیں کہ جن کا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

خصوصیت ہے کہ جس جگہ ان کی روح پرواز کرتی ہے اسی جگہ ان کو دفن کردیا جاتا ہے چنانچہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی حجرۂ مبارک میں سپرد خاک کیا گیا۔

فساقی: بند کوٹھری کی طرح گنبد دار ہوتا ہے اس میں دفن کرنا چار وجہ سے مکروہ ہے (۱) لحد کا نہ ہونا (۲) بلا ضرورت ایک قبر میں چند لوگوں کا دفن کرنا (۳) مردوں اور عورتوں کے درمیان کسی کا حائل ہونا (۴) پختہ چونے کا ہونا۔ کراہت کا یہ چوتھا سبب تھا۔ (**حاشیہ شرح نقایہ شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ**)

فی قبر واحد: لیکن یہ حکم ضرورت کے وقت ہے مثلاً قبر کھودنے والے موجود نہ ہوں یا زمین وغیرہ نہ ہو تو اس وقت ایک قبر میں ایک سے زائد کو دفن کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اگر بلا ضرورت کے ایسا کیا گیا تو یہ ٹھیک نہیں اور ہر ایک کے درمیان میں مٹی رکھ دی جائے تاکہ فاصلہ ہو جائے غزوات میں اسی طرح دفن کئے جانے کا حضور پاک ﷺ نے حکم دیا تھا اور اگر مٹی نہ رکھی گئی بلکہ مٹی خود سے مل گئی تو اب دوسرے کو اسی قبر میں دفن کیا جاسکتا ہے لیکن اس طرح دفن کرنے میں کسی کی ہڈی وغیرہ نہ توڑی جائے گی اگرچہ وہ لوگ ذمی ہی کیوں نہ ہوں۔

فی سفینۃ: یعنی کسی کا انتقال دریا میں ہو گیا، اب خشکی دور ہے اور اس بات کا اندیشہ ہے کہ میت کی حالت متغیر ہو جائے گی تو اب اس کو غسل دیا جائے گا اور کفن دے کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کے بعد سمندر میں ڈال دیا جائے گا لیکن اگر اس کی حالت کے متغیر ہونے کا خطرہ نہ ہو تو اب اگرچہ خشکی دور ہو تو اب اس کو سمندر میں نہیں ڈالا جائے گا بلکہ خشکی پر پہنچ کر اس کو دفن کیا جائے گا۔

لاکثر منہ: یعنی جس جگہ انتقال ہوا ہے اس جگہ سے ایک میل یا دو میل تک میت کو لے جانے میں کوئی کراہت نہیں ہے لیکن اگر دو میل سے زیادہ جانا ہو تو اب مکروہ ہے، صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس میں اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ عموماً قبرستان اتنا دور ہوتا ہے اس لئے اس میں کراہت نہیں اور شمس الائمہ سرخسی اور اسی طرح امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ایک شہر سے دوسرے شہر تک منتقل کرنا مکروہ ہے، جس شہر میں انتقال ہوا ہے اسی شہر کے قبرستان میں چھوڑ دینا چاہئے اس لئے کہ حضرت عائشہؓ نے جس وقت عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ کی قبر کو دیکھا اس وقت فرمایا کہ اگر اس کا معاملہ میرے سپرد ہوتا تو میں وہاں سے منتقل نہ کرتی بلکہ وہیں دفن کئے جانے کا حکم دیتی اس لئے کہ ان کا انتقال شام میں ہوا تھا اور وہاں سے ان کی میت کو لایا گیا تھا (مراقی الفلاح) اور صاحب ہدایہ نے اپنی ایک دوسری تصنیف تجنیس میں لکھا ہے کہ اگر ایک شہر سے دوسرے شہر لایا گیا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا انتقال مصر میں ہوا تھا اور ان کی میت کو شام لایا گیا اور شام میں دفن کیا گیا، اور اسی طرح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تابوت کو ایک مدت کے بعد مصر سے لایا گیا اور ان کے والد کے بغل میں ان کو رکھا گیا، لیکن اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ بہت سی باتیں پہلی شریعت میں جائز تھیں اور اب وہ جائز نہ رہیں۔ (فتح القدیر)

لغیرہ: یعنی قبرستان میں ایک قبر کھودی ہوئی تھی اور اسے اس میں دفن کردیا گیا تو اب اسکی اجرت دے دی

جائے گی، اور یہ قیمت جو ادا کی جائے گی میت کے ترکہ میں سے ہو گی، اور اگر اس نے مال نہیں چھوڑا ہے تو بیت المال سے ادا کیا جائے گا اور اگر بیت المال سے نہ دیا گیا تو اب تمام مسلمان مل کر اس کی قیمت ادا کریں گے جیسا کہ یہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہے۔ اور اگر قبرستان بڑا ہو اور وہاں پر اور کوئی قبر نہ ہو تو اس جگہ دفن کرنا مکروہ ہے اور اگر زمین کم ہے تو بلا کسی کراہیت کے درست ہے، زندگی میں اپنے لئے قبر بنوالینا جائز ہے اور یہی حکم کفن کا بھی ہے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اور ربیع بن خثیم نے اپنی زندگی میں قبر تیار کرائی تھی۔ (مراقی)

مغصوبة: یعنی زمین کسی اور کی تھی یہ اس کا مالک نہیں تھا اور جس کی زمین تھی اس سے اجازت بھی نہیں لی گئی تھی بلا اس کی اجازت کے دفن کر دیا گیا تھا اب اس صورت میں مالک زمین کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو قبر کو کھدوا سکتا ہے اور اس کو اس بات کا حق ہے کہ اس کو برابر کر کے زمین بنا کر اپنے کام میں لائے۔ (مراقی الفلاح)

بالشفعة: مثلاً بکر نے زید سے ایک زمین خریدی تھی اور بکر نے اس زمین کے اندر مردے کو دفن کر دیا اب اسکے بعد عمر نے شفعہ کا دعویٰ کر دیا اور قانون شفعہ کے بموجب اس کو وہ زمین مل گئی تو اب اس کو اختیار ہے کہ قبر سے مردے کو نکلوادے اور اسکو اس بات کا بھی اختیار ہے کہ اس زمین کو برابر کر کے اپنے استعمال میں لائے۔ (مراقی الفلاح)

لکفن مغصوب: یعنی اس کو کسی کا کپڑا زبردستی چھین کر کفن دے دیا گیا تھا اب اس کا مالک اس کی قیمت لینے پر تیار نہ ہو تو اب اس مردے کو نکال کر اس کا کپڑا واپس کیا جائے گا اور اگر وہ قیمت لینے پر راضی ہو جائے تو اب قبر کو نہیں کھودا جائے گا بلکہ اس کی قیمت ادا کر دی جائے گی۔ (مراقی بتصرف)

آخری بات: ۔ فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ مردے کو دفن کرنے کے بعد اس کے گھر لوگ جمع نہ ہوں بلکہ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں اس لئے کہ جمع ہونے کی صورت میں اس کا کافی نقصان ہے اور یہ جاہلیت میں طریقہ تھا کہ جب کوئی مر جاتا اور اس کو دفن کر دیا جاتا تو لوگ اس کے گھر جمع ہوتے اس لئے حضور نے اس سے منع فرمایا، اسی طرح مسجد میں اکٹھا ہونا، اسی طرح سے اہل میت کی ضیافت بھی مکروہ ہے اس لئے کہ ضیافت خوشی کے وقت میں کی جاتی ہے اور یہ وقت رنج و غم کا ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا **لا عقر فی الاسلام** اور عقر یہ ہے کہ قبر کے پاس گائے یا بکری ذبح کی جائے لیکن اسکے پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے لئے مستحب ہے کہ وہ لوگ اس کے گھر کھانا بھیج دیں جو ایک دن اور ایک رات کے لئے کافی ہو اس لئے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا **اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد جاء هم مايشغلهم ويلح عليهم فى الاكل لان الحزن يمنعهم والله ملهم البصر ومعوض الاجر**۔ اسی طرح سے مرد اور عورت دونوں کے لئے اس کی تعزیت مستحب ہے لیکن عورتیں اس قسم کی نہ ہوں کہ جن کی وجہ سے فتنہ کا اندیشہ ہو، تعزیت کے بارے میں حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے **من عزا لی اخاه فی مصيبة كساه الله من حلل الكرامة يوم القيمة**. اسی طرح حضور ﷺ کا ایک ارشاد ہے **من عزیٰ مصاباً فله مثل اجره** ان تمام احادیث کے پیش نظر یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ تعزیت میں اجر ہے اور تعزیت سنت میں داخل ہے۔ (مراقی الفلاح)

﴿فصلٌ فِی زِیَارَۃِ القُبُوْر﴾

نَدَبَ زِیَارَتُھَا لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ عَلَی الاَصَحِّ وَیَسْتَحِبُّ قِرائَۃُ یٰسٓ لِمَاوَرَدَ اَنَّہٗ مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ وَقَرَأ یٰسٓ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنْھُمْ یَوْمَئِذٍ وَکَانَ لَہٗ بِعَدَدِ مَافِیْھَاحَسَنَاتٌ وَلَایَکْرَہُ الْجُلُوْسُ لِلْقِرَاءَۃِ عَلَی الْقَبْرِ فِی الْمُخْتَارِ وَکُرِہَ الْقُعُوْدُ عَلَی الْقُبُوْرِ لِغَیْرِ قِرَاءَۃٍ وَوَطْؤُھَا وَالنَّوْمُ وَقَضَاءُ الْحَاجَۃِ عَلَیْھَا وَقَلْعُ الْحَشِیْشِ وَالشَّجَرِ مِنَ الْمَقْبَرَۃِ وَلَا بَاْسَ بِقَلْعِ الْیَابِسِ مِنْھُمَا.

ترجمہ:۔ صحیح مذہب کے مطابق زیارت قبور مردوں اور عورتوں کے لئے مستحب ہے اور سورۂ یٰسین کا پڑھنا مستحب ہے اس لئے کہ وارد ہوا ہے کہ جو قبرستان میں گیا اور سورۂ یٰسین کی تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اس دن عذاب میں تخفیف کردے گا اور پڑھنے والے کے لئے اس مقدار میں نیکیاں ملیں گی کہ جتنے مردے اس قبرستان میں مدفون ہیں اور مذہب مختار کے بموجب قبر پر بیٹھ کر قرآن کی تلاوت مکروہ نہیں اور تلاوت نہ کرنی ہو تو بیٹھنا مکروہ ہے اور قبر کو پامال کرنا اور قبر پر سونا اور قبر پر قضائے حاجت کرنا اور قبرستان کی گھاس اور اسکے درختوں کو اکھاڑنا مکروہ ہے اور سوکھا ہوا گھاس اور سوکھے درخت کے اکھاڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

تشریح و مطالب:۔ ابھی تک مصنفؒ یہ بیان کررہے تھے کہ کس طرف دفن کیا جائے وہ کون کون سی وجوہات ہیں کہ جن کی وجہ سے قبر دوبارہ کھودی جائے گی اب جبکہ ان تمام چیزوں کو بیان کرچکے تو اب اس کے بعد یہ بیان کررہے ہیں کہ جب مردے کو دفن کردیا گیا تو اب کیا کیا جائے اس کو اب کس طرح ایصال ثواب کیا جائے، قبرستان میں کس طرح جایا جائے۔

زیارتھا: زیارت قبور کا اصل منشاء یہ ہے کہ موت کی یادگاری ہو اور دنیا کی بے ثباتی کا تصور دل میں قائم ہو مُردوں کے لئے دعاء کی جائے اور ان کی موجودہ اور گذشتہ حالت سے عبرت پکڑی جائے جیسا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانھا مذکرۃ للآخرۃ۔ (ترجمہ) میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب حکم یہ ہے کہ تم زیارت کرسکتے ہو اس لئے کہ وہ آخرت کو یاد دلاتی ہے۔ اب قبروں پر جانے کا مقصد یہ ہو اور اس پر عمل ہو تو یہ صرف جائز نہیں بلکہ مسنون ہے، اور بظاہر یہی حکمت ہے کہ عیدین اور جمعہ کے دن جو شرعی اعتبار سے مسرت کے دن ہیں ان میں زیارت قبور مسنون ہے تاکہ مسرت کے ساتھ موت اور آخرت کو یاد دلاتی رہے۔ لیکن عصر حاضر میں زیارت قبور کا مقصد الگ ہے اور اس کے برعکس ہے یعنی قبروں سے حاجات طلب کرنا، اہل قبور کو راضی کرنا، قبروں کا بوسہ دینا، سجدہ کرنا، قوالی سننا، یا مردوں کو یاد کرکے رونا، اس طرح کی باتوں کو زیارت قبور کا مقصد مان لیا گیا ہے اور یہی وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے ابتدائے اسلام میں زیارت قبور سے ممانعت کردی گئی تھی چنانچہ حدیث مذکور سے ہمیں دونوں سبق حاصل ہوتے ہیں یعنی اگر وجوہات ممانعت موجود ہوں تو اس وقت زیارت قبور ممنوع ہوگا اور اگر وجوہات جواز موجود ہوں تو جائز اور مستحب ہوگا، ترمذی شریف میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم زائرات القبور والمتخذین علیه المساجد والسرج یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور ان پر جو قبروں پر مساجد بناتے ہیں اور چراغ رکھتے ہیں۔ چونکہ اس قسم کی چیزیں عورتوں میں بہت زیادہ پائی جاتی ہیں لہٰذا دوسری حدیث میں بھی ہے لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم زوّارات القبور یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ماخوذ از ایضاح الاصباح)

النساء: جس طرح مردوں کے لئے زیارت قبور جائز ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی جائز ہے، لیکن بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ بعض مصالح کی بنا پر اس کے کرنے سے منع کر دیا جاتا ہے اسی طرح عورتوں کا مسئلہ ہے کہ اب ان کو روک دیا گیا ہے، اسی لئے بعض علماء فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لئے زیارت قبور حرام ہے لیکن مصنفؒ کی عبارت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کے لئے رخصت ہے بلکہ ان کی عبارت سے تو مستحب کا پتہ چلتا ہے علماء متاخرین میں سے اکثر کی رائے یہ ہے کہ عورتوں کے لئے زیارت قبور مکروہ تحریمی ہے۔

حسنات: عن انسؓ انه سأل رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله! انا نصدق عن موتانا ونحجُّ عنهم وندعوا لهم فهل یصِلُ ذالك الیهم فقال نعم انه لیصل ویفرحون به کما یفرح احدکم بالطبق اذا اُهدی الیه (راواه ابو الحفص العبکری) ترجمہ: حضرت انس ابن مالکؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اور ان کی طرف سے حج کرتے ہیں اور ان کیلئے دعائیں کرتے ہیں تو کیا یہ ان تک پہونچتا ہے؟ آپ نے فرمایاہاں بالیقین یہ ان تک پہونچتا ہے اور وہ اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح جب تم میں سے کسی کو ایک طبق ہدیہ کیا جاتا ہے اور وہ خوش ہوتا ہے۔

اسی طرح حضرت علیؓ کی ایک روایت ہے ان النبی صلی الله علیه وسلم قال من مر علی القبر فقرا قل هو الله احد احدیٰ عشرة مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطی من الاجر بعد الاموات (دار قطنی) غرضیکہ ان تمام روایات سے یہی پتہ چلتا ہے کہ مردے کیلئے جو کچھ بھی کیا جائے اس کا ثواب اسکو مل جاتا ہے۔ (مراقی)

کره القعود علی القبر: لان النبی ﷺ قال لان یجلس احدکم علی جمر فتحرق ثیابهٗ فتخلص الیٰ جلد بدنهٖ خیر له من ان یجلس علی القبر. یعنی اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان کسی انگارے پر بیٹھے گا تو اس وقت صرف اس کا کپڑا جلے گا بدن بچ جائے گا اس لئے اس کے قریب بیٹھنا بہتر ہے بمقابل قبر پر بیٹھنے کے کہ اس میں صرف کپڑا ہی نہیں جلتا بلکہ اس کا بدن بھی جل جائیگا۔ (مراقی الفلاح بتصرف)

الشجر من المقبرة: اس لئے کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوتا اس وقت تک ذکر اللہ کرتے رہتے ہیں اور میت کو اس سے انس ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کی وجہ سے رحمت خداوندی نازل ہوتی ہے جس سے مردے کو راحت و آرام ملتا ہے لیکن جب یہ خشک ہو جائیں تو اس سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا اس لئے اسکے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ (مراقی الفلاح)

﴿بَابُ اَحْكَامِ الشَّهِيْدِ﴾

اَلْمَقْتُوْلُ مَيِّتٌ بِاَجَلِهٖ عِنْدَنَا اَهْلِ السُّنَّةِ وَالشَّهِيْدُ مَنْ قَتَلَهٗ اَهْلُ الْحَرْبِ اَوْاَهْلُ الْبَغْىِ اَوْ قُطَّاعُ الطَّرِيْقِ اَوِ اللُّصُوْصُ فِىْ مَنْزِلِهٖ لَيْلاً وَلَوْ بِمُثَقَّلٍ اَوْ وُجِدَ فِى الْمَعْرَكَةِ وَبِهٖ اَثَرٌ اَوْ قَتَلَهٗ مُسْلِمٌ ظُلْماً عَمَداً بِمُحَدَّدٍ وَكَانَ مُسْلِماً بَالِغاً خَالِياً عَنْ حَيْضٍ وَنِفَاسٍ وَجَنَابَةٍ وَلَمْ يَرْتَثَّ بَعْدَ اِنْقِضَاءِ الْحَرْبِ فَيُكَفَّنُ بِدَمِهٖ وَثِيَابِهٖ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ بِلاَ غُسْلٍ وَيُنْزَعُ مَا لَيْسَ صَالِحاً لِلْكَفَنِ كَالْفَرْوِ وَالْحَشْوِ وَالسَّلاَحِ وَالدِّرْعِ وَيُزَادُ وَيُنْقَصُ فِىْ ثِيَابِهٖ وَكُرِهَ نَزْعُ جَمِيْعِهَا.

ترجمہ:۔ مقتول ہمارے نزدیک یعنی اہل سنت کے نزدیک اپنی موت سے مرتا ہے اور شہید وہ ہے جسے اہل حرب نے قتل کیا ہے، یا باغیوں نے قتل کیا ہو یا ڈاکوؤں نے قتل کیا ہو یا چوروں نے رات کو اسکی منزل میں مار ڈالا ہو اگر چہ کسی بھاری چیز سے مارا ہو یا میدان جنگ میں پایا گیا اور اس پر نشانات ہوں یا کسی مسلمان نے ظلماً جان بوجھ کر کسی دھار دار چیز سے مار ڈالا ہو اور وہ مسلمان ہو بالغ ہو حیض و نفاس اور جنابت سے پاک ہو اور جنگ ختم ہونے کے بعد وہ پرانا نہ پڑ گیا ہو تو اسی خون اور کپڑے میں کفن دے دیا جائے گا اور بلا غسل کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اور جس میں کفن بننے کی صلاحیت نہیں ہے اسے اتار لیا جائے گا جیسے پوستین، روئی کے کپڑے، ہتھیار، زرہ اور اس کپڑے میں زیادتی کی جائیگی اور تمام کپڑوں کا نکالنا مکروہ ہے۔

تشریح و مطالب:۔ ابھی تک مصنفؒ عام مردوں کے ساتھ جو معاملہ کیا جاتا ہے اسکو بیان کر رہے تھے اب جبکہ اسکو بیان کر چکے تو اب شہداء کے احکامات کو بیان کر رہے ہیں حالانکہ اسکے اعتبار سے انہیں بھی احکام الجنائز میں بیان کرنا چاہئے تھا لیکن اس کیلئے ایک مستقل باب قائم کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ انکے احکام اور مُردوں کے مقابل میں الگ ہیں اسلئے کہ اور مُردوں کو غسل دیا جاتا ہے اور انہیں کفن دیا جاتا ہے، لیکن شہید کو نہ غسل دیا جاتا ہے اور نہ انہیں الگ سے کفن دیا جاتا ہے، اسی طرح اور مُردوں کے مقابل میں انکا مقام اعلیٰ ہے اسلئے انکو الگ ایک باب قائم کر کے بیان کیا۔

الشہید:۔ اسے شہید اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ دنیا ہی میں اس کو جنت الفردوس کی خوشخبری مل جاتی ہے۔

باجلہ:۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ مقتول اپنی موت سے مرتا ہے اور قصاص اس وجہ سے لیا جاتا ہے تا کہ اجتماعی امن وامان باقی رہے جیسا کہ خود خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے ولکم فی القصاص حیوٰۃ یا اولی الالباب لیکن معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ابھی اس کی حیات باقی تھی اس نے اسے قتل کر کے اسے پہلے ختم کر دیا ورنہ ابھی اس کا رزق باقی تھا۔ (مراقی الفلاح)

شہید کی دو صورتیں ہیں ایک دنیوی احکام دوسری اخروی لحاظ سے، تو اب یہاں دنیوی لحاظ سے جو شہید مانے جاتے ہیں ان کا تذکرہ ہوگا باقی عند اللہ شہید کون کون ہوگا اس کو صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور اسکے اسباب ووجوہات بھی بہت سے ہیں جو یہاں ذکر کئے گئے ہیں ان کے اندر ہی منحصر نہیں۔

الحرب:۔ جنگ جس سے بھی ہو خواہ باغیوں سے ہو یا اہل حرب سے، ڈاکوؤں سے ہو یا چوروں سے سب کا حکم یہی ہے۔

بمثقل :۔ یعنی ان لوگوں نے جس سے اسے مارا ہے اگر چہ وہ دھار دار چیز نہ ہو تب بھی اسے شہید کہا جائیگا مثلاً اس کے جسم پر کوئی زخم ہو یا اسکا کوئی عضو ٹوٹ گیا ہے یا اسکی ناک پھوٹ گئی ہے اس طرح کے اثرات اگر اسکے جسم پر موجود ہوں گے تو اب اسے شہید کہا جائے گا، اس بات کا پتہ نہیں لگایا جائے گا کہ یہ زخم دھار دار چیز سے لگا ہو۔ (مراقی بزیادۃ)

ظلماً :۔ مصنفؒ نے اس قید سے اس طرف اشارہ کر دیا کہ اسے قصاص کے طور پر قتل کیا گیا ہے تو وہ شہید نہ ہوگا اس لئے کہ اس میں ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ اس قتل میں محض مال واجب نہ ہوتا ہو، اس لئے کہ اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو خطاءً قتل کر دیا تو مقتول کو شہید نہیں کہا جائے گا اس لئے کہ اس کے قتل پر قاتل کے اوپر مال واجب ہوتا ہے، اسی طریقہ سے اگر کسی مسلمان نے مارا ہے تو اس میں دھار دار چیز ہونی چاہئے، لہٰذا اگر کسی نے لاٹھی سے مارا اور وہ مر گیا تو اب شہید نہیں کہا جائے گا اس لئے کہ اس میں دھار دار نہیں پائی گئی۔

لم یرتث :۔ یہاں اصل لفظ لم یرتث ہے اور یہ ارتثاث سے ماخوذ ہے، ارتثاث کا مادہ رثّ ہے رث اصل میں ہر پرانی چیز کو کہا جاتا ہے اور ارتثاث کے معنی پرانا پڑ جانا، اور شہادت میں ارتثاث کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ زخمی ہو جانے کے بعد وہ اتنا زندہ رہا کہ کوئی دنیاوی حکم اس پر نافذ ہو چکا ہو مثلاً ایک نماز کا وقت اسکے اوپر گذر چکا یا کوئی دنیاوی نفع اس نے حاصل کر لیا مثلاً دوا پی لی یا وصیت کی یا کافی دیر تک گفتگو کی وغیرہ ایسے شخص کو اصطلاح فقہ میں مرتث کہا جاتا ہے ایسا شخص اگرچہ خدا کے نزدیک شہید ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس میدان میں سب سے افضل اور اعلیٰ شہید وہی ہو مگر دنیاوی اعتبار سے اس پر شہید کے احکام نافذ نہ ہوں گے لہٰذا اسکو غسل دیا جائے گا اور با قاعدہ کفن بھی دیا جائیگا۔ (ماخوذ از طحطاوی)

یکفن بدمه :۔ لان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال زملوهم بدمائهم فانه لیس کلمة تکلم فی سبیل اللہ الاتاتی یوم القیامة قدمی لونه لون الدم والریح ریح المسك. (ترجمہ) حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شہداء کو انکے خون سمیت دفن کر دو کیونکہ راہ خدا میں جو زخم لگتا ہے قیامت کے دن اس سے خون بہہ رہا ہوگا اس خون کا رنگ خون جیسا ہوگا مگر اس کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔ (مراقی الفلاح بتصرف)

ینزع عنه :۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد کے بارے میں حکم فرمایا کہ انکے ہتھیاروں کو اتار لیا جائے اور ان کے کپڑوں اور خونوں میں ان کو دفن کر دیا جائے لیکن یہ قید ہے کہ ان کے پاس ان کے بدن پر دوسری چیزیں موجود ہوں جو کفن کی صلاحیت رکھتی ہوں ورنہ ان تمام چیزوں کے ساتھ انہیں دفن کر دیا جائے گا ان کے بدن پر سے کچھ اتارا نہیں جائے گا، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہر صورت میں کچھ نہیں اتارا جائے گا۔

وَيُغْسَلُ اِنْ قُتِلَ صَبِيّاً اَوْ مَجْنُوناً اَوْ حَائِضاً اَوْ نُفَسَاءَ اَوْ جُنُباً اَوِ ارْتُثَّ بَعْدَ اِنْقِضَاءِ الْحَرْبِ بِاَنْ اَكَلَ اَوْ شَرِبَ اَوْ نَامَ اَوْ تَدَاوىٰ اَوْ مَضىٰ وَقْتُ الصَّلٰوةِ وَهُوَ يَعْقِلُ اَوْ نُقِلَ مِنَ الْمَعْرَكَةِ لَالِخَوْفِ وَطْئِ الْخَيْلِ اَوْ اَوْصىٰ اَوْ بَاعَ اَوِ اشْتَرىٰ اَوْ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ كَثِيْرٍ وَاِنْ وُجِدَ مَاذُكِرَ قَبْلَ اِنْقِضَاءِ الْحَرْبِ لَايَكُوْنُ مُرْتَثّاً وَيُغْسَلُ مَنْ قُتِلَ فِي الْمِصْرِ وَلَمْ يُعْلَمْ اَنَّهُ قُتِلَ ظُلْماً اَوْ قُتِلَ بِحَدٍّ اَوْ قَوَدٍ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِ.

ترجمہ:۔ اور غسل دیا جائے گا اگر بچہ یا مجنون کو یا حیض ونفاس والی عورت کو یا جنبی مرد کو قتل کیا گیا، جنگ ختم ہونے کے بعد پرانا پڑ گیا تھا مثلاً کھایا، یا پیا، یا سویا، یا دوا کیا یا ایک وقت نماز کا گذر گیا اور اسکے ہوش وحواس درست تھے اور اسے بغیر گھوڑوں کے کچلنے کے خوف سے میدان جنگ سے منتقل کر دیا گیا یا اسی طرح سے وصیت کی اور بیع کی یا بہت سی باتیں کیں ان تمام صورتوں میں مر جانے کے بعد غسل دیا جائے گا اور اگر یہ تمام چیزیں جنگ کے ختم ہونے سے قبل پائی گئیں تو وہ مرتث نہیں کہلائے گا، اور جو شخص شہر کے اندر قتل کیا گیا اور یہ بات معلوم نہیں ہے کہ اسے ظلماً قتل کیا گیا ہے یا کسی حد میں قتل کیا گیا ہے یا قصاص میں قتل کیا گیا ہے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

تشریح ومطالب:۔ **یغسل جنباً:۔** اگر کوئی حالت جنابت میں قتل کیا گیا تو حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک اسے غسل دیا جائے گا اور حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اسے غسل نہیں دیا جائے گا، اور یہ حضرات دلیل یہ دیتے ہیں کہ جنابت سے جو غسل واجب ہوا تھا وہ اس صورت میں ساقط ہو گیا اس لئے کہ اب یہ غسل کرنے کا مکلف ہی نہیں رہا لہٰذا اب اس پر غسل واجب نہیں، اور امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ شہید ہونے کی وجہ سے وہ غسل تو ساقط ہو گیا جو میت کو دیا جاتا ہے لیکن جو غسل پہلے سے واجب ہو وہ ساقط نہیں ہو گا چنانچہ اگر شہید کے کپڑے پر نجاست لگ جائے تو اسکو دھویا جائے گا (ہدایہ) امام صاحبؒ کی ایک دلیل وہ واقعہ بھی ہے کہ غزوۂ احد میں حضرت حنظلہ شہید ہو گئے اور وہ حالت جنابت میں تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انی رأیت الملائکۃ تغسل حنظلۃ بن ابی عامر بین السماء والارض بماء المزن فی صحائف الفضۃ. حضرت اسیدؒ کا بیان ہے کہ یہ ارشاد سن کر ہم ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی سے دریافت کرایا تو معلوم ہوا کہ وہ بلا غسل کے چلے گئے تھے (مراقی الفلاح) اور یہی اختلاف بچہ اور مجنون کے بارے میں ہے کہ امام صاحب کے نزدیک اسے غسل دیا جائے گا اور حضرت امام شافعیؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک غسل نہیں دیا جائے گا، امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ غسل اس سے ساقط ہوتا ہے جس پر گناہ ہو اور یہ لوگ تو اس طرح ہیں کہ ان سے ابھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا ہے، لہٰذا ان کو غسل دیا جائے گا اور وہ حضرات فرماتے ہیں کہ جب بڑوں کو یہ عظمت دی جارہی ہے تو بچے اور مجنون اس کے زیادہ مستحق ہیں۔

وقت الصلوٰۃ:۔ نماز کا وقت آیا اور وہ اس کے ادا کرنے پر قادر بھی تھا اگر وقت آیا اور وہ اس پر قادر نہیں تھا تو اس پر شہید کے دنیاوی احکام نافذ ہوں گے یعنی اس کو غسل وکفن نہیں دیا جائے گا۔ مراقی الفلاح

اوصیٰ:۔ اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ وصیت کس نوعیت کی ہو امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس وصیت میں دنیا اور آخرت دونوں کی وصیت شامل ہے لہٰذا اگر دنیا کے بارے میں وصیت کی ہو یا آخرت کے بارے میں وہ شہید نہیں ہو گا۔ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر امور آخرت کی وصیت کی تو اسے وصیت کرنے والا نہیں شمار کیا جائے گا اور امور دنیا کے بارے میں اختلاف ہے، اور فقیہ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ مرتث اس وقت کہلائے گا جب اس کی

وصیت دو کلموں سے زیادہ پر مشتمل ہو، بہر حال اگر ایک کلمہ ہے یا اسی طرح دو کلمہ ہے تو یہ شہید ہی ہوگا۔

(ف) اگر کسی جگہ مسلمان اور کافر دونوں ہوں اور ان کی میت ایک دوسرے میں مل گئی ہو تو اب اگر ان کو الگ نہیں کیا جاسکتا اور پہچان میں نہیں آتے کہ کون مسلم ہے تو اگر اکثریت مسلمانوں کی ہو تو ان پہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی ورنہ نہیں ہاں اگر کسی کو پہچان لیا گیا کہ یہ مسلمان ہے تو اس پر نماز پڑھی جائے گی۔ (مراقی الفلاح)

کِتَابُ الصَّوْمِ

هُوَ الإمْسَاكُ نَهَاراً عَنْ إدْخَالِ شَيْءٍ عَمَداً أَوْ خَطأً بَطْناً أَوْ مَالَهُ حُكْمُ الْبَاطِنِ وَعَنْ شَهْوَةِ الْفَرْجِ بِنِيَّةٍ مِنْ اَهْلِهِ وَسَبَبُ وُجُوْبِ رَمَضَانَ شُهُوْدُ جُزْءٍ مِنْهُ وَكُلُّ يَوْمٍ مِنْهُ سَبَبٌ لِوُجُوْبِ اَدَائِهِ وَهُوَ فَرْضٌ اَدَاءً وَقَضَاءً عَلَى مَنِ اجْتَمَعَ فِيْهِ اَرْبَعَةُ اَشْيَاءَ الإِسْلَامُ وَالْعَقْلُ وَالْبُلُوْغُ وَالْعِلْمُ بِالْوُجُوْبِ لِمَنْ اَسْلَمَ بِدَارِ الْحَرْبِ اَوِ الْكَوْنُ بِدَارِ الإِسْلَامِ وَيُشْتَرَطُ لِوُجُوْبِ اَدَائِهِ الصِّحَّةُ مِنْ مَرَضٍ وَحَيْضٍ وَنِفَاسٍ وَالإِقَامَةُ وَيُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ اَدَائِهِ ثَلَاثَةٌ النِّيَّةُ وَالْخُلُوُّ عَمَّا يُنَافِيْهِ مِنْ حَيْضٍ وَنِفَاسٍ وَعَمَّا يُفْسِدُهُ وَلَا يُشْتَرَطُ الْخُلُوُّ عَنِ الْجَنَابَةِ وَرُكْنُهُ الْكَفُّ عَنْ قَضَاءِ شَهْوَتَيِ الْبَطْنِ وَالْفَرْجِ وَمَا اُلْحِقَ بِهِمَا وَحُكْمُهُ سُقُوْطُ الْوَاجِبِ عَنِ الذِّمَّةِ وَالثَّوَابُ فِي الآخِرَةِ وَاللهُ اَعْلَمُ.

ترجمہ:۔ دن میں کسی چیز کا جان بوجھ کر یا غلطی سے پیٹ یا جو اسکے حکم میں ہے داخل کر لینا اور خواہش فرج سے دن میں رکنا روزہ کہلاتا ہے ایسے شخص کی نیت جو روزہ کا اہل ہو اور اسکے وجوب کا سبب رمضان کے کسی حصہ کا آجانا ہے اور ہر دن اسکی فرضیت کا سبب ہے اور وہ شخص جس میں یہ چار چیزیں جمع ہو جائیں اس پر اداء اور قضاء فرض ہے، مسلمان ہونا، عاقل ہونا اور بالغ ہونا، اور جو شخص دار الحرب میں اسلام لایا ہو اسکو رمضان کے وجوب کا جاننا یا دار الاسلام میں ہونا، اور اسکے ادا کے واجب ہونے کیلئے مرض سے صحیح وسالم ہونا، اور حیض ونفاس سے پاک وصاف ہونا اور مقیم ہونا، اور ادائے روزہ کے صحیح ہونے کیلئے تین چیزیں شرط ہیں (۱) نیت کا ہونا، اور ان تمام چیزوں سے خالی ہونا جو روزہ کے منافی ہیں مثلاً حیض ونفاس، اور اس چیز سے خالی ہونا جو مفسد صوم ہو اور جنابت سے خالی ہونا شرط نہیں، اور روزہ کا رکن شہوت بطن اور فرج دونوں سے رکنا اور جو ان دونوں کے ساتھ لاحق مانی جاتی ہیں، اور اس کا حکم واجب کا ذمہ سے ساقط ہو جانا ہے اور آخرت میں ثواب اس کا اخروی حکم ہے۔ واللہ اعلم

تشریح ومطالب:۔ جیسا کہ مصنفؒ نے شروع میں خود بیان کر دیا تھا کہ یہ رسالہ عبادات پر مشتمل ہے اس لئے اس میں عبادات کا بیان ہوگا اس لئے مصنفؒ نے سب سے پہلے نماز کا ذکر کیا اس لئے کہ کلمہ شہادت کے بعد سب سے پہلے فرض نماز ہے اس لئے کہ اس میں کسی زمانہ کی شرط نہیں بلکہ وہ دن اور رات میں پانچ مرتبہ فرض ہوتی ہے چونکہ نماز کیلئے طہارت شرط ہے بلا طہارت کے نماز نہیں ہوتی اس لئے شروع میں کتاب الطہارت کو بیان کیا اسکے بعد کتاب الصلوٰۃ کو بیان کیا اور لحد تک کے احکامات کو اس کے اندر ذکر کر دیا نماز چونکہ ایک بدنی عبادت ہے اور روزہ بھی بدنی عبادت ہے اس لئے دونوں بدنی عبادتوں کو ایک دوسرے کے بعد بیان کیا روزہ ارکان اسلام کا تیسرا رکن

ہے اور باعتبار عبادت کے دوسرا شمار کیا جاتا ہے، بعض فقہاء مثلاً صاحب ہدایہ اور صاحب قدوری وغیرہ نے کتاب الصلوٰۃ کے بعد کتاب الزکوٰۃ کو بیان کیا ہے اس لئے کہ قرآن میں نماز کے بعد زکوٰۃ کا بیان ہے اس کی مطابقت کیلئے اس طرح کیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واقرضوا اللہ قرضاً حسناً. لیکن امام محمدؒ نے بھی جامع صغیر میں کتاب الصلوٰۃ کے بعد کتاب الزکوٰۃ کو بیان کیا ہے اس کے بعد لانے کی وجہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

(فائدہ) رمضان کے روزے کی فرضیت اس آیت سے ہے کتب علیکم الصیام الخ. روزہ امت محمدیہ سے قبل بھی مشروع تھا اور جیسا کہ قرآن پاک سے ظاہر ہوتا ہے کما کتب علی الذین من قبلکم. اس کی فرضیت میں عظیم فوائد پوشیدہ ہیں روزہ رکھنے سے نفس امارہ کو سکون ملتا ہے اسلئے کہ روزہ رکھنے سے آنکھ، کان، ناک، فرج وغیرہ کمزور ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے گناہ کم ہونے لگتے ہیں اور روزہ رکھنے سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے اور اس کا اندازہ لگ جاتا ہے کہ غریب مفلس کس طرح بھوکے رہ کر زندگی گذراتے ہوں گے اور اس سے سکون قلب صفائی وپاکی حاصل ہوتی ہے اور اس کا ایک سب سے بڑا فائدہ تو یہی ہے جو مسلمانوں کا اصل سرمایہ اور اصل مقصد ہے کہ روزہ رکھنے سے نزول رحمت ہوتی ہے اور فقراء پر خرچ کرنے اور ان کی امداد واعانت کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ (فتح القدیر)

ھو:۔ اب یہاں سے روزہ کی تعریف کر رہے ہیں کہ روزہ کسے کہا جاتا ہے لغت میں صوم تو مطلقاً رکنے کو کہا جاتا ہے چنانچہ اہل لغت کہتے ہیں صام عن الکلام یعنی بات کرنے سے رک گیا، لیکن مصنفؒ یہاں سے شرعی تعریف کر رہے ہیں اس لئے کہ اس روزہ کے اندر چند منٹ کیلئے رکنا نہیں ہوتا۔

نہاراً:۔ دن، رات کی ضد ہے اور نہار فجر صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کو کہا جاتا ہے لہٰذا روزہ دار فجر صادق سے لیکر غروب آفتاب تک رکا رہے تو اسے روزہ دار کہا جائے گا ورنہ نہیں۔

ادخال الشئی:۔ ادخال کی قید لگا کر یہ بتلانا مقصود ہے کہ غبار خود داخل ہو جاتا ہے لہٰذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا ہاں اگر انتاہی گرد پھانک لے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ اب ادخال پایا گیا خواہ جس چیز کو داخل کیا ہے وہ عادتاً کھائی جاتی ہو یا نہ کھائی جاتی ہو، اگر ادخال پایا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (مراقی الفلاح بتصرف)

خطاءً:۔ اس سے نسیان کو نکالنا مقصود ہے اور اسی طرح ایک شخص روزہ کی حالت میں وضو کر رہا تھا اور کلی کی حالت میں پانی اس کے اندر چلا گیا تو اس کو خطا مخفی کہا جائے گا۔

من اھلہ:۔ اس قید سے احتراز کرنا ہے حیض ونفاس والی عورت سے اور اسی طرح کافر سے اس لئے کہ ان لوگوں کے اندر اہلیت نہیں ہوتی لہٰذا ان کے اوپر روزہ فرض نہیں ہوتا اور اسی طرح مجنون کو بھی نکالنا مقصود ہے اس لئے کہ وہ حالت جنون میں امور شرعیہ کا مکلف نہیں ہوتا۔ (مراقی الفلاح)

الفرج:۔ جماع یا صرف چھیڑ چھاڑ ہو کہ جس سے انزال ہو جائے ان سے بھی رکنا ضروری ہے۔ (مراقی)

سبب وجوبہ:۔ مثلاً کوئی آدمی پندرہ رمضان المبارک کو مسلمان ہوا، یا کوئی لڑکا ابھی تک نابالغ تھا اور وہ کچھ

رمضان گذرنے پر بالغ ہو گیا تو جب وہ مسلمان ہوا ہے اور نابالغ جب بالغ ہوا ہے اس وقت اس کے اوپر رمضان کے روزے فرض ہوں گے اس سے قبل کے روزے اس پر فرض نہ ہوں گے۔

الاسلام :۔ اس قید سے کافر کو نکالنا ہے اسلئے کہ اسکے اندر اہلیت صوم ہی نہیں ہے۔ وہ صوم کا اہل اس وقت ہوگا جب وہ اسلام لے آئے اس لئے کہ صوم اسلام کا تیسرا رکن ہے اور ابھی اس نے پہلے کو بھی قبول نہیں کیا ہے

العقل :۔ اس قید سے نابالغ اور مجنون اور پاگل اور دیوانے کو نکالنا ہے اس لئے کہ اسلام کے احکامات عاقل اور بالغ سے متعلق ہوتے ہیں اور ان لوگوں کے اندر ابھی تک وہ صلاحیت نہیں ہے۔

العلم بالوجوب :۔ اگر کوئی دار الحرب میں اسلام لایا تو اب اس کے اوپر اس وقت لازم ہوگا، جب اس کو فرضیت صوم معلوم ہو جائے، جب تک اس کو اس کا علم نہیں ہوگا اس وقت تک اس پر لازم نہیں ہوگا اب اگر وہ نابالغ آدمی یا ایک مرد اور دو عورتیں یا ایک عادل شخص اس کو یہ بتلادے تو اب اس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ (مراقی الفلاح)

(**ف**) ہندوستان اگرچہ دار الحرب ہے مگر چونکہ یہاں مسائل سے واقفیت کے ذرائع اتنے وسیع ہیں کہ بہت سی اسلامی حکومتوں میں بھی یہ وسعت اور ایسی سہولت میسر نہیں، لہٰذا ہندوستان میں کسی کی کسی مسئلہ سے عدم واقفیت کی کوئی عذر نہیں مانی جائے گی البتہ ایسے دار الحرب میں کہ جہاں مسائل اسلام سے واقفیت ناممکن ہو عدم واقفیت کا عذر مسموع ہو سکتا ہے، چنانچہ اگر کوئی نو مسلم ایسے دار الحرب میں فرضیت صوم سے بے خبر ہے تو اس پر رمضان شریف کے روزے فرض نہیں ہوں گے اور رمضان کے روزوں کی فرضیت کے علم کے بعد فوت شدہ روزوں کی قضاء اس شخص پر لازم آئے گی اور طلاق وغیرہ کے احکام میں بھی یہ ہی حکم ہے۔ (ماخوذ از ایضاح الاصباح)

لوجوب ادائه :۔ یعنی وجوب ادا کیلئے صحت کا ہونا ضروری ہے اسلئے کہ مریض پر روزہ نہیں بلکہ وہ صحت یاب ہونے کے بعد ادا کرے گا اور اسی طرح حیض ونفاس کا نہ ہونا اسلئے کہ اس حالت میں روزہ کی ممانعت ہے اور اسی طرح اس روزہ دار کا مقیم ہونا اسلئے کہ مسافر کو اجازت ہے اگر چاہے تو حالت سفر میں رکھے اور اگر چاہے تو اقامت کے بعد ان روزوں کی قضا کرے۔

لصحة ادائه :۔ یعنی جب روزہ فرض ہو گیا تو اب کون کون سی چیزیں ہیں کہ ان کا پایا جانا ضروری ہے بغیر اسکے صحیح نہیں ہوگا مصنفؒ نے اس کے لئے تین چیزیں بیان کیں

(۱) النية :۔ اس لئے کہ ہر دن کے روزہ کیلئے علیحدہ نیت کا ہونا ضروری ہے لہٰذا صرف رمضان کے ایک روزہ کی نیت کر لینا کافی نہ ہوگی کہ صرف شروع رمضان میں نیت کی کہ میں پورے رمضان روزہ رکھوں گا اسلئے کہ یہ بات پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ ہر روزے کے وجوب کا سبب ہر دن رمضان کا ہے لہٰذا ہر سبب کے بدلنے کے بعد مسبب کیلئے ہر روز نئی نیت کی ضرورت ہوگی اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے **لاصیام لمن لم ینو الصیام من اللیل.**

(۲) حیض ونفاس سے پاک ہونا (۳) کوئی ایسی حرکت نہ پائی جائے جو منافی صوم ہو۔

الجنابة :۔ یعنی جنابت سے پاک ہونا ضروری نہیں، چنانچہ اگر دن میں سوتے وقت انزال ہو جائے یا ایک شخص رات میں حالت جنابت میں تھا اور ان سے غسل نہیں کیا اور اسی طرح سونے والے کو احتلام ہو گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

حکمه :۔ یعنی دنیا میں چونکہ اس کے اوپر روزہ فرض تھا اس لئے جب اس نے روزہ رکھ لیا تو اب دنیا کے اعتبار سے اس کا فرض ساقط ہو گیا اور آخرت کے اعتبار سے ثواب اس وجہ سے ہے کہ خدائے تعالیٰ کے احکام کو بجا لانے والا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو ثواب دے گا۔

فصلٌ. يَنقَسِمُ الصَّوْمُ اِلىٰ سِتَّةِ اَقْسَامٍ فَرْضٌ وَوَاجِبٌ وَمَسْنُوْنٌ وَمَنْدُوْبٌ وَنَفْلٌ وَمَكْرُوْهٌ اَمَّا الْفَرْضُ فَهُوَ صَوْمُ رَمَضَانَ اَدَاءً وَقَضَاءً وَصَوْمُ الْكَفَّارَاتِ وَالْمَنْذُوْرِ فِى الْاَظْهَرِ وَاَمَّا الْوَاجِبُ فَهُوَ قَضَاءُ مَا اَفْسَدَهُ مِنْ صَوْمِ نَفْلٍ وَاَمَّ الْمَسْنُوْنُ فَهُوَ صَوْمُ عَاشُوْرَاءَ مَعَ التَّاسِعِ وَاَمَّا الْمَنْدُوْبُ فَهُوَ صَوْمُ ثَلَاثَةٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَيَنْدُبُ كَوْنُهَا الْاَيَّامُ الْبِيْضُ وَهِيَ الثَّالِثُ عَشَرَ وَالرَّابِعُ عَشَرَ وَالْخَامِسُ عَشَرَ وَصَوْمُ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ وَصَوْمُ سِتٍّ مِنْ شَوَّالٍ ثُمَّ قِيْلَ الْاَفْضَلُ وَصْلُهَا وَقِيْلَ تَفْرِيْقُهَا وَكُلُّ صَوْمٍ ثَبَتَ طَلَبُهُ وَالْوَعْدُ عَلَيْهِ بِالسُّنَّةِ كَصَوْمِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ يَصُوْمُ يَوْماً وَيُفْطِرُ يَوْماً وَهُوَ اَفْضَلُ الصِّيَامِ وَاَحَبُّهُ اِلَى اللّٰهِ تعالىٰ وَاَمَّا النَّفْلُ فَهُوَ مَاسِوىٰ ذَالِكَ مِمَّا لَمْ يَثْبُتْ كَرَاهِيَتُهُ.

ترجمه :۔ روزہ چھ قسموں پر منقسم ہوتا ہے فرض اور واجب اور مسنون اور مندوب اور نفل اور مکروہ۔ فرض روزے تو وہ رمضان کے ہیں ادا ہوں یا قضا ہوں اور کفارات کے روزے اور ظاہر مذہب کے بموجب نذر کے روزے اور بہر حال واجب روزے تو وہ ہیں کہ جسے نفل روزہ سے توڑ دیا ہو اور بہر حال سنت روزے تو وہ دسویں تاریخ کے ساتھ نویں کا روزہ ہے اور بہر حال مستحب روزے تو وہ ہر مہینہ کے تین دن ہیں، اور مستحب ہے کہ وہ روزے ایام بیض کے ہوں اور یہ ۱۳/۱۴/۱۵/ کے روزے ہیں اور دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزے ہیں اور شوال کے چھ روزے ہیں۔

پھر کہا گیا ہے کہ افضل یہ ہے کہ ان دونوں کو ملا کر رکھا جائے اور کہا گیا ہے کہ الگ الگ رکھا جائے اور ہر وہ روزہ کہ جسکا طلب اور جس پر ثواب کا وعدہ سنت سے ثابت ہو جیسے صوم داؤدی۔ حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور روزوں میں یہ سب سے افضل ہے اور خدا کے نزدیک پسندیدہ ہے اور بہر حال نفل روزے تو وہ ہیں جو اسکے علاوہ ہیں اور اس میں کراہیت ثابت نہیں ہے۔

تشریح و مطالب :۔ ابھی اجمالا یہ بیان کر رہے تھے کہ روزہ کون کون سے رکھ سکتے ہیں اور اسکے لئے کیا ضروری ہے اب جب اسے بیان کر چکے تو اب یہاں سے اسکی تفصیل بیان کر رہے ہیں۔

ستة :۔ مصنفؒ نے یہ تعداد تقریباً کی بیان کی ہے انحصار کی نہیں اس لئے روزوں کی کل آٹھ قسمیں ہیں۔

الفرض :۔ یعنی رمضان المبارک کا روزہ رکھنا خواہ وہ ادا ہو مثلاً اگر بیمار نہیں ہے اور مسافر نہیں ہے عورت حیض ونفاس سے پاک ہے تو اب جو روزہ رکھا جائے گا وہ ادا کہلائے گا اور اگر رمضان کے مہینہ میں کوئی سفر میں تھا اور

اس نے حالت سفر میں رخصت پر عمل کیا یا کوئی رمضان المبارک میں بیمار تھا اور اس نے روزہ نہیں رکھا اب جبکہ یہ لوگ بعد میں رکھیں گے تو اسے قضا کہا جائے گا تو یہ دونوں روزے فرض ہیں اسی طرح صوم کفارہ اور نذر یہ بھی فرض ہیں اس لئے کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے ولیوفوا نذورهم. اور کفارے کا روزہ جیسے کفارۂ ظہار، کفارۂ قتل خطاء، اور کفارۂ یمین کہ ان سے جو روزے آتے ہیں ان کا رکھنا فرض ہے۔

الواجب :۔ مثلاً ایک آدمی نے نفل روزے رکھے اور اسکے بعد اس کو پورا نہیں کیا بلکہ توڑ دیا تو اس توڑنے کے بعد اس پر واجب ہے کہ اس کو پورا کرے اس لئے کہ پہلے اس پر واجب نہیں تھا لیکن جب اس نے شروع کر دیا تو اب اس کا پورا کرنا واجب ہوگا اور اس نے اپنے ذمہ لازم کر لیا لہٰذا اب توڑنے کے بعد اس کا پورا کرنا واجب ہوگا۔

المسنون :۔ روزے کی تیسری قسم سنت ہے جیسے کی دسویں محرم الحرام کا روزہ رکھنا لیکن اس کے ساتھ ایک اور ملانا، اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لئن بقيت الى قابل لاصومن التاسع. اصل واقعہ یوں پیش آیا کہ حضور پاکؐ جب مدینہ تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ یہود مدینہ دس محرم الحرام کو روزہ رکھتے ہیں جب آپ نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتلایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے اسی دن نجات پائی تھی تو آپ نے فرمایا کہ میں اس کا زیادہ حقدار ہوں لیکن یہود صرف دس کو روزہ رکھتے تھے اور یہود ونصاریٰ کی مخالفت ضروری تھی اس وجہ سے آپ نے فرمایا کہ اسکے ساتھ ایک اور ملا لیا جائے۔

المندوب :۔ مستحب روزے یہ ہیں کہ ہر مہینہ میں تین روزہ رکھا جائے اور اس مہینہ میں بہتر یہ ہے کہ ایام بیض میں رکھا جائے، بیض سفید اور روشن کو کہا جاتا ہے چونکہ ۱۳/۱۴/۱۵ر میں چاند پورا ہو جاتا ہے اسلئے ان تاریخوں کو بیض سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور ثواب کے متعلق امت مسلمہ کو یہ قاعدہ بتلایا گیا ہے کہ كل حسنة بعشر امثالها. یعنی ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے تو اس طرح تینوں روزوں کی تعداد تیس ہو جائے گی اور صرف تین روزے رکھ لینے سے پورے مہینے کا ثواب مل جائے گا، اسی لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر انکی ہدایت فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ صوم دہر یعنی ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ہے۔ (مراقی الفلاح) حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں كان رسولُ اللّٰه صلى الله عليه وسلم يامرنا ان نصوم البيض ثلاث عشرة واربع عشرة وخمس عشرة قال وقال هو كهيئة الدهر اى كصيام الدهر. (ابوداؤد) اور اسی طرح سے دوشنبہ اور پنجشنبہ کو اس لئے کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے تعرض الاعمال يوم الاثنين والخميس فاحب ان يعرض عملى وانا صائم. اسلئے کہ ان ایام میں بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور ظاہر سی بات ہے کہ آدمی جب اس دن روزہ سے ہوگا تو اس سے خدائے پاک بھی خوش ہوگا۔ (مراقی بزیادۃ)

ست من شوال :۔ لقوله عليه السلام من صام رمضان فاتبعه ستا من شوال كان يصام الدهر.
اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ ان کے اندر تفریق ہو یا وصل ہو فاتبعہ سے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فصل نہ ہو لیکن اہل کتاب نے چونکہ فرض روزوں میں زیادتی کی تھی اور اس کو متابعت رکھتے تھے اس لئے ان کی مخالفت کے پیش نظر یہ کہا ہے کہ فصل افضل ہے۔ (مراقی)

کصوم داؤدعلیه السلام :۔لقول النبی صلی الله علیه وسلم احب الصیام الی الله صیام داؤد واحب الصلوٰة الیٰ الله صلوٰة داؤد کان یصوم نصفه ویقوم ثلثه وینام سدسه وکان یفطر یوماً ویصوم یوماً. (ابوداؤد) اسی لئے صوم داؤدی افضل ہے کیونکہ جب آدمی ایک دن کھالے گا اور اس سے اسکے اندر ایک قوت آجائے گی اور دوسرے دن روزہ رکھے گا تو اسکو کوئی نقصان نہ ہوگا اور تمام لوگوں کے حقوق بھی اس طرح سے ادا ہو جائیں گے۔

النفل :۔ابھی تک جو قسمیں بیان کی گئیں اگر انکے علاوہ روزہ رکھا جائے تو وہ نفل ہوگا اور اسکے رکھنے میں اس کو اختیار ہے جب وہ رکھے گا تو اسکو اس رکھنے پر ثواب ملے گا اور نہ رکھنے پر وعید وغیرہ نہیں ہے اسی طرح کسی موسم اور دن کی تعیین بھی نہیں جب چاہے رکھ سکتا ہے لیکن ایک بات یاد رہے اگر رکھ کر پورا نہیں کیا بلکہ چھوڑ دیا تو اب اسکی قضا واجب ہو جائیگی۔

وَاَمَّا الْمَكْرُوْهُ فَهُوَ قِسْمَانِ مَكْرُوْهٌ تَنْزِيْهاً وَمَكْرُوْهٌ تَحْرِيْماً اَلْاَوَّلُ كَصَوْمِ عَاشُوْرَاءَ مُنْفَرِداً عَنِ التَّاسِعِ وَالثَّانِي يَوْمُ الْعِيْدَيْنِ وَاَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَكُرِهَ اِفْرَادُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاِفْرَادُ يَوْمِ السَّبْتِ وَيَوْمِ النَّيْرُوْزِ وَالْمَهْرَجَانِ اِلَّا اَنْ يُّوَافِقَ عَادَتَهُ وَيُكْرَهُ يَوْمُ الْوِصَالِ وَلَوْ يَوْمَيْنِ وَهُوَ اَنْ لَّايُفْطِرَ بَعْدَ الْغُرُوْبِ اَصْلاً حَتّٰى يَتَّصِلَ صَوْمُ الْغَدِ بِالْاَمْسِ وَكُرِهَ صَوْمُ الدَّهْرِ.

ترجمہ :۔اور بہر حال مکروہ تو اس کی دو قسمیں ہیں مکروہ تنزیہی اور مکروہ تحریمی۔ مکروہ تنزیہی جیسے صرف محرم کی دس کو روزہ رکھنا، اور مکروہ تحریمی جیسے عیدین اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا اور صرف جمعہ اور سنیچر کو روزہ رکھنا مکروہ ہے اور نیروز و مہرجان کا روزہ رکھنا مکروہ ہے لیکن جب اس کی عادت ہی پڑگئی ہو اور صوم وصال بھی مکروہ ہے اگرچہ دو ہی دن ہو اور صوم وصال یہ ہے کہ غروب آفتاب کے بعد بالکل افطار نہ کیا جائے یہاں تک کہ گذرے ہوئے کل کا روزہ آج کے روزے سے مل جائے اور صوم دہر مکروہ ہے۔

تشریح و مطالب :۔ صوم العیدین :۔اسلئے کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمان نوازی ہوتی ہے اب ظاہر سی بات ہے کہ جو اس دن روزہ سے رہے گا وہ اس میں شرکت نہیں کر سکے گا اور اللہ تعالیٰ تو اسکو حکم دیتا ہے کہ اس دن کھاؤ مگر وہ روزہ رکھتا ہے تو گویا کہ یہ اللہ کی ضیافت سے اعراض کر رہا ہے اسلئے مکروہ تحریمی ہے۔

ایام التشریق :۔ علامہ ابن ہمام نے اپنی کتاب برہان میں اس کی تصریح کی ہے کہ اس دن روزہ رکھنا حرام ہے اس لئے کہ اس پر نہی وارد ہوئی ہے اور اس کی وجہ وہی ہے جو عیدین میں ہے۔

یوم الجمعة :۔ لقوله صلی الله علیه وسلم لاتخصوا لیلة الجمعة بقیام سنن بین اللیالی ولاتخصوا یوم الجمعة بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومه احدکم. (مسلم) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جمعہ کی رات کو قیام اور نوافل کیلئے اور جمعہ کے دن کو روزے کیلئے مخصوص نہ کرو کہ فقط جمعہ کی رات کو قیام ہو اور باقی راتوں میں نہ ہو یا صرف جمعہ کے دن روزہ ہو باقی دنوں میں نہ ہو اور ہفتہ بھر خالی رہے، یہ اس لئے ہے کہ جب شریعت نے اس کے بارے میں کچھ تصریح نہیں کی تو تم کیوں اس کو خاص کرتے ہو کہ صرف اسی دن روزہ رکھو اور باقی ایام میں وہ فضیلت نہ سمجھو حالانکہ دن تو تمام کے تمام برابر ہیں۔

یوم السبت :۔لقوله علیه الصلوٰة والسلام لاتصوموا یوم السبت الا فیما افترض علیکم فان لم یجد احدکم الا لحاء عنبة او عود شجرة فلیمضغه. (رواہ احمد) اور اسکے خاص کرنے میں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہودی اسی دن عبادت کرتے تھے دوسرے دن انکے یہاں فرصت رہتی ہے اور جب ایک مسلم اسی دن کو ایک عبادت یعنی روزہ کیلئے خاص کرے گا تو یہ ان کے ساتھ مشابہت لازم آجائے گی حالانکہ انکی مخالفت کرنی چاہئے جیسا کہ معلوم ہو چکا۔

یوم النیروز :۔اس کی اصل نوروز تھی جب یہ کلام عرب کے اوزان پر نہیں آرہا تھا لہٰذا اس میں تعلیل کردی اور واؤ کو یا کردیا اور یہ فصل ربیع کے آخر میں ہوتا ہے۔ اور مہرجان یہ خریف کے آخری ایام میں ہوتا ہے یہ دونوں دن ایرانیوں کے تہوار تھے جیسے ہندؤں کی ہولی دیوالی وغیرہ، ان دنوں کے اندر وہ اس وجہ سے روزے رکھتے تھے کہ ان ہی سے موسم بدلتا تھا اور وہ لوگ اس دن کی تعظیم میں روزہ رکھتے تھے اس لئے ان کو منع کردیا گیا۔

الاان یوافق :۔ مثلاً ایک شخص اتوار کے دن ہر مہینہ میں روزہ رکھا کرتا تھا اب اتفاق سے ایک مرتبہ اسی دن نیروز ہو گیا یا اسی طرح سے مہرجان ہو گیا تو اب اس صورت میں کراہیت نہیں، یا اسی طرح سے ایک آدمی ہر مہینہ کی ۲۰؍ کو روزے رکھا کرتا تھا اسلئے کہ اسکو اسی دن فرصت رہتی ہے اب اتفاق سے ۲۰؍ کو جمعہ پڑ گیا یا سنیچر آگیا تو اس میں بھی کراہت نہیں۔

صوم الدھر :۔اسلئے کہ برابر روزے رکھنے سے دوسرے کے حقوق ادا نہیں ہوسکتے حالانکہ اسکے ذمہ دوسروں کے حقوق بھی ہیں جنکا ادا کرنا ضروری ہے اور اس طرح روزہ رکھنے سے یہ شخص کمزور ہو جائے گا چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ صوم دہر نہ رکھا جائے بلکہ ایک دن افطار کیا جائے اور ایک دن روزہ رکھا جائے۔

(ف) عورت بلا اپنے شوہر کی اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے اس لئے کہ معلوم نہیں اس کو کب جماع کی ضرورت پیش آجائے اور جب اس سے جماع کرے گا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور نفل شروع کرنے کی وجہ سے اس کا پوار کرنا واجب ہوگا لیکن اگر اس کے اوپر قضا روزہ ہے تو اب اس کو اجازت کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق. اس لئے اس وقت اجازت ضروری نہیں۔ (طحطاوی)

فَصلٌ. فِیمَا یُشتَرَطُ تَبیِیتُ النِّیَّةِ وَتَعیِینُهَا فِیهِ وَمَا لاَ یُشتَرَطُ. اَمَّا القِسمُ الَّذِیْ لاَیُشتَرَطُ فِیهِ تَعیِینُ النِّیَّةِ وَلاَ تَبیِیتُهَا فَهُوَ اَدَاءُ رَمَضَانَ وَالنَّذرِ المُعَیَّنِ زَمَانُهُ وَالنَّفلِ فَیَصِحُّ بِنِیَّةٍ مِنَ اللَّیلِ اِلیٰ مَاقَبلَ نِصفِ النَّهَارِ عَلَی الاَصَحِّ وَنِصفُ النَّهَارِ مِن طُلُوعِ الفَجرِ اِلیٰ وَقتِ الضَّحوَةِ الکُبرٰی وَیَصِحُّ اَیضاً بِمُطلَقِ النِّیَّةِ وَبِنِیَّةِ النَّفلِ وَلَو کَانَ مُسَافِراً اَو مَرِیضاً فِی الاَصَحِّ وَیَصِحُّ اَدَاءُ رَمَضَانَ بِنِیَّةِ وَاجِبِ آخَرَ لِمَن کَانَ صَحِیحاً مُقِیماً بِخِلاَفِ المُسَافِرِ فَاِنَّهُ یَقَعُ عَمَّا نَوَاهُ مِنَ الوَاجِبِ.

ترجمه :۔ وہ روزے کی جس میں رات سے نیت شرط ہے اور وہ روزے کہ جن میں رات سے نیت شرط نہیں، روزہ کی وہ قسم کہ جس میں رات سے نیت شرط نہیں وہ رمضان شریف کا روزہ ہے اور وہ نذر کہ جس کا زمانہ متعین ہو اور نفلی روزہ اور ان میں صحیح قول کے مطابق رات سے لیکر نصف النہار تک نیت کرلینی صحیح ہے۔ اور نصف النہار فجر

سے لیکر ضحوۂ کبریٰ تک ہے اور یہ روزے صرف نیت کر لینے سے بھی صحیح ہو جاتے ہیں اور نفل کی نیت سے بھی صحیح قول کے مطابق اگر چہ وہ مسافر یا مریض ہو، اور جو تندرست مقیم ہو وہ کسی دوسرے واجب کی نیت کرے تب بھی رمضان المبارک کی ادا صحیح ہو جائے گی بخلاف مسافر کے اسلئے کہ وہ جس واجب کی نیت کرے گا وہی ادا ہو گا۔

تشریح و مطالب :۔ مصنفؒ ابھی تک روزہ کے احکام بیان کر رہے تھے اور ساتھ میں ان کے اقسام کو بھی بیان کیا اب جب اس کو بیان کر چکے تو اب یہاں سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ کون کون سے روزے ایسے ہیں کہ ان میں رات سے نیت کر لینی ضروری ہے اور کون کون سے روزے وہ ہیں جو صرف رکھ لینے سے ادا ہو جاتے ہیں اور کن میں کب تک نیت کی جا سکتی ہے۔

النیة :۔ یہ بات پہلے بھی عرض کی جا چکی ہے کہ نیت کے معنی صرف ارادہ کرنے کے ہیں اور دل سے ارادہ کر لینا کافی مانا جاتا ہے اگر زبان سے کہہ لیا جائے تو ٹھیک ہے ورنہ ضروری نہیں، ہاں نذر میں قسم میں یا طلاق میں صرف ارادہ کافی نہیں ہوتا اس لئے اس میں زبان سے کہنا ضروری ہے ورنہ وہ نہ نذر ہو گا نہ طلاق اور نہ قسم۔ واللہ اعلم

اداء رمضان :۔ چاہے رات کو نیت کی ہو یا نہ کی ہو اگر رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھ رہا ہے اور وہ مقیم ہے تندرست ہے اور تمام شرطیں اس کے اندر موجود ہیں تو اب اس کا وہ روزہ رکھنا رمضان کا ہو گا اس لئے کہ اس وقت اس کے اوپر وہی فرض ہے دوسرا ادا نہیں کیا جا سکتا اگر چہ وہ دوسرے روزہ کی نیت کر لے۔

النذر المعین :۔ جیسے کسی نے کہا کہ اگر میرا فلاں کام پورا ہو گیا تو میں جمعرات کو روزہ رکھوں گا اور اس کا کام ہو گیا اور اس نے جمعرات کو روزہ رکھا تو اب اس کا روزہ ہو جائے گا رات سے نیت کرنی ضروری نہیں اور اس کی نذر پوری ہو جائے گی۔ (مراقی الفلاح)

نصف النہار :۔ صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک نہار شرعی یعنی شرعی دن نا ما جاتا ہے اسکا نصف، نصف النہار شرعی اور طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک نہار عرفی ہے اس کا نصف ضحوۃ کبریٰ ہے جس کے فوراً بعد زوال آفتاب یعنی آفتاب ڈھلنا شروع ہو جاتا ہے مثلاً صبح صادق ساڑھے پانچ بجے ہوتی ہے اور ساڑھے پانچ بجے ہی غروب آفتاب ہوتا ہے تو نہار شرعی بارہ گھنٹے کا ہوا جس کا نصف چھ گھنٹہ ہوا، صبح صادق یعنی ساڑھے پانچ سے چھ گھنٹے بعد یعنی ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے نصف النہار ہو گا طلوع آفتاب فرض کیجئے کہ اس روز سوا سات بجے ہوا تو نہار عرفی سوا دس گھنٹہ کا ہوا جس کا نصف پانچ گھنٹہ ساڑھے سات منٹ ہوا اور طلوع آفتاب یعنی سوا سات بجے سے پانچ گھنٹے ساڑھے سات منٹ بعد بارہ بج کر ساڑھے بائیس منٹ پر ضحوۃ کبریٰ ہو گا اور پھر اسی وقت سے آفتاب ڈھلنا شروع ہو جائے گا اس صورت پر نصف النہار ضحوۃ کبریٰ سے ساڑھے باون منٹ قبل ہوا، اور ضروری ہے کہ زیادہ حصہ میں روزہ کی نیت اور ارادہ موجود ہو اور وہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ نصف النہار تک ارادہ کر لے۔ (ماخوذ از ایضاح الاصباح)

علی الاصح :۔ قدوری کی ظاہر عبارت سے احتراز مقصود ہے۔ (مراقی الفلاح)

الضحوۃ الکبریٰ:۔ یہاں ضحوۂ کبریٰ سے کچھ دیر پہلے مراد ہے کیونکہ نہار یعنی صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک کا نصف بسا اوقات ضحوۂ کبریٰ سے پہلے ہوتا ہے جیسا کہ پہلے حاشیہ میں گذر چکا ہے۔

واجب آخر:۔ یعنی اگر تندرست مقیم رمضان کے مہینہ میں کسی دوسرے روزے کی نیت کرلے تب بھی وہ رمضان ہی کا روزہ ہوگا اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا اور کوئی دوسرا روزہ اس نیت سے ادا نہ ہوگا جیسا کہ اسکی تفصیل پہلے گذر چکی۔

من الواجب:۔ مسافر اگر کسی دوسرے روزے کی نیت کرے تو وہ رمضان کا روزہ ہوگا یا نہیں؟ اس میں امام اعظمؒ کی دو روایتیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ دوسرا روزہ ہو جائے گا اور رمضان کا روزہ نہیں ہوگا اور ایک روایت یہی ہے کہ اس نیت کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ وہ رمضان کا روزہ شمار کیا جائے گا لیکن امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ رمضان ہی روزہ شمار کیا جائے گا۔ (مراقی)

وَاخْتُلِفَ التَّرْجِيْحُ فِي الْمَرِيْضِ اِذَا نَوىٰ وَاجِباً اٰخَرَ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا يَصِحُّ الْمَنْذُوْرُ الْمُعَيَّنُ زَمَانُهٗ بِنِيَّةِ وَاجِبٍ غَيْرِهٖ بَلْ يَقَعُ عَمَّا نَوَاهُ مِنَ الْوَاجِبِ فِيْهِ وَاَمَّا الْقِسْمُ الثَّانِىْ وَهُوَ مَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ تَعْيِيْنُ النِّيَّةِ وَتَبْيِيْتُهَا فَهُوَ قَضَاءُ رَمَضَانَ وَقَضَاءُ مَا اَفْسَدَهٗ مِنْ نَفْلٍ وَصَوْمِ الْكَفَّارَاتِ بِاَنْوَاعِهَا وَالْمَنْذُوْرِ الْمُطْلَقِ كَقَوْلِهٖ اِنْ شَفَى اللّٰهُ مَرِيْضِىْ فَعَلَيَّ صَوْمُ يَوْمٍ فَحَصَلَ الشِّفَاءُ.

ترجمہ:۔ اور مریض جب رمضان میں کسی دوسرے روزے کی نیت کرلے تو ترجیح کے بارے میں اخلاف ہے اور وہ نذر روزہ کہ جس کا زمانہ متعین ہو دوسرے واجب کی نیت سے صحیح نہیں ہوتا بلکہ اس میں جس واجب کی نیت کی جائے وہی ادا ہوگا۔ اور دوسری قسم وہ ہے کہ جس میں تعین کرنا اور رات سے نیت کرنی ضروری ہے اور وہ رمضان کے قضاء روزے ہیں اور نفل سے جس روزہ کو توڑ دیا گیا ہو اور کفارہ کے تمام روزے، مطلق نذر کے روزے مثلاً یہ کہنا کہ اگر خدا میرے مریض کو شفا دیدے تو میرے اوپر ایک دن کا روزہ ہے اور وہ شفایاب ہو گیا۔

تشریح و مطالب:۔

اختلف:۔ کچھ علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ رمضان کا روزہ ہوگا جیسا کہ مقیم اور تندرست کا اور دوسرے حضرات کے نزدیک راجح یہ ہے کہ جس روزے کی نیت کرے گا وہ ہوگا البتہ نفل کی نیت ہر ایک کے نزدیک لغو ہے اور اگر اس نے واجب کے بجائے نفل روزے کی نیت کی ہے تو اب رمضان ہی کا روزہ ہوگا نفل نہیں ہوگا اس صورت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے صاحب ہدایہ اور اکثر علماء بخارا کی یہی رائے ہے کہ وہ چونکہ قادر نہیں ہے اور رمضان کے روزے میں قدرت ضروری ہے اسلئے جب شرط نہیں پائی گئی تو اب جس کی نیت کریگا وہی روزہ ہوگا اور فخر الاسلام اور شمس الائمہ کا قول یہ ہے کہ رمضان ہی کا ہوگا اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ (مراقی الفلاح)

من الواجب:۔ جب کسی نے کوئی نذر مانی اور اس کے روزے کو ایک دن کیلئے خاص کر دیا اب اس نے اس دن روزہ رکھا اور کسی دوسرے واجب کی نیت کرلی تو اب اس صورت میں یہ نذری روزہ جس کے لئے یہ دن متعین کیا گیا اس کے ذمہ باقی رہ جائے گا۔ (مراقی الفلاح)

القسم الثانی :۔اب یہاں سے اس قسم کو بیان کررہے ہیں کہ جس میں تعین یعنی جس کیلئے روزہ رکھا جارہا ہے اس کا متعین کرنا ضروری ہے اور اسی طرح جس میں رات ہی سے نیت کرنی لازم ہے بلا رات ہی سے نیت کئے وہ روزہ صحیح نہیں ہوتا۔

قضاء رمضان :۔ یعنی کسی نے رمضان کے روزے چھوڑ دیئے تھے یا مریض تھا اس لئے نہیں رکھا تھا یا اسی طرح مسافر تھا اور اس نے رخصت پر عمل کیا تھا اب جبکہ وہ روزہ کی قضاء کرے گا تو اب ضروری ہے کہ یہ کہے کہ میں رمضان کے روزوں کی قضا کررہا ہوں اور اسی طرح نیت رات سے کرنی ضروری ہے ادا کی طرح نصف النہار تک نیت نہیں کرسکتا اگرچہ یہ اسی کی قضاء ہے۔

من النفل :۔ایک شخص نے بنیت نفل روزہ رکھا اور اس کو پورا نہیں کیا بلکہ افطار سے قبل ہی توڑ دیا تو اب یہ روزہ واجب ہو گیا لیکن جب اس روزہ کی قضا کرے گا تو اب یہ ضروری ہے کہ یہ کہے کہ میں اس نفل روزہ کی قضا کررہا ہوں جس کو میں نے توڑ دیا تھا اور اسی طرح رات سے نیت ضرروی ہے اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

بانواعھا :۔ جیسے کفارۂ ظہار، کفارۂ یمین یا کفارۂ قضاء رمضان وغیرہ (مراقی) ان روزوں میں بھی تعین اور رات سے نیت کا ہونا ضروری ہے۔

المطلق :۔ یعنی کسی نے یہ کہا کہ اگر خدا نے شفا دیدیا تو میں روزہ رکھوں گا اس لئے کہ اس نے دن متعین نہیں کیا لہٰذا جب روزہ رکھے گا تو یہ کہے گا کہ میں نذر کا روزہ رکھ رہا ہوں۔

(ف) زبان سے ان الفاظ کا کہنا ضروری نہیں بلکہ ارادہ کافی ہے اسکی مکمل تفصیل گذر چکی ہے۔

فَصلٌ. فِيمَا يَثْبُتُ بِهِ الْهِلاَلُ وَفِى صَوْمِ يَوْمِ الشَّكِّ وَغَيْرِهِ. يَثْبُتُ رَمَضَانُ بِرُؤْيَةِ هِلاَلِهِ اَوْ بَعْدَ شَعْبَانَ ثَلاَثِيْنَ اِنْ غُمَّ الْهِلاَلُ وَيَوْمُ الشَّكِّ هُوَ مَا يَلِى التَّاسِعَ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ شَعْبَانَ وَقَدِ اسْتَوىٰ فِيْهِ طَرَفُ الْعِلْمِ وَالْجَهْلِ بِاَنْ غُمَّ الْهِلاَلُ وَكُرِهَ فِيْهِ كُلُّ صَوْمٍ اِلاَّ صَوْمُ نَفْلٍ جَزَمَ بِهِ بِلاَ تَرْدِيْدٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ صَوْمٍ آخَرَ وَاِنْ ظَهَرَ اَنَّهُ مِنْ رَمَضَانَ اَجْزَاَ عَنْهُ مَاصَامَهُ وَاِنْ رَدَّدَ فِيْهِ بَيْنَ صِيَامٍ وَفِطْرٍ لاَيَكُوْنُ صَائِماً وَكُرِهَ صَوْمُ يَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ مِنْ آخِرِ شَعْبَانَ وَلاَ يُكْرَهُ مَا فَوْقَهُمَا وَيَامُرُ الْمُفْتِى الْعَامَّةَ بِالتَّلَوُّمِ يَوْمَ الشَّكِّ ثُمَّ بِالاِفْطَارِ اِذَا ذَهَبَ وَقْتُ النِّيَّةِ وَلَمْ يَتَعَيَّنِ الْحَالُ وَيَصُوْمُ فِيْهِ الْمُفْتِىْ وَالْقَاضِىْ وَمَنْ كَانَ مِنَ الْخَوَاصِّ وَمَنْ هُوَ يَتَمَكَّنُ مِنْ ضَبْطِ نَفْسِهِ عَنِ التَّرْدِيْدِ فِى النِّيَّةِ وَمُلاَحَظَةِ كَوْنِهِ عَنِ الْفَرْضِ.

ترجمہ:۔وہ چیزیں جن سے چاند کا ثبوت ہوتا ہے اور یوم شک میں روزہ وغیرہ کا بیان۔رمضان کے چاند دیکھ لینے سے یا اگر بدلی ہو تو شعبان کے تیس شمار کرلینے سے اور یوم شک وہ ہے جو شعبان کی ۲۹ر سے ملا ہوا ہو اور اس میں علم اور جہل دونوں پہلو برابر ہوں اور اس طور پر کہ چاند چھپا رہا ہو اور اس میں ہر روزہ مکروہ ہے مگر وہ نفل روزہ کہ جس کا پختگی سے ارادہ کیا گیا ہو، اور اگر یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہ رمضان کی تاریخ تھی تو وہ رمضان کے لئے کافی ہو جائے گا اور اگر اس

میں روزہ اور افطار کے درمیان تردد ہو گیا تو اس کا روزہ نہیں ہو گا اور شعبان کے آخر میں ایک دن یا دو دن روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اس سے زیادہ میں کراہیت نہیں، اور شک کے دن میں مفتی عام لوگوں کو انتظار کا حکم دے گا اور جب حالت متعین نہ ہو سکی اور نیت کا وقت ختم ہو گیا تو اب افطار کا حکم دے گا اور اس دن قاضی اور مفتی روزہ رکھیں گے اور خواص وہ لوگ ہیں جو نیت میں تردید سے اپنے نفس کو قابو میں رکھ سکیں اور اس کا لحاظ رکھ سکیں کہ یہ فرض بھی ہو سکتا ہے۔

تشریح و مطالب:۔ ابھی تک مصنفؒ روزہ کے احکام اور اقسام کو بیان کر رہے تھے اب جبکہ اس سے فارغ ہو گئے تو اب یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کب روزہ رکھا جائے گا اور یہاں سے صرف فرائض کو بیان کر رہے ہیں اس لئے کہ رمضان کے علاوہ اور روزوں میں چاند کا دیکھنا ضروری نہیں۔ فرائض میں صرف رمضان ہی ایسا ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھا جاتا ہے اور اسی طرح یہ بھی بیان کریں گے کہ اگر چاند نہ ہو اور شک ہو کہ چاند ہوا ہے یا نہیں ہوا ہے تو اب کیا کیا جائے انہی تمام احکام کی تفصیل بیان کر رہے ہیں۔

الھلال : مسلمانوں پر واجب ہے کہ ۲۹ر کو کچھ آدمی چاند دیکھیں اسلئے کہ کبھی کبھی ۲۹ر شعبان کو چاند ہو جاتا ہے اور نہ دیکھنے کی وجہ سے غفلت میں رمضان گزر جاتا ہے اسلئے چند آدمیوں کا چاند کو دیکھنا فرض کفایہ ہے۔ (مراقی بزیادۃ)

ھلالہ :لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلاثین یعنی رمضان المبارک کا روزہ چاند دیکھ کر رکھا جائے اور چاند دیکھ کر چھوڑا جائے اور اگر بدلی کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو پھر شعبان کی تیس تاریخ پوری کی جائے اسلئے کہ جب تیس تاریخ ہو گئی تو اب چاند ہو گیا ہو گا خواہ نظر آئے یا نہ آئے۔

(ف) وافطروا لرویتہ سے بعض جہلاء یہ مسئلہ نکالتے ہیں کہ رمضان کی تیس تاریخ ہو گئی اور عموماً تیس کو چاند غروب آفتاب سے قبل ہوتا ہے تو وہ چاند دیکھ کر افطار کر لیتے ہیں، یہ غلط ہے حضور پاک ﷺ کے ارشاد کا منشاء اور یہ مطلب ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب چاند نظر آجائے اس کے بعد اب دوسرے دن روزہ نہ رکھو اور اب دوسرے دن افطار کرو، کھاؤ اور پیو اور عید کی خوشی مناؤ۔

یوم الشک : یوم شک یعنی شعبان کی ۳۰ کو روزہ رکھنے کے متعلق نیت کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) قطعی طور پر نفل کی نیت کی یہ جائز ہے اور اسی صورت کو یہاں بیان کیا گیا ہے اس صورت میں اگر رمضان شریف ہو گیا، تو یہ رمضان شریف کا روزہ ہو جائے گا ورنہ نفل ہو گا۔

(۲) قطعی طور پر رمضان کے روزے کی نیت کی یہ شکل مکروہ تحریمی ہے۔ اب اگر رمضان کا ثبوت ہو گیا تو رمضان کا روزہ ہو گا ورنہ نفل ہو گا مگر کراہت تحریمی کے ساتھ اور رمضان نہ ہونے کی صورت میں اگر توڑ دے گا تو اس توڑنے کی وجہ سے اس پر قضاء واجب نہ ہو گی۔

(۳) قطعی طور پر کسی واجب کی نیت کی ہو یہ بھی مکروہ تحریمی ہے اس صورت میں اگر رمضان کی پہلی تاریخ ہو گئی تو یہ روزہ رمضان کا ہو جائے گا اور اگر رمضان کی پہلی تاریخ نہ ہوئی تو اسکے بارے میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ

جس واجب کی نیت کی ہے وہ واجب ادا ہو جائے گا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نفل ہو گا مگر مکروہ تحریمی۔

(۴) مشکوک طور پر نیت کی کہ اگر رمضان ہو گیا تو روزہ سے رہوں گا ورنہ روزہ نہیں رکھوں گا کیونکہ قطعی طور پر نیت نہ پائی گئی اس لئے روزہ نہ ہو گا خواہ رمضان ہو یا رمضان نہ ہو۔

(۵) یہ نیت کی کہ اگر رمضان ہوا تو روزہ رمضان کا ورنہ فلاں واجب یا فلاں قضا کا یہ صورت بھی مکروہ تحریمی کی ہے لیکن اگر رمضان کا ثبوت ہو گیا کہ آج پہلی رمضان ہے تو یہ رمضان کا روزہ ہو جائیگا اور اگر رمضان کا نہ ہوا تو یہ روزہ نفل ہو جائیگا جس قضا یا واجب کی نیت کی ہے وہ ادا نہ ہو گا اسلئے کہ قضاء اور واجب کیلئے تعین ضروری ہے اور یہاں کوئی ایک متعین نہیں۔

(۶) یہ نیت کی کہ اگر رمضان ہو گیا تو یہ رمضان کا روزہ ہے ورنہ نفل کا یہ بھی مکروہ کی صورت ہے اس لئے کہ نیت غیر مشکوک طور پر قطعی اور یک طرفہ ہونی چاہئے لیکن اگر رمضان شریف کا ثبوت ہو گیا تو یہ رمضان شریف کا روزہ مانا جائے گا ورنہ نفل ہو گا۔ ہدایہ وغیرہ

صوم یوم اویومین : لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتقدموا الشھر بیوم ولا بیومین الا رجل کان یصوم صوما فیصومہ۔ (بخاری و مسلم) یعنی حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ ماہ رمضان کو ایک دو دن آگے نہ بڑھاؤ البتہ وہ شخص جو ان تاریخوں میں روزہ رکھنے کا عادی تھا تو یہ شخص روزہ رکھ سکتا ہے اس حدیث شریف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ باحترام رمضان شریف رمضان سے پہلے روزے رکھنے ممنوع ہیں اور علماء کا فتویٰ ہے کہ اس نیت سے ایک دو دن یا اس سے زائد ہو ہر حالت میں مکروہ ہو گا عیسائیوں نے اسی احترام میں بڑھاتے بڑھاتے بجائے تیس کے چالیس روزے کر لئے تھے اور یہ دین میں تحریف ہے۔ (مراقی الفلاح)

مافوقھا : یعنی اگر دو دن سے زائد ہو مثلاً تین دن ہو یا چار دن ہو تو صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ اب کراہیت نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شعبان میں روزے رکھ سکتا ہے اور جب کئی دن ہوں گے تو وہ رمضان کے احترام میں نہیں ہوں گے اور کراہیت اسی وجہ سے ہے لہٰذا اب جبکہ یہ علت نہیں پائی گئی تو کراہیت بھی نہیں ہو گی۔

النیۃ : یہ بات ابھی گذر چکی ہے کہ مشکوک طور پر نیت کرنا مکروہ ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ رمضان کے روزے کی نیت کریں اور اب جو شخص مکروہ اور ناجائز صورتوں سے اجتناب کر سکے اس کے لئے روزہ رکھنا جائز ہو گا ورنہ مکروہ ہو گا اور چونکہ اس کا بھی لحاظ ہے کہ بڑوں کو دیکھ کر چھوٹے غلط سلط روزے نہ رکھ لیں، لہٰذا ان خواص کے لئے لازم ہے کہ وہ روزہ رکھیں تو پوشیدہ طور پر تاکہ غلط طریقہ بھی قائم نہ ہو اور اگر روزہ کی ممانعت کو عام لوگ نفس پروری سمجھیں تو ان کو جواب دینے کی عملی گنجائش موجود ہو۔ (ایضاح الاصباح)

وَمَنْ رَأَى هِلَالَ رَمَضَانَ اَوِ الْفِطْرِ وَحْدَهٗ وَرُدَّ قَوْلُهٗ لَزِمَهُ الصِّيَامُ وَلَايَجُوْزُ لَهُ الْفِطْرُ بِتَيَقُّنِهٖ هِلَالَ شَوَّالَ وَاِنْ اَفْطَرَ فِي الْوَقْتَيْنِ قَضٰى وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ وَلَوْ كَانَ فِطْرُهٗ قَبْلَ مَارَدَّهُ الْقَاضِيْ فِي الصَّحِيْحِ وَاِذَا كَانَ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ مِنْ غَيْمٍ اَوْ غُبَارٍ اَوْ نَحْوِهٖ قُبِلَ خَبَرُ وَاحِدٍ عَدْلٍ اَوْ مَسْتُوْرٍ فِي الصَّحِيْحِ وَلَوْ شَهِدَ عَلٰى شَهَادَةِ وَاحِدٍ مِثْلِهٖ

وَلَوْ كَانَ اُنْثٰى اَوْ رَقِيْقاً اَوْ مَحْدُوداً فِى قَذْفٍ تَابَ لِرَمَضَانَ وَلاَ يُشْتَرطُ لَفْظُ الشَّهَادَةِ وَلاَ الدَّعْوٰى.

ترجمہ:۔ اور جس نے تنہا رمضان کا چاند یا عید الفطر کا چاند دیکھا اور قاضی نے اس کے قول کو لوٹا دیا تو اس کے ذمہ روزہ لازم ہوگا اور اس کے لئے افطار اس یقین سے کہ شوال کا چاند ہے جائز نہیں اور اگر ان دونوں وقتوں میں افطار کر لیا تو اب قضاء کرے گا اور اس کے اوپر کفارہ نہیں ہوگا اگر چہ اس کا افطار قاضی کے لوٹانے سے قبل ہو صحیح مذہب کے مطابق اور اگر آسمان میں بادل ہو یا غبار ہو اسی طرح کی کوئی اور چیز ہو تو ایک عادل شخص کی خبر قبول ہو سکتی ہے صحیح مذہب کے مطابق اگر چہ اپنے جیسے کسی ایک شخص کی شہادت کی بناء پر اس نے شہادت دی ہو اگر چہ وہ عورت ہو یا غلام ہو یا جس کو تہمت کی وجہ سے سزا ملی ہو اور اب اس نے توبہ کر لی ہو۔ اور لفظ شہادت اور نہ پہلے سے دعویٰ شرط ہے۔

تشریح و مطالب:۔ **من رای:۔** یعنی کسی ایک آدمی نے صرف رمضان کا چاند دیکھا یا اسی طرح عید الفطر کا چاند نظر آیا اور ایک ہی نے اس کو دیکھا اور قاضی نے اسکی شہادت کو قبول نہ کیا تو اب یہ جس نے دیکھا ہے اس کے اوپر روزہ رکھنا واجب ہے اسلئے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے **فمن شهد منكم الشهر فليصمه** اور یہاں پر کوئی تعداد نہیں ہے تو جب اس نے چاند دیکھ لیا تو اب وہ روزہ رکھے گا (مراقی الفلاح بتصرف) لیکن عید الفطر کی صورت میں یہ شخص روزہ رکھے گا افطار نہیں کرے گا اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **صومکم یوم تصومون وفطرکم یوم تفطرون** اور چونکہ لوگ اس دن افطار نہیں کرتے اس لئے یہ بھی افطار نہیں کرے گا (مراقی) اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ صورت اول میں روزہ کا رکھنا واجب ہے یا مستحب ہے (کذا فی الدر المختار) بدائع میں ہے کہ اسکے وجوب پر علماء کی کوئی روایت نہیں ملتی ہے کہ **انه یصوم**۔ مطلب یہ ہے کہ جو روزہ رکھے گا اسے استحباب پر محمول کیا جائے گا اور صاحب تحفہ ارشاد فرماتے ہیں کہ **یجب علیه الصوم** یعنی اس پر روزہ رکھنا واجب ہے اور مبسوط کی یہ عبارت ہے کہ **علیه صوم ذالك الیوم**۔ اور علامہ شامی ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں پر وجوب سے مراد وجوب اصطلاحی ہے، فرض نہیں ہے اور فرض اس لئے نہیں ہے کہ اس کا رمضان المبارک میں سے ہونا قطعی نہیں، لہٰذا اگر نہ رکھا تو صرف قضا لازم آئے گی کفارہ نہیں ہوگا،

فی الصحیح: اس سے ان لوگوں کی تردید مقصود ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان دونوں صورتوں میں بھی کفارہ ہوگا لہٰذا مصنفؒ نے یہ عبارت لا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ وہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ صرف قضا ہوگی۔

عدل: عادل وہ ہے کہ جس کی اچھائیاں برائیوں کے مقابل زیادہ ہوں اور عدل ایک روحانی قوت کا نام ہے جو انسان کو تقویٰ اور مروّت پر آمادہ کرتی رہتی ہے جس میں یہ قوت موجود ہے وہ عادل ہے

مستور: مستور کے لغوی معنی ہیں پوشیدہ اور اصطلاحاً ایسے شخص کو کہا جاتا ہے کہ جس کی حالت پوشیدہ ہو نہ تو اس کا تقویٰ نمایاں ہو اور نہ اس کا فسق و فجور۔

(ف) اگر کسی عادل کو چاند نظر آگیا تو اس کے اوپر لازم ہے کہ اسی وقت جا کر قاضی کو بتلائے اور اسے شہادت

دے، نیز مردوں کی طرح عورتوں پر بھی یہ عائد ہوتا ہے کہ اگر وہ چاند دیکھ لیں تو فوراً قاضی یا امام کو اس بات کی خبر دیدیں اس کی پردہ نشینی اس حالت میں مانع نہیں ہو سکتی اور اگر اس کیلئے قاضی یا امام کے یہاں جانا پڑے تو اس کیلئے شوہر کی اجازت بھی ضروری نہیں اسلئے کہ یہ فرض ہے اور فرض کیلئے شوہر کی اجازت ضروری نہیں۔ (مراقی الفلاح)

علی شهادة احد: یعنی خود تو قاضی کی عدالت میں نہ جاسکا اور کسی کے سامنے اس سے شہادت دی تاکہ یہ جاکر قاضی کی عدالت میں شہادت دے سکے تو اب اس وقت دو شاہد ضروری ہونگے مطلب یہ ہے کہ شاہد کی طرف سے دو گواہ ضروری ہیں لیکن رمضان کے چاند میں ایک بھی کافی ہے دو ضروری نہیں۔

محدوداً: یعنی اس نے کسی کو تہمت لگائی تھی یعنی اس نے کسی کو زانی کہا تھا اب اگر اس نے جس پر تہمت لگائی تھی دعویٰ کر دیا تو اب ہتک حرمت کی وجہ سے اسّی کوڑے مارے جائیں گے، ہاں اگر یہ شخص اب توبہ کرلے تو دینی امور میں اس کی خبر یا روایت قبول کی جائیگی چونکہ رمضان کا چاند بھی دینی امور میں سے ہے اور اس نے اب توبہ کرلی ہے، لہٰذا اب اسکی شہادت قبول ہوگی۔

وَشُرِطَ لِهِلاَلِ الفِطْرِ اِذَا كَانَ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ لَفْظُ الشَّهَادَةِ مِنْ حُرَّيْنِ اَوْحُرٍّ وَحُرَّتَيْنِ بِلاَ دَعْوىٰ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ فَلاَ بُدَّ مِنْ جَمْعٍ عَظِيْمٍ لِرَمَضَانَ وَالفِطْرِ وَمِقْدَارُ الْجَمْعِ الْعَظِيْمِ مُفَوَّضٌ لِرَأيِ الإمَامِ فِي الاَصَحِّ وَاِذَا تَمَّ الْعَدَدُ بِشَهَادَةِ فَرْدٍ وَلَمْ يُرَ هِلاَلُ الْفِطْرِ وَالسَّمَاءُ مُصْحِيَةٌ لاَيَحِلُّ لَهُ الْفِطْرُ وَاخْتُلِفَ التَّرْجِيْحُ فِيْمَااِذَا كَانَ بِشَهَادَةِ عَدْلَيْنِ وَلاَ خِلاَفَ فِيْ حِلِّ الْفِطْرِ اِذَا كَانَ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ وَلَوْ ثَبَتَ رَمَضَانُ بِشَهَادَةِ الْفَرْدِ وَهِلاَلُ الاَضْحىٰ كَالْفِطْرِ وَيُشْتَرَطُ لِبَقِيَّةِ الاَهِلَّةِ شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ عَدْلَيْنِ اَوْ حُرٍّ وَحُرَّتَيْنِ غَيْرِ مَحْدُوْدَيْنِ فِي قَذْفٍ وَاِذَا ثَبَتَ فِيْ مَطْلَعٍ قُطْرٍلَزِمَ سَائِرَ النَّاسِ فِيْ ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوىٰ وَاَكْثَرُ الْمَشَائِخِ وَلاَ عِبْرَةَ بِرُؤْيَةِ الْهِلاَلِ نَهَاراً سَوَاءً كَانَ قَبْلَ الزَّوَالِ اَوبَعْدَهُ وَهُوَ اللَّيْلَةُ الْمُسْتَقْبَلَةُ فِي الْمُخْتَارِ.

ترجمہ:۔ اور جب آسمان پر گرد و غبار ہو تو عید الفطر کے چاند کے لئے لفظ شہادت ضروری ہے جو دو آزاد یا ایک آزاد مرد اور دو آزاد عورتیں دیں، اس میں دعویٰ شرط نہیں اور اگر آسمان صاف ہو تو رمضان اور عید الفطر کے چاند کے واسطے ایک بڑی جماعت کا ہونا ضروری ہے اور جماعت کثیرہ صحیح مذہب کے مطابق امام کی رائے پر موقوف ہے اور جب ایک شخص کی شہادت کے بموجب عدد پورا ہو جائے اور آسمان صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہ آئے تو افطار جائز نہیں اور دو عادل کی شہادت کے ترجیح کے بارے میں اختلاف ہے اور اگر آسمان صاف نہ ہو تو افطار کے بارے میں اختلاف نہیں اگرچہ رمضان کا ثبوت ایک کی شہادت پر ہوا ہو اور عید الاضحیٰ کا چاند عید الفطر کی طرح ہے ان کے علاوہ باقی چاندوں کے لئے دو عادل کی شہادت یا ایک آزاد مرد اور دو آزاد عورتوں کی شہادت شرط ہے جو محدود فی القذف نہ ہوں اور جب کسی علاقہ میں چاند کا ثبوت ہو گیا تو ظاہر مذہب کے اعتبار سے سب پر افطار لازم ہو گیا اور اسی پر فتویٰ ہے اور اکثر مشائخ کا یہی مسلک ہے اور دن میں چاند دیکھے جانے کا کوئی اعتبار نہیں ہے خواہ زوال سے قبل ہو یا زوال کے بعد مختار مذہب میں آنے والی رات کا چاند مانا جائے گا۔

تشریح و مطالب :- **لھلال الفطر** : مطلب یہ ہے کہ رمضان کے چاند میں گواہی دینے والوں کے لئے لفظ شہادت ضروری نہیں لیکن جب آسمان پر غبار ہو اور معاملہ عید الفطر کے چاند کا ہو تو اب لفظ شہادت کا کہنا ضروری ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ لوگ دعویٰ کریں، لیکن یہ کہیں گے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔

حوین : یہ صورت جو یہاں بیان کی گئی ہے ایسے وقت کی ہے کہ وہاں قاضی اور مفتی موجود ہو، اب اگر ایک جگہ ایسی ہے کہ جہاں نہ قاضی ہے اور نہ مفتی اور نہ حاکم اسلام ہے تو وہاں پر اگر معتبر پابند شرع انسان رمضان کے چاند کی خبر دیدے تو مسلمانوں کو وہاں پر روزہ رکھ لینا چاہئے اور عید کے وقت اگر مطلع صاف نہ ہو تو اب اگر اسی قسم کے دو آدمی خبر دیں تو افطار کر لینا چاہئے۔ (مراقی الفلاح)

ولایشترط : اگر کوئی شخص بادشاہ یا حاکم کے پاس شہادت دے رہا تھا اور ایک دوسرے شخص نے حاکم کے پاس خبر سنی اور یہ گواہی دینے والا عادل ہے تو اب اس پر روزہ رکھنا واجب ہے اس لئے کہ اس نے ایک عادل سے خبر سنی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ حاکم نے اس کی شہادت قبول کی ہو۔ (طحطاوی)

بلا دعویٰ : قاضی کے پاس یعنی جج کی عدالت میں کوئی شہادت اس وقت پیش ہوئی ہے جبکہ اس سے پہلے کوئی دعویٰ ہوا ہو اب یہاں پر دعویٰ ہوا نہیں ہے کہ یہ لوگ جا کر شہادت دیں تو اس کی ایک شکل نکالی جا سکتی ہے کہ زید قاضی کے یہاں جا کر یہ دعویٰ کر دے کہ بکر نے میرا قرض ابھی تک ادا نہیں کیا حالانکہ اس نے وعدہ کیا تھا کہ چاند کے بعد دے دونگا اب اس صورت میں چاند بھی ہونا چاہئے اور تمام لوگوں نے چاند کو دیکھا بھی نہیں ہے اور عدالت میں چاند دیکھنے کے شاہد ہونے چاہئے جو باضابطہ عدالت میں ہو سکتے ہوں اور یہاں یہی بتایا جا رہا ہے کہ عید یا بقر عید کے چاند کے ثبوت کیلئے اس طرح کے دعویٰ کی ضرورت نہیں بلکہ بلا کسی دعویٰ کے شہادت دیں گے۔

جمع عظیم : اس لئے کہ جب آسمان صاف ہے اس پر کوئی علت نہیں ہے اور تمام جگہ ایسا ہی ہے تو اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک دو آدمی دیکھ لیں اور لوگ نہ دیکھ سکیں اس لئے اس میں ایک جماعت کثیرہ کی مقدار ضروری ہے اس لئے کہ لوگ دیکھ بھی رہے ہیں اور سب کی آنکھیں بھی صحیح ہیں، اس دیکھنے میں شہری اور دیہاتی کے درمیان ظاہر روایت کے مطابق کوئی فرق نہیں ہے۔ (مراقی الفلاح)

لرای الامام : ظاہر روایت میں مجمع کثیر کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے لیکن ایک روایت حضرت ابو یوسفؒ سے یہ ہے کہ شہادت دینے والے پچاس کی تعداد میں ہوں اور خلف ابن ایوبؒ کا قول یہ ہے کہ ایک سو پچاس آدمی ہونے چاہئیں اس سے کم کو جماعت کثیرہ نہیں کہا جائے گا اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ ہر مسجد سے ایک یا دو جماعت ہونی چاہئے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ لوگ خبر متواتر کی حد تک ہوں اس سے کم کو مجمع کثیر نہیں کہا جائے گا اور ہر چہار سمت سے یہ خبر آ رہی ہے کہ چاند دیکھا گیا۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)

لایحل: اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ اسکے لئے افطار جائز نہیں جیسا کہ شمس الائمہ نے بیان کیا ہے اور قاضی کو حق ہوگا کہ اس پر مقدمہ چلائے اور اس کو سزا دے اور علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ اگر آسمان صاف ہو تو اب افطار نہ کرے اس لئے کہ اس کی غلطی ظاہر ہو گئی ہے کہ کسی اور نے نہیں دیکھا ہے اور اگر بادل ہو آسمان صاف نہ ہو تو چونکہ اس کی غلطی ظاہر نہیں لہٰذا روزہ افطار کر لیا جائیگا اور صاحب تجنیس فرماتے ہیں کہ اگر شوال کا چاند نہ دیکھا گیا تو اب ایک دن اور روزہ رکھا جائے اور افطار نہ کیا جائے۔ **(مراقی الفلاح بتصرف)**

الترجیح: اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ عید مان لی جائے یا نہ مانی جائے اس میں ایک قول یہ ہے کہ عید مان لی جائیگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ عید نہیں مانی جائے گی اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ راجح کون سا ہے عید مان لی جائے یا نہیں۔

بشهادة عدلین: یعنی رمضان المبارک کی ۳۰ر تاریخ پوری ہو گئی اور اس کے باوجود شوال کا چاند نظر نہیں آیا، حالانکہ آسمان پر کوئی گرد و غبار اور بادل وغیرہ بھی نہیں تھا تو صاحب درایہ اور صاحب خلاصہ اور بزازیہ تمام لوگ یہ فرماتے ہیں کہ افطار جائز ہے اسلئے کہ جب دو آدمیوں کی شہادت قبول کر لی گئی تو یہ بمنزلۂ یمین کے ہو گیا اور مجمع النوازل میں یہ لکھا ہے کہ وہ لوگ اسکے بعد بھی افطار نہ کریں گے اور اسی کو سید ناصر الدین نے بھی صحیح قرار دیا ہے اسلئے کہ بادل نہ ہونے کے وقت چاند کا نہ دیکھنا ان کی شہادت غلط ہے اس وجہ سے انکی شہادت باطل ہو جائے گی۔ (مراقی الفلاح)

لاخلاف: یعنی اگر تیس کے پورا ہونے کے بعد ایک آدمی شہادت دیدے اور آسمان پر بادل ہو تو بالاتفاق افطار کیا جائے گا۔

کالفطر: یعنی جو باتیں اور جو رعایتیں عید الفطر کے بارے میں ہیں وہی عید الاضحیٰ کے بارے میں بھی ہیں جن صورتوں میں اس کا چاند ثابت ہوتا ہے انہی صورتوں میں عید الاضحیٰ کا بھی ثابت ہو جائے گا۔

یشترط: مصنفؒ نے اسے مطلق فرمایا ہے حالانکہ یہ مقید ہے کہ جب آسمان پر بادل ہو اور اگر آسمان پر بادل نہ ہو اس وقت مجمع کثیر کا ہونا ضروری ہے۔ **(شیخ الادبؒ)**

اذاثبت: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک شہر والوں نے چاند دیکھا تو دوسرے شہر والے بھی روزہ رکھیں لیکن اس میں علماء کا کچھ اختلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے ہیں انکے نزدیک روزہ ہو جائے گا اور جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں وہ لوگ فرماتے ہیں کہ انتظار کیا جائے گا اس میں قدرے تفصیل ہے۔

فی المختار: یعنی یہی قول امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا ہے اور صاحب بدائع نے لکھا ہے کہ وہ دن رمضان کا نہیں مانا جائے گا اور حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر زوال کے بعد ہے تو یہ دن رمضان کا نہیں مانا جائے گا اور قبل زوال چاند نظر آگیا تو یہ دن رمضان کا تسلیم کر لیا جائے گا اور یہی اختلاف شوال کے چاند کے بارے میں بھی ہے۔ حضرات طرفین کے نزدیک آنے والی رات کا چاند مانا جائے گا اور اگر قبل زوال چاند نظر آگیا تو حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اسی دن کا ہوگا۔ **(حاشیہ شیخ الادبؒ باختصار)**

باب مالا یفسد الصوم

وَهُوَ اَرْبَعَةٌ وَعِشْرُوْنَ شَیْئاً مَا لَوْ اَکَلَ اَوْ شَرِبَ اَوْ جَامَعَ نَاسِیاً وَاِنْ کَانَ لِلنَّاسِیْ قُدْرَةٌ عَلَی الصَّوْمِ یُذَکِّرُہٗ بِہٖ مَنْ رَآہُ یَاکُلُ وَکُرِہَ عَدَمُ تَذْکِیْرِہٖ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَہٗ قُوَّةٌ فَالاَوْلٰی عَدَمُ تَذْکِیْرِہٖ اَوْ اَنْزَلَ بِنَظْرٍ اَوْ فِکْرٍ وَاِنْ اَدَامَ النَّظْرَ وَالْفِکْرَ اَوِ ادَّھَنَ اَوِ اکْتَحَلَ وَلَوْ وَجَدَ طَعْمَہٗ فِیْ حَلْقِہٖ اَوِ احْتَجَمَ اَوِ اغْتَابَ اَوْ نَوَی الْفِطْرَ وَلَمْ یُفْطِرْ اَوْ دَخَلَ حَلْقَہٗ دُخَانٌ بِلاَ صُنْعِہٖ اَوْ غُبَارٌ وَلَوْ غُبَارُالطَّاحُوْنِ اَوْ ذُبَابٌ اَوْ اَثَرُ طَعْمِ الاَدْوِیَّةِ فِیْہِ وَھُوَ ذَاکِرٌ لِصَوْمِہٖ اَوْ اَصْبَحَ جُنُباً وَلَوِ اسْتَمَرَّ یَوْماً بِالْجَنَابَةِ.

ترجمہ: ۔ باب جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور وہ چودہ چیزیں ہیں اگر بھول کر کھالے یا پی لے یا جماع کرلے، اور اگر بھولنے والے کو روزہ رکھنے پر قدرت ہو تو جو شخص اس کو کھاتے ہوئے دیکھے اسے یاد دلادے اور یاد نہ دلانا مکروہ ہے، اور اگر اس کے اندر روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو یاد نہ دلانا بہتر ہے، یا دیکھنے کی وجہ سے انزال ہو جائے یا خیال کرنے کی وجہ سے انزال ہو جائے اگرچہ برابر دیکھتا یا خیال کرتا رہا ہو، یا تیل یا سرمہ لگایا، اگرچہ اس کا مزہ حلق میں پائے، یا پچھنا لگوایا یا غیبت کرے، یا افطار کا ارادہ کرے اور افطار نہ کرے یا بلا اس کی حرکت کے اس کی حلق میں دھواں یا غبار چلا گیا اگرچہ وہ غبار چکی کا ہو، یا مکھی چلی گئی یا دواؤں کا مزہ اس کے منھ میں چلا گیا اور اسے اپنا روزہ یاد ہو یا حالت جنابت میں صبح کی اگرچہ پورے دن حالت جنابت میں رہا ہو۔

تشریح و مطالب: ۔ یہ جان لینا ضروری ہے کہ وہ کون کون سی وجوہات ہیں اور کون کون سے مواقع ہیں کہ جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، عدم مفسدات کو مفسدات پر مقدم کیا اسلئے کہ پہلے ثبوت ضروری ہے اور فساد ایک عارض ہے اور یہ چیزیں جو اس میں بیان کر رہے ہیں بظاہر ان میں بعض صورتیں ایسی ہیں کہ صرف انکی طرف نظر کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ مفسدات صوم ہوں گی اسلئے بھی انکو پہلے بیان کرنا ضروری ہوا۔

اربعة وعشرون: اسی تعداد میں انحصار نہیں یہ تعداد تقریباً کی ہے لہٰذا اس سے زائد چیزیں بھی ہو سکتی ہیں۔

مالو اکل: ۔ لقوله عليه السلام اذا اكل الصائم ناسياً اَوْ شرب ناسياً فانما هو رزق ساقه الله اليه فلا قضاء عليه یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا منشاء یہ ہے کہ اگر روزہ دار بھول کر کھالے یا پی لے تو گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے یہ رزق بھیج دیا تھا اور اس پر قضا نہیں ہوگا۔

او جامع: ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں بھول کر جماع کر رہا تھا اب جیسے ہی یاد آیا تو فوراً اپنے ذکر کو نکالے اور اگر کچھ دیر تک روکے رکھا اور فوراً اس سے نہیں نکالا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اس لئے کہ اب بھول کر نہیں رہا اور جان بوجھ کر جماع کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور اگر یاد آجانے کے بعد حرکت تو دی مگر اسے نکالا نہیں یا اس وقت تو نکال لیا پھر بعد میں داخل کر دیا تو اب اس کو کفارہ بھی دینا ہوگا صرف قضاء سے کام نہیں چلے گا اور ایک صورت یہ

ہے کہ رات کو جماع کر رہا تھا اب اسے اندیشہ ہوا کہ طلوع فجر ہو جائے گی اور اس نے نکال لیا اور فجر کے بعد منی نکلی تو یہ نہ صورتاً جماع ہے اور نہ معناً لہٰذا اسکے روزے میں کوئی نقص نہیں آئے گا۔ (مراقی الفلاح بتصرف)

ناسیاً :۔ مصنفؒ یہ عبارت لا کر مخطی کو نکالنا چاہتے ہیں اور مخطی وہ ہے کہ اس کا ارادہ کھانے اور پینے کا نہیں تھا مگر کھا اور پی لیا تو اب اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

کرہ عدم تذکیرہ :۔ یعنی اگر کسی نے روزہ دار کو دیکھا کہ وہ بھول کر کھا رہا ہے یا پانی پی رہا ہے تو اسکو یاد نہ دلانا مکروہ ہے اسی کو صاحب در مختار اور فتح القدیر نے بیان کیا ہے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ جو رمضان کے مہینہ میں کسی کو بھول کر کھاتے ہوئے دیکھے تو اسے نہ بتلائے اسلئے کہ اس کھانے کی وجہ سے اس کا روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ اور اگر بھولنے والے کو کہا گیا کہ تو روزہ دار ہے اور اس کو یاد نہ آیا تو مذہب مختار کے مطابق اس کو قضاء کرنی ہوگی۔ (مراقی الفلاح)

فان لم یکن له قوة :۔ یعنی اگر بھول کر کھانے والے میں روزہ کی طاقت نہ ہو خواہ وہ جوان ہو یا بوڑھا تو اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ اس کو کھانے اور پینے دیا جائے اور اس کو اس رزق سے روکا نہ جائے جیسا کہ ابھی حدیث شریف سے معلوم ہوا۔

بنظر :۔ خواہ عورت کی فرج کی طرف نظر کی ہو یا صرف اوپر کی طرف دیکھ لیا دونوں صورتوں میں روزہ فاسد نہ ہوگا۔

او فکر :۔ یعنی کسی کے بارے میں خیال کیا اور برابر خیال کرتا رہا اور اب انزال ہو گیا تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا اسلئے کہ نہ صورتاً جماع کیا گیا اور نہ معناً اور معناً کا مطلب یہ ہے کہ مباشرۃ کی وجہ سے انزال ہوتا (مراقی الفلاح) نیز اگر بوسہ لیا اور یہ شہوت کے ساتھ تھا اور اس بوسہ لینے کی وجہ سے انزال ہو گیا تو اب اس صورت میں روزہ فاسد ہو جائے گا اس لئے کہ اب اس وقت معنیٰ جماع پایا گیا اور معنیٰ جماع سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور اگر بوسہ تو لیا مگر انزال نہیں ہوا تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (بحر)

اکتحل :۔ یعنی سرمہ لگانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا اور اسی طرح سے ایک بات اور معلوم ہوگئی کہ روزہ کی حالت میں خوشبو وغیرہ کے استعمال میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے۔ (مراقی الفلاح)

بلاصنعه :۔ اسلئے کہ اس کو روکنے پر قادر نہیں ہے اور خود سے داخل بھی نہیں کر رہا ہے اور مفسدات صوم میں وہ ہے کہ جان بوجھ کر پیٹ میں کوئی چیز داخل کی جائے تو یہ ایسا ہی ہو گیا کہ جیسے مضمضہ کے بعد حلق میں تری باقی رہ جاتی ہے اور یہاں پر اگر منھ بند کر لے گا تو دھواں ناک سے چلا جائے گا نیز اس قید سے اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ اگر دھویں کو جان بوجھ کر جس طرح بھی ہو داخل کر لیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (مراقی بالاختصار)

طعم الادویة :۔ یعنی اس کے حلق میں دوا کا مزہ باقی ہے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا اس لئے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں۔ (مراقی)

ذاکر :۔ اس سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر بھول کر ایسا ہو گیا تو بدرجۂ اولیٰ کچھ نہیں ہوگا، اس لئے کہ

جب یاد ہونے کی صورت میں روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

اَوْ صَبَّ فِي إِحْلِيلِهِ مَاءً اَوْ دُهْناً اَوْ خَاضَ نَهْراً فَدَخَلَ الْمَاءُ اُذُنَهُ اَوْ حَكَّ اُذُنَهُ بِعُوْدٍ فَخَرَجَ عَلَيْهِ دَرَنٌ ثُمَّ اَدْخَلَهُ مِرَاراً اِلٰى اُذُنِهٖ اَوْ دَخَلَ اَنْفَهُ مُخَاطٌ فَاسْتَنْشَقَهُ عَمَداً اَوِ ابْتَلَعَهُ وَيَنْبَغِيْ اِلْقَاءُ النُّخَامَةِ حَتّٰى لَا يَفْسُدَ صَوْمُهُ عَلٰى قَوْلِ الْاِمَامِ الشَّافِعِيْ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَوْ ذَرَعَهُ الْقَيْئُ وَعَادَ بِغَيْرِ صُنْعِهٖ وَلَوْ مَلَأَ فَاهُ فِي الصَّحِيْحِ اَوِ اسْتَقَاءَ اَقَلَّ مِنْ مِلْأِ فِيْهِ عَلَى الصَّحِيْحِ وَلَوْ اَعَادَهُ فِي الصَّحِيْحِ اَوْ اَكَلَ مَابَيْنَ اَسْنَانِهٖ وَكَانَ دُوْنَ الْحِمَّصَةِ اَوْ مَضَغَ مِثْلَ سِمْسِمَةٍ مِنْ خَارِجِ فَمِهٖ حَتّٰى تَلَاشَتْ وَلَمْ يَجِدْ لَهَا طَعْماً فِيْ حَلْقِهٖ.

ترجمہ:۔ یا اپنی پیشاب گاہ میں پانی یادوا ٹپکالی یا نہر میں گیا اور اسکے کان میں پانی چلا گیا یا اپنے کان کو کسی لکڑی سے کھجلایا تو اس سے میل نکلی پھر اسے دوبارہ اپنے کان میں داخل کر لیا یا اسی طرح اس کی ناک میں سینک آیا اور اس نے اسے قصداً جان بوجھ کر اوپر چڑھا لیا یا نگل گیا اور اسے کھنکار کر باہر پھینک دینا زیادہ بہتر ہے، تا کہ امام شافعی کے قول کے مطابق روزہ فاسد نہ ہو اور اگر قئی آئی مگر خود سے لوٹ گئی اگر چہ منھ بھر کر ہو صحیح قول کے مطابق مفسد صوم نہیں یا منھ بھر سے کم آئی ہو اور اس کو اپنے فعل سے لوٹا دیا ہو صحیح قول کے مطابق، یا اس کے کھانے سے جو اس کے دانتوں کے درمیان تھی اور وہ چنے کے دانے سے کم مقدار میں تھی یا منھ کے باہر سے تل کے دانے کے برابر چبایا یہاں تک کہ وہ رَل مل گئی اور اسکے مزے کو منھ میں نہیں پایا۔

تشریح و مطالب:۔ **فی احلیله:۔** اگر کسی نے اپنے ذکر میں پانی یا تیل یا دوا وغیرہ ڈال لیا تو اس میں اختلاف ہے کہ اس کا روزہ فاسد ہوا کہ نہیں، حضرت امام اعظمؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اور حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر مثانہ تک دوا پہونچ گئی تو اس وقت اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا لیکن جب تک ذکر کے قصبہ میں رہے گا اس وقت تک ان کے نزدیک بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا اصل اختلاف اس بارے میں ہے کہ جوف کہاں سے شروع ہوتا ہے اور اصل یہی ہے کہ مثانہ اس کا منفذ نہیں ہے اسلئے کہ پیشاب ٹپک ٹپک کر اس جگہ جمع ہوتا ہے اطباء کا یہی کہنا ہے (زیلعی مراقی وغیرہ) سوراخ ذکر کی قید احترازی ہے اسلئے کہ اگر دبر میں پانی بہایا تو مفسد صوم ہوگا اسکے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اسی طرح اگر کوئی عورت کرے گی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائیگا۔ (طحطاوی)

الامام الشافعی: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر نگل گیا اور اسے کھنکھار کر تھوکا نہیں تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اس لئے اختلاف سے بچنے کیلئے یہ کرنا چاہئے کہ جب ایسی صورت پیش آجائے تو اس وقت کھنکھار کر تھوک دے تا کہ کوئی اختلاف بھی نہ رہ جائے اور کھنکھار کر تھوکنے میں امام اعظمؒ کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے۔

اقل من ملأ فیه:۔ یعنی اگر منھ بھر سے کم ہے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا لیکن امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ روزہ ٹوٹ جائے گا اور امام محمدؒ کا قول ظاہر روایت پر ہے۔ (مراقی الفلاح)

فی الصحیح:۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس کا روزہ اس کے لوٹانے سے نہیں ٹوٹے گا جیسا کہ محیط میں لکھا ہے اس لئے کہ حکماً خروج نہیں پایا گیا اور جب حکماً نہیں پایا گیا تو روزہ کے لئے بھی ناقص نہیں ہوگا۔ اور کمال بن ہمام

نے فرمایا کہ یہی مختار ہے اور ظاہر روایت کے مطابق امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ یہ ناقض صوم ہے اور امام ابو یوسفؒ کی بھی ایک یہی روایت ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ذرعه القئی وهو صائم فلیس علیه القضاء وان استقاء عمداً فلیقض، اسی روایت سے امام محمدؒ دلیل پکڑتے ہیں۔ (مراقی الفلاح)

دون الحمصة :۔ اس لئے کہ جو چنے کے دانے سے کم ہوگا وہ تھوک کے تابع ہوگا، اور اس مقدار سے احتراز ممکن بھی نہیں ہے اس لئے کہ عادتاً اس مقدار میں چیزیں دانتوں میں رہ جاتی ہیں یا اگر اس سے بچا جائے تو دشواری ہوگی۔ اور کمال بن ہمام نے قلیل اور کثیر کے درمیان اس طرح فرق کیا ہے کہ اگر اس کے اندر داخل کرنے میں تھوک سے مدد لینی پڑے تو وہ کثیر ہے اور اگر بلا تھوک کے اندر چلی جائے تو وہ قلیل ہے۔ (مراقی الفلاح)

بَابُ مَا یَفْسُدُ بِهِ الصَّوْمُ وَتَجِبُ بِهِ الْكَفَّارَةُ مَعَ الْقَضَاءِ

وَهُوَ اِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ شَيْئاً اِذَا فَعَلَ الصَّائِمُ شَيْئاً مِنْهَا طَائِعاً مُتَعَمِّداً غَيْرَ مُضْطَرٍّ لَزِمَهُ الْقَضَاءُ وَالْكَفَّارَةُ وَهِيَ الْجِمَاعُ فِي اَحَدِ السَّبِيْلَيْنِ عَلَى الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ بِهِ وَالْاَكْلُ وَالشُّرْبُ سَوَاءٌ فِيْهِ مَا يُتَغَذّٰى بِهِ اَوْ يُتَدَاوٰى بِهِ وَابْتِلَاعُ مَطَرٍ دَخَلَ اِلٰى فَمِهِ وَاَكْلُ اللَّحْمِ النِّيِّ اِلَّا اِذَا دَوَّدَ وَاَكْلُ الشَّحْمِ فِي اِخْتِيَارِ الْفَقِيْهِ اَبِي اللَّيْثِ وَقَدِيْدُ اللَّحْمِ بِالْاِتِّفَاقِ وَاَكْلُ الْحِنْطَةِ وَقَضْمُهَا اِلَّا اَنْ يَمْضَغَ قَمْحَةً فَتَلَاشَتْ وَابْتِلَاعُ حَبَّةِ حِنْطَةٍ وَابْتِلَاعُ حَبَّةِ سِمْسِمَةٍ اَوْ نَحْوِهَا مِنْ خَارِجِ فَمِهِ فِي الْمُخْتَارِ.

ترجمہ:۔ باب وہ چیز جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہوتا ہے اور ان کی تعداد ۲۲ ہے، جب روزہ دار بلا کسی اضطرار کے جان بوجھ کر ان میں سے کوئی کام کرے، تو اس کے ذمہ قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوگا، اور وہ سبیلین میں سے کسی ایک میں جماع کرنا ہے تو قضاء اور کفارہ فاعل اور مفعول دونوں پر ہوگا کھانا اور پینا خواہ اس سے غذا حاصل کی جاتی ہو یا وہ بطور دوا کے استعمال ہوتی ہو۔ اور جو بارش اس کے منہ میں چلی گئی ہے اس کا نگل لینا اور کچے گوشت کا کھالینا، مگر جب اس میں کیڑا پڑ گیا ہو، اور چربی کا کھالینا، فقیہ ابو اللیث کے مطابق، اور باتفاق سوکھے گوشت اور گیہوں کے کھالینے سے اور اس کے چبالینے سے، مگر جب وہ رل مل جائے، گیہوں کا ایک دانہ نگل لینے سے اور مختار مذہب کے مطابق تل کے دانے جیسی چیز کے نگل لینے سے جو منہ کے باہر ہو۔

تشریح و مطالب :۔ مصنفؒ ابھی تک ان چیزوں کے احکامات کو بیان کر رہے تھے کہ جس کے کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب اسے بیان کر چکے تو اب ان چیزوں کا تذکرہ کر رہے ہیں کہ جس کے کرنے سے نہ صرف قضا لازم ہوتی ہے بلکہ کفارہ بھی دینا پڑے گا اس لئے کہ بعض جرم اس قدر سخت ہوتے ہیں کہ ان میں نرمی سے کام نہیں چلتا بلکہ اس میں سختی کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے ان صورتوں کو مقدم کیا کہ جس میں دونوں لازم ہو اور جس میں صرف قضاء ہوتی ہے اس کو بعد میں بیان کر رہے ہیں چونکہ بعض صورتیں اس میں آگئی ہیں اس لئے قضاء کو کہہ دیا ورنہ قضاء کے لئے ایک مستقل باب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اثنان وعشرون شيئاً :۔ یہ تعداد انحصار کیلئے نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں مگر یہاں تقریباً کی تعداد بیان کرنی ہے کل کی نہیں۔ (مراقی الفلاح)

الصائم :۔ کفارہ واجب ہونے کے لئے چند صورتیں ہیں جسے یہاں بیان کیا جارہا ہے (۱) رمضان شریف ہو (۲) یہ شخص مکلف ہو (۳) رمضان شریف کا روزہ ہو چنانچہ اگر مسافر نے رمضان شریف میں روزہ رمضان کے بجائے قضاء کا روزہ رکھا اور اس کو توڑ دیا تو کفارہ واجب نہ ہوگا (۴) یہ توڑنا اس کی مرضی اور اختیار سے ہو اس لئے کہ اگر مرض وغیرہ یا کسی کے جبر واکراہ کے باعث مضطر ہو کر روزہ توڑا تو کفارہ نہیں ہوگا مگر جبر واکراہ سے مراد یہ ہے کہ جان ضائع ہونے یا مثلاً ناک کان وغیرہ کسی عضو کے کٹنے کا خطرہ ہو ایسا اکراہ اگر عورت کی جانب سے پایا گیا تب بھی کفارہ نہیں۔ (مراقی الفلاح)

طائعاً :۔ یہ قید لگا کر مکرہ کو نکالنا مقصود ہے اگرچہ عورت کو اس کا شوہر ہی مجبور کرتا ہو اگر عورت کو ابتداء میں جماع میں اکراہ کی صورت نہیں ہوئی یا شروع میں اکراہ کی صورت ہوئی پھر اس کے بعد رضامند ہوگئی تب بھی کفارہ نہیں کیونکہ ابتداء جماع میں روزہ ٹوٹ چکا تھا۔ (مراقی الفلاح)

غیر مضطر :۔ لہٰذا اگر کوئی شخص مجبور ہے تو اس پر کفارہ نہیں آئیگا بلکہ صرف قضاء ہوگی۔ (مراقی الفلاح)

وهي :۔ اب یہاں سے ان صورتوں کو بیان کررہے ہیں کہ جنکی وجہ سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم آتا ہے۔

احد :۔ اس سے مراد یہ ہے کہ زندہ کی سبیلین میں ہو، مردے کی سبیلین کا اعتبار نہیں ہوگا اگرچہ ادخال سبیلین میں انزال بھی نہ ہوا ہو اس لئے کہ کمال جنابت پائی گئی اور حد اس وجہ سے جاری نہ ہوگا کہ حقیقۃً زنا نہیں پایا گیا اور حد اس وقت جاری کی جاتی ہے کہ جب زنا کا صدور حقیقتاً ہو۔ (مراقی الفلاح)

يتغذىٰ به :۔ غذا کی ایک تصریح تو یہ ہے کہ ما يميل الطبع الىٰ اكله وتنقضى شهوة بطن به یعنی ایسی چیز جس کے کھانے کو طبیعت میں رغبت ہو اور پیٹ کی خواہش اس سے پوری ہو اور اس کی دوسری تصریح یہ ہے کہ ما يعود نفعه الىٰ اصلاح البدن یعنی جس سے اصلاح بدن حاصل ہو، ان دونوں تعریفوں میں اختلاف کا نتیجہ اس وقت معلوم ہوگا کہ جب چبائے ہوئے لقمہ کو دوبارہ کھا جائے تو تشریح اول کی ہو تو اس صورت میں کفارہ واجب نہ ہوگا اس لئے کہ کسی کو چبا کر اگل دینے کے بعد اس کو کھانے میں طبیعت کی رغبت نہیں ہوتی، لیکن تشریح اول کو ہی صحیح قرار دیا گیا ہے اس لئے کہ اس صورت میں کفارہ واجب نہ ہوگا لیکن اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اس کے کھانے میں اس کو کراہیت نہیں ہوتی تو اس پر بھی کفارہ لازم ہوگا اس لئے کہ اس کی طبیعت اس طرف رغبت کرتی ہے اور اسی طرح پان تمباکو، بیڑی، سگریٹ وغیرہ اور ہر ایسی چیز جس میں بدن کی اصلاح نہیں ہوتی البتہ طبیعت راغب ہوتی ہے اس سے تغیر اول کے بموجب کفارہ واجب ہو جائے گا فتویٰ اسی پر ہے اسی طرح تمباکو نوشی موجب کفارہ ہے۔ (طحطاوی، مراقی)

ابتلاع مطر :۔ یعنی ایک شخص بارش میں کھڑا تھا اور اس نے منہ کو اٹھا کر اوپر کی طرف کھول دیا اور بارش کا قطرہ منہ میں آگیا تو اب اگر اس کو نگل جائے تو اس کی وجہ سے قضاء اور کفارہ لازم آتا ہے۔ (مراقی بزیادۃ)

یتداوی :۔ دوا سے مراد ایسی دوا ہے کہ جس سے بدن کی اصلاح ہوتی ہو، علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ چونکہ دوا کی تفسیر یہ کی گئی ہے لہٰذا غذا کی تشریح دوئم صحیح نہیں۔

اللحم النئی :۔ مطلقاً کچے گوشت کے کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوتا ہے اس سے بحث نہیں کہ گوشت حلال جانور کا ہے یا حرام کا مثلاً جھٹکے کا گوشت ہو یا ذبیحہ شرعی کا ہر صورت میں کھانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور کفارہ اور اسی طرح قضا دونوں لازم ہوگی۔

فتلاشت :۔ اس لئے کہ یہ چبانے سے ختم ہو جاتا ہے اور اس کا مزہ وغیرہ باقی نہیں رہ جاتا اس وجہ سے یہ مفسد صوم نہیں ہوگا۔ جیسا کہ اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

وَاَكْلُ الطِّيْنِ الارْمَنِى مُطْلَقاً وَالطِّيْنِ غَيْرِ الارْمَنِى كَالطَّفْلِ اِنِ اعْتَادَ اَكْلَهٗ وَالْمِلْحِ الْقَلِيْلِ فِى الْمُخْتَارِ وَابْتِلَاعُ بُزَاقِ زَوْجَتِهٖ اَوْ صَدِيْقِهٖ لَا غَيْرِهِمَا وَاَكْلُهٗ عَمَداً بَعْدَ غِيْبَةٍ اَوْ بَعْدَ حِجَامَةٍ اَوْ بَعْدَ مَسٍّ اَوْ قُبْلَةٍ بِشَهْوَةٍ اَوْ بَعْدَ مُضَاجَعَةٍ مِنْ غَيْرِ اِنْزَالٍ اَوْ بَعْدَ دَهْنِ شَارِبِهٖ ظَانّاً اَنَّهٗ اَفْطَرَ بِذَالِكَ اِلَّا اِذَا اَفْتَاهُ فَقِيْهٌ اَوْ سَمِعَ الْحَدِيْثَ وَلَمْ يَعْرِفْ تَاوِيْلَهٗ عَلَى الْمَذْهَبِ وَاِنْ عَرَفَ تَاوِيْلَهٗ وَجَبَتْ عَلَيْهِ الْكَفَّارَاتُ وَتَجِبُ الْكَفَّارَةُ عَلٰى مَنْ طَاوَعَتْ مُكْرِهاً.

ترجمہ :۔ اور ارمنی مٹی کا مطلقاً کھالینا اور ارمنی مٹی کے علاوہ اور مٹی کھالینا مثلاً "طفل" کا کھالینا اور اگر اسکے کھانے کا عادی ہو اور مذہب مختار کے بموجب تھوڑا سا نمک کھالینا یا اپنی بیوی یا دوست کا تھوک نگل جانا ان دونوں کے علاوہ میں نہیں، اور غیبت کے بعد جان بوجھ کر کھالینا یا پچھنے لگوانے کے بعد یا شہوت کے ساتھ چھو لینے کے بعد یا شہوت کے ساتھ بوسہ لینے کے بعد یا بلا انزال کے ہم بستری کے بعد یا مونچھ پر تیل لگانے کے بعد اور یہ گمان کرتے ہوئے کہ اس کا افطار ہو گیا روزہ ٹوٹ جائے گا، اور کفارہ لازم ہوگا مگر کسی فقیہہ کے فتویٰ کے بعد، یا حدیث کو سنا ہو مگر اس کی تاویل نہ سمجھا جو اسکے مذہب کے موافق بیان کی گئی ہے اور اگر اس کی تاویل معلوم تھی تو اب کفارہ لازم ہوگا اور اس عورت پر بھی کفارہ لازم ہوگا جس نے ایسے شخص کی موافقت کی ہو جس کو جماع پر مجبور کیا گیا ہو۔

تشریح و مطالب :۔

الطین الارمنی :۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ گل ارمنی جو ایک قسم کی مٹی ہے جسے دواءً استعمال کیا جاتا ہے اسکے کھالینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی ہوگا خواہ اسکی عادت ہو یا اس کی عادت نہ ہو گل ارمنی کے بارے میں عادت کا اعتبار نہیں کیا جائیگا۔

ان اعتادا کلہ : یعنی اگر گل ارمنی کے علاوہ اور مٹی کھالی تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اس کی عادت مٹی کھانے کی ہے یا نہیں اگر اس کی عادت ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء کے ساتھ کفارہ بھی ہوگا۔

الملح القلیل : اس لئے کہ نمک آدمی کم ہی استعمال کرتا ہے اور زیادہ استعمال کرنے کی طرف نہ اس کی رغبت ہوتی ہے اور نہ زیادہ نمک دواءً استعمال کیا جاتا ہے۔

لا غیر ھما : مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی یا دوست کا تھوک نگل گیا تو اس وقت روزہ ٹوٹ جائے گا اور کفارہ ہوگا اس

لئے کہ انسان ان دونوں کے تھوک نگلنے میں کراہیت محسوس نہیں کرتا اسلئے کہ دونوں کا دل ملا ہوا ہوتا ہے ہاں اگر میاں بیوی یا دوستوں کے درمیان اس قدر بے تکلفی اور دل لگی نہ ہو اور وہ اس میں کراہیت محسوس کرتے ہوں تو اس وقت روزہ نہیں ٹوٹے گا اسلئے کہ جو علت ہے وہ مفقود ہے اور ان دونوں کے علاوہ میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء کے ساتھ کفارہ بھی ہوگا اسلئے کہ انسان دوسرے کے تھوک نگلنے میں کراہیت محسوس کرتا ہے اور یہاں مفسد صوم علت نہیں پائی جاتی۔

بعدغیبة :غیبت اس کو کہا جاتا ہے کہ آدمی کسی کی برائی کرے اور وہ اس کو ناپسند کرے اس میں ضروری نہیں کہ یہ بات اس تک پہونچی ہو اور یہ اسلئے ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **الغیبة تفطر الصائم بلغ اولم یبلغه**، لیکن اس حدیث شریف میں علماء نے تاویل کی ہے اور امام محمدؒ اور امام اوزاعیؒ اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہیں۔

الااذاافتاہ :۔ یہاں فقیہہ سے مراد فقیہہ مجتہد ہے جیسے کہ کوئی حنبلی مفتی تھا یا اہل حدیث تھا اور اس نے یہ فتویٰ دے دیا کہ سینگیاں لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ شخص جاہل ہو اس لئے کہ جاہل پر سوال کرنا ضروری ہے اور اس نے اس کے بارے میں سوال کیا اور اس کے اوپر ضروری ہے کہ مفتی کے قول پر عمل کرے لہٰذا اس وجہ سے اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔ (**کذا فی البرھان**)

سمع الحدیث :۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے **افطر الحاجم والمحجوم** ، یعنی سینگی لگانے والے کا اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے، چونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مفتی کے فتویٰ سے بڑھا ہوا ہے اس وجہ سے اس پر عمل کرنے کے بعد کفارہ لازم نہیں ہوگا اور اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ غیبت روزہ توڑ دیتی ہے جیسا کہ ابھی اوپر حدیث گذر چکی۔ علمائے کرام نے ان حدیثوں کے معنی عموماً یہی بیان فرمائے ہیں کہ روزہ کا مقصد فوت ہو جاتا ہے یہ نہیں کہ فرض بھی ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ اب اگر کسی نے ان احادیث کو دیکھ لیا مگر ان کے معانی دریافت نہ کر سکا یا کسی ایسے عالم نے فتویٰ دیا جو حنفی نہیں تھا جیسا کہ ابھی اوپر بیان کیا گیا کہ جس کی بناء پر اس شخص نے یہ خیال کر کے کہ اب روزہ ٹوٹ گیا قصداً کھا پی لیا تو اب اس صورت میں اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔

طاوعت :۔ اس کی یہ صورت ہوگی کہ عمرو کو مجبور کیا گیا کہ وہ جماع کرے اور ہندہ اس پر بخوشی تیار ہوگئی یعنی ہندہ پر جبر نہیں کیا گیا تو ہندہ پر کفارہ واجب ہوگا اور عمرو پر واجب نہیں ہوگا اسلئے کہ کفارہ کا سبب افساد صوم ہے نہ کہ نفس وقوع اور وہ پایا گیا اسلئے کہ ہندہ نے اپنے اوپر قابو دے دیا کہ اس سے جماع کیا جائے۔ (مراقی الفلاح بتصرف)

(**فَصلٌ فی الکَفَّارَةِ وَمایُسقِطُهَا عنِ الذِّمَّةِ**) تَسقُطُ الکَفَّارَةُ بِطُرُوِّ حَیضٍ اَوْ نِفَاسٍ اَوْ مَرَضٍ مُبِیحٍ لِلفِطرِ فِیْ یَوْمِهٖ وَلَاتَسقُطُ عَمَّنْ سُوْفِرَ بِهٖ کُرهاً بَعدَ لُزُوْمِهَا عَلَیهِ فِیْ ظَاهِرِ الرِّوَایَةِ وَالکَفَّارَةُ تَحرِیْرُ رَقَبَةٍ وَلَوْ کَانَتْ غَیرَ مُؤمِنَةٍ فَاِنْ عَجِزَ عَنْهُ صَامَ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَینِ لَیسَ فِیهِمَا یَومُ عِیْدٍ وَلَا اَیَّامُ التَّشرِیقِ فَاِن لَّمْ یَستَطِعِ الصَّوْمَ اَطعَمَ سِتِّینَ مِسکِیناً یُغَدِّیْهِمْ وَیُعَشِّیْهِمْ غَدَاءً وَعَشَاءً مُشبِعَینِ اَوْ غَدَائَینِ اَوْ عَشَائَینِ اَوْ عَشَاءً وَسُحُوْراً اَوْ یُعطِی کُلَّ فَقِیرٍ نِصفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ اَوْ دَقِیْقِهٖ اَوْ سَوِیقِهٖ اَوْ صَاعَ تَمرٍ اَوْ

شَعِيْرٍ اَوْ قِيْمَتَهُ وَكَفَتْ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ عَنْ جِمَاعٍ وَاَكْلٍ مُتَعَدِّدٍ فِيْ اَيَّامٍ لَمْ يَتَخَلَّلْهُ تَكْفِيْرٌ وَلَوْمِنْ رَمْضَانَيْنِ عَلَى الصَّحِيْحِ فَاِنْ تَخَلَّلَ التَّكْفِيْرُ لَاتَكْفِيْ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ.

ترجمہ:۔ فصل۔ کفارہ اور جو چیزیں کفارہ کو ذمہ سے ساقط کر دیتی ہیں۔ کفارہ ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے جس دن افطار کیا ہے اسی دن حیض و نفاس کے شروع ہو جانے سے یا کسی ایسے مرض کے لاحق ہو جانے سے جو افطار کو مباح کر دے اور اس شخص کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا جسے زبردستی سفر میں لے جایا گیا ہے اور کفارہ لازم ہو گیا تھا ظاہر روایت کے مطابق۔ اور کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا ہے اگر چہ وہ مسلمان نہ ہو، تو اگر اس سے عاجز ہو تو دو ماہ پے در پے روزہ رکھے اور ان روزوں کے درمیان میں نہ عید کا دن آئے اور نہ ایام تشریق ہو اور اگر روزوں کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے صبح کو صبح کا کھانا اور شام کو شام کا کھانا اور پیٹ بھر کر ہو یا دو دن صبح کو صبح کا کھانا کھلا دے یا دو دن رات کا کھانا کھلا دے یا شام کا اور سحری کا کھلا دے یا ہر ایک فقیر کو نصف صاع گیہوں یا اس کا آٹا یا ستو دیدے یا ایک صاع کھجور یا جو یا اس کی قیمت دیدے اور ایک ہی کفارہ کئی جماع کیلئے کافی ہو جائیگا یا کئی بار کھالینے سے لیکن درمیان میں کفارہ نہ ادا کیا ہو اگر چہ یہ کام دو رمضانوں میں کیا ہو صحیح مذہب کے مطابق۔ اور اگر درمیان میں ایک کفارہ دیا تھا تو ظاہر روایت کے مطابق ایک کفارہ کافی نہ ہوگا۔

تشریح و مطالب:۔ ابھی تک اس کو بیان کر رہے تھے کب اور کن صورتوں میں کفارہ واجب ہوتا ہے جب اسے بیان کر چکے تو اب یہاں سے ان صورتوں کو بیان کر رہے ہیں کہ کب کفارہ ساقط ہو جاتا ہے اور کفارہ کس طرح ادا ہوگا چونکہ یہ پہلے بیان کرنا ضروری تھا کہ کفارہ کب واجب ہوتا ہے اس لئے کہ جب نماز فرض ہوتی ہے اور اس کا وقت آجاتا ہے اس وقت ادا کرنا ذمہ میں لازم ہوتا ہے اس سے پہلے نہیں اسی طرح یہاں پر جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ اب کفارہ لازم ہو گیا تو اب یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ کفارہ کس طرح ادا ہوگا اس میں کیا کرنا ہوگا کفارہ واجب پہلے ہوتا ہے بعد میں ذمہ سے ساقط کیا جاتا ہے اس لئے اسے مؤخر کیا۔ واللہ اعلم

تسقط:۔ یعنی وہ کفارہ جو اسکے ذمہ میں واجب ہوا تھا جس کا ادا کرنا ضروری تھا وہ ساقط ہو جائے گا۔

مرض مبیح:۔ یعنی یہ مرض اس نے خود پیدا نہ کیا ہو اس لئے کہ اگر کسی نے اپنے جسم کو زخمی کر لیا یا اسی طرح سے کسی اونچی جگہ سے گرالیا یا اسی طرح کوئی دوا استعمال کر لی یا اسی طرح زیادہ چلا اور اس سے شدید پیاس لگ گئی تو اس صورت میں اگر وہ افطار کرے گا تو کفارہ اسکے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔

لاتسقط:۔ یعنی کسی نے روزہ کو توڑ دیا اب اسکے بعد سفر میں جاتا ہے یا کوئی اسے مجبور کر کے لے جاتا ہے دونوں صورتوں میں کفارہ واجب ہوگا، ہاں اگر سفر میں جانے کے بعد خواہ خود سے گیا ہو یا کوئی مجبور کر کے لے گیا ہو افطار کیا تو اب ان دونوں صورتوں میں کفارہ واجب نہ ہوگا اس لئے کہ سفر کی حالت میں اختیار ہے اور یہ شخص سفر میں ہے۔ (طحطاوی)

او عشاء وسحوراً:۔ مگر یہ تمام صورتیں جو بیان کی گئی ہیں کہ یا تو دو دن صبح کو کھلا دے یا دو دن شام کو کھلا دے یا اسی طرح ایک دن شام کو کھلا دے اور ایک وقت سحری میں کھلا دے ان تمام صورتوں میں شرط یہ ہوگی کہ دوسرے دن جن ساٹھ فقیروں کو کھلائے گا وہی فقیر ہوں کہ جن کو پہلے دن کھلایا تھا اگر یہ بات نہ ہوئی بلکہ دوسرے

وقت اور فقیر ہو گئے تو کفارہ ادا نہ ہوگا، البتہ یہ صورت درست ہے کہ ایک ہی فقیر کو دو دو وقت ساٹھ دن تک کھلاتا رہے لیکن اگر کسی نے اسی پر قیاس کر کے ایک فقیر کو دو دو وقت کے حساب سے خوراک دیدی تو کفارہ ادا نہ ہوگا۔ اگر کھانا کھلایا اور اس میں گیہوں کی روٹیاں ہیں تو اب اس میں سالن شرط نہیں اگر بلا سالن کے کھلا دیا تو درست ہے لیکن اگر کھانے میں جو کی روٹی تھی تو اب سالن ضروری ہے اور اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ جن کو کھانا کھلایا جارہا ہے وہ بھوکے بھی ہوں اگر کسی ایسے کو کھلا دیا جو کھانا کھائے ہوئے تھا اور اس نے اس مقدار میں کھانا بھی کھالیا جس مقدار میں ایک بھوکا کھاتا ہے تب بھی کفارہ ادا نہ ہوگا۔ (مراقی الفلاح)

من بر :۔ گیہوں کے علاوہ میں تمام غلے ایک صاع دیئے جائیں گے خواہ وہ جس نوعیت کے ہوں۔ (مراقی الفلاح)

(ف) غلام میں کوئی عیب نہیں ہونا چاہئے مثلاً وہ اندھا نہ ہو، بہرا نہ ہو یا اسیطرح اور کوئی عیب نہ ہو جسے عیب کہا جاتا ہو۔

بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّوْمَ مِنْ غَيْرِ كَفَّارَةٍ وَيُوجِبُ الْقَضَاءَ

وَهُوَ سَبْعَةٌ وَخَمْسُوْنَ شَيْئاً اِذَا اَكَلَ الصَّائِمُ اَرُزًّا نِيًّا اَوْ عَجِيْناً اَوْ دَقِيْقاً اَوْ مِلْحاً كَثِيْراً دَفْعَةً اَوْ طِيْناً غَيْرَ اَرْمَنِى لَمْ يَعْتَدْ اَكْلَهُ اَوْ نَوَاةً اَوْ قُطْناً اَوْ كَاغِذاً اَوْ سَفَرْجَلاً وَلَمْ يُطْبَخْ اَوْ جَوْزَةً رَطْبَةً اَوِ ابْتَلَعَ حَصَاةً اَوْ حَدِيْداً اَوْ تُرَاباً اَوْ حَجَراً اَوِ احْتَقَنَ اَوِ اسْتَعَطَ اَوْ اَوْجَرَ بِصَبِّ شَيْءٍ فِىْ حَلْقِهِ عَلَى الْاَصَحِّ اَوْ اَقْطَرَ فِىْ اُذُنِهِ دُهْناً اَوْ مَاءً فِى الْاَصَحِّ اَوْ دَاوىٰ جَائِفَةً اَوْ آمَّةً بِدَوَاءٍ وَوَصَلَ اِلىٰ جَوْفِهِ اَوْ دِمَاغِهِ اَوْ دَخَلَ حَلْقَهُ مَطَرٌ اَوْ ثَلْجٌ فِى الْاَصَحِّ وَلَمْ يَبْتَلِعْهُ بِصُنْعِهِ.

ترجمہ :۔ وہ چیزیں جو روزہ کو توڑ دیتی ہیں اور قضاء واجب ہوتی ہے اور کفارہ واجب نہیں ہوتا، اور وہ ستاون چیزیں ہیں، جب روزہ دار کچا چاول یا گوندھا ہوا آٹا، یا آٹا یا بہت زیادہ نمک ایک ہی مرتبہ میں کھا جائے یا ارمنی مٹی کے علاوہ جس کے کھانے کی عادت نہ ہو یا گٹھلیاں یا روئی یا کاغذ یا سفر جل اور وہ پکائی ہوئی نہ ہو، یا ہرا اخروٹ یا کنکری یا لوہا یا مٹی یا پتھر نگل جائے، یا حقنہ لے یا ناک میں دوا ڈالے، یا کسی چیز کو حلق میں ڈال کر اندر پہونچائی صحیح مسلک کے بموجب یا کان میں تیل یا پانی ٹپکایا صحیح مذہب میں یا پیٹ کے زخم میں یا ناک کے زخم میں دوا لگائی اور وہ اس کے پیٹ تک یا دماغ تک پہنچ گئی یا اس کے حلق میں بارش یا برف چلی گئی صحیح مذہب کے مطابق، اور اسے اپنے فعل سے نہیں نگلا۔

تشریح و مطالب :۔ مصنفؒ نے اس سے قبل یہ بیان کیا کہ کب کفارہ ساقط ہو جاتا ہے اور کفارہ میں کیا کیا جاتا ہے، اب اس کے بعد یہ بیان کر رہے ہیں کہ کون کون صورتیں ہیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضاء کرنی پڑتی ہے، کفارہ سے بری ہو جاتا ہے کیونکہ کفارہ کی صورت میں سزا زائد ہوتی ہے اس لئے اسے مقدم کیا اور صرف قضاء کرنے میں سزا کم ہوتی ہے اس لئے اسے بعد میں ذکر کیا۔ واللہ اعلم

هو سبعةو خمسون :۔ اسی میں انحصار نہیں بلکہ تعداد تقریباً کی ہے۔ اس سے زائد چیزیں بھی ہو سکتی ہیں۔ (مراقی)

ارز :۔ اس لئے کہ عادۃً کچا چاول نہیں کھایا جاتا اور اگر پکا ہوا چاول ہوگا تو کفارہ بھی واجب ہوگا اور مصنفؒ اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

عجیناً او دقیقاً :۔ مطلب یہ ہے کہ صرف آٹا ہی ہو اس لئے کہ گوندھا ہوا آٹا یا خشک آٹا انسان نہیں کھاتا لیکن گھی میں ملا ہوا ہو یا اسی طرح شکر ملی ہوئی تھی اور اس کو کھالیا تو اب صرف قضاء سے کام نہ چلے گا بلکہ اس کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہو جائے گا۔ (مراقی الفلاح)

ملحاکثیراً :۔ کم نمک کا حکم تو گذر گیا، اب اگر کسی نے بہت زیادہ نمک ایک مرتبہ میں کھالیا تو چونکہ زیادہ نمک انسان کھانے کا عادی نہیں ہوتا اسلئے صرف قضاء ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا اور کم کی صورت میں کفارہ واجب ہوگا۔

کاغذ :۔ اس لئے کہ یہ بھی انسان عادتاً کھایا نہیں کرتا اس لئے کفارہ واجب نہ ہوگا۔

سفرجل :۔ اس سے مراد وہ پھل ہے جو پکنے سے قبل نہیں کھایا جاتا اور اسکے لغوی معنی ہیں بہی دانہ۔ (مراقی)

جوز قرطبة :۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں لب نہ ہو۔

حصاة وحدیداً :۔ یا اسی طرح سے سونا اور چاندی، رانگا، پیتل وغیرہ۔

احتقن :۔ حقنہ پاخانے کے راستہ سے دوا پہونچانے کو کہا جاتا ہے۔

استعط :۔ اور اگر ناک میں دوا ڈالی جائے تو اس کو سعوط کہا جاتا ہے۔

علی الاصح :۔ یہ حقنہ اور اسکے مابعد سے متعلق ہے اور امام ابو یوسفؒ کے قول سے احتراز ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک کفارہ لازم ہو جاتا ہے۔

فی الاصح :۔ یعنی ایک قطرہ تیل یا پانی کان میں چلے جانے سے صرف قضاء کرنی ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا اسلئے کہ اس سے بدن کی اصلاح نہیں ہوتی، قاضیخاں نے فرمایا اور اسکی توضیح کمال الدین نے بھی کی ہے اور محیط میں بھی ایسا ہی ہے کہ ایک قطرہ سے دماغ کو نقصان ہوتا ہے فائدہ نہیں پہونچتا، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، نہ تو صورتاً اور نہ معناً۔

او داوی :۔ جو دوا پیٹ کے زخم پر لگا رہا ہے خواہ وہ خشک ہو یا تر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اَوْ اَفْطَرَ خَطأً بِسَبْقِ مَاءِ الْمَضْمَضَةِ اِلٰی جَوْفِهٖ اَوْ اَفْطَرَ مُكْرَهاً وَلَوْ بِالْجِمَاعِ اَوْ اُكْرِهَتْ عَلَی الجِمَاعِ اَوْ اَفْطَرَتْ خَوْفاً عَلٰی نَفْسِهَا مِنْ اَنْ تَمْرَضَ مِنَ الْخِدْمَةِ اَمَةً كَانَتْ اَوْ مَنْكُوْحَةً اَوْ صَبَّ اَحَدٌ فِی جَوْفِهٖ مَاءً وَهُوَ نَائِمٌ اَوْ اَكَلَ عَمَداً بَعْدَ اَكْلِهٖ نَاسِیاً وَلَوْ عَلِمَ الْخَبَرَ عَلَی الاَصَحِّ اَوْ جَامَعَ نَاسِیاً ثُمَّ جَامَعَ عَامِداً اَوْ اَكَلَ بَعْدَ مَانَوٰی نَهَاراً وَلَمْ یُبَیِّتْ نِیَّتَهٗ اَوْ اَصْبَحَ مُسَافِراً فَنَوَی الاِقَامَةَ ثُمَّ اَكَلَ اَوْ سَافَرَ بَعْدَ مَا اَصْبَحَ مُقِیْماً فَاَكَلَ اَوْ اَمْسَكَ بِلاَنِیَّةِ صَوْمٍ وَلاَ نِیَّةِ فِطْرٍ اَوْ تَسَحَّرَ اَوْ جَامَعَ شَاكّاً فِی طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَهُوَ طَالِعٌ اَوْ اَفْطَرَ بِظَنِّ الْغُرُوْبِ وَالشَّمْسُ بَاقِیَةٌ اَوْ اَنْزَلَ بِوَطْیِ مَیْتَةٍ اَوْ بَهِیْمَةٍ اَوْ بِتَفْخِیْذٍ اَوْ بِتَبْطِیْنٍ اَوْ قُبْلَةٍ اَوْ لَمْسٍ اَوْ اَفْسَدَ صَوْمَ غَیْرِ اَدَاءِ رَمَضَانَ اَوْ وُطِئَتْ وَهِیَ نَائِمَةٌ اَوْ اَقْطَرَتْ فِی فَرْجِهَا عَلَی الاَصَحِّ۔

ترجمہ :۔ مضمضہ میں حلق کے اندر پانی چلے جانے کی وجہ سے افطار کر لیا ہو، یا حالت اکراہ میں افطار کیا ہو اگرچہ جماع ہی سے ہو، یا عورت کو جماع کرانے پر مجبور کیا گیا خواہ باندی ہو یا منکوحہ اس کو خدمت کی وجہ سے اپنے اوپر

مرض کا ڈر ہو گیا اور افطار کر لیا، یا کسی کے پیٹ کے اندر پانی ڈال دیا گیا اور وہ سو رہا تھا، یا بھول کر کھانے کے بعد جان بوجھ کر کھالیا، صحیح مسلک کے مطابق اگرچہ وہ حدیث کو جانتا ہو، یا بھول کر جماع کرنے کے بعد جان کر جماع کر لیا یا رات سے نیت نہیں کی تھی اور دن میں نیت کر کے کھالیا، یا صبح کی مسافر کی حالت میں پھر اقامت کی نیت کر لی اور پھر کھالیا، یا صبح کو مقیم تھا پھر سفر شروع کر دیا اور کھالیا اور بلا افطار اور روزہ کی نیت کے رکا رہا یا سحری کھایا یا جماع کیا اور اس کو طلوع فجر میں شک تھا یا یہ گمان کرتے ہوئے افطار کر لیا کہ سورج غروب ہو گیا ہو گا اور آفتاب ابھی باقی تھا یا مردے یا جانور کے ساتھ یا ران یا پیٹ سے مس کرنے یا بوسہ لینے اور چھونے سے انزال ہو جانے کی وجہ سے یا رمضان کے علاوہ کسی روزہ کو فاسد کر دیا یا وطی کیا اور عورت سو رہی تھی یا عورت نے اپنی شرمگاہ میں کوئی چیز ٹپکالی۔

تشریح و مطالب :۔ المضمضة : اس لئے کہ پانی خود سے پہونچا ہے اس کو پہنچایا نہیں گیا ہے اس لئے صرف قضا ہو گی کفارہ نہیں۔

بالجماع :۔ یعنی اپنی بیوی ہو، اور اگر صرف آلہ میں انتشار ہوا تھا اور جماع نہیں کرایا گیا تھا تو صرف انتشار سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ اس میں نہ تو صورتاً جماع ہے اور نہ معناً۔

الجماع :۔ یعنی کسی عورت کو مجبور کیا گیا اور اس سے جماع کیا گیا تو اس پر بھی کفارہ واجب نہیں ہو گا اس لئے کہ اگر کوئی کام حالت اکراہ میں کیا جائے تو اس سے کفارہ لازم نہیں آتا بلکہ صرف قضاء کیا جائے گا، اور اسی پر فتویٰ ہے اگرچہ یہ عورت دخول ذکر کے بعد اب راضی ہو گئی ہو اس لئے کہ اب تو روزہ فاسد ہو ہی گیا لہٰذا جب پہلے قضاء لازم ہو گئی تو اب کفارہ نہیں ہو گا اور خود سے توڑنا نہیں پایا گیا۔

او صب احد :۔ یعنی زید سو رہا تھا اور وہ روزے سے تھا، اب کسی نے اسی حالت میں اسکے پیٹ کے اندر پانی پہونچا دیا تو اب اس پر کفارہ نہیں ہو گا، اور یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی سو رہا تھا اور اسی حالت میں پانی پی لیا اس کا حکم ناسی کا حکم نہیں ہو گا اسلئے کہ جو بھولا ہوا ہے اسے اپنے ذبح کئے جانے کی خبر ہوتی ہے اور سونے والے کو اس کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ (مراقی)

ولو علم الخبر :۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من نسی وھو صائم فاکل او شرب فلیتم صومہ امام شافعیؒ کے نزدیک فرض روزہ کیلئے رات سے نیت کرنا ضروری ہے انکے یہاں اس شخص کا روزہ نہیں ہوا جس نے رات سے نیت نہیں کی اور دن میں کی، امام شافعیؒ کے اس فتویٰ کی بناء پر ایک شبہہ اور افطار کے جرم میں کمزوری آگئی اس کمزوری کی بناء پر کفارہ کا حکم نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ کفارہ کا لگانا اور اس کا واجب ہونا ایک سزا ہے اور سزا شبہہ کی صورت میں لازم نہیں ہوتی۔

علی الاصح :۔ اس لئے کہ یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے علم واجب نہیں ہوتا تو اس پر عمل کرنا واجب ہو گیا اور وہ عمل کرنا قضاء ہے نہ کہ کفارہ اور ظاہر روایت سے صرف قضاء کا ثبوت ہوتا ہے اور قاضی خاں نے بھی اسی کو صحیح کہا ہے۔ (مراقی الفلاح)

اصبح مسافراً :۔ اور اسکے اندر شرط یہ ہے کہ رات ہی کو سفر کی نیت کرلی ہو اور اس کا وہ ارادہ ختم نہ ہوا ہو اور اگر افطار کے بعد سفر کی نیت کی تو اس وقت قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوگا۔

فنوی الاقامة :۔ یعنی ایک شخص صبح کے وقت مسافر شرعی تھا اور اسکے بعد وہ مقیم ہو گیا تو اب اقامت کے بعد اس کا کھانا پینا حرام ہے لیکن اس کے کھانے پر کفارہ واجب نہ ہوگا۔ (مراقی)

فاکل :۔ اس میں شرط یہ ہے کہ آبادی سے باہر جاکر کھایا ہو، اگر آبادی کے اندر کھایا تو اس صورت میں کفارہ واجب ہو جائے گا اس لئے کہ ابھی یہ مسافر نہیں ہوا ہے اسی وجہ سے آبادی کے اندر نمازوں میں قصر نہیں کیا جاتا۔

بلانیة صوم :۔ یعنی رمضان شریف کے مہینہ میں کسی دن روزہ نہ رکھنے کا ارادہ کیا اور پورے دن بلا کچھ کھائے پیئے گذار دیا تو اس صورت میں بھی اس دن کی قضاء لازم ہوگی۔ (مراقی الفلاح)

او جامع شاکا :۔ یعنی سحری کے بعد کسی نے اپنی بیوی سے جماع کیا اور اس کو یہ شک تھا کہ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی ہے حالانکہ سحری کا وقت ختم اور طلوع فجر ہو گئی تھی تو اب اس صورت میں صرف قضاء کرنی پڑے گی کفارہ واجب نہ ہوگا اس لئے کہ شک کی حالت میں کفارہ واجب نہیں ہوتا جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے اس لئے کہ اصل رات کا باقی رہنا ہے لہٰذا یہ بات شک کی وجہ سے زائل نہیں ہو سکتی۔ اور امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ آپ فرماتے تھے جس نے شک کی حالت میں کھانا کھایا اس نے برا کیا، جب کی اس کی آنکھ میں کوئی عیب ہو یا رات چاندنی تھی اور صبح کا پتہ نہ لگ سکا یا اسی طرح رات بہت تاریک تھی یا اسی طرح کسی ایسے مکان میں تھا کہ وہاں پر کچھ اندازہ ہی نہیں لگتا تھا اسلئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے دع ما یریبك الی مالا یریبك اور جب یہ بھی متعین نہ ہوتا ہو کہ صبح ہو گئی تھی یا رات ہی تھی، تو اس صورت میں اس پر قضاء بھی نہیں ہوگی۔ (مراقی الفلاح بتقدیم و تاخیر)

بظن الغروب :۔ یعنی ظن غالب ہو اگر صرف شک ہوگا تو کفارہ بھی واجب ہو جائے گا، اس لئے کہ اصل دن کا باقی رہنا تو صرف شک کا ہونا کفارہ کو ساقط کرنے کے لئے کافی نہ ہوگا، اور اگر غروب آفتاب میں شک ہو اور کوئی جہت متعین نہ ہوتی ہو تو اس وقت لزوم کفارہ میں دو روایتیں ہیں، فقیہہ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ کفارہ لازم ہوگا اور جب اس کو غالب ظن ہو کہ آفتاب ابھی چھپا نہیں ہے، اور اس نے کھالیا تو اس پر کفارہ ہوگا چاہے یہ بات ثابت ہو کہ غروب آفتاب سے پہلے کھایا ہے یا نہ کھایا ہو اس لئے کہ اصل یہی ہے کہ ابھی دن ہے اور غلبۂ ظن کا مقام یقین کی طرح ہے۔ (مراقی)

بوطئة میتة :۔ اس لئے کہ جماع کے اندر نقصان پایا جاتا ہے جماع کا مطلب حاصل نہیں ہوتا۔

غیر اداء رمضان :۔ اس لئے کہ جو ثواب و اجر رمضان کے روزہ میں ہے وہ دوسرے روزوں میں نہیں ہے اس وجہ سے اس میں صرف قضاء ہوگی کفارہ نہیں ہوگا تاکہ رمضان کی ایک امتیازی شان ہو جائے۔

اَوْ اَدْخَلَ اِصْبَعَهٗ مَبْلُولَةً بِمَاءٍ اَوْ دُهْنٍ فِیْ دُبُرِهٖ اَوْ اَدْخَلَتْهُ فِیْ فَرْجِهَا الدَّاخِلِ فِی الْمُخْتَارِ اَوْ اَدْخَلَ قُطْنَةً فِیْ دُبُرِهٖ اَوْ فِیْ فَرْجِهَا الدَّاخِلِ وَغَیَّبَهَا اَوْ اَدْخَلَ حَلْقَهٗ دُخَاناً بِصُنْعِهٖ اَوِ اسْتَقَاءَ وَلَوْ دُوْنَ مِلْءِ الْفَمِ فِیْ ظَاهِرِ

الرِّوَايَةِ وَشَرَطَ اَبُوْيُوْسُف مِلْأَ الفَمِ وَهُوَ الصَّحِيْحُ اَوْ اَعَادَ مَاذَرَعَهُ مِنَ القَيْئِ وَكَانَ مِلْأَ الفَمِ وَهُوَ ذَاكِرٌ لِصَوْمِهٖ اَوْ اَكَلَ مَابَيْنَ اَسْنَانِهٖ وَكَانَ قَدْرَ الحِمَّصَةِ اَوْ نَوَى الصَّوْمَ نَهَاراً بَعْدَ مَا اَكَلَ نَاسِياً قَبْلَ اِيْجَادِ نِيَّتِهٖ مِنَ النَّهَارِ اَوْ اُغْمِيَ عَلَيْهِ وَلَوْ جَمِيْعَ الشَّهْرِ اِلاَّ اَنَّهٗ لاَيَقْضِيْ اليَوْمَ الَّذِيْ حَدَثَ فِيْهِ الاِغْمَاءُ اَوْ حَدَثَ فِيْ لَيْلَتِهٖ اَوْ جُنَّ غَيْرَ مُمْتَدٍّ جَمِيْعَ الشَّهْرِ وَلاَ يَلْزَمُهٗ قَضَاءُهٗ بِاِفَاقَتِهٖ لَيْلاً اَوْنَهَاراً بَعْدَ فَوَاتِ وَقْتِ النِّيَّةِ فِي الصَّحِيْحِ.

ترجمہ:۔ یا اپنی تر انگلی کو جو پانی یا تیل میں لگی ہوئی تھے اس کو پاخانہ کے مقام میں داخل کر دیا یا عورت نے اپنے فرج کے اندرونی حصہ میں داخل کر لیا مذہب مختار کے مطابق یا مرد نے روئی کو اپنے پاخانہ کے مقام میں داخل کر کے یا عورت نے اپنی شرمگاہ میں داخل کر کے چھپا لیا، یا اپنے حلق میں دھواں کو داخل کر لیا یا خود سے قے کی اگر چہ وہ منہ بھر سے کم ہی ہو ظاہر روایت کے مطابق اور امام ابو یوسفؒ نے منہ بھر کی قید لگائی ہے اور یہی صحیح ہے، یا اسے اپنا روزہ یاد تھا اور جو قے آرہی تھی اسے واپس لوٹا دی اور وہ بھر کر تھی یا جو چیز دانتوں کے درمیان تھی اسے کھا لیا اور وہ چنے کے دانے کے برابر تھی یا دن میں روزہ کی نیت کی اور اس کے بعد کچھ بھول کر کھا لیا تھا اس سے قبل کہ دن کو تجدید نیت کرتا، یا اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی اگر چہ یہ حالت پورے مہینہ رہی ہو لیکن جس دن یا جس شب میں یہ بے ہوشی طاری ہوئی ہے اس کی قضاء نہیں کرے گا یا پاگل ہو گیا مگر تمام مہینہ نہیں رہا اور صحیح مذہب کے مطابق نہیں قضا کرے گا رات یا دن میں ہوش آجانے کے بعد جب وقت نیت نکل گیا ہو۔

تشریح و مطالب:۔ فی دبرہ:۔ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ کسی چیز کا داخل میں یا جو حکم داخل میں چلا جانا مفسد صوم ہے اور دبر داخل کے حکم میں ہے اس لئے روزہ ٹوٹ جائیگا لیکن اس طرح عادتاً نہیں کیا جاتا اور کمال وصول ماء یاد ہن نہیں پایا گیا اس لئے قضاء کے ساتھ کفارہ لازم نہیں ہو گا۔

غیبھا:۔ لیکن اگر تمام روئی اندر نہیں گئی بلکہ کچھ حصہ باہر رہ گیا تو اب اس صورت میں یہ مفسد صوم نہیں ہو گا اسلئے کہ کسی چیز کے پورے حصہ کا داخل نہ ہونا اسکے کل کے کل داخل ہونے کے حکم میں ہے۔ (مراقی بتصرف)

ادخل:۔ اس لئے کہ یہاں پر ادخال خود پایا جا رہا ہے اور اس سے کچھ سکون ملتا ہے، اس لئے روزہ تو فاسد ہو جائے گا، قضا واجب ہو گی لیکن کفارہ واجب نہیں ہو گا اس لئے کہ اس سے کمال متمتع نہیں ہوتا لیکن اگر کسی نے عود اور عنبر کا دھواں یا تمباکو کا دھواں داخل کر لیا تو اس سے کفارہ واجب ہو جائیگا اس لئے کہ اس پر تداوی کی تعریف صادق آتی ہے اور ان چیزوں کی طرف طبیعت کو بھی رغبت ہوتی ہے۔ (مراقی الفلاح)

ظاہر الروایۃ:۔ لقوله علیه السلام من استقاء عمداً فلیقض اور اس حدیث شریف میں کوئی قید نہیں ہے کہ منہ بھر کر ہو یا منہ بھر سے کم ہو۔

ھو الصحیح:۔ یعنی حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ناقض صوم قے اس وقت ہو گی جبکہ وہ منہ بھر کر ہو اس لئے کہ اس سے کم پر حکماً کالعدم ہے اور اسی لئے اس سے کم میں وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔ (مراقی)

او اعاد :۔ یعنی قے جو آرہی تھی وہ منہ بھر کر تھی اور اسے خود سے لوٹا دیا تو اب اس کا روزہ ٹوٹ جائیگا اور اس روزہ کی قضا ہو گی کفارہ نہیں ہو گا اور اگر اس سے کم ہو اور اس کو لوٹا دیا ہے تو اب اس میں روایتیں ہیں۔

الذی حدث فیہ :۔ اس صورت میں شرط یہ ہے کہ اس دن بے ہوشی کی حالت میں اس کو کوئی پیر نہ کھلائی گئی ہو تو چونکہ رمضان میں ہر آدمی کا ارادہ روزہ رکھنے کا ہوتا ہے لہٰذا نیت بھی پائی گئی اور روزے کے دونوں جزء پورے ہو گئے البتہ اگر اسکو یاد ہے کہ اس دن روزہ کا ارادہ نہیں کیا تھا تو اس وقت لامحالہ اس دن کی قضاء لازم ہو گی۔ (مراقی)

فی الصحیح :۔ یعنی اگر رات میں افاقہ ہو گیا تو اس پر قضاء نہیں ہو گی اس لئے کہ رات میں قضاء روزہ نہیں رکھا جاتا اور اسی پر فتویٰ ہے اور اسی طرح اگر زوال کے بعد ٹھیک ہو گیا تو چونکہ زوال کے بعد نیت نہیں کی جاسکتی اسی طرح مجموع النوازل میں ہے اور مجتبیٰ اور نہایہ میں بھی یہی مسئلہ ہے اور اسی کو شمس الائمہ نے اختیار کیا ہے اور علامہ ابن ہمام نے یہ لکھا ہے کہ اس پر قضاء لازم ہو گی جس وقت بھی اسے افاقہ ہو۔ اور فی الصحیح کہہ کر اسی قول کی تردید مقصود ہے۔

(ف) جنون کی کئی صورتیں ہیں (۱) سارا رمضان اس حالت میں ختم ہو گیا اور اس کو آرام نہیں ہوا تو اب اس صورت میں اس پر قضاء نہیں ہو گا اس لئے کہ وہ اس جنون کی وجہ سے غیر مکلف ہو گیا اب اگر اس کو رمضان کے آخری دن زوال کے بعد جب کہ نیت کا وقت ختم ہو گیا اس وقت آرام ہوا تو اس وقت بھی اس پر قضا لازم نہیں ہو گی (۲) رمضان کے آخری دن میں زوال سے پہلے یا اس سے بھی پہلے اس کو آرام ہو گیا تو اس صورت میں اس پر ان تمام روزوں کی قضا لازم ہو گی جن میں وہ پاگل رہا البتہ اگر وہ بیمار ہو گیا اور اس کی یہ بیماری پورے دن رہی تو اس پر یہ لازم نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

يَجِبُ الْاِمْسَاكُ بَقِيَّةَ الْيَوْمِ عَلٰى مَنْ فَسَدَ صَوْمُهٗ وَعَلٰى حَائِضٍ وَنُفَسَاءَ طَهُرَتَا بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَعَلٰى صَبِيٍّ بَلَغَ وَكَافِرٍ اَسْلَمَ وَعَلَيْهِمُ الْقَضَاءُ اِلَّا الْاٰخِيْرَيْنِ.

ترجمہ :۔ جس نے رمضان شریف کے مہینے میں روزہ کو توڑ دیا یا حیض والی عورت یا نفاس والی عورت طلوع فجر کے بعد پاک ہو گئی تو بقیہ دن کھانے سے رکا رہنا واجب ہے اور اس بچہ پر جو بالغ ہوا ہو اور اس کافر پر جو اسلام لایا اور پہلے والوں پر قضاء ہے مگر بعد والوں پر نہیں۔

تشریح و مطالب :۔ مصنفؒ ابھی تک ان احکامات کو بیان فرما رہے تھے جو کفارہ اور قضا کے وقت کئے جاتے ہیں، نیز کب کفارہ واجب ہوتا ہے اور کب قضا اور کب دونوں واجب ہوتے ہیں اور ان کے تفصیلی احکامات بیان کر رہے تھے۔ جب اسے بیان کر چکے اور ان کا مقدم کرنا ضروری تھا اب اسکے بعد ان احکام کو بیان کر رہے ہیں کہ وہ کون سی چیزیں ہیں اور کیسے کیسے وقت ہیں کہ جب وہ پیش آجاتے ہیں تو اس کے بعد رمضان کے مہینہ میں کھانے سے رکنا واجب ہو جاتا ہے اور اس میں کون سی ایسی صورت ہے کہ اس میں قضاء ہے۔

فسد :۔ اس کو مطلق ذکر کر کے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر عذر زائل ہو گیا ہو جیسے دشمن سے لڑائی کر رہا تھا لیکن بعد میں لڑائی ختم ہو گئی یا اسی طرح سے سخت بخار تھا اور بعد میں ختم ہو گیا، لہٰذا ان لوگوں پر بھی بقیہ دن کھانے پینے سے رکا رہنا واجب ہے۔

طهرتا:۔ یہ قید اس وجہ سے لگانے کی ضرورت پیش آئی کہ جب یہ بات معلوم ہو کہ حیض اور نفاس ابھی باقی ہے تو اس میں کھانے سے رکنا اور روزہ رکھنا حرام ہے، لیکن مریض جب ٹھیک ہو گیا اور مسافر جب مقیم ہو گیا تو ان لوگوں کے اوپر کھانے سے رکنا واجب نہیں ہے اسلئے کہ ان کیلئے افطار جائز ہے لیکن یہ لوگ چھپ کر کھائیں علانیہ نہیں۔

الاخیرین:۔ اس لئے کہ جب تک بچہ بالغ نہیں ہوا تھا اور اسی طرح کافر مسلمان نہیں ہوا تھا تو یہ دونوں طلوع فجر کے وقت مخاطب نہیں تھے اس لئے ان پر قضا واجب نہیں، لیکن اگر پاگل افاقہ پا گیا تو اب اس پر قضاء واجب ہو گی یا نہ ہو گی اس کے بارے میں اختلاف ہے۔

فَصْلٌ فِيْمَا يَكْرَهُ لِلصَّائِمِ وَفِيْمَا لَايَكْرَهُ وَمَا يَسْتَحِبُّ

كُرِهَ لِلصَّائِمِ سَبْعَةُ اَشْيَاءَ ذَوْقُ شَيْءٍ وَمَضْغُهُ بِلاَ عُذْرٍ وَمَضْغُ الْعِلْكِ وَالْقُبْلَةُ وَالْمُبَاشَرَةُ اِنْ لَمْ يَامَنْ فِيْهِمَا عَلٰى نَفْسِهِ الاِنْزَالَ اَوِ الْجِمَاعَ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَجَمْعُ الرِّيْقِ فِي الْفَمِ ثُمَّ اِبْتِلاَعُهُ وَمَا ظَنَّ اَنَّهُ يُضْعِفُهُ كَالْفَصْدِ وَالْحِجَامَةِ وَتِسْعَةُ اَشْيَاءَ لاَتُكْرَهُ لِلصَّائِمِ الْقُبْلَةُ وَالْمُبَاشَرَةُ مَعَ الاَمْنِ وَدَهْنُ الشَّارِبِ وَالْكُحْلُ وَالْحِجَامَةُ وَالْفَصْدُ وَالسِّوَاكُ آخِرَ النَّهَارِ بَلْ هُوَ سُنَّةٌ كَاَوَّلِهِ وَلَوْ كَانَ رَطْباً اَوْ مَبْلُوْلاً بِالْمَاءِ وَالْمَضْمَضَةُ وَالاِسْتِنْشَاقُ بِغَيْرِ وُضُوْءٍ وَالاِغْتِسَالُ وَالتَّلَفُّفُ بِثَوْبٍ مُبْتَلٍّ لِلتَّبَرُّدِ عَلَى الْمُفْتٰى بِهِ وَيُسْتَحَبُّ لَهُ ثَلاَثَةُ اَشْيَاءَ السُّحُوْرُ وَتَاخِيْرُهُ وَتَعْجِيْلُ الْفِطْرِ فِيْ غَيْرِ يَوْمِ غَيْمٍ.

ترجمہ:۔ فصل۔ وہ کام جو روزہ دار کے لئے مکروہ ہے اور جو کام مکروہ نہیں ہے اور وہ امور جن کا کرنا مستحب ہے۔ روزہ دار کے لئے سات چیزیں مکروہ ہیں، کسی چیز کا چکھنا اور بلا عذر کے اس کا چبانا، مصطگی کا چبانا اور بوسہ لینا اور معانقہ کرنا اگر اپنے اوپر جماع اور انزال کا خطرہ ہو، ظاہر روایت کے بموجب اور تھوک کا منھ میں اکٹھا کر کے اس کا نگل جانا اور ہر وہ کام کہ جس سے خیال ہو کہ روزہ کو کمزور کر دیگا جیسے فصد یا حجامت یعنی سینگی لگوانا۔ اور نو چیزیں روزہ دار کے لئے مکروہ نہیں ہیں بوسہ لینا اور معانقہ کرنا اگر اپنے اوپر مامون ہو، اور مونچھوں میں تیل لگانا اور سرمہ لگانا، پچھنے لگوانا اور فصد کھلوانا، اور آخری دن میں مسواک کرنا بلکہ وہ اول دن کی طرح سنت ہے اگر چہ وہ تر ہو یا پانی سے بھیگی ہوئی ہو، وضو کے علاوہ مضمضہ اور استنشاق کرنا اور غسل کرنا قول مفتی بہ کے مطابق تر کپڑے کا سر پر لپیٹنا۔ روزہ دار کے لئے تین چیزیں مستحب ہیں، سحری کھانا اور اسکو آخری وقت میں کھانا اور بدلی کے دن کے علاوہ افطار میں جلدی کرنا۔

تشریح و مطالب:۔ ابھی تک مصنفؒ مفسدات صوم اور اس کے قضاء کے طریقے اور کب رکنا چاہئے وغیرہ کے احکامات بیان کر رہے تھے، اب جبکہ اسے بیان کر چکے تو اب یہاں سے ان چیزوں کو بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ کون کون سے افعال اس طرح کے ہیں کہ روزہ دار کو نہیں کرنا چاہئے۔ اور اسکے کرنے میں روزہ مکروہ ہوتا ہے، اسی طرح ان احکام کو بھی بیان کر رہے ہیں جو روزہ میں کراہیت نہیں لاتا اور جو کام روزہ دار کے لئے مستحب کا درجہ رکھتا ہے چونکہ فرائض واجبات اور سنن کا درجہ مقدم ہے اس لئے اسے پہلے بیان کیا ہے اسی طرح

مفسد کی مضرت مکروہ کے مقابل میں زائد ہے اس لئے اسے بھی مکروہ سے پہلے بیان کیا۔
بلاعذر :۔ یعنی اگر بلا عذر کے ایسا کیا تو یہ مکروہ ہے مثلاً ایک عورت ہے اور وہ اپنے بچہ کو کھانے والی چیز چبا کر کھلاتی ہے اب اگر اسکے پاس کوئی ایسی عورت ہے جو حالت حیض میں ہے تو اب وہ چبا کر دے سکتی ہے لہٰذا اس وقت عورت کا چبانا مکروہ ہے اور اگر کوئی چیز خرید کر دے رہا ہے اور اسکے غلط ہونے کا خطرہ ہے اب وہ چبا کر اسے دیکھے یا نہ دیکھے اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور اسی طرح اگر کسی عورت کا شوہر بد خلق ہے کہ وہ نمک وغیرہ زائد ہو جانے پر بگڑتا ہے تو اس کے چکھنے کے بارے میں اختلاف ہے، لیکن اگر شوہر خوش اخلاق ہے تو اس صورت میں بالاتفاق حلال نہیں اور یہی حکم باندی اور اجیر کا بھی ہے۔(مراقی الفلاح)
مضغ العلك :۔علک کا ترجمہ مصطگی ہے یا کندر، بہر حال چونکہ اسکے ریزے حلق میں نہیں جاتے اس لئے روزہ تو نہیں ٹوٹتا ہے مگر دیکھنے والے کو روزہ نہ ہونے کا دھوکہ ہوتا ہے اور اس پر روزہ نہ ہونے کی تہمت لگائی جاسکتی ہے اس قسم کے اتہامات سے بچنا ضروری ہے، سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے ایاك و مایسبق الی العقول انکاره واذا كان عندك اعتذاره یعنی ہر ایسی چیز سے بچو جس سے دوسروں کی عقلوں میں انکار پیدا ہو اگرچہ تمہارے پاس عذر موجود ہو، اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اتقوا مواضع التُهم . او كما قال صلی الله علیه وسلم، یعنی تہمت کے مواقع سے بچو اور روزہ کے علاوہ دنوں میں عورتوں کیلئے بہتر ہے لیکن مردوں کیلئے مکروہ ہے مگر خلوت کے اندر مکروہ نہیں۔اور بعض لوگوں نے فرمایا ہے کہ روزہ کے علاوہ مردوں کیلئے بھی مکروہ نہیں۔(مراقی)
ظاهر الرواية :۔اس لئے کہ اس طرح کرنے سے بظاہر روزہ سے انحراف ہے اور اس طرح کرنے سے خوف ہے کہ کہیں روزہ فاسد ہی نہ ہو جائے بایں طور کہ جماع کی نوبت آجائے، اور تقبیل فاحش مکروہ ہے مثلاً عورت کے ہونٹوں کا بوسہ لینا اس کا کاٹنا وغیرہ۔(ظهيريه)
مع الامن :۔ یعنی اس کو اس بات کا خوف نہ ہو کہ جماع ہو جائے یا اسی طرح وہ انزال سے مامون ہو اس لئے کہ حضرت عائشہ کی روایت ہے انه عليه الصلوٰة والسلام كان يقبل ويباشر وهو صائم (بخاری ومسلم) اور یہ ظاہر روایت ہے اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ تقبیل فاحش مکروہ ہے اور حضرت حسن نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ یہ فتنہ سے خالی نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ مباشرۃ بھی مکروہ ہے اگرچہ وہ مامون ہو اور مباشرت فرج سے فرج کو مس کرنے کو کہا جاتا ہے۔(مراقی الفلاح)
الكحل :۔انه عليه السلام اكتحل وهو صائم اور اگر سرمہ لگانے سے زینت کا ارادہ کیا ہے تو یہ بھی مکروہ ہے۔(حاشیہ شیخ الادبؒ)
آخر النهار :۔ آخر دن کا تذکرہ اس وجہ سے کیا کہ اس کے اندر اختلاف ہے اور اول وقت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے حضورؐ نے روزہ دار کی مسواک کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے و من خير خلال الصائم السواك۔اور صاحب

کفایہ نے لکھاہے کہ كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم يستاك اول النهار وآخره وهو صائم۔ اور سیوطی نے جامع صغیر میں لکھاہے کہ مسواک سنت ہے تو تم جس وقت چاہو مسواک کرو اور دلیل میں حضور کا یہ ارشاد نقل کیا ہے صلوٰة بسواك افضل من سبعين صلوٰة بلا سواك۔ اور یہ عام ہے لہٰذا جب روزہ دار عصر کی نماز کے لئے وضو کرے گا اس وقت وہ کرسکتا ہے اس میں کسی وقت کے لئے قید نہیں ہے۔ (فتح القدير ، مراقی)

على المفتى به :۔ یہی مسلک امام ابو حنیفہؒ کا بھی ہے لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صب على راسه الماء وهو صائم من العطش او من الحر (ابوداؤد) اور حضرت ابن عمرؓ بھی بھیگے کپڑے کو سر پر لپیٹ لیا کرتے تھے اس لئے کہ اس طرح عبادت میں مدد ملتی ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے اس لئے کہ عبادت کرنے کے لئے اس میں اظہار ضعف ہے۔ (مراقی الفلاح)

السحور :۔ لقوله عليه الصلوٰة والسلام تسحروا فان فی السحور بركة۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سحری چند چھوارے ہوا کرتی تھی ہمارے سحری جن کو کھانے کے بعد دوپہر تک سستی رہتی ہے اور قوت شہوانی میں کمی کے بجائے اور اضافہ ہوتا ہے ایسا کرنا یقیناً خلاف سنت ہے۔

تاخيره :۔ لقوله عليه السلام ثلاث من اخلاق المرسلين تعجيل الافطار وتاخير السحور ووضع اليمين على الشمال فی الصلوٰة۔ (مراقی الفلاح)

يوم غيم :۔ اس لئے کہ بدلی کے دنوں میں پتہ نہیں لگتا کہ سورج غروب ہوا ہے یا نہیں اس لئے کہ روزہ کو فساد سے بچانے کے لئے تاخیر کی جاتی ہے، افطار میں جلدی مستحب ہے تاکہ روزہ عملی طور پر صحیح حدود میں باقی رہے افطار کے وقت تاخیر مکروہ یہ ہے کہ تارے نظر آنے لگیں۔

فَصْلٌ فِیْ الْعَوَارِضِ. لِمَنْ خَافَ زِيَادَةَ الْمَرَضِ اَوْ بُطْءَ الْبُرْءِ وَلِحَامِلٍ وَمُرْضِعٍ خَافَتْ نُقْصَانَ الْعَقْلِ وَالْهِلَاكِ اَوِ الْمَرَضَ عَلٰى نَفْسِهَا نَسَباً كَانَ اَوْ رِضَاعاً وَالْخَوْفُ الْمُعْتَبَرُ مَا كَانَ مُسْتَنِداً لِغَلَبَةِ الظَّنِّ بِتَجْرِبَةٍ اَوْ اِخْبَارِ طَبِيْبٍ مُسْلِمٍ حَاذِقٍ عَدْلٍ وَلِمَنْ حَصَلَ لَهُ عَطْشٌ شَدِيْدٌ اَوْ جُوْعٌ يُخَافُ مِنْهُ الْهِلَاكُ وَلِلْمُسَافِرِ الْفِطْرُ وَصَوْمُهُ اَحَبُّ اِنْ لَمْ يَضُرَّهُ وَلَمْ تَكُنْ عَامَّةُ رُفْقَتِهِ مُفْطِرِيْنَ وَلَا مُشْتَرِكِيْنَ فِی النَّفَقَةِ فَاِنْ كَانُوْا مُشْتَرِكِيْنَ اَوْ مُفْطِرِيْنَ فَالْاَفْضَلُ فِطْرُهُ مُوَافِقَةً لِلْجَمَاعَةِ.

ترجمہ :۔ فصل عوارض کے بیان میں۔ روزہ نہ رکھنا جائز ہے اس شخص کے لئے کہ اسے مرض کے بڑھ جانے کا خوف ہو، یا صحت کے دیر میں آنے کا خوف ہو، اور حاملہ عورت کے لئے اور اس عورت کے لئے جو کسی بچہ کو دودھ پلارہی ہو اور اسے نقصان عقل یا ہلاک یا بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہو، یہ دودھ پینے والا بچہ نسبی ہو یا رضاعی۔ اور اس خوف کا اعتبار کیا جائے گا جو غلبہ ظن سے حاصل ہو، تجربہ کی بناء پر یا مسلم، حاذق، عادل طبیب کی خبر دینے پر اور اس کو جسے خوب سخت پیاس لگ گئی ہو یا بہت زور کی بھوک لگ گئی ہو جس کی وجہ سے ہلاک ہونے کا خطرہ ہے اور مسافر کے

لئے افطار جائز ہے لیکن اسکو روزہ رکھنا مستحب ہے اگر اس سے اس کو تکلیف نہ ہو اور اسکے عام ساتھی افطار کرنے والے نہ ہوں، اور مصارف سفر میں شریک نہ ہو اب اگر وہ لوگ شریک مصارف ہیں یا وہ لوگ افطار کرنے والے ہیں تو اس وقت افضل اس کا افطار کرنا ہے تاکہ ساتھیوں کی موافقت ہو جائے۔

تشریح و مطالب:۔ ابھی تک مستحبات صوم اور مکروہات روزہ کو بیان کر رہے تھے اور اس سے قبل ان چیزوں کو بیان کیا تھا جس کی وجہ سے کفارہ یا قضا لازم ہوتی تھی اس کے بیان کے بعد اب ان عوارضات کو بیان کر رہے ہیں کہ جن کے پیش آجانے کے بعد افطار کر لینا جائز ہو جاتا ہے خواہ وہ عارض مرض کی وجہ سے ہو یا سفر کی وجہ سے یا اسی طرح اکراہ کے سبب ہو یا حمل کی وجہ سے، غرضیکہ جس طرح بھی یہ عارض پیش آئے اس روزہ دار کے لئے کھانا جائز ہو جاتا ہے چونکہ روزہ رکھ کر بلا کسی عذر کے توڑنا یا بے احتیاطی کی بناء پر فاسد کر دینا زیادہ بڑا جرم ہے اور اسی بناء پر اس میں سزا بھی ہے اسے پہلے بیان کیا اور اس وقت جبکہ کسی عذر کی بناء پر روزہ ٹوٹ جائے یہ ہلکا ہے اس لئے کہ شریعت میں عذر کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لئے اسے بعد میں بیان کیا۔ واللہ اعلم

زیادۃ مرض:۔ مطلب یہ ہے کہ ایک شخص مریض ہے اور اس وقت وہ روزہ تو رکھ سکتا ہے لیکن اسے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں روزہ رکھتا ہوں تو مرض اور بڑھ جائے گا جیسے پیٹ وغیرہ کے درد کے وقت ایسا ہوتا ہے تو اس وقت اگرچہ اسکے پاس عذر نہیں ہے لیکن پیدا ہونے کا اندیشہ ہے تو اب یہ روزہ چھوڑ سکتا ہے، اسلئے کھانا جائز ہے۔

بطء البرء:۔ یعنی اگر روزہ رکھتا ہے تو زیادہ دیر میں صحت یاب ہوگا اس لئے اس کو افطار کر لینا جائز ہے اس لئے کہ بسا اوقات اس سے جان چلی جاتی ہے لہٰذا اس سے بچنا واجب ہے اسی طرح سے غازی جب اسے یقینی طور پر معلوم ہو یا غلبۂ ظن سے اس کو یہ بات معلوم ہو کہ قتال ہوگا اور اس کو خوف ہے کہ اگر میں روزہ رکھتا تو دشمن کے مقابلہ میں کمزور پڑ جاؤں گا اور یہ اگرچہ مسافر بھی نہ ہو تب بھی لڑائی چھڑنے سے قبل افطار جائز ہے، اور اسی طرح اگر طبلے کی آواز آئی اور دیہاتیوں نے افطار کر لیا اور بعد میں یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ طبلہ جو بج رہا تھا وہ عید کے لئے نہیں تھا تو اس وقت ان کے اوپر کفارہ نہیں ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ واقعہ تیس کو پیش آیا ہو۔ (مراقی الفلاح)

مرضع:۔ لقوله علیه السلام ان الله وضع عن المسافر الصوم وشطر الصلوٰة وعن الحبلی والمرضع الصوم. (مراقی)

اخبار طبیب:۔ وہ طبیب جو اس کی ہدایت کر رہا ہے یہ خبر دے رہا ہے کہ اگر روزہ رکھا تو اس سے نقصان ہوگا اس کا مسلمان ہونا اور اسی طرح سے حاذق ہونا اور عادل ہونا ضروری ہے، صاحب برہان نے یہ تین شرطیں لگائی ہیں اور کمال بن ہمام فرماتے ہیں مسلم حاذق ہو اور اسکا فسق ظاہر نہ ہوا ہو یہ ضروری نہیں کہ اس کا عادل ہونا ظاہر ہو گیا ہو اور وہ اپنی عدالت میں مشہور ہو، اور بعض حضرات نے عادل ہونے کو ضروری قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر)

یخاف منه الهلاك:۔ یا اسی طرح سے زوال عقل یا کسی اور حس کے زوال کا خطرہ ہو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ

پیاس یا بھوک کی یہ شدت خود اپنی جانب سے کسی ایسے کام میں مصروفیت کا باعث نہ ہو جو بھوک اور پیاس بڑھاویں، اگر خود اپنی جانب سے ایسا فعل کیا مثلاً شکار کے لئے گیا اور وہاں شکار کے پیچھے بھاگا دوڑا جس کی وجہ سے اس درجہ بھوک پیاس لگ گئی تو اس صورت میں روزہ توڑنے پر کفارہ لازم ہوگا، اور بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر چہ یہ بات خود اس کے فعل سے ہو مگر کفارہ لازم نہ ہوگا۔ (مراقی بزیادة، طحطاوی)

للمسافر :۔اس کیلئے ضروری ہے کہ طلوع فجر سے قبل سفر کا ارادہ کر لیا ہو اور مسافر ہو گیا ہو اور صبح تک سفر کا ارادہ نہیں کیا تو یہ بات نہیں ہوگی بخلاف اس صورت کے کہ صبح کو روزہ کا ارادہ کیا تھا اور دن میں مرض لاحق ہو گیا تو اس مرض کی وجہ سے جو روزہ افطار کریگا اس میں کفارہ نہیں ہوگا اسلئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **فمن کان منکم مریضا او علیٰ سفر فعدة من ایام اخر**.

احب :۔اسلئے کہ ارشاد باری ہے **ان تصوموا خیر لکم** اسلئے کہ اگر مسافر روزہ رکھتا ہے تو بہتر ہے اور رخصت کی اسے اجازت ہے۔

لم یضرہ :۔یہاں ضرر سے مراد ایسا ضرر ہے کہ جس میں ہلاک ہونے کا خطرہ نہ ہو اس لئے کہ اگر ہلاک کا خوف ہوگا تو اس وقت افطار کرنا واجب ہوگا نہ یہ کہ وہ روزہ رکھنا افضل ہوگا۔

وَلاَ يَجِبُ الاِيْصَاءُ عَلىٰ مَنْ مَاتَ قَبْلَ زَوَالِ عُذْرِهٖ بِمَرَضٍ اَوْ سَفَرٍ وَنَحْوِهٖ كَمَا تَقَدَّمَ وَقَضَوْا مَا قَدَرُوْا عَلىٰ قَضَائِهٖ بِقَدْرِ الاِقَامَةِ وَالصِّحَّةِ وَلاَ يُشْتَرَطُ التَّتَابُعُ فِى الْقَضَاءِ فَاِنْ جَاءَ رَمَضَانٌ آخَرُ قُدِّمَ عَلىٰ الْقَضَاءِ وَلاَ فِدْيَةَ بِالتَّاخِيْرِ اِلَيْهِ وَيَجُوْزُ الْفِطْرُ لِشَيْخٍ فَانٍ وَعَجُوْزٍ فَانِيَةٍ وَتَلْزَمُهُمَا الْفِدْيَةُ لِكُلِّ يَوْمٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍ كَمَنْ نَذَرَ صَوْمَ الاَبَدِ فَضَعُفَ عَنْهُ لاِشْتِغَالِهٖ بِالْمَعِيْشَةِ يُفْطِرُ وَيَفْدِىْ فَاِنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلىٰ الْفِدْيَةِ لِعُسْرَتِهٖ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعالىٰ وَيَسْتَقِيْلُهٗ.

ترجمہ :۔اور اس شخص پر وصیت لازم نہیں ہے جو مرض کے عذر کے زائل ہونے سے قبل مر گیا یا سفر اور اسکے مثل عذر زائل ہونے سے قبل مر گیا ہو جیسا کہ پہلے گزر چکا، اور وہ لوگ قضا کریں گے اقامت کی جس مقدار اور صحت جس مقدار پر قادر ہوں، اور قضا کے اندر لگا تار روزے رکھنا شرط نہیں چنانچہ اگر کوئی دوسرا رمضان آجائے تو اس کو قضا پر مقدم کیا جائے گا اور اس میں تاخیر کی وجہ سے فدیہ لازم نہیں ہوگا، اور شیخ فانی اور عجوزۂ فانیہ کے لئے افطار جائز ہے اور ان کے لئے ہر دن کے بدلے میں نصف صاع گیہوں فدیہ دینا لازم ہوگا جیسے وہ شخص کہ جس نے ہمیشہ روزہ رکھنے کی منت مان لی تھی، پھر معاش میں مشغول ہونے کی وجہ سے کمزور ہو گیا تو اس وقت افطار کرے گا اور فدیہ دیگا اور اگر اپنی تنگ دستی کے باعث فدیہ نہ دے سکے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور درگزر کرنے کی استدعاء کرے۔

تشریح ومطالب :۔ یعنی جب کسی مریض نے یا کسی مسافر نے اعذار مبیحہ کے وقت افطار کر لیا اور اس عذر کے ختم ہونے سے قبل ہی اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر یہ واجب نہیں کہ وہ اپنی اولاد کو اس بات کی وصیت کرے کہ وہ اس افطار کرنے کا کفارہ ادا کریں اسلئے کہ اسکے اوپر اس کی قضاء ابھی تک واجب نہیں ہوئی، جب وہ سفر سے

لوٹ آتا یا مریض صحت یاب ہو جاتا اس وقت قضا واجب ہوتی، اور یہ بات یہاں پائی نہیں گئی لہٰذا وصیت بھی واجب نہیں ہو گی۔

ماقدروا :۔ یہاں پر مناسب یہ تھا کہ ایام منہی سے استثناء کر دیتے اس لئے کہ ان ایام میں شرعاً قضاء کرنے سے عاجز ہے، اس کا فائدہ اس وقت ظاہر ہو گا کہ ایک شخص صحت یاب ہوا اور وہ دن عید الاضحیٰ کا تھا اب وہ صرف پانچ دن تک صحت یاب رہا اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا، تو اب اس وقت صرف دو دن کا کفارہ دیا جائے گا، اس لئے کہ یہ تین دن شرعاً منع ہے، اس میں روزہ نہیں رکھا جائے گا اس لئے کہ وہ ان تینوں دنوں میں شرعاً قادر نہیں۔ اور یہ فدیہ اسکے ترکہ میں سے ثلث میں جاری ہو گا، اور اس میں شرط یہ ہے کہ یہ مرنے والا کسی کا قرض دار نہ ہو، لہٰذا اگر قرض دار ہو گا تو قرض کے ادا کرنے کے بعد ثلث میں سے کفارہ دیا جائے گا اس لئے کہ حقوق العباد جب تک ادا نہ کئے جائیں معاف نہیں ہوتے اور کفارہ حق اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا۔ **(طحطاوی بحذف)**

(ف) اور اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ اگر میں ٹھیک ہو گیا تو ایک ماہ تک روزہ رکھوں گا پھر وہ ایک دن صحت یاب ہو گیا تو اس صورت میں کیا اس پر کفارہ تمام مہینہ کا ہو گا یا صرف ایک دن کا؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے حضرت امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ پورے مہینہ کے کھانا کھلانے کی وصیت لازم ہو گی اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جس قدر تندرست ہوا ہے اسی مقدار کی، اس مسئلہ کی تفصیل اصول فقہ میں ملاحظہ کریں۔

التتابع :۔ مثلاً اگر زید کے دس روزے قضاء ہوئے تھے اور وہ ان دس روزوں کی قضاء اس طرح کر رہا ہے کہ ایک ماہ میں صرف دو روزے رکھتا ہے تو یہ قضاء ٹھیک ہے اور ذمہ سے ساقط ہو جائے گی ہاں یہ بات ضرور ہے کہ مستحب یہ ہے کہ جب موقع ملے لگا تار قضاء کرے درمیان میں وقفہ نہ کرے اسلئے کہ بھلائی کا کام کر رہا ہے اور اس طرح کرنے سے جلدی ذمہ سے ساقط ہو جائے گا البتہ تتابع کی شرط اس وجہ سے نہیں لگائی جاتی کہ قرآن میں مطلق ہے **فعدة من ایام اخر**۔

رمضان آخر :۔ یعنی ایک رمضان کے روزے قضا ہو گئے تھے اور ابھی تک ادا نہیں کر سکا تھا اور دوسرا رمضان آ گیا تو اب جو رمضان آیا ہے اسکے روزے رکھے جائیں گے اور اگر اس رمضان میں قضاء کی نیت کرے گا تو وہ قضاء کے روزے نہیں ہوں گے بلکہ یہ اس رمضان کے روزے ہوں گے اس کی تفصیل گزر چکی ہے، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اس تاخیر کی وجہ سے کفارہ وغیرہ لازم نہیں ہو گا۔

شیخ فان :۔ اسے فانی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ فنا کے قریب ہے یعنی اب ختم ہی ہونے والا ہے، یا اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کی قوت ختم ہو گئی اور وہ اب روزہ وغیرہ کے ادا پر قادر نہیں ہے خواہ مرد اس عمر کو پہونچا ہو یا عورت اس عمر کو پہونچ گئی ہو تو دونوں صورتوں میں حکم یہ ہے کہ ہر ایک دن کے روزہ کے بدلہ میں نصف صاع گیہوں دیں گے اور قضاء اس وجہ سے ان کے اوپر نہیں ہے کہ اب ان سے یہ امید ہی نہیں ہے کہ یہ زندہ رہیں گے۔

صوم الابد :۔ یعنی ایک شخص نے اس بات کی منت مانی کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور اب وہ معاش میں اس قدر مشغول ہو گیا کہ اب وہ قادر ہی نہیں ہے تو اب دو صورتیں ہوں گی ایک یہ کہ وہ اس بات پر قادر ہو گا کہ فد...

سکے یا نہیں، اگر وہ قادر ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ ہر دن کے بدلہ فدیہ دے اور اگر وہ قادر نہیں ہے تو اب استغفار کرے گا اس لئے کہ یہ حق اللہ ہے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔

وَلَوْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ اَوْ قَتْلٍ فَلَمْ يَجِدْ مَايُكَفِّرُ بِهٖ مِنْ عِتْقٍ وَهُوَ شَيْخٌ فَانٍ اَوْ لَمْ يَصُمْ حَتّٰى صَارَ فَانِياً لَايَجُوْزُ لَهُ الْفِدْيَةُ لِاَنَّ الصَّوْمَ هُنَا بَدَلٌ عَنْ غَيْرِهٖ وَيَجُوْزُ لِلْمُتَطَوِّعِ الْفِطْرُ بِلاَ عُذْرٍ فِىْ رِوَايَةٍ وَالضِّيَافَةُ عُذْرٌ عَلَى الْاَظْهَرِ لِلضَّيْفِ وَالْمُضِيْفِ وَلَهُ الْبِشَارَةُ بِهٰذِهِ الْفَائِدَةِ الْجَلِيْلَةِ وَاِذَا اَفْطَرَ عَلٰى اَىِّ حَالٍ عَلَيْهِ الْقَضَاءُ اِلاَّ اِذَا شَرَعَ مُتَطَوِّعاً فِىْ خَمْسَةِ اَيَّامٍ يَوْمَىِ الْعِيْدَيْنِ وَاَيَّامِ التَّشْرِيْقِ فَلاَ يَلْزَمُهُ قَضَاؤُهَا بِاِفْسَادِهَا فِىْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ترجمہ: اور اگر اس پر قسم کا یا قتل کا کفارہ واجب تھا اور اس نے کوئی چیز نہ پایا کہ آزاد کر کے کفارہ کو ادا کرے اور وہ بوڑھا ہے یا اس نے روزہ نہیں رکھا یہاں تک کہ وہ بوڑھا ہو گیا تو اسکے لئے فدیہ جائز نہیں اس لئے کہ یہاں پر روزہ اپنے غیر کا بدلہ ہے اور ایک روایت کے مطابق نفل روزہ دار کے لئے بلا عذر کے بھی افطار جائز ہے اور ضیافت مہمان اور میزبان دونوں کے لئے عذر ہے اور اس بڑے فائدے پر اس کے لئے بشارت ہے، اور جب افطار کر لیا جس حالت پر بھی تھا تو اس کے لئے قضا ہے مگر جب نفل روزہ کی ابتداء کی عید کے دو دن میں اور ایام تشریق میں تو اسکے فاسد کر دینے کی وجہ سے قضا لازم نہیں ہو گا ظاہر روایت کے مطابق۔

تشریح و مطالب: قتل: اور یہ وہ قتل ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وما کان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الا خطأ ومن قتل مؤمنا فتحریر رقبة مؤمنة ودية مسلمة الىٰ اهله الخ

تشریح مسئلہ کے لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ ادائیگی کفارہ میں شریعت نے یہ ترتیب قائم کی ہے کہ اولاً غلام آزاد کیا جائے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو روزے رکھے جائیں اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کھانا کھلایا جائے اب ایک شخص ایسا ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہوا اور وہ غلام آزاد کرنے پر قادر تھا مگر اس کے باوجود اس نے غلام آزاد نہیں کیا یا غلام کے آزاد کرنے پر قادر نہیں تھا مگر اس کے اندر روزہ رکھنے کی طاقت تھی اور اس نے روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ وہ اب روزہ بھی رکھنے سے معذور ہو گیا، تو ایسے شخص کے لئے جائز نہیں کہ روزوں کے قائم مقام فدیہ ادا کرے یا اسی طرح ادائیگی فدیہ کی وصیت کر دے بلکہ اس کو غلام آزاد کرنے کی وصیت کرنی ہو گی، اب اگر اس کا ترکہ اتنا ہے کہ اسکے ایک تہائی سے غلام خریدا جا سکتا ہے تو اب وارثوں پر اس کی تعمیل فرض ہے اور اگر ترکہ اس مقدار نہیں تھا، اور اس نے وصیت کر دی تھی یا سرے سے اس نے وصیت ہی نہیں کی تو وارثوں کا اس پر احسان ہو گا اگر ان لوگوں نے کفارہ ادا کر دیا۔ (مراقی الفلاح بزیادۃ)

لاتجوزله الفدية:۔ اس لئے کہ روزہ یہاں پر دوسرے کے بدلہ میں رکھا جا رہا ہے اور وہ غیر یہ ہے کہ وہ مال سے فدیہ ادا کرنے پر قادر تھا اسی وجہ سے اس وقت تک روزہ سے کفارہ ادا نہیں ہو تا جب تک کہ مال سے کفارہ ادا کیا جا سکتا ہو اور فدیہ کے اندر کھانے کا مباح کر دینا جائز ہے۔ (مراقی)

فى رواية:۔ یعنی حضرت امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ بلا عذر کے نفل روزہ توڑا جا سکتا ہے مسلم

شریف کی ایک روایت ہے عن عائشۃؓ قالت دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم فقال ھل عندکم شئیٌ فقلنا لا فقال انی اذن صائم ثم اتیٰ فی یومٍ آخر فقلنا یا رسول اللہ اھدی الینا حیسٌ فقال ارنیہ فلقد اصبحت صائماً فاکل اور نسائی میں ایک اور لفظ آیا ہے ولکن اصوم یوماً مکانہٗ۔ اور کرخی اور ابو بکر نے فرمایا کہ اس کے لئے بہتر نہیں ہے، تو بلا عذر کے افطار کرے اور دلیل میں یہ روایت پیش کرتے ہیں اور یہی ظاہر روایت ہے انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال اذا دعی احدکم الی طعام فلیجب فان کان مفطراً فلیأکل وان کان صائماً فلیصل. یعنی اسے چھوڑ دے اس حدیث کے ذیل میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اگر افطار کرنا جائز ہوتا تو افطار افضل ہوتا اس لئے کہ یہاں پر دعوت کے قبول کرنے کا موقع ہے۔

(ف) ایک بات یہ جان لینی ضروری ہے کہ خواہ نفل روزہ ہو یا نماز شروع کر دینے کے بعد اس کا توڑنا مکروہ ہے حرام نہیں اس لئے کہ ان دونوں کے حرمت پر کوئی نص موجود نہیں ہے اگرچہ توڑ دینے کی وجہ سے قضاء لازم ہوتی ہے اور اگر نفل روزہ یا نماز کسی عذر کی بناء پر ان دونوں کو توڑا تو بالاتفاق مباح ہے۔ (مراقی الفلاح)

البشارۃ:۔ صاحب تجنیس نے لکھا ہے کہ اگر کوئی کسی کے پاس جائے اور یہ جانے والا روزہ دار ہو اور جس کے پاس گیا ہے وہ اس سے کھانے کے لئے کہتا ہے تو اب اسکے روزہ توڑ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے من افطر لحق اخیہ یکتب لہ ثواب صوم الف یوم ومتی قضی یوماً یکتب لہ ثواب صوم الفی یوم. اس بشارت کے پیش نظر افطار کر لینا چاہیے۔

بَابُ مَا یَلْزَمُ الْوَفَاءُ بِهٖ مِنْ مَنْذُوْرِ الصَّوْمِ وَالصَّلٰوةِ وَنَحْوِهِمَا

اِذَا نَذَرَ شَیْئاً لَزِمَهُ الْوَفَاءُ بِهٖ اِذَا اجْتَمَعَ فِیْهِ ثَلَاثَةُ شُرُوْطٍ اَنْ یَکُوْنَ مِنْ جِنْسِهٖ وَاجِبٌ وَاَنْ یَکُوْنَ مَقْصُوْداً وَاَنْ یَکُوْنَ لَیْسَ وَاجِباً فَلَا یَلْزَمُ الْوُضُوْءُ بِنَذْرِهٖ وَلَا سَجْدَةُ التِّلَاوَةِ وَلَا عِیَادَةُ الْمَرِیْضِ وَلَا الْوَاجِبَاتُ بِنَذْرِهَا وَیَصِحُّ بِالْعِتْقِ وَالْاِعْتِکَافِ وَالصَّلٰوةِ غَیْرِ الْمَفْرُوْضَةِ وَالصَّوْمِ فَاِنْ نَذَرَ نَذْراً مُطْلَقاً اَوْ مُعَلَّقاً بِشَرْطٍ وَوُجِدَ لَزِمَهُ الْوَفَاءُ بِهٖ وَصَحَّ نَذْرُ صَوْمِ الْعِیْدَیْنِ وَاَیَّامِ التَّشْرِیْقِ فِی الْمُخْتَارِ وَیَجِبُ فِطْرُهَا وَقَضَاءُ هَا وَاِنْ صَامَ اَجْزَاَهُ مَعَ الْحُرْمَةِ وَاَلْغَیْنَا تَعْیِیْنَ الزَّمَانِ وَالْمَکَانِ وَالدِّرْهَمِ وَالْفَقِیْرِ فَیُجْزِئُهُ صَوْمُ رَجَبَ عَنْ نَذْرِهٖ صَوْمَ شَعْبَانَ وَیُجْزِئُهُ صَلٰوةُ رَکْعَتَیْنِ بِمِصْرٍ نَذَرَ اَدَاءَ هُمَا بِمَکَّةَ وَالتَّصَدُّقُ بِدِرْهَمٍ عَنْ دِرْهَمٍ عَیَّنَهُ لَهٗ وَالصَّرْفُ لِزَیْدٍ نِالْفَقِیْرِ بِنَذْرِهٖ لِعَمْرٍو وَاِنْ عَلَّقَ النَّذْرَ بِشَرْطٍ لَایُجْزِئُهُ عَنْهُ مَا فَعَلَهُ قَبْلَ وُجُوْدِ شَرْطِهٖ.

ترجمہ:۔ وہ نذر روزے نماز اور اس جیسی چیزیں جس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

جب کسی کی نذر مان لی تو اسکا پورا کرنا ضروری ہے، جب اس میں تین شرطیں جمع ہو جائیں کہ وہ اس کی جنس کی کوئی واجب عبادت ہو، وہ مقصود ہو، اور وہ واجب نہ ہو چنانچہ وضو کی نذر مان لینے سے اس کا پورا کرنا لازم نہیں اور صحیح ہے نذر آزاد کرنے کی اور اعتکاف کرنے کی اور ان نمازوں اور روزوں کی جو فرض نہیں ہیں، تو اگر مطلق نذر مان لی یا کسی

شرط کے ساتھ معلق کردیا اور وہ شرط پائی گئی تو اس کا پورا کرنا لازم ہے اور صحیح ہے عیدین کے دن اور ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی نذر مختار مذہب میں اور اس پر افطار کرنا واجب ہے اور اس کی قضاء، اور اگر روزہ رکھ لیا تو حرمت کے ساتھ کافی ہو جائے گا اور ہم لغو قرار دیتے ہیں زمانے کی تعیین کو، مکان کی تعیین، درہم وفقیر کی تعیین چنانچہ رجب کی نذر سے شعبان کا روزہ ادا ہو جائے گا اور مکہ میں دو رکعت کی نذر مصر میں پڑھ لینے سے ادا ہو جائے گی اور کسی درہم کے ادا کردینے سے متعین کے بدلے اور عمرو نامی فقیر پر خرچ کرنے کی نذر کی تھی اس کے بجائے زید نامی فقیر کو ادا کردینے سے ادا ہو جائے گی اور اگر نذر کو کسی شرط پر معلق کردیا اور اس کے شرط سے قبل جو کچھ کیا ہے وہ کافی نہ ہوگا۔

تشریح ومطالب:۔ ابھی تک مصنفؒ فرائض اور واجبات کو بیان کررہے تھے کہ جن کا ادا کرنا ضروری ہے خواہ فی نفسہ ان کا ادا کرنا ضروری ہو یا شروع کرنے کے بعد توڑدینے کی وجہ سے، جب اسے بیان کرچکے تو اب نذر روزوں اور نمازوں وغیرہ کا تذکرہ کررہے ہیں ویسے نفل کا بیان کچھ کرچکے ہیں لیکن یہاں سے ان نذروں کا بیان کررہے ہیں کہ جن کا ادا کرنا ضروری ہے اور اسی طرح ان نذروں کا تذکرہ کریں گے کہ جن کا کسی متعین جگہ رکھنا اور ادا کرنا ضروری ہے اور جن کا اس جگہ ادا کرنا ضروری نہیں۔

نذر:۔ یاد رکھنا چاہئے کہ نذر طلاق یا قسم کی یعنی ہر ایسے کام کی جو صرف بولنے پر موقوف ہو، ان کے لئے نذر زبان سے طلاق وغیرہ کے الفاظ ادا کرنا ضروری ہے ان میں صرف زبان سے ارادہ اور دل میں خیال کرنا کافی نہیں۔

لزمه الوفاء به:۔ یعنی اگر نذر مانی ہے تو اس کا پورا کرنا لازم ہے اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **ولیوفوا نذورهم** یعنی چاہئے کہ وہ لوگ اپنی نذروں کو پوری کریں اور اسی طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی فرمان ہے **من نذر ان یطیع الله فلیطعه ومن نذر ان یعصی الله فلا یعصه** (بخاری) اس بات پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ نذر کا پوری کرنا ضروری ہے نہ ادا کرنے کی صورت میں تارکِ واجب ہوگا اور وجوب کا کفارہ ہوگا اور بعض حضرات نے اسکے فرض ہونے کو کہا ہے کہ نذر مان لینے کے بعد اسکا پورا کرنا فرض ہو جاتا ہے اور ان لوگوں کی دلیل یہی قرآنی آیت اور حدیث شریف ہے۔

اجتمع فیه:۔ یعنی نذر مان لینے سے اس کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے ہر ایک کے لئے، بلکہ اسکے لئے کچھ شرطیں ہیں کہ جب وہ نذر ماننے والے میں اکٹھا ہو جائیں اس وقت واجب ہوگی۔

ثلاثة شروط:۔ یعنی نذر ماننے والے کے اندر اور جس چیز کی نذر مان رہا ہے تین چیزیں موجود ہو جائیں اس وقت واجب ہوگی (۱) جو نذر کی جنس سے کوئی اور واجب ہو، اگر اس نذر کی جنس سے کوئی عبادت واجب نہ ہوگی بلکہ وہ سنت یا نفل ہوگی تو اس چیز کی نذر پوری کرنا واجب ہوگی، (۲) اس نذر کی ہم جنس عبادت مقصود اصلی بھی ہو یعنی وہ صرف کسی واجب کے لئے ہی نہ ہو (۳) یہ نذر ایسی ہو کہ اگر اس کی نذر نہ مانی جاتی تو وہ بذات خود واجب نہ ہوتی۔

الوضوء بنذره:۔ اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ میں وضو کرونگا تو اسکا پورا کرنا واجب نہیں اس لئے کہ وضو بذات خود مقصود نہیں ہے بلکہ ادائیگی نماز کے لئے فرض ہو جاتا ہے۔

سجدة التلاوة :۔اس لئے کہ یہ شریعت کی جانب سے خود واجب ہے اب اگر کوئی نذر مانے کہ میں سجدۂ تلاوت کروں گا تو اس سے اس کا پورا کرنا ضروری نہیں ہوگا اس لئے کہ جب وہ تلاوت کرے گا تو اس کی وجہ سے خود سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔

عیادة المریض :۔اسلئے کہ یہ جنس واجب سے نہیں ہے اگر چہ مزاج پرسی پر بہت ثواب ملتا ہے، جیسا کہ خود حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے عائد المریض علیٰ مخارف الجنة حتی یرجع۔ مگر یہ فرض نہیں ہے ایک بات اور ہے کہ نذر ایسی عبادتوں میں ہونی چاہئے جو حقوق اللہ میں سے ہوں اور مزاج پرسی حقوق العباد میں سے ہے۔(مراقی)

یصح بالعتق :۔اس لئے کہ بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں غلام آزاد کرنا صراحۃً معلوم ہوتا ہے لہٰذا یہ جنس فرض میں سے ہے اس وجہ سے اگر کسی نے نذر مان لی کہ میں غلام آزاد کروں گا تو غلام کا آزاد کرنا واجب ہوگا۔

الاعتکاف :۔اس لئے کہ اس کے جنس سے واجب ہے اور وہ قعدۂ اخیرہ ہے اور نماز کے لئے بیٹھ کر انتظار کرنا گویا کہ نماز ہی ہے اس وجہ سے اس کی نذر صحیح ہے، عورت اور غلام کا اعتکاف صحیح ہے لیکن اگر عورت کے شوہر نے یا غلام کے مولیٰ نے اعتکاف سے روک دیا تو یہ آزاد ہونے کے بعد اور عورت الگ ہونے کے بعد اس کی قضاء کرے گی، لیکن مولیٰ اپنے مکاتب کو نہیں روک سکتا۔(مراقی)

بَابُ الاِعْتِكَافِ

هُوَ الاِقَامَةُ بِنِيَّتِهِ فِيْ مَسْجِدٍ تُقَامُ فِيْهِ الْجَمَاعَةُ بِالْفِعْلِ لِلصَّلٰوَاتِ الْخَمْسِ فَلاَ يَصِحُّ فِي مَسْجِدٍ لاَتُقَامُ فِيْهِ الْجَمَاعَةُ لِلصَّلٰوةِ عَلَى الْمُخْتَارِ وَلِلْمَرْاَةِ الاِعْتِكَافُ فِي مَسْجِدِ بَيْتِهَا وَهُوَ مَحَلٌّ عَيَّنَتْهُ لِلصَّلٰوةِ فِيْهِ وَالاِعْتِكَافُ عَلٰى ثَلاَثَةِ اَقْسَامٍ وَاجِبٌ فِي الْمَنْذُوْرِ وَسُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ فِي الْعَشْرِ الاَخِيْرِ مِنْ رَمَضَانَ وَمُسْتَحَبٌّ فِيْمَا سِوَاهُ وَالصَّوْمُ شَرْطٌ لِصِحَّةِ الْمَنْذُوْرِ فَقَطْ وَاَقَلُّهُ نَفْلاً مُدَّةٌ يَسِيْرَةٌ وَلَوْكَانَ مَاشِياً عَلَى الْمُفْتٰى بِهِ وَلاَ يَخْرُجُ مِنْهُ اِلاَّ لِحَاجَةٍ شَرْعِيَّةٍ كَالْجُمُعَةِ اَوْ طَبْعِيَّةٍ كَالْبَوْلِ اَوْ ضَرُوْرِيَّةٍ كَانْهِدَامِ الْمَسَاجِدِ اَوْ اِخْرَاجِ ظَالِمٍ كُرْهاً اَوْ تَفَرُّقِ اَهْلِهِ وَخَوْفٍ عَلٰى نَفْسِهِ اَوْمَتَاعِهِ مِنَ الْمُكَابِرِيْنَ فَيَدْخُلُ مَسْجِداً غَيْرَهُ مِنْ سَاعَتِهِ فَاِنْ خَرَجَ سَاعَةً بِلاَ عُذْرٍ فَسَدَ الْوَاجِبُ وَانْتَهٰى بِهِ غَيْرُهُ.

ترجمہ: . باب اعتکاف کے بیان میں۔ کسی ایسی مسجد میں جس کے اندر بالفعل پانچوں نمازیں ہوتی ہوں اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا، تو ایسی مسجد میں کہ جس کے اندر پانچوں نمازیں نہ ہوتی ہوں اعتکاف کرنا مذہب مختار کے بموجب صحیح نہیں ہے، اور عورت کے لئے اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا اس کے گھر کی مسجد میں اور گھر کی مسجد وہ جگہ ہے جسے اس نے نماز کے متعین کرلیا ہے اور اعتکاف کی تین قسمیں ہیں، واجب جبکہ نذر مان لی ہو سنت کفایہ مؤکدہ رمضان کے دس اخیر میں اور اس کے علاوہ میں مستحب ہے اور روزہ صرف نذر کے اعتکاف کے صحیح ہونے کے واسطے شرط ہے اور نفلی اعتکاف کی مقدار کم سے کم ہے اگرچہ قول مفتی بہ کے مطابق چلتے ہوئے ہو، اور مسجد سے شرعی

ضرورت کے علاوہ باہر نہ نکلے، مثلاً جمعہ کی نماز کے واسطے یا طبعی ضرورت کی وجہ سے جیسے پیشاب کے لئے، یا اضطراری ضرورت کے لئے جیسے مسجد کا گر جانا، یا کسی ظالم کے زبردستی نکال دینے کی وجہ سے یا مسجد کے لوگوں کا منتشر ہو جانا یا اپنی جان ومال کا ظالموں کی طرف سے خطرہ ہونا تو اسی وقت دوسری مسجد میں چلا جائے تو اگر بلا کسی عذر کے ایک گھڑی کے لئے نکلا تو اس کا واجب فاسد ہو جائے گا اور جو واجب نہ ہو اس نکلنے کے بعد ختم ہو جائے گا۔

تشریح ومطالب:۔ مصنفؒ ابھی تک ان چیزوں کو بیان کر رہے تھے کہ نذر کب واجب ہوگی اور اسی طرح اور دیگر احکامات بیان کر رہے تھے جب اسے بیان کر چکے تو اب یہاں سے اعتکاف کے احکام کو بیان کر رہے ہیں، کتاب الصوم میں اس کے بیان کرنے کی مختلف وجہیں ہو سکتی ہیں اس لئے کہ بعض اعتکاف تو ایسے ہیں کہ ان میں روزہ شرط نہیں ہے بلکہ بلا روزہ رکھے اعتکاف کیا جاتا ہے اور اعتکاف صحیح ہو جاتا ہے۔ لیکن ایک مناسبت تو یہ ہے کہ ایک اعتکاف ایسا ہے کہ بلا روزہ کے صحیح نہیں ہوتا مثلاً اگر کسی نے منت مانی تو اب اس پر جو اعتکاف ہوگا وہ بلا روزہ کے صحیح نہیں ہوگا ایک مناسبت تو یہ ہو گئی، دوسری بات یہ ہے کہ جو اعتکاف سنت مؤکدہ ہے یعنی محلہ میں سے کسی ایک کا اعتکاف کرنا ضروری ہے ورنہ تمام لوگ تارک سنت ہوں گے اور اس کا گناہ ہوگا۔ وہ رمضان المبارک کے دس اخیر دنوں میں ہوتا ہے، لہٰذا جب واجب اور سنت میں روزہ پایا گیا تو اس لئے اس کو کتاب الصوم میں بیان کر دیا اور اسی طرح ایک دوسری مناسبت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ روزہ میں بھی لبث پایا جاتا ہے اور اعتکاف میں بھی اس کے علاوہ بہت سی مناسبتیں ہو سکتی ہیں۔ **واللہ اعلم بالصواب**

الاعتکاف:۔ اسکے لغوی معنی رکنے ٹھہرنے اور کسی کام پر مداومت کرنے کے ہیں، اسے اعتکاف اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ مسجد میں ٹھہرا جاتا ہے اور خواہشات نفسانی کو روکا جاتا ہے۔ (مراقی)

بنیته:۔ یعنی صرف مسجد میں ٹھہر جانے سے اعتکاف نہیں ہو جائے گا بلکہ اس ٹھہرنے کیلئے اعتکاف کی نیت ضروری ہے چنانچہ اگر کوئی مسجد میں ایک دن ٹھہرا رہا اور تمام چیزوں سے رکا رہا تو اسے معتکف نہیں کہا جائے گا اسلئے کہ نیت نہیں پائی گئی۔

فی مسجد:۔ یعنی ہر ایک مسجد میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہر جانے کی وجہ سے اعتکاف صحیح نہ ہوگا بلکہ جس میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہر رہا ہے وہ مسجد ایسی ہو کہ جس وقت وہ اعتکاف کے لئے اس میں بیٹھ رہا ہے اس وقت اس میں نماز پنجگانہ ہوتی ہو اس لئے کہ حضرت علیؓ اور حضرت حذیفہؓ کا فرمان ہے **لااعتکاف الا فی مسجد جماعة** اسلئے کہ جب اس مسجد میں ٹھہرے گا جس میں جماعت ہوتی ہے تو اس میں جماعت کا انتظار اکمل طریقہ پر ہوگا۔

علی المختار:۔ کہہ کر اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اسکے علاوہ اور بھی اقوال ہیں چنانچہ حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ واجب اعتکاف تو اس مسجد کے علاوہ میں صحیح نہ ہوگا کہ جس میں نماز پنجگانہ ہوتی ہو، اگر کوئی ایسی مسجد ہے کہ جس میں نماز پنجوقتہ نہیں ہوتی تو ان کے نزدیک اعتکاف واجب تو صحیح نہ ہوگا لیکن فرماتے ہیں کہ نفلی اعتکاف اس میں جائز ہے۔ (مراقی الفلاح)

للمرأۃالاعتکاف فی مسجدبیتھا :۔اب یہاں سے عورت کے احکامات کو بیان کر رہے ہیں، اسلئے کہ عورت تو مسجد میں جا نہیں سکتی اس لئے اس کے احکامات الگ ہیں، عورت اعتکاف کی نیت سے گھر ہی میں ٹھہرے گی اور گھر کے اس حصہ میں اعتکاف کرے گی جس میں وہ نماز ادا کرتی ہے اور جب وہ اس جگہ اعتکاف کی نیت سے ٹھہر جائے گی تو اب بلا کسی عذر شرعی کے اس جگہ سے ہٹ جانے پر اعتکاف واجب فاسد ہو جائے گا، ہاں اگر نفل ہے تو اب فاسد ہو جانے کی وجہ سے واجب نہیں ہوگا، صاحب نہایہ نے لکھا ہے کہ اگر عورت مسجد میں اعتکاف کرے گی تو یہ مکروہ تنزیہی ہے، اور اگر گھر کے اندر کوئی جگہ متعین نہیں ہے تو اب اسکے لئے اعتکاف صحیح نہیں ہوگا۔

(**ف**) اعتکاف کا رکن ٹھہرنا ہے اور اعتکاف کے شرائط میں سے وہ مسجد مخصوص ہے اور اعتکاف کی نیت اور نذر کا اعتکاف ہے تو روزہ بھی شرط ہے اور اعتکاف کی نیت کے صحیح ہونے کے واسطے اسکا مسلمان ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا شرط ہے، بلا ان چیزوں کے نیت صحیح نہ ہوگی۔

ثلاثۃاقسام :۔یعنی جو اعتکاف شرعاً مطلوب ہے اسکی تین قسمیں ہیں ایک واجب اور یہ اس وقت ہے کہ جس کسی نے نذر مانی ہو اور اس واجب اعتکاف کی صحت کیلئے روزہ کا ہونا ضروری ہے خواہ نذر کے اندر روزہ کی شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو۔

سنۃ :۔ **لاعتکافہ صلی اللہ علیہ وسلم العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ** پھر آپ کے تشریف لے جانے کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے بھی اعتکاف کیا اور اس کی وجہ احادث میں یہ آئی ہے **لما اعتکف النبی صلی اللہ علیہ وسلم العشر الاوسط اتاہ جبرئیل علیہ السلام فقال ان الذی تطلب اقامك یعنی لیلۃ القدر فاعتکف العشر الاخیر** . اور اسی وجہ سے بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ شب قدر رمضان المبارک کے اخیر دس راتوں میں ہے اب اس بارے میں اختلاف ہو گیا کہ کن راتوں میں ہے، بعض کا قول ہے ۲۱ویں رات میں بعض کا قول ہے کہ ۲۷ویں رات میں، اور صحیح تو یہ ہے کہ اخیر کی دس راتوں میں ہے اور طاق راتوں میں زیادہ گمان ہے امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ رمضان کی راتوں میں ہے لیکن صحیح پتہ نہیں اس لئے کہ وہ اِدھر اُدھر ہوتی رہتی ہے۔ اور حضرات صاحبین بھی فرماتے ہیں کہ رمضان میں ہے لیکن وہ فرماتے ہیں کہ ہر سال ایک ہی رات میں ہوتی ہے، اِدھر اُدھر نہیں ہوتی، اور امام اعظمؒ کی طرف مشہور یہ ہے کہ پورے سال میں ہوتی ہے کوئی مہینہ متعین نہیں ہے، بعض حضرات نے تو یہ کہا ہے کہ رمضان کی پہلی رات میں ہے اور حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ ۲۴ویں رات کو ہوتی ہے اور حضرت عکرمہ کا قول ہے کہ ۲۵ویں رات کو۔ (واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم)

مستحب :۔ یہ اعتکاف کی تیسری قسم ہے کہ جب چاہے اعتکاف کرے اس کے اندر کسی وقت اور روزہ وغیرہ کی ضرورت اور شرط نہیں ہے۔

فقط :۔یعنی صرف نذر اعتکاف کی صحت کے لئے روزہ شرط ہے اسکے علاوہ نہیں لقولہ علیہ السلام **لیس علی المعتکف صیام الا ان یجعلہ علیٰ نفسہ**. لہٰذا اس حدیث کے پیش نظر صرف منذور کے لئے روزہ شرط ہے۔

مدة یسیرة :۔ یعنی نفل اعتکاف کیلئے ذرا سی دیر اعتکاف کی نیت سے ٹھہر جانا صحیح ہے اور اس ٹھہر جانے کو اعتکاف کہا جائیگا

علی المفتیٰ بہٗ :۔ اسلئے کہ اس کا ہر ایک جزء ایک الگ حکم رکھتا ہے لہٰذا جس نے مسجد سے گزرتے ہوئے اعتکاف کی نیت کی اور کچھ توقف کر لیا بیٹھا نہیں تو یہ بھی اعتکاف ہو گیا۔

لایخرج :۔ یعنی جس مسجد میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہرا ہوا ہے اس جگہ سے نہ نکلے اگر کسی عذر شرعی کی بناء پر نکلا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر بلا عذر شرعی کے نکلا ہے تو اعتکاف ختم ہو گیا، عذر شرعی جیسے جمعہ کی نماز کے لئے، عیدین کے لئے ایسے وقت نکلے گا کہ اسکے پانے کی امید ہو نیز اس قدر پہلے نکلے کہ پہلے سنتوں کو بھی پالے اور اسی طرح جمعہ کے بعد والی سنتوں کو پڑھ کر واپس ہو اور اگر جامع مسجد میں اعتکاف کیا تو یہ اعتکاف تو صحیح ہو جائے گا لیکن جامع مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ لوگ جمع ہوتے ہیں، ہر وقت لوگ آتے جاتے ہیں جس سے عبادت میں خلل ہوگا اور اسی لئے مسجد میں پردہ لگا دیا جاتا ہے تاکہ خلوت میں عبادت کا لطف آئے۔

او طبعیة :۔ جیسے کہ پیشاب پاخانہ کے لئے نکلنا، اور جنابت کو دھلنے کے لئے باہر جانا، غسل جنابت کے لئے مسجد سے باہر آنا، مطلب یہ ہے کہ جب سونے کے بعد احتلام ہو گیا نہ کہ جماع کے بعد کا غسل جنابت۔ لانہ علیہ السلام کان لایخرج من معتکفہ الا لحاجة الانسان اور حاجت انسانی میں یہ چیزیں داخل ہیں اس لئے کہ جنابت اور ناپاکی کی حالت میں اور اسی طرح پیشاب کی حالت میں مسجد میں نہیں ٹھہرنا چاہئے۔

وَاَکْلُ الْمُعْتَکِفِ وَشُرْبُہٗ وَنَوْمُہٗ وَعَقْدُہُ الْبَیْعَ لِمَا یَحْتَاجُہٗ لِنَفْسِہٖ اَوْ عِیَالِہٖ فِی الْمَسْجِدِ وَکُرِہَ اِحْضَارُ الْمَبِیْعِ فِیْہِ وَکُرِہَ عَقْدُ مَاکَانَ لِلتِّجَارَةِ وَکُرِہَ الصَّمْتُ اِنِ اعْتَقَدَہٗ قُرْبَةً وَالتَّکَلُّمُ اِلَّا بِخَیْرٍ وَحَرُمَ الْوَطْیُ وَدَوَاعِیْہِ وَبَطَلَ بِوَطْئِہٖ وَبِالْاِنْزَالِ بِدَوَاعِیْہِ وَلَزِمَتْہُ اللَّیَالِیْ اَیْضاً بِنَذْرِ اِعْتِکَافِ اَیَّامٍ وَلَزِمَتْہُ الْاَیَّامُ بِنَذْرِ اللَّیَالِیْ مُتَتَابِعَةً وَاِنْ لَمْ یُشْتَرَطِ التَّتَابُعُ فِیْ ظَاہِرِ الرِّوَایَةِ وَلَزِمَتْہُ لَیْلَتَانِ بِنَذْرِ یَوْمَیْنِ وَصَحَّ نِیَّةُ النُّھُرِ خَاصَّةً دُوْنَ اللَّیَالِیْ وَاِنْ نَذَرَ اِعْتِکَافَ شَھْرٍ وَنَوَی النُّھُرَ خَاصَّةً اَوِ اللَّیَالِیَ خَاصَّةً لَاتَعْمَلُ نِیَّتُہٗ اِلَّا اَنْ یُصَرِّحَ بِالْاِسْتِثْنَاءِ۔

ترجمہ :۔ اور معتکف کا کھانا اور اس کا پینا اور اسکا سونا اور بیع کرنا جسکی اسے خود ضرورت ہو یا اسکے عیال کی ضرورت ہو مسجد میں ہوگی اور مبیع کا مسجد میں حاضر کرنا مکروہ ہے اور جو چیزیں تجارت کی ہیں انکا عقد کرنا مکروہ ہے اور اگر خاموش رہنے کو قربت کا سبب خیال کرتا ہو تو یہ مکروہ ہے اور اچھی باتوں کے علاوہ مکروہ ہیں، اور مجامعت اور جو اس مجامعت کی محرکات ہوں وہ سب حرام ہیں اور وطی کرنے سے، اور اسکے کرنے سے جو اس کیلئے محرک ہوں حرام ہیں، اور دن میں اعتکاف کی نیت سے راتوں کو بھی ضروری ہو جائے گا اور راتوں کی نیت کرنے سے دن بھی لازم ہو جائے گا ظاہر روایت میں اگرچہ لگاتار کی شرط نہ کی تھی اور دو راتوں کی نیت کرنے سے دو دن بھی لازم ہو جائیں گے لیکن اگر استثناء کی صراحت کردے۔

تشریح ومطالب :۔ اکل المعتکف : یعنی اعتکاف کی حالت میں معتکف مسجد میں کھانا کھائے گا اسی طرح مسجد ہی میں سوئے گا اور جن اشیاء کی خود اس کو ضرورت ہوگی یا اسکے اہل وعیال کی ضرورت

ہوگی اور کوئی دوسرا نہیں ہوگا توان کو مسجد ہی سے خرید بھی سکتا ہے اگران کیلئے مسجد سے باہر جائیگا تواعتکاف فاسد ہو جائے گا ان چیزوں کو مسجد میں رہ کر کرنے سے کوئی حرج نہیں ہوگا، چونکہ غسل جنابت یا اسی طرح سے ازالۂ نجاست مسجد میں کرنے سے مسجد ناپاک ہو جاتی ہے اس وجہ سے اس کیلئے باہر جاتا ہے لیکن کھانے پینے وغیرہ سے یہ خرابی نہیں ہوتی۔ ظہریہ میں ہے کہ اگر مغرب کے بعد مسجد سے کھانے کے واسطے چلا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (مراقی الفلاح)

کرہ احضار المبیع :۔ اس لئے کہ مسجد کو حقوق العباد سے بچانا چاہئے، یہ صرف حق اللہ کے لئے بنائی گئی ہے، لہٰذا اس میں اس کو لاکر دکان کی طرح نہ بنایا جائے۔

ماکان للتجارۃ :۔ اس لئے کہ جب آدمی مسجد میں رہ کر خرید و فروخت کرے گا اور اس طرح سے تجارت کریگا تو اس کی وجہ سے اللہ کی طرف سے توجہ ہٹ جائے گی اور ذکر ختم ہو جائیگی حالانکہ یہ مسجد میں اس وجہ سے ٹھہرا تھا کہ ذکر اللہ کرتا اسی لئے مسجد میں بیٹھ کر سلائی وغیرہ کرنا مکروہ ہے یہ مسئلہ تو ان لوگوں کے لئے تھا جو اس میں معتکف ہوں اگر اعتکاف نہ ہو تو مطلقاً مسجد کے اندر خرید و فروخت مکروہ ہے۔ (مراقی)

الصمت :۔ خاموش رہنا اس وقت مکروہ ہے جب یہ اعتقاد ہو کہ اس پر ثواب ملے گا لیکن اگر یہ خیال نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

التکلم :۔ یعنی معتکف جو بات کرے وہ بھلی بات ہو اس لئے کہ اِدھر اُدھر کی باتوں سے تو تمام لوگوں کو منع کیا گیا ہے چہ جائیکہ یہ حالت اعتکاف میں ہے اس لئے کہ یہ عبادت کے لئے بیٹھا ہوا ہے اور اس کو چاہئے کہ اعتکاف کی حالت میں قرآن کی تلاوت کرے اور اسی طرح ذکر اللہ کرے اور قرآن و حدیث کا درس دے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور نبیوں کے قصص کا تذکرہ کرے۔

حرم الوطئی :۔ لقوله تعالیٰ ولاتباشورهن وانتم عاكفون في المساجد اس لئے جو اس کے لئے محرکات ہوں گے ان کا بھی یہی حکم ہوگا اس لئے کہ بسا اوقات بعض چیزیں حرام تو نہیں ہوتیں مگر وہ سبب بن جاتی ہیں لہٰذا جو حکم مسبب کا ہوتا ہے وہی سبب کا ہو جاتا ہے۔

بطل بوطئه :۔ خواہ یہ جان بوجھ کر ہو یا بھول کر یا کسی کے مجبور کرنے کی وجہ سے ہو اسی طرح سے خواہ دن میں ہو یا رات میں ہر ایک صورت میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

وَالاِعْتِکَافُ مَشْرُوْعٌ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَهُوَ مِنْ اَشْرَفِ الْاَعْمَالِ اِذَا کَانَ عَنِ الْاِخْلَاصِ وَمِنْ مَحَاسِنِهٖ اَنَّ فِیْهِ تَفْرِیْغَ الْقَلْبِ مِنْ اُمُوْرِ الدُّنْیَا وَتَسْلِیْمَ النَّفْسِ اِلَی الْمَوْلٰی وَمُلَازَمَةَ عِبَادَتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ وَالتَّحَصُّنَ بِحِصْنِهٖ. وَقَالَ عَطَاءٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ مَثَلُ الْمُعْتَکِفِ مِثْلُ رَجُلٍ یَخْتَلِفُ عَلٰی بَابِ عَظِیْمٍ لِحَاجَةٍ فَالْمُعْتَکِفُ یَقُوْلُ لَااَبْرَحُ حَتّٰی یَغْفِرَ لِیْ وَهٰذَا مَا تَیَسَّرَ لِلْعَاجِزِ الْحَقِیْرِ بِعِنَایَةِ مَوْلَاهُ الْقَوِیِّ الْقَدِیْرِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ

الْأَنْبِيَاءِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ وَذُرِّيَّتِهِ وَمَنْ وَالَاهُ وَنَسْئَلُ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ مُتَوَسِّلِيْنَ اَنْ يَجْعَلَهُ خَالِصاً لِوَجْهِ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ وَاَنْ يَّنْفَعَ بِهِ النَّفْعَ الْعَظِيْمَ وَيَجْزِلَ بِهِ الثَّوَابَ الْجَسِيْمَ.

ترجمہ: . اور اعتکاف کا ثبوت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ہے، اور یہ اشرف اعمال میں سے ہے جب کہ یہ اخلاص کے ساتھ ہو اور اس کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دل امور دنیا سے فارغ ہو جاتا ہے اور نفس مولا کے سپرد ہو جاتی ہے اور اس کی عبادت خود اسی کے گھر میں ہوتی ہے اور خود مولائے کریم کے قلعہ میں بند ہو جاتا ہے اور حضرت عطاءؒ فرمایا کرتے تھے کہ معتکف کی مثال اس آدمی جیسی ہے کہ جو اپنی ضرورت کی وجہ سے کسی بڑے آدمی کے دروازے پر جاکر پڑا رہتا ہے اور معتکف یہ کہتا ہے کہ میں یہاں سے ہٹ نہیں سکتا جب تک کہ میری مغفرت نہ ہو جائے گی یہ وہ کچھ ہیں جو عاجز بندے کو مولائے قوی کی طرف سے ملی ہیں، حمد صرف اسی اللہ کے لئے ہے جس نے مجھکو اس کی ہدایت کی اگر خدائے تعالیٰ میری رہنمائی نہ کرتے تو یہ بات ناممکن تھی کہ ہم کو راستہ مل جاتا اور درود نازل ہو ہمارے سردار اور مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کہ نبیوں کے خاتم ہیں اور آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر اور ان تمام لوگوں پر جنھوں نے آپ کی مدد کی ہے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ اس رسالہ کو مخصوص طور پر اپنے لئے قرار دے اور اس کے ذریعہ عام نفع پہنچائے اور بہت بڑا ثواب عطا فرمائے۔ آمین!

تشریح ومطالب:۔ مشروع بالکتاب: اسلئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد اس آیت سے اعتکاف کی مشروعیت کتاب اللہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

السنة: حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں کی روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف فی العشر الاواخر من رمضان منذ قدم المدینة الی ان توفاہ اللہ تعالیٰ، لہٰذا اس عمل شریف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اعتکاف سنت ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کیا ہے۔ حضرت امام زہری کا بیان ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ لوگ کس طرح اعتکاف کو ترک کرتے ہیں حالانکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اور فرائض وواجبات کے علاوہ میں یہ عمل تھا کہ کبھی کبھی ترک بھی فرمادیا کرتے تھے لیکن اعتکاف کو آخری وقت تک ترک نہیں فرمایا۔ (مراقی الفلاح)

التحصن بحصنہ:۔ یعنی مسجد جو اللہ تعالیٰ کا قلعہ ہے اس میں رہ کر عبادت کی جاتی ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ آدمی قلعہ اسی لئے بناتا ہے کہ اس میں رہ کر اپنی حفاظت کرے اور مسجد اللہ تعالیٰ کا قلعہ ہے جب انسان اس کے اندر رہ کر عبادت کرے گا تو شیطان وغیرہ نہیں آسکیں گے اس لئے کہ جب ایک دنیاوی بادشاہ اس قدر کرتا ہے کہ جب کوئی اس کے قلعہ کے اندر چلا جاتا ہے تو وہ اس کی حفاظت کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ جو تمام قلعوں کا مالک ہے جب آدمی اپنے آپ کو اس کے قلعہ میں ڈال دے گا تو وہ ضرور بالضرور اس کی مدد کرے گا اور اس کو دشمن سے بچائے گا۔

قال:۔ یعنی عطاء بن ابی رباح جو امام مجتہد اور تابعی ہیں اور حضرت ابن عباسؓ کے تلمیذ ہیں اور حضرت امام اعظمؒ کے استاذ ہیں امام ابوحنیفہؒ اکثر انہی کی روایت لیتے ہیں، حضرت امام اعظمؒ فرماتے تھے ما رأیت افقہ من حماد

ولا اجمع للعلوم من عطاء بن ابی رباح. آپ کی وفات ۱۱۵ھ میں ہوئی آپ حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت عائشہؓ کے شاگرد ہیں۔ (مراقی الفلاح)

(ف) مصنفؒ نے سب سے پہلے کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الصوم کو لکھا جب اس کو لکھ چکے تو اس کے بعد ارادہ کیا کہ لاوٰاب اور عبادتوں کا تذکرہ کریں تاکہ پانچوں عبادتیں ہو جائیں اس کے بعد پھر کتاب الزکوٰۃ کو شروع کیا۔

کِتَابُ الزَّکٰوۃِ

هِیَ تَمْلِیْكُ مَالٍ مَخْصُوْصٍ لِشَخْصٍ مَخْصُوْصٍ فُرِضَتْ عَلٰی حُرٍّ مُسْلِمٍ مُكَلَّفٍ مَالِكٍ لِنِصَابٍ مِنْ نَقْدٍ وَلَوْ تِبْرًا اَوْ حُلِیًّا اَوْ آنِیَةً اَوْمَا یُسَاوِیْ قِیْمَتَهٗ مِنْ عُرُوْضٍ تِجَارَةٍ فَارِغٍ عَنِ الدَّیْنِ وَعَنْ حَاجَتِهِ الْاَصْلِیَّةِ نَامٍ وَلَوْ تَقْدِیْرًا وَشَرْطُ وُجُوْبِ اَدَائِهَا حَوَلَانُ الْحَوْلِ عَلَی النِّصَابِ الْاَصْلِیِّ وَاَمَّا الْمُسْتَفَادُ فِیْ اَثْنَاءِ الْحَوْلِ فَیُضَمُّ اِلٰی مُجَانِسِهٖ وَیُزَکّٰی بِتَمَامِ الْحَوْلِ الْاَصْلِیِّ سَوَاءٌ اُسْتُفِیْدَ بِتِجَارَةٍ اَوْ مِیْرَاثٍ اَوْ غَیْرِهٖ وَلَوْ عَجَّلَ ذُوْ نِصَابٍ لِسِنِیْنَ صَحَّ وَشَرْطُ صِحَّةِ اَدَائِهَا نِیَّةٌ مُقَارِنَةٌ لِاَدَائِهَا لِلْفَقِیْرِ اَوْ وَكِیْلِهٖ اَوْ لِعَزْلِ مَاوَجَبَ وَلَوْ مُقَارِنَةً حُكْمِیَّةً.

ترجمہ:۔ کتاب الزکوٰۃ۔ زکوٰۃ مخصوص مال کا مالک بنانا ہے مخصوص شخص کو، زکوٰۃ کا دینا آزاد مسلمان مکلف پر جو مالک نصاب ہو نقد کا خواہ سونا ہو یا زیور ہو یا برتن ہو یا وہ سامان تجارت کی کوئی چیز ہو جو نصاب کی قیمت کے برابر ہو، فاضل ہو قرض سے اور اس کی حاجت اصلیہ سے بڑھنے والا ہو اگرچہ وہ بڑھنا تقدیراً ہو اور اس کی ادائیگی کے وجوب کے لئے سال کا گزرنا شرط ہے نصاب اصلی پر اور جو سال کے درمیان میں بڑھا ہے اسے اس کی جنس کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور پورے سال کی زکوٰۃ دی جائیگی خواہ وہ مال تجارت سے حاصل ہوا ہو یا میراث سے یا اس کے علاوہ سے اور اگر صاحب نصاب دو سال کی زکوٰۃ پہلے دے دے تو صحیح ہے اور اس کی ادائیگی کے صحیح ہونے کیلئے نیت کا فقیر کو دیتے وقت یا اس کے وکیل کو یا جو مقدار واجب ہوتی ہے اس کے جدا کرنے کے وقت ملا ہونا ضروری ہے۔

تشریح و مطالب:۔ مصنفؒ جب دونوں عبادتوں کو بیان کر چکے تو اب اس کے بعد کتاب الزکوٰۃ کو شروع کر رہے ہیں اسے مؤخر کرنے کی وجہ گزر چکی، یہ اسلام کا اہم رکن ہے، اور مسلمان پر فرض ہے مگر اس کی فرضیت کے لئے کچھ شرائط ہیں اسلام نے اس کو ایک اہمیت دی ہے چنانچہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ اور ایک دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے من یقرض اللہ قرضا حسناً اور اسی طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے بنی الاسلام علیٰ خمسٍ شهادة ان لا الٰه الا الله وان محمد رسول الله واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة. اس لئے اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہوگا اور اس سے قتال جائز ہوگا جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانۂ خلافت اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکرؓ نے ان سے جنگ کی اور ان سے قتل و قتال کو جائز قرار دیا۔

مال مخصوص:۔ یہاں پر مال مخصوص سے مراد وہ مقدار ہے کہ جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور جس کو

بہ نیت زکوٰۃ مال سے الگ کیا جاتا ہے۔

لشخص مخصوص :۔ اس لئے کہ زکوٰۃ ہر ایک کو نہیں دی جاسکتی بلکہ اس کیلئے قرآن نے چند آدمیوں کو مخصوص کر دیا ہے جس کی تفصیل ابھی آگے آ رہی ہے۔

فرضت علی حرٍّ :۔ زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لئے آزاد ہونا شرط ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک غلام آزاد نہیں ہوتا کامل طور پر مالک نہیں ہوتا جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے وہ اس کے آقا کا ہوتا ہے اور آزاد شخص کا جو مال ہوتا ہے وہ اس کا کامل طور پر مالک ہوتا ہے۔ (ہدایہ)

مسلم :۔ اس لئے کہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے اور کافر کی عبادت قبول نہیں ہوتی اس وجہ سے جب اسکے اندر ابھی اہلیت نہیں ہے تو اس پر زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی فرض نہیں۔

مالك النصاب :۔ اسلئے کہ حضور پاک ﷺ نے اسکی مقدار متعین کر دی ہے چنانچہ آپکا ارشاد ہے **ليس فيما دون خمس اواق صدقة وليس فيما دون خمس ذود من الابل صدقة وليس فيما دون خمسة اوسق صدقة،** اسلئے مال پر زکوٰۃ واجب ہونے کے واسطے نصاب کا ہونا شرط قرار دیا گیا کہ اگر اس مقدار سے کم مال ہوگا تو زکوٰۃ نہ ہوگی۔

ولو تبراً :۔ خداوند قدوس نے سونے اور چاندی کو زینت کے لئے نہیں بنایا ہے بلکہ اس لئے بنایا ہے کہ ان کے ذریعہ تبادلہ ہو سکے چنانچہ شریعت مطہرہ نے سونے اور چاندی کو ثمن قرار دیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کو کاروبار میں لگایا جائے تاکہ اس سے مالک کو بھی فائدہ ہو اور دوسرے کام کرنے والوں کا بھی، ایک ہزار روپیہ کو زمین میں داب دینے سے اس کو بیکار کر دینا ہے خداوند عالم کی اتنی بڑی نعمت کا ضائع کر دینا مخلوق الٰہی پر ظلم وزیادتی ہے، ایک ہزار کاروبار میں لگایا جائے اگر ایک شخص بھی اس سلسلے میں نوکر رہے تو ایک ہی کا کام چلے حالانکہ جو کاروبار ہو اس کا فائدہ ایک تک محدود نہیں رہتا، اگر آپ کتابوں کی تجارت کرتے ہیں تو اس سے کاتبوں، کاغذ بنانے والوں، کاغذ فروخت کرنے والوں، جلد بنانے والوں وغیرہ کو اور غرضیکہ مختلف سلسلوں کے سینکڑوں انسانوں کو تھوڑا بہت نفع پہونچتا ہے اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ اس عظیم الشان نعمت کو محض چہرہ اور بدن کی دل کشی کیلئے استعمال کی جائے یا عشرت کدوں کی زیبائش کر دیا جائے، لہٰذا شریعت مطہرہ نے ان تمام غیر وضعی چیزوں کو نظر انداز کر کے ہر صورت میں سونے اور چاندی پر زکوٰۃ مقرر کی ہے خواہ وہ مشکوک ہو یا غیر مشکوک، زیور کی شکل میں ہو یا برتن کی صورت میں اب اگر اپنی بچت مقصود ہے تو مالک اپنا روپیہ لامحالہ کاروبار میں لگادے ورنہ پھر شریعت کے قانون کے بموجب یہ دولت رفتہ رفتہ فقیروں اور مسکینوں کے پاس پہونچادی جائے گی جو اسکے حاجتمند ہوں جب رقم کا چالیسواں حصہ ہر سال زکوٰۃ میں خرچ کر دیا جائے گا تو ظاہر ہے کہ چالیس پچاس سال میں وہ تمام رقم فقراء کے پاس پہونچ جائے گی، یہ ہے اسلامی سوشلزم (ماخوذ از ایضاح الاصباح)

نام :۔ اسکے معنی تو لغتاً یہ ہیں کہ بڑھنے والا۔ اب تجارت کا مال اور مویشی تو حقیقتاً بڑھتے ہیں اس لئے کہ مال خرید وفروخت میں نفع سے زیادہ ہوتا ہے اور اسی طرح مویشی جب بچہ دیتے ہیں تو ان کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور اسی

طرح سونا چاندی بھی بڑھنے والے ہیں اس لئے کہ یہ بھی تجارت کے لئے ہیں خواہ ان کو تجارت میں لگا کر بڑھایا جائے یا زمین وغیرہ میں رکھ کر انکو محدود کر دیا جائے اور تقدیراً بڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو بڑھنے والا کہہ دیا گیا ہو، خواہ اس میں در حقیقت اضافہ ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو۔

حولان الحول :۔ لقوله عليه السلام لازكوٰة في مال حتى يحول عليه الحول اس لئے کہ بڑھوتری کے لئے ایک مدت پوری ہے کہ اتنے دنوں تک مال میں زیادتی ہوتی رہی، چونکہ تجارت وکاروبار وغیرہ میں ایسا ہوتا ہے کہ پہلے نفع ہونے لگتا ہے پھر بعد میں نقصان ہو جاتا ہے، لہٰذا شریعت یہ نہیں چاہتی کہ بس جب آدمی مالدار ہو اس وقت اس سے لے اور غریب کر کے اسکو چھوڑ دے، بلکہ شریعت کا منشاء یہ ہے کہ غریبوں کو دیدے اور جب وہ خود غریب ہو گیا تو اب اس کو دینا چاہئے نہ لینا۔

المستفاد :۔ جو مال درمیان سال میں ملا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں ہو سکتا، یا تو وہ اس مال کے جنس سے ہوگا جو پہلے سے اس کے پاس موجود تھا یا اس مال کے ہم جنس نہ ہوگا بلکہ اس مستفاد کی جنس الگ ہوگی اب ان دو صورتوں میں دو حالت ہوگی ایک یہ مال جو حاصل ہوا ہے وہ پہلے مال کی وجہ سے ہوگا یا علیحدہ سے پہلے مال سے اس کا تعلق نہ ہوگا، اب یہ دیکھا جائیگا کہ اگر اس مال کے ہم جنس ہے اور اسی کا ثمرہ بھی ہے مثلاً بکری تھی اور اسکو بچہ پیدا ہو گیا اسی طرح ایک صورت اور ہو سکتی ہے کہ پہلے مال کے ہم جنس تو ہو مگر اسکے ثمرہ میں نہ حاصل ہوا ہو بلکہ الگ سے ملا ہو جیسے کسی کے پاس پہلے سے بکریاں موجود تھیں اور اب اسکے بعد اس کو ترکہ وغیرہ میں اور بکریاں مل گئیں، ان دونوں صورتوں میں اس مال مستفاد کو پہلے مال کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ اس کی تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس مال کے ہم جنس تو نہیں لیکن اسی کا ثمرہ کہا جا سکتا ہو، مثلاً کسی کے پاس بہت ساری گائیں تھیں، اور وہ سب کی سب مر گئیں، اب اس نے ان گایوں کی کھال نکلوالی اور اس کو بیچ کر اسی پیسہ سے تجارت شروع کر دی۔ اور اس کی چوتھی صورت یہ ہے کہ نہ تو وہ مال مستفاد اسکے ہم جنس ہے اور نہ اس کا ثمرہ ہے مثلاً کسی کے پاس پہلے سے مال موجود تھا اور اس کو کسی نے بکریاں ہبہ کر دیں اور ان بکریوں کی تعداد نصاب کی مقدار ہے تو اب ان دونوں صورتوں میں اس حاصل شدہ مال کی زکوٰۃ الگ سے ادا کی جائے گی۔

شرط :۔ یعنی جس وقت مال ادا کیا جائے اور فقیر وغیرہ کو دیا جائے اس وقت یہ نیت ہونی ضروری ہے اور بلا نیت کے زکوٰۃ صحیح نہ ہوگی۔

وکیلہ :۔ یعنی ایک آدمی نے کسی کو اپنا وکیل بنادیا کہ تم یہ زکوٰۃ کا مال لے جاؤ اور اسکے مستحق کو دے دو تو اب اس میں اس وقت نیت ضروری ہے کہ جب وہ مال زکوٰۃ وکیل کے سپرد کر دے اس وقت ضروری ہیں اور شرط نہیں جب کہ وکیل مستحق کو دے۔

لعزل :۔ یعنی اگر کوئی مال کو نکال کر الگ کر رہا ہے مثلاً بکس وغیرہ میں رکھ رہا ہے تو اس وقت جب الگ کرنے لگے اس وقت نیت کرے۔

كَمَا لَوْ دَفَعَ بِلاَ نِيَّةٍ ثُمَّ نَوىٰ وَالْمَالُ قَائِمٌ بِيَدِ الْفَقِيْرِ وَلاَ يُشْتَرَطُ عِلْمُ الْفَقِيْرِ اَنَّهَا زَكوٰةٌ عَلَى الْاَصَحِّ حَتّٰى لَوْ اَعْطَاهُ شَيْئاً وَسَمَّاهُ هِبَةً اَوْقَرْضاً وَنَوىٰ بِهِ الزَّكوٰةَ صَحَّتْ وَلَوْ تَصَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَالِهٖ وَلَمْ يَنْوِ الزَّكوٰةَ سَقَطَ عَنْهُ فَرْضُهَا وَزَكوٰةُ الدَّيْنِ عَلٰى اَقْسَامٍ فَاِنَّهُ قَوِيٌّ وَوَسَطٌ وَضَعِيْفٌ فَالْقَوِيُّ وَهُوَ بَدَلُ الْقَرْضِ وَمَالُ التِّجَارَةِ اِذَا قَبَضَهُ وَكَانَ عَلٰى مُقِرٍّ وَلَوْ مُفْلِساً اَوْ عَلٰى جَاحِدٍ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ زَكَّاهُ لِمَا مَضٰى وَيَتَرَاخىٰ وُجُوْبُ الْاَدَاءِ اِلٰى اَنْ يَقْبِضَ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَماً فَفِيْهَا دِرْهَمٌ لِاَنَّ مَادُوْنَ الْخُمْسِ مِنَ النِّصَابِ عَفْوٌ لاَزَكوٰةَ فِيْهِ وَكَذَا فِيْمَا زَادَ بِحِسَابِهٖ.

ترجمہ:۔ جیسا کہ اگر بلا نیت کے دیدیا پھر اس کے بعد نیت کی اور مال ابھی تک فقیر ہی کے ہاتھ میں تھا اور صحیح تر مذہب کے مطابق فقیر کا یہ جاننا ضروری نہیں کہ زکوٰۃ ہے چنانچہ کوئی چیز دی اور اسے ہبہ کہہ کر دیا یا قرض کہہ کر اس کے سپرد کر دیا اور زکوٰۃ کی نیت کی تو صحیح ہے اور اگر تمام مال کو صدقہ کر دیا اور زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تو اس سے اس کا قرض ساقط ہو جائے گا، اور قرض کی زکوٰۃ چند قسموں پر ہے ایک قرض قوی دوسرا قرض متوسط تیسرا قرض ضعیف۔ قرض قوی وہ قرض ہے جو قرض کا بدلہ ہو یا مال تجارت کا بدلہ ہو اس کا حکم یہ ہے کہ جب اس پر قبضہ کرے تو گذشتہ دنوں کی بھی زکوٰۃ دے گا، بشرطیکہ وہ ایسے شخص پر ہو جو اسکا اقرار کرتا ہو اگر چہ وہ مفلس ہو یا ایسے انکار کرنے والے پر کہ اس پر بینہ ہو اس قسم کے قرض کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا وجوب چالیس درہم کی وصولیابی تک ملتوی رہے گا اور اس میں ایک درہم ہو گا اس لئے کہ نصاب کے پانچویں حصہ تک زکوٰۃ معاف ہے اور اسی طرح جو اس میں زیادہ ہو گا اسی حساب سے زکوٰۃ ہو گی۔

تشریح و مطالب:۔ لایشترط یعنی زکوٰۃ دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی نیت تو یہ ہو کہ میں زکوٰۃ ادا کر رہا ہوں لیکن لینے والے کیلئے ضروری نہیں کہ اس کو معلوم ہو کہ میں زکوٰۃ لے رہا ہوں اگر فقیر کو یہ کہہ کر دیا گیا کہ یہ ہبہ ہے اور دینے والے کی نیت زکوٰۃ کی تھی تو وہ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

بجميع ماله:۔ اگر کوئی ایسا ہے کہ اس نے اپنا تمام مال صدقہ کر دیا لیکن دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تو اب اسکی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اسلئے کہ اب اسکے پاس مال ہی نہیں بچا اسی طرح جب اسکے پاس مال ہو جائے گا تو اب وہ اسکو نہیں دے گا، لیکن اگر تمام مال صدقہ نہیں کیا بلکہ آدھا یا تہائی مال دیا تو اگر زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تو زکوٰۃ اسکے ذمہ باقی رہے گی۔

سقط عنه فرضها:۔ یعنی اس کے ذمہ جو زکوٰۃ فرض تھی وہ ساقط ہو جائے گی لیکن اگر کسی اور واجب کی نیت کر لی مثلاً منت اور نذر کے سلسلہ میں تمام رقم صرف کر دی تو اب زکوٰۃ ادا نہ ہو گی بلکہ وہ زکوٰۃ تو اب اسکے ذمہ باقی رہے گی۔

زكوٰة الدين:۔ اب یہاں سے ایک مسئلہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی کا قرض ہے تو اب کیا اسپر زکوٰۃ واجب ہو گی یا نہیں؟ مصنفؒ نے یہ بیان کیا کہ مال مقروض ایک ہی طرح کا نہیں ہوتا ہے بلکہ تین طرح کا ہوتا ہے ایک قرض قوی دوسرا قرض اوسط تیسرا قرض ضعیف۔

زكّاه لمامضى:۔ قرض قوی کے اندر دو شرطیں ہیں (۱) قرض دار کو قرض کا اقرار ہو (۲) اگر مدیون منکر ہے لیکن قرض خواہ کے پاس گواہ موجود ہوں اگر قرض دار اقرار کرتا ہے تو اب اگر چہ وہ بھی مفلس ہو جائے تب بھی زکوٰۃ واجب ہو جائیگی۔

لازکوٰۃ فیہ :۔ اس لئے کہ جب تک پانچواں حصہ وصول نہ ہو جائے اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہ ہو گی، اب یہ سمجھیئے کہ اس عبارت کا ظاہر مفہوم کیا ہے، اس کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ مثلاً ٦٠ درہم وصول ہوئے تو ڈیڑھ درہم اور اگر ستر وصول ہوئے تو پونے دو درہم واجب ہو جائیں گے چنانچہ صاحبین کا مسلک یہی ہے، مگر امام صاحب کے نزدیک چالیس سے کم میں معاف ہے یعنی اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں، لہٰذا اس عبارت کا مفہوم یہ ہوا کہ چالیس درہم سے زیادہ پر بھی یہی حکم ہو گا کہ جب مزید چالیس درہم وصول ہو جائیں گے تو ایک درہم زکوٰۃ واجب ہو گی۔ (طحطاوی)

وَالْوَسَطُ وَهُوَ بَدَلُ مَالَيْسَ لِلتِّجَارَةِ كَثَمَنِ ثِيَابِ الْبِذْلَةِ وَ عَبْدِ الْخِدْمَةِ وَدَارِ السُّكْنٰى لَاتَجِبُ الزَّكٰوةُ فِيْهِ مَالَمْ يَقْبِضْ نِصَاباً وَيُعْتَبَرُ لِمَا مَضٰى مِنَ الْحَوْلِ مِنْ وَقْتِ لُزُوْمِهٖ لِذِمَّةِ الْمُشْتَرِىْ فِىْ صَحِيْحِ الرِّوَايَةِ وَالضَّعِيْفُ وَهُوَ بَدَلُ مَالَيْسَ بِمَالٍ كَالْمَهْرِ وَالْوَصِيَّةِ وَبَدَلِ الْخُلْعِ وَالصُّلْحِ عَنْ دَمِ الْعَمَدِ وَالدِّيَةِ وَبَدَلِ الْكِتَابَةِ وَالسِّعَايَةِ لَاتَجِبُ فِيْهِ الزَّكٰوةُ مَالَمْ يَقْبِضْ نِصَاباً وَيَحُوْلُ عَلَيْهِ الْحَوْلُ بَعْدَ الْقَبْضِ وَهٰذَا عِنْدَ الْاِمَامِ وَاَوْجَبَا عَنِ الْمَقْبُوْضِ مِنَ الدُّيُوْنِ الثَّلٰثَةِ بِحِسَابِهٖ مُطْلَقاً.

ترجمہ: . اور قرض متوسط وہ ہے جو تجارت کے بدلہ واجب نہ ہو جیسے استعمال شدہ کپڑوں کی قیمت اور خدمت کے غلام، اور رہنے کا گھر ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی جب تک کہ نصاب کے مقدار کو نہ پالے اور گزرے ہوئے میں سال کے گزرنے کا اعتبار ہو گا اس وقت سے جب سے مشتری کے ذمہ واجب ہوا ہے صحیح مذہب کے مطابق۔ اور قرض ضعیف وہ ہے جو ایسی چیز کے بدلہ میں ہو جو مال نہ ہو جیسے مہر اور وصیت اور بدل خلع یا قتل عمد کی صورت میں جو مال واجب ہوتا ہے، یا دیت کی رقم اور بدل کتابت کی رقم ان تمام میں اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہ ہو گی جب تک کہ نصاب کی مقدار پر قبضہ نہ ہو جائے اور قبضہ کے بعد سال نہ گزر جائے اور یہ مسلک امام اعظمؒ کا ہے اور صاحبین نے مقبوض پر تینوں صورتوں میں مطلقاً زکوٰۃ کی مقدار پر زکوٰۃ کو واجب کہا ہے۔

تشریح و مطالب :۔ ثیاب البذلۃ : ایک شخص کے پاس پرانے استعمال شدہ کپڑے تھے اس نے اسے فروخت کر دیا اور جو قیمت اس کے بدلہ میں ملی وہ نصاب کے مقدار تھی، اور ایک سال گذر بھی گیا اور ابھی تک مشتری نے اس کی قیمت بھی ادا نہیں کی، یا اسی طرح سے اسکے پاس خدمت کا غلام تھا جس سے وہ خدمت لیتا تھا اسے فروخت کرنے کیلئے نہیں خریدا تھا، اور اسے بیچ ڈالا اور جو اس کی قیمت ہوتی وہ نصاب کے مقدار تھی اور ابھی تک اسکی قیمت کو وصول نہیں پایا، یا اسی طرح سے اس کے پاس ایک رہائش کا مکان تھا جس میں وہ خود رہتا تھا کرایہ وغیرہ پر نہیں چلاتا تھا اور اسے فروخت کر دیا اور اس کی بھی قیمت نصاب کے مقدار ہو گئی اور ایک سال تک مشتری نے ادا نہیں کیا ان تمام صورتوں میں جب نصاب کی مقدار وصول پائے گا اس وقت زکوٰۃ ادا کرنی ہو گی اور اس میں سال کا آغاز اسوقت سے شمار کیا جائے گا جس وقت اس نے ان کو فروخت کیا ہے چنانچہ اگر کسی نے مئی ۱۹۰۸ء میں اپنا مکان فروخت کیا اور اس کو مئی ۱۹۰۹ء میں سو روپیہ وصول ہوا تو اب اسی وقت سال گذشتہ کے ڈھائی روپیہ ادا کرنے ہوں گے اس لئے کہ اب سال گزر

گیا، یہ نہیں کہا جائے گا کہ وصولیابی کے وقت سے سال کو شمار کیا جائے گا۔ (طحطاوی وحاشیہ شیخ الادبؒ)

فی صحیح الروایة :۔ دَین متوسط کے بارے میں دو روایت ہے، اصل روایت تو یہ ہے کہ اس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور ادا کرنی لازم نہیں ہوتی، جب تک کہ دو سو درہم نہ پالے اور جب دو سو درہم پالے گا تو اب زکوٰۃ ادا کرے گا اور ایک روایت ابن سماعہ کی حضرت امام ابو حنیفہؒ سے یہ ہے کہ جب تک اس پر قبضہ نہ کر لیا جائے اور سال نہ گزر جائے اس وقت تک اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ (شامی ملخصا)

کالمهر :۔ یعنی مہر جو ہوتا ہے وہ کسی مال کے بدلہ نہیں ہوتا بلکہ بضعہ کے بدلہ ایک مال واجب ہوتا ہے جو شوہر کے اوپر ہوتا ہے اور نکاح کے بعد وطی سے قبل شوہر اپنی منکوحہ کو دیتا ہے اس میں اس وقت زکوٰۃ واجب ہوگی کہ جب وہ اس پر قبضہ کر لے اور قبضہ کے وقت سے لے کر سال گزرنے تک اسکے پاس رہے۔

الوصية :۔ یعنی جب زید کا انتقال ہونے لگا اس وقت اس نے وصیت کی کہ میرے مال میں سے ایک ہزار درہم بکر کو دیدیا جائے اور یہ رقم ایک مدت تک بکر کو نہیں دی گئی تو اس صورت میں بھی اسی وقت زکوٰۃ واجب ہوگی جب مہر کے مال میں واجب ہوتی ہے۔

بدل الخلع :۔ ایک شوہر اپنی بیوی کو طلاق نہیں دے رہا تھا اور بیوی نے اس سے کہا کہ تم مجھ سے ایک ہزار درہم لے لو اور مجھے طلاق دیدو تو جو رقم طلاق کے بدلہ میں مل رہی ہے اسے بدل خلع کہا جاتا ہے اور ایک سال تک اس رقم کو ادا نہیں کیا تو اس وقت زکوٰۃ واجب ہوگی جب قبضہ کے بعد ایک سال گزر جائے۔

دم العمد :۔ اگر کسی نے کسی آدمی کو جان بوجھ کر دھادار آلہ سے مار دیا اور وہ مر گیا تو شریعت نے اس کے بارے میں یہ حکم دیا ہے کہ اس کو بھی اسکے بدلہ میں قتل کر دیا جائے اور شریعت کی اصطلاح میں اسکو قصاص کہا جاتا ہے، لیکن ایک اور راستہ شریعت نے نکال دیا ہے کہ اگر مقتول کے ورثاء قاتل سے صلح کر لیں اور اس کو قتل کرنے کے بجائے کچھ مال لے لیں تو یہ جائز ہے، اور اسے خون بہا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الدية :۔ اگر جان بوجھ کر قتل نہیں کیا، مثلاً وہ شکار کر رہا تھا اور گولی چلائی اور وہ گولی اس کو لگ گئی اور اسکی وجہ سے وہ مر گیا یا پتھر وغیرہ پھینک رہا تھا اور اسے لگ گیا یا لاٹھی سے مارا اور اس کا ارادہ مارنے کا نہیں تھا لیکن وہ اتفاقاً مر گیا تو اسکو قتل خطا کہا جاتا ہے اس صورت میں مارنے والے کو قتل نہیں کیا جاتا بلکہ اس سے ایک رقم لی جاتی ہے جسے شریعت میں دیت کہا جاتا ہے۔

بدل الكتابة :۔ ایک غلام تھا اور زید نے اس کو خرید لیا اور خریدنے کے بعد یہ کہہ دیا کہ جب تم ایک ہزار درہم دیدو گے اس وقت تم آزاد ہو جاؤ گے تو اس کو بدل کتابت کہا جاتا ہے۔

السعاية :۔ زید وعمر نے مل کر ایک غلام خریدا اور اس کے بعد زید نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اب غلام مزدوری کر کے بکر کی قیمت ادا کر دے گا اور اسی کو بدل سعایہ کہا جاتا ہے۔

(ف) ان تمام صورتوں میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوگی جب یہ مقدار زکوٰۃ کو پہونچ رہی ہو، اور اسی طرح اس میں بھی سال کا گزرنا ضروری ہے لیکن اس میں سال کا آغاز اس وقت ہوگا جب روپیہ کو اپنے قبضہ میں کر لے گا اس

وقت سے نہیں شمار کیا جائے گا جب سے اسکی رقم ان لوگوں پر واجب ہوئی ہے۔

ھٰذاعندالامام :۔ یعنی یہ مسائل جو بیان کئے گئے یہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مسلک تھا، یہ کہنے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ اس مسئلہ میں صاحبین کا اختلاف ہے جیسا کہ اس کے آگے خود مصنفؒ نے بیان کیا ہے۔

بحسابہ مطلقاً :۔ یعنی حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جس قدر رقم وصول ہوتی رہے اس کی زکوٰۃ ادا کرتا رہے، خواہ وصول ہونے والی رقم زکوٰۃ کی مقدار ہو یا نہ ہو، اور اسی طرح خواہ وہ پانچواں حصہ وصول ہوا ہو یا اس سے کم ہی وصول ہوا ہو۔

لیکن علامہ نجیم مصری صاحب بحر الرائق کی روایت کے بموجب صاحبین کے نزدیک بھی کتابت، سعایت اور دیت کی رقم مستثنیٰ ہے یعنی ان تینوں میں اس وقت زکوٰۃ واجب ہوگی جبکہ وصول شدہ مال زکوٰۃ کے نصاب کے برابر ہو اور وصول ہونے کے بعد ایک سال گزر جائے۔

وَاِذَا قَبَضَ مَالَ الضِّمَارِ لَاتَجِبُ زَكٰوةُ السِّنِيْنَ الْمَاضِيَةِ وَهُوَ كَاٰبِقٍ وَمَفْقُوْدٍ وَمَغْصُوْبٍ لَيْسَ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ وَمَالٍ سَاقِطٍ فِي الْبَحْرِ وَمَدْفُوْنٍ فِي مَفَازَةٍ اَوْ دَارٍ عَظِيْمَةٍ وَقَدْ نَسِيَ مَكَانَهٗ وَمَاخُوْذٍ مُصَادَرَةً وَمُوْدَعٍ عِنْدَ مَنْ لَايَعْرِفُهٗ وَدَيْنٍ لَابَيِّنَةَ عَلَيْهِ وَلَايُجْزِئُ عَنِ الزَّكٰوةِ دَيْنٌ اُبْرِئَ عَنْهُ فَقِيْرٌ بِنِيَّتِهَا وَصَحَّ دَفْعُ عَرْضٍ وَمَكِيْلٍ وَمَوْزُوْنٍ عَنْ زَكٰوةِ النَّقْدَيْنِ بِالْقِيْمَةِ وَاِنْ اَدّٰى مِنْ عَيْنِ النَّقْدَيْنِ فَالْمُعْتَبَرُ وَزْنُهُمَا اَدَاءً كَمَا اعْتُبِرَ وُجُوْبًا وَتُضَمُّ قِيْمَةُ الْعُرُوْضِ اِلَى الثَّمَنَيْنِ وَالذَّهَبِ اِلَى الْفِضَّةِ قِيْمَةً۔

ترجمہ :۔ اور جب مال ضمار پر قبضہ ہو گیا تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اور یہ اس بھاگا ہوا غلام اور گمشدہ مال اور ایسا مغصوب کہ جس پر بیّنہ نہ ہو، اور اس مال کی طرح ہے جو دریا میں گر گیا ہو اور اس مال کی طرح جو کسی جنگل میں دفن کر دیا گیا ہو یا کسی بڑے گھر میں دبا دیا گیا ہو اور پھر اس کی جگہ بھول گیا ہو یا اس مال کی طرح ہے جو تاوان میں اس سے لیا گیا تھا، اور اس کی طرح ہے کہ جس کے پاس رکھ دیا اور اسکو پہچانتا نہیں اور اس قرض کی طرح ہے کہ جس پر کوئی گواہ نہیں ہے اور کافی نہیں ہے وہ قرض کہ جس سے فقیر کو بری کر دیا گیا ہو اس کی نیت سے اور صحیح ہے عرض اور مکیل اور موزون کا دینا دو نقدوں کے بدلے قیمت کے برابر، اور اگر خالص نقدین سے ادا کرتا ہے تو اس میں ان دونوں کے وزن کا اعتبار کیا جائے گا اور اسی طرح ادائے زکوٰۃ میں بھی وزن کا اعتبار کیا جائے گا جس طرح وجوب زکوٰۃ میں ان کا اعتبار ہے اور عروض کی قیمت کو ہر دو ثمن اور سونے کی قیمت چاندی کے ساتھ شامل کر دی جائے گی۔

تشریح و مطالب :۔ **مال الضمار** : اس سے ہر وہ مال مراد ہے کہ جس کی وصولیابی دشوار ہو یہ دشواری جس طریقے سے بھی ہو۔ (طحطاوی)

ھو کاٰبق :۔ اب یہاں سے مال مغصوب کی مثال دے رہے ہیں کہ خواہ وہ اس طور سے ہو کہ غلام خرید کر لایا تھا یا جانور اور وہ بھاگ گیا یا اسی طرح سے اس کے پاس مال تو موجود تھا اور وہ مقدار نصاب بھی تھا لیکن وہ گم ہو گیا یا اسی طرح اس کے پاس جو کچھ تھا اس کو کسی نے غصب کر لیا اور اسکے پاس کوئی شہادت دینے والا بھی موجود نہیں ہے کہ اس

پر جاکر شہادت دیدے کہ یہ اس کا مال تھا اور اس نے غصب کر لیا ہے یا اسی طرح دریا میں سفر کر رہا تھا اور اس کا مال دریا میں گر گیا یا اسی طرح سے اس نے جنگل و بیابان میں یا کسی بڑے مکان میں دفن کر دیا اور اب اس کو جگہ بھی معلوم نہیں ہے کہ کہاں دفن کیا تھا، لیکن اگر چھوٹا مکان ہو گا تو اس کا یہ حکم نہیں ہو گا اس لئے کہ اس کو کھودا جا سکتا ہے۔

ماخوذ مصادرة :۔ ایک آدمی پر حاکم نے کسی طرح کا جرمانہ لگا دیا اور پھر اپیل کے بعد اس کو واپس کر دیا یا اسی طرح بدمعاشوں نے کسی عزیز کو اغوا کر کے اس کی رقم لے لی پھر بعد میں اس کو واپس کر دیا تو جس عرصہ تک اس کے پاس سے وہ مال چلا گیا تھا اس وقت تک کی زکوٰۃ واجب نہ ہو گی اس لئے کہ اسے امید نہیں تھی کہ وہ واپس کر دے گا۔

دین ابری عنه :۔ یعنی جس وقت قرض دے رہا تھا اس وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں تھی بعد میں زکوٰۃ کی نیت کر لی تو اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہو گی بلکہ پھر دوبارہ ادا کرنی ہو گی اس لئے کہ نیت کا ملا ہونا ضروری ہے۔

عین النقدین :۔ یعنی اگر سونے کی زکوٰۃ دے رہا ہے تو سونے کا اعتبار کیا جائے گا، یا اگر چاندی کی زکوٰۃ دے رہا تھا تو اب چاندی کے وزن کا اعتبار ہو گا۔

وَنُقْصَانُ النِّصَابِ فِي الْحَوْلِ اِنْ كَمُلَ فِي طَرَفَيْهِ فَاِنْ تَمَلَّكَ عَرَضاً بِنِيَّةِ التِّجَارَةِ وَهُوَ لَايُسَاوِي نِصَاباً وَلَيْسَ لَهُ غَيْرُهُ ثُمَّ بَلَغَتْ قِيمَتُهُ نِصَاباً فِي آخِرِ الْحَوْلِ لَاتَجِبُ زَكوٰتُهُ لِذَالِكَ الْحَوْلِ. وَنِصَابُ الذَّهَبِ عِشْرُوْنَ مِثْقَالاً وَنِصَابُ الْفِضَّةِ مِائَتَا درهم مِنَ الدَّرَاهِمِ الَّتِي كُلُّ عَشْرَةٍ مِنْهَاوَزْنُ سَبْعَةِ مَثَاقِيْلَ وَمَا زَادَ عَلَى نِصَابٍ وَبَلَغَ خَمْساً زَكَّاهُ بِحِسَابِهِ وَمَا غَلَبَ عَلَى الغِشِّ فَكَالْخَالِصِ مِنَ النَّقْدَيْنِ وَلاَ زَكوٰةَ فِي الْجَوَاهِرِ وَاللَّآلِي اِلاَّ اَنْ يَتَمَلَّكَهَا بِنِيَّةِ التِّجَارَةِ كَسَائِرِ الْعُرُوْضِ.

ترجمه: ۔ اگر سال کے دونوں جانب نصاب پورا ہو تو درمیان سال میں نصاب کے کم ہونے سے کچھ نقصان نہیں ہوتا اگر کوئی شخص کسی مال پر بنیت تجارت مالک ہوا اور نصاب کی مقدار نہیں تھا اور اسکے پاس اور مال نہیں تھا پھر اس مال کی مقدار اخیر سال میں نصاب کی مقدار ہو گیا تو اب اس سال کی زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی، اور سونے کا نصاب ۲۰ مثقال ہے اور چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے ان درہموں میں سے کہ جس کے ہر دس درہم سات مثقال کے ہوں اور جو نصاب کے پانچویں حصہ کے برابر ہو جائے تو اس کی زکوٰۃ اسی کے حساب سے دی جائے گی اور جو کھوٹے پر غالب ہو تو اس کو سونے اور چاندی کے خالص کی طرح مانا جائے گا۔ اور جواہر و موتیوں میں زکوٰۃ نہیں، مگر جب کہ تجارت کی نیت سے اس کا مالک ہو جائے جیسا کہ دوسرے سامانوں میں ہوتا ہے۔

تشریح و مطالب :۔

نقصان النصاب :یعنی ایک آدمی شروع سال میں اس مقدار کا مالک تھا کہ وہ نصاب زکوٰۃ کے مقدار تھا اور درمیان سال میں اسکے اندر کمی آگئی لیکن سال کے ختم ہونے سے قبل وہ پھر نصاب کا مالک ہو گیا تو اب اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی اسلئے کہ وجوب اور حولان حول میں اسکا اعتبار کیا جاتا ہے کہ دونوں طرف برابر ہو۔

لایساوی نصاباً :۔ اب یہاں سے دوسری شق بیان کر رہے ہیں کہ اگر کسی کے پاس جس وقت اس نے

تجارت شروع کی تھی نصاب کی مقدار مال نہیں تھا لیکن آخر سال میں اسکے پاس نصاب کی مقدار مال ہو گیا تو اب اس پر اس سال کی زکوٰۃ واجب نہ ہو گی اس لئے کہ سال کے شروع میں وہ نصاب زکوٰۃ کا مالک نہیں تھا۔

نصاب الذهب عشرون مثقالاً :۔ سونے کا نصاب بیس مثقال ہے یعنی ساڑھے سات تولے، اور چاندی کا نصاب دو سو درہم کے وزن کے برابر ہے، جو ہندوستان کے وزن کے اعتبار سے ۵۲ تولہ ہوتا ہے، اب زکوٰۃ ادا کرنے میں اگر چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی دی جارہی ہے تو وزن کے لحاظ سے چالیسواں حصہ دیا جائے گا اب اگر کسی کے پاس سو تولہ چاندی ہے تو اسکی زکوٰۃ میں ڈھائی تولہ چاندی دی جائے گی جیسا کہ ابھی اس سے قبل لکھا جاچکا ہے۔

(ف) ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے اس حساب سے بیس مثقال کے نوے ماشہ یعنی ساڑھے سات تولے ہوئے۔

الدراهم :۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں تین طرح کے درہم رائج تھے ایک تو وہ تھا جو ایک مثقال کے برابر ہوتا تھا دوسرا ایک درہم وہ تھا جو ایک نصف مثقال کے برابر ہوتا تھا، اور تیسری قسم وہ دراہم تھے کہ دس درہم چھ مثقال کے برابر ہوتے تھے، حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں بھی یہی رائج رہے لیکن حضرت عمرؓ نے جب زمام حکومت سنبھالی تو اس بارے میں اختلاف ہوا کہ کس کو مقدار زکوٰۃ کہا جائے، اس وقت ان تینوں کے درمیان تناسب نکالا گیا یعنی تینوں قسم کے درہم دس دس کا وزن ۲۱ مثقال کا ہوتا تھا ان کو تین پر تقسیم کر دیا گیا اب اسکے بعد ایک ایسی قسم نکل گئی جسکے دس درہم سات مثقال کے برابر ہونے لگے اور اسی کو اصطلاح فقہاء میں "سبعہ" کہا جاتا ہے۔

علی الغش :۔ یعنی اگر کوئی سامان تیار کیا گیا اور اس میں کسی اور چیز کی آمیزش ہے تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ کون سی چیز زائد ہے اگر سونا اور چاندی زائد ہے تو اسی کا حکم ہو گا اور اگر دھات زائد ہے تو اب اسی کا حکم ہو گا، غرضیکہ زیادتی کا اعتبار کیا جائے گا۔

وَلَوْ تَمَّ الْحَوْلُ عَلٰى مَكِيْلٍ اَوْ مَوْزُوْنٍ فَغَلَا سِعْرُهُ اَوْ رَخُصَ فَاَدّٰى مِنْ عَيْنِهٖ رُبْعَ عُشْرِهٖ اَجْزَاهُ وَاِنْ اَدّٰى مِنْ قِيْمَتِهٖ تُعْتَبَرُ قِيْمَتُهٗ يَوْمَ الْوُجُوْبِ وَهُوَ تَمَامُ الْحَوْلِ عِنْدَ الْاِمَامِ وَقَالَا يَوْمَ الْاَدَاءِ لِمَصْرِفِهَا وَلَا يَضْمَنُ الزَّكٰوةَ مُفَرِّطٌ غَيْرُ مُتْلِفٍ فَهَلَاكُ الْمَالِ بَعْدَ الْحَوْلِ يُسْقِطُ الْوَاجِبَ وَهَلَاكُ الْبَعْضِ حِصَّتَهٗ وَيُصْرَفُ الْهَالِكُ اِلَى الْعَفْوِ فَاِنْ لَمْ يُجَاوِزْهُ فَالْوَاجِبُ عَلٰى حَالِهٖ وَلَا تُؤْخَذُ الزَّكٰوةُ جَبْرًا وَلَا مِنْ تَرِكَتِهٖ اِلَّا اَنْ يُّوْصِيَ بِهَا فَتَكُوْنُ مِنْ ثُلُثِهٖ وَيُجِيْزُ اَبُوْيُوْسُفَ الْحِيْلَةَ لِدَفْعِ وُجُوْبِ الزَّكٰوةِ وَكَرِهَهَا مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ: ۔ اور اگر مکیل یا موزون چیز پر سال گزر گیا، اب اس کا نرخ گراں ہو گیا یا ارزاں ہو گیا، تو اس میں سے دسویں کا چوتھائی ادا کر دیا تو صحیح ہے اور اگر اس کی قیمت میں سے ادا کیا ہے تو واجب ہونے کے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ امام صاحب کے نزدیک سال کا پورا ہونا ہے، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ مصرف زکوٰۃ کو جس روز ادا کر رہا ہے اس دن کا اعتبار ہو گا، مفرط جو متلف نہ ہو وہ مال کے ضائع ہو جانے پر ضامن نہ ہو گا جب کہ سال گزر گیا ہو تو زکوٰۃ کا وجوب ساقط ہو جائے گا اور بعض حصہ کا ہلاک ہو جانا اسی کی مقدار ساقط ہو گا اور ضائع ہونے والے حصہ کو اولاً معافی حصہ کی

طرف منصرف کر دیا جائے گا، تو اگر وہ آگے نہیں گیا تو واجب اپنے حال پر باقی رہے گا اور زکوٰۃ جبراً وصول نہیں کی جائے گی اور نہ ترکہ میں سے لی جائے گی مگر جب کہ مرنے والے نے وصیت کی ہو تو اس وقت اسکے ثلث میں سے لے لی جائے گی اور وجوب زکوٰۃ کو ختم کرنے کے لئے امام ابو یوسفؒ حیلہ کو جائز قرار دیتے ہیں اور امام محمدؒ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔

تشریح و مطالب:۔ علی مکیل: مکیل ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کا لین دین پیمانہ سے ہوتا ہے جیسے مٹی کا تیل، عرق وغیرہ کہ جن کو ناپ کر لیا دیا جاتا ہے۔

فغلا سعرہ:۔ یعنی ایک سامان جس وقت خریدا تھا اس وقت اس کی قیمت کم تھی لیکن اب اس کی قیمت زائد ہو گئی یا اسی طرح جس وقت خریدا تھا اس وقت وہ چیز گراں تھی لیکن اب وہ سستی ہو گئی تو اب اگر وہ عین شئی میں زکوٰۃ دے رہا ہے اور چالیسواں حصہ دیا تو دونوں صورتوں میں زکوٰۃ درست ہے، لیکن اگر عین مال کے بجائے قیمت دے رہا ہے تو اب اس وقت اس قیمت کا اعتبار کیا جائے گا جس دن اس پر زکوٰۃ واجب ہوئی تھی مثلاً اگر اس دن دس روپیہ کیلو گیہوں تھا اور پانچ روپیہ کیلو ہو گیا تو دس روپیہ کا اعتبار کر کے دیا جائے گا پانچ کا نہیں۔

قال یوم الاداء:۔ اب یہاں سے یہ بیان فرمارہے ہیں کہ اس مسئلہ میں حضرات صاحبین کا اختلاف ہے وہ دونوں حضرات ارشاد فرماتے ہیں کہ جس دن ادا کرے گا اس دن کا اعتبار ہو گا وجود کے دن کا نہیں۔

لایضمن:۔ اگر کسی کے اوپر زکوٰۃ واجب ہو گئی تھی اور اس کے پاس کوئی عذر بھی نہیں تھا اور اس نے زکوٰۃ کو ادا نہیں کیا اور تمام مال گم ہو گیا تو اس سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اور زکوٰۃ کا ضمان نہیں ہو گا لیکن اگر یہ صورت ہو کہ خود سے ہلاک کر دے تو اس وقت وجوب ساقط نہیں ہو گا بلکہ اسکے ذمہ باقی رہے گا اور جب اسکے پاس مال ہو جائے گا اس وقت وہ ادا کریگا۔

مفرّط:۔ راء کی تشدید کے ساتھ سستی کرنے والا اور اگر راء کی تخفیف کے ساتھ ہو گا تو اسوقت اس کے معنی ہوں گے زیادتی کرنے والا، یعنی وہ شخص جو زکوٰۃ کی نیت کے بغیر سارا مال فقراء کو لٹا دیتا ہے۔ اور اس جگہ دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے اس لئے کہ اگر سال ختم ہونے پر سستی کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہیں کی یہاں تک کہ وہ سارا مال ہلاک ہو گیا تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اگرچہ اس قدر تاخیر کرنے کی وجہ سے گنہگار ہو گا، اسی طرح اگر سارا مال بلا زکوٰۃ کی نیت کئے فقیر کو دیدیا تو اس صورت میں بھی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ (طحطاوی)

یصرف الهالك:۔ سونے چاندی میں نصاف کامل کے بعد زائد رقم پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہو گی جبکہ نصاب کے پانچویں حصہ کے برابر مثلاً چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے پھر اگر چالیس درہم زائد ہو جائیں گے تو ایک درہم واجب ہو گا اس سے کم ۳۹ درہم تک عفو کہلاتا ہے مسئلہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر رقم ضائع ہو جائے تو اگر وہ عفو سے زائد ہے تب تو نصاب میں سے منہا کی جائے گی ورنہ عفو میں سے ہی منہا کی جائے گی اور نصاب پر زکوٰۃ بدستور باقی رہے گی مثلاً کسی کے پاس دو سو ۳۹ درہم تھے اب اگر ۳۹ درہم ضائع ہو جائیں تو یہی مانا جائے گا کہ عفو ضائع ہو گیا، عفو کو نظر انداز کر کے دو سو درہم میں سے منہا نہیں کیا جائے گا، لیکن اگر چالیس درہم ضائع ہو جائیں تو اس وقت ۳۹ درہم

عفو کے اور ایک درہم نصاب میں سے منہا مانا جائے گا اور زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی یا مثلاً نو سو پچاس درہم میں سے چار سو چالیس درہم ضائع ہو گئے تو اول ایک سو پچاس درہم منہا کئے جائیں گے پھر وہ نصاب جو چھ سو سے زائد آٹھ سو تک کا ہے منہا کئے جائیں گے پھر باقی نوے درہم چھ سو والے تین نصابوں سے منہا کئے جائیں گے اب باقی رہے پانچ سو دس ان میں سے چار سو اسی پر دس درہم باقی تیس عفو۔ واللہ اعلم

لدفع وجوب الزکوٰۃ:۔ مطلب یہ ہے کہ ابھی سال ختم نہیں ہوا تھا کہ اس نے اس کو بدل لیا مثلاً کچھ روپے تھے اس سے کوئی سامان خرید لیا یا اسی طرح سے کسی دوسرے کو دیدیا، اس کے بعد اس سے لے لیا تو امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا مکروہ نہیں، اس لئے کہ ایسا کرنے میں کسی کا حق ضائع نہیں ہوتا، بلکہ وجوب زکوٰۃ سے ایک طرح سے بچاؤ کیا اس لئے اگر سال گذر جانے کے بعد خود سے ضائع کرتا تو اس کی زکوٰۃ باقی رہتی اور صاحب محیط نے لکھا ہے کہ یہی مسئلہ صحیح ہے۔ لیکن حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے اس وجہ سے کہ ایسا کرنے میں فقیر کا حق ضائع ہوتا ہے اگر سال گذر جاتا تو زکوٰۃ ادا ہوتی اور نکالی جاتی جس سے فقیر اور دیگر مستحقین کو فائدہ ہوتا اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔

باب المصرف

هُوَ الْفَقِيْرُ وَهُوَ مَنْ يَّمْلِكُ مَالاً يَبْلُغُ نِصَاباً وَلاَ قِيْمَتَهُ مِنْ اَىِّ مَالٍ كَانَ وَلَوْ صَحِيْحاً مُكْتَسِباً، وَالْمِسْكِيْنُ وَهُوَ مَنْ لاَشَيْئَ لَهُ، وَالْمُكَاتَبُ وَالْمَدْيُوْنُ الَّذِىْ لاَيَمْلِكُ نِصَاباً وَلاَ قِيْمَتَهُ فَاضِلاً عَنْ دَيْنِهِ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَهُوَ مُنْقَطِعُ الْغُزَاةِ اَوِ الحَاجِّ، وَابْنُ السَّبِيْلِ وَهُوَ مَنْ لَهُ مَالٌ فِىْ وَطَنِهِ وَلَيْسَ مَعَهُ مَالٌ وَالْعَامِلُ عَلَيْهَا يُعْطٰى قَدْرَ مَايَسَعُهُ وَاَعْوَانَهُ۔

ترجمہ:۔ باب، زکوٰۃ کے مصارف۔ مصرف زکوٰۃ وہ فقیر ہے اور وہ ایسا شخص ہے کہ ایسے مال کا مالک ہو جو نصاب کی مقدار کو نہ پہنچے اور جو مال بھی ہو اس کی قیمت نصاب کی مقدار کو نہ پہونچے اگر چہ وہ تندرست کمانے والا ہو۔ اور مسکین اور وہ ایسا شخص ہے کہ جس کے پاس مال بھی نہ ہو، اور مکاتب اور مدیون کہ جو نصاب کی مقدار کا مالک نہ ہو اور اسکے پاس اس قدر قیمت ہو کہ جو قرض سے زائد ہو، اور فی سبیل اللہ یعنی وہ شخص جو غازیوں یا حاجیوں سے الگ رہ گیا ہو، اور ابن سبیل وہ ایسا شخص ہے کہ اس کے وطن میں اس کے پاس مال موجود ہے لیکن اسکے ساتھ مال نہیں ہے، اور عامل زکوٰۃ اس کو اس کی اور اسکے مددگاروں کے لئے کافی ہو۔

تشریح ومطالب:۔ مصنفؒ ابھی تک یہ بیان فرمارہے تھے کہ کن لوگوں پر اور کب زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، جب اسے بین کر چکے تو اب یہاں سے یہ بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ زکوٰۃ کیا ہے اور کس پر ہے تو اب یہ بھی معلوم کر لینا چاہئے کہ کس کو دیا جائے اور کس کو نہیں، اسی کو یہاں سے بیان کر رہے ہیں۔ قرآن پاک نے جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جائے ان لوگوں کو بیان کر دیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضة من اللہ واللہ علیمٌ حکیمٌ. (پارہ ۱۰، سورہ توبہ)

الفقیر :۔ مصارف زکوٰۃ میں سب سے پہلے فقیر ہے، مصنفؒ نے فقیر کی یہ تعریف کی ہے کہ جس کے پاس مال ہو لیکن بعض حضرات نے اس کے خلاف تعریف کی ہے۔

المسکین :۔ مسکین وہ جس کے پاس مال نہ ہو، بعض حضرات نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ جس کے پاس ایک وقت کھانے کا ہو اور دوسرے وقت کے لئے نہ ہو۔

المکاتب :۔ ایسا غلام جس نے اپنے آقا سے یہ طے کر لیا ہو کہ میں اتنا مال دیدوں گا اس کے بعد آزاد ہو جاؤں گا تو اس کی بھی مدد کرنی چاہئے۔

المدیون :۔ یعنی ایک شخص قرضدار ہے اور اسکے پاس اس مقدار میں مال نہ ہو تو اسے زکوٰۃ کا مال دیا جاسکتا ہے۔

فی سبیل اللہ :۔ مثلاً ایک قافلہ جارہا تھا یا ایک لشکر جارہا تھا ایک آدمی اس سے جدا ہو گیا تو اسے فی سبیل اللہ کہا جائے گا۔

ابن السبیل :۔ وہ شخص ہے کہ اسکے پاس اس وقت تو مال نہیں ہے لیکن اسکے گھر میں اسکے پاس مال موجود ہے تو اس حالت میں اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ چونکہ مالدار ہے اس لئے زکوٰۃ نہ دی جائے کیونکہ کلام پاک میں صراحت کر دی گئی ہے۔

والعامل علیها :۔ یعنی جو زکوٰۃ کو وصول کر رہا ہے اسکو صرف اس مقدار میں دی جائیگی کہ جو اسکے ساتھیوں کیلئے کافی ہو۔

وَلِلْمُزَكِّي الدَّفْعُ اِلىٰ كُلِّ الْاَصْنَافِ وَلَهُ الْاِقْتِصَارُ عَلىٰ وَاحِدٍ مَعْ وُجُوْدِ بَاقِي الْاَصْنَافِ وَلَا يَصِحُّ دَفْعُهَا لِكَافِرٍ وَغَنِيٍّ يَمْلِكُ نِصَاباً اَوْ مَا يُسَاوِيْ قِيْمَتَهُ مِنْ اَيِّ مَالٍ كَانَ فَاضِلٍ عَنْ حَوَائِجِهِ الْاَصْلِيَّةِ وَطِفْلِ غَنِيٍّ وَبَنِيْ هَاشِمٍ وَمَوَالِيْهِمْ وَاخْتَارَ الطَّحَاوِيْ جَوَازَ دَفْعِهَا لِبَنِيْ هَاشِمٍ وَاَصْلِ الْمُزَكِّيْ وَفَرْعِهٖ وَزَوْجَتِهٖ وَمَمْلُوْكِهٖ وَمُكَاتَبِهٖ وَمُعْتَقٍ بَعْضُهٗ وَكَفَنِ مَيِّتٍ وَقَضَاءِ دَيْنِهٖ وَثَمَنِ قِنٍّ يُعْتَقُ.

ترجمہ :۔ اور زکوٰۃ دینے والے کو جائز ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو دے اور اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ باقی لوگوں کی موجودگی میں ایک ہی پر اقتصار کرے اور کافر کو دینا صحیح نہیں ہے اور ایسے مالدار کو کہ جو صاحب نصاب ہو یا اس چیز کا مالک ہو کہ اس کی قیمت نصاب کے برابر ہو جس مال سے بھی ہو کہ وہ اس کی ضرورت اصلیہ سے فاضل ہو اور نہیں جائز ہے مالدار کے بچے کو اور ہاشمی کی اولاد کو اور انکے موالی کو دینا، اور امام طحاوی نے اختیار کیا ہے کہ بنی ہاشم کو دینا جائز ہے اور زکوٰۃ دینے والے کے اصل اور اسکے فرع کو اور اس کی بیوی اور اسکے مملوک کو اور اسکے مکاتب کو اور اس غلام کو کہ جس کا بعض حصہ آزاد ہو گیا اور میت کے کفن میں اور اسکے قرض کی ادائیگی میں اور ایسے غلام کی قیمت میں جس کو زکوٰۃ صرف نہیں کی جاتی جائز نہیں ہے۔

تشریح و مطالب :۔ للمزکی :۔ یعنی زکوٰۃ ادا کرنیوالے کو اس کا اختیار کلی حاصل ہے کہ ان لوگوں میں سے جس کو چاہے دیدے اگر صرف ایک کو ادا کر دیا تو بھی درست ہے، لیکن حضرت امام

شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تمام لوگوں پر خرچ کرنا لازمی ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ صرف ایک کو دیدے اور یہ کافی ہو جائے۔

لایصح دفعها لکافر :۔ اب یہاں سے ان لوگوں کو بیان کر رہے ہیں کہ جن کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی، اس بارے میں ایک قاعدہ کلیہ یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن نے جن لوگوں۔کے بارے میں کہا ہے ان کے علاوہ کو نہیں دیا جا سکتا اس لئے کہ قرآن میں جس چیز کے بارے میں صراحت ہوتی ہے اس کے خلاف عمل نہیں کیا جا سکتا کافر کو اس لئے نہیں دیا جا سکتا کہ حدیث شریف میں آتا ہے **خذها عن اغنیائهم وردها علی فقرائهم**.

یملك نصابا :۔ یعنی اس کو دیا جا سکتا ہے جو مالک نصاب ہو مگر وہ مال نامی نہ ہو یعنی جس پر شرعاً زکوٰۃ فرض نہیں ہے یا مالک تو ہو مگر اس کے اوپر قرض ہو، اس کی تفصیل گذر چکی۔

طفل :۔ اسکے اندر لڑکا اور لڑکی دونوں داخل ہیں اور اس سے وہ بچے مراد ہیں کہ جن کا خرچہ باپ کے اوپر ہے اور وہ نابالغ ہیں، وہ لوگ اس میں داخل نہیں کہ جن کا خرچہ باپ کے اوپر نہ ہو چنانچہ اگر بڑے بچے کو دیدیا اور وہ غریب تھا تو درست ہے اس لئے کہ وہ باپ کے تابع نہیں ہے باپ کا مال اس کا مال نہیں ہے۔

بنی هاشم :۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام عبد اللہ تھا اور ان کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف اب بنو ہاشم میں وہی لوگ داخل ہوں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب رہے، ابو لہب ابن عبد المطلب کی اولاد اسمیں داخل نہیں اس لئے کہ ان لوگوں نے حضور ﷺ سے قرابت کو ختم کر لیا تھا، اس موقعہ پر بنو ہاشم میں صرف حضرت علیؓ حضرت جعفرؓ حضرت عقیلؓ حضرت عباسؓ حضرت حارث بن عبد المطلبؓ رضی اللہ عنہم کی اولاد داخل ہیں۔ **(نهایه بتصرف، هدایه)**

ومو الیهم :۔ اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ کیا میرے لئے صدقہ جائز ہے تو اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا **انت مولانا**.

اصل المزکی :۔ یعنی زکوٰۃ دینے والے کی اصل ماں باپ، دادا، دادی وغیرہ کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی اسلئے کہ مال کا نفع ان لوگوں کے درمیان ملا ہوا رہتا ہے لہٰذا یہ شخص بھی استعمال کر سکتا ہے اسلئے انکے دینے میں خود اپنا استعمال ہو جائے گا اور اسی طرح زکوٰۃ دینے والا اپنے فروع کو بھی نہیں دے سکتا، اور فروع میں اسکے بیٹے، بیٹی، پوتے، پوتی وغیرہ ہیں اور اسی طرح اپنی بیوی کو بھی نہیں دے سکتا۔ مصنفؒ نے شوہر کا تذکرہ نہیں کیا اس لئے کہ شوہر کے دیئے جانے کے بارے میں اختلاف ہے، حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ بیوی کے لئے اپنے شوہر کو دینا جائز نہیں اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جائز ہے اسی طرح بیوی کو عدت میں بھی نہیں دیا جا سکتا اس لئے کہ من وجہ ابھی وہ الگ نہیں ہے۔

کفن میت :۔ یعنی مردے کو زکوٰۃ کے پیسہ سے کفن دینا جائز نہیں ہے، اس میں دونوں صورتیں برابر ہیں کہ میت قریبی ہو کہ جس کو حیات میں بھی جائز نہ ہو یا قریبی نہ ہو کہ زندگی میں اس کے لئے لینا جائز رہا ہو، اور یہ جائز اس لئے نہیں ہے کہ زکوٰۃ میں تملیک ضروری ہے اور مردے کو مالک بنایا نہیں جا سکتا، اس کی ایک شکل علماء نے یہ بیان

کی ہے کہ اگر اسکے پاس مال موجود نہ ہو کہ جس سے اسے کفن دیا جاسکے تو ایک صورت یہ نکالی جائے گی کہ کسی فقیر کو یہ زکوٰۃ دے دی جائے اور وہ اس کا کفن دے دے اور اس صورت میں ثواب دونوں کو ملے گا۔ (ماخوذ از حاشیہ)

قضاء دین :۔ یہاں پر میت کے کفن کے ساتھ اس وجہ سے خاص کیا کہ اگر زندہ آدمی کا قرض ادا کر دیا جائے تو جائز ہے خواہ قرض دار نے کہا ہو یا نہ کہا ہو دونوں صورتوں میں جائز ہے اور جو شخص زکوٰۃ کو لیکر اس کا قرض ادا کرے گا اسے اس کا وکیل خیال کیا جائے گا۔ (بحر)

وَلَوْ دَفَعَ بِتَحَرٍّ لِمَنْ ظَنَّهُ مَصْرِفاً فَظَهَرَ بِخِلَافِهِ اَجْزَاَهُ اِلاَّ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدَهُ وَمُكَاتَبَهُ وَكُرِهَ الْاِغْنَاءُ وَهُوَ اَنْ يَّفْضُلَ لِلْفَقِيْرِ نِصَابٌ بَعْدَ قَضَاءِ دَيْنِهِ وَبَعْدَ اِعْطَاءِ كُلِّ فَرْدٍ مِنْ عِيَالِهِ دُوْنَ نِصَابٍ مِنَ الْمَدْفُوْعِ اِلَيْهِ وَاِلاَّ فَلاَ يُكْرَهُ، وَنُدِبَ اِغْنَاؤُهُ عَنِ السُّؤَالِ وَكُرِهَ نَقْلُهَا بَعْدَ تَمَامِ الْحَوْلِ لِبَلَدٍ آخَرَ لِغَيْرِ قَرِيْبٍ وَاَحْوَجَ وَاَوْرَعَ وَاَنْفَعَ لِلْمُسْلِمِيْنَ بِتَعْلِيْمٍ وَالْاَفْضَلُ صَرْفُهَا لِلْاَقْرَبِ فَالْاَقْرَبِ مِنْ كُلِّ ذِيْ رَحْمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ ثُمَّ لِجِيْرَانِهِ ثُمَّ لِاَهْلِ مَحَلَّتِهِ ثُمَّ لِاَهْلِ حِرْفَتِهِ ثُمَّ لِاَهْلِ بَلْدَتِهِ، وَقَالَ الشَّيْخُ اَبُوْحَفْصٍ الْكَبِيْرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَاتُقْبَلُ صَدَقَةُ الرَّجُلِ وَقَرَابَتُهُ مَحَاوِيْجُ حَتّٰى يَبْدَأَ بِهِمْ فَيَسُدُّ حَاجَتَهُمْ.

ترجمہ:۔ اور اگر کسی کو یہ خیال کر کے دیا کہ وہ مصرف زکوٰۃ ہے اور وہ اسکے الٹا تھا تو یہ کافی ہو جائے گا مگر جبکہ وہ اس کا غلام ہو اور مکاتب ہو تو زکوٰۃ ادا نہ ہو گی، اور فقیر کو مالدار بنا دینا مکروہ ہے اور مالدار بنا دینا اس طرح ہے کہ قرض کے چکا دینے کے بعد اور اپنے اہل وعیال کے ہر فرد کو دینے کے بعد اس کے پاس نصاب کی مقدار تک باقی رہے اور اگر یہ صورت نہ پیدا ہو تو مکروہ نہیں ہے، اور مستحب ہے ان کو سوال سے بے نیاز کر دینا اور سال کے ختم ہونے کے بعد کسی دوسرے شہر میں قریبی لوگوں کے علاوہ یا زیادہ محتاج کے علاوہ یا زیادہ متقی کے علاوہ یا تعلیم کے سلسلہ میں زیادہ نفع بخش نہ ہو مکروہ ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ اس کو قریبی لوگوں پر خرچ کیا جائے پھر اس سے بھی زیادہ لوگوں پر جو ذی رحم محرم ہوں پھر پڑوسیوں کے اوپر پھر اسکے بعد اہل محلّہ کے اوپر پھر اپنے ہم پیشہ والوں پر پھر اپنے شہر والوں پر۔ شیخ ابو حفص کبیرؒ نے فرمایا کہ اس شخص کا صدقہ اس وقت تک قبول ہی نہیں ہو تا جب تک کہ وہ ان کی حاجتوں کو پوری نہ کرے۔

تشریح ومطالب :۔ ولو دفع :۔ یعنی ایک شخص نے کسی کو زکوٰۃ دیا اور اس کا خیال یہ تھا کہ وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے اور اسی خیال سے دیا بھی تھا، لیکن دینے کے بعد یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ تو مستحق زکوٰۃ نہ تھا تو اب اس کی زکوٰۃ ساقط ہو گئی، اب دوبارہ واجب نہیں ہو گا لیکن اگر دینے کے بعد یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ تو میرا غلام تھا یا وہ میرا بدل کتابت کا غلام تھا تو اب زکوٰۃ ادا نہ ہو گی بلکہ دوبارہ دینی پڑے گی، مصنفؒ نے بتحرٍ کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر بلا تحری کے دیدیا اور وہ خطا ثابت ہو گیا یعنی وہ مستحق زکوٰۃ نہیں تھا تو اس وقت زکوٰۃ ادا نہ ہو گی تو اس مسئلہ کی تین صورتیں نکلیں (ا) یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والے نے تحری کیا اور اس کا غالب گمان یہ ہوا کہ یہ مصرف زکوٰۃ ہے اور اسے دیدیا تو اس وقت خواہ اس کی تحری ٹھیک ہو یا غلط دونوں صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ لیکن یہ مسلک تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا ہے حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر غلطی ثابت ہو گئی تو زکوٰۃ ادا نہ ہو گی، دوسری صورت یہ

ہے کہ اس کے بارے میں اس نے کچھ سوچا بھی نہیں کہ وہ مصرف زکوٰۃ ہے یا نہیں تو اگر یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ مصرف زکوٰۃ نہ تھا تو اب زکوٰۃ ادا نہ ہو گی، تیسری صورت یہ ہے کہ اس کو دے تو دیا مگر اس کو شک تھا اور اس نے تحری بھی نہیں کی یا تحری تو اس نے کی تھی مگر اس کو کوئی بات معلوم نہ ہو سکی یا اسکو غالب گمان تھا کہ یہ مصرف زکوٰۃ نہیں ہے تو اس صورت میں اس وقت زکوٰۃ ادا ہو گی جب یہ معلوم ہو جائے کہ مصرف زکوٰۃ تھا۔ (حاشیہ شیخ الادبؒ)

کرہ الاغناء :۔ خلاصہ یہ ہے کہ اتنی مقدار ایک فقیر کو دیدینی مکروہ ہے کہ قرضوں کی ادائیگی اور اہل وعیال میں سے ہر ایک کو نصاب کامل سے کم دینے کے بعد فقیر کے پاس نصاب بچ جائے اور مختصر یہ ہے کہ نصاب کامل اسکے پاس نہ بچے نہ جن لوگوں نے اس کو دیا ہے ان کے پاس نصاب بچنا چاہئے۔

ندب اغنائہ عن السوال :۔ مستحب یہ ہے کہ جس کو دے رہا ہے اسے اس مقدار میں دیدے کہ اس دن وہ دوسرے سے سوال نہ کرے اور اسی طرح سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس کو دے رہا ہے اس کے قرض اور اہل وعیال کا خیال کر کے دے اس لئے کہ ایک فقیر کی حاجت پوری کر دینا متعدد فقیروں کو دینے سے بہتر ہے۔ (طحطاوی)

﴿بابُ صَدَقَةِ الفِطْرِ﴾

تَجِبُ عَلیٰ حُرٍّ مُسْلِمٍ مَالِكٍ لِنِصَابٍ اَوْ قِيْمَتِهٖ وَاِنْ لَمْ يَحُلْ عَلَيْهِ الْحَوْلُ عِنْدَ طُلُوْعِ فَجْرِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَلَمْ يَكُنْ لِلتِّجَارَةِ فَارِغٍ عَنِ الدَّيْنِ وَحَاجَتِهِ الاَصْلِيَّةِ وَحَوَائِجِ عِيَالِهٖ وَالْمُعْتَبَرُ فِيْهَا الْكِفَايَةُ لاَ التَّقْدِيْرُ وَهِيَ مَسْكَنُهٗ وَاَثَاثُهٗ وَثِيَابُهٗ وَفَرَسُهٗ وَسِلاَحُهٗ وَعَبِيْدُهٗ لِلْخِدْمَةِ فَيُخْرِجُهَا عَنْ نَفْسِهٖ وَاَوْلاَدِهِ الصِّغَارِ الْفُقَرَاءِ وَاِنْ كَانُوْا اَغْنِيَاءَ يُخْرِجُهُمْ مِنْ مَالِهِمْ.

ترجمہ:۔ باب صدقۂ فطر کے بیان میں۔ صدقۂ فطر آزاد مسلمان جو نصاب کا مالک ہو یا اس کی قیمت کا اس پر واجب ہوتا ہے اگر چہ اس پر سال نہ گزرا ہو، عید الفطر کے دن طلوع آفتاب کے وقت واجب ہوتا ہے اگر چہ وہ مال تجارت کیلئے نہ ہو قرض اور اس کی ضرورت اصلیہ اور اہل وعیال کی ضرورت سے زائد ہو اور اس میں اعتبار کافی کا ہو گا قرض کر لینے کا نہیں اور وہ اسکے رہنے کا گھر اور اس کا سامان اور اسکے کپڑے اور اسکے گھوڑے اور اسکے اسلحے اور خدمت کا غلام لازمی ہے تو اس کو اپنی طرف سے نکالے گا اور چھوٹے لڑکوں محتاجوں کی طرف سے اور اگر وہ غنی ہوں تو انکے مال سے نکالے گا۔

تشریح ومطالب:۔ مصنفؒ ابھی تک عام زکوٰۃ کو بیان کر رہے تھے کہ اس پر جب حولان حول ہو جائے اور وہ تمام شرائط موجود ہوں تو زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اسمیں کسی مہینہ کی شرط نہیں ہے چونکہ وہ عام ہے اس لئے اسے پہلے بیان کیا اور اسکے بعد اب ایک خاص قسم کو بیان کر رہے ہیں، بعض حضرات نے اس کو کتاب الصوم میں بیان کیا ہے اور ان کے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ روزہ کے مہینہ میں واجب ہوتا ہے اس لئے اس کو کتاب الصوم میں بیان کیا، لیکن جن لوگوں نے کتاب الزکوٰۃ میں بیان کیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ بھی ایک طرح کی مالی عبادت ہے اس لئے کتاب الزکوٰۃ سے مناسبت ہے نیز جو شرطیں زکوٰۃ کے وجوب کے واسطے ہیں وہی اس میں بھی

داخل ہیں اس لئے اس کو اس میں بیان کیا تاکہ ان شرائط کو بار بار ذکر نہ کرنا پڑے۔

تجب علی حر مسلم :۔ لقوله علیه السلام فی خطبته ادوا عن کل مسلم حر وعبد صغیر وکبیر نصف صاع من بر او صاعا من شعیر. حریت کی قید اس وجہ سے لگائی تاکہ تملیک صحیح ہو جائے اور اس قید سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ غلام پر واجب نہیں ہے اور مسلمان کی قید اس وجہ سے ہے کہ یہ ایک عبادت ہے اور کافر کے اوپر بحالت کفر عبادت نہیں ہوتی لہٰذا اس قید سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ کافر پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہے۔

مالك لنصاب :۔ نصاب کی تین قسمیں ہیں (۱) ایک وہ کہ جس میں نماز شرط ہے، زکوٰۃ اور مال نامی کا تعلق اسی قسم کے نصاب سے ہوتا ہے (۲) وہ نصاب جس کی وجہ سے چار حکم ثابت ہو جائیں (۱) زکوٰۃ لینا حرام ہو جائے (۲) وجوب قربانی (۳) صدقۂ فطر واجب ہو جائے (۴) قریبی رشتہ داروں کا نفقہ واجب ہو جائے۔ اور اس میں تجارت کی وجہ سے نمو اور حولان حول ضروری نہیں (طحطاوی بزیادۃ) قسم اول اور دوم کے نصاب کی مقدار دو سو درہم چاندی یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا اس کی قیمت کی چیزیں ہیں اور تیسری قسم کے نصاب کی مقدار بعض علماء کے نزدیک تو یہ ہے کہ اسکے پاس ایک دن کی روزی ہو اور بعض علماء نے ۵۰ر درہم بیان فرمائی ہے یعنی نصاب زکوٰۃ کی چوتھائی چاندی سونا یا اس کی قیمت کی چیزیں اگر اس کی ملک میں ہیں تو اسکے لئے سوال کرنا حرام ہے۔

عند طلوع الفجر :۔ اب یہاں سے وجوب کا اول وقت بیان فرما رہے ہیں کہ یہ صدقۂ فطر واجب کب ہوتی ہے لہٰذا اگر کوئی شخص اس سے پہلے مرگیا، یا اسی طرح ایک شخص طلوع فجر کے بعد مشرف باسلام ہوا یا اسی طرح کوئی عید کے دن طلوع فجر کے بعد پیدا ہوا تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہ ہوگا البتہ اگر کسی نے رمضان کے مہینہ میں ادا کر دیا تو جائز ہے۔

الکفایة :۔ اصول فقہ کے اعتبار سے بعض عبادتوں میں تو صرف امکان شرط ہوتا ہے مثلاً زکوٰۃ کے نصاب میں نمو اور افزائش مال کا امکان شرط ہے، یعنی یہ کہ سونا چاندی ہو یا دیگر سامان ہو تو اس میں تجارت کی نیت ہو اس میں ضروری نہیں کہ فی الواقع زیادتی ہو، یا مثلاً سفر میں فرض کر لیا گیا ہے کہ تکلیف ضروری ہے یہ ضروری نہیں کہ حقیقت میں تکلیف ہو، راحت و آرام سے سفر کرنے والا بھی اسی طرح قصر کرے گا اور رمضان کا روزہ نہ رکھنے کا اختیار رکھے گا اور بعض امور میں قدرت میسرہ شرط ہے یعنی یہ کہ اس وقت اس کے پاس وہ سہولت موجود ہو یہاں امکان کافی نہیں اسی اصول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ یہاں پر بھی یہ شرط ہے کہ اس کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ بال بچوں کی ضرورت کے لئے کافی ہو رہا ہو صرف کافی ہو سکنے کا امکان کافی نہیں۔ (ماخوذ)

عن نفسه :۔ لحدیث ابن عمرؓ قال فرض رسول الله صلی الله علیه وسلم زکوٰة الفطر علی الذکر والانثیٰ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کو ہر مذکر و مؤنث پر فرض قرار دیا ہے (بخاری و مسلم)

اغنیاء :۔ مثلاً ان کو کسی نے وصیت کر دی تھی کہ میرے مال سے اس مقدار میں ان کو دے دیا جائے، تو اب اس صورت میں ان کے مال سے صدقۂ فطر ادا کی جائے گی۔

وَلَا تَجِبُ عَلَى الْجَدِّ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَاُخْتِيرَ اَنَّ الْجَدَّ كَالْاَبِ عِنْدَ فَقْدِهٖ اَوْفَقْرِهٖ وَعَنْ مَمَالِيكِهٖ لِلْخِدْمَةِ وَ مُدَبَّرِهٖ وَاُمِّ وَلَدِهٖ وَلَوْ كُفَّاراً لَا عَنْ مُكَاتَبِهٖ وَلَا عَنْ وَلَدِهِ الْكَبِيرِ وَزَوْجَتِهٖ وَقِنٍّ مُشْتَرَكٍ وَاٰبِقٍ اِلَّا بَعْدَ عَوْدِهٖ وَكَذَا الْمَغْصُوبُ وَالْمَاسُوْرُ وَهِيَ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ اَوْ دَقِيقِهٖ اَوْ سَوِيقِهٖ اَوْ صَاعُ تَمْرٍ اَوْ ذَبِيبٍ اَوْ شَعِيرٍ وَهُوَ ثَمَانِيَةُ اَرْطَالٍ بِالْعِرَاقِي.

ترجمہ:۔ اور ظاہر روایت کے مطابق پوتوں کا صدقۂ فطر دادا پر واجب نہیں ہوتا اور اختیار یہ کیا گیا ہے کہ باپ کے نہ ہونے کے وقت دادا باپ کی طرح ہے یا باپ کے غریب ہو جانے کے وقت اور اپنے خدمت کے غلاموں اور مدبرہ اور ام ولد کی طرف سے فطرہ نکالنا ہوگا اگر چہ یہ کافر ہی کیوں نہ ہوں مگر جبکہ* مکاتب ہو، نہ بڑے لوگوں کی طرف سے نہ اپنی بیوی کی جانب سے نہ اس غلام کی جانب سے جو مشترک ہو نہ بھاگے ہوئے غلام کی طرف سے مگر جب کہ لوٹ آیا ہو یہی حکم چھپے ہوئے غلام اور قیدی غلام کا ہے، اور یہ صدقۂ فطر نصف صاع گیہوں میں سے یا اس کے آٹے میں سے یا اسکے ستو میں سے یا ایک صاع چھوہارے اور کشمش یا جو میں سے اور یہ آٹھ رطل عراقی ہے۔

تشریح و مطالب:۔ **فی ظاہر الروایة:** یعنی ظاہر روایت میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر باپ نہ ہو اور پوتے چھوٹے ہوں تو اس صورت میں اسکا صدقۂ فطر دادا پر واجب نہ ہوگا اسلئے کہ دادا کی ولایت مطلق نہیں ہوتی۔

اختیر:۔ لیکن مختار مذہب یہ ہے کہ دادا مثل باپ کے ہے خواہ باپ موجود ہی نہ ہو یا اسی طرح سے باپ تو ہو لیکن وہ غریب ہو ہر صورت میں باپ کا قائم مقام اور اسکے مثل دادا کو مانا جاتا ہے۔

للخدمة:۔ یہ قید لگا کر اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر غلام تجارت کے لئے ہے تو اس کا یہ حکم نہیں ہے، لیکن اگر چہ غلام مدیون ہو، مستاجر ہو، یا مرہون ہو، ہر ایک کے ہونے کے وقت مولا پر صدقۂ فطر واجب ہوگا۔

مدبرہ:۔ اس غلام کو کہا جاتا ہے جس کو اس کے مولا نے یہ کہہ دیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد یا اسی طرح فلاں کام کے ہو جانے کے بعد تو آزاد ہے تو اس کا صدقۂ فطر بھی مولا کے اوپر ہے، اور اس کو ادا کرنا واجب ہے۔

ام ولدہ:۔ جس سے مولا کے صحبت کے بعد اولاد پیدا ہو گئی ہو اس کا حکم یہ ہے کہ مولا کے مرنے کے بعد یہ باندی خود آزاد ہو جائے گی۔

ثمانیة ارطال:۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ ایک رطل ایک سو پانچ درہم کا ہوتا ہے اور آٹھ رطل ایک ہزار چالیس درہم کا، اور جبکہ ایک درہم تقریباً ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے تو ایک ہزار چالیس درہم تقریباً تین سو تین تولے کے ہونگے (طحطاوی) لیکن شیخ مخدوم ہاشم بن عبد الغفور سندھی کی تحقیق یہ ہے کہ ایک صاع ایک سو سترہ تولہ کا ہوتا ہے اور حضرت العلامہ انور شاہ کشمیری نے اسی کو ترجیح دی ہے لیکن صدقۂ فطر اگر زیادہ دیدیا جائے تو بہتر یہی ہے۔

وَيَجُوزُ دَفْعُ الْقِيمَةِ وَهِيَ اَفْضَلُ عِنْدَ وِجْدَانِ مَايَحْتَاجُهٗ لِاَنَّهَا اَسْرَعُ لِقَضَاءِ حَاجَةِ الْفَقِيرِ وَاِنْ كَانَ زَمَنَ شِدَّةٍ فَالْحِنْطَةُ وَالشَّعِيرُ وَمَايُؤْكَلُ اَفْضَلُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَوَقْتُ الْوُجُوبِ عِنْدَ طُلُوعِ فَجْرِ يَوْمِ الْفِطْرِ فَمَنْ مَاتَ اَوِ افْتَقَرَ قَبْلَهٗ اَوْ اَسْلَمَ اَوِ اغْتَنَى اَوْ وُلِدَ بَعْدَهٗ لَاتَلْزَمُهٗ وَيُسْتَحَبُّ اِخْرَاجُهَا قَبْلَ الْخُرُوجِ اِلَى الْمُصَلّٰى

وَصَحَّ لَوْ قَدَّمَ اَوْ اَخَّرَ وَالتَّاخِيْرُ مَكْرُوْهٌ وَيَدْفَعُ فِطْرَتَهُ لِفَقِيْرٍ وَاحِدٍ وَاخْتُلِفَ فِيْ جَوَازِ تَفْرِيْقِ فِطْرَةٍ وَاحِدَةٍ عَلٰى اَكْثَرَ مِنْ فَقِيْرٍ وَيَجُوْزُ دَفْعُ مَا عَلٰى جَمَاعَةٍ لِوَاحِدٍ عَلَى الصَّحِيْحِ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ.

ترجمہ:۔ اور قیمت کا ادا کرنا جائز ہے جبکہ فقیر کو جس چیز کی ضرورت ہو وہ مل سکے اسلئے کہ قیمت فقیر کی ضرورت کو جلدی پوری کر سکتی ہے اور اگر قحط سالی ہو تو گیہوں اور جو چیز کھائی جاتی ہے افضل ہے دراہم سے۔ اور اسکے واجب ہونے کا وقت عید کے دن طلوع فجر کے وقت ہے، چنانچہ جو مر گیا یا محتاج ہو گیا اس سے قبل یا مالدار ہو گیا یا اسلام لایا یا اسکے بعد پیدا ہوا تو اس پر واجب نہیں اور عید گاہ کی طرف جانے سے قبل نکال دینا افضل ہے اور اگر اس سے قبل ادا کر دیا یا اسکے بعد نکالا تو صحیح ہے اور تاخیر کرنی مکروہ ہے۔ ایک شخص اپنا فطرہ ایک ہی شخص کو دے اور ایک فطرہ کو ایک فقیر سے زائد کو دینے میں جواز کے بارے میں اختلاف ہے اور صحیح مذہب کے مطابق ایک جماعت کا فطرہ ایک فقیر کو دینا جائز ہے۔

تشریح و مطالب:۔ دفع القیمة : قیمت کا دینا اس وجہ سے افضل کہا گیا ہے کہ اسکی وجہ سے فقیر کو آسانی ہوتی ہے وہ جو چاہیں گے خرید لیں گے اور گیہوں وغیرہ دینے سے یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔

وان کان زمن شدة : لیکن اگر وہ ایسا زمانہ ہو کہ اس میں قحط سالی ہو لوگوں کو غلہ کی زیادہ ضرورت ہو تو اس وقت نقد دینا افضل نہ ہوگا بلکہ اس وقت غلہ دینا زیادہ افضل ہوگا اس لئے کہ اصل مقصود اس میں یہ ہوتا ہے کہ جس میں غریبوں کو آسانی ہو، اور اس زمانہ میں زیادہ آسانی غلہ ہی میں ہوگی۔

عندطلوع الفجر : حنفیہ کے نزدیک تو اس کے وجوب کا وقت عید کے دن طلوع فجر سے ہے لیکن حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ رمضان کے غروب سے شروع ہوتا ہے۔

یستحب اخراجھا : اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ تشریف لے جانے سے قبل نکال دیا کرتے تھے اس لئے کہ اس وقت نکالنے سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ عید گاہ جانے سے قبل فقیروں کو مل جائے گا اور اس کے مانگنے میں مشغول ہو کر اپنی نماز دوگانہ کو نہیں چھوڑیں گے۔

یدفع : ایک شخص کے صدقہ فطر کو ایک فقیر کے حوالہ کر دینا چاہئے، یہ زیادہ بہتر ہے لیکن اگر تمام لوگوں کے فطرہ کو ایک فقیر کے حوالہ کر دیا جائے تو اس کے درست ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔

کِتَابُ الْحَجِّ

هُوَ زِيَارَةُ بِقَاعٍ مَخْصُوْصَةٍ بِفِعْلٍ مَخْصُوْصٍ فِيْ اَشْهُرِهٖ وَهِيَ شَوَّالٌ وَذُوالْقَعْدَةِ وَعَشْرُ ذِي الْحِجَّةِ فُرِضَ مَرَّةً عَلَى الْفَوْرِ فِي الْاَصَحِّ وَشُرُوْطُ فَرْضِيَّتِهٖ ثَمَانِيَةٌ عَلَى الْاَصَحِّ الْاِسْلَامُ وَالْعَقْلُ وَالْبُلُوْغُ وَالْحُرِّيَّةُ وَالْوَقْتُ وَالْقُدْرَةُ عَلَى الزَّادِ وَلَوْ بِمَكَّةَ بِنَفَقَةٍ وَسْطٍ وَالْقُدْرَةُ عَلٰى رَاحِلَةٍ مُخْتَصَّةٍ بِهٖ اَوْ عَلٰى شِقِّ مَحْمَلٍ بِالْمِلْكِ وَالْاِجَارَةِ لَا الْاِبَاحَةِ وَالْاِعَارَةِ لِغَيْرِ اَهْلِ مَكَّةَ وَمَنْ حَوْلَهُمْ اِذَا اَمْكَنَهُمُ الْمَشْيُ بِالْقَدَمِ وَالْقُوَّةِ بِلَا مَشَقَّةٍ وَاِلَّا فَلَا بُدَّ مِنَ الرَّاحِلَةِ مُطْلَقًا.

ترجمہ:۔ کتاب الحج۔ حج چند مخصوص جگہوں کی زیارت کرنی ہے، فعل مخصوص کے ساتھ، حج کے مہینوں میں، اور حج کا مہینہ شوال ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں، علی الفور ایک مرتبہ فرض ہے صحیح مذہب کے مطابق حج فرض ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں صحیح مذہب کے مطابق: مسلمان ہونا، عاقل ہونا، اور بالغ ہونا اور آزاد ہونا اور وقت کا ہونا اور متوسط توشہ پر قادر ہونا اگرچہ مکہ تک ہی ہو اور سواری پر قادر ہونا جو اسکی ملکیت ہو یا محمل کے ایک کنارے پر قادر رہنا، خواہ بطور اجارہ کے ہو اور اباحت وعاریت کے طور پر قادر ہونے کا اعتبار نہیں ہے یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو مکہ میں نہیں رہتے اور جو لوگ اس کے پاس رہتے ہیں جب ان کے لئے پیدل چل کر بلا کسی مشقت کے حج کرنا ممکن ہو اس وقت فرض ہے، ورنہ سواری مطلق ضروری نہیں۔

تشریح ومطالب:۔ مصنفؒ ابھی اسلام کے تینوں احکام کو بیان کر رہے تھے، جب ان کو بیان کر چکے اور ان کے احکامات کو ذکر کر چکے تو اب یہاں سے کتاب الحج کو شروع کر رہے ہیں، حج اسلام کا ایک رکن ہے اس کی فرضیت قرآن پاک سے ثابت ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً**. حج کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

مصنفؒ نے اس کو چند وجہوں سے مؤخر کیا، اول حدیث پاک کی اتباع کیلئے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے **بنی الاسلام علی خمس الخ** میں سب سے بعد میں حج کو ذکر کیا ہے اسلئے مصنفؒ نے کمال اتباع میں مؤخر کیا، ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہوتا ہے بخلاف دوسری عبادتوں کے کہ بعض تو دن رات میں پانچ مرتبہ بعض سال میں ایک مرتبہ نیز حج میں مالی اور بدنی عبادت دونوں شامل ہیں اسلئے دونوں کو ذکر کرنے کے بعد اسکے مجموعہ کو بیان کر رہے ہیں۔

(ف) حج کرنے والے کیلئے زیادہ مناسب ہے کہ اگر اسکے والدین باحیات ہوں تو ان سے اجازت لے لیکن اگر ان کو اسکی خدمت کی ضرورت تھی اور اسکے باوجود اس نے اجازت طلب نہیں کی تو یہ گنہگار ہوگا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ مکروہ ہے اور دادا اور دادی جس وقت کہ باپ نہ ہو ان سے اجازت حاصل کی جائے گی اور باپ کو اس بات کی اجازت حاصل ہوگی کہ اگر لڑکا خوبصورت ہے اگرچہ بالغ ہو اس کو نکلنے سے منع کردے یہاں تک کہ اسے داڑھی نکل جائے اسلئے کہ یہ لڑکے اور لڑکیوں دونوں کے مشابہ ہوتے ہیں اور لڑکیوں کے بالمقابل اس میں فتنہ زیادہ ہے اور اگر حج کرنے والا قرض دار ہو تو اس سے اجازت حاصل کر لینی بہتر ہے، اسی طرح ارادہ کے بعد استغفار زائد کرنی ضروری ہے۔ (حاشیہ شیخ الادبؒ)

بقاع مخصوص: بادشاہوں اور سلاطین کے یہاں حاضر ہونے اور شرف ملاقات پانے کے لئے کچھ احکامات اور آداب ہوتے ہیں، مخصوص لباس ہوتا ہے، سلام کرنے اور نذرانہ پیش کرانے کے قواعد ہوتے ہیں، بیٹھنے اور اٹھنے اور گفتگو کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے، یہ نہیں کہ آپ اپنے گھر میں شب خوابی کے لباس میں ملبوس ہیں اور اگر بادشاہ نے آپ کو طلب کیا تو اسی لباس میں آپ چلے جائیں لہٰذا احرام کا باندھنا رب البیت کی بارگاہ جلال کیلئے مخصوص فعل اور لباس ہے اور یہ بھی ایک خاص مہینہ میں کہ شوال سے لے کر دس ذی الحج تک حج کیا جاسکتا ہے اس

لئے بادشاہوں سے ملاقات کرنے کے چند مخصوص اوقات ہوتے ہیں۔

علی الفور :اس کا مطلب یہ ہے کہ جس سال حج فرض ہوتا ہے اسی سال ادا کیا جانا چاہئے اگر اس سال ادا نہ کیا اور دوسرے سال کیا تب بھی قضاء نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کی مدت تمام عمر تک ہے لہٰذا جب بھی ادا کرے گا ادا ہو جائے گا لیکن یہ بات ضرور ہے کہ اس تاخیر کی وجہ سے گنہگار ضرور ہوگا اس لئے کہ ایک فرض تھا جسے وہ اسی وقت ادا کر سکتا تھا لیکن قدرت کے باوجود ایک فرض کو مؤخر کیا۔

فی الاصح :اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ کب واجب ہوتا ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ علی الفور واجب ہوتا ہے اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک علی التراخی واجب ہوتا ہے۔ امام اعظمؒ سے کسی نے اسکے بارے میں سوال کیا کہ ایک شخص کے پاس مال ہے اور اس نے ابھی تک نکاح بھی نہیں کیا ہے تو کیا وہ اب پہلے نکاح کرے یا پہلے حج کرے تو آپ نے جواب دیا کہ پہلے حج کرے۔ (حاشیہ ہدایہ)

الاسلام :اس قید سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ مسلمان ہونا فرضیت حج کے لئے ضروری ہے لہٰذا اسکے علاوہ جو لوگ بھی ہیں ان پر حج فرض نہیں، لہٰذا اس سے ایک بات اور معلوم ہوگئی کہ اگر کافر مالدار تھا اور وہ اسلام لے آیا اور اسکے بعد غریب ہوگیا تو اس مالداری کی وجہ سے اس پر واجب نہ ہوگا بخلاف اس صورت کے کہ ایک مسلمان مالدار تھا اس پر حج فرض ہو چکا تھا اور اس نے حج نہیں کیا یہاں تک کہ وہ غریب ہوگیا تو اب اسکے ذمہ حج باقی رہے گا۔ (طحطاوی)

العقل :۔اس سے ایک بات یہ معلوم ہوگئی کہ بچے اور مجنون پر حج فرض نہیں۔

الحریة :۔ **لقوله علیه السلام ایما عبد حج عشر حجج ثم اعتق فعلیه حجة الاسلام** اور اسکے اندر مدبر، ماذون، مکاتب وغیرہ سب داخل ہیں کسی پر بھی حج فرض نہیں۔

البلوغ :۔ **لقوله علیه الصلاة والسلام ایما صبی حج عشر حجج ثم بلغ فعلیه حجة الاسلام** اسلئے کہ حج فرض ہے اور نابالغ پر اسلام نے کسی چیز کو واجب و فرض نہیں کیا ہے بلکہ صرف اپنے والدین کے تابع ہوتے ہیں۔

الوقت :۔یعنی عرفات میں قیام کرنے اور طواف زیارت کا وقت جو ۹/ذی الحجہ کے دوپہر سے ۱۱/ذی الحجہ تک ہوتا ہے اور اسکے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اتنا وقت ملے کہ وہ حج کے موقعہ پر پہونچ سکے، یہ مختلف مقامات کے لحاظ سے مختلف ہوگا پس اگر یکم ذی الحجہ کو مصارف وغیرہ کے جملہ شرائط مہیا ہوگئے مگر وہ مکہ معظمہ نہیں پہونچ سکا تو اس پر اس سال حج فرض نہیں ہے اگر وہ بالفرض وفات بھی پا جائے تو اس کی وجہ سے وہ گنہ گار نہیں ہوگا اسلئے کہ اسے وقت نہیں ملا۔ **واللہ اعلم بالصواب**

القدرة :۔یعنی جن چیزوں کی انسان کو ضرورت ہو انکا مہیا ہونا ضروری ہے اگر وہ چیزیں نہ ہوں گی تو اس پر حج فرض نہ ہوگا اب یہ چیزیں ہر آدمی کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں لہٰذا ہر آدمی کو اسکی ضرورت کے مطابق سامان، و ناضروری ہوگا۔

راحلة :۔ یعنی سواری ہونی چاہئے کہ جس پر سوار ہو کر وہ وہاں تک پہونچ سکے لہٰذا اگر تمام شرائط موجود ہوں اور وہ سواری پر قادر نہ ہو تو اس پر حج فرض نہ ہوگا۔

لاالاباحة :۔ اگر لڑکے کے پاس سواری ہے اور اس نے اپنے باپ کیلئے مباح کردیا تو اس کی وجہ سے اس پر حج فرض نہ ہوگا اسی طرح اگر کسی نے اس قدر مال ہبہ کردیا کہ اس سے وہ حج کر سکتا ہے تو اسکا قبول کرنا واجب نہیں۔

وَتِلْكَ الْقُدْرَةُ فَاضِلَةٌ عَنْ نَفَقَتِهٖ وَنَفَقَةِ عِيَالِهٖ اِلٰى حِيْنِ عَوْدِهٖ وَعَمَّا لَابُدَّ مِنْهُ كَالْمَنْزِلِ وَاَثَاثِهٖ وَآلَاتِ الْمُحْتَرِفِيْنَ وَقَضَاءِ الدَّيْنِ وَيُشْتَرَطُ الْعِلْمُ بِفَرْضِيَّةِ الْحَجِّ لِمَنْ اَسْلَمَ بِدَارِ الْحَرْبِ اَوِ الْكَوْنُ بِدَارِ الْاِسْلَامِ وَشُرُوْطُ وُجُوْبِ الْاَدَاءِ خَمْسَةٌ عَلَى الْاَصَحِّ صِحَّةُ الْبَدَنِ وَزَوَالُ الْمَانِعِ الْحِسِّيِّ عَنِ الذَّهَابِ لِلْحَجِّ وَاَمْنُ الطَّرِيْقِ وَعَدَمُ قِيَامِ الْعِدَّةِ وَخُرُوْجُ مَحْرَمٍ وَلَوْمِنْ رِضَاعٍ اَوْ مُصَاهَرَةٍ وَمُسْلِمٍ مَاْمُوْنٍ عَاقِلٍ بَالِغٍ اَوْ زَوْجٍ لِامْرَاَةٍ فِيْ سَفَرٍ وَالْعِبْرَةُ بِغَلَبَةِ السَّلَامَةِ بَرًّا وَبَحْرًا عَلَى الْمُفْتٰى بِهٖ.

ترجمہ: اور یہ قدرت فاضل ہو اسکے خرچہ سے اور اسکے عیال کے خرچہ سے اسکے لوٹنے تک اور ان چیزوں سے بھی زائد ہو جس کی اس کو ضرورت ہو، مثلاً گھر، گھر کا سامان اور پیشہ والوں کے آلات اور قرض کی ادائیگی۔ اور جو شخص دار الحرب میں اسلام لایا اسکو اسکی فرضیت کا معلوم ہونا ضروری ہے، یا اس کا دار الاسلام میں ہونا، اور وجوب ادا کے شرائط پانچ ہیں صحیح مذہب کے مطابق۔ بدن کا صحیح ہونا، اور حج کیلئے جانے سے مانع حسی کا ختم ہونا، راستہ کا پر امن ہونا، اور عورت کیواسطے عدت کا نہ رہنا، اور محرم کے ساتھ نکلنا خواہ وہ رضاعت یا سسرالی رشتہ کی وجہ سے ہو، اور وہ مسلمان عاقل بالغ مامون ہو، یا عورت کا شوہر سفر میں ہو، اور غلبہ سلامت کا اعتبار کیا جائے گا دریا اور جنگل کے راستہ میں مفتی بہ قول کے مطابق۔

تشریح و مطالب :۔

نفقتعیاله : یعنی جن لوگوں کا خرچہ ادا کرنا اسکے اوپر ضروری ہے کی مقدار اسکے پاس ہو کہ اسکو اتنے دنوں تک دینے کے بعد اسکے پاس حج کی مقدار بچ جائے اسلئے کہ حق عبد حق شرع پر مقدم ہے۔

کالمنزل :۔ اس میں بوسیدہ مکان کی مرمت بھی داخل ہے اسی طرح اس کے پاس زائد مکان ہے تو اس کا فروخت کرنا ضروری نہیں۔

قضاء الدین :۔ اگر اسکے اوپر قرض ہے تب بھی اس پر حج فرض نہیں اس لئے کہ اسکی ضرورت سے فاضل نہیں، اس لئے کہ یہاں پر دو قرض ہے ایک اللہ تعالیٰ کا اور ایک بندہ کا اور پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ حق العباد حق اللہ پر مقدم ہے لہٰذا پہلے قرض کا ادا کرنا ضروری ہے۔

بدار الحرب :۔ یعنی اگر کوئی دار الحرب میں ہے اور اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اسلام کا ایک رکن حج بھی ہے تو اگر چہ وہ مالدار ہو لیکن اس پر حج نہ کرنے کا گناہ نہ ہوگا، لیکن اگر دار الاسلام میں ہے اور اسکو اس کا علم نہیں ہے تو اس کا یہ نہ جاننا اسکی کوتاہی کی وجہ سے ہے، اس ہندوستان کو دار الاسلام کا حکم دیا گیا ہے، یہاں دینی علوم حاصل کرنے کے لئے وہ اسباب اور ذرائع موجود ہیں جو بہت سی اسلامی حکومتوں میں نہیں، مولوی ہونا فرض نہیں ہے، لیکن دین کے ضروری مسئلوں کا جاننا اور اپنے زیر اثر لوگوں کو سکھانا تو ضروری ہے اس صورت میں جو لوگ نہیں جانتے یہ ان کی غفلت ہے، خدا مسلمانوں کو اس مہلک غفلت سے محفوظ رکھے۔ (محمد میاںؒ)

وجوب الاداء :۔ گذشتہ شرطیں فرضیت حج کی تھیں، یعنی جب وہ چیزیں پائی جائینگی اس وقت حج فرض ہوگا، اب یہ سوال باقی رہ گیا تھا کہ ادا کرنا کب فرض ہوگا اور اسکے لئے کیا کیا شرطیں ہونگی اسی کو اب یہاں سے بیان کر رہے ہیں کہ ادا کرنا اس وقت فرض ہوگا کہ جب اسکے اندر پانچ شرطیں موجود ہوں، اگر یہ پانچ شرطیں موجود نہ ہوں گی تو اسپر حج فرض نہ ہوگا۔

صحة البدن :۔ یعنی بدن کا صحیح وسالم ہونا ضروری ہے، لہٰذا اگر وہ مفلوج ہو یا اسی طرح سے اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہو تو اس پر حج کا ادا کرنا فرض نہیں۔ اب اگر کوئی نابینا ہے تو اس پر حج کا ادا کرنا فرض ہے یا نہیں؟ اسکے بارے میں علماء کا اختلاف ہے حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر چہ اسکے پاس کوئی مدد کرنے والا اور اسی طرح سے زادِ راہ اور سواری وغیرہ موجود ہو لیکن پھر بھی اس پر ادا فرض نہیں اور حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ چیزیں موجود ہوں تو اس پر ادا فرض ہے، اور اسی طرح اگر کوئی کنکنا ہے تو امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اس پر ادا فرض ہے اس لئے کہ وہ بلا کسی مدد کے جا سکتا ہے، لیکن حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس پر واجب نہیں اس لئے کہ وہ خود ادا کرنے پر قادر نہیں۔ (ہدایہ، طحطاوی)

المانع الحسی :۔ مانع حسی مثلاً قید خانہ میں محبوس ہے یا کسی ظالم حکومت کا کوئی آرڈی ننس نافذ ہے۔

امن الطریق :۔ یعنی جس راستہ سے جا رہا ہے اس کا اکثر حصہ مامون ہے اور اکثر لوگ صحیح وسلامت لوٹ کر چلے آتے ہیں اگر چہ اس میں رشوت دینی پڑتی ہے البتہ دریائی سفر کے بارے میں اختلاف ہے کہ اسے مانع وجوب کہا جائے یا نہیں کہا جائے، علامہ کرمانی کی رائے یہ ہے کہ اس میں بھی یہی دیکھا جائے کہ اکثر راستہ مامون ہے یا نہیں اگر اکثر راستہ مامون ہے تو واجب ہے ورنہ نہیں۔ (حاشیہ شیخ الادب ملخصاً)

عدم قیام العدة :۔ مطلب یہ ہے کہ اگر شوہر مر گیا یا اسی طرح اس نے طلاق دیدی ہے تو جب تک یہ اس عدت میں رہے گی حج کا ادا فرض نہیں ہوگا اس لئے کہ عدت کے زمانے میں خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن ہر صورت میں باہر نکلنا درست ہے، اور اسی طرح اگر اسے کوئی ایسا نہ ملتا ہو کہ جس سے نکاح کرنا ہمیشہ کیلئے حرام ہو تو اس نہ ملنے کی صورت میں بھی ادا حج فرض نہیں ہوگا، اسلئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے لاتحجن امرأة الا ومعها محرم.

وَيَصِحُّ اَدَاءُ فَرْضِ الْحَجِّ بِاَرْبَعَةِ اَشْيَاءَ لِلْحُرِّ الْاِحْرَامُ وَالْاِسْلَامُ وَهُمَا شَرْطَانِ ثُمَّ الْاِتْيَانُ بِرُكْنَيْهِ وَهُمَا الْوُقُوْفُ مُحْرِماً بِعَرَفَاتٍ لَحْظَةً مِنْ زَوَالِ يَوْمِ التَّاسِعِ اِلٰى فَجْرِ يَوْمِ النَّحْرِ بِشَرْطِ عَدَمِ الْجِمَاعِ قَبْلَهُ مُحْرِماً وَالرُّكْنُ الثَّانِيْ هُوَ اَكْثَرُ طَوَافِ الْاِفَاضَةِ فِيْ وَقْتِهِ وَهُوَ مَا بَعْدَ طُلُوْعِ فَجْرِ يَوْمِ النَّحْرِ.

ترجمہ :۔ اور حج فرض کا ادا کرنا چار چیزوں کی وجہ سے صحیح ہے جبکہ یہ آزاد میں موجود ہوں احرام اور اسلام اور یہ دونوں شرط ہیں، پھر اسکے بعد دونوں رکنوں کا ادا کرنا اور وہ دونوں حالت احرام میں عرفات کے اندر ایک لحظہ کیلئے نویں ذی الحجہ کے زوال کے وقت سے یوم النحر کی صبح صادق کے وقت تک ٹھہر جانا ہے اس شرط کیساتھ کہ حالت احرام میں جماع نہ کیا ہو اور دوسرا رکن طواف افاضہ کا اکثر حصہ اسکے وقت کیا جائے اور وہ یوم النحر کی طلوع فجر کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔

تشریح ومطالب :۔ یصح اداء الفرض یعنی فریضۂ حج اس وقت ادا ہوگا جبکہ اسکے اندر یہ چار چیزیں موجود ہوں گی اگر اسکے اندر چار چیزیں جو مصنف نے بیان کی ہیں موجود نہ ہوں گی تو اسکا ادا کرنا درست نہ ہوگا

الاحرام :۔ حج عشق و سرمستی اور بندگی و نیاز مندی کی ایک عبادت ہے جس میں حاجی کا سوز و گداز قلبی شوزش و وار فتگی اور خلوص و درد مندی اس کی سب سے بڑی دولت ہے اللہ رب العزت حج میں آنے والے مسلمانوں کی رئیسانہ لباس اور اعلیٰ درجہ کے پوشاکوں اور امیرانہ ٹھاٹ باٹ میں نہیں دیکھنا چاہتا ہے بلکہ وہ پسند فرماتا ہے کہ عشاق کے گروہ کے گروہ دامن دریدہ، چاک گریباں، سر برہنہ، چہروں پر عشق الٰہی کا نور، زبانیں ذکر خدا سے تر، دل و دماغ ایک ہی فکر میں مصروف یہ گروہ کے گروہ صرف اسکے بن کر اسکے بندے اسکے عاشق اور اسکے فدائی بن کر دربار خداوندی میں حاضر ہوں ان وارفتہ دل عشاق کے دامن میں ایک بھی تار نہ ہو شاعر نے اس وار فتگی دل عشاق کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ ع

از گریباں چند تارے ماندہ است   اے جنوں دستے کہ کارے ماندہ است

احرام کا باندھنا حج کی تیاری ہے۔

الاسلام :۔اس کی تفصیل گذشتہ صفحات میں آچکی۔

عدم الجماع :۔ اگر اس نے جماع کر لیا تو اسکا حج فاسد ہو جائے گا اور اب وہ اس سال حج کے اور تمام کام کرے گا لیکن دوسرے سال پھر حج کرنا ضروری ہوگا اس لئے کہ جماع کی وجہ سے اس کا حج فاسد ہو گیا تھا، اب اس بارے میں اختلاف ہے کہ دوسرے سال بیوی کو لائے یا نہ لائے اسمیں تفصیل ہے، جو بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔

اکثر :۔ جس کی مقدار چار ہے اور باقی تین واجب ہے، لہٰذا اگر یہ ترک ہو گیا تو اس کو دم کے ساتھ پورا کرنا ممکن ہے، اس کی وجہ سے حج فاسد نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

طواف :۔ طواف کے معنی مطلقاً گھومنے کے آتے ہیں، لیکن اصطلاح شرع میں طواف خانہ کعبہ کے ارد گرد سات مرتبہ چکر لگانے کو کہا جاتا ہے اور ایک مرتبہ گھومنے کو شوط کہا جاتا ہے۔

الافاضۃ :۔ طواف افاضہ کا آخری وقت ساری عمر ہے لیکن واجب یہ ہے کہ ایام نحر میں ۱۰، ۱۱، ۱۲ تاریخ میں کر لیا جائے اگر ان دنوں سے تاخیر کی تو دم لازم آئے گا اور اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

وَوَاجِبَاتُ الْحَجِّ اِنْشَاءُ الاِحْرَامِ مِنَ الْمِيْقَاتِ وَمَدُّ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَاتٍ اِلَى الْغُرُوْبِ وَالْوُقُوْفُ بِالْمُزْدَلِفَةِ فِيْمَا بَعْدَ فَجْرِ يَوْمِ النَّحْرِ وَقَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَرَمْىُ الْجِمَارِ وَذَبْحُ الْقَارِنِ وَالْمُتَمَتِّعِ وَالْحَلَقُ وَتَخْصِيْصُهٗ بِالْحَرَمِ وَاَيَّامِ النَّحْرِ وَتَقْدِيْمُ الرَّمْىِ عَلَى الْحَلْقِ وَنَحْرُ الْقَارِنِ وَالْمُتَمَتِّعِ بَيْنَهُمَا وَاِيْقَاعُ طَوَافِ الزِّيَارَةِ فِىْ اَيَّامِ النَّحْرِ وَالسَّعْىُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فِىْ اَشْهُرِ الْحَجِّ وَحُصُوْلُهٗ بَعْدَ طَوَافٍ مُعْتَدٍّ بِهٖ وَالْمَشْىُ فِيْهِ لِمَنْ لاَ عُذْرَ لَهٗ وَبِدَايَةُ السَّعْىِ مِنَ الصَّفَا وَطَوَافُ الوَدَاعِ وَبِدَايَةُ كُلِّ طَوَافٍ بِالْبَيْتِ مِنَ الْحَجَرِ الاَسْوَدِ وَالتَّيَامُنُ وَالْمَشْىُ فِيْهِ لِمَنْ لاَ عُذْرَ لَهٗ وَالطَّهَارَةُ مِنَ الحَدَثَيْنِ وَسَتْرُ الْعَوْرَةِ وَاَقَلُّ الاَشْوَاطِ بَعْدَ فِعْلِ الاَكْثَرِ مِنْ طَوَافِ الزِّيَارَةِ وَتَرْكُ الْمَحْظُوْرَاتِ كَلُبْسِ الرَّجُلِ الْمَخِيْطَ وَسَتْرِ رَاْسِهٖ وَوَجْهِهٖ وَسَتْرِ الْمَرْاَةِ وَجْهَهَا وَالرَّفَثِ وَالْفُسُوْقِ وَالْجِدَالِ وَقَتْلِ الصَّيْدِ وَالاِشَارَةِ اِلَيْهِ وَالدَّلاَلَةِ عَلَيْهِ.

ترجمہ : . اور واجبات حج میقات سے احرام کا شروع کرنا، عرفات میں قیام کو غروب تک دراز کرنا اور

مزدلفہ میں ٹھہرے رہنا یوم النحر کی فجر کے بعد اور طلوع شمس تک۔ اور رمی جمار اور قران کرنے والے کا ذبح کرنا اور تمتع کرنے والے کا قربانی کرنا اور سر کا منڈانا اور تمتع کرنا ان دونوں کے درمیان اور طواف زیارت کا ایام نحر میں کرنا اور صفا و مروہ کے درمیان عاشورۂ حج میں دوڑنا اور اس سعی کا طواف اس کے بعد کرنا جس کا اعتبار کیا گیا ہے اور اس میں چلنا ایسے شخص کے لئے جسے کوئی عذر نہ ہو، اور سعی کا صفا سے شروع کرنا، اور طواف وداع کا اور ہر طواف کا بیت اللہ کے حجر اسود سے شروع کرنا اور اس میں دائیں طرف سے شروع کرنا اور دائیں ہی چلنا اس شخص کا جس کے لئے کوئی عذر نہ ہو اور حدث اصغر اور اکبر سے پاک ہونا، ستر عورت کا ہونا اور اقل شوط طواف زیارت کے بعد سے کم کرنا اور سلے ہوئے کپڑوں کا چھوڑ دینا جیسے مرد کے لئے سلے ہوئے کپڑوں کا پہننا اور سر کا چھپانا اور عورت کو اپنے چہرے کا ڈھکنا اور رفث اور فسوق اور جھگڑے لڑائی اور شکار کا مارنا اور اس کی طرف اشارہ کرنا اور اسکی طرف رہنمائی کرنا یہ سب ممنوع ہے۔

تشریح و مطالب:۔ المیقات میقات اس جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں سے آفاقی بلا احرام کے نہیں جاتا، اب یہ معلوم ہو جانا ضروری ہے کہ میقات کتنے ہیں اور کس کس ملک کیلئے کون سی میقات ہے فقہاء اسلام نے تصریح کردی ہے کہ ذو الحلیفۃ اہل مدینہ کیلئے الجحفہ اہل شام کیلئے قرن المنازل اہل نجد کیلئے یلملم اہل یمن کیلئے، ذات عرق عراق کیلئے میقات ہیں۔ جن علاقوں کیلئے جو میقات مقرر کی گئی ہے یہ حج و عمرہ کا ارادہ کرنے والے انہی تمام علاقوں کے باشندے ہوں یا انہی سمتوں میں دور یا نزدیک کسی بھی جگہ کے ہوں، بارادۂ حج و عمرہ جس کا بھی ان مواقیت میں سے کسی میقات میں سے یا اسکے محاذات میں سے گذر ہو گا اس کیلئے اس سے آگے جانا بغیر احرام کے جائز نہ ہو گا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مواقیت ان علاقوں کے باشندوں کیلئے ہیں اور اس کیلئے بھی ہیں جو اس سے گذر جائے اور حج و عمرہ کا ارادہ بھی ہو۔

القارن:۔ میقات سے حج اور عمرہ کیلئے ایک ساتھ احرام باندھنا قران کہلاتا ہے، اگر حاجی نے حج سے پہلے عمرہ کر لیا ہے تو ابھی احرام نہیں کھولے گا اور اسے فراغت حج تک احرام پوش رہنا پڑے گا۔

من الصفا:۔ سعی بین الصفا والمروۃ میں صفاء سے ابتداء کیا جائے گا، اگر کسی شخص نے مروہ سے ابتداء کر لی تو صحیح مسلک کے مطابق اسے شوط اول شمار نہ کیا جائے گا۔ صفا اور مروہ پہلے دو پہاڑیاں تھیں اور اب ان کی شکل صرف ٹیلے کی رہ گئی ہے اس میں طریقہ یہ ہو گا کہ پہلے رمی جمار پھر ذبح پھر حلق کرایا جائے۔

طھارۃ:۔ اس وقت حدث اصغر اور اکبر دونوں سے پاک ہونا ضروری ہے اس لئے کہ پہلے ہی یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ یہ ایک عبادت ہے اور عبادت میں طہارت ضروری ہوا کرتی ہے۔

الرفث:۔ رفث کے معنی جماع کے ہیں اور ویسے رفث فحش کلام کو بھی کہا جاتا ہے لیکن حضرت ابن عباسؓ حج میں رفث اس وقت فرماتے ہیں جب عورتوں کی موجودگی میں کوئی بات کی جائے۔

الفسوق:۔ فسق کے معنی معاصی کے ہیں اور ایسا کرنا احرام کے علاوہ میں بھی درست نہیں اس وجہ سے حالت احرام میں بدرجۂ اولیٰ ایسا کرنا بہتر نہ ہو گا۔

الصید :۔ یہاں صید سے مراد شکار ہے خواہ احرام باندھنے والا خود ہی یہ کام کرتا ہو یا اس کی طرف اشارہ کرتا ہو، یا اس موقع تک جا کر شکاری کی رہنمائی کرتا ہو۔

المحظورات :۔ حج ایک ایسی عبادت ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیوانگی کی حالت میں دیکھنا چاہتا ہے لیکن حج میں اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے منع کرتا ہے اور بندوں کو اپنے عشق میں مجنون دیکھنا چاہتا ہے، اس لئے انہیں سلے ہوئے کپڑوں سے منع کرتا ہے اور صرف دو چادروں میں ملبوس دیکھنا چاہتا ہے، اسی طریقہ سے عورت کو بھی اس بات سے منع کرتا ہے کہ وہ اپنے چہروں کو ڈھکے۔

وَسُنَنُ الْحَجِّ مِنْهَا الاِغْتِسَالُ وَلَوْ لِحَائِضٍ وَنُفَسَاءَ اَوِ الْوُضُوْءُ اِذَا اَرَادَ الاِحْرَامَ وَلُبْسُ اِزَارٍ وَرِدَاءٍ جَدِيْدَيْنِ اَبْيَضَيْنِ وَالتَّطَيُّبُ وَصَلٰوةُ رَكْعَتَيْنِ وَالاِكْثَارُ مِنَ التَّلْبِيَةِ بَعْدَ الاِحْرَامِ رَافِعاً بِهَا صَوْتَهٗ مَتٰى صَلّٰى اَوْ عَلَا شَرَفاً اَوْ هَبَطَ وَادِياً اَوْ لَقِىَ رَكْباً بِالاَسْحَارِ وَتَكْرِيْرُهَا كُلَّمَا اَخَذَ فِيْهَا وَالصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُؤَالُ الْجَنَّةِ وَصُحْبَةِ الاَبْرَارِ وَالاِسْتِعَاذَةُ مِنَ النَّارِ وَالْغُسْلُ لِدُخُوْلِ مَكَّةَ وَدُخُوْلُهَا مِنْ بَابِ الْمُعَلَّاةِ نَهَاراً وَالتَّكْبِيْرُ وَالتَّهْلِيْلُ تِلْقَاءَ الْبَيْتِ الشَّرِيْفِ وَالدُّعَاءُ بِمَا اَحَبَّ عِنْدَ رُؤْيَتِهٖ وَهُوَ مُسْتَجَابٌ.

ترجمہ :۔ سنن حج۔ منجملہ حج کی سنتوں میں غسل کرنا ہے اگرچہ عورت حالت حیض و نفاس میں ہو، یا وضوء کا کرنا جبکہ احرام باندھنے کا ارادہ ہو، اور دو نئی سفید چادروں کا پہننا، خوشبو لگانا اور دو رکعت نماز پڑھنا، احرام کے بعد تلبیہ کا زیادہ کہنا، جس وقت نماز پڑھے یا جسوقت بلند جگہ پر چڑھے یا جس وادی میں اترے یا جب کسی سوار سے ملے بلند آواز سے کہے، جس وقت بھی تلبیہ کہنا شروع کرے تو اسے بار بار کہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجنا، اور جنت کا سوال کرنا، اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی دعاء کرنا، اور جہنم سے پناہ مانگنا، اور مکہ میں داخل ہونے کیلئے غسل کرنا، اور دن میں باب معلاۃ سے داخل ہونا، اور تکبیر و تہلیل کا جس وقت بیت اللہ شریف کو دیکھے اس وقت کہنا اور بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت جو چیز محبوب ہو اسکی دعاء کرنا اور یہ وقت دعاء مستجاب کا ہوتا ہے۔

تشریح و مطالب :۔ اب یہاں سے مصنفؒ حج کے سنن کو بیان کر رہے ہیں تاکہ یہ حج سنت طریقہ پر ادا کیا جاسکے۔

الاغتسال :۔ سنن حج میں سے ایک تو غسل کرنا ہے اور یہ غسل احرام باندھنے سے قبل ہونا چاہئے اور یہ غسل عورت اور مرد دونوں کیلئے سنت ہے خواہ عورت حالت حیض و نفاس ہی میں کیوں نہ ہو، لیکن اگر حاجی غسل نہ کر سکتا ہو تو وہ وضو کرلے اور یہ سنت وضو کی وجہ سے ادا ہو جائے گی۔

ازار :۔ اور اسکے بعد دو چادروں کو پہنے، ایک سے تو ستر چھپائے گا اور دوسری چادر سے مونڈھوں کو اس لئے کہ اگر ان کو چھپایا نہ جائے تو نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

جدیدین :۔ تاکہ مردے کے کفن کے مشابہ ہو جائے اور ان چادروں کا نیا ہونا انکے دھوئے ہونے سے بہتر ہے۔

ابیضین :۔ ان چادروں کا سفید ہونا ان کے دوسرے رنگ سے بہتر ہے اور یہ نیا ہونا اور سفید ہونا صرف سنت ہے اگر ان کے علاوہ اور کوئی رنگ کی چادر ہو تب بھی صحیح ہے۔

التطیب :۔ یہ خوشبو بدن میں لگائی جائیگی کپڑے میں نہیں لیکن امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ خوشبو نہ لگائی جائے۔
صلوٰۃ رکعتین :۔ یہ دو رکعت احرام کی نیت سے پڑھے گا اور ان دونوں رکعتوں میں سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھنی سنت ہے اور نماز کے بعد یہ دعا پڑھے اللھم انی ارید الحج او العمرۃ فیسرھما لی وتقبلھما منی۔(طحاوی)
الاکثار :۔ یعنی احرام کے بعد تلبیہ کا زیادہ پڑھنا سنت ہے اس لئے جب کسی اونچی جگہ پر چڑھے اسی طرح جب کسی وادی میں اترے یا کسی سوار سے ملاقات کرے یا جب نماز سے فارغ ہو تو بلند آواز سے تلبیہ کہے اس کہنے میں سنت پر عمل ہوگا اور زیادہ سے زیادہ ذکر اللہ حاصل ہوگا۔
الصلوٰۃ علی النبی :۔ یعنی جس طرح اور جگہ درود پاک کا پڑھنا سنت اور باعث اجر وثواب ہے اسی طرح حاجی کیلئے بھی سنت ہے کہ حالت احرام میں درود پاک پڑھے اور اس لئے بھی کہ اب وہ دیار محبوب سے قریب ہے اور دیار محبوب میں محبوب کو یاد کرنا زیادہ لائق ومناسب ہے۔
سوال الجنۃ :۔ اس لئے کہ یہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قاعدہ کے مطابق تمام اعمال کرتا ہے اور اسکے عشق میں مجنون ودیوانہ رہتا ہے اور اس حالت میں اگر وہ جنت کا سوال کرے تو زیادہ امید ہے کہ اسکی یہ دعاء مقبول ہو جائے گی اور اس کی مراد بر آئے گی۔
صحبۃ الابرابر :۔ یعنی جب جنت کا سوال کیا تو اسی طرح اس بات کا بھی سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں نیک لوگوں کے ساتھ رکھے، اس لئے کہ صحبت کا اثر انسان کے اوپر ضرور ہوتا ہے۔
التکبیر :۔ یعنی جس وقت بیت اللہ اسے نظر آئے اس وقت وہ تکبیر کہے اس کی تعظیم کیلئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک نعمت عظمیٰ سے نوازا ہے اس خوشی میں وہ تکبیر وتہلیل کہے۔
الدعاء :۔ نیز جو چیز اسے پسند ہو اس کی دعا کرے اس لئے کہ یہ وقت مستجاب ہوتا ہے اور جو دعا اس وقت کی جاتی ہے وہ مقبول ہوتی ہے لیکن ایک بات کا خیال رہے کہ اس وقت ایسی دعائیں نہ کی جائیں جس سے کسی کو نقصان پہونچے بلکہ اس وقت ایسی دعائیں کی جائیں جس میں آخرت کے متعلق سوال ہو تو بہتر ہے۔

وَطَوَافُ الْقُدُوْمِ وَلَوْ فِیْ غَیْرِ اَشْھُرِ الْحَجِّ وَالاِضْطِبَاعُ فِیْهِ وَالرَّمْلُ اِنْ سَعیٰ بَعْدَهٗ فِیْ اَشْھُرِ الْحَجِّ وَالْھَرْوَلَةُ فِیْمَا بَیْنَ الْمِیْلَیْنِ الاَخْضَرَیْنِ لِلرِّجَالِ وَالْمَشْیُ عَلیٰ ھِیْنَةٍ فِیْ بَاقِی السَّعْیِ وَالاِکْثَارُ مِنَ الطَّوَافِ وَھُوَ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ النَّفْلِ لِلآفَاقِیِ وَالْخُطْبَةُ بَعْدَ صَلٰوةِ الظُّھْرِ یَوْمَ سَابِعِ الْحَجَّةِ بِمَکَّةَ وَھِیَ خُطْبَةٌ وَاحِدَةٌ بلاَ جُلُوْسٍ یُعَلِّمُ الْمَنَاسِكَ فِیْھَا وَالْخُرُوْجُ بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ یَوْمَ التَّرْوِیَةِ مِنْ مَکَّةَ لِمِنیٰ وَالْمَبِیْتُ بِھَاثُمَّ الْخُرُوْجُ مِنْھَا بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ یَوْمَ عَرَفَةَ اِلیٰ عَرَفَاتٍ فَیَخْطُبُ الاِمَامُ بَعْدَ الزَّوَالِ قَبْلَ صَلٰوةِ الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ مَجْمُوْعَةً جَمْعَ تَقْدِیْمٍ مَعَ الظُّھْرِ خُطْبَتَیْنِ یَجْلِسُ بَیْنَھُمَا.

ترجمہ :۔ اور طواف قدوم اگرچہ حج کے مہینہ کے علاوہ میں ہو اور طواف میں اضطباع، اگر اس کے بعد حج کے مہینوں میں سعی کرنی ہو تو رمل بھی مسنون ہے اور مردوں کے لئے تیزی کے ساتھ چلنا میلین اخضرین کے

درمیان، اور باقی سعی میں اپنی ہیئت پر چلنا اور طواف کا زیادہ کرنا، اور آفاقی کیلئے طواف کا زیادہ کرنا نفل نماز سے افضل ہے اور ساتویں ذی الحجہ کو مکہ میں نماز ظہر کے بعد خطبہ کا کہنا اور یہ ایک خطبہ ہوگا بلا درمیان میں بیٹھے ہوئے امام اس میں حج کے مناسک کو بتائے، ترویہ کے دن طلوع شمس کے بعد مکہ معظمہ سے منیٰ کی طرف نکلنا اور وہاں پر رات گزارنا پھر یوم عرفہ کو طلوع شمس کے بعد عرفات کی جانب نکلنا تو امام ظہر و عصر سے قبل زوال کے بعد خطبہ دے اس حال میں کہ ظہر اور عصر کو جمع تقدیم کے طور پر ظہر کے ساتھ ادا کرے اور دو خطبہ دے اور ان دونوں کے درمیان بیٹھے گا۔

تشریح و مطالب:- طواف القدوم: یہ طواف قدوم اس شخص کیلئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو، اور یہ طواف قدوم ہر مہینہ کیلئے ہے اس میں یہ تخصیص نہیں ہے کہ حج کے مہینہ میں ہو، لہٰذا جب بھی غیر مکی جائے گا تو اسکے لئے طواف قدوم سنت ہوگا۔

الاضطباع :۔ اسکی تفسیر یہ ہے کہ چادر کو داہنے ہاتھ کے نیچے سے یعنی داہنی بغل میں سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈال لے اور اس طرح سے کرنا سنت ہے۔ (طحطاوی)

الرمل :۔ اور رمل یہ ہے کہ خوب تیزی کے ساتھ چھوٹے چھوٹے قدم رکھ کر چلے اور تین چکروں میں سینہ نکال کر چلے اور اگر تین اول میں بھول گیا یا چھوڑ دیا تو باقی میں نہیں کرے گا اور اگر بہت زیادہ بھیڑ ہو تو رکا رہنا چاہئے جب یہ ختم ہو جائے اس وقت رمل کرنا چاہئے۔ (طحطاوی)

ان سعی بعدہ :۔ اس عبارت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ طواف قدوم میں رمل صرف اسی کے لئے ہے جو اسکے بعد سعی کا ارادہ رکھتا ہو، اور جو اسکے بعد سعی کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اسکے لئے یہ نہیں ہے اسکی مکمل تفصیل ابھی دوسری فصل میں بیان کی جائے گی۔

للرجال :۔ اس عبارت سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ رمل عورتوں کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف مردوں کے لئے ہے لہٰذا اگر اس طرح عورتوں نے بھی کیا تو یہ سنت نہ کہلائے گا۔

ھو افضل :۔ یعنی طواف کا زیادہ سے زیادہ کرنا غیر ملکی کیلئے بالمقابل نفل نماز پڑھنے کے زیادہ افضل ہے اسلئے کہ بیت اللہ کو دیکھنا بھی ایک عبادت ہے اور طواف ایک عبادت ہے لہٰذا دو عبادتیں ایک جگہ جمع ہو جائیں گی۔ واللہ اعلم

الخطبۃ :۔ یہ خطبہ صرف امام یا اسکے نائب کیساتھ خاص ہے ان دونوں کے علاوہ اور کوئی خطبہ نہیں دے سکتا۔

بعد صلوٰۃ الظہر :۔ یعنی ساتویں ذی الحج کو نماز ظہر کے بعد خطبہ دینا سنت ہے لیکن اگر نماز سے پہلے یہ خطبہ دیا گیا تو صحیح تو ہو جائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (طحطاوی)

یوم الترویۃ :۔ ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ کو یوم الترویہ کہا جاتا ہے اس کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اپنے بیٹے کی قربانی کرو اسکے بعد سے آپ نے غور و فکر شروع کیا کہ آیا یہ امر من جانب اللہ ہے یا شیطان کی جانب سے وسوسہ ہے اس لئے اس کا نام یوم الترویہ رکھا گیا اور اسکے بعد حضرت ابراہیمؑ نے پھر دوسری رات یہی خواب دیکھا اب آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ من جانب اللہ ہے اس وجہ سے

۹/ذی الحجہ کو عرفہ کہا جائے گا اور اسکے بعد جب تیسری رات آپ نے خواب دیکھا اور اس کے بعد ذبح کے بارے میں غور وفکر کیا اس لئے اس کا نام یوم النحر رکھا گیا۔ اور بعض علماء اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس دن لوگ پیاس کی شدت کی وجہ سے پانی کو دیکھتے ہیں اور پانی کے بارے میں فکر کرتے ہیں اور پانی کو عرفات ومنیٰ کیلئے لے جاتے ہیں۔

اور یوم عرفہ کو اس لئے عرفہ کہا جاتا ہے کہ اس دن میں حضرت جبرئیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کو احکام حج سکھلائے تھے اور اس سکھلانے اور بتلانے کے بعد حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا تھا أعرفتَ، تو اسکے جواب میں حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا عرفتُ۔

مع الظهر:۔ حاصل یہ ہے کہ اس روز ظہر اور عصر کی نمازیں ساتھ ساتھ پڑھی جائیں گی اور ظہر کی نماز سے قبل امام دو خطبہ پڑھے۔

خطبتین:۔ ان دونوں خطبوں میں مناسک حج اور قربانی اور مزدلفہ اور منیٰ وغیرہ میں قیام کا طریقہ بتلائے گا اور یہاں سے کب کوچ کیا جائے اور کس طرح حلق کرلیا جائے اور کس طرح ذبح کیا جائے وغیرہ کے احکامات کو بیان کرے گا۔

وَالاِجْتِهَادُ فِی التَّضَرُّعِ وَالْخُشُوْعِ وَالْبُكَاءِ بِالدُّمُوْعِ وَالدُّعَاءِ لِلنَّفْسِ وَالْوَالِدَيْنِ وَالاِخْوَانِ الْمُؤمِنِيْنَ بِمَا شَاءَ مِنْ اَمْرِ الدَّارَيْنِ فِی الْجَمْعَيْنِ وَالدَّفْعُ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ بَعْدَ الْغُرُوْبِ مِنْ عَرَفَاتٍ وَالنُّزُوْلُ بِمُزْدَلِفَةَ مُرْتَفِعاً عَنْ بَطْنِ الْوَادِیْ بِقُرْبِ جَبَلِ قُزَحَ وَالْمَبِيْتُ بِهَا لَيْلَةَ النَّحْرِ وَبِمِنیٰ اَيَّامَ مِنیٰ بِجَمِيْعِ اَمْتِعَتِهٖ وَكُرِهَ تَقْدِيْمُ ثِقْلِهٖ اِلیٰ مَكَّةَ اِذْ ذَاكَ وَيَجْعَلُ مِنیٰ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَمَكَّةَ عَنْ يَسَارِهٖ حَالَةَ الْوُقُوْفِ لِرَمْیِ الْجِمَارِ وَكَوْنُهٗ رَاكِباً حَالَةَ رَمْیِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ فِیْ كُلِّ اَيَّامٍ مَاشِياً فِی الْجَمْرَةِ الاُوْلیٰ الَّتِیْ تَلِی الْمَسْجِدَ وَالْوُسْطیٰ وَالْقِيَامُ فِیْ بَطْنِ الْوَادِیْ حَالَةَ الرَّمْیِ۔

ترجمہ:۔ اور ان دونوں مجمعوں میں تضرع اور خشوع اور آنسوؤں کے ساتھ رونے میں اور اپنے لئے اور اپنے والدین کے واسطے اور تمام مسلمان بھائیوں کے لئے دین اور دنیا میں جس کی آرزو ہو دعا کرنے میں کوشش کرنا، اور عرفات سے غروب آفتاب کے بعد وقار اور سکون کے ساتھ روانہ ہو جانا اور مزدلفہ میں بطن وادی سے ہٹ کر جبل قزح کے پاس ٹھہرنا، ذی الحجہ کی دسویں رات کو مزدلفہ میں گزارنا اور منیٰ میں ان کے ایام میں اپنے تمام سامانوں کے ساتھ گزارنا، اور مکہ میں اپنے سامانوں کو ان دنوں سے پہلے بھیج دینا مکروہ ہے اور رمی جمار کیلئے ٹھہرنے کی حالت میں منیٰ کو دائیں اور مکہ کو اپنے بائیں رکھنا سنت ہے، اور جمرۂ عقبہ کو سوار ہو کر کرنا تمام ایام میں اور جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ وسطیٰ پر رمی کرنے کے وقت پیادہ ہونا اور جمرہ اولیٰ وہ ہے جو مسجد خیف کے قریب ہے۔ اور رمی کی حالت میں بطن وادی میں کھڑا ہونا۔

تشریح ومطالب:۔ الاجتهاد یعنی عرفات میں جس وقت وہ ٹھہرا ہوا ہو اس وقت خوب گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرنی چاہئے اور آنکھوں سے آنسو نکلنا چاہئے نیز اسی طرح خود اپنے لئے دعا کرے اور اسی طرح اوروں کیلئے بھی دعا کرے اور اس مقام پر پہونچ کر والدین کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے اس دعا میں کسی بات کی تخصیص نہیں ہے کہ صرف اسی کیلئے دعا کرے بلکہ اس میں ہر ایک چیز کے متعلق جو اسکو پسند ہو دعا کرے۔

بعدالغروب:۔ یعنی عرفات سے اس وقت کوچ کرے جب غروب آفتاب ہو جائے اور اس چلنے کے اندر

بھاگ دوڑ دھکم دھکا اور شور و غوغا نہیں ہونی چاہئے بلکہ سکون و وقار کیساتھ اس جگہ سے کوچ کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم

النزول بمزدلفة :۔ اب جبکہ عرفات سے غروب آفتاب کے بعد چلا تو اب جاکر مزدلفہ میں ٹھہرے اور اس میں اس جگہ ٹھہرے جہاں پر جبل قزح ہے اور وادی سے ذرا ہٹ کر ٹھہرنا سنت ہے اور دسویں ذی الحجہ کی رات کو وہیں پر گزار دے۔

امتعته :۔ مصنفؒ کی اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس عبارت سے ایک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ خود عرفات کے لئے روانہ ہو جائے اور اپنے تمام سامانوں کو مکہ ہی میں چھوڑ دے۔

التی تلی المسجد :۔ منیٰ کے میدان میں تین کھمبے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو جمرہ کہا جاتا ہے اور ان کے نام یہ ہیں جمرۂ اولیٰ :۔ وہ جمرہ ہے جو مسجد خیف کے قریب ہے اور اسکے بعد کے جمرہ کا نام جمرۂ وسطیٰ ہے یعنی درمیان کا جمرہ اور آخری جمرہ کا نام جمرہ عقبیٰ ہے اور عقبیٰ کے معنی اخیر کے ہیں۔

وَكَوْنُ الرَّمْيِ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ فِيمَا بَيْنَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَزَوَالِهَا وَفِيمَا بَيْنَ الزَّوَالِ وَغُرُوْبِ الشَّمْسِ فِي بَاقِي الْأَيَّامِ وَكُرِهَ الرَّمْيُ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَالرَّابِعِ فِيمَا بَيْنَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَالشَّمْسِ وَكُرِهَ فِي اللَّيَالِي الثَّلَاثِ وَصَحَّ لِأَنَّ اللَّيَالِيَ كُلَّهَا تَابِعَةٌ لِمَا بَعْدَهَا مِنَ الْأَيَّامِ إِلَّا الَّتِي تَلِي عَرَفَةَ حَتَّى صَحَّ فِيهَا الْوُقُوْفُ بِعَرَفَاتٍ وَهِيَ لَيْلَةُ الْعِيْدِ وَلَيَالِي الرَّمْيِ الثَّلَاثِ فَإِنَّهَا تَابِعَةٌ لِمَا قَبْلَهَا وَ الْمُبَاحُ مِنْ أَوْقَاتِ الرَّمْيِ مَا بَعْدَ الزَّوَالِ إِلَى غُرُوْبِ الشَّمْسِ مِنَ الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَبِهٰذَا عُلِمَتْ أَوْقَاتُ الرَّمْيِ كُلُّهَا جَوَازاً وَكَرَاهَةً وَاسْتِحْبَاباً.

ترجمہ :۔ اور پہلے دن کی رمی طلوع شمس سے زوال آفتاب تک کے درمیان میں ہونا اور باقی ایام میں زوال آفتاب سے غروب شمس کے درمیان میں ہونا اور پہلے اور چوتھے دن طلوع فجر سے طلوع شمس کا رمی کو مکروہ مانا گیا ہے، اور ان تینوں راتوں میں بھی رمی کو مکروہ مانا گیا ہے اور اگر رمی کرلی جائے تو صحیح ہو جائے گا اس لئے کہ ہر ایک رات اپنے آنے والے دن کے تابع ہوتی ہے مگر وہ رات جو یوم عرفہ کے متصل ہے، یہاں تک کہ اس رات کے اندر عرفات میں ٹھہرنا صحیح ہو جاتا ہے اور یہی عید کی رات ہے اور ان تینوں راتوں میں رمی کرنا صحیح ہے اسلئے کہ یہ اپنے ماقبل کے تابع ہیں اور یوم اول میں مباح وقت زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک ہے اور اس بیان سے رمی کے جائز اور مکروہ اور مستحب اوقات معلوم ہو گئے۔

تشریح و مطالب :۔ القیام : یعنی رمی جمار کی حالت میں بطن وادی میں کھڑا رہنا اور کھڑے ہو کر رمی کرنا سنت ہے اور اسی طرح قیام سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ اس وقت حاجی کو زمین پر ہونا چاہئے۔

اوقات الرمی : رمی کے اوقات کل چار ہیں ایک تو یوم النحر اور تین دن اسکے بعد اول دن وقت مکروہ طلوع فجر کے بعد سے آفتاب کے نکلنے کے وقت تک ہے اور مسنون وقت طلوع شمس سے زوال تک ہے اور اس میں وقت مباح زوال آفتاب سے لیکر غروب شمس تک ہے اور اس غروب آفتاب سے لیکر طلوع فجر تک مکروہ ہے۔ اور دوسرے اور تیسرے دن طلوع شمس سے زوال آفتاب تک جائز ہی نہیں ہے اور زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک مسنون ہے، اور مغرب کے بعد سے لیکر طلوع فجر تک مکروہ ہے، اب اگر کسی نے رات کے وقت طلوع فجر سے قبل رمی کرلیا تو جائز ہے اور رات میں کرنے کی وجہ سے اس پر کوئی تاوان نہ ہوگا۔

اور چوتھے دن کب سے کب تک سنت ہے؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ طلوع شمس سے لے کر غروب آفتاب تک ہے مگر زوال سے قبل مکروہ ہے اور اسکے بعد مسنون ہے۔

اور حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ اس کا وقت زوال آفتاب کے بعد ہے اور اس سے قبل صحیح نہیں ہے اور صاحبین اس چوتھے دن کو دوسرے یا تیسرے دن پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح ان دونوں دنوں میں زوال سے قبل جائز نہیں ہے اسی طرح چوتھے دن بھی زوال سے قبل جائز نہ ہوگا۔

اور امام ابو حنیفہؒ اس کو پہلے دن پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح اس دن طلوع شمس سے غروب آفتاب تک جائز ہے اسی طرح اس میں بھی طلوع آفتاب سے غروب تک جائز ہوگا، اب جبکہ چوتھے دن رمی جمار نہ کر سکا اور سورج غروب ہو گیا تو اب رات میں رمی جمار نہیں کر سکتا اس لئے کہ رمی کا وقت ختم ہو گیا تو اب اس سے یہ فعل ساقط ہو گیا اور اسکے اوپر اس رمی جمار کے چھوڑنے کی وجہ سے دم لازم آئے گا۔

وَمِنَ السُّنَّةِ هَدْيُ الْمُفْرِدِ بِالْحَجِّ وَالْاَكْلُ مِنْهُ وَمِنْ هَدْيِ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ فَقَطْ وَمِنَ السُّنَّةِ الْخُطْبَةُ يَوْمَ النَّحْرِ مِثْلَ الْاُوْلٰى يُعَلِّمُ فِيْهَا بَقِيَّةَ الْمَنَاسِكِ وَهِيَ ثَالِثَةُ خُطَبِ الْحَجِّ وَتَعْجِيْلُ النَّفْرِ اِذَا اَرَادَهُ مِنْ مِنًى قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِيْ عَشَرَ وَاِنْ اَقَامَ بِهَا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِيْ عَشَرَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَقَدْ اَسَاءَ.

ترجمہ: . اور من جملہ سنن میں سے ایک سنت یہ بھی ہے کہ مفرد بالحج قربانی کرے اور اس میں سے کھائے اور نفلی قربانی سے کھائے اور متعہ کی قربانی اور قران کی قربانی میں سے کھانا جائز ہے اس کے علاوہ میں سے نہیں اور سنت میں سے یہ بھی ہے کہ یوم النحر کو خطبہ دے پہلے کی طرح اور اس میں بقیہ مناسک حج کو بتلائے اور حج کے درمیان کا تیسرا خطبہ ہے اور بارہویں تاریخ کو منیٰ سے غروب آفتاب سے قبل کوچ کرنے کا ارادہ کرے اور اگر وہاں پر ٹھہرا رہا یہاں تک کہ غروب آفتاب ہو گیا تو اس ٹھہرنے کی وجہ سے اس پر کچھ نہ ہوگا، ہاں یہ برا کرنے والا سمجھا جائے گا۔

تشریح و مطالب:۔ **هدی المفرد** حج افراد اسکو کہا جاتا ہے کہ میقات سے حج کے اخیر تک کیلئے احرام باندھا جائے اور اسمیں حاجی کیلئے ضروری ہے کہ میقات سے احرام باندھے اور اس میں عمرہ شامل نہیں ہوگا۔

یہ دیکھئے کہ مصنفؒ کیا بیان کرنا چاہ رہے ہیں فرماتے ہیں کہ حج افراد کرنے والوں کے لئے ایک سنت یہ بھی ہے کہ وہ قربانی کرے اور اس کا گوشت کھائے۔

فقط :۔ یہ لفظ فقط لا کر اس طرف اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں کہ قران اور تمتع کے علاوہ جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں مثلاً جو جانور خطاء یا جنایت وغیرہ کے سلسلہ میں واجب ہوتے ہیں ان میں سے کھانا جائز نہیں ہے۔

الخطبة :۔ یعنی قربانی کے دن خطبہ کا دینا بھی سنت ہے اور اس میں باقی احکامات حج بتلائے جائیں گے اور حج کے درمیان میں جو خطبہ ہوتا ہے وہ یہ تیسرا خطبہ ہے دو کا بیان اس سے قبل ہو چکا ہے۔

تعجیل النفر :۔ نون کے فتحہ کے ساتھ اور فاء کے سکون کے ساتھ اور اسکے معنی لوٹنے کے ہیں یعنی منیٰ سے غروب آفتاب سے قبل لوٹ آنا سنت ہے اور اگر غروب آفتاب تک وہیں ہی ٹھہرا رہا اور وہاں سے کوچ نہیں کیا تو اس میں

کوئی حرج نہیں ہے اور اس ٹھہرنے کی وجہ سے اس پر کوئی تاوان نہ ہوگا ہاں یہ بات ضرور ہے کہ یہ خلاف ادب ہے۔ پہلے دن کو یوم النحر کہا جاتا ہے اسلئے کہ لوگ اس میں قربانی کرتے ہیں اور دوسرے دن کو یوم النفر کہا جاتا ہے اسلئے کہ لوگ اس دن کوچ کرتے ہیں، اور تیسرے دن کو نفر اول اور چوتھے دن کو نفر ثانی اور چوتھا دن وہ ۱۳ ذی الحجہ ہے۔ (جوہرہ بتصرف)

وَاِنْ اَقَامَ بِمِنیٰ اِلیٰ طُلُوْعِ فَجْرِ الْیَوْمِ الرَّابِعِ لَزِمَهٗ رَمْیُهٗ وَمِنَ السُّنَّةِ النُّزُوْلُ بِالْمُحَصَّبِ سَاعَةً بَعْدَ اِرْتِحَالِهٖ مِنْ مِنیٰ وَشُرْبُ مَاءِ زَمْزَمَ وَالتَّضَلُّعُ مِنْهُ وَاِسْتِقْبَالُ الْبَیْتِ وَالنَّظْرُ اِلَیْهِ قَائِماً وَالصَّبُّ مِنْهُ عَلیٰ رَاْسِهٖ وَسَائِرِ جَسَدِهٖ وَهُوَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ مِنْ اُمُوْرِ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ السُّنَّةِ اِلْتِزَامُ الْمُلْتَزَمِ وَهُوَ اَنْ یَّضَعَ صَدْرَهٗ وَوَجْهَهٗ عَلَیْهِ وَالتَّشَبُّثُ بِالْاَسْتَارِ سَاعَةً دَاعِیاً بِمَا اَحَبَّ وَتَقْبِیْلُ عُتْبَةِ الْبَیْتِ وَدُخُوْلُهٗ بِالْاَدَبِ وَالتَّعْظِیْمِ.

ترجمہ: ۔ اور اگر ۱۳ ذی الحجہ تک منیٰ میں ٹھہرا رہا تو اس دن کی رمی کرنا ہوگی اور سنت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ منیٰ سے کوچ کرنے کے بعد مقام محصب میں کچھ دیر کیلئے ٹھہر جائے، اور زمزم کا پانی پینا بھی سنت ہے اور کفین کو خوب بھر کر پینا اور استقبال قبلہ کرنا اور کھڑے ہو کر اسکی طرف دیکھنا اور اس میں سے تھوڑا پانی سر پر اور تمام جسم پر بہالینا، اور آب زمزم جس مقصد کیلئے بھی ہو یا وہ دنیاوی امور میں سے ہو یا اخروی میں سے۔ اور سنت میں سے یہ بھی ہے کہ ملتزم کا التزام کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے چہرے اور سینہ کو اس پر رکھدے اور نیز مسنون ہے خانہ کعبہ کے پردہ کو تھامنا تھوڑی دیر کیلئے اور جس چیز کیلئے چاہے دعا کرے اور بیت اللہ کی چوکھٹ کا بوسہ دینا اور بیت اللہ میں ادب و تعظیم کے ساتھ داخل ہونا۔

تشریح و مطالب :۔

الیوم الرابع : یعنی اگر منیٰ میں ۱۳ ذی الحجہ تک ٹھہرا رہا تو اس ٹھہرنے کی وجہ سے اسکے اوپر رمی لازم ہوگی۔

المحصب : ایک مقام کا نام ہے جو کہ مکہ اور منیٰ کے درمیان میں واقع ہے اور اس جگہ کو ابطح بھی کہا جاتا ہے اس جگہ اترنا سنت کفایہ ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم حج سے واپس ہوئے تو ۱۳ ذی الحجہ کو آپ نے محصب میں قیام فرمایا اور اسی جگہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں اور اسکے بعد رات کے وقت مکہ میں داخل ہوئے اور اسکے بعد طواف وداع فرمایا (عمدۃ الرعایہ) طواف سے فارغ ہونے کے بعد آب زمزم پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر قبلہ کی جانب منہ کر کے پانی نوش فرمایا۔ (اخرجہ احمد)

شرب ماء زمزم : اس کا طریقہ یہ ہے کہ زمزم کے قریب آئے اور حود سے اس پانی کو پئے اور اس پانی کے پینے کے وقت وہ قبلہ رخ ہو اور اسکے درمیان میں سانس لے اور ایک مرتبہ جب سانس لے اپنی نگاہ کو آسمان کی طرف کرے اور بیت اللہ کو دیکھے اور اپنے سر اور چہرے پر ملے اور اپنے بدن پر لگائے اور اگر پانی حاصل ہو جائے تو اپنے بدن پر ڈال لے اور اس پانی کے استعمال کے وقت جو بھی نیت کی جائے گی وہ انشاء اللہ ضرور پوری ہوگی، چنانچہ علماء کرام نے بڑے بڑے کام کیلئے اس زمزم کو استعمال کیا اور ان کا مطلب حل ہو گیا۔

التشبث :۔ یعنی خانہ کعبہ کے پردے کو چمٹ کر رونے کی شکل بنائے، یہ اس صورت میں ہے کہ جب اس کا پکڑنا ممکن ہو اور اگر اس کا پکڑنا ممکن نہ ہو تو اپنے ہاتھوں کو اپنے سر کے اوپر کھول کر رکھے اور جو دعاء چاہئے کرے۔

واپس ہونے کے وقت مستحسن یہ ہے کہ خانہ کعبہ کی طرف پشت نہ ہو اور اسکی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ رخصت ہونے کے وقت اس طرح اسکی طرف زیادہ سے زیادہ رخ ہوگا اور اس کو دیکھے گا اور اس دیکھنے میں خانہ کعبہ کی تعظیم ہوگی۔

ثُمَّ لَمْ يَبْقَ عَلَيْهِ اِلاَّ اَعْظَمَ الْقُرُبَاتِ وَهِيَ زِيَارَةُ النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ فَيَنْوِيْهَا عِنْدَ خُرُوْجِهٖ مِنْ مَكَّةَ مِنْ بَابِ سَبِيْكَةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى وَسَنَذْكُرُ لِلزِّيَارَةِ فَصْلاً عَلٰى حِدَتِهٖ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ:۔ اور اب اسکے بعد کوئی فریضۂ حج باقی نہیں رہا البتہ ایک باقی رہ گیا جو سب سے بڑی قربت ہے اور وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات متبرکہ، چنانچہ اسے چاہئے کہ زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کرے جس وقت کہ وہ باب سبیکہ سے ہوکر ثنیہ سفلی سے گزرتا ہوا مکہ معظمہ سے نکلے اور زیارت نبی کے متعلق ہم ایک الگ مستقل فصل ذکر کررہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔

فَصْلٌ فِي كَيْفِيَّةِ تركيب افعال الحجّ اِذَا اَرَادَ الدُّخُوْلَ فِي الْحَجِّ اَحْرَمَ مِنَ الْمِيْقَاتِ كَرَابِغَ فَيَغْتَسِلُ اَوْ يَتَوَضَّأُ وَالْغُسْلُ وَهُوَ اَحَبُّ لِلتَّنْظِيْفِ فَتَغْتَسِلُ الْمَرْاَةُ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ اِذَا لَمْ يَضُرَّهَا وَيَسْتَحِبُّ كَمَالُ النَّظَافَةِ بِقَصِّ الظُّفْرِ وَالشَّارِبِ وَنَتْفِ الاِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ وَجِمَاعِ الاَهْلِ وَالدُّهْنِ وَلَوْ مُطَيِّباً وَيَلْبَسُ الرَّجُلُ اِزَاراً وَرِدَاءً جَدِيْدَيْنِ اَوْ غَسِيْلَيْنِ وَالْجَدِيْدُ الاَبْيَضُ اَفْضَلُ وَلاَ يَزِرُّهُ وَلاَ يَعْقِدُهُ وَلاَ يُخَلِّلُهُ فَاِنْ فَعَلَ كُرِهَ وَلاَ شَيْئَ عَلَيْهِ وَتَطَيَّبْ وَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اُرِيْدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِي وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي.

ترجمہ:۔ افعال حج کو ترکیب دینے کی صورت اور حج کرنے کا طریقہ۔ جب حج کرنے کا ارادہ کرے تو میقات سے حج کا احرام باندھے جیسے رابغ تو غسل کرے یا وضو کرے اور غسل کرنا پاکی حاصل کرنے کے لئے زیادہ افضل ہے چنانچہ حیض ونفاس والی عورت اگر اس کو اس سے نقصان نہ ہو تو غسل کرے اور مستحب ہے کمال نظافت کا حاصل کرنا ناخن کو کاٹ کر، اور مونچھوں کو کترواکر، بغل کے بال صاف کرکے، اور زیر ناف کو صاف کرکے، اپنے اہل سے جماع کرکے، اور تیل لگاکر کے اگرچہ وہ تیل خوشبودار ہو۔

اور مرد ایک تہہ بند اور ایک چادر پہنے گا جو دونوں نئے ہوں یا دھلے ہوئے ہوں اور نئے سفید رنگ کے بہتر ہیں اور چادر میں نہ گذھی لگائے، نہ اسکو باندھے اور نہ اس کو پھاڑ کر گلے میں ڈالے، اور اگر ایسا کرلیا تو مکروہ ہے اور اس کی وجہ سے اس پر کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ اور خوشبو لگا اور دو رکعت نماز پڑھ اور کہہ (ترجمہ) اے اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں خداوند تو اس کو میرے لئے آسان کردے اور قبول فرما۔

تشریح ومطالب:۔ ابھی تک مصنفؒ فرائض حج کو بیان کررہے تھے اور یہ بتلارہے تھے کہ حج کن لوگوں پر فرض ہے اور کون کون چیزیں اس میں واجب ہیں اور کیا کیا سنن ہیں۔ جب اس کو بیان کرچکے تو اب یہاں سے ترکیب حج کو مفصلاً بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کون فعل کس طرح کیا جائے اور کب کیا جائے ان تمام چیزوں کی مفصل بحث اب لارہے ہیں۔

المیقات:۔ وہ جگہ جہاں سے بلا احرام باندھے آگے جانا جائز نہ ہو اسکی تفصیل گزر چکی ہے۔

کرابغ :۔ حرمین کے قریب ایک وادی ہے اسے رابغ کہا جاتا ہے. بحر سے کچھ قریب ہے جحفہ سے پہلے ہے جو مکہ جاتا ہے اسکے بائیں جانب پڑتا ہے۔

الغسل :۔ یہ غسل صفائی اور ستھرائی کیلئے ہے ناپاکی کو دور کرنے کے واسطے نہیں، اسی لئے یہ حیض ونفاس والی عورت کیلئے بھی سنت ہے۔

کمال النظافة :۔ یعنی اس طرح سے ہو کہ میل وکچیل دور ہو جائے اور صفائی وستھرائی حاصل ہو جائے۔

نتف الابط :۔ یعنی بغل کا بال اکھاڑنا، اس میں مستحب یہی ہے کہ اس مقام کا بال اکھاڑا جائے لیکن اگر اس میں دشواری ہو تو کسی آلہ سے صاف کرنا چاہئے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جماع الاھل :۔ یعنی اپنی بیوی سے جماع کرلے تاکہ درمیان حج میں کوئی ایسی صورت نہ پیش آجائے کہ جس کی وجہ سے جماع کرنے پر مجبور ہو جائے اور حج فاسد ہو جائے اسلئے پہلے جماع کر لینی چاہئے تاکہ اس جماع کی وجہ سے کچھ دنوں تک جماع کی خواہش نہ ہو۔

تطیب :۔ حج اور عمرہ دونوں کے احرام میں خوشبو لگا سکتا ہے لیکن ایک بات ذہن نشین رہنا چاہئے کہ یہ سنن زوائد میں سے ہے لہٰذا اگر اسکے پاس خوشبو نہ ہو تو دوسرے سے نہ مانگے۔

صل رکعتین :۔ اسلئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ حضرت ﷺ نے ذوالحلیفہ میں احرام باندھا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی، اب اسکے بارے میں دو قول ہیں کہ یہ سنت ہے یا مستحب؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سنت ہے اور بعض حضرات کے نزدیک مستحب لیکن یہ ایسے وقت نہ ہو کہ وہ وقت مکروہ ہو اور ان دونوں رکعتوں میں اسکو اختیار ہے جو سورت چاہئے پڑھے لیکن اگر پہلی رکعت میں قل یاایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھے تو یہ افضل ہے۔

وَلَبِّ دُبُرَ صَلٰوتِكَ تَنْوِیْ بِهَا الْحَجَّ وَهِیَ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ وَلَا تَنْقُصُ مِنْ هٰذِهِ الْاَلْفَاظِ شَيْئاً وَزِدْ فِيْهَا لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ لَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبٰى اِلَيْكَ وَالزِّيَادَةُ سُنَّةٌ فَاِذَا لَبَّيْتَ نَاوِياً فَقَدْ اَحْرَمْتَ فَاتَّقِ الرَّفَثَ وَهُوَ الْجِمَاعُ وَقِيْلَ ذِكْرُهُ بِحَضْرَةِ النِّسَاءِ وَالْكَلَامَ الْفَاحِشَ وَالْفُسُوْقَ وَالْمَعَاصِیَ وَالْجِدَالَ مَعَ الرُّفَقَاءِ وَالْخَدَمِ وَقَتْلَ صَيْدِ الْبَرِّ وَالْاِشَارَةَ وَالدَّلَالَةَ عَلَيْهِ وَلُبْسَ الْمَخِيْطِ وَالْعِمَامَةَ وَالْخُفَّيْنِ وَتَغْطِيَةَ الرَّاْسِ وَالْوَجْهِ وَمَسَّ الطِّيْبِ وَحَلْقَ الرَّاْسِ وَالشَّعْرِ.

ترجمہ :۔ اور نماز کے بعد تلبیہ کہو اس حال میں کہ اس سے حج کا ارادہ کر رہے ہو اور تلبیہ یہ ہے (ترجمہ) حاضر ہوتا ہوں میں اے اللہ میں حاضر ہوتا ہوں، نہیں ہے کوئی تیرا شریک حاضر ہوتا ہوں، بیشک حکم اور ملک اور نعمت تیرے ہی لئے ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔ اور ان الفاظ میں سے کچھ بھی کم نہ کرے، اور ان میں بڑھائے (ترجمہ) حاضر ہوتا ہوں اور موافقت کرتا ہوں میں تیری اے خداوند عالم تمام بھلائی تیرے ہاتھوں میں ہے حاضر ہوتا ہوں اور تمام آرزو و تمنا تیری طرف ہے اور ان الفاظ کا زیادہ کرنا سنت ہے، اب جبکہ تم نے اس نیت سے تلبیہ کہہ لیا تو اب تو محرم ہو گیا تو اب رفث سے بچ اور وہ جماع کرنا ہے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ رفث وہ جماع کا ذکر کرنا ہے عورتوں کے سامنے اور فحش کلام کرنے

سے، اور فسوق اور گناہ کی بات کرنے سے اور دوستوں اور نوکروں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنے سے اور خشکی کے شکار کو قتل کرنے سے اور اس کی اطلاع اور خبر دینے سے اور اسکی طرف اشارہ کرنے سے اور سلے ہوئے کپڑے پہننے اور عمامہ باندھنے اور موزہ پہننے سے، اور سر اور چہرہ چھپانے سے اور خوشبو لگانے اور سر اور بال کے مونڈوانے سے احتراز کرے۔

تشریح و مطالب:۔ لب دبر صلوتك: لب یہ صیغہ امر ہے تلبیہ سے، یعنی نماز کے بعد زبان سے تلبیہ کہے اور دل خداوند تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو، کیوں کہ اگر زبان سے دعا کے الفاظ ادا ہوں اور قلب غافل ہو تو اس سے دعا کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

تنوی بها الحج:۔ یہ کمال کو بیان کرنے کے واسطے ہے ورنہ صرف مطلق نیت کر لینے سے حج صحیح ہو جاتا ہے اگرچہ دل ہی سے ہو، صاحب نہرؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس دعاء یعنی اللهم انی الخ سے حج کی نیت حاصل ہوتی ہے اسلئے کہ نیت ایک دوسرا فعل ہے اور وہ قصد وارادہ کے بعد ہوتی ہے اور نیت کے معنی آتے ہیں کسی چیز پر عزم کرنا، مشائخ فرماتے ہیں کہ زبان سے بھی نیت کرے تاکہ قلب کے مطابق ہو جائے۔ (شامی)

ولا تنقص:۔ یعنی یہ دعاء جو بتلائی گئی ہے اس میں کسی طرح کمی نہ کی جائے اور نہ اس میں کوئی لفظ بڑھایا جائے البتہ ان الفاظ کی زیادتی درست ہے لبیك وسعدیك والخیر كله بیدیك لبیك والرغبی الیك۔ اور ان الفاظ کا زیادہ کرنا سنت سے ثابت ہے، لہٰذا ان الفاظ کو زیادہ کر لینا چاہئے تاکہ ایک سنت پر عمل ہو جائے، البتہ جو دعائے ماثورہ بیان کی گئی ہے اس سے زیادہ پڑھنی مکروہ تحریمی ہے اور اس دعاء کو بار بار پڑھنا سنت ہے اور اسی طرح سے بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب یہ سنت ہے تو اس کا تارک تارک سنت ہوگا۔

فقد احرمت:۔ مصنفؒ کی اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے قبل وہ محرم نہیں تھا اور جب اسے کر لیا تو اب حالت احرام میں ہو گیا اور بہت سی مباح چیزیں اب اس کیلئے حرام ہو گئیں اور اب ان کا ترک کر دینا لازم وواجب ہو گیا۔

الرفث:۔ لقوله تعالیٰ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج اس آیت سے ان چیزوں کی ممانعت ثابت ہو گئی کہ حج میں ان افعال کو نہ کیا جائے، اب رفث کسے کہا جائے اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ رفث جماع کرنے کو کہا جاتا ہے، اور بعض حضرات رفث کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ عورتوں کی موجودگی میں جماع کی باتیں کرنا، اب ان حضرات کے نزدیک اگر عورتیں موجود نہ ہوں اور جماع کی باتیں کی جائیں تو یہ رفث نہیں ہوگا۔

وَيَجُوْزُ الاِغْتِسَالُ وَالاِسْتِظْلَالُ بِالْخَيْمَةِ وَالْمَحْمِلِ وَغَيْرِهِمَا وَشَدُّ الْهِمْيَانِ فِي الْوَسْطِ وَاَكْثِرِ التَّلْبِيَةَ مَتٰى صَلَّيْتَ اَوْ عَلَوْتَ شَرَفاً اَوْ هَبَطْتَ وَادِياً اَوْ لَقِيْتَ رَكْباً وَبِالْاَسْحَارِ رَافِعاً صَوْتَكَ بِلَا جُهْدٍ مُضِرٍّ وَاِذَا وَصَلْتَ اِلٰى مَكَّةَ يَسْتَحِبُّ اَنْ تَغْتَسِلَ وَتَدْخُلَهَا مِنْ بَابِ الْمُعَلّٰى لِتَكُوْنَ مُسْتَقْبِلاً فِيْ دُخُوْلِكَ بَابَ الْبَيْتِ الشَّرِيْفِ تَعْظِيْماً وَيَسْتَحِبُّ اَنْ تَكُوْنَ مُلَبِّياً فِيْ دُخُوْلِكَ حَتّٰى تَأْتِيَ بَابَ السَّلَامِ فَتَدْخُلَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ مِنْهُ مُتَوَاضِعاً خَاشِعاً مُلَبِّياً مُلَاحِظاً جَلَالَةَ الْمَكَانِ.

ترجمہ:۔ اور جائز ہے غسل کرنا اور سایہ حاصل کرنا خیمہ اور کجاوہ تلے اور ان دونوں کے علاوہ، اور ہمیان کا

کمر میں باندھنا جائز ہے، اور تو تلبیہ کو زیادہ کہے جس وقت کہ نماز پڑھے یا کسی اونچی جگہ پر چڑھے یا کسی وادی میں اترے یا کسی سوار سے ملے، اور ہر صبح کو تو اپنی آواز کو بلند کرے بلا کسی ایسی مشقت کے جو نقصان دہ ہو۔ اور جب تو مکہ میں پہونچ جائے تو مستحب ہے کہ غسل کرے اور باب معلیٰ سے داخل ہو تاکہ باعتبار تعظیم کے بھی تو داخل ہوتے وقت بیت اللہ شریف کا استقبال کرنے والا ہو اور یہ بھی مستحب ہے کہ داخل ہوتے وقت تلبیہ کہتا رہے یہاں تک کہ باب سلام کے پاس آجائے تو اسی سے مسجد حرام کے اندر داخل ہو عاجزی کرتے ہوئے، خشوع و خضوع کرتے ہوئے، لبیک لبیک کہتے ہوئے، اور اس مکان کی عظمت اور جلال کا دل میں پورے طور سے لحاظ رکھتے ہوئے۔

تشریح و مطالب :۔

الاغتسال: یعنی حالت احرام میں حاجی کیلئے غسل کرنا جائز ہے اس میں کوئی مضائقہ اور تاوان نہیں۔

الاستظلال: اسی طریقہ سے سایہ میں کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ وہ سایہ خیمہ سے حاصل ہو رہا ہو یا کجاوہ وغیرہ سے لیکن اس میں ایک بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اس سایہ حاصل کرنے میں اس کے سر سے کوئی چیز نہ لگے بایں طور کہ اس کا سر چھپ جائے اگر اسکے سر یا چہرے کو کوئی چیز چھپا لے گی تو یہ مکروہ ہوگا اور یہ ایسا ہی ہوگا جیسے کہ وہ کپڑے یا اور کسی چیز سے چھپاتا اور اس کو اس کی وجہ سے تاوان لازم آتا۔

الھمیان:۔ ہمیان اسے کہا جاتا ہے جس میں دراہم و دنانیر وغیرہ رکھ کر کمر میں باندھ لیا جاتا ہے اور مصنفؒ نے اسے مطلق استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس میں ضروری نہیں ہے کہ اس کا خرچہ ہو بلکہ اگر کسی غیر کا نفقہ اس میں ہو تب بھی اس کا باندھنا جائز ہے اسکا حکم سلے ہوئے لباس کا ہرگز نہ ہوگا، نیز مصنفؒ کی عبارت سے ایک بات اور معلوم ہو گئی کہ پٹے تلوار وغیرہ کا باندھ لینا مکروہ نہیں ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)

متی صلیت: یعنی نماز کے بعد تلبیہ کہی جائے مصنفؒ نے صلیت کو مطلق استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ وہ نماز جس طرح کی بھی ہو خواہ نفل ہو یا فرض ہر ایک نماز کے بعد تلبیہ کہی جائے اور اسی طرح سے جب بھی کسی بلند جگہ پر چڑھے یا اسی طرح کسی وادی میں اترے یا کسی سوار سے ملاقات کرے یا جب وہ صبح کرے اس وقت تکبیر کہے اور ہر وقت ذکر خدا میں غرق اور یاد خدا میں سرشار رہے۔

رافعاً: تلبیہ کا بلند آواز سے کہنا سنت ہے لیکن اس قدر بلند آواز سے نہیں کہ جس سے اس کو خود تکلیف ہوتی ہو جیسا کہ بعض عوام خوب بلند آواز سے کہتے ہیں اور اس قدر بلند آواز نکالنے میں خود ان کو تکلیف ہوتی ہے اور مصنف بلا جھد مضر لا کر اسی طرف اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں۔

تغتسل: یہ بات پہلے عرض کی جا چکی ہے کہ غسل صرف صفائی کے لئے ہے پاکی حاصل کرنے کے لئے نہیں اسی لئے اس کو وہ عورت بھی کرے گی جو حالت حیض یا ایام نفاس میں ہو، اور مصنفؒ نے دخول مکہ کو مطلق بیان کیا کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں کیا اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ رات اور دن دونوں اوقات میں داخل ہو سکتا ہے، بہر حال مکہ میں داخل ہونے کا وقت مستحب وہ دن ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ)

باب المعلیٰ: اس سے داخل ہونے میں حکمت یہ ہے کہ بیت اللہ شریف سامنے ہوگا اور اسکے دیکھنے میں اس کی تعظیم ہے اگر اور دوسرے دروازے سے داخل ہوگا تو اس کی یہ بات حاصل نہ ہوگی اور بیت اللہ کبھی پیچھے پڑ جائے گا اور کبھی اور سمت۔ واللہ اعلم

ملبیاً: یعنی جس وقت داخل ہو اس وقت تکبیر کہہ رہا ہو اور اسی طرح سے تواضع وانکساری کے ساتھ اس میں داخل ہو اور مسجد حرام میں باب السلام سے داخل ہونا چاہیے۔

مُكبراً مُهَلِّلاً مُصَلِّياً عَلَى النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَلَطِّفاً بِالْمَزَاحِمِ دَاعِياً بِمَا اَحْبَبْتَ فَاِنَّهُ مُسْتَجَابٌ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْبَيْتِ الْمُكَرَّمِ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْحَجَرَ الْاَسْوَدَ مُكَبِّراً مُهَلِّلاً رَافِعاً يَدَيْكَ كَمَا فِي الصَّلٰوةِ وَضَعْهُمَا عَلَى الْحَجَرِ وَقَبِّلْهُمَا بِلاَ صَوْتٍ فَمَنْ عَجَزَ عَنْ ذَالِكَ اِلاَّ بِاِيْذَاءٍ تَرَكَهُ وَمَسَّ الْحَجَرَ بِشَيْئٍ وَقَبَّلَهُ اَوْ اَشَارَ اِلَيْهِ مِنْ بَعِيْدٍ مُكَبِّراً مُهَلِّلاً حَامِداً مُصَلِّياً عَلَى النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طُفْ آخِذاً عَنْ يَمِيْنِكَ مِمَّا يَلِي الْبَابَ مُضْطَجِعاً وَهُوَ اَنْ تَجْعَلَ الرِّدَاءَ تَحْتَ الْاِبِطِ الْاَيْمَنِ وَتُلْقِيَ طَرَفَيْهِ عَلَى الْاَيْسَرِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ دَاعِياً فِيْهَا بِمَا شِئْتَ وَطُفْ وَرَاءَ الْحَطِيْمِ

ترجمہ: . اور کبھی تو اللہ اکبر کہتے ہوئے اور کبھی لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے اور جو تم سے مزاحم ہو اس سے نرمی کرتے ہوئے، جو چیز تم کو پسند ہو اسکی دعاء کرتے ہوئے اس لئے کہ بیت مکرم کے دیکھنے کے وقت دعا قبول ہوتی ہے پھر حجر اسود کا استقبال کرے، تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے جس طرح نماز میں اٹھایا جاتا ہے اب ان دونوں ہاتھوں کو حجر اسود پر رکھے اور بلا آواز کے اس کو بوسہ دے اور جو اس سے عاجز ہو مگر لوگوں کو تکلیف دے کر تو حجر اسود کے بوسہ دینے کو ترک کردے اور اس حجر اسود کو کسی چیز سے چھوئے اور اس کو بوسہ دے لے یا دور سے اسکی طرف اشارہ کرے تکبیر کہتے ہوئے، تہلیل کہتے ہوئے، حمد بیان کرتے ہوئے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے پھر اپنی داہنی طرف سے طواف کو شروع کرے اور ابتداء اس طرف سے کرے جو دروازے سے ملا ہوا ہو اور اضطباع کی صورت میں طواف کرے، اور اضطباع یہ ہے کہ اپنی چادر کو داہنی جانب سے نکال لے اور اس کے کناروں کو بائیں جانب ڈال لے اور سات چکر لگائیں اور جس چیز کی تمنا ہو اس کی دعاء کریں اور حطیم کے احاطہ کے باہر طواف کریں۔

تشریح ومطالب:۔

مصلیاً: یعنی کہ جس وقت کہ یہ تکبیر و تہلیل کہے اس وقت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھی بھیجے۔

المزاحم:۔ یعنی اگر اسوقت بھیڑ بھاڑ ہو جائے، لوگوں کی کثرت اور ازدحام ہو جائے تو اسوقت لوگوں سے نرمی کیساتھ ملا جائے سختی اور تندروئی کو چھوڑ دیا جائے اگر اسوقت کسی سے کوئی تکلیف بھی پہونچ جائے تو اسے نرمی کے ساتھ چھوڑ دے۔

داعیاً:۔ حدیث عطاء سے یہ بات معلوم ہوتی ہے انه علیه الصلاة والسلام قال اذا لقی البیت اعوذ برب الناس من الدین والفقر ومن ضیق الصدر وعذاب القبر۔ مناقب امام ابو حنیفہؒ میں یہ بات لکھی ہے کہ آپ نے ایک آدمی کو وصیت کی تھی جبکہ وہ بالارادہ حج مکہ کو جا رہا تھا کہ جس وقت وہ بیت اللہ شریف کا مشاہدہ کرے اس

وقت جو دعا کرے گا وہ قبول کی جائے گی۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)

الا بایذاء :۔ یعنی اگر حجر اسود کو بلا کسی کو تکلیف پہونچائے بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں کسی کو تکلیف نہیں پہونچائے گا بلکہ اس وقت تکلیف پہونچانا حرام ہوگا، البتہ اس وقت استیلام کرے اور وہ اس طور پر کہ کسی چیز کو حجر اسود سے مس کردے اور اس مس شدہ چیز کو بوسہ دے لے، یا اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دور سے اس کی طرف اشارہ کرے اور اس کے بعد تکبیر و تہلیل اور درود پاک پڑھے۔

مضطبعاً :۔ اضطباع جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ چادر کو داہنی جانب سے نکال کر بائیں جانب ڈال لیا جاتا ہے۔

حطیم :۔ یہ بات جان لینی ضروری ہے کہ حطیم کے تین نام ہیں (۱) حطیم (۲) خطیر (۳) حجر، یہ وہ مقام ہے جو جانب غرب میں واقع ہے اور اسکے اور بیت اللہ کے درمیان ایک خلاء ہے اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ پہلے بیت اللہ میں شامل تھا اور اسی جگہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر ہے۔ (ماخوذ از حاشیہ شیخ الادبؒ)

وَاِنْ اَرَدْتَّ اَنْ تَسْعٰی بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ عَقَبَ الطَّوَافِ فَارْمُلْ فِی الثَّلٰثَۃِ الْاَشْوَاطِ الْاُوَلِ وَھُوَ الْمَشْیُ بِسُرْعَۃٍ مَعَ ھَزِّ الْکَتِفَیْنِ کَالْمُبَارِزِ یَتَبَخْتَرُ بَیْنَ الصَّفَّیْنِ فَاِنْ زَحِمَہُ النَّاسُ وَقَفَ فَاِذَا وَجَدَ فُرْجَۃً رَمَلَ لِاَنَّہٗ لَابُدَّ لَہٗ مِنْہُ فَیَقِفُ حَتّٰی یُقِیْمَہٗ عَلَی الْوَجْہِ الْمَسْنُوْنِ بِخِلَافِ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ لِاَنَّ لَہٗ بَدَلاً وَھُوَ اِسْتِقْبَالُہٗ وَیَسْتَلِمُ الْحَجَرَ کُلَّمَا مَرَّ بِہٖ وَیَخْتِمُ الطَّوَافَ بِہٖ وَبِرَکْعَتَیْنِ فِیْ مَقَامِ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَوْ حَیْثُ تَیَسَّرَ مِنَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَادَ فَاسْتَلَمَ الْحَجَرَ وَھٰذَا طَوَافُ الْقُدُوْمِ وَھُوَ سُنَّۃٌ لِلْآفَاقِیِّ ثُمَّ تَخْرُجُ اِلَی الصَّفَا فَتَصْعَدُ وَتَقُوْمُ عَلَیْھَا حَتّٰی تَرَی الْبَیْتَ فَتَسْتَقْبِلُہٗ مُکَبِّراً مُھَلِّلاً مُلَبِّیاً مُصَلِّیاً دَاعِیاً تَرْفَعُ یَدَیْکَ مَبْسُوْطَتَیْنِ ثُمَّ تَھْبِطُ نَحْوَ الْمَرْوَۃِ عَلٰی ھِیْنَۃٍ۔

ترجمہ: اور اگر تو چاہے کہ طواف کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے تو پہلے کے تین چکر میں رمل کرے اور رمل وہ تیزی کے ساتھ چلنا ہے اس حال میں کہ مونڈھے ہلتے ہوئے ہوں جیسے کہ وہ شخص جو صفوں کے درمیان مقابلہ کیلئے اکڑ کر چلتا ہے، تو اگر بھیڑ ہو جائے تو رک جائے اور جب کشادگی ہو جائے تو اب رمل کرے اور رمل کرنا اس کیلئے ضروری ہے تو یہ ٹھہرا رہے کہ وجہ مسنون پر رمل کر سکے، بخلاف حجر اسود کے بوسہ دینے کے اسلئے کہ اسکے بدلہ میں ایک دوسری چیز ہے اور وہ اسکا استقبال ہے اور جب جب وہاں سے گزرے حجر اسود کو بوسہ دے اور طواف کو وہیں پر ختم کرے اور دو رکعت نماز ادا کرے مقام ابراہیم پر یا جس جگہ اسکو آسانی ہو مسجد میں پھر لوٹے تو حجر اسود کو بوسہ لے اور یہ طواف قدوم ہے اور یہ آفاقی کے واسطے سنت ہے، اسکے بعد تو صفا کی جانب نکلے اور اس پر چڑھ جائے اور اس پر کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ بیت اللہ کو دیکھ لے تو اس وقت اس کا استقبال کرے تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے، درود پاک پڑھتے ہوئے اور دعاء کرتے ہوئے اور تو اپنے ہاتھ کو اٹھائے اور ان کو پھیلائے ہوئے ہو پھر وہاں سے اتر کر مروہ کی جانب اطمینان و سکون کے ساتھ چلے۔

تشریح و مطالب :۔

المبارز : یعنی جس طرح جنگ و جدال اور قتل و قتال کے وقت اپنے دشمن کو دکھلانے کے واسطے آدمی اکڑ کر سینہ نکال کر چلتا ہے تاکہ دشمن یہ جان جائے کہ میرا مقابل پہلوان ہے اس کے اندر طاقت و قوت ہے اسی طرح ان پہلے کے تین چکروں کے اندر سینہ نکال کر چلے اس کی اصل

وجہ یہ ہے کہ جب صحابہ کرام مدینہ سے آئے تو مکہ والوں نے کہا کہ یہ لوگ لاغر ہو گئے ہیں اب ان کے اندر اس قدر طاقت نہیں ہے کہ سینہ نکال کر چلیں اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ لوگ سینہ نکال کر چلیں یہی ایک ایسی جگہ ہے کہ جہاں پر اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ سینہ نکال کر اور اکڑ کر چلا جائے۔

یختم :۔ یعنی حجر اسود کے پاس جا کر طواف کو ختم کرے اور دو رکعت طواف کے بعد پڑھ کر یہ دعا کرنی مستحب ہے اللهم انك تعلم سرّی وعلانيتي فاقبل معذرتي وتعلم حاجتي فاعطني اللهم انی اسألك ايمانا يباشر قلبي ويقينا صادقاً تحتى اعلم انه لايصيبني الاماكتبت علي والرضاء بما قسمت جب آدم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی تو وحی آئی کہ میں نے تیرے گناہوں کو معاف کر دیا اور تیری اولاد میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو یہ دعا مانگے گا اور اسکے گناہ نہ معاف کر دیئے جائیں اور اسکے غم کو دور کر دیں گے اور اسکے فقر کو ختم کر دیں گے۔ (ماخوذ از حاشیہ)

فی مقام ابراهيم عليه السلام :۔ یہ وہ پتھر ہے کہ جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت اونٹ پر سوار ہوتے تھے اور اترتے تھے، جبکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجرہ کے پاس آتے تھے۔

قاضیؒ نے اپنی تفسیر کے اندر یہ لکھا ہے کہ اس پر آپ کے قدموں کے نشانات باقی ہیں جس وقت کہ اس پر کھڑے ہو کر لوگوں کو حج کے لئے بلایا تھا اور علماء نے لکھا ہے کہ مقام ابراہیم تمام کا تمام حرم کے اندر داخل ہے۔

من المسجد :۔ یعنی بہتر تو یہ ہے کہ مقام ابراہیم میں نماز ادا کرے لیکن اگر اس جگہ نہ پڑھ سکتا ہو تو مسجد میں جس جگہ اس کو سہولت ہو اس جگہ پڑھ لے۔

طواف القدوم :۔ یہ بات جان لینی ضروری ہے تاکہ کہیں کبھی اشتباہ نہ ہو کہ اس کے چار نام ہیں (۱) طواف قدوم (۲) طواف تحیۃ (۳) طواف لقاء (۴) طواف اول العہد۔ (عنایہ)

داعیاً :۔ اور اس دعا کے اندر یہ الفاظ ادا کرے لاالٰہ الا الله وحده لاشريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو حي لايموت بيده الخير وهو علىٰ كل شيٍ قدير لاالٰه الا الله لانعبد الا اياه مخلصين له الدين ولو كره الكافرون۔ اور اس کو تین مرتبہ کہے۔ (زیلعی)

الوادی :۔ پہاڑوں کے نیچے ہموار زمین جس میں پہاڑوں کا پانی آکر گرتا ہے وادی کہلاتا ہے بطن درمیانی حصہ کو کہا جاتا ہے، اب بطن وادی کے معنی ہوئے وادی کا درمیانی حصہ۔

المیلین :۔ میل۔ جتنے حصے میں دوڑا جاتا ہے اسکے کنارے سبز رنگ کے کھمبے ہیں جن کو میلین اخضرین کہتے ہیں۔

فَاِذَا وَصَلَ بَطْنَ الْوَادِی سَعیٰ بَیْنَ الْمِیْلَیْنِ الْاَخْضَرَیْنِ سَعْیاً حَثِیْثاً فَاِذَا تَجَاوَزَ بَطْنَ الْوَادِی مَشیٰ عَلیٰ هِیْنَةٍ حَتّیٰ یَاْتِیَ الْمَرْوَةَ فَیَصْعَدُ عَلَیْهَا وَیَفْعَلُ کَمَا فَعَلَ عَلَی الصَّفَایَسْتَقْبِلُ الْبَیْتَ مُکَبِّراً مُهَلِّلاً مُلَبِّیاً مُصَلِّیاً دَاعِیاً بَاسِطاً یَدَیْهِ نَحْوَ السَّمَاءِ وَهٰذَا شَوْطٌ ثُمَّ یَعُوْدُ قَاصِداً الصَّفَافَاِذَا وَصَلَ اِلَی الْمِیْلَیْنِ الْاَخْضَرَیْنِ سَعیٰ ثُمَّ مَشیٰ عَلیٰ هِیْنَةٍ حَتّیٰ یَاْتِیَ الصَّفَا فَیَصْعَدُ عَلَیْهَا وَیَفْعَلُ کَمَا فَعَلَ اَوَّلاً وَهٰذَا شَوْطٌ ثَانٍ فَیَطُوْفُ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ یَبْدَأُبِالصَّفَا وَیَخْتِمُ بِالْمَرْوَةِ وَیَسْعیٰ فِی بَطْنِ الْوَادِی فِی کُلِّ شَوْطٍ مِنْهَا ثُمَّ یُقِیْمُ بِمَکَّةَ مُحْرِماً وَیَطُوْفُ بِالْبَیْتِ کُلَّمَا بَدَالَهُ

وَهُوَ اَفْضَلُ مِنَ الصَّلٰوةِ نَفلاً لِلآفَاقِي فَاِذَا صَلَّى الْفَجرَ بِمَكَّةَ ثَامِنَ ذِى الْحِجَّةِ تَاَهَّبَ لِلْخُرُوْجِ اِلٰى مِنىً فَيَخرُجُ مِنهَا بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَيَستَحِبُّ اَنْ يُصَلِّىَ الظُّهرَ بِمِنىً وَلاَ يَترُكُ التَّلْبِيَةَ فِى اَحوَالِهٖ كُلِّهَا اِلاَّ فِى الطَّوَافِ.

ترجمہ: اور جب وادی کے درمیان میں پہونچ جائے تو میلین اخضرین کے درمیان سعی کرے تیزی کے ساتھ اور جب بطن وادی سے گزر جائے تو پھر اپنی ہیئت پر چلے یہاں تک کہ مروہ پر آجائے تو اس پر چڑھ جائے اور اس پر وہی افعال کرے جو صفا پر کئے تھے یعنی بیت اللہ کی طرف منھ کر کے کھڑا ہو، تکبیر کہتا ہو الا الہ الا اللہ کہتا ہوا، درود پاک پڑھتا ہوا، دعا مانگتا ہوا، اور آسمان کی جانب ہاتھ پھیلائے ہوئے ہو، یہ ایک شوط ہو گیا پھر صفا پر جانے کے ارادہ سے چلے تو جب میلین اخضرین کے پاس پہونچ جائے تو دوڑ لگائے پھر اسکے بعد اپنی چال چلے یہاں تک کہ صفا پر آجائے تو اس پر چڑھ جائے اور وہاں بھی ویسا ہی کرے جیسا کہ پہلے مرتبہ کیا تھا اور یہ دوسرا شوط ہوا، تو سات شوط کرے صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے اور ہر ایک شوط کے اندر بطن وادی میں دوڑ لگائے پھر مکہ میں حالت احرام کے ساتھ ٹھہرا رہے اور جب بھی اسکی طبیعت چاہے خانہ کعبہ کا طواف کرے اور طواف کا کرنا آفاقی کے لئے نفل نماز سے بہتر ہے تو جب مکہ میں ۸/ ذی الحجہ کی فجر کی نماز پڑھ لے تو منیٰ چلنے کی تیاری شروع کر دے، تو مکہ مکرمہ سے آفتاب طلوع ہو جانے کے بعد نکل جائے، اور مستحب ہے کہ ظہر کی نماز منیٰ کے اندر ادا کر لے، اور طواف کی حالت کے علاوہ تلبیہ کسی حالت میں بھی ترک نہ کرے۔

تشریح و مطالب:۔ **یفعل** : یعنی جس طرح اس نے صفا پر کیا تھا، جس طرح اس پر جا کر چڑھا تھا اور اس پر کھڑا ہو کر اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہا تھا، اور تمام افعال کو اسی طرح کرے جس طرح اس نے صفا پر کیا تھا۔

یستقبل :۔ یہ اس وقت تھا جبکہ عمارتیں نہیں تھیں، لیکن اب عمارتیں بن گئی ہیں جس کی بناء پر وہاں سے بیت اللہ اب نظر نہیں آتا، لہٰذا اسوقت صرف اس کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو جانا کافی ہے، یہ ضروری نہیں کہ وہ اب نظر نہیں آتا تو اب اس کی طرف رخ بھی نہ کیا جائے۔ (طحطاوی)

ھذا شوط :۔ صاحب طحطاوی فرماتے ہیں کہ صفا سے مروہ کی جانب جانا اور وہاں سے پھر واپس آنا ایک شوط ہے اور وہ اسے طواف پر قیاس کرتے ہیں، اس لئے کہ اس میں حجر اسود سے ایک شوط شمار کیا جاتا ہے اور فتاویٰ ظہیریہ میں اسکے خلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ صفا سے مروہ جانا ایک شوط ہے۔

اب اسے کس میں شمار کیا جائے کہ جب مروہ سے صفا کی طرف لوٹتے ہیں کیا اسے دوسرا شوط شمار کیا جائے یا اسی پہلے میں شمار کیا جائے، صاحب طحطاوی تو فرماتے ہیں کہ اسکا اعتبار نہیں کیا جائے گا، لیکن صحیح بات تو یہی ہے کہ اسے ایک دوسرا شوط شمار کیا جائے اب اگر کوئی شخص یہ سوال کر دے کہ طواف اور سعی کے درمیان فرق ہے یا نہیں تو اسکا یہ جواب دیا جائے گا کہ جی ہاں طواف ایک چکر لگانا ہے اور اس میں حرکت ضروری ہوتی ہے تو اس لئے ضرورت کی بنا پر اسکا مبدا اور منتہا ایک کر دیا گیا اور سعی تو اس میں بھی ایک طرح سے چلنا ہوتا ہے مگر اس میں اطمینان اور سکون کے ساتھ ہوتا ہے اور اس وجہ سے اس میں یہ ضروری ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاں سے شروع کیا وہیں دوبارہ لوٹ کر آئے۔ (حاشیہ شیخ الادبؒ)

وَيَمْكُثُ بِمِنىٰ اِلىٰ اَنْ يُصَلِّيَ الْفَجْرَ بِهَا بِغَلَسٍ وَيَنْزِلُ بِقُرْبِ مَسْجِدِالْخِيْفِ ثُمَّ بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ يَذْهَبُ اِلىٰ عَرَفَاتٍ فَيُقِيْمُ بِهَا فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ يَاْتِي مَسْجِدَ نَمِرَةَ فَيُصَلِّي مَعَ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ اَوْ نَائِبِهِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ بَعْدَ مَايَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا وَيُصَلِّي الْفَرْضَيْنِ بِاَذَانٍ وَاِقَامَتَيْنِ وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا اِلَّا بِشَرْطَيْنِ الْاِحْرَامِ وَالْاِمَامِ الْاَعْظَمِ وَلَا يَفْصِلُ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ بِنَافِلَةٍ وَاِنْ لَمْ يُدْرِكِ الْاِمَامَ الْاَعْظَمَ صَلّٰى كُلَّ وَاحِدَةٍ فِيْ وَقْتِهَا الْمُعْتَادِ فَاِذَا صَلّٰى مَعَ الْاِمَامِ يَتَوَجَّهُ اِلىٰ الْمَوْقِفِ وَعَرَفَاتٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ اِلَّا بَطْنَ عُرَفَةَ وَيَغْتَسِلُ بَعْدَ الزَّوَالِ فِيْ عَرَفَاتٍ لِلْوُقُوْفِ وَيَقِفُ بِقُرْبِ جَبَلِ الرَّحْمَةِ مُسْتَقْبِلاً مُكَبِّراً مُهَلِّلاً مُلَبِّياً دَاعِياً مَادًّا يَدَيْهِ كَالْمُسْتَطْعِمِ وَيَجْتَهِدُ فِيْ الدُّعَاءِ لِنَفْسِهِ وَوَالِدَيْهِ وَاِخْوَانِهِ وَيَجْتَهِدُ عَلىٰ اَنْ يَخْرُجَ مِنْ عَيْنَيْهِ قَطَرَاتٌ مِنَ الدَّمْعِ فَاِنَّهُ دَلِيْلُ الْقَبُوْلِ وَيُلِحُّ فِيْ الدُّعَاءِ مَعَ قُوَّةِ رَجَاءِ الْاِجَابَةِ.

ترجمہ: ۔ اور منیٰ میں ٹھہرا رہے یہاں تک کہ صبح کی نماز منیٰ میں اندھیرے میں پڑھے اور مسجد خیف کے قریب اتر جائے پھر طلوع شمس کے بعد عرفات جائے اور وہاں قیام کرے پس جب سورج ڈھل جائے تو مسجد نمرہ چلا آئے اور امام اعظم یا اس کے نائب کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ادا کرے اس کے بعد امام دو خطبہ دے اور ان دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھے اور پڑھائے دونوں فرض نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ اور نہیں جمع کرے دو فرضوں کو مگر دو شرطوں کے پائے جانے کے وقت (۱) احرام (۲) امام اعظم، اور ان دونوں نمازوں کے درمیان نفل نماز پڑھ کر فصل نہ کرے، اور اگر نہ پائے امام اعظم کو تو ہر ایک نماز کو اس کے معتاد اور مقررہ وقت میں ادا کرے، پس جس امام کے ساتھ نماز ادا کرلے تو اپنے ٹھہرنے کی جگہ میں آئے۔ اور تمام عرفات موقف ہے سوائے بطن عرفہ کے اور زوال کے بعد عرفات میں غسل کرے ٹھہرنے کیلئے اور جبل رحمت کے قریب ٹھہرے اس حالت میں کہ استقبال کئے ہوئے ہو اور کبھی لا الٰہ الا اللہ کہتا ہوا ہو اور کبھی تلبیہ پڑھتا ہوا ہو اور کبھی دعا مانگتا ہوا، اس کیفیت سے کہ جیسے کھانا مانگنے والا دونوں ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے ہو اور دعا کرنے میں کوشش کرے اپنے لئے اور اپنے والدین کیلئے اور اپنے تمام بھائیوں کیلئے اور اس بات کی بھی کوشش کرے کہ نکل جائیں اسکے آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات کیونکہ یہ قبولیت کی دلیل ہے اور اصرار کرے دعا میں قبولیت دعاء کی قوی امید کے ساتھ۔

تشریح و مطالب: ۔ **منیٰ:** منیٰ ایک بستی کا نام ہے اور اس میں تین گلیاں ہیں مکہ سے ایک فرسخ کی دوری پر واقع ہے۔
عرفات: ۔ اور یہ ٹھہرنے کی ایک جگہ کا نام ہے جہاں پر حاجی حضرات جاکر قیام کرتے ہیں اس کی مکمل تفصیل پہلے ہی گزر چکی ہے۔

العصر: ۔ ظہر کے بعد عصر کا تذکرہ کرکے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ ظہر کی سنتیں نہیں پڑھی جائیں گی اور یہ وہ سنت ہے جو ظہر کے بعد پڑھی جاتی ہے اور صحیح مذہب یہی ہے تو جب سنت کے بارے میں یہ مسئلہ ہے تو نفل نہ پڑھنا بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوگیا اور اگر کسی نے ایسا کرلیا تو یہ مکروہ ہوگا اور عصر کے لئے اذان دوبارہ کہی جائے گی اس لئے کہ ان دونوں کے درمیان انفصال ہوگیا تو ایسا ہی ہوگیا جیسے ان دونوں نمازوں کے درمیان کسی اور کام میں مشغول ہوگیا۔

وَلَایُقَصِّرُ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ اِذْ لَایُمْکِنُهُ تَدَارُکُهُ سِیَمَا اِذَا کَانَ مِنَ الْآفَاقِ وَالْوُقُوْفُ عَلَی الرَّاحِلَةِ اَفْضَلُ وَالْقَائِمُ عَلَی الْاَرْضِ اَفْضَلُ مِنَ الْقَاعِدِ فَاِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَفَاضَ الْاِمَامُ وَالنَّاسُ مَعَهُمْ عَلٰی هِیْنَتِهِمْ وَاِذَا وَجَدَ فُرْجَةً یَسْرَعُ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُؤْذِیَ اَحَداً وَیَتَحَرَّزُ عَمَّا یَفْعَلُهُ الْجَهَلَةُ مِنَ الْاِشْتِدَادِ فِی السَّیْرِ وَالْاِزْدِحَامِ وَالْاِیْذَاءِ فَاِنَّهُ حَرَامٌ حَتّٰی یَاتِیَ مُزْدَلِفَةَ فَیَنْزِلُ بِقُرْبِ جَبَلِ قُزَحَ وَیَرْتَفِعُ عَنْ بَطْنِ الْوَادِیْ تَوْسِعَةً لِلْمَارِّیْنَ وَیُصَلِّیْ بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِاَذَانٍ وَاحِدٍ وَاِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ وَلَوْ تَطَوَّعَ بَیْنَهُمَا اَوْ تَشَاغَلَ اَعَادَ الْاِقَامَةَ وَلَمْ تَجُزِ الْمَغْرِبُ فِیْ طَرِیْقِ الْمُزْدَلِفَةِ وَعَلَیْهِ اِعَادَتُهَا مَالَمْ یَطْلُعِ الْفَجْرُ.

ترجمہ: اور اس دن کوتاہی نہ کرے کیونکہ اس کیلئے اس کا عوض ملنا ممکن ہے بالخصوص جبکہ مکہ کے علاوہ دوسری جگہ کا رہنے والا کوئی شخص ہو اور راحلہ پر کھڑا ہونا افضل ہے، اور کھڑا ہونا زمین پر بیٹھنے والے کے مقابل میں افضل ہے، پس جب غروب ہو جائے آفتاب تو لوٹے امام اور اسکے ساتھ تمام لوگ سکون واطمینان کے ساتھ اور جب کشادگی پائیں تو تیزی کرے مگر شرط یہ ہے کہ کسی کو تکلیف نہ پہونچائے اور ان تمام باتوں سے جسے جہال کرتے ہیں پرہیز کرے، یعنی چلنے میں تیزی کرنا دھکم دھکا کرنا اور دوسروں کو تکلیف پہونچانا، کیونکہ یہ حرام ہے یہاں تک کہ مزدلفہ آئے اور جبل قزح کے قریب اترے اور بطن وادی سے کچھ اوپر کی جانب ٹھہرے گزرنے والوں کیلئے کشادگی کے خیال سے اور یہیں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور ایک اقامت سے ادا کریں اور اگر ان دونوں فرضوں کے درمیان نفل نماز پڑھ لیا یا کسی کام میں مشغول ہو گیا تو اعادہ کرے اقامت کا، اور مغرب کا مزدلفہ کے راستہ میں ادا کرنا جائز نہیں ہے اور پڑھنے والے کے اوپر اعادہ واجب ہے صبح صادق طلوع ہونے تک۔

تشریح ومطالب:۔ داعیاً: حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضور پاک ﷺ کو عرفات میں دعا کرتے ہوئے دیکھا اور آپ اس طرح سے اپنے دست مبارک کو اٹھائے ہوئے تھے جس طرح کہ مسکین کسی سے کھانا طلب کرتا ہے اور اسکے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے (رواہ ابوذرؓ) اور یہ دعا مانگے **اللهم اجعل فی بصری نوراً وسمعی نوراً واجعلنی ممن تناهی به ملاتکتك اللهم اشرح لی صدری ولیری امری اللهم انك تسمع کلامی وتری مکانی وتعلم سری وعلانیتی ولایخفی علیك شئی من امری انا البائس الفقیر المستغیث المستجیر المفرور اسالك سألة المسکین وابتعل الیك ابتعال المذهب الذلیل وادعوك دعاء الخالف الحقیر ومن خضعت لك رقبة وفاضت لك عیناه ورغم لك انفه ولاتجعلنی بدعائك رب شقیا وکن بی روفا احیا باخیر مسؤل ویا اکرم ماحول** اور اسکے علاوہ بھی جو دعا چاہے کرے یہ دعا ضروری نہیں لیکن یہ دعا نہایت ہی جامع ہے۔

وَیُسَنُّ الْمَبِیْتُ بِالْمُزْدَلِفَةِ فَاِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّی الْاِمَامُ بِالنَّاسِ الْفَجْرَ بِغَلَسٍ ثُمَّ یَقِفُ وَالنَّاسُ مَعَهُ وَالْمُزْدَلِفَةُ کُلُّهَا مَوْقِفٌ اِلاَّ بَطْنَ مُحَسِّرٍ وَیَقِفُ مُجْتَهِداً فِیْ دُعَائِهٖ وَیَدْعُو اللّٰهَ اَنْ یُتِمَّ مُرَادَهُ وَسُؤَالَهُ فِیْ هٰذَا الْمَوْقِفِ کَمَا اَتَمَّهُ لِسَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَسْفَرَ جِداً اَفَاضَ الْاِمَامُ وَالنَّاسُ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ فَیَاتِیْ اِلٰی مِنٰی وَیَنْزِلُ بِهَا ثُمَّ یَاتِیْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَیَرْمِیْهَا مِنْ بَطْنِ الْوَدِیْ بِسَبْعِ حَصَیَاتٍ مِثْلَ حَصَی الْخَزَفِ وَیَسْتَحِبُّ اَخْذُ

الْجِمَارَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ اَوْ مِنَ الطَّرِيْقِ وَيَكْرَهُ مِنَ الَّذِىْ عِنْدَ الْجَمْرَةِ وَيَكْرَهُ الرَّمْىُ مِنْ اَعْلَى الْعَقَبَةِ لِاِيْذَائِهِ النَّاسَ.

ترجمہ: اور مزدلفہ میں رات گزارنا مسنون ہے، پھر جب صبح صادق طلوع ہو جائے تو امام لوگوں کو صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھاوے پھر امام اور اس کے ساتھ تمام لوگ ٹھیرے رہیں اور مزدلفہ تمام کا تمام موقف ہے سوائے بطن مُحسّر کے اور اپنی دعاء میں انتہائی کوشش اور توجہ کے ساتھ ٹھہرا رہے اور دعاء مانگے اللہ تعالیٰ سے کہ پوری کر دے اسکی تمام مراد اور اس کے تمام سوال کو اسی جگہ میں، جیساکہ پوری کی تھی ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کو۔ پھر جب خوب روشنی ہو جائے تو آفتاب نکلنے سے قبل امام اور تمام آدمی روانہ ہو جائیں، پس منی کی طرف آکر اتر جائے، پھر آئے جمرۂ عقبہ پر اور جمرۂ عقبہ پر کنکری پھینکے بطن وادی سے کھڑے ہو کر سات کنکری، اور وہ کنکری گھڑے کی ٹھیکری کی کنکریوں جیسی ہوں اور کنکریوں کا مزدلفہ یا مزدلفہ کے راستہ میں لینا مستحب ہے اور جو جمرہ کے پاس پڑی ہوتی ہے اسے اٹھانا مکروہ ہے اور جمرۂ عقبیٰ کے اوپر کی جانب سے کنکری پھینکنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے لوگوں کو تکلیف پہونچے گی۔

تشریح و مطالب:۔ **یسن المبیت**: یعنی مزدلفہ میں رات گزارنا مسنون ہے اور اس رات میں دو عظیم چیزیں اس کو ملی ہوئی ہیں ایک فرق مکان اور دوسرے یہ رات بھی بڑی مبارک ہوتی ہے اسلئے حاجیوں کو چاہئے کہ اس رات خوب نمازیں پڑھیں اور اسی طرح سے دعائیں کریں اور خوب گریہ وزاری کریں اور تلاوت کلام پاک کریں اسلئے کہ ایسے اوقات زندگی میں بار بار نہیں آیا کرتے، لہٰذا اس سے خوب فائدہ اٹھالینا چاہئے۔

اذاطلع الفجر:۔ یعنی مزدلفہ کے اندر فجر کی نماز اول وقت میں ادا کی جائے اور نماز کے بعد تمام لوگ وہاں پر ٹھہرے رہیں۔

مُحسّر:۔ یہ اصل میں میم کے ضمہ کے ساتھ اور حاء مہملہ کے فتحہ کے ساتھ ہے اور اسی طرح سین مہملہ کے کسرے اور تشدید کے ساتھ ہے اسکی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اصحاب فیل اس جگہ محبوس تھے اور یہ جگہ منیٰ اور مزدلفہ سے ایک الگ مقام پر واقع ہے اور واقدیؒ نے بیان کیا ہے کہ وادی محسر پانچ سو ذراع ہے۔

دعائه:۔ اور اس دعا کے اندر یہ الفاظ کہے اللهم انت خير مطلوب وخير مرغوب اللهم ان لكل وفد جائزة وقرى فاجعل قرى فى هٰذا المكان قبول ذنبى وتجاوز عن خطيئتى وان تجمع على الهدىٰ امرى اللهم حجت لك الاصوات بالحاجات وانت تسعها ولايشغلك شان عن شان وحاجتى ان لاتضيع تعبى ونصبى وان لاتجعلنى من المحرومين اللهم لاتجعله اخو العهد من هذا الموقف الشريف وارزقنى ذالك ابداً مابقيتنى فانى لااريد الا رحمتك ولا ابتغى الا رضاك واحشرنى فى زمرة المخبتين لامرك والعاملين بفرائضك التى جاء بها كتابك وحث عليها اسولك عليه الصلوٰة والسلام۔ (زرقانی)

فاذا اسفر جداً:۔ یعنی اس قدر سفیدی پھیل جائے کہ اب صرف دو رکعت پڑھنے کا وقت رہ جائے کہ اتنے وقت میں دو رکعت نماز پڑھی جاسکتی ہے اگر اس سے زیادہ پڑھی جائے تو آفتاب طلوع ہو جائے۔

جمرة العقبة:۔ جمار اصل میں چھوٹے چھوٹے پتھروں کو کہا جاتا ہے اور اس جگہ کو بھی کہا جانے لگا جس جگہ یہ کنکریاں پھینکی جاتی ہیں۔

فیرمیھا :۔ یہ بات معلوم کرلینی نہایت ضروری ہے کہ رمی کب اور کن کن دنوں میں ہوتی ہے؟ عنایہ میں لکھاہے کہ یہ کل ۱۲جگہ ہیں (۱) اس کاوقت یوم النحر کادن ہے اور تین دن یوم النحر کے بعد (۲) دوسری بات رمی کی جگہ کہاں ہے؟ تواسکی جگہ وہ بطن وادی ہے یعنی نیچے سے اوپر کی طرف (۳) تیسری بات یہ ہے کہ کن کن مقامات پر رمی کی جائے؟ تووہ مقامات کل تین ہیں جمرۃ العقبہ اور مسجد خیف اور مسجد وسطی (۴) چوتھی بات یہ ہے کہ ان کنکریوں کی تعداد کیاہو؟ توان کی تعداد ہر جمرہ کے وقت سات ہے (۵) پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ کس قدر بڑے ہوں توان کاوزن یہ ہے کہ وہ خذف کی کنکریوں کی طرح ہوں (۶) چھٹامسئلہ یہ ہے کہ کس طرح پھینکا جائے تواسکے پھینکنے کاطریقہ تووہی ہے جو بیان کیاجاچکاہے لیکن بعض حضرات نے یہ بیان کیاہے کہ اسکوابہام اور سبابہ کے کناروں سے پکڑے (۷) ساتواں مسئلہ یہ ہے کہ رمی کی مقدار کیاہو؟ تواسے کتاب میں بیان کیاجاچکا (۸) آٹھواں مسئلہ یہ ہے کہ اس رمی کی صفت کیاہو آیاوہ سوار ہویاپیدل؟ تواس بارے میں اس بات کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے خواہ وہ سوار ہویازمین پر کھڑاہو (۹) نواں مسئلہ یہ ہے کہ کس جگہ کنکری جاکر پڑے؟ (۱۰) دسواں مسئلہ یہ ہے کہ کس جگہ سے کنکریوں کولایاجائے (۱۱) گیارہواں مسئلہ یہ ہے کہ کس کو پھینکا جائے؟ توہر اس چیز کو پھینکا جاسکتاہے جوزمین کی جنس سے ہو (۱۲) بارہواں مسئلہ یہ ہے کہ پہلے دن صرف جمرہ عقبہ میں کنکری کو پھینکے، اور اس کے علاوہ دنوں میں ہر جگہ پھینک سکتاہے اور یہ کتاب میں بیان کیاجاچکاہے۔ (حاشیہ شیخ الادبؒ)

وَيَلْتَقِطُهَا الِتقَاطاً وَلَايَكْسِرُ حَجَراً جِماراً وَيَغْسِلُهَا لِيَتَيَقَّنَ طَهَارَتَها فَاِنَّهَا يُقَامُ بِهَا قُرْبَةٌ وَلَوْ رَمٰى بَنجسةٍ اَجْزَاهُ وَكُرِهَ وَيَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ مَعَ اَوَّلِ حَصَاةٍ يَرْمِيْهَا وَكَيْفِيَّةُ الرَّمْىِ اَنْ يَاخُذَ الْحَصَاةَ بِطَرْفِ اِبْهَامِهٖ وَسَبَّابَتِهٖ فِي الاَصَحِّ لاَنَّهٗ اَيْسَرُ وَاَكْثَرُ اِهَانَةً لِلشَّيْطَانِ وَالْمَسْنُوْنُ الرَّمْىُ بِالْيَدِ الْيُمْنٰى وَيَضَعُ الْحَصَاةَ عَلٰى ظَهْرِ اِبْهَامِهٖ وَيَسْتَعِيْنُ بِالْمُسَبِّحَةِ وَيَكُوْنُ بَيْنَ الرَّامِى وَمَوْضِعِ السُّقُوْطِ خَمْسَةُ اَذْرُعٍ وَلَوْ وَقَعَتْ عَلٰى رَجُلٍ اَوْ مَحْمِلٍ وَثَبَتَتْ اَعَادَهَا وَاِنْ سَقَطَتْ عَلٰى سُنَنِهَا ذَالِكَ اَجْزَاهُ.

ترجمہ: اور ان کنکریوں کو کہیں سے چن لے اور ان کنکریوں کے لئے کوئی پتھر کو نہ توڑے اور ان کنکریوں کو دھولے تاکہ ان کی طہارت کا یقین ہو جائے کیونکہ اس سے ایک ثواب کی چیز اور عبادت ادا کی جاتی ہے اور اگر کوئی ناپاک کنکری پھینک دے تو کافی ہوگی مگر مکروہ ہوگا اور ختم کردے تلبیہ کو پہلی ہی کنکری کے ساتھ یعنی جس وقت اسے پھینکے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ کنکری کو انگوٹھے اور شہادت کی پھونگل سے پکڑے، صحیح مذہب کے بموجب، کیونکہ یہ آسان ہے اور کنکری کا اس طرح پھینکنا شیطان کو ذلیل کرنے کے اعتبار سے بہت زیادہ ہے اور کنکری کا داہنے ہاتھ سے پھینکنا مسنون ہے اور رکھے کنکری کو اپنے انگوٹھے کی پشت پر ناخن کی جانب اور سبابہ انگلی سے مدد لے اور کنکری پھینکنے والے اور کنکری گرنے کے درمیان پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہئے، اور اگر وہ کنکری کسی آدمی یا کسی کجاوے پر گر کر ٹھہر گئی تو پھر دوبارہ پھینکے، اور اگر اپنی اسی رفتار پر چلتے ہوئے گر گئی تو کافی ہوگی۔

تشریح ومطالب :۔ التقاطاً: یعنی ان کنکریوں کو کہیں سے لے آئے اس میں ضروری نہیں ہے کہ کسی خاص مقام سے انکولائے لیکن ایک بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ان کیلئے کسی پتھر کو نہیں توڑاجائیگا۔

یغسلها :۔ یعنی ان کنکریوں کو دھولے تاکہ ان کنکریوں کی طہارت کا یقین حاصل ہو جائے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے ایک طرح سے عبادت کی جاتی ہے اور عبادت کے لئے پاک ہونا ضروری ہے۔

علیٰ رجل :۔ یعنی اگر پھینکنے والے کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ کنکری کسی کے پیر پر جا کر گری ہے یا کسی کے محمل میں گر گئی ہے تو اب وہ اس کنکری کو دوبارہ پھینکے۔

وَيُكَبِّرُ بِكُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَذْبَحُ الْمُفْرِدُ بِالْحَجِّ اِنْ اَحَبَّهُ ثُمَّ يَحْلِقُ اَوْ يُقَصِّرُ وَالْحَلْقُ اَفْضَلُ وَيَكْفِي فِيْهِ رُبُعُ الرَّأْسِ وَالتَّقْصِيْرُ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْ رُؤُوْسِ شَعْرِهٖ مِقْدَارَ الْاَنْمِلَةِ وَقَدْ حَلَّ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ اِلاَّ النِّسَاءَ ثُمَّ يَاْتِي مَكَّةَ مِنْ يَوْمِهٖ ذٰلِكَ اَوْمِنَ الْغَدِ اَوْ بَعْدَهٗ فَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ طَوَافَ الزِّيَارَةِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ وَحَلَّتْ لَهُ النِّسَاءُ وَاَفْضَلُ هٰذِهِ الْاَيَّامِ اَوَّلُهَا وَاِنْ اَخَّرَهٗ عَنْهَا لَزِمَهٗ شَاةٌ لِتَاخِيْرِ الْوَاجِبِ ثُمَّ يَعُوْدُ اِلٰى مِنًى فَيُقِيْمُ بِهَا فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْيَوْمِ الثَّانِيْ مِنْ اَيَّامِ النَّحْرِ رَمَى الْجِمَارَ الثَّلَاثَ يَبْدَأُ بِالْجَمْرَةِ الَّتِيْ تَلِي الْمَسْجِدَ الْخَيْفَ فَيَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ مَاشِيًا يُكَبِّرُ بِكُلِّ حَصَاةٍ۔

ترجمہ: اور ہر ایک کنکری کے ساتھ تکبیر کہتا رہے، پھر ذبح کرے مفرد بالحج اگر مناسب سمجھے، پھر سر منڈائے یا قصر کرائے اور سر کا منڈانا افضل ہے، اور چوتھائی سر کا منڈانا بھی کافی ہو جائے گا، اور قصر کرانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے بال کے سرے سے انگلیوں کے پوروں کی مقدار کتروادے، اور اب عورتوں کے علاوہ اس کے لئے تمام چیزیں حلال ہو گئیں، پھر اسی روز یا اگلے دن یا اسکے بعد مکہ آئے اور طواف زیارت کرے سات شوط، اسکے بعد اس کیلئے عورتیں بھی حلال ہو جائیں گی اور ان دنوں میں افضل پہلا دن ہے اور اگر طواف زیارت کو ان دنوں سے مؤخر کرے تو ایک بکری اس پر لازم ہو گی واجب کے مؤخر کرنے کی وجہ سے، پھر طواف سے فارغ ہو کر منیٰ کی طرف لوٹے اور وہاں قیام کرے، پھر جب ایام نحر کے دوسرے دن آفتاب ڈھل جائے تو تینوں جمروں کی رمی کرے اور شروع کرے اس جمرے سے جو مسجد خیف کے متصل ہے، پس اس پر سات کنکریوں سے رمی کرے اس حالت میں کہ وہ پیادہ ہو اور ہر ایک کنکری کے ساتھ تکبیر کہتا ہوا ہو۔

تشریح و مطالب :۔

کبر بکل حصاۃ :۔ یعنی ہر ایک کنکری کے پھینکنے کے وقت وہ تکبیر کہتا رہے۔

المفرد بالحج :۔ یہاں پر مفرد کے ساتھ حج کی قید اس وجہ سے لگانی پڑی کہ مفرد پر قربانی کا کرنا واجب نہیں ہے اور قربانی قارن اور متمتع پر واجب ہے۔

افضل :۔ یعنی بمقابل سر کے بال کٹوانے سے اس کا منڈوالینا زیادہ بہتر اور زیادہ افضل ہے اس لئے کہ یہ اقرب الی السنت ہے۔

سبعة اشواط :۔ اگر طواف قدوم کے اندر رمل کر چکا ہے تو اب رمل نہیں کرے گا اور اسکے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے گا اور اگر طواف قدوم کے اندر رمل نہیں کیا تھا تو اب اس میں رمل کر سکتا ہے۔

لتاخیر الواجب :۔ یعنی افضل تو یہ تھا کہ انہی ایام میں کرتا لیکن جب ان ایام میں نہیں کیا تو اس نے ایک واجب کو اسکے مقام سے ہٹا دیا اس وجہ سے ایک بکری اب لازم ہو جائے گی۔

ثم یعود :۔ یعنی اب اسکے بعد وہ منیٰ کیطرف چلا جائے اور وہاں پر یوم النحر کے دوسرے دن زوال شمس تک

ٹھہرارہے اور جب زوال آفتاب ہو جائے تو اب جمار شروع کرے۔

یکبر :۔ جس طرح یہ بات پہلے بیان کی جاچکی ہے کہ رمی جمار کے وقت وہ تکبیر کو ختم نہ کرے بلکہ ہر ایک کنکری کے وقت وہ تکبیر کہتا رہے۔

ثُمَّ يَقِفُ عِنْدَهَا دَاعِياً بِمَا اَحَبَّ حَامِداً لِلّٰهِ تَعَالىٰ مُصَلِّياً عَلَى النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ وَيَسْتَغْفِرُ لِوَالِدَيْهِ وَاِخْوَانِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ثُمَّ يَرْمِي الثَّانِيَةَ الَّتِي تَلِيْهَا مِثْلَ ذَالِكَ وَيَقِفُ عِنْدَهَا دَاعِياً ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ رَاكِباً وَلاَ يَقِفُ عِنْدَهَا فَاِذَا كَانَ الْيَوْمُ الثَّالِثُ مِنْ اَيَّامِ النَّحْرِ رَمَى الْجِمَارَ الثَّلاَثَ بَعْدَ الزَّوَالِ كَذَالِكَ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّتَعَجَّلَ نَفَرَ اِلىٰ مَكَّةَ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ وَاِنْ اَقَامَ اِلَى الْغُرُوْبِ كُرِهَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَاِنْ طَلَعَ الْفَجْرُ وَهُوَ بِمِنىً فِي الرَّابِعِ لَزِمَهُ الرَّمْيُ وَجَازَ قَبْلَ الزَّوَالِ وَالْاَفْضَلُ بَعْدَهُ.

ترجمہ:۔ پھر اسکے پاس ٹھہر جائے اس حال میں کہ دعا کرے اس چیز کی جو اسے محبوب ہو اور اللہ کی حمد بیان کرے اور درود بھیجے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپنے ہاتھوں کو دعا میں اٹھائے رکھے اور اپنے والدین اور مسلمان بھائیوں کے لئے دعاء واستغفار کرے۔ پھر اسی طرح دوسرے جمرہ کی رمی کرے جو اس سے متصل ہو، اور اسکے نزدیک بھی اس حال میں ٹھہرارہے کہ دعاء مانگتا ہوا ہو اسکے بعد جمرہ عقبی کی رمی کرے اس حال میں کہ سوار ہو، اور اسکے نزدیک نہ ٹھہرے، پھر جب ایام نحر کا تیسرا دن ہو جائے تو زوال کے بعد تینوں جمروں کی اسی طرح رمی کرے اور اگر ارادہ جلدی کا ہے تو کوچ کر جائے مکہ سے غروب شمس سے قبل ہی اور اگر غروب آفتاب تک ٹھیرا رہا تو اسکے بعد کوچ کرنا مکروہ ہو جائے گا اور اسکے اوپر کوئی چیز واجب نہ ہوگی اور اگر چوتھے دن صبح صادق ہو جائے اس حالت میں کہ وہ ابھی تک منیٰ ہی میں موجود ہے تو اس پر رمی کرنا لازم ہوگا اور اس روز زوال سے قبل بھی رمی کرنا جائز ہے مگر زوال کے بعد رمی کرنا افضل ہے۔

تشریح و مطالب:۔ ثم یقف عندھا : یعنی کنکری مارنے کے بعد اسی جمرے کے پاس ٹھہر جائے اور وہاں پر ٹھہر کر اپنے لئے جس چیز کی چاہئے دعا کرے اور ساتھ ہی ساتھ اللہ کی حمد بھی بیان کرتا رہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھی بھیجتا رہے اور دعاء کے اندر وہ ہاتھ بھی اٹھائے گا اور اس دعاء کے اندر اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کیلئے استغفار کرے۔

جمرۃالعقبۃراکباً :۔ پہلے تو تمام کو اجمالاً بیان کر دیا تھا اب یہاں سے ایک خاص بات بیان کرنا چاہ رہے ہیں وہ یہ کہ جمرہ عقبہ میں سوار ہو کر کنکری مارے گا اور وہ ایک بات اور کرے گا اور جمرات کی طرح یہاں پر نہیں ٹھہرے گا۔

فاذا :۔ یعنی جب ایام نحر کے تیسرے دن زوال ہو جائے تو اب پھر یہ رمی جمار کرے گا، اور تینوں کو اسی طرح کرے گا جس طرح دوسرے دن کیا تھا۔

وھو بمنیٰ :۔ یعنی اگر منیٰ میں ٹھہرا رہا اور چوتھے دن طلوع آفتاب ہو گیا تو اب اسکے اوپر رمی کا کرنا لازم ہو جائے گا اس لئے کہ یہ اتنی دیر تک یہاں ٹھہرا رہا اگر کوچ کر جاتا تو اس پر لازم نہ ہوتا البتہ اگر رات کو ٹھہرا رہا مگر طلوع فجر سے قبل ہی یہاں سے روانہ ہو گیا تو اب بھی اس پر رمی لازم نہ ہوگی ہاں ایسا کرنا مکروہ ہے۔

وَكُرِهَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَكُلُّ رَمْيٍ بَعْدَهُ رَمْيٌ تَرْمِيْهِ مَاشِياً لِتَدْعُوْ بَعْدَهُ وَاِلاَّ رَاكِباً لِتَذْهَبَ عَقِبَهُ بِلاَ دُعَاءٍ وَكُرِهَ الْمَبِيْتُ بِغَيْرِ مِنىً لَيَالِي الرَّمْيِ ثُمَّ اِذَا رَحَلَ اِلىٰ مَكَّةَ نَزَلَ بِالْمُحَصَّبِ سَاعَةً ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ وَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ بِلاَ رَمْلٍ وَسَعْيٍ اِنْ قَدَّمَهُمَا وَهٰذَا طَوَافُ الْوَدَاعِ وَيُسَمّٰى اَيْضاً طَوَافُ الصَّدْرِ وَهٰذَا وَاجِبٌ اِلاَّ عَلىٰ اَهْلِ مَكَّةَ وَمَنْ اَقَامَ بِهَا وَيُصَلِّي بَعْدَهُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَاْتِي زَمْزَمَ فَيَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا وَيَسْتَخْرِجُ الْمَاءَ مِنْهَا بِنَفْسِهِ اِنْ قَدَرَ وَيَسْتَقْبِلُ الْبَيْتَ وَيَتَضَلَّعُ مِنْهُ وَيَتَنَفَّسُ فِيْهِ مِرَاراً وَيَرْفَعُ بَصَرَهُ كُلَّ مَرَّةٍ يَنْظُرُ اِلىٰ الْبَيْتِ وَيَصُبُّ عَلىٰ جَسَدِهِ اِنْ تَيَسَّرَ وَاِلاَّ يَمْسَحُ بِهِ وَجْهَهُ وَرَاْسَهُ وَيَنْوِيْ بِشُرْبِهِ مَاشَاءَ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِذَا شَرِبَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْأَلُكَ عِلْماً نَافِعاً وَرِزْقاً وَاسِعاً وَشِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ۔

ترجمہ: طلوع شمس سے قبل رمی کرنا مکروہ ہے اور ہر رمی جو اسکے بعد کی جائے گی وہ پیدل چل کر کی جائے گی تاکہ اسکے بعد دعاء کی جاسکے ورنہ سوار ہو کر تاکہ اسکے بعد فوراً ہی بغیر دعاء مانگے چلا جائے اور رمی کی راتوں کے علاوہ میں منیٰ کے اندر رات کا گزارنا مکروہ ہے پھر جب مکہ کی طرف کوچ کرے تو محصب میں تھوڑی دیر کیلئے اتر جائے، پھر اسکے بعد مکہ میں داخل ہو اور بلا رمل کے سات چکر بیت اللہ کا طواف کرے اور اگر ان کو مقدم کیا ہے تو دوڑ لگائے اور یہ طواف وداع ہے، اور اسے نیز طواف صدر بھی کہتے ہیں اور یہ اہل مکہ کے علاوہ پر واجب ہے، اور جو شخص وہاں پر ٹھہرا رہا اور اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھی پھر بئر زمزم پر آئے اور اس کا پانی پیئے اور اس کا پانی خود نکالے اگر نکالنے پر قادر ہو، اور بیت اللہ کی طرف چہرہ کرے اور خوب سیر ہو کر کفین کو بھر کر اس سے پانی پیئے اور اس پینے کے درمیان بار بار سانسیں لے اور ہر مرتبہ اپنی نگاہ کو بیت اللہ کی طرف کرے اور اپنے بدن پر بھی اس پانی کو ڈال لے اگر ڈالنا ممکن ہو، ورنہ تو اسے اپنے چہرے اور اپنے سر پر مل لے اور پینے کے وقت جس چیز کی بھی چاہے نیت کرے اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ جب آب زمزم کو پیتے تھے اس وقت یہ دعاء مانگتے تھے (ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے نفع دینے والے علم اور وسیع اور فراخ رزق اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔

تشریح و مطالب:- کرہ: یعنی آفتاب کے نکلنے سے قبل رمی کرنا مکروہ ہے، لہٰذا جب آفتاب نکل جائے تو شروع کرے اس میں اس مقدار کا رہنا ضروری نہیں کہ وقت مکروہ ختم ہو جائے۔

ترمیہ:- یہ تو افضلیت کو بیان کرنے کے واسطے ہے اور اس کا جواز تو وہ جس طرح بھی ہو، ہو جائے گی اس لئے کہ اصل مقصد رمی کرنا ہے وہ ہر طرح سے کی جاسکتی ہے اور پہلا قول جو بیان کیا گیا وہ حضرت امام ابو یوسف کا ہے اسلئے کہ اس کو ابن جراح نے بیان کیا ہے، اور یہ عطاء بن ابی رباح کے بڑے تلامذہ میں سے ہیں اور ابو رباح حضرت ابن عباسؓ کے تلامذہ میں ہیں انکا بیان ہے کہ میں حضرت امام ابو یوسفؒ کے پاس اس وقت حاضر ہوا جب آپ پر بے ہوشی طاری تھی اور جب بے ہوشی ختم ہوئی اور انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ اے ابو ابراہیم اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے کہ حاجی رمی جمار پیدل کریں یا سوار ہو کر میں نے عرض کیا کہ پیدل ہو کر اور چل کر تو حضرت امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ تم نے غلط بتلایا تو اسکے

بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت آپکی کیا رائے ہے تو آپ نے فرمایا کہ جس رمی کے بعد کوئی رمی ہو تو اس میں پیدل چل کر رمی کی جائے گی اور جس رمی کے بعد اور رمی نہ ہو تو اس میں سوار ہو کر رمی کی جائے گی ان کا بیان ہے کہ جب میں انکے گھر سے باہر آیا تو لوگوں کے رونے کی آواز آئی جب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت امام ابو یوسفؒ انتقال کر گئے۔ یہ تھے ہمارے امام کہ مرتے وقت تک علم کے اس قدر حریص تھے، اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی انہی لوگوں میں بنادے۔ (آمین)

هٰذا واجب: ۔ یعنی طواف صدر غیر مکی کیلئے واجب ہے، لیکن حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ غیر مکی کیلئے بھی سنت ہے اور اسی طرح سے اس کیلئے بھی واجب نہیں ہے جس کا ارادہ مکہ میں قیام کرنے کا ہو اس لئے کہ اگر چہ وہ مکہ کا رہنے والا حقیقۃً نہیں ہے، لیکن اس ٹھہرنے کی وجہ سے اسے مکی کے حکم میں شمار کر لیا جاتا ہے۔

وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ وَيَسْتَحِبُّ بَعْدَ شُرْبِهِ اَنْ يَاتِيَ بَابَ الْكَعْبَةِ وَيُقَبِّلُ الْعَتَبَةَ ثُمَّ يَاتِي اِلَى الْمُلْتَزَمِ وَهُوَ مَابَيْنَ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ وَالْبَابِ فَيَضَعُ صَدْرَهُ وَوَجْهَهُ عَلَيْهِ وَيَتَشَبَّثُ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ سَاعَةً يَتَضَرَّعُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِالدُّعَاءِ بِمَا اَحَبَّ مِنْ اُمُوْرِ الدَّارَيْنِ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا بَيْتُكَ الَّذِيْ جَعَلْتَهُ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ كَمَا هَدَيْتَنِيْ لَهُ فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ وَلَا تَجْعَلْ هٰذَا آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ بَيْتِكَ وَارْزُقْنِيَ الْعَوْدَ اِلَيْهِ حَتّٰى تَرْضٰى عَنِّيْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

ترجمہ: اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ زمزم کا پانی اس مقصد کیلئے جسکے ارادے سے پیا جائے اور زمزم کے پینے کے بعد مستحب یہ ہے کہ کعبہ کے دروازے پر آئے اور کعبہ کی چوکھٹ کو بوسہ دے پھر ملتزم کے پاس آئے اور وہ حجر اسود اور خانہ کعبہ کے دروازہ کے درمیان ہے تو اس پر اپنے چہرے اور سینے کو رکھ دے اور خانہ کعبہ کے پردے کو تھوڑی دیر پکڑ لے اور اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کر کے دعاء کرے، دین کے معاملات میں سے جس چیز کی بھی تمنا ہو اور کہے (ترجمہ) اے اللہ تیرا یہ مکان ہے جس کو تو نے مبارک اور تمام عالموں اور جہانوں کیلئے ہدایت بنایا ہے اے اللہ! جیسے تو نے مجھے اس خانہ کعبہ کی راہ دکھائی ہے اور یہاں تک پہونچایا ہے، اب قبول بھی فرمالے اور اپنے بیت مبارک سے میری اس ملاقات کو آخری ملاقات نہ بنا اور مجھکو دوبارہ آنے کی توفیق عطا فرما۔ اے ارحم الراحمین اپنی رحمت کے صدقہ تو مجھ سے راضی ہو جا۔

تشریح و مطالب: قال صلی اللہ علیہ وسلم: یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ زمزم کے اندر یہ تاثیر ہے کہ جس مقصد کیلئے بھی اسے استعمال کیا جائے وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے چنانچہ علماء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ان لوگوں نے جس مقصد کیلئے اس کو پیا تھا وہ مقصد ان حضرات کو حاصل ہو گیا، چنانچہ حاکم کا بیان ہے کہ انھوں نے زمزم کو اس لئے پیا تھا کہ ان کی تصانیف مقبول ہو جائیں اور ایسا ہی دیکھا بھی گیا ہے کہ ان کے ہم عصروں میں انکی تصانیف سب سے زیادہ مقبول ہوئیں قاضی القضاۃ شہاب الدین عسقلانی شافعی کا بیان ہے کہ اس عدد کو شمار نہیں کیا جا سکتا کہ کتنے علماء نے اس کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا ہے اور کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں نے طلب حدیث شروع کیا تھا اس وقت

زمزم کو پینے کے بعد اس بات کی دعاء کی تھی کہ اے اللہ حفظ حدیث میں مجھے ذہبی کا ہم پلہ بنادے اور خود آگے ذکر کرتے ہیں کہ اسکے تقریباً بیس سال کے بعد میں نے دوبارہ حج کیا تو میں نے اپنے کو اس سے زیادہ آگے پایا۔

یستحب بعد شربه :۔ یعنی جب آب زمزم کو نوش کر لیا تو اب اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ خانہ کعبہ کے دروازے پر آئے اور اس کی چوکھٹ کو بوسہ دے اور اس بوسہ دینے کے بعد وہ ملتزم پر آئے اور ملتزم حجر اسود اور خانہ کعبہ کے دروازے کے درمیان ہے چنانچہ جب وہاں پر آجائے تو اب اس کو چاہئے کہ اس پر اپنا سینہ اور سر کو رکھدے اور اسی طرح خانہ کعبہ کے پردے سے چمٹ کر بارگاہ ایزدی میں خوب گریہ وزاری کرے اور اس وقت جس بات کی بھی تمنا ہو اسکی دعاء کرے اور اس وقت بیت اللہ کے وسیلہ سے بارگاہ ایزدی میں درخواست پیش کرے۔

وَالْمُلْتَزَمِ مِنَ الاَمَاكِنِ الَّتِي يُسْتَجَابُ فِيهَا الدُّعَاءُ بِمَكَّةَ الْمُشَرَّفَةِ وَهِيَ خَمْسَةَ عَشَرَ مَوْضِعاً نَقَلَهَا الْكَمَالُ بْنُ الْهُمَامِ عَنْ رِسَالَةِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ بِقَوْلِهِ فِي الطَّوَافِ وَعِنْدَ الْمُلْتَزَمِ وَتَحْتَ الْمِيزَابِ وَفِي الْبَيْتِ وَعِنْدَ زَمْزَمَ وَخَلْفَ الْمَقَامِ وَعَلَى الصَّفَا وَعَلَى الْمَرْوَةِ وَفِي السَّعْيِ وَفِي عَرَفَاتٍ وَفِي مِنًى وَعِنْدَ الْجَمَرَاتِ. (انتهى)

ترجمه: . اور ملتزم مکہ مکرمہ کے ان جگہوں میں سے ہے جن میں توبہ قبول ہوتی ہے اور وہ پندرہ جگہیں ہیں جن کو حسن بصریؒ کے رسالہ سے کمال ابن ہمامؒ نے نقل کیا ہے، ان کا قول یہ ہے (۱) طواف میں (۲) ملتزم کے پاس (۳) میزاب کے نیچے (۴) اور بیت خدا میں (۵) اور زمزم کے پاس (۶) اور مقام ابرہیم کے پیچھے (۷) اور صفا پر (۸) اور مروہ پر (۹) اور سعی میں (۱۰) اور عرفات میں (۱۱) اور منیٰ میں (۱۲) اور جمرۂ اولیٰ میں (۱۳) اور جمرۂ ثانیہ میں (۱۴) اور جمرۂ ثالثہ کے تمام رمیوں میں (۱۵) دوسرے تیسرے اور چوتھے دن کی رمی میں۔

تشریح و مطالب :۔

الملتزم : یعنی مکہ مکرمہ میں ملتزم ان جگہوں میں سے ہے کہ وہاں پر جو دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہی کی جاتی ہے اس سے ملتزم کی اہمیت بتلانا مقصود ہے کہ وہاں پر ضرور دعا کرنی چاہئے، اسکو خاص کرنے کی ضرورت اسوجہ سے پیش آئی اور جگہوں پر بھی بتلا چکے ہیں کہ وہاں پر دعا کرنی چاہئے، لہٰذا لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ اس کی بھی وہی اہمیت ہے جو دوسرے مقامات کی ہے۔

خمسة عشر :۔ یعنی مکہ مکرمہ میں پندرہ مقامات ایسے ہیں کہ اگر وہاں پر دعا کی جائے تو قبول کی جاتی ہے اور ان کو علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے اس کو بیان کیا ہے اور علامہ ابو بکر بن حسن نقاش نے ان کو اشعار کی لڑی میں اس طرح پرو دیا ہے ؎

قد ذكر النقاش فى المناسك — وهو لعمرى عدة المناسك

ان الدعاء فى خمسة وعشرة — بمكة يقبل ممن ذكره

وهى المطاف مطلقا والملتزم — وتحت ميزاب له وقت السحر

بنصف ليل فهو شرط ملتزم — وهكذا خلف المقام المفتخر

وداخل البیت بوقت العصر	وعند بیر زمزم شرب الفحول
بین یدی جذعیه فاستقر	اذا دنت شمس النهار للاخول
ثم الصفا والمروة والمسعی	وقد روی هٰذا الوقوف طوا
بوقت عصر فهو قید یرعیٰ	من غیر تقیید بما قدموا
کذا منیٰ فی لیلة البدر اذا	بحر العلوم الحسن البصری عن
تنصف اللیل فخذ مایحتذی	خیر الوریٰ ذاتا وصفا وسنن
ثم لدی الجمار والمزدلفة	صلی الله علیه ثم سلما
عند طلوع الشمس ثم عرفه	واٰله والصحب ما غیث هما
بوقت عند غروب الشمس قل	ثم لدی السدرة ظهرا وکمل

وَالْجَمَرَاتُ تُرْمیٰ فِی اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ یَوْمِ النَّحْرِ وَثَلَاثَةٍ بَعْدَهٗ کَمَا تَقَدَّمَ وَذَکَرْنَا اِسْتِجَابَتَهٗ اَیْضاً عِنْدَ رُؤْیَةِ الْبَیْتِ الْمُکَرَّمِ وَیَسْتَحِبُّ دُخُوْلُ الْبَیْتِ الشَّرِیْفِ الْمُبَارَكِ اِنْ لَمْ یُؤْذِ اَحَداً وَیَنْبَغِی اَنْ یَّقْصُدَ مُصَلَّی النَّبِی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْهِ وَهُوَ قِبَلَ وَجْهِهٖ وَقَدْ جَعَلَ الْبَابَ قِبَلَ ظَهْرِهٖ حَتّٰی یَکُوْنَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجِدَارِ الَّذِیْ قِبَلَ وَجْهِهٖ قُرْبَ ثَلَاثَةِ اَذْرُعٍ ثُمَّ یُصَلِّیْ فَاِذَا صَلّٰی اِلَی الْجِدَارِ یَضَعُ خَدَّهٗ عَلَیْهِ وَیَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَیَحْمَدُهٗ ثُمَّ یَاتِی الْاَرْکَانَ فَیَحْمَدُ وَیُهَلِّلُ وَیُسَبِّحُ وَیُکَبِّرُ وَیَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالیٰ مَاشَاءَ.

ترجمہ: اور جمرات کی رمی چار دن ہوتی ہے، یوم النحر میں اور تین دن اس کے بعد جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا اور بیت اللہ پر نظر پڑنے کے وقت قبولیت دعاء کا بھی ہم نے تذکرہ کر دیا ہے، اور مستحب ہے بیت اللہ میں داخل ہونا اگر کسی کو تکلیف نہ ہو اور مستحب یہ ہے کہ بیت اللہ میں جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ کا قصد کیا جائے اور وہ جگہ چہرے کی طرف ہوگی جس وقت کی دروازے کو کمر کے پیچھے کر کے کہ اسکے درمیان اور اس دیوار کے درمیان جو اسکے منھ کے سامنے ہے تقریباً تین گز کا فاصلہ رہ جائے پھر نماز پڑھے دیوار کی طرف اپنے رخسار کو اس پر رکھدے، اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اسکی حمد بیان کرے پھر ارکان کو لائے پس اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور تہلیل کرے اور سبحان اللہ کہے اور اللہ اکبر کہے اور اللہ تعالیٰ سے جو چاہے سوال کرے۔

تشریح و مطالب:۔ الجمرات: یعنی جن ایام میں کنکری ماری جاتی ہے وہ چار دن ہیں ایک تو یوم النحر ہے اور تین یوم النحر کے بعد وہ تین دن کون کون سے ہیں اس کا بیان پہلے ہو چکا، اور وہاں پر تفصیل سے اسے بیان کر دیا گیا۔

ذکرنا الخ:۔ یعنی حضرت عطاء بن ابی رباح کی روایت جو بیان کی گئی ہے کہ جب بیت اللہ کو دیکھے اس وقت دعا کرے اسلئے کہ حضور پاک ﷺ جس وقت اسے دیکھتے تھے تو آپ یہ دعا کرتے تھے اعوذ برب البیت من الکفر والفقر

ومن ضيق الصدر وعذاب القبر. اور دعا کے وقت اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے اور خاص طور پر اس بات کی دعا کرتے کہ اے اللہ اسے بلا حساب و کتاب کے جنت میں داخل کر دے اسلئے کہ دیکھنے کے وقت جو دعاء بھی کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔

یستحب :۔ بیت اللہ میں داخل ہونا مستحب ہے اسلئے کہ حضور اکرم ﷺ بھی داخل ہوتے تھے اور حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا **من دخل البيت دخل في حسنة وخرج من سيئة مغفورا له** لیکن اس میں ایک بات کا خیال رہے کہ اسکے داخل ہونے کی وجہ سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے اسی طریقہ سے داخل ہونے والے کیلئے زیادہ مناسب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جس جگہ نماز ادا فرمائی ہے اس جگہ نماز پڑھنے کی کوشش کرے۔

یسال :۔ اسکے بعد باری تعالیٰ سے جس چیز کی بھی چاہے دعا کرے اسلئے کہ مسجد حرام میں جو دعا بھی کی جاتی ہے وہ مقبول بارگاہ ہوتی ہے جیسا کہ اس کے دیکھنے کے وقت جو دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔

وَيَلْزَمُ الْاَدَبَ مَااسْتَطَاعَ بِظَاهِرِهٖ وَبَاطِنِهٖ وَلَيْسَتِ الْبَلَاطَةُ الْخَضْرَاءُ الَّتِي بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا تَقُوْلُهُ الْعَامَّةُ مِنْ اَنَّهُ الْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى وَهُوَ مَوْضِعٌ عَالٍ فِي جِدَارِ الْبَيْتِ بِدْعَةٌ بَاطِلَةٌ لَااَصْلَ لَهَا وَالْمِسْمَارُ الَّذِيْ فِي وَسْطِ الْبَيْتِ يُسَمُّوْنَهٗ سُرَّةَ الدُّنْيَا يَكْشِفُ اَحَدُهُمْ عَوْرَتَهٗ وَسُرَّتَهٗ وَيَضَعُهَا عَلَيْهِ فِعْلُ مَنْ لَاعَقْلَ لَهٗ فَضْلاً عَنْ عِلْمٍ كَمَا قَالَهُ الْكَمَالُ وَاِذَا اَرَادَ الْعَوْدَ اِلٰى اَهْلِهٖ يَنْبَغِيْ اَنْ يَنْصَرِفَ بَعْدَ طَوَافِهٖ لِلْوَدَاعِ وَهُوَ يَمْشِيْ اِلٰى وَرَائِهٖ وَوَجْهُهٗ اِلَى الْبَيْتِ بَاكِياً اَوْ مُتَبَاكِياً مُتَحَسِّراً عَلٰى فِرَاقِ الْبَيْتِ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ وَيَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ مِنْ بَابِ بَنِيْ شَيْبَةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى.

ترجمہ :۔ اور ظاہر و باطن سے جس قدر بھی ممکن ہو ادب کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور سبز فرش جو کہ دو ستونوں کے درمیان ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہے، اور جو عام لوگ کہتے ہیں کہ وہ عروہ وثقی ہے وہ ایک اونچی جگہ ہے جو بیت اللہ کی دیوار میں ہے اور ایسا کہنا ایک بدعت ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں اور وہ مسمار جو بیت اللہ کے بیچ میں ہے جس کو سرۂ دنیا کہا جاتا ہے جس پر لوگ شرم گاہ اور ناف کو کھول کر رکھتے ہیں یہ کوئی علم کی بات نہیں ہے، ایسا وہی لوگ کرتے ہیں جو علم سے بالکل کورے ہوتے ہیں اور ایسا ہی علامہ کمال نے کہا ہے کہ جب اپنے اہل کی طرف لوٹنے کا ارادہ کرے تو مناسب یہ ہے کہ طواف وداع کے بعد لوٹے اور وہ چلے پیچھے کی طرف مگر اس کا چہرہ بیت اللہ کی طرف ہو، روتا ہوا اور رونے کی شکل بنائے ہوئے ہو، بیت اللہ کی جدائیگی پر حسرت کا اظہار کر رہا ہو، اور اسی حالت میں مسجد سے نکلے اور مکہ سے واپسی کے وقت باب شیبہ سے ثنیہ سفلی سے ہو کر نکلے۔

تشریح و مطالب :۔

یلزم : اس کے اندر جانے کے بعد ظاہر و باطن ہر اعتبار سے ادب کے جامہ کو ہاتھ سے نہ جانے دے اسلئے کہ یہ مقام ادب ہے اگر یہاں پر بے ادبی کی تو اس سے گنہگار ہوگا۔

لیست :۔ مصنفؒ یہاں سے ان لوگوں کا رد کرنا چاہ رہے ہیں جن لوگوں کا یہ گمان ہے اور جیسا کہ عام لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ سبز فرش جو دو کھمبوں کے درمیان ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے یہ غلط ہے

اس کا ثبوت حدیث اور آثار صحابہ سے نہیں ہے بلکہ لوگوں کی اپنی رائے ہے، اسی طریقہ سے عروہ وثقی عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ جگہ ہے جو بیت اللہ کی دیوار میں ہے، یہ بھی صحیح نہیں اس کا ثبوت بھی حدیث اور آثار صحابہ سے نہیں۔

المسمار :۔ عام لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ بیت اللہ کے درمیان میں ہے جس کو سرۃ دنیا کہتے ہیں اور اس پر پہونچ کر عام لوگ اپنی شرم گاہ اور اپنی ناف کو کھول کر رکھ دیتے ہیں یہ بالکل بدعت ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ ایسا کام وہی لوگ کر سکتے ہیں جو نرے جاہل ہوں جنھیں علم سے کوئی واسطہ نہ ہو، اسلئے کہ جب ایسا کرنا بیت اللہ کے باہر جائز نہیں کہ اپنی شرم گاہ کو کھول کر کسی جگہ رکھی جائے تو بیت اللہ میں کیوں کر جائز ہو سکتا ہے صاحب فتح القدیر نے اس پر کافی کلام کیا ہے اگر کسی کو زیادہ معلومات کی تمنا ہو تو فتح القدیر کی طرف رجوع کریں۔

ینبغی :۔ یعنی حاجی جو تمام افعال کو کر کے اپنے گھر آنے کا ارادہ کرے تو اس کیلئے یہ بات مناسب ہے اور یہی زیادہ لائق ہے کہ وہ طواف وداع کے بعد لوٹے اور اس طریقہ پر لوٹے کہ اس کا چہرہ بیت اللہ کی طرف ہو اور وہ یا تو رو رہا ہو یا اگر آنسو نہ آ رہا ہو تو کم از کم رونے کی شکل ہی بنا لے اس لئے کہ یہاں پر بیت اللہ سے اس کی جدائیگی ہو رہی ہے۔

(ف) اس طریقہ سے کسی جگہ سے نکلنا کہ اس کی پشت اس جانب نہ ہو یہ صرف بیت اللہ کے لئے خاص ہے کسی اور جگہ ایسا کرنا جائز نہیں جو لوگ مزاروں پر اس طرح کی ہیئت بنا کر نکلتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ ایک بدعت ہے جس کی وجہ سے ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا اس لئے کہ ایسا کرنے میں بیت اللہ کی مشابہت لازم آتی ہے حالانکہ بیت اللہ تو وہ جگہ ہے جیسا کہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اس جگہ دعائیں قبول ہوتی ہیں، اور مزاروں پر ہرگز یہ بات نہیں یہ فقط لوگوں کی من گھڑت عادت ہے جس کا چھوڑنا اور اس کا ترک کرنا لازم وضروری ہے۔

وَالْمَرْاَةُ فِی جَمِیْعِ اَفْعَالِ الْحَجِّ کَالرَّجُلِ غَیْرَ اَنَّهَا لَاتَکْشِفُ رَاْسَهَا وَتَسْدُلُ عَلٰی وَجْهِهَا شَیْئاً تَحْتَهٗ عِیْدَانٌ کَالْقُبَّةِ تَمْنَعُ مَسَّهٗ بِالْغِطَاءِ وَلَا تَرْفَعُ صَوْتَهَا بِالتَّلْبِیَةِ وَلَاتَرْمُلُ وَلَاتُهَرْوِلُ بَیْنَ الْمِیْلَیْنِ الْاَخْضَرَیْنِ بَلْ تَمْشِیْ عَلٰی هِیْنَتِهَا فِیْ جَمِیْعِ السَّعْیِ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَا تَحْلِقُ وَتُقَصِّرُ وَتَلْبَسُ الْمَخِیْطَ وَلَا تُزَاحِمُ الرِّجَالَ فِیْ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَهٰذَا تَمَامُ حَجِّ الْمُفْرِدِ وَهُوَ دُوْنَ الْمُتَمَتِّعِ فِی الْفَضْلِ وَالْقِرَانُ اَفْضَلُ مِنَ التَّمَتُّعِ.

ترجمہ:۔ اور عورت حج کے تمام افعال میں مرد کے مثل ہے مگر یہ کہ وہ اپنے سر کو نہیں کھولے گی اور اپنے چہرے پر کسی چیز کو لٹکا لے گی کہ جسکے نیچے دو لکڑیاں ہوں اور وہ قبہ کی طرح ہو جائے اور اس کو چہرے سے چھونے نہ دے اور تلبیہ کے وقت اپنی آواز کو بلند نہ کرے اور نہ میلین اخضرین کے درمیان دوڑے بلکہ اپنے طریقہ پر تمام سعی کے درمیان چلے اور حلق نہ کرائے بلکہ کچھ بال کٹوادے اور سلا ہوا لباس پہنے اور مردوں سے حجر اسود کے چومنے کے وقت مزاحمت نہ کرے، اور یہ حج مفرد کے بیان کا اختتام ہے، حج مفرد تمتع سے فضیلت میں کم ہوتا ہے اور قران تمتع سے افضل ہوتا ہے۔

تشریح ومطالب :۔ المراۃ : عورت افعال حج کو مرد ہی کی طرح ادا کرے گی لیکن جس طریقہ سے بعض چیزیں اور جگہوں پر اس کیلئے مخصوص ہیں کہ جس میں اس کو سہولت و آسانی دیجاتی ہے اسی طریقہ

سے حج میں بھی اس کو بعض چیزیں ایسی ملتی ہیں کہ جس کی وجہ سے ان افعال میں وہ مردوں سے جداگانہ حکم رکھتی ہے۔

لاتکشف :۔ عورت اپنے چہرے کو نہیں کھولے گی بلکہ اسکو ڈھکے رہے گی اور چہرے کو اس طرح چھپائے گی کہ اس کے اوپر کپڑا نہ مس کرتا ہو جیسا کہ اسکی ترکیب پہلے بیان کی جاچکی، اسی سے ایک بات یہ معلوم ہوگئی کہ برقع کا پہننا مکروہ ہے اس لئے کہ برقع پہننے کی صورت میں وہ چہرہ سے مس کرتا ہے۔

لاترفع :۔ اسی طرح سے عورت تلبیہ کے وقت اپنی آواز کو بلند نہ کرے گی بلکہ تلبیہ اس طور پر کہے گی کہ وہ خود اسے سن لے اور دوسرے لوگ اسے نہ سن سکیں جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ عورت کی آواز میں فتنہ ہے اسی لئے ایسے مواقع پر آواز کو بلند کرنے سے روک دیا جائیگا۔

لاترمل :۔ اسی طریقہ سے عورت سعی کے درمیان دوڑ نہ لگائے گی بلکہ اپنی چال پر چلے گی کیونکہ اسکے دوڑنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے اور ایسے مقامات پر جہاں فتنہ وغیرہ کا اندیشہ ہو ایسے کاموں سے روک دیا جاتا ہے۔

ولاتحلق :۔ اسی طریقہ سے عورت حلق نہیں کرائے گی بلکہ اپنے بالوں کو کٹوالے گی حالانکہ مردوں کے لئے افضل یہی ہے کہ وہ حلق کرائیں، اسی طریقہ سے چوتھائی حصہ سے کم بال کٹوائے گی۔

لاتزاحم :۔ اسی طریقہ سے حجر اسود کے بوسہ دینے کے وقت عورت مرد سے مزاحمت نہ کرے گی اس لئے کہ اس کے مردوں کے ساتھ ملنے سے قوی اندیشہ ہے کہ لوگ فتنہ میں پڑجائیں جس کی وجہ سے انکا حج فاسد ہو جائے۔

مصنفؒ نے عورت کا بعض مخصوص چیزوں کو تو بیان کیا مگر اس ایک مخصوص حکم کو نہیں بیان کیا جو اس کے فرضیت حج کیلئے ضروری ہے اور وہ یہ کہ بغیر محرم کے وہ حج کا سفر نہ کرے، مصنفؒ پر اس کا اعتراض نہ کیا جائے اس لئے کہ اولاً تو یہ بات ثابت ہے کہ فرضیت حج کے موقعہ پر مصنفؒ نے اس حکم کو بیان کردیا ہے لہٰذا اسے دوبارہ لانے کی ضرورت محسوس نہ کی، اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ صرف حج کیلئے یہ بات خاص نہیں ہے بلکہ ہر ایک سفر میں عورت بلا محرم کے ساتھ کے نہیں نکل سکتی اس وجہ سے اسے چھوڑ دیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ مصنفؒ تمام افعال کے کرنے کے بعد کے احکام کو بیان کررہے ہیں لہٰذا اس تخصیص کی ضرورت کو محسوس نہیں کیا اسی طریقہ سے اس بات کو بھی بیان نہیں کیا کہ حالت حیض میں طواف صدر کو ترک کردے گی اور حیض صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہے، مردوں کو حیض نہیں آتا اس وجہ سے جس طرح سے اور مواقع پر حیض کی وجہ سے احکام بدل جاتے ہیں اسی طریقہ سے یہاں پر بھی اس کا حکم بدل جائیگا۔

دون التمتع :۔ مصنفؒ یہاں سے حج مفرد، قران اور تمتع کے درمیان افضلیت میں فرق کرنا چاہ رہے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ مفرد کا درجہ تمتع سے کم ہے اور اسی طریقہ سے قرآن کی افضلیت تمتع سے زائد ہے۔

فصلٌ. اَلقِرَانُ هُوَ اَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ اِحْرَامِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَيَقُوْلُ بَعْدَ صَلوٰةِ رَكْعَتَيِ الاِحْرَامِ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَيَسِّرْهُمَا لِيْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّي ثُمَّ يُلَبِّيْ فَاِذَا دَخَلَ مَكَّةَ بَدَاَ بِطَوَافِ الْعُمْرَةِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ يَرْمُلُ

فِي الثَّلاثَةِ الأُولِ فَقَطْ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ ثُمَّ يَخْرُجُ اِلَى الصَّفَا وَيَقُوْمُ عَلَيْهِ دَاعِياً مُكَبِّراً مُهَلِّلاً مُلَبِّياً مُصَلِّياً عَلَى النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَهْبِطُ نَحْوَ الْمَرْوَةِ وَيَسْعٰى بَيْنَ الْمِيْلَيْنِ فَيُتِمُّ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ وَهٰذِهِ اَفْعَالُ الْعُمْرَةِ وَالْعُمْرَةُ سُنَّةٌ ثُمَّ يَطُوْفُ طَوَافَ الْقُدُوْمِ لِلْحَجِّ ثُمَّ يُتِمُّ اَفْعَالَ الْحَجِّ كَمَا تَقَدَّمَ فَاِذَا رَمٰى يَوْمَ النَّحْرِ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَجَبَ عَلَيْهِ ذَبْحُ شَاةٍ اَوْ سُبْعُ بَدَنَةٍ فَاِذَا لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ قَبْلَ مَجِيِّ يَوْمِ النَّحْرِ مِنْ اَشْهُرِ الْحَجِّ وَسَبْعَةِ اَيَّامٍ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْحَجِّ وَلَوْ بِمَكَّةَ بَعْدَ مَضِيِّ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَلَوْ فَرَّقَهَا جَازَ.

ترجمہ: . قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ہی ساتھ باندھے چنانچہ احرام کی دونوں رکعتوں کے بعد کہے (ترجمہ) اے اللہ میں حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہوں تو تو ان دونوں کو میرے لئے آسان کردے اور میری طرف سے ان دونوں کو قبول فرما، پھر لبیک کہے پھر جب مکہ میں داخل ہو تو طواف عمرہ سے شروع کرے اور سات چکر لگائے صرف پہلے تین چکروں میں دوڑے پھر دو رکعت طواف کی نیت سے پڑھے پھر صفا کی جانب نکل جائے اور اس پر کھڑا ہو جائے، دعا کرے تکبیر کہے اور لاالٰہ الااللہ کہے، حضور پاک ﷺ پر درود بھیجے پھر اس سے اتر کر مروہ کی جانب چلے اور میلین کے درمیان سعی کرے اسکے بعد سات چکر کو پورا کرے اور یہ عمرہ کے افعال ہیں اور عمرہ کرنا سنت ہے، پھر طواف قدوم کرے حج کیلئے پھر حج کے افعال کو پورا کرے جس طرح کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، پس جب یوم النحر کے دن رمی کرے گا تو اسکے اوپر ذبح کرنا بکری کا یا بدنہ کا ساتواں حصہ واجب ہے اور جب اسے نہ پاسکے تو تین دن کا روزہ رکھے اشہر حج کے اندر اندر یوم النحر کے آنے سے پہلے اور سات دن حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ ہی میں رہے اور اگر انکے درمیان تفریق کردیا تب بھی جائز ہے۔

تشریح و مطالب :-

القران : ابھی تک مصنفؒ مطلق احکام کو بیان کررہے تھے جب تمام احکام اور ادا کئے جانے کے طریقے کو بیان کر چکے تو اب یہاں سے ہر ایک کا الگ الگ تذکرہ کررہے ہیں چنانچہ سب سے پہلے قران کو بیان کیا، اس کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ کون افضل ہے، حنفیہ کے نزدیک تو قران کا درجہ افراد اور تمتع سے افضل ہے، لیکن حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ افراد افضل ہے اور حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ تمتع افضل ہے اور حضرت امام مالکؒ کی دلیل یہ ہے کہ تمتع کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج اور جس کا تذکرہ قرآن میں موجود ہو اس کی اہمیت بڑھی ہوئی ہوتی ہے اور حضرت امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ القران رخصۃ اور ایک وجہ یہ ہے کہ افراد کے اندر تلبیہ زیادہ ہوتی ہے اور اسی طرح سے سفر بھی ہوتا ہے اور حلق بھی کرائی جاتی ہے اور اسی طرح سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد یہ بھی ہے کہ افردوا بالحج۔ اور حنفیہ کی ڈلیل یہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آل محمد اهلوا بحجۃ وعمرۃ معا. اور اس میں ایک بات اور بھی پائی جاتی ہے کہ دو عبادتیں ایک جگہ جمع ہو جاتی ہیں۔

ان یجمع :۔ مصنفؒ نے اسے مطلق ذکر کرکے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ خواہ یہ جمع حقیقۃً ہو یا حکماً دونوں صحیح ہے مطلب یہ ہے کہ پہلے عمرہ کا احرام باندھا ہو پھر حج کا یا اسکے برعکس کیا ہو کہ پہلے حج کیلئے احرام باندھا پھر

اسکے بعد عمرہ کیلئے مگر اس صورت میں طواف سے قبل باندھ لینا چاہئے۔

فیقول :۔ جب احرام باندھنے کے بعد دو رکعت احرام کی نیت سے پڑھ لے اس کے بعد یہ الفاظ کہے لیکن اس جگہ مراد یہ ہے کہ اس کی نیت ہو یہ ضروری نہیں کہ ان الفاظ کو زبان سے ادا کرے۔

العمرة :۔ یہاں پر عمرہ کو حج پر اس وجہ سے مقدم کیا کہ واؤ ترتیب کیلئے ہے اس وجہ سے احرام میں بھی عمرہ کے احرام کو مقدم کیا جائے گا۔

بدأبطواف العمرة :۔ یعنی قران کے اندر طواف عمرہ کو مقدم کرنا واجب ہے اور طواف حج کو مؤخر کیا جائے۔

وجب علیه :۔ یہاں پر ذبح کے ساتھ اس کو اس وجہ سے مقید کیا کہ اگر اس سے قبل ذبح کر دیا گیا تو جائز نہ ہوگا اس لئے کہ اس میں ترتیب کا لحاظ رکھنا واجب ہے۔

بدنة :۔ اسے مطلق ذکر کیا لہٰذا اس میں اونٹ اور گائے دونوں کے بدنہ داخل ہوں گے اور جس کو بھی ذبح کر دیا جائے گا صحیح ہو جائے گا۔

فصلٌ. اَلتَّمَتُّعُ هُوَ اَنْ يُّحْرِمَ بِالْعُمْرَةِ فَقَطْ مِنَ الْمِيقَاتِ فَيَقُوْلُ بَعْدَ صَلٰوةِ رَكْعَتَيِ الْاِحْرَامِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْعُمْرَةَ فَيَسِّرْهَا لِيْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ ثُمَّ يُلَبِّيْ حَتّٰى يَدْخُلَ مَكَّةَ فَيَطُوْفُ لَهَا وَيَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ بِاَوَّلِ طَوَافِهٖ وَيَرْمُلُ فِيْهِ ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ ثُمَّ يَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ بَعْدَ الْوُقُوْفِ عَلَى الصَّفَا كَمَا تَقَدَّمَ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ ثُمَّ يَحْلِقُ رَاْسَهٗ اَوْ يُقَصِّرُ اِذَا لَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ وَحَلَّ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْجِمَاعِ وَغَيْرِهٖ وَيَسْتَمِرُّ حَلَالًا وَاِنْ سَاقَ الْهَدْيَ لَايَتَحَلَّلُ مِنْ عُمْرَتِهٖ فَاِذَا جَاءَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ يُحْرِمُ بِالْحَجِّ مِنَ الْحَرَمِ وَيَخْرُجُ اِلٰى مِنًى فَاِذَا رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ لَزِمَهٗ ذَبْحُ شَاةٍ اَوْ سُبُعُ بَدَنَةٍ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ صَامَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ قَبْلَ مَجِيْءِ يَوْمِ النَّحْرِ وَسَبْعَةً اِذَا رَجَعَ كَالْقَارِنِ فَاِنْ لَّمْ يَصُمِ الثَّلَاثَةَ حَتّٰى جَاءَ يَوْمُ النَّحْرِ تَعَيَّنَ عَلَيْهِ ذَبْحُ شَاةٍ وَلَا يُجْزِئُهٗ صَوْمٌ وَّلَا صَدَقَةٌ.

ترجمہ :۔ فصل۔ تمتع، اور وہ یہ ہے کہ صرف عمرے کا احرام باندھا جائے میقات سے اور احرام کی رکعتوں کے بعد یہ کہے (ترجمہ) اے اللہ میں عمرہ کا ارادہ رکھتا ہوں اسے میرے لئے آسان کر دے اور اسے میری طرف سے قبول فرما پھر اسکے بعد تلبیہ کہے یہاں تک کہ مکہ میں داخل ہو جائے پس طواف کرے اور تلبیہ کو ختم کر دے اپنے پہلے ہی طواف سے اور اس طواف میں رمل کرے پھر طواف کی دو رکعتیں پڑھے پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے، صفا پر ٹھہرنے کے بعد جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کہ سات شوط کرے اور اپنے سر کو منڈوائے یا بالوں کو چھوٹا کرائے اور اگر قربانی کے جانور کو نہیں ہنکایا تھا اور اس کیلئے ہر ایک چیز حلال ہو گئی جماع وغیرہ میں سے اور وہ اسی حالت میں ٹھہرا رہے اور اگر قربانی کا جانور ہانکا تھا تو اپنے عمرے سے حلال نہ ہوگا چنانچہ جب تلبیہ کا دن آجائے تو حرم سے حج کا احرام باندھ لے اور منیٰ کی طرف نکل جائے تو جب جمرۂ عقبیٰ کی رمی کر لی یوم النحر کے دن تو اس کے اوپر ایک بکری کا یا ایک بدنہ کا ذبح کرنا لازم ہو گیا، پس اگر نہ پائے تو تین دن یوم النحر سے قبل روزہ رکھے اور سات روزے جبکہ واپس آئے جس

طرح قارن رکھتا ہے اور اگر روزہ نہ رکھا یہاں تک کہ یوم النحر آگیا تو اب اسکے اوپر بکری کا ذبح کرنا متعین ہو گیا، اور اس کے لئے نہ روزہ رکھنا اور نہ صدقہ کرنا کافی ہو سکتا ہے۔

تشریح و مطالب :۔ چونکہ مصنفؒ حنفی المسلک ہیں اس لئے یہ اسی ترتیب سے بیان کرینگے جس ترتیب سے اس میں افضلیت ہو گی چنانچہ قران حنفیہ کے نزدیک افضل تھا لہٰذا اسے مقدم کیا جب اس کو بیان کر چکے تو اب تمتع کو بیان کر رہے ہیں۔

التمتع :۔ یہ جان لینا ضروری ہے کہ تمتع کے کتنے اقسام ہیں، صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ تمتع دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو وہ جس میں قربانی کا جانور چلایا جاتا ہے اور دوسرے وہ کہ جس میں قربانی کے جانور کو نہیں چلایا جاتا۔

ان یحرم :۔ اب یہاں سے یہ بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ اس کی صفت کیا ہو اور کہاں سے اور کس کیلئے احرام باندھا جائے تو مصنفؒ نے آگے خود ہی بیان کر دیا کہ اس میں صرف عمرہ کیلئے احرام باندھا جاتا ہے اس کے بعد جب مکہ میں داخل ہو طواف کرے اور عمرہ کیلئے سعی کرے۔

ثم یحلق :۔ یعنی اب اسکے بعد حلق کرائے اسلئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور وہ اس طرح سے ہے کہ ۶ھ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے احرام باندھا اور بغرض عمرہ مکہ کی جانب روانہ ہوئے لیکن مقام حدیبیہ میں پہونچے ہی تھے کہ اہل مکہ نے آپ کو روک دیا اور آپ حدیبیہ ہی میں قربانی کر کے واپس چلے آئے اور آپ نے وہاں پر حلق بھی کرا لیا، اور حلق کرا لینے کے بعد عمرہ کے تمام ارکان پورے ہو جاتے ہیں اور اس کو دو باتوں کا اختیار ہوتا ہے اگر وہ چاہے تو حالت احرام میں رہے گا اور اگر چاہے تو احرام کھول دے لیکن یہ اس کیلئے ہے جس نے قربانی کا جانور نہیں ہنکایا ہے اور اگر اس نے قربانی کا جانور ہنکا دیا ہے تو اب اسکے لئے ضروری ہے کہ وہ رکا رہے اور اگر اس نے حلق کرا لیا تو اب اس کی وجہ سے اس پر دم لازم آئے گا۔

اویقصر :۔ شیخ الاسلام نے مبسوط میں لکھا ہے کہ ان دونوں کے درمیان اس وقت اختیار ہے کہ اسکا بال لپٹا ہوا نہ ہو اور اسی طرح اسکا بال گوندھا نہ گیا ہو اور اگر ایسا نہیں ہے تو اسکے لئے حلق ضروری ہے قصر سے اسکا کام نہیں چلے گا۔

فاذاجاء :۔ یعنی جس نے قربانی کے جانور کو ہانکا تھا وہ یوم الترویہ تک رکا رہے اور جب یوم الترویہ آجائے تو حرم پاک سے احرام باندھے اور اگر اسکے آنے سے قبل ہی احرام باندھ لیا تو بھی صحیح ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور افضل یہی ہے کہ پہلے باندھ لے اسلئے کہ اسمیں مسارعت الی الخیر ہے اور یہ افضل ہے اور جب احرام باندھ لیا تو منیٰ وغیرہ جائے اور وہاں پر ان افعال کو کرے جنہیں وہاں کیا جاتا ہے اور جب جمرہ عقبہ میں یوم النحر کو رمی کر لے گا تو اب اسکے اوپر ضروری ہو جائیگا کہ ایک بکری ذبح کرے لیکن اگر کوئی ایسا ہو کہ اسکے پاس طاقت نہ ہو کہ ایک بکری کو ذبح کرے تو اسکے لئے ضروری ہے کہ یوم النحر کے آنے سے قبل تین روزہ رکھ لے اور سات دن اس وقت جب کہ وہ لوٹ کر آئے لیکن اگر ایسی صورت پیش آگئی کہ ابھی روزہ نہیں رکھا تھا کہ یوم النحر آگیا تو اب اسکے لئے قربانی ہی ضروری ہو گی روزہ رکھنا اور صدقہ کرنا کافی نہ ہو گا۔

فصلٌ. اَلْعُمْرَةُ سُنَّةٌ وَتَصِحُ فِي جَمِيعِ السَّنَةِ وَتُكْرَهُ يَوْمَ عَرَفَةَ وَيَوْمَ النَّحْرِ وَاَيَّامَ التَّشْرِيقِ وَكَيْفِيَّتُهَا اَنْ يُحْرِمَ لَهَا مِنْ مَكَّةَ مِنَ الْحِلِّ بِخِلَافِ اِحْرَامِهِ لِلْحَجِّ فَاِنَّهُ مِنَ الْحَرَمِ وَاَمَّا الآفَاقِي الَّذِي لَمْ يَدْخُلْ مَكَّةَ فَيُحْرِمُ اِذَا قَصَدَهَا مِنَ الْمِيقَاتِ ثُمَّ يَطُوفُ وَيَسْعٰى لَهَا ثُمَّ يَحْلِقُ وَقَدْ حَلَّ مِنْهَا كَمَا بَيَّنَّاهُ بِحَمْدِ اللّٰهِ.

تنبيه: . اَفْضَلُ الاَيَّامِ يَوْمُ عَرَفَةَ اِذَا وَافَقَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ حَجَّةً فِي غَيْرِ جُمُعَةٍ رَوَاهُ صَاحِبُ مِعْرَاجِ الدِّرَايَةِ بِقَوْلِهِ وَقَدْ صَحَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اَفْضَلُ الاَيَّامِ يَوْمُ عَرَفَةَ اِذَا وَافَقَ جُمُعَةً وَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ حَجَّةً ذَكَرَهُ فِي تَجْرِيْدِ الصِّحَاحِ بِعَلَامَةِ الْمُوَطَّا وَكَذَا قَالَهُ الزَّيْلَعِي شَارِحُ الْكَنْزِ وَالْمُجَاوَرَةُ بِمَكَّةَ مَكْرُوْهَةٌ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِعَدَمِ الْقِيَامِ بِحُقُوقِ الْبَيْتِ وَالْحَرَمِ وَنَفَي الْكَرَاهَةَ صَاحِبَاهُ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ :۔ فصل۔ عمرہ کرنا سنت ہے اور عمرہ پورے سال کرنا صحیح ہے عرفہ کے دن اور یوم النحر کے دن اور ایام تشریق کے دن کرنا مکروہ ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ مکہ کے علاقے سے جو حل ہے وہاں سے احرام باندھے، بخلاف حج کے احرام کے اس لئے کہ وہ حرام سے باندھا جاتا ہے اور بہر حال آفاقی کے لئے جو کہ داخل ہی نہ ہوا ہے وہ احرام باندھے جبکہ اسکا ارادہ کرے میقات ہی سے پھر طواف کرے اور طواف کیلئے سعی کرے پھر سر منڈوائے اور اب یہ عمرہ سے فارغ ہو گیا جیسا کہ ہم نے بحمد اللہ اسے بیان کر دیا ہے۔

تنبیہ :۔ سب دنوں سے افضل عرفہ کا دن ہے جبکہ جمعہ کے دن سے موافقت کر جائے اور یہ غیر جمعہ کے علاوہ ستر حجوں سے بہتر ہے، صاحب معراج الدرایہ کے مصنف کا قول ہے اور یہ بات صحیح طور پر حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا بہترین دن عرفہ کا دن ہے جب جمعہ کے روز ہو اور وہ ستر حجوں سے افضل ہے تجرید صحاح میں مؤطا کی علامت سے ذکر کیا ہے اور اسی کو صاحب زیلعی شارح کنز نے لکھا ہے، اور مکہ کی مجاورت حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے اسلئے کہ بیت اللہ کا احترام اور حرم کے حقوق کو بجالانا ممکن نہیں، اور حضرات صاحبین نے کراہت کی نفی کی ہے۔

تشریح و مطالب :۔ ابھی تک مصنفؒ قران اور تمتع کو بیان کر رہے تھے جب ان دونوں کو بیان کر چکے تو اب یہاں سے عمرہ کو بیان کر رہے ہیں، چونکہ ان دونوں کے مقابل میں اس کا درجہ کم ہے اس لئے اسکو بعد میں بیان کیا گیا۔

العمرة سنة :۔ عمرہ کرنا سنت ہے اگر ایک مرتبہ بھی عمرہ کر لیا تو اس نے سنت کو ادا کر لیا اور عمرہ میں صرف احرام باندھا جاتا ہے اور سعی بین الصفا والمروہ کیا جاتا ہے اور اسی طریقہ سے حلق یا قصر کیا جاتا ہے اور اسکے لئے کوئی زمانہ اور وقت بھی متعین نہیں جب اسکو موقع ملے اس وقت کر سکتا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ رمضان میں کرے۔

تکرہ :۔ یعنی عمرہ کیلئے احرام باندھنا عرفہ کے دن اور اسی طرح سے یوم النحر اور ایام تشریق میں مکروہ ہے اور اگر باندھ لیا خواہ عرفہ کے زوال سے قبل ہو یا بعد ہر صورت میں مکروہ ہے اور اس باندھنے کی وجہ سے اس پر دم لازم آئیگا۔

الحل :۔ حرم وہ ہے جسکے اندر شکار وغیرہ کھیلنا اور جانوروں کو مارنا حرام ہے اور اسکے علاوہ تمام روئے زمین حل ہے اب ان دونوں مسئلوں کا خلاصہ یہ ہے کہ عمرہ کا احرام حل میں آکر باندھنا ہوگا اور حج کا احرام حرم سے باندھنا ہوگا۔

اما الآفاقي :۔ یعنی غیر مکی کیلئے جب وہ میقات سے قبل اسکا ارادہ رکھتا ہو تو اس کیلئے ضروری ہے کہ حرم میں داخل ہونے سے قبل احرام باندھ لے لیکن اگر پہلے سے ارادہ نہ تھا بلکہ بعد میں ارادہ ہو گیا تو اب بلا احرام کے داخل ہونا جائز ہے۔

تنبیہ :۔ اب یہاں سے مصنفؒ ایک خاص بات بیان کر رہے ہیں اس لئے اس کا عنوان بھی قائم کیا، یعنی یہ بطور نوٹ کے بیان کر رہے ہیں۔

وقدصح :۔ مصنفؒ نے یہ لکھا ہے کہ یوم عرفہ جب جمعہ کے دن پڑ جائے تو وہ ستر حجوں سے بہتر ہے اور اس سلسلہ میں ایک حدیث بھی ذکر کی گئی ہے، یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت بھی ہے لیکن منادیؒ نے بعض حفاظ حدیث سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اسکی کوئی اصل نہیں ہے اور نہ یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے کہ بعض سلف نے یہ کہا ہے کہ جب یوم عرفہ یوم جمعہ میں پڑ جائے تو تمام اہل عرفہ کو بخش دیا جاتا ہے اور یہ دن دنیا کے ایام سے افضل ہے اور اسی دن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع فرمایا اور اسی دن یہ آیت **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی** نازل ہوئی، اہل کتاب کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ اگر ہمارے لئے ایسا کیا گیا ہوتا تو ہم اس دن کو اپنے لئے عید بنا لیتے، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آج کے دن دو عید اتاری گئیں ایک یوم عرفہ اور ایک یوم جمعہ (شامی)

﴿بَابُ الْجِنَايَاتِ﴾

هِيَ عَلىٰ قِسْمَيْنِ جِنَايَةٌ عَلىٰ الاِحْرَامِ وَجِنَايَةٌ عَلىٰ الْحَرَمِ وَالثَّانِيَةُ لَاتَخْتَصُّ بِالْمُحْرِمِ وَجِنَايَةُ الْمُحْرِمِ عَلىٰ اَقْسَامٍ مِنْهَا مَايُوْجِبُ دَماً وَمِنْهَا مَا يُوْجِبُ صَدَقَةً وَهِيَ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ وَمِنْهَا مَا يُوْجِبُ دُوْنَ ذَالِكَ وَمِنْهَا مَا يُوْجِبُ الْقِيْمَةَ وَهِيَ جَزَاءُ الصَّيْدِ وَيَتَعَدَّدُ الْجَزَاءُ بِتَعَدُّدِ الْقَاتِلِيْنَ الْمُحْرِمِيْنَ فَالَّتِيْ تُوْجِبُ دَماً هِيَ مَالَوْ تَطَيَّبَ مُحْرِمٌ بَالِغٌ عُضْواً اَوْ خَضَبَ رَاْسَهُ بِحِنَّاءٍ اَوِ ادَّهَنَ بِزَيْتٍ وَنَحْوِهِ اَوْ لَبِسَ مَخِيْطاً اَوْ سَتَرَ رَاْسَهُ يَوْماً كَامِلاً اَوْ حَلَقَ رُبْعَ رَاْسِهِ اَوْ مَحْجَمِهِ اَوْ اَحَدَ اِبْطَيْهِ اَوْ عَانَتَهُ اَوْ رَقَبَتَهُ اَوْ قَصَّ اَظْفَارَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ بِمَجْلِسٍ اَوْ يَداً اَوْ رِجْلاً اَوْ تَرَكَ وَاجِباً مِمَّا تَقَدَّمَ بَيَانُهُ وَفِيْ اَحَدِ شَارِبِهِ حُكُوْمَةٌ.

ترجمہ : حج کی غلطیاں۔ یہ غلطیاں دو قسم کی ہوں گی ایک جنایت علی الاحرام اور دوسری جو محرم کے ساتھ خاص نہیں ہے، حرم کی جنایات مختلف اقسام پر ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جو صدقے کو واجب کرتی ہیں اور یہ نصف صاع گیہوں ہے اور اس میں جو اس سے کم کو واجب کرتی ہیں اور اس میں سے بعض وہ ہیں جو قیمت کو واجب کرتی ہیں اور یہ شکار کا بدلہ ہے اور احرام باندھنے والے قاتلوں کے متعدد ہو جانے سے جزاء بھی متعدد ہو جاتی ہے، اور وہ

جنایت جس سے دم لازم آتا ہے یہ محرم کا خوشبو لگانا یا اپنے سر کو مہندی لگانا یا زیتون کے تیل لگانے سے یا اسکے مثل یا سلے ہوئے کپڑے پہن لینے سے، یا پورے دن اپنے سر کو چھپا لینے سے یا اپنے سر کے چوتھائی کا منڈوا لینے سے، یا پچھنا لگوانے کی جگہ یا دونوں بغلوں میں سے ایک کو یا زیر ناف کو یا گردن کو یا اپنے ہاتھوں کے ناخون کو کاٹنے سے اور پیر کے ایک ہی مجلس میں یا ایک پیر یا ایک ہاتھ کے ناخون کو کاٹنے کی وجہ سے یا ان واجبات کو چھوڑ دینے کی وجہ سے جنکا بیان پہلے ہو چکا ہے یا مونچھوں کے ترشوانے میں ایک عادل شخص کے فیصلے کا اعتبار کیا جائے گا۔

تشریح و مطالب:۔ ابھی تک مصنفؒ عام احکامات کو بیان کر رہے تھے کہ حج کب فرض ہوگا اور کن کن لوگوں پر فرض ہوگا اور کون کس سے افضل ہے اور کس طرح ادا کیا جائے گا جب ان تمام باتوں کو بیان کر چکے اور ان کے احکامات کو ذکر کر چکے تو اب یہ ضروری تھا کہ ان چیزوں کو بھی بتلاتے کہ جن کے چھوٹ جانے سے یا جن میں کمی کی وجہ سے کچھ تاوان واجب ہوتا ہے لہٰذا اب انہی چیزوں کو یہاں سے بیان کر رہے ہیں کہ کن کاموں کے کرنے کی وجہ سے کیا تاوان لازم آتا ہے۔

الجنایات:۔ یہ جنایت کی جمع ہے ویسے اسکے معنی معصیت کے ہیں لیکن یہاں پر جنایت اسے کہا جاتا ہے جو احرام یا حرم کی بے حرمتی کی وجہ سے ہو تو اس کی وجہ سے کبھی تو دو دم لازم ہوتے ہیں اور کبھی ایک اور کبھی روزہ رکھنا واجب ہوتا ہے اور کبھی صرف صدقہ کرنا کافی ہوتا ہے اور جنکی وجہ سے دم لازم آتا ہے وہ کل سات ہیں جیسے اس شعر میں بیان کیا گیا ہے۔

محرم الاحرام ترك واجب — ازالة الشعر و قص ظفر
واللبس والوطى مع الدواعى — والطيب والدهن وصيد البر

یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ احرام باندھنے والے کا کسی واجب کو ترک کر دینا اور بال و ناخن کا کاٹنا اور سلا ہوا کپڑا پہننا، وطی کرنا اور خوشبو لگانا اور تیل لگانا اور خشکی کا شکار کرنا اور اسی طرح سے حرم کے درخت وغیرہ کا کاٹنا۔ (در مختار شامی بتصرف)

مایوجب دما:۔ یہ عام ہے اور ایک بکری کا ذبح کر دینا کافی ہو جائے گا لہٰذا جہاں پر بھی دم کو مطلق ذکر کر دیا جائے وہاں پر بکری کا ذبح کرنا کافی ہو جائے گا، لیکن دو جگہیں ایسی ہیں کہ وہاں پر بکری کافی نہیں ایک تو یہی ہے کہ وقوف عرفہ کے بعد اور حلق سے پہلے جب جماع کر لیا ہو اور دوسری جگہ وہ ہے کہ طواف زیارت کو حالت جنابت یا حالت حیض میں کر لیا ہو تو ان دونوں جگہوں میں بکری کا ذبح کرنا کافی نہ ہوگا بلکہ بدنہ ذبح کرنا ہوگا۔

مایوجب صدقة:۔ یعنی حالت احرام میں جنایت کی وجہ سے جو صدقہ واجب ہوتا ہے وہ نصف صاع ہوتا ہے اور ہر جگہ نصف صاع ہی دیا جائے گا، لیکن اگر ٹڈی، جوں وغیرہ کو مار دیا تو اسوقت جتنا چاہے کھلا دے اس میں مقدار متعین نہیں۔

یتعدد الجزاء:۔ مثلاً ایک شکار کو دو محرموں نے قتل کیا تو اب یہاں پر دو جزاء لازم آئے گی اس لئے کہ یہاں پر ان دونوں کا فعل پایا گیا لیکن اگر غیر محرم نے مل کر حرم کے جانور کو قتل کر دیا تو اس وقت ایک ہی جنایت پائی گئی اس لئے کہ مکان متحد ہے اس لئے ایک ہی دم لازم آئیگا۔ **(وهكذا قال صاحب التنوير وشارحه)**

طیب :۔ مصنفؒ نے اسے مطلق ذکر کیا لہٰذا اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ خواہ جان بوجھ کر خوشبو لگائی ہو یا بھول کر یا اسے یہ بات معلوم ہی نہ تھی ہر صورت میں اس کے اوپر دم لازم آئے گا۔

محرم :۔ اس سے اس شخص کو نکالنا مقصود ہے کہ جس نے حالت احرام کے علاوہ میں خوشبو لگائی اور اسکے بعد احرام باندھ لیا اور وہ خوشبو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو گئی تو اسکی وجہ سے اس پر کچھ واجب نہ ہو گا۔

وَالَّتِي تُوْجِبُ الصَّدَقَةَ بِنِصْفِ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ اَوْ قِيْمَتِهٖ هِيَ مَالَوْ تَطَيَّبَ اَقَلَّ مِنْ عُضْوٍ اَوْ لَبِسَ مَخِيْطاً اَوْ غَطّٰى رَاْسَهٗ اَقَلَّ مِنْ يَوْمٍ اَوْ حَلَقَ اَقَلَّ مِنْ رُبْعِ رَاْسِهٖ اَوْ قَصَّ ظُفْراً وَكَذَا لِكُلِّ ظُفْرٍ نِصْفُ صَاعٍ اِلَّا اَنْ يَّبْلُغَ الْمَجْمُوْعُ دَماً فَيَنْقُصُ مَاشَاءَ مِنْهُ كَخَمْسَةٍ مُتَفَرِّقَةٍ اَوْ طَافَ لِلْقُدُوْمِ وَلِلصَّدْرِ مُحْدِثاً وَتَجِبُ شَاةٌ وَلَوْ طَافَ جُنُباً اَوْ تَرَكَ شَوْطاً مِنْ طَوَافِ الصَّدْرِ وَكَذَا لِكُلِّ شَوْطٍ مِنْ اَقَلِّهٖ اَوْ حَصَاةً مِنْ اِحْدَى الْجِمَارِ وَكَذَا لِكُلِّ حَصَاةٍ فِيْمَا لَمْ يَبْلُغْ رَمْيَ يَوْمٍ اِلَّا اَنْ يَّبْلُغَ دَماً فَيَنْقُصُ مَاشَاءَ اَوْ حَلَقَ رَاْسَ غَيْرِهٖ اَوْ قَصَّ اَظْفَارَهٗ وَاِنْ تَطَيَّبَ اَوْ لَبِسَ اَوْ حَلَقَ بِعُذْرٍ تَخَيَّرَ بَيْنَ الذَّبْحِ اَوِ التَّصَدُّقِ بِثَلٰثَةِ اَصْوُعٍ عَلٰى سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ اَوْ صِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ۔

ترجمہ: اور وہ جنایتیں جو صدقہ کو واجب کرتی ہیں نصف صاع گیہوں میں سے یا اسکی قیمت، وہ عضو سے کم میں خوشبو لگانا ہے یا سلا ہوا کپڑا پہننا ہے یا ایک دن سے کم سر کو ڈھکنا ہے یا ربع راس سے کم سر کو منڈولنا ہے یا ناخون کاترشوانا ہے اور اسی طریقہ سے ہر ناخون کیلئے نصف صاع ہے مگر جبکہ ان تمام کا مجموعہ ایک دم کو پہونچ جائے تو جتنا بھی چاہے اس میں سے کم کر دے جیسا کہ پانچ متفرق ناخنوں میں یا طواف قدوم کیا یا طواف صدر کیا ہو حدث کی حالت میں اور بکری واجب ہوتی ہے اگر چہ حالت جنابت میں طواف کیا ہو، یا طواف صدر میں سے کسی شوط کو چھوڑ دیا ہو اور اسی طریقہ سے ہر رمی کے بدلہ میں نصف صاع واجب ہوتا رہے گا اس مقدار میں کہ ایک دن کی رمی کی مقدار کو پہونچ جائے مگر یہ کہ ایک دم کو پہونچ جائے تو اس میں جتنا چاہے کم کر دے یا دوسرے کے سر کو مونڈ دیا یا دوسرے کے ناخن کو کاٹ دیا اور اگر خوشبو یا سلا ہوا کپڑا یا حلق کسی وجہ سے کیا ہے تو اسکو اختیار ہے ذبح کرنے میں یا تین صاع کے صدقہ کرنے میں چھ مسکینوں پر یا تین دن کے روزہ رکھنے میں۔

تشریح و مطالب :۔ التی توجب الصدقۃ :۔ اب یہاں سے اس صورت کو بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ جس کی وجہ سے صدقہ واجب ہوتا ہے چونکہ وہ جنایت بڑھی ہوئی ہوتی ہے جس میں دم لازم ہوتا ہے اس لئے اس کو پہلے بیان کیا۔

بنصف صاع :۔ یعنی یہ صدقہ جو کیا جائے گا اس کی مقدار نصف صاع گیہوں ہے یا اسکی قیمت ہے لہٰذا اس مقدار کے دے دینے سے صدقہ ادا ہو جائے گا۔

تجب شاۃ :۔ یعنی یہ نصف صاع اس وقت واجب ہوتا ہے کہ جب طواف حالت حدث میں کیا ہو لیکن اگر طواف حالت جنابت میں کیا ہے تو اس وقت ایک بکری واجب ہو گی۔

وکذالکل شوط :۔ یعنی اگر اقل طواف سے بھی ایک شوط کو ترک کر دیا اور اس کی اقل مقدار تین ہے تو اس پر بھی نصف صاع گیہوں یا اس کی قیمت واجب ہے۔

اوحصاۃ :۔ اور اگر رمی جمار کے وقت کنکری کو چھوڑ دیا ہو تو بھی صدقہ سے کام چل جائے گا لیکن یہ مسئلہ اس وقت ہے کہ جب اس کی مقدار اس حد تک پہونچی ہو کہ جو ایک دن کے رمی کے برابر ہو جائے۔

اوحلق راس غیرہ :۔ مصنفؒ نے اسے مطلق ذکر کیا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ غیر محرم ہو یا محرم ہر ایک صورت میں اس پر صدقہ واجب ہوگا، بخلاف اس صورت کے کہ اگر کسی غیر کے عضو پر خوشبو لگا دیا، یا کسی کو سلا ہوا کپڑا پہنا دیا تو اسوقت اس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

بعذر :۔ یہاں پر عذر کی قید اس وجہ سے لگائی کہ اگر یہ حلق بلا کسی عذر کے کیا تو اس صورت میں دم یا صدقہ لازم ہوگا۔

وَالَّتِی تُوْجِبُ اَقَلَّ مِنْ نِصْفِ صَاعٍ فَهِیَ مَا لَوْ قَتَلَ قُمْلَةً اَوْ جَرَادَةً فَیَتَصَدَّقُ بِمَا شَاءَ وَالَّتِی تُوْجِبُ الْقِیْمَةَ فَهِیَ مَالَوْ قَتَلَ صَیْداً فَیُقَوِّمُهُ عَدْلَانِ فِی مَقْتَلِهٖ اَوْ قَرِیْبٍ مِنْهُ فَاِنْ بَلَغَتْ هَدْیاً فَلَهُ الْخِیَارُ اِنْ شَاءَ اِشْتَرَاهُ وَذَبَحَهُ اَوِاشْتَرٰی طَعَاماً وَتَصَدَّقَ بِهٖ لِکُلِّ فَقِیْرٍ نِصْفَ صَاعٍ اَوْ صَامَ عَنْ طَعَامِ کُلِّ مِسْکِیْنٍ یَوْماً وَاِنْ فَضَلَ اَقَلَّ مِنْ نِصْفِ صَاعٍ تَصَدَّقَ بِهٖ اَوْ صَامَ یَوْماً وَتَجِبُ قِیْمَةُ مَانَقَصَ وَبِنَتْفِ رِیْشِهِ الَّذِیْ لَایَطِیْرُ بِهٖ وَقَطْعِ عُضْوٍ لَایَمْنَعُهُ الاِمْتِنَاعُ بِهٖ وَتَجِبُ الْقِیْمَةُ بِقَطْعِ بَعْضِ قَوَائِمِهٖ وَنَتْفِ رِیْشِهٖ وَکَسْرِ بَیْضِهٖ وَلَا یُجَاوِزُ عَنْ شَاةٍ بِقَتْلِ السَّبُعِ وَاِنْ صَالَ لَا شَیْئَ بِقَتْلِهٖ وَلَا یَجْزِئُ الصَّوْمُ بِقَتْلِ الْحَلَالِ صَیْدَ الْحَرَمِ وَلَا بِقَطْعِ حَشِیْشِ الْحَرَمِ وَالشَّجَرِ النَّابِتِ بِنَفْسِهٖ وَلَیْسَ مِمَّا یُنْبِتُهُ النَّاسُ بَلِ الْقِیْمَةُ وَحَرُمَ رَعْیُ حَشِیْشِ الْحَرَمِ وَقَطْعُهُ اِلاَّ الاِذْخِرَ وَالْکَمْاَةَ۔

ترجمہ: ۔ اور وہ جنایت جس کی وجہ سے نصف صاع سے کم واجب ہوتا ہے تو وہ یہ ہے کہ جوں یا ٹڈی کو مار دے، تو اس میں جو چاہے صدقہ کرے اور وہ جنایت جو قیمت کو واجب کر دیتی ہے تو وہ اس وجہ سے ہے کہ اگر شکار کو قتل کر دیا ہو تو دو عادل آدمی اس شکار کے قتل کئے جانے کی جگہ میں قیمت کا اندازہ لگائیں گے، یا وہ جگہ جو اس سے قریب ہو، تو اگر اس کی قیمت ہدی کے جانور کی مقدار کو پہونچ جائے تو اسے اس بارے میں اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اسے خریدے اور ذبح کرے یا کھانا خریدے اور ہر فقیر کو نصف صاع دیدے یا ہر مسکین کے کھانے کے بدلے ایک دن روزہ رکھے، اور اگر نصف صاع سے کم بچ جائے تو اسے صدقہ کر دے یا ایک دن روزہ رکھے، اور واجب ہوگی اتنی قیمت جو کم ہوگئی ہے پرند کے ان پروں کے اکھاڑنے سے جس سے وہ اڑتا نہیں تھا اور اس کے نوچنے سے اور کسی عضو کے کاٹ دینے سے جو حفاظت یہ جانور کر سکتا تھا اور اس کاٹنے کی وجہ سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، اور اسکے قوائم میں سے کسی ایک کے کاٹ دینے سے اور اسکے پروں کے اکھاڑ دینے کی وجہ سے اور اسکے انڈے پھوڑ دینے سے قیمت واجب ہوگی اور یہ درند کے قتل کے عوض بکری کی قیمت سے تجاوز نہ کیا جائے گا، اور اگر حملہ کرے تو اس کے قتل کر دینے

کی وجہ سے کوئی دم لازم نہ آئیگا اور اگر کسی حلال شخص نے حرم کے شکار کو قتل کر دیا ہے تو اسکے لئے روزہ رکھنا کافی نہ ہوگا اور حرم کی گھاس کاٹنے سے اور اس درخت کے کاٹنے سے جو بذات خود اگتا ہے اور وہ ان میں سے ہے جسے لوگ بوتے نہیں، بلکہ قیمت لازم ہوگی اور حرم کی گھاس کا چرانا اور اس کا کاٹنا حرام ہے مگر اذخر اور کمأۃ کا۔

تشریح و مطالب:۔ اقل من نصف صاع :۔ اب یہاں سے اس صورت کو بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ جس کی وجہ سے نصف صاع سے بھی کم صدقہ واجب ہوتا ہے اسے مؤخر اس وجہ سے کیا کہ اس کے جنایت کا درجہ کم ہے ان دونوں کے مقابل میں۔

قملة :۔ اسے مطلق ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ تمام صورتوں کو شامل ہے کہ اگر وہ خود اپنے کپڑے سے نکال کر اسے مارے یا زمین پر گر گیا اور اسے مار ڈالا یا اسی طرح اپنے کپڑے کو دھوپ میں اس وجہ سے ڈال دیا تاکہ یہ مر جائیں تو ان تمام کا یہی حکم ہے۔

بماشاء :۔ یعنی اگر ان جانوروں میں سے کسی کو مار ڈالا تو اس وقت اس کو اختیار ہے جو چاہے صدقہ کر دے اس میں کسی مقدار کی قید نہیں ہے۔

مانقص :۔ یعنی ایک جانور جس وقت صحیح سالم تھا اس وقت اسکی قیمت پانچ روپیہ تھی اور جب اس نے اس کے اندر نقص پیدا کر دیا تو اس نقص کی وجہ سے جو قیمت میں کمی ہوگی اتنی مقدار میں صدقہ کرے گا مثلاً وہ نقص اتنی مقدار میں ہے کہ اس کی وجہ سے ۲ روپیہ کم ہو جاتا ہے تو اب دو روپیہ اس پر واجب ہوگا۔

السبع :۔ اس سے مراد وہ جانور ہیں کہ جو کھائے نہیں جاتے اگرچہ وہ خنزیر اور ہاتھی ہی کیوں نہ ہوں کہ ان کے قتل پر ایک بکری سے زیادہ واجب نہ ہوگا۔

ولایجزی :۔ یعنی اگر ایک آدمی نے جو حالت احرام میں نہیں تھا اور اس نے حرم پاک کے جانور کو قتل کر دیا تو اب اس پر اس جانور کی قیمت واجب ہوگئی اب اس کو چاہئے کہ اسے فقیروں اور مسکینوں پر تقسیم کر دے اور اس صورت میں اگر وہ چاہے کہ روزہ رکھ کر اس کو ختم کر دے تو یہ روزہ رکھنا اس کیلئے کافی نہ ہوگا۔

حشیش الحرم :۔ اولاً یہ بات جان لینی ضروری ہے کہ حرم میں جو درخت ہوتے ہیں انکی چار قسمیں ہیں، تین تو ان میں سے وہ ہیں کہ جن کا کاٹنا جائز ہے اور اس سے بلا کسی جزا کے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے، لیکن ایک وہ ہے کہ انکے کاٹنے اور اس سے نفع حاصل کرنے میں جزا لازم ہوتی ہے، وہ تین درخت کہ جنکی وجہ سے جزاء لازم ہوتے ہیں وہ یہ ہیں (۱) وہ درخت جسے لوگ بوتے اور اگاتے ہوں، لیکن وہ اس جنس سے ہو کہ لوگ اسے اگاتے ہوں (۲) وہ درخت اور پودہ کہ جسے لوگ اگاتے ہوں اور وہ اسی جنس سے بھی ہو (۳) وہ درخت یا پودہ جو خود اگ گیا ہو اور وہ اس جنس سے ہو کہ لوگ اسے اگاتے ہوں۔

اب رہ گئی یہ بات کہ وہ کون سا درخت ہے جس پر جزا واجب ہوتی ہے تو وہ ایسا درخت ہے کہ جو خود اگ گیا ہو

اور اسے لوگ اگاتے اور لگاتے نہ ہوں۔

فصلٌ. وَلاَ شَئَ بِقَتْلِ غُرَابٍ وَحِدَاةٍ وَعَقْرَبٍ وَفَارَةٍ وَحَيَّةٍ وَكَلْبٍ عَقُوْرٍ وَبَعُوْضٍ وَنَمْلٍ وَبُرْغُوْثٍ وَقُرَادٍ وَسُلَحْفَاةٍ وَمَا لَيْسَ بِصَيْدٍ.

ترجمہ: . اور کوئی چیز واجب نہیں ہوتی کوا، چیل، بچھو، چوہا، سانپ، پاگل کتے، مچھر، چیونٹی، پسو، چیچڑی اور کچھوا کے مارنے سے اور ان جانوروں کے مارنے سے جو شکار نہیں کیۓ جاتے۔

تشریح و مطالب:۔ اب اس فصل میں ان جانوروں کا تذکرہ کررہے ہیں کہ جن کے قتل کردینے پر جزاء واجب نہیں ہوتی اس لئے کہ حدیث پاک میں صراحت موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقتل المحرم الفارة والغراب والحداة والعقرب والحية والكلب العقور (بخاری) مصنف نے یہاں پر لیس فی قتل المحرم نہیں کہا اس لئے کہ ان جانوروں کے قتل کرنے میں خواہ وہ حرم میں ہوں یا باہر ہوں کچھ واجب نہیں ہوتا۔

فصلٌ. اَلْهَدْىُ اَدْنَاهُ شَاةٌ وَهُوَ مِنَ الاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَمَا جَازَ فِى الضَّحَايَا جَازَ فِى الْهَدَايَا وَالشَّاةُ تَجُوْزُ فِى كُلِّ شَئٍ اِلاَّ فِى طَوَافِ الرُّكْنِ جُنُباً وَوَطْئٍ بَعْدَ الْوُقُوْفِ قَبْلَ الْحَلْقِ فَفِى كُلٍّ مِنْهُمَا بَدَنَةٌ وَخُصَّ هَدْىُ الْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ بِيَوْمِ النَّحْرِ فَقَطْ وَخُصَّ ذَبْحُ كُلِّ هَدْىٍ بِالْحَرَمِ اِلاَّ اَنْ يَّكُوْنَ تَطَوُّعاً وَتَعَيَّبَ فِى الطَّرِيْقِ فَيَنْحَرُ فِى مَحَلِّهٖ وَلاَ يَاكُلُهٗ غَنِىٌّ وَ فَقِيْرُ الْحَرَمِ وَغَيْرِهٖ سَوَاءٌ وَتُقَلَّدُ بَدَنَةُ التَّطَوُّعِ وَالْمُتْعَةِ وَالْقِرَانِ فَقَطْ وَيَتَصَدَّقُ بِجِلاَلِهٖ وَخِطَامِهٖ وَلاَ يُعْطِى اَجْرُ الْجَزَّارِ مِنْهُ وَلاَ يَرْكَبُهٗ بِلاَ ضَرُوْرَةٍ وَلاَ يَحْلِبُ لَبَنَهٗ اِلاَّ اَنْ بَعُدَ الْمَحِلُّ فَيَتَصَدَّقُ بِهٖ وَيَنْضَحُ ضَرْعَهٗ اِنْ قَرُبَ الْمَحِلُّ بِالنُّقَاخِ وَلَوْ نَذَرَ حَجّاً مَاشِياً لَزِمَهٗ وَلاَ يَرْكَبُ حَتّٰى يَطُوْفَ لِلرُّكْنِ فَاِنْ رَكِبَ اَرَاقَ دَماً وَفُضِّلَ الْمَشْىُ عَلَى الرُّكُوْبِ لِلْقَادِرِ عَلَيْهِ وَفَّقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِفَضْلِهٖ وَمَنَّ عَلَيْنَا بِالْعَوْدِ عَلٰى اَحْسَنِ حَالٍ اِلَيْهِ بِجَاهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: . ہدی کی کم سے کم مقدار ایک بکری ہے اور اصل میں یہ لفظ اونٹ گاۓ بکری کیلئے ہے، اور وہ جانور کہ جن کا قربانی میں ذبح کرنا جائز ہے وہ جانور ہدی میں بھی جائز ہوتا ہے اور بکری ہر ایک چیز میں جائز ہے مگر جبکہ طواف رکن کو حالت جنابت میں کیا ہو اور وقوف عرفہ کے بعد حلق سے قبل وطی کرلینے پر تو ان میں سے ہر ایک میں ایک بدنہ ہے اور خاص ہے متعہ اور قران کی ہدی فقط یوم نحر کے ساتھ اور ہر ہدی کا ذبح کرنا حرم کے ساتھ خاص ہے مگر یہ کہ نفلی ہو، اور راستہ میں عیب لگ گیا ہو تو اسے اسی جگہ پر ذبح کردیا جاۓ گا اور غنی اس میں سے نہیں کھاۓ گا۔ اور حرم میں رہنے والا فقیر اور غیر حرم کا فقیر برابر ہیں، اور فقط نفل اور تمتع اور قران کے بدنہ کو قلادہ پہنایا جائیگا اور ذبح کے بعد اس کی جھول اور مہار کو صدقہ کردے اور قصاب کی اجرت اس میں سے نہ دی جاۓ، اور بلا ضرورت اس پر سوار بھی نہ ہو اور نہ اسکا دودھ دوہا جاۓ گا، مگر ہاں اس

صورت میں کہ وہ مقام بہت دور ہو، تو اس صورت میں دودھ کا صدقہ کردے اور اگر مقام قریب ہو تو اسکے تھنوں پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار دے اور اگر پیدل حج کرنے کی منت مانی تھی تو اس پر پیدل حج کرنا لازم ہو جائے گا اور جب تک طواف رکن ادا نہ کرے سوار نہیں ہو سکتا پس اگر سوار ہو جائے تو خون بہائے اور جو شخص کہ پیدل چلنے پر قادر ہو اسکے حق میں پیدل چلنے کو سوار ہونے پر فضیلت دی گئی ہے، خداوند عالم ہم کو اپنے فضل و کرم سے توفیق عنایت فرمائے اور بہترین حالت میں دوبارہ حج کیلئے جانے کا ہم پر احسان فرمائے، ہمارے سردار افضل المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے سے۔ (آمین)

تشریح و مطالب :۔ ابھی تک مصنفؒ ان کو بیان کر رہے تھے کہ جن میں جزاء واجب ہوتی ہے اور الگ الگ احکامات کو بھی بیان کر دیا، تو اب یہاں سے یہ بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ ہدی میں کون کون جانور لئے جا سکتے ہیں۔

من الابل :۔ یعنی اگر یہ ہدی اونٹ ہو تو یہ ضروری ہے کہ وہ پانچ سال کا ہو اس سے کم میں گنجائش نہیں اور اگر گائے ہو تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ دو سال کی ہو اور زیادہ بہتر تو یہی ہے کہ اس عمر سے زائد ہی ہو تاکہ شبہ وغیرہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔

جاز :۔ یعنی ہر وہ جانور جس کی قربانی جائز ہے اس جانور کا ہدی بھی جائز ہے۔

تجوز فی کل شئی :۔ مصنفؒ کی اس عبارت سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ بکری کو ہر ایک میں ذبح کیا جا سکتا ہے اور ہر جنایت میں بکری کافی ہو جائے گی لیکن یہ بات نہیں اس سے تعمیم مراد ہرگز نہ ہوگی اس لئے کہ مصنفؒ اس سے قبل خود ہی یہ بیان کر چکے ہیں کہ بکری دو جگہ کافی نہ ہوگی ایک جگہ تو یہ ہے کہ کسی نے بدنہ کی نذر مانی تھی اور دوسری جگہ یہ ہے کہ کسی نے حالت جنابت میں طواف کر لیا ہو، یا اسی طرح سے وقوف عرفہ کے بعد اور حلق سے قبل جب جماع کر لیا ہو تو اس میں بدنہ کا ذبح کرنا ضروری ہے۔

للقران بیوم النحر فقط :۔ یعنی قران میں جو جانور ذبح کیا جائے گا وہ یوم النحر کے ساتھ خاص ہے اسے دوسرے دن ذبح نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ جانور کو ایک خاص مکان میں ذبح کرنا مؤقت ہے اب یہ جانور خواہ شکریہ کے طور پر ہو یا جنایت کی وجہ سے واجب ہوا ہو، لہٰذا اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ دو ہی جانور یعنی تمتع اور قران کے ایسے ہیں جو زمان و مکان کے ساتھ خاص ہیں۔

کل :۔ یعنی ہر جانور خواہ وہ نذر کا ہو یا اور کسی طرح کا تمام کے تمام کا ذبح کرنا حرم کے ساتھ خاص ہے لیکن اس میں نذر بدنہ شامل نہیں ہے اس لئے کہ وہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک حرم کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اجو :۔ اس کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اگر اسکے گوشت میں سے کچھ صدقہ اسے بھی دیدے تو صحیح ہے اس لئے کہ وہ صدقہ کرنے کا اہل ہے۔

لایر کبہ :۔ اس سے اس طرف اشارہ ہے کرنا مقصود ہے کہ جس طرح اس پر سوار نہ ہوا جائے اسی طرح اس

پر سامان وغیرہ بھی نہ لادا جائے اگر اس کی وجہ سے کچھ نقص آگیا تو یہ اس کا ضامن ہوگا۔

فصلٌ. فِیْ زِیَارَةِ النَّبِی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی سَبِیْلِ الاِخْتِصَارِ تَبْعاً لِمَا قَالَ فِی الاِخْتِیَارِ لَمَّا کَانَتْ زِیَارَةُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم مِنْ اَفْضَلِ الْقُرَبِ وَاَحْسَنِ الْمُسْتَحَبَّاتِ بَلْ تَقْرُبُ مِنْ دَرَجَةِ مَا لَزِمَ مِنَ الْوَاجِبَاتِ فَاِنَّهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم حَرَضَ عَلَیْهَا وَبَالَغَ فِی النُّدْبِ اِلَیْهَا فَقَالَ مَنْ وَجَدَ سَعَةً وَلَمْ یَزُرْنِی فَقَدْ جَفَانِی وَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ وَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَمَاتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ اِلٰی غَیْرِ ذَالِكَ مِنَ الاَحَادِیْثِ وَمِمَّا هُوَ مُقَرَّرٌ عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ اَنَّهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم حَیٌّ یُرْزَقُ مُمَتَّعٌ بِجَمِیْعِ الْمَلاذِّ وَالْعِبَادَاتِ غَیْرَ اَنَّهُ حُجِبَ عَنْ اَبْصَارِ الْقَاصِرِیْنَ عَنْ شَرِیْفِ الْمَقَامَاتِ.

ترجمہ: . حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مختصر طریقہ پر ”اختیار“ کی اتباع کرتے ہوئے۔

جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت افضل عبادات میں شامل ہے اور تمام مستحب چیزوں میں بہتر ہے بلکہ واجب چیزوں کے درجہ میں ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف ترغیب دلائی ہے اور اسکے مستحب ہونے کے بارے میں مبالغہ فرمایا ہے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس گنجائش تھی اور اس شخص نے میری زیارت نہیں کی تو اس شخص نے میرے اوپر ظلم وزیادتی کی اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے میری قبر کی زیادت کی تو میرے اوپر اس شخص کی شفاعت واجب ہوگئی، اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس شخص نے گویا کہ زندگی میں میری زیارت کی اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث ہیں اور نیز محققین کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم باحیات ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے صرف یہ کہ ان لوگوں کی نگاہوں سے محجوب ہیں جو مقامات عالیہ سے قاصر ہیں۔

تشریح ومطالب:۔ مصنفؒ نے پہلے ہی وعدہ کیا تھا کہ میں زیارت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک مستقل فصل قائم کروں گا اسی وعدہ کے مطابق یہاں پر اس فصل کو لائے ہیں چونکہ حضور پاک ﷺ کے احسانات اس امت پر بہت ہیں جس کا تقاضا ہے کہ محسن کے احسان کو مانا جائے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی موجود ہے کہ اس کے بارے میں بہت سے فضائل وارد ہیں جیسا کہ اس کا تذکرہ ابھی انشاء اللہ آگے چل کر کیا جائیگا۔

زیارۃ :۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر حج فرض ہو تو اس کو زیارت میں مقدم کیا جائے لیکن اگر فرض نہ ہو تو اس وقت اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو پہلے زیارۃ النبی کرے اور بعد میں حج۔

یہ بات یاد رہے کہ تین ہی مقامات ایسے ہیں کہ جن کے لئے سفر کیا جاسکتا ہے اس کے علاوہ کیلئے سفر کر کے زیارت قبور کے لئے جانا جائز نہیں ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ان تینوں مقامات کو بیان کر دیا گیا ہے، فرمان رسولؐ ہے

لاتشد الرحال الا لثلاثة مساجد مسجد الحرام ومسجدی هٰذا والمسجد الاقصیٰ (بخاری ومسلم)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایامن جاء نی زائراً لاتعلمه حاجته الا زیارتی کان حقا علی ان اکون شفیعاً له یوم القیامة۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت نہ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایامن وجد سعة ولم یزرنی فقد جفانی اور اسی طرح سے ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایامن زار قبری وجبت له شفاعتی یہاں پر شفاعت سے مراد مقام محمود کے علاوہ کی شفاعت ہے اس لئے کہ اس جگہ کی شفاعت عام ہوگی (طحطاوی)
اور ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایامن زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی۔
حیّ یرزق :۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار مبارک میں باحیات ہیں لیکن آپ کی مثال بالکل ایسی ہے کہ چراغ کو جلا کر ایک کمرے میں رکھدیا جائے اور اس کے تمام دروازوں کو بند کر دیا جائے جس کی وجہ سے اس کی روشنی باہر نہ آسکے لیکن اس کی اندر رہے، اور یہی وجہ ہے امہات المؤمنین ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح حرام ہونے کا اور اسی طرح سے آپ کے مال میں میراث کے جاری نہ ہونے کا، کہ یہ چیزیں دوسروں کی طرف مرنے کے بعد منتقل کی جاتی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ سب نہیں ہے۔

وَلَمَّا رَأَيْنَا اَكْثَرَ النَّاسِ غَافِلِيْنَ عَنْ اَدَاءِ حَقِّ زِيَارَتِهِ وَمَا يُسَنُّ لِلزَّائِرِيْنَ مِنَ الْكُلِّيَاتِ وَالْجُزْئِيَاتِ اَحْبَبْنَا اَنْ نَذْكُرَ بَعْدَ الْمَنَاسِكِ وَاَدَائِهَا مَا فِيْهِ نُبْذَةٌ مِنَ الْآدَابِ تَتْمِيْماً لِفَائِدَةِ الْكِتَابِ فَنَقُوْلُ يَنْبَغِيْ لِمَنْ قَصَدَ زِيَارَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُكْثِرَ مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَيْهِ فَاِنَّهُ يَسْمَعُهَا وَتَبْلُغُ اِلَيْهِ وَفَضْلُهَا اَشْهَرُ مِنْ اَنْ يُذْكَرَ فَاِذَا عَايَنَ حِيْطَانَ الْمَدِيْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ نَبِيِّكَ

ترجمہ :۔ اور جب ہم نے اکثر لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے حق سے غافل پایا اور ان چیزوں سے جو کہ سنت ہے کلیات اور جزئیات میں سے تو ہم نے بہتر سمجھا کہ ہم فائدہ کتاب کو مکمل کرنے کی غرض سے مناسک حج اور اس کی ادائیگی کے ذکر کے بعد ایسی یادداشت پیش کر دیں جس میں کچھ آداب آجائیں تو ہم کہتے ہیں کہ مناسب ہے کہ اس شخص کیلئے جو حضور علیہ السلام کا ارادہ کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجے کیونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بنفس نفیس سنتے ہیں اور آپ کے پاس وہ درود پہونچادیا جاتا ہے اور درود پاک کی فضیلت اس بات سے زیادہ ہے کہ اسے بیان کیا جائے پس جب مدینہ منورہ کی دیواروں کو دیکھے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، پھر یہ دعا پڑھے۔

تشریح و مطالب :۔ لمارأینا :۔ اب یہاں سے مصنفؒ یہ بیان کرنا چاہ رہے ہیں کہ اس کے بیان کرنے اور اسکے طریقہ کو ذکر کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی جبکہ حدیث پاک علیہ السلام میں اسکے فضائل اور اسکے ترک پر وعیدیں موجود ہیں، تو کہتے ہیں کہ میں نے اکثر لوگوں کو اس سے غافل پایا کہ وہ لوگ اسکی کچھ اہمیت ہی نہیں سمجھتے تھے یا سمجھتے تو تھے مگر آداب نہیں بجالاتے تھے اس وجہ سے مناسب خیال کیا کہ اسکے جزئیات و کلیات کو بیان کر دیا جائے۔
الکلیات :۔ یہاں پر کلیات لاکر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اسی میں تحیة المسجد کے بھی احکامات

بیان کئے جائیں گے۔

الجزئیات :۔ اس سے مراد خاص وہ احکامات ہیں جو زیارت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہیں کہ وہاں پر جاکر کس طرح کھڑا ہوا جائے، جو ابھی آئندہ صفحات میں آرہا ہے۔ (طحطاوی)

تبلغ :۔ احادیث میں آتا ہے کہ جب کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس کو حضور تک پہونچاتے ہیں اور کچھ فرشتے ان کیلئے مامور ہیں۔ (طحطاوی)

اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ نَبِيِّكَ وَمَهْبَطُ وَحْيِكَ فَامْنُنْ عَلَيَّ بِالدُّخُوْلِ فِيْهِ وَاجْعَلْهُ وِقَايَةً لِّيْ مِنَ النَّارِ وَاَمَاناً مِنَ الْعَذَابِ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْفَائِزِيْنَ بِشَفَاعَةِ الْمُصْطَفٰى يَوْمَ الْمَآبِ وَيَغْتَسِلُ قَبْلَ الدُّخُوْلِ اَوْ بَعْدَهٗ قَبْلَ التَّوَجُّهِ لِلزِّيَارَةِ اِنْ اَمْكَنَهٗ وَيَتَطَيَّبُ وَيَلْبَسُ اَحْسَنَ ثِيَابِهٖ تَعْظِيْماً لِلْقُدُوْمِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ الْمُنَوَّرَةَ مَاشِياً اِنْ اَمْكَنَهٗ بِلَا ضَرُوْرَةٍ بَعْدَ وَضْعِ رَكْبِهٖ وَاطْمِئْنَانِهٖ عَلٰى حَشَمِهٖ اَوْ اَمْتِعَتِهٖ مُتَوَاضِعاً بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ مُلَاحِظاً جَلَالَةَ الْمَكَانِ قَائِلاً بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْنِيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَاناً نَّصِيْراً اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ.

ترجمہ: اے اللہ یہ تیرے مقدس نبی کا حرم محترم ہے اور تیری وحی کے اترنے کی مبارک جگہ ہے تو اے اللہ مجھ پر احسان فرما کہ میں اس میں داخل ہوں اور اے اللہ اسکو میرے لئے دوزخ سے حفاظت اور عذاب سے امن بنا اور لوٹنے کے دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے ساتھ کامیاب ہونے والے لوگوں میں بنا اور مکہ میں داخل ہونے سے قبل غسل کرے یا داخل ہونے کے بعد زیارت نبیؐ کے جانے سے پہلے اگر یہ بات اسے ممکن ہو اور خوشبو لگائے اور بہترین کپڑا پہنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تعظیم کی وجہ سے پھر مدینہ منورہ میں چل کر داخل ہو اس حالت میں کہ سکینہ اور وقار کے ساتھ ہو تواضع کر رہا ہوں جلالت مکان اور عظمت مقام کا لحاظ رکھتے ہوئے اور یہ کہتا ہوا (ترجمہ) شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر اے اللہ مجھکو سچے مقام میں داخل فرما اور سچے راستہ سے نکال اور اے اللہ میرے لئے اپنی جانب سے ایک باقوت صاحب اقتدار مددگار عطا فرما، اے اللہ ہمارے رسول ﷺ پر اور آپ کی اولاد پر اور اصحاب پر رحمت نازل فرما اور اے اللہ میرے گناہوں کو معاف فرما اور میرے لئے اپنی رحمت اور فضل کا دروازہ کھول دے۔

تشریح و مطالب :۔

یغتسل :۔ یعنی بہتر یہ ہے کہ زیارت النبی کیلئے جب جایا جائے تو اس سے قبل اگر غسل کرنا ممکن ہو تو وہ غسل کرلے۔

یتطیب :۔ اور اسی طرح خوشبو لگالے اور اسکے کپڑوں میں جو کپڑا بہترین ہو اسکو پہن لے اسلئے کہ کسی معمولی آدمی کے یہاں نہیں جارہا ہے بلکہ فخر الرسل ﷺ کے یہاں جارہا ہے اسلئے انکی تعظیم میں یہ سب افعال کئے جائیں۔

حاشیا :۔ اور اسی طریقہ سے بہتر یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں پیدل چل کر داخل ہوا جائے اس لئے کہ جب آدمی کسی بڑے دربار میں جاتا ہے تو اس کے سامنے سوار ہو کر نہیں جاتا بلکہ دور ہی سے سواری پر سے نیچے اتر جاتا ہے اور اسی وجہ سے مدینہ کو منورہ کہا جاتا ہے کہ تمام کا تمام حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے نورانیت سے بھرا ہوا ہے لہٰذا اس کا بھی تقاضا یہی ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے۔

رکبہ :۔ یعنی جس جگہ سامان وغیرہ رکھ رہا ہے اس جگہ کسی کو بٹھادے یا کوئی نشان جان لے تاکہ واپس آنے کے بعد اس کو کوئی پریشانی نہ ہو۔

قائلا :۔ یعنی جس وقت داخل ہو تو وقار و سکون کے ساتھ ہو کسی قسم کی بے ادبی اور سوءادبی اس میں نہ ہو اور داخل ہونے کے بعد یہ دعا جو متن میں مذکور ہے اسے پڑھے۔

ثُمَّ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ الشَّرِيْفَ فَيُصَلِّىْ تَحِيَّتَهٗ عِنْدَ مِنْبَرِهٖ رَكْعَتَيْنِ وَيَقِفُ بِحَيْثُ يَكُوْنُ عَمُوْدُ الْمِنْبَرِ الشَّرِيْفِ بِحِذَاءِ مَنْكِبِهِ الْاَيْمَنِ فَهُوَ مَوْقِفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا بَيْنَ قَبْرِهٖ وَمِنْبَرِهٖ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ كَمَا اَخْبَرَ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مِنْبَرِىْ عَلٰى حَوْضِىْ فَتَسْجُدُ شُكْرًا لِلّٰهِ تَعَالٰى بِاَدَاءِ رَكْعَتَيْنِ غَيْرَ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ شُكْرًا لِمَا وَفَّقَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنَّ عَلَيْكَ بِالْوُصُوْلِ اِلَيْهِ ثُمَّ تَدْعُوْ بِمَا شِئْتَ ثُمَّ تَنْهَضُ مُتَوَجِّهًا اِلَى الْقَبْرِ الشَّرِيْفِ فَتَقِفُ بِمِقْدَارِ اَرْبَعَةِ اَذْرُعٍ بَعِيْدًا عَنِ الْمَقْصُوْرَةِ الشَّرِيْفَةِ بِغَايَةِ الْاَدَبِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُحَاذِيًا لِرَاْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَجْهِهِ الْاَكْرَمِ مُلَاحِظًا نَظْرَهُ السَّعِيْدَ اِلَيْكَ وَسِمَاعَهٗ كَلَامَكَ وَرَدَّهٗ عَلَيْكَ سَلَامَكَ وَتَامِيْنَهٗ عَلٰى دُعَائِكَ.

ترجمہ: ۔ پھر اسکے بعد مسجد شریف میں داخل ہو تو منبر کے پاس کھڑے ہو کر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے اور کھڑا رہے بایں طور کہ منبر شریف کے کھمبے اسکے دائیں مونڈھے کی طرف ہوں اس لئے کہ یہی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے، اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر اور قبر کے درمیان ہے وہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے جیسا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے بارے میں خبر دی ہے، آپ نے خبر دی ہے کہ میرا منبر حوض پر ہے تو اس کا شکر ادا کرنے کیلئے پڑجانا چاہئے، تاکہ دو رکعتیں ادا ہو جائیں جو تحیۃ المسجد کے علاوہ ہوں اس شکریہ کے بدلے میں کہ اللہ تعالیٰ نے جس کی توفیق دی ہے اور احسان فرمایا ہے اس مقام تک پہونچا کر پھر دعا کرے جس چیز کی بھی چاہے، پھر اٹھے اور قبر شریف کیطرف متوجہ ہو، اس طرح کہ قبر مبارک سے جو کہ گھرا ہوا ہے چار گز کی مقدار دوری پر ہو، نہایت ادب کے ساتھ قبلہ کی طرف پشت ہو، اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور اور سر مبارک کے مقابل میں ہو، اور تصور یہ کر رہا ہو کہ حضور پاک کی نظریں تجھے دیکھ رہی ہیں اور حضور پاکؐ تمہارے کلام کو سن رہے ہیں اور تمہارے سلام کا جواب دے رہے ہیں اور تم جس چیز کی دعاء کر رہے ہو اس پر حضور پاکؐ آمین فرما رہے ہیں۔

وَتَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ الرَّحْمَةِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيْعَ الْاُمَّةِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَاسَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُزَمِّلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَامُدَّثِّرُ السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اُصُوْلِكَ الطَّيِّبِيْنَ وَاَهْلِ بَيْتِكَ الطَّاهِرِيْنَ الَّذِيْنَ اَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيْراً جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزٰى نَبِيّاً عَنْ قَوْمِهٖ وَرَسُوْلاً عَنْ اُمَّتِهٖ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَاَوْضَحْتَ الْحُجَّةَ وَجَاهَدْتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ وَاَقَمْتَ الدِّيْنَ حَتّٰى اَتَاكَ الْيَقِيْنُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اَشْرَفِ مَكَانٍ تَشَرَّفَ بِحُلُوْلِ جِسْمِكَ الْكَرِيْمِ فِيْهِ صَلٰوةً وَسَلَاماً دَائِمَيْنِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ عَدَدَ مَاكَانَ وَعَدَدَ مَايَكُوْنُ بِعِلْمِ اللّٰهِ صَلٰوةً لَاانْقِضَاءَ لِاَمَدِهَا.

ترجمہ: . اس کے بعد یہ کہے (ترجمہ) اے میرے آقا اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو، اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو، اے اللہ کے حبیب آپ پر سلام ہو، اے رحمت والے نبی آپ پر سلام ہو، اے رسولوں کے سردار آپ پر سلام ہو، اے امت کے شفیع آپ پر سلام ہو، اے تمام نبیوں کے آخری نبی آپ پر سلام ہو، اے کملی میں لپٹنے والے نبی آپ پر سلام ہو، آپ پر سلام اور آپ کے پاکیزہ اور مقدس بزرگوں پر اور آپ کے گھر والوں پر سلام ہو جو پاک ہیں اور جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاست کو دور کیا، اور ان کو ہر طرح سے پاک وصاف کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین بدلہ عنایت فرمائے جو ہر اس بدلہ سے کہیں بڑھا ہوا ہو جو کسی نبی کو اس کی قوم کی طرف سے اور کسی رسول کو اس کی امت کی طرف سے کبھی دیا گیا ہو، میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے سفارت الٰہیہ کو پوری طرح پہونچا دیا جو مقدس امانت تھی وہ آپ نے ادا کر دی آپ نے امت کی خیر خواہی فرمائی آپ نے حجت اور برہان خداوندی کو خوب واضح کر کے پیش کر دیا، آپ نے اللہ کے راستہ میں انتہائی اور کامل کوشش کا حق ادا کر دیا آپ نے دین الٰہی کو قائم کیا اور قائم کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آگیا اے نبی آپ کے اوپر اللہ کی رحمت ہو اور اس بابرکت مقدس جگہ میں جو آپ کے جسم اطہر کے نزول سے مشرف ہوئی رب العالمین کا صلوٰۃ وسلام ہمیشہ ہمیشہ رہے جتنی چیزیں عالم میں آچکیں ان کی شمار کے برابر اور جتنی چیزیں عالم کون میں آنے والی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں ان سب کے برابر صلوٰۃ وسلام ہو ایسا صلوٰۃ وسلام کہ نہ جسکی انتہا ہو اور نہ اختتام ہو۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ وَفْدُكَ وَزُوَّارُ حَرَمِكَ تَشَرَّفْنَا بِالْحُلُوْلِ بَيْنَ يَدَيْكَ وَقَدْ جِئْنَاكَ مِنْ بِلَادٍ شَاسِعَةٍ وَاَمْكِنَةٍ بَعِيْدَةٍ نَقْطَعُ السَّهْلَ وَالْوَعْرَ بِقَصْدِ زِيَارَتِكَ لِنَفُوْزَ بِشَفَاعَتِكَ وَالنَّظَرِ اِلٰى مَاٰثِرِكَ وَمَعَاهِدِكَ وَالْقِيَامِ بِقَضَاءِ بَعْضِ حَقِّكَ وَالْاِسْتِشْفَاعِ بِكَ اِلٰى رَبِّنَا فَاِنَّ الْخَطَايَا قَدْ قَصَمَتْ ظُهُوْرَنَا وَالْاَوْزَارُ قَدْ اَثْقَلَتْ كَوَاهِلَنَا وَاَنْتَ الشَّافِعُ الْمُشَفَّعُ الْمَوْعُوْدُ بِالشَّفَاعَةِ الْعُظْمٰى وَالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَالْوَسِيْلَةِ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّاباً رَحِيْماً

وَقَدْ جِئْنَاكَ ظَالِمِيْنَ لِاَنْفُسِنَا مُسْتَغْفِرِيْنَ لِذُنُوْبِنَا فَاشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ وَاسْأَلْهُ اَنْ يُّمِيْتَنَا عَلٰى سُنَّتِكَ وَاَنْ يَّحْشُرَنَا فِيْ زُمْرَتِكَ وَاَنْ يُّوْرِدَنَا حَوْضَكَ وَاَنْ يَّسْقِيَنَا بِكَاْسِكَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى.

ترجمہ: ۔اے اللہ کے رسول ہم آپکے پاس وفد بن کر آئے ہیں اور ہم آپ کے حرم کی زیارت کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں اور ہم دور دور دراز شہروں سے آئے ہیں اور بہت دور دراز مکان سے حاضر ہوئے ہیں اور نرم وسخت زمین کو طے کر کے آئے ہیں تاکہ آپ کی زیارت کریں اور آپ کی شفاعت سے کامیاب ہوں اور آپ کے عظیم فضائل اور آپ کے عظیم الشان کارناموں پر نظر کریں اور آپ کے بعض حقوق کو ادا کرنے کے واسطے اور آپ کے ذریعہ سے اپنے پروردگار کے دربار میں شفاعت طلب کرنے کے واسطے اس لئے کہ ہماری خطائیں اس قدر ہیں کہ جس کی وجہ سے ہماری کمر ٹوٹ رہی ہے اور ہمارے بوجھوں نے ہم کو زیادہ بوجھل بنادیا اور آپ شفاعت کرنے والے ہیں اور آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور آپ سے وعدہ کیا گیا ہے شفاعت عظیمہ اور مقام محمود کی اور آپ کے وسیلہ کا وعدہ کیا گیا ہے چنانچہ باری تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے (ترجمہ) بے شک جبکہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر آپ کے پاس آئیں اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مغفرت کی دعا کردیں تو یقیناً وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا بہت رحم والا پائیں گے، اور یقیناً آج ہم اپنے نفس پر ظلم کر کے اپنے گناہوں کو معاف کرانے کے واسطے آئے ہوئے ہیں تو اپنے رب کے دربار میں میری مغفرت کرادیجئے اور اپنے پروردگار سے اس بات کا سوال کردیجئے کہ آپ کی سنت پر ہماری موت ہو اور میدان حشر میں ہم آپ ہی کے ساتھ اٹھیں اور یہ کہ ہم کو حوض کوثر پر لادے اور آپ کے جام کوثر سے سیراب کردے بلا کسی شرمندگی وندامت کے۔

اَلشَّفَاعَةَ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُهَا ثَلَاثًا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ وَتُبَلِّغُهٗ سَلَامَ مَنْ اَوْصَاكَ بِهٖ فَتَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ يَتَشَفَّعُ بِكَ اِلٰى رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَهٗ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ وَتَدْعُوْا بِمَا شِئْتَ عِنْدَ وَجْهِهِ الْكَرِيْمِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ تَتَحَوَّلُ قَدْرَ ذِرَاعٍ حَتّٰى تُحَاذِيَ رَاْسَ الصِّدِّيْقِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَتَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَنِيْسَهٗ فِي الْغَارِ وَرَفِيْقَهٗ فِي الْاَسْفَارِ وَاَمِيْنَهٗ عَلَى الْاَسْرَارِ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزٰى.

ترجمہ: ۔یارسول اللہ شفاعت یارسول اللہ شفاعت یارسول اللہ شفاعت اس کو تین مرتبہ کہے اور پھر اسکے بعد یہ پڑھے (ترجمہ) اے ہمارے رب ہماری مغفرت کردے اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گذر چکے، اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کی طرف سے کوئی کینہ مت رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے پروردگار آپ بڑے مہربان اور رحم والے ہیں اسکے بعد ان لوگوں کے سلام پہونچا جن لوگوں نے سلام پہونچانے کیلئے کہا ہے اور اسکو پہونچانے کا طریقہ یہ

ہے کہ کہے اللہ کے رسول آپ کی بارگاہ میں سلام عرض ہے فلاں بن فلاں کی طرف سے، وہ آپ سے اس بات کی درخواست کرتا ہے کہ آپ اپنے رب کی بارگاہ میں اس کی شفاعت کر دیں اور تمام مسلمانوں کی، پھر اسکے بعد آپ کے چہرۂ انور کے پاس جاکر قبلہ کی طرف پشت کر کے درود پڑھے اور جو دعاء چاہے کرے پھر اسکے بعد ایک ذراع ہٹ جائے اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے سر کے مقابل میں کھڑا ہو جائے اور وہاں یہ کہے (ترجمہ) اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ آپ پر سلام، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اور غار میں آپ کے مونس اور سفروں میں آپ کے ساتھی، اور راز کی باتوں میں رسول اللہ ﷺ کے امانت دار آپ پر سلام ہو، آپ کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

اِمَاماً عَنْ اُمَّةِ نَبِيِّهِ فَلَقَدْ خَلَفْتَهُ بِاَحْسَنِ خَلَفٍ وَسَلَكْتَ طَرِيْقَهُ وَمِنْهَاجَهُ خَيْرَ مَسْلَكٍ وَقَاتَلْتَ اَهْلَ الرِّدَّةِ وَالْبِدَعِ وَمَهَّدْتَ الْاِسْلَامَ وَشَيَّدْتَ اَرْكَانَهُ فَكُنْتَ خَيْرَ اِمَامٍ وَوَصَلْتَ الْاَرْحَامَ وَلَمْ تَزَلْ قَائِماً بِالْحَقِّ نَاصِراً لِلدِّيْنِ وَلِاَهْلِهِ حَتّٰى اَتَاكَ الْيَقِيْنُ سَلِ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ لَنَا دَوَامَ حُبِّكَ وَالْحَشْرَ مَعَ حِزْبِكَ وَقُبُوْلَ زِيَارَتِنَا السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ثُمَّ تَتَحَوَّلُ مِثْلَ ذَالِكَ حَتّٰى تُحَاذِيَ رَأْسَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَتَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُظْهِرَ الْاِسْلَامِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُكَسِّرَ الْاَصْنَامِ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ الْجَزَاءِ لَقَدْ نَصَرْتَ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَفَتَحْتَ مُعْظَمَ الْبِلَادِ بَعْدَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَكَفَلْتَ الْاَيْتَامَ وَوَصَلْتَ الْاَرْحَامَ وَقَوِيَ بِكَ الْاِسْلَامُ وَكُنْتَ لِلْمُسْلِمِيْنَ اِمَاماً مَرْضِيّاً وَهَادِياً مَهْدِيّاً جَمَعْتَ شَمْلَهُمْ وَاَغْنَيْتَ فَقِيْرَهُمْ وَجَبَرْتَ كَسِيْرَهُمْ السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ.

ترجمہ:۔ آپ نبی کی طرف سے انکی امت کیلئے امام تھے آپ بہترین خلیفہ رہے اور آپ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر بہت خوبی کے ساتھ چلے ہیں اور آپ نے قتال کیا اہل ارتداد اور بدعتیوں سے، اور آپ اسلام کے مددگار رہے اور اسکے ارکان کو آپ نے بلند کیا اور آپ بہترین امام رہے آپ نے صلہ رحمی کی اور آپ حق ہی پر قائم رہے اور دین کی برابر مدد کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کو موت آگئی، آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کیجئے کہ آپ کے ساتھ ہماری صحبت ہمیشہ رہے اور آپکے گروہ کے ساتھ ہم قیامت میں اٹھیں اور ہماری یہ زیارت قبول ہو، السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر گھوم جائے اور پھر جائے یہاں تک کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سر کے مقابل ہو جائے، تو وہاں جاکر کہے اے امیر المؤمنین آپ پر سلام ہو اے اسلام کے ظاہر کرنیوالے سلام، اے بتوں کے توڑنے والے اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے، یقیناً آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی مدد کی اور آپ نے بڑے بڑے شہروں کو فتح کیا سید المرسلین کے بعد، اور آپ نے یتیموں کی کفالت کی اور آپ نے صلہ رحمی کی اور آپکی وجہ سے اسلام کو قوت حاصل ہوئی اور آپ مسلمانوں کے پسندیدہ امام اور ہدایت کرنے والے اور ہدایت یافتہ تھے آپ نے متفرق گروہوں کو جمع کیا اور آپ نے غریبوں کی مدد کی اور آپ نے متفرق لوگوں کو متحد کیا، السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ثُمَّ تَرْجِعُ قَدْرَ نِصْفِ ذِرَاعٍ فَتَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيْعَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَفِيْقَيْهِ وَوَزِيْرَيْهِ وَمُشِيْرَيْهِ وَالْمُعَاوِنَيْنِ لَهُ عَلَى الْقِيَامِ بِالدِّيْنِ وَالْقَائِمِيْنَ بَعْدَهُ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ جَزَاكُمَا اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ جِئْنَاكُمَا نَتَوَسَّلُ بِكُمَا اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعَ لَنَا وَيَسْاَلَ اللّٰهَ رَبَّنَا اَنْ يَتَقَبَّلَ سَعْيَنَا وَيُحْيِيَنَا عَلَى مِلَّتِهِ وَيُمِيْتَنَا عَلَيْهَا وَيَحْشُرَنَا فِيْ زُمْرَتِهِ ثُمَّ يَدْعُوْ لِنَفْسِهِ وَلِوَالِدَيْهِ وَلِمَنْ اَوْصَاهُ بِالدُّعَاءِ وَلِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ عِنْدَ رَاْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَالْاَوَّلِ وَيَقُولُ اللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا وَقَدْ جِئْنَاكَ سَامِعِيْنَ قَوْلَكَ طَائِعِيْنَ اَمْرَكَ مُسْتَشْفِعِيْنَ بِنَبِيِّكَ اِلَيْكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ.

ترجمہ:۔ پھر نصف ذراع ہٹ جائے اور کہے (ترجمہ) سلام آپ پر اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدفن کے ساتھیو، اور آپ کے دونوں رفیقو اور آپ کے دونوں وزیرو اور مشیرو اور آپ کے دونوں معاونو، اور دین کے قائم کرنے میں مددگارو، اور آپ کے بعد مسلمانوں کی مصلحتوں کو قائم کرنے والو، آپ دونوں حضرات کو اللہ تعالیٰ بہترین جزائے خیر عطا فرمائے ہم آپ کے پاس آئے ہیں اور آپ دونوں حضرات کے وسیلہ سے حضور ﷺ کی بارگاہ رسالت میں، تاکہ وہ ہماری شفاعت کردیں، اور آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے سوال فرمادیں کہ وہ ہماری کوشش کو قبول کرلے اور ہمیں آپکی ملت پر زندہ رکھ اور آپ ہی کی ملت پر موت آئے اور ہمیں آپکے زمرے میں اٹھائے، پھر اسکے بعد اپنے لئے دعا کرے اور اپنے والدین کیلئے اور ان لوگوں کے لئے کہ جنھوں نے دعا کیلئے کہا تھا اور تمام مسلمانوں کیلئے، پھر اسکے بعد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے پاس پہلی مرتبہ کی طرح جاکر کھڑا ہو اس کے بعد یہ کہے (ترجمہ) اے اللہ آپ نے فرمایا تھا اور آپ کا فرمان حق تھا (ارشاد باری تعالیٰ ہے) ترجمہ:۔ جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر وہ آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے مغفرت چاہیں اور رسول اللہ بھی ان کیلئے مغفرت مانگیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا پائیں گے، اے اللہ ہم آپ کی بات سن کر آپ کی اطاعت کرنے کیلئے حاضر ہوئے ہیں، آپ کے نبی سے شفاعت کی درخواست کرتے ہیں اے اللہ ہمیں معاف کردے اور ہمارے آباء کو اور ہماری ماؤں کو اور اے اللہ ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گذر چکے اور ان مسلمانوں کی طرف سے ہمارے دلوں میں کینہ مت رکھ، اے ہمارے رب آپ مہربان رحم کرنے والے ہیں۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَيَزِيْدُ مَا شَاءَ وَيَدْعُوْ بِمَا حَضَرَهُ وَيُوَفَّقُ لَهُ بِفَضْلِ اللّٰهِ ثُمَّ يَاْتِيْ اُسْطُوَانَةَ اَبِيْ لُبَابَةَ الَّتِيْ رَبَطَ بِهَا نَفْسَهُ حَتّٰى تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَهِيَ بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ وَيُصَلِّيْ مَاشَاءَ نَفْلًا

وَيَتُوبُ اِلَى اللّٰهِ وَيَدْعُوا بِمَا شَاءَ وَيَاْتِي الرَّوْضَةَ فَيُصَلِّي مَا شَاءَ وَيَدْعُوا بِمَا اَحَبَّ وَيُكْثِرُ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالثَّنَاءِ وَالاِسْتِغْفَارِ ثُمَّ يَاْتِي الْمِنبَرَ فَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى الرُّمَّانَةِ الَّتِي كَانَتْ بِهِ تَبَرُّكاً بِاَثَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَكَانِ يَدِهِ الشَّرِيْفَةِ اِذَا خَطَبَ لِيَنَالَ بَرَكَتَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَسْاَلُ اللّٰهَ مَاشَاءَ.

ترجمہ:۔ اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور اے خدا ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ، تمہارا رب جو بڑی عزت وشان والا ہے بہت پاکیزہ اور بالا ہے ان چیزوں سے جو اس کے دلوں میں ہے اور سلام ہو تمام مرسلین پر اور تمام تعریفیں دونوں جہانوں کے پروردگار کی ہیں اور اس دعا میں جو چاہے زیادہ کرے اور جو اسے یاد ہو اس کی دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جس کی توفیق دی جائے، پھر اسکے بعد اسطوانہ ابی لبابہ پر آئے اور یہ وہ ہے کہ جس سے حضرت لبابہ نے اپنے آپ کو باندھ لیا تھا اور اس وقت تک اپنے آپ کو باندھے رکھا جب تک کہ ان کی دعا قبول نہ ہوئی اور یہ وہ جگہ ہے جو مزار مبارک اور منبر کے درمیان ہے اور جو نفل چاہے پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور جس چیز کی خواہش ہو دعا کرے اسکے بعد روضہ پر آئے اور وہاں جو چاہے نماز پڑھے اور جو چیز پسند ہو اس کی دعا کرے اور تسبیح وتہلیل اور ثناء واستغفار خوب کرے پھر منبر مبارک کے پاس آئے اور اپنے ہاتھ کو رمانہ پر رکھے جو منبر پر ہے جہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبے کے درمیان دست مبارک رکھتے تھے۔ وہاں پر زیارت کرنے والا برکت کیلئے ہاتھ رکھے، اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے جو چاہے مانگے۔

ثُمَّ يَاْتِي اُسْطُوَانَةَ الْحَنَّانَةِ وَهِيَ الَّتِي فِيْهَا بَقِيَّةُ الْجِذْعِ الَّذِي حَنَّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تَرَكَهُ وَخَطَبَ عَلَى الْمِنْبَرِ حَتّٰى نَزَلَ فَاحْتَضَنَهُ فَسَكَنَ وَيَتَبَرَّكُ بِمَا بَقِيَ مِنَ الْآثَارِ النَّبَوِيَّةِ وَزِيَارَتِهِ فِي عُمُوْمِ الْاَوْقَاتِ، وَيَسْتَحِبُّ اَنْ يَخْرُجَ اِلَى الْبَقِيْعِ فَيَاْتِي الْمَشَاهِدَ وَالْمَزَارَاتِ خُصُوْصاً قَبْرَ سَيِّدِ الشُّهَدَاءِ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ اِلَى الْبَقِيْعِ الْآخَرِ فَيَزُوْرُ الْعَبَّاسَ وَالْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَبَقِيَّةَ آلِ الرَّسُوْلِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَيَزُوْرُ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاِبْرَاهِيْمَ بْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَمَّتَهُ وَصَفِيَّةَ وَالصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

ترجمہ:۔ پھر اس کھمبے کے پاس آئے جسکو حنانہ کہا جاتا ہے اور حنانہ اس کھمبے کا نام ہے جہاں اسکا کچھ حصہ دفن ہے جبکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا تھا اس وقت وہ رویا تھا جب کہ آپ منبر پر خطبہ دینے لگے تھے یہاں تک کہ آپ اتر کر نیچے تشریف لائے اور اسکو آغوش میں لے لیا تو وہ چپ ہو گیا، اور اسکے بعد آثار نبویہ اور اماکن شریفہ سے برکت حاصل کرے اور وہاں قیام کے درمیان راتوں کو جاگنے کا اہتمام کرے اور تمام اوقات میں آپ کی زیارت اور حاضری کو غنیمت خیال کرے اور مستحب ہے کہ جنت البقیع کی جانب جائے، مشاہدات اور مزارات پر حاضر ہو خاص کر کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر، پھر دوسرے بقیہ میں جائے تو وہاں پر حضرت عباس اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کی زیارت

کرے اور اسی طرح بقیہ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی، اور امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اور ابراہیم بن نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ازواج النبی ﷺ کی اور آپکی پھوپھی صفیہ کی اور صحابہ کی اور تابعین رضی اللہ عنہم کی۔

تشریح و مطالب:۔ الجذع الذی حن الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم :۔ دارمی میں عبد اللہ بن بریدہ سے روایت ہے اور وہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ اول اول جب تک منبر نہیں بنا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے اور تقریر کرنے کے وقت ایک کھمبہ پر ٹیک لگا لیا کرتے تھے ورنہ اسکے پاس کھڑے ہو کر تقریر کیا کرتے تھے جب منبر بنایا گیا تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور اس کھمبہ سے علیحدہ ہو گئے تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، رحمت عالم منبر سے نیچے تشریف لائے اور دست شفقت اس پر رکھا اور فرمایا کہ تجھ کو اس جگہ گاڑ دیا جائے یا جنت میں کہ اس کی نہروں اور چشموں سے تو سیراب ہوتا رہے اور تیرے پھل اولیاء اللہ کھایا کریں، اس مریض درد محبت نے مسیحاء عالم کے یہ الفاظ سنے تو جنت میں گاڑے جانے کو پسند کیا (دارمی وغیرہ) بہت ممکن ہے کہ سائنس کے حواس باختہ لوگ اس میں شک کریں اور اسے تعجب کی نظر سے دیکھیں۔

وَيَزُوْرُ شُهَدَاءَ اُحُدٍ وَاِنْ تَيَسَّرَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فَهُوَ اَحْسَنُ وَيَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ وَيَقْرَأُ آيَةَ الْكُرْسِيِّ وَالْاِخْلَاصِ اِحْدٰى عَشَرَ مَرَّةً وَسُوْرَةَ يٰسٓ اِنْ تَيَسَّرَ وَيُهْدِيْ ثَوَابَ ذٰلِكَ لِجَمِيْعِ الشُّهَدَاءِ وَمَنْ بِجِوَارِهِمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَيَسْتَحِبُّ اَنْ يَّاْتِيَ مَسْجِدَ قُبَاءَ يَوْمَ السَّبْتِ اَوْ غَيْرَهٗ وَيُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ بَعْدَ دُعَائِهٖ بِمَا اَحَبَّ يَا صَرِيْخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ يَا مُفَرِّجَ كَرْبِ الْمَكْرُوْبِيْنَ يَا مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَاكْشِفْ كَرْبِيْ وَحُزْنِيْ كَمَا كَشَفْتَ عَنْ رَسُوْلِكَ حُزْنَهٗ وَكَرْبَهٗ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا كَثِيْرَ الْمَعْرُوْفِ وَالْاِحْسَانِ يَا دَائِمَ النِّعَمِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا دَائِمًا اَبَدًا يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ آمِيْنَ.

ترجمہ: اور تمام شہدائے احد کی زیارت کرے اور اگر جمعرات کا دن مل جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے اور کہے (ترجمہ) آپ حضرات نے جو صبر کیا اسکے عوض میں آپ پر سلام اور آخرت کا مقام بہت اچھا ہے اور آیت الکرسی اور سورۂ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھے اور اگر ممکن ہو تو سورۂ یٰسین پڑھے اور اس کا ثواب تمام شہدائے احد اور جو مسلمان ان کے بغل میں ہیں پہونچادے، اور مستحب یہ ہے کہ مسجد قباء سنیچر کے دن آئے یا اسکے علاوہ کسی اور روز اور اس میں نماز ادا کرے اور جو دعا پسند ہو اسکے مانگنے کے بعد کہے!

اے پکارنے والے کی پکار سننے والے، اے دہائی دینے والوں کی فریاد رس، اے مصیبت زدوں کی مصیبت کھولنے والے، اے بے قراروں کی دعاؤں کو قبول کرنے والے رحمت کاملہ نازل فرما ہمارے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور میرے رنج اور غم کو دور کردے جیسے کہ خداوندا تو نے اپنے رسول کے غم کو اور ان کی

مصیبت کو اس مقام پر دور فرمایا تھا، اے حنان اے منان، اے بہت بھلائی اور احسان کرنے والے، اے ہمیشہ نعمت کرنے والے، اے ارحم الراحمین اور ہمیشہ ہمیشہ اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ہمارے سید و آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آمین! یا رب العالمین

قد تم بعون اللّٰہِ سبحانہٗ وتعالیٰ یوم الخمیس من اثنان وعشرین ربیع الاول ۱ سنہ ۱٤۰ھ فی الثانیۃ من اللیل.

وسیمؔ